چاہت دل کی

شازیہ مصطفیٰ

شازیہ مصطفیٰ

پہلی قسط -

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

''میں عنایہ کو لے کر جا رہا ہوں، اماں جی کی بہت طبیعت خراب ہے''۔ جواد احمد نے انہیں صرف اتنا بتایا' وہ تن فن ہی ہو گئی تھیں۔

''جب تمہاری ماں کو میں پسند نہیں ہوں تو کیوں میری اولاد کو اتنا چاہتی ہیں''۔ لہجے میں نفرت' حقارت' نخوت اور ناگواری سب ہی تھا۔

''یہ مت بھولو کہ یہ میری اولاد بھی ہے''۔ گویا انہوں نے جتایا۔

''تمہاری ماں کے تو شروع سے یہ بیماری کے ڈرامے ہیں''۔

''بند کرو بکواس اور احترام سے نام لو میری ماں کا' آج اگر تم یہاں موجود ہو تو صرف میری ماں کی وجہ سے ورنہ میں منت نہ لگاؤں''۔ وہ اپنی ماں کی شان میں ایسے الفاظ تو کبھی برداشت ہی نہیں کرتے تھے۔

''اونہہ...... شروع سے وہ اور تمہارا خاندان جلتا ہے' مجھے کبھی قبول نہیں کیا انہوں نے''۔

''انہوں نے یا تم نے' تمہیں سوائے بننے سنورنے اور اپنے پارلر سے فرصت ہی کب رہی ہے''۔ انہیں سمیرا کا یہ غرور و تکبر شروع سے ناگوار ہی گزرتا جو بھری محفل میں بیٹھ کے اپنی خوبصورتی کی خود ہی قصیدہ گوئی کرتی رہتی تھیں اور پھر اس پر ان کا بیوٹی پارلر جس نے انہیں مزید تباہ کیا ہوا تھا۔

''یہ میرا شوق ہے اور تم سب ہو ہی بیک ورڈ''۔ وہ پھنکاریں۔

''اس وقت میں تمہارے ساتھ کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا ہوں''۔ وہ کمرے سے نکلنے ہی لگے تھے۔

باہر عنایہ اور وشہ کھڑی تھیں انہیں دیکھ کر وہ خجل ہی ہو گئیں تھیں۔

''بیٹا! یہ تمہاری ماں کا روز کا تماشا ہے' کیوں باہر کھڑے ہو کے سنتے ہو' تمہاری ماں کو تو شروع سے ایسی آواز میں بولنے کی عادت ہے''۔ لہجے میں دکھ' کرب ہی کچھ تھا' سمیرا تو اندر ہی اندر گرم گھونٹ اتارنے لگیں' دونوں بیٹیاں ان کے سامنے تھیں۔

''جواد احمد! یہ مت بھولو یہ میری بیٹیاں ہیں''۔

''اچھا...... تمہیں بھی یاد ہے تمہاری بیٹیاں ہیں ورنہ تو تم خود ابھی تک یہ قبول ہی نہیں کر پائی ہو کہ جوان بیٹیوں کی ماں ہو''۔ پھر طنز میں ڈوبا تیر پھینکا' کیونکہ اشارہ ان کے بنے سنورے میک اپ سے مزین سراپے کی جانب تھا جو فیشن میں اتنی اندھی ہو گئی تھیں کہ اپنی عمر اور بچوں تک کا خیال نہ تھا۔

''جواد! تم میری انسلٹ کر رہے ہو''۔ وہ تو شیر کی طرح بپھریں۔

''ارے...... انسلٹ تو میری ہوتی ہے جہاں تم جاتی ہو سر اٹھانے کا نہیں رکھتی ہو''۔

عنایہ اور وشہ دونوں اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں' سمیرا کو ان کا بولنا اور غصہ ہی دلا رہا تھا۔

''شروع سے میری خوبصورتی سے تم اور تمہارا خاندان جلتا ہے''۔

''پتہ نہیں کس نے غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہے تمہیں کہ تم خوبصورت ہو' جب ہمارا باطن خوبصورت نہیں تو ایسی ظاہری خوبصورتی پر لعنت ہے''۔ وہ ان کی دل کھول کر تضحیک کر رہے تھے اور یہ آج کا نہیں روز کا معمول تھا' سمیرا ان سے ایسے ہی الجھتی تھیں انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں اور جواد احمد جواب میں انہیں ایسے ہی سناتے تھے۔

''اونہہ...... تم سب ہی نفسیاتی ہو''۔

''شکر ہے ہم سب ہی ہیں' تم تو ایک صحیح ہو نا پھر کوئی اچھی خاصیت تو بتاؤ''۔ لہجہ فہمائشی اور تمسخر زدہ ہی تھا۔

''ابو! کب تک چلنا ہے''۔ عنایہ ڈرتی ہوئی آ گئی تھی۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں جانے کی''۔ سمیرا نے جھٹ کہا۔

''یہ مت بھولو کہ باپ ہوں میں اس کا' سارے اختیارات رکھتا ہوں۔ عنایہ! تم اپنے ایک دو دن کے لئے کپڑے بھی رکھ لو' کیونکہ اماں جی نے کہا ہے کہ تمہیں کچھ دنوں کے لئے چھوڑ دوں''۔ وہ بے پیار بھرے لہجے میں بولے۔ وہ سر ہلانے لگی اور اندر اپنے روم میں گھس گئی' مبادا سمیرا پھر کچھ نہ کہہ دیں۔ سمیرا جلے پیر کی بلی کی طرح تن فن کرتی ہوئی کمرے میں گھس گئی تھیں۔

''دیکھو وشہ! معارج سے کہنا امی کو تنگ نہ کرے''۔ وہ جاتے ہوئے وشہ کو ہدایت بھی دینے لگی۔

''آپی! میرا بھی دل چاہ رہا ہے جانے کو''۔

''تم معارج کے ساتھ آ جانا کسی دن' کیونکہ تم بھی جاؤ گی تو امی کو اور غصہ آئے گا''۔ وہ اپنے کپڑے بیگ میں رکھ چکی تھی۔

''پتہ نہیں آپی! امی کب دادی جان سے معافی مانگیں گی' کب آپ کی شادی محریب بھائی سے ہو گی''۔ وہ افسردگی سے گویا ہوئی۔

''اچھا زیادہ منہ لٹکانے کی ضرورت نہیں ہے' امی جیسے ہی پارلر جائیں تم ان کا کمرہ سیٹ کر دینا' ماسی سے نہیں کروانا' ابو کی چیزیں ادھر اُدھر کر دیتی ہے''۔ وہ اس کا چہرہ تھپتھپانے لگی جو خاموش ہی ہو گئی تھی۔ عنایہ خود بیس بائیس سال سے یہ جنگ اپنے والدین میں دیکھ رہی تھی اور پھر چار سال پہلے ہی جواد احمد نے گھر بھی الگ کر لیا' محض سمیرا کی وجہ سے جو آئے دن کوئی نہ کوئی تماشا لگائے رکھتی تھیں۔

☆

''جانے کب سمیرا کو عقل آئے گی' وہ ہم سب کو غلط سمجھتی ہے''۔ دادی جان مسلسل روئے جا رہی تھیں' سارے ہی ان کے کمرے میں جمع تھے۔

''دادی جان! آپ کی پھر طبیعت خراب ہو گئی''۔ محریب نے ان کے ہاتھ تھامے۔

''بیٹا! میں کیا کروں میرا جواد کیسا بکھر گیا ہے' اس کے بچے ڈرے سہمے رہتے ہیں''۔

''دادی جان! عنایہ بھابھو آ گئی ہیں''۔ مائزہ کی خوشی سے بھرپور آواز نے ان کی توجہ مبذول کروائی' اسی وقت محریب بھی سیدھا ہوا۔ عنایہ پنک پلین کاٹن کے کپڑوں میں ملبوس جھٹ دادی جان کے گلے آ کے لگ گئی۔

''میں تو سوچ رہی تھی جانے تو آئے گی بھی یا نہیں''۔

''آپ بلائیں اور میں نہ آؤں''۔ اس نے مسکرا کے ہی کہا۔ محریب قدرے فاصلے پر بیڈ پر ہی بیٹھا تھا اور وہ دادی جان کے سرہانے ہی بیٹھ گئی تھی۔

''اماں جی! اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟'' جواد احمد نے فکرمندی سے ان کے مزاج پوچھے' وہ روز ہی یہاں کا چکر لگاتے تھے مگر آج تو دو تین بار لگائے تھے۔

''طبیعت اب کہاں ٹھیک ہو گی' میری آنکھوں کے سامنے تم لوگ میرے ان بچوں کی شادی کر دو''۔ وہ رونے ہی لگی تھیں۔

عنایہ نے پہلو بدلا جبکہ محریب بھی گھبرا گیا' جو کل سے ایک ہی رٹ لگائے ہوئے تھیں کہ شادی ہو جائے۔

''اماں جی! کیسی مایوسی والی باتیں کرتی ہیں' آپ ٹھیک رہیں گی اور دیکھیے گا عنایہ اور محریب کی شادی آپ کے سامنے ہی ہو گی''۔ انہوں نے تسلی دی۔

"سمیرا کب مان رہی ہے"۔

"کم آن دادی جان! آپ تو بالکل ہی چانس ختم کر دیتی ہیں' سمیرا آپی سب مانیں گی کیا کمی ہے ہمارے بھیا میں"۔ مائز نے اپنے لمبے چوڑے ڈیسنٹ سے بھائی کے شانے پر دونوں ہاتھ رکھے' وہ جھینپ ہی گیا۔ ایسے افسردہ ماحول کو اکثر مائز اپنی شوخ باتوں سے کچھ رنگین بنا دیتا تھا' سب ہی ان کی دلجوئی میں لگے تھے۔

"کمی تو لگتا ہے' ہم سب میں ہے' جو اسے ہم بُرے لگتے ہیں"۔ جواد احمد ایک دم ہی تلخ ہو گئے تھے۔ عنایہ سے اپنے ابو کا رنجور چہرہ دیکھا نہیں جاتا تھا' وہ کتنے بے بس سے ہو جاتے تھے' صرف اپنے بچوں کی خاطر۔

"یہ بتایئے بھابھو! ڈرکیس کی تا آپ؟" مائز نے مسکرا کے پوچھا' عنایہ نے سر ہلایا۔ مائز تو اسے شرارت میں اسی نام سے ہی پکارتا تھا اور پھر وہ اس کے بھائی کی بچپن کی منگیتر تھی' سب ہی گھر کے بچے واقف بھی تھے۔

"اچھا اماں جی! میں کل آؤں گا"۔ جواد احمد گھڑی میں ٹائم دیکھنے لگے' نو بج رہے تھے انہیں پتہ تھا سمیرا حسب معمول اپنے بیوٹی پارلر میں ہی ہوں گی۔

"ارے جواد! کھانا لگ رہا ہے کھا کے جانا"۔ نزہت نے انہیں روکا۔

"بھابی! ابھی مجھے کچھ ضروری کام بھی ہے' پھر وشا اور معارج اکیلے ہوں گے"۔ وہ عذر پیش کر کے سب سے ہی رخصت لے کر چلے گئے تھے' محریب گیٹ تک چھوڑنے کے بعد دادی جان کے کمرے میں ہی آ گیا تھا' عنایہ انہیں سوپ پلا رہی تھی' ایک اچٹتی نگاہ ضرور اٹھائی' محریب چیئر گھسیٹ کر بیٹھ چکا تھا۔

"جانے کب میرا ارمان پورا ہوگا اپنی بچی کو میں یہاں اس گھر میں دیکھوں گی"۔ دادی جان پھر افسردگی سے گویا ہوئیں۔

"ارے سارے ارمان پورے ہوں گی اور دیکھیے گا آپ پڑدادی تک بنیں گی"۔ محریب نے انہیں خوش کرنے کے لیے ہی کہا' عنایہ تو شرم سے نگاہ نہ ملا پائی۔

"کتنے سکون سے میرے بچے یہاں تھے' سمیرا کو جانے کیا سوجھی کہ الگ گھر میں چلی گئی"۔ انہیں یہ قلق بھی مارے ڈالتا تھا۔ محریب جب یہاں سے گیا تھا' سب ہی تو ساتھ رہتے تھے اب جبکہ وہ کچھ سال بعد امریکہ سے آیا تو سب ہی کچھ بدلا ہوا تھا۔ وہ انہیں سوپ پلانے کے بعد برتن لے کر کمرے سے باہر نکل گئی' اسے محریب کی موجودگی شروع سے ہی پزل کرتی تھی' وہ تھی بھی کم گو اور ڈری سہمی سی کچھ بچپن سے اپنے ماں باپ کی لڑائیوں نے بھی اس کی شخصیت پر اثر ڈالا تھا۔

"خیریت' کیا سوچا جا رہا تھا؟" مائز نے اسے دیکھا جو کوریڈور میں پڑے بیچ کے صوفے پر بیٹھی تھی۔

"کک...... کچھ نہیں"۔ وہ ہڑبڑا ہی گئی۔

"ارے...... آپ تو ڈر جاتی ہیں"۔ وہ معنی خیزی سے بولتے ہوئے مسکرایا۔ عنایہ جھینپ گئی' دادی جان کے کمرے سے نکلتے فان کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس محریب کو دیکھ کر گڑبڑا ہی گئی۔

"لو پھر ڈر رہی ہیں' ارے یہ آپ کے بچپن کے منگیتر ہیں کوئی نئے نہیں"۔

"ہر وقت ہانکتے رہتے ہو"۔ وہ جھینپی ہوئی جانے لگی۔

محریب کو یہ کومل سے نقش و نگار والی لڑکی بچپن سے ہی اچھی لگتی تھی' سب کزن اس سے فری تھے ایک یہ بالکل الگ مزاج کی تھی' کم بولتی تھی' کم ہنستی تھی اور زیادہ اس سے چھپی ہوئی ہی رہتی تھی' اس کا شرمایا لجایا انداز اسے اور منفرد و خوبصورت بناتا تھا۔

☆

وہ یہاں آ کر دادی جان کے ہی کمرے میں گھسی رہتی تھی' مگر مائز تو اسے چھوڑتا ہی نہ تھا اور سب کزن کے درمیان لا کر بٹھا دیتا تھا۔

"یار! آپ کس صدی کی لڑکی ہیں' ارے بولڈ بنیئے"۔

"زیادہ فضول مت بکا کرو"۔ فوراً ہی اس نے مائز کو جھاڑ دیا۔ سارے ہی ہال کمرے میں محفل جمائے بیٹھے تھے مگر محریب کے علاوہ جو ابھی تک آفس میں ہی تھا۔

"تمہاری طرح مجھ سے بولڈ نہیں بنا جاتا ہے"۔ عنایہ نے اس کے بولنے پر ہی اشارہ کیا جو ہر ایک کو ہر بات پر اعتماد انداز میں کہہ دیتا تھا۔

"ابھی میری بولڈنیس دیکھی کب ہے آپ نے' دیکھیے گا اچانک ہی دھماکہ ہوگا"۔ وہ ذو معنی لہجے میں بولا۔

"خیریت ہے کیا سوچی ہوئی ہے بولڈنیس"۔ فائق نے سرگوشی میں ہی پوچھ لیا کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے معاملات سے آگاہ ہی تھے کیونکہ دونوں ہی ایم بی اے کر رہے تھے لائن بھی ایک ہی تھی۔

"مائز بھائی! کہیں کوئی لڑکی کا چکر تو نہیں ہے"۔ رافع نے بھی لقمہ دیا۔

"تم چپ کرو آئے بڑے ٹکڑے لگانے والے"۔ اس نے فائق کی بیک سے کشن نکال کر رافع پر ہی اچھالا جو اسے تو نہ لگا کارنر ٹیبل پر رکھے ڈیکوریشن پیس کو شہید کر گیا۔

"اب پڑے گی ڈانٹ آپ کو بڑی امی سے"۔ رافع تو خوش ہو گیا۔ عنایہ ان سب کی نوک جھونک سنگل صوفے پر بیٹھی لیمن کلر کے کپڑوں میں ملبوس دیکھ رہی تھی' اسے اپنے زندہ دل سے سارے کزن ہمیشہ اچھے لگتے تھے۔

"بڑی امی' بڑی امی"۔ رافع نے تو تیز آواز میں پکارنا شروع کیا' مائز نے اس کی گدی پر دو ہتھڑ لگائے' وہ بڑی امی سے خفگی سے ند روک سکے تھے۔

"یہ سب کس نے کیا؟" ان کے کڑے اور قہر آلود تیوروں نے مائز کی سٹی ہی گم کر دی' لیکن شک انہیں اس پر ہی تھا۔

"امی! غلطی میری نہیں اس رافع کی ہے' کیوں ہٹا سامنے سے جو یہ سب شہید ہو گیا"۔ وہ منمناتے کر ساتھ سر کھجانے لگا۔ عنایہ کرسٹل کے باؤل اور گلدان کی کرچیاں سمیٹنے بیٹھ گئی تھی۔

"نہیں سدھرنا تم' کتنے بڑے گھوڑے ہو رہے ہو"۔

"پھر جلدی سے میرا ابھی رشتہ طے کریں' بے چاری کتنا انتظار کرے گی"۔ وہ سرد آہ بھر کے دہائی ہی دینے لگا تھا' نزہت نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"بکواس نہیں کرو"۔

"یار امی! میں کیا ایسے ہی خوار رہوں گا' ہماری سمیرا آپی آخر کیسے مانیں گی' جو پھر میرا ابھی نمبر آئے"۔ وہ پھر رونے کے ساتھ اداسی کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

"تمیز سے میری امی کا نام لیا کرو"۔ عنایہ اسے ٹوک کے بنا نہ رہ سکی۔

"محترمہ! میں نے سمیرا آپی کہا ہے ادب و احترام سے"۔

"السلام وعلیکم"۔ احد کی آواز پر سب ہی چونکے۔ کوریڈور میں وہ کھڑا تھا شاہین اور حسنہ بھی ساتھ ہی تھیں' سب ہی حیران رہ گئے تھے۔

"اوہ...... تو آپ کو بھی فرصت مل گئی"۔ مائز نے اب اپنا رخ ان کی جانب کر دیا۔ حسنہ نے تو عنایہ کو گلے ہی لگا لیا' وہ خود اپنی بھتیجی کو اتنے دنوں بعد دیکھ رہی تھیں۔

"میں نے سوچا کہ سب ساتھ ہی چلتے ہیں' اماں جی کی طبیعت پوچھ آئیں گے"۔

"دادی جان تو اس دن سے ایک دم ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئیں جس دن سے بھابھو آئی ہیں"۔ مائرہ نے اس کی جانب اشارہ کیا جو حسب پھپھو کے پہلو میں ہی بیٹھی تھی۔

"اماں جی کو سب سے زیادہ محبت بھی تو اسی سے ہے"۔

"کیا کریں اب لڑکی ہی اتنی پیاری ہے کہ ہر کوئی محبت میں ڈوب جاتا ہے"۔

"یہ ہر کوئی تو واضح کر دو جلدی' ورنہ محریب کے ہاتھوں کوئی نہیں بچے گا"۔ احد نے شوخی سے کہا تو سب ہی قہقہہ لگا کے رہ گئے' عنائبہ بے چاری جھینپ ہی گئی۔

"ایک تو مجھے اپنے بگ برادر پر حیرانگی ہوتی ہے کہ کسی بھی موسم کا ان پر اثر ہی نہیں ہوتا ہے"۔ مائرہ نے سرد آہ بھر کر زدہ انداز میں ہی بھری تھی۔

"تمہارے بھائی پر واقعی کسی چیز کا اثر ہی نہیں ہوتا ہے"۔ احد نے بھی تائید کی' محریب بھی آ چکا تھا' عنائبہ تو کھسک ہی لی تھی کیونکہ شامین کو ریان تنگ کرنے لگا تو وہ اس کے ساتھ دادی جان کے کمرے میں جانے لگی تھی۔

"السلام علیکم بھابی! کیا بات ہے بھول گئی ہیں"۔ محریب نے شامین کو روک لیا' وہ مسکرانے ہی لگی۔

"ارے کیسی بات کرتے ہیں"۔

"شامین! اسے تو ایسی ویسی بھی نہیں آتی ہے' جانے ویسی کرے گا بھی یا نہیں"۔ احد نے شامین سے سرگوشی میں ہی کہا جو محریب نے بھی سنا' وہ جواب میں گھورنے لگا' ریان نے رونا شروع کیا تو شامین اندر چلی گئی۔

"بہت ہی فضول بکواس کرتے ہو یار! بھابی کے سامنے تو نہ کیا کرو"۔ دونوں کو تنہائی ملی تو محریب نے احد کو ٹوکا۔

"یار! شامین میری بیوی ہے اور ہم دونوں ایک بچے کے والدین ہیں اس لئے بکواس کر سکتے ہیں"۔ اس نے محریب کی پشت پر چپت رسید کی۔

"سن عنائبہ آئی ہوئی ہے' کچھ پیار و محبت کی باتیں بھی کیں یا نہیں؟"

"وہ یہی سب کرنے تو آئی ہے"۔ وہ چپ ہی گیا۔

"یار! کس مٹی کے بنے ہو' ذرا دل نہیں کرتا کہ جلدی شادی ہو' جبکہ مجھ سے ایک سال بڑے ہی ہو"۔ اس نے گویا محریب کو اس کی بڑھتی ہوئی عمر کا احساس دلایا۔

"تمہاری طرح بے صبرا نہیں ہوں' ہر کام کو تسائل پسندی سے کرنے کا عادی ہوں"۔ اس نے احد کو طنزیہ ہی کہا۔

"ہاں مجھ پر آ جایا کرا اپنی محرومی نہ عیاں کر"۔ وہ بُرا مان گیا۔ دونوں میں کافی دیر تک بحث و مباحثہ بھی چلتا رہا تھا' یمنی سب کے لئے چائے وغیرہ بنا کے لائی تو ان دونوں کو بھی بلا لیا جب کہیں جا کر دونوں کی تکرار بھی ختم ہوئی تھی۔

☆

"وشہ! فون کرو اپنی دادی کے گھر' کہو ان سے عنائبہ کو بھیج دیں"۔ سمیرا نے گویا خاصے ناگوار اور درشت لہجے میں اسے حکم دیا' وہ کالج سے آنے کے بعد کچھ دیر آرام کرتی تھی' کمرے میں جانے ہی لگی تھی کہ رُک گئی۔

"ابو کہہ رہے تھے کہ وہ خود لے آئیں گے"۔ اس نے ڈرتے ڈرتے ہی کہا۔

"عنائبہ کوئی نوکر نہیں ہے جو ان کی دیکھ بھال کے لیے چلی گئی' اتنے لوگ ہیں وہ کم ہیں کیا ان کے لیے"۔ ڈائننگ ٹیبل پر وہ بیٹھی تھیں' اپنے پارلر سے وہ لنچ کے لیے آ گئی تھیں ورنہ اکثر لنچ بھی وہ گول کر دیتی تھیں کلائنٹ کی وجہ سے ہی آج موقع ملا تو چلی آئی تھیں۔

"جلدی کرو فون اور ہاں معارج آئے تو اسے کہنا کہ گھر پر ہی رہے مجھے اسے اپنے ساتھ شاپنگ کے لئے لے کر جانا ہے"۔ نیا آرڈر نافذ کیا۔

وشہ تو صبر کے گھونٹ اندر اتارتی ہی رہتی تھی' کبھی بھی تو انہیں پیار و محبت سے مخاطب کرتے نہ سنا تھا' کتنی حسرت تھی کہ وہ بھی اس کی فرینڈز کی امی کی طرح ان سے دوستانہ انداز میں بات کیا کریں' وہ لاؤنج میں آ گئی تھی آنکھوں میں نمی بھی آ گئی تھی۔

"میں پارلر میں جا رہی ہوں' تم چاہو تو سو جانا مگر گیٹ کو لاک کر کے"۔ وہ اپنا موبائل اٹھا کر ڈائننگ ہال سے باہر نکل گئیں' پارلر ان کا گھر کے پچھلے حصے میں ہی بنا ہوا تھا' چند ورکرز بھی رکھی تھیں پھر ہر وقت رش بھی بہت رہتا تھا اس لئے گھر کا گیٹ الگ رکھا ہوا تھا۔

وشہ نے نمبر ڈائل کر لیا تھا' حالانکہ اس کا بھی دل کر رہا تھا کہ وہ بھی ان سب کے درمیان چلی جائے' یہاں ایک ہفتے سے اسے بوریت ہو رہی تھی' تھرڈ ایئر میں تھی' کچھ وقت تو اچھا اس کا کالج میں گزر جاتا تھا۔

"ہیلو السلام علیکم! میں وشہ بول رہی ہوں"۔ دوسری جانب سے آواز آئی تو سلام کر ڈالا۔

"ارے وشہ بیٹی"۔ چھوٹی تائی تھیں' ان کا شہد آگیں لہجہ ہوتا تھا۔

"چھوٹی تائی! وہ آپی سے بات ہو سکتی ہے"۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان سے کیا بات کرے' اس لئے جھٹ اپنا مدعا بیان کر دیا' کچھ ہی دیر میں عنائبہ پھر فون پر آ گئی تھی۔

"کیسی ہو وشہ! گھر میں سب خیریت تو ہے؟" اس نے خاصی فکرمندی سے پوچھا۔

"آپی! امی بہت غصہ ہو رہی ہیں' وہ کہہ رہی ہیں کہ آپ کو کہوں کہ گھر آ جائیں' آپ جانتی ہی ہیں وہ جب بولنے پر آتی ہیں تو کچھ نہیں دیکھتی ہیں"۔ اس کی تیز اور بے زاری آواز اُبھری تھی۔

"اچھا میں آ جاؤں گی' تم ایسا کرو امی سے کہنا کہ میں آج یا کل آ جاؤں گی' دادی جان کی طبیعت کچھ بہتر تو ہوئی ہے لیکن وہ مجھے پتہ ہے جانے نہیں دیں گی"۔ وہ بھی جانتی تھی کہ دادی جان کا تو دل نہیں کرتا تھا کہ وہ یہاں سے جائے۔

"پھر بھی آپی! آپ آنے کی کوشش تو کریں"۔ عنائبہ نے اسے تسلی دی کہ وہ آنے کی پوری کوشش کرے گی' وشہ اس سے بات کرنے کے بعد اپنے کمرے میں چلی گئی تھی' معارج بھی کالج سے ابھی نہیں آیا تھا' اسے اور ہی بوریت ہو رہی تھی' وہ آرام کیا کرتی دوبارہ فون اٹھا کے ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھ گئی تھی۔

"میں وشہ بات کر رہی ہوں"۔ دوسری جانب گمبھیری آواز پر کچھ اچھل ہی گئی۔

"جی یہ تو مجھے بھی پتہ ہے کیونکہ عنائبہ بھابھو تو ادھر ہیں' ادھر صرف تم ہی فون کر سکتی ہو' جبکہ آپ کی والدہ محترمہ کو حسن جمع کرنے سے فرصت نہیں"۔ اس نے اپنی پرشوخ آواز کے ساتھ کچھ طنز کے ساتھ ہی کہا۔

"پلیز! آپ میری امی کو کچھ نہ کہا کریں"۔ وہ بجھ گئی تھی مائرہ سے اور اکثر اس کی مائرہ سے لڑائی بھی اسی بات پر ہوتی تھی۔

"ہاں' وہ سب کو کہہ لیں انہیں کوئی کچھ نہ کہے محترمہ وشہ جواد! آپ کی والدہ میری چچی بھی لگتی ہیں اور چچا بھتیجے کی نوک جھونک چلتی ہی رہتی ہے"۔ وہ فوراً ہی بولا۔

"آپ پلیز یمنی کو یا آپی کو بلا دیں"۔ وہ جیسے کھسیا گئی ہو۔

"ندرت آپی آئی ہوئی ہیں ان کو بلا دوں"۔ مائرہ نے تہیہ کر لیا تھا کہ اسے زچ کر کے ہی چھوڑے گا' پھر ہوتا بھی یہی تھا وہ چڑ جاتی اور لڑائی ہو جاتی۔

"آخر آپ اتنا کیوں بولتے ہیں؟"

"کیا کروں وقت وقت کی بات ہوتی ہے' آج میں بول رہا ہوں کل صرف تم ہی بولو گی۔" لہجہ میں حسرت و افسردگی پنہاں تھی۔

"کیا بکواس ہے۔" اس کے تو خاک بھی پلے نہ پڑا۔

"ارے مطلب واضح ہے کہ تم اپنی شادی کے بعد اپنے میاں کی بولتی بند نہیں کراؤ گی۔"

"یہاں میری شادی کا کیا ذکر۔" وہ تنک ہی گئی۔

"ذکر کرکے یہ ہوگا کہ تم بھی سوچنا شروع کردو گی۔"

"اتنا فضول بولتے ہیں شروع سے ہی۔" اس نے اکتاہٹ اور بےزاری سے فون ہی کریڈل پر پٹخ دیا اور منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگی آج کا دن تو تھا ہی خراب' وہ بدمزہ سی لاؤنج میں آکر ٹی وی کھول کر بیٹھ گئی۔

☆

وہ زور زور سے قہقہے لگا رہا تھا' سب کی استفہامیہ اور فہمائشی نگاہوں نے اسے گھورا تھا' نزہت کو تو اس کی ہر وقت کی چھیڑ چھاڑ اور ہنسی مذاق بہت ہی برا لگتا تھا۔

"کس کا فون تھا؟" وہ اسے کڑے تیوروں کے ساتھ گھورنے کے بعد استفسار کرنے لگیں' مائز کے قہقہے کو ایک دم بریک لگا فوراً ہی کارڈلیس کرسٹل کے کارنر پر رکھا' وہ یونیورسٹی سے آکے ہال کمرے میں کارپٹ پر فلور کشن پر لیٹ گیا تھا۔

"وہ دشہ تھی۔"

"فون کیوں بند کیا' ضرور بکواس کی ہوگی تم نے۔" وہ اس کی عادت سے واقف تھیں' جو دشہ کو چھیڑنے کا کوئی بھی وار خالی نہیں جانے دیتا تھا۔

"امی! آپ اتنا غصہ نہیں کیا کریں' ذرا اچھی نہیں لگتی ہیں' کل کو آپ کو ساس بھی بننا ہے' پھر دادی بھی بننا ہے سب کیا کہیں گے کہ ساس کتنی غصہ والی ہیں' ارے بیٹا آپ کی دادی کتنا غصہ کرتی ہیں۔" وہ تو نان اسٹاپ اپنی ہانکنے شروع ہو گیا تھا' ندرت نے مائز کے دھپ لگائی' وہ صبح سے بچوں سمیت آ گئی تھیں' ہفتہ کو چھٹی تھی اس لئے وہ اتوار کی شام کو چلی جاتی تھیں۔

"مائز! کتنا بولتے ہو۔"

"آپی! آپ ہی بتایئے میں نے کچھ غلط تو نہیں کہا۔" وہ خاصے زنانے انداز میں ہاتھ ہلا کے بول رہا تھا۔

"ابھی دیکھ لیا یا سن لیا نا تمہارے ابو نے سیدھا کر کے رکھ دیں گے۔" انہوں نے گویا اسے الرٹ ہی کیا' وہ تو کسی سے بھی نہیں جھجکتا تھا' اکثر اپنے ابو سے بھی مذاق شروع کر دیتا تھا۔

"بڑی امی! مجھے آج گھر جانا ہے۔" عنائیہ نے فوراً مداخلت کی تاکہ وہ مائز کو ڈانٹنا بھول ہی جائیں۔

"تو انہیں جانے کی پڑ گئی ہے۔" مائز کو اعتراض ہوا۔

"عنائیہ! میں تو آج ہی آئی ہوں' کوئی ضرورت نہیں ہے جانے کی۔" ندرت نے اسے ڈانٹ دیا' وہ لب بھینچ کے ہی رہ گئی۔

"امی! آپ ان کا اور بھائی جان کا نکاح کیوں نہیں پڑھا دیتی ہیں کم از کم یہ آنے جانے کا چکر تو ختم ہو اور میرے بھائی کا بھی انتظار ختم ہو۔" وہ پھر اپنی ہانکنے لگا۔

"میری تو خود یہی خواہش ہے جلدی سے عنائیہ یہاں آ جائے۔"

"پھر آج ہی یہ عمل کریں دیکھیے گا سیرا چچی دوڑی آئیں گی اور پھر نئی جنگ تیار ہوگی۔" اس پر عنائیہ نے غراتی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"تمیز تو نام کو نہیں ہے اس لڑکے کو۔" نزہت ایک دھپ اس کی پشت پر رسید کر کے چلی گئیں' وہ ان کے پیچھے ہی دوڑی تھی کیونکہ آج وہ ہر صورت جانا چاہتی تھی۔

"پلیز بڑی امی! مجھے آپ مائز کے ساتھ گھر بھیج دیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے' میں کہتی ہوں ابھی تو دیکھو یونیورسٹی سے آیا ہے بلکہ ایسا کرو محریب کے ساتھ چلی جانا۔" انہوں نے کہا۔

"ان کے ساتھ نہیں' آپ مائز سے کہیں۔" وہ شرمگیں لہجے میں بولی۔

"میرا بیٹا بہت شریف ہے تم ڈرو نہیں۔" وہ اسے چھیڑنے لگیں۔ عنائیہ کے رخساروں پر خون ہی چھلک پڑا۔

"تم فکر نہیں کرو مائز سے ہی کہہ دوں گی۔" عنائیہ پھر فوراً ہی دادی جان کے کمرے میں چلی گئی' ان کی شاید آنکھ لگ گئی تھی' وہ بھی ان کے قریب ہی لیٹ کے سو گئی تھی' شام میں اٹھی تو گھر میں ایک ہلچل تھی' پھر ندرت کے دونوں بچے عروب اور منان اودھم مچائے ہوئے تھے۔

وہ اپنی ساری پیکنگ کر کے بیٹھ گئی' دادی جان کو اس نے ابھی بتایا نہیں تھا وہ کمرے سے نکلی تو سامنے ہی ہال کمرے میں محریب پر نگاہ پڑ گئی' جو عروب کے ساتھ باتوں میں لگا ہوا تھا' باقی سب بھی اپنی خوش گپیوں میں لگے ہوئے تھے۔ مائز کی رگ ظرافت پھڑکی تو وہ اٹھا۔

"بھائی جان! وہ آپ سے بھابھو کچھ کہنا چاہتی ہیں۔" اسی وقت چونک کر محریب نے نگاہ اٹھائی' عنائیہ تو گھبرا گئی پھر مائز کی شرارت بھی سمجھی تھی۔

"مم ..... میں ..... میں تو کچھ نہیں کہہ رہی۔" محریب کی پرشوخ اور دلچسپ نگاہوں نے نازک موہنے سراپے کا طواف کرنا شروع کر دیا تھا' وہ تو اسے آنکھ تک ملا کر بات نہیں کرتی تھی کجا وہ اور محریب سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔

"کیوں مائز عنائیہ کی جان نکلوانے کے درپے ہو' وہ تو پہلے ہی محریب کو دیکھ کر پسینے پسینے ہو جاتی ہے۔" ندرت نے مسکرا کے معنی خیز سی نگاہ ڈالی اور عنائیہ کا رکنا دوبھر ہو گیا' سب ہی اس کی جانب ہو گئے تھے' وہ فوراً ہی وہاں سے ہٹ گئی تھی' لاکھ اس نے کہا کہ جانا ہے مگر دادی جان نے تو رونا شروع کر دیا' تو اسے ناچار رکنا پڑا' مگر اسے گھر میں دشہ اور معارج کی بھی فکر ہو رہی تھی۔

☆

"تمہاری ماں نے میری بیٹی پر بالکل ہی قبضہ جما لیا ہے' کتنے دن ہو گئے ہیں اسے وہاں گئے ہوئے۔" وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے اسٹول پر بیٹھی ہوئی اپنے لمبے ناخنوں سے کیوٹیکس ریموو کر رہی تھیں۔ جواد احمد نے ناگوار اور نخوت سے بھرپور نگاہ نتھنے پھلا کر ڈالی' وہ دھونے کی ناکام کوشش کر رہے تھے مگر سیرا کی تو زبان جب چلتی تو رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی' وہ جتنے کڑے ضبط کے مراحل سے گزر رہے تھے یہ وہی جانتے تھے' دو منٹ میں سیرا کو باہر کا راستہ دکھا سکتے تھے مگر صرف اپنے بچوں کی خاطر یہ گرم گرم گھونٹ اندر اتار رہے تھے' بائیس تئیس سال کا عرصہ بہت ہوتا ہے' جو انہوں نے ان کے ساتھ گزارا تھا' کسی سے بھی تو بتا کے نہ دکھی تھی اور ہمیشہ ان کے گھر والوں کو برا بھلا ہی کہا تھا۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔" وہ تو تنک ہی گئیں۔

"مجھے بھی خبر ہے کہ کتنے دن ہو گئے ہیں وہ کسی غیر کے گھر نہیں بیٹھی ہے۔"

''لیکن بیٹھی تو تمہاری ماں کے گھر ہے نا''۔ وہ جب بھی بات کرتی تھیں ان کا انداز استخارہ ہوتا تھا کہ جواد احمد نتھیاں بھینچ کے رہ جاتے تھے۔

''کاش سمیرا بیگم! تم نے میک اپ سیکھنے کے ساتھ خوبصورت اخلاق کی بھی ٹریننگ کرلی ہوتی''۔ طنزیہ اور کٹیلا لہجہ تھا۔ وہ تو تلملا ہی گئیں' کیونکہ ریموو کرچکی تھیں' کاٹن ڈریسنگ ٹیبل پر پھینکی اور سیدھی ان کے سامنے تن کے کھڑی ہوگئیں۔

''میرا اخلاق جیسا ہے ویسا رہنے دو' تم کون سا مجھ سے پیار و محبت کے بول بولتے ہو' پچھتا رہی ہوں تم سے شادی کرکے''۔ وہ جیسے اپنی غلطی پر افسردگی دکھانے لگی تھیں۔

''پیار و محبت ہمیشہ وہاں ہوتا ہے جہاں دلوں میں کدورت نہ ہو' میل نہ ہو' کینہ نہ ہو' تم خود کو اس قابل تو بنالو''۔

''تم لمحہ لمحہ میری توہین کرتے ہو''۔ وہ تو بھنانے لگیں۔

''کیوں توہین کرنے کا پرمیشن لیٹر تمہیں ہی ملا ہے''۔ انہوں نے گھورا۔

''تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے''۔

''اونہہ...... جواب نہیں ملا تو بات کو ہی فضول کہہ دو''۔ پھر طنز کے ساتھ سلگایا۔

''میں کہے دے رہی ہوں' عنائیہ کو وہاں سے بلالیں''۔

''آجائے گی اور پھر ایک دن اسے وہاں جانا ہی ہے''۔ انہوں نے گویا کچھ یاد دلایا۔

''لفف جواد احمد! میری بیٹی کی زندگی کا فیصلہ تم نہیں کروگے' میں کبھی بھی اس کی شادی تمہارے بھتیجے سے نہیں ہونے دوں گی''۔

''تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے' یہ تو بچپن سے طے ہے کہ عنائیہ محریب کی ہی ہے''۔

''جیسے تم ویسے تمہارے سو کالڈ گھر والے' میں اپنی بیٹی کی شادی اپنی مرضی سے کروں گی''۔

''زیادہ مجھ سے بحث نہیں کرنا سمیرا بیگم! کہیں ایسا نہ ہو کہ میں ابھی جاکر اس کا نکاح پڑھوادوں محریب سے''۔ وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھے۔ سمیرا تو حق دق سی رہ گئی تھیں کیونکہ وہ اتنے سنجیدہ اور برہم لگ رہے تھے' تو وہ آگے سے کچھ نہ بولیں۔

''روز تم رات کو تماشا لگاتی ہو' فضول بکواس کرتی ہو' میں صرف بچوں کی وجہ سے تمہیں برداشت کررہا ہوں' ورنہ مجھے ذرا شرم نہیں ہوگی کہ اس عمر میں تمہیں کاغذ تھماؤں''۔

''ہاں یہ کسر رہ گئی ہے''۔ وہ روہانسی ہوگئی تھیں اور مزید انہوں نے جواد احمد سے بات ہی نہ کی' بلکہ کمرے سے نکل گئی تھیں۔

معارج اور وشا لاؤنج میں بیٹھے تھے' فون ان کے پاس رکھا تھا' دونوں چونک کے ہی کھڑے ہوگئے۔

''تم دونوں یہاں اتنی رات کو کیا کررہے ہو؟'' خاصے درشت لہجے میں پوچھا۔

''امی! اصل میں' میں آپی سے بات کررہا تھا فون پر' وہ ندرت باجی بھی آئی ہوئی ہیں ان سے بھی بات کرنے لگا''۔ معارج پرجوش اور خوش باش لہجے میں بتانے لگا۔

''تمہیں صبح کالج نہیں جانا ہے جو یہاں بیٹھ کر وقت ضائع کررہے ہو''۔ وشا تو پہلے ہی ڈر کے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی البتہ معارج ان سے تھوڑا اٹک جاتا تھا کیونکہ اکلوتا ہونے کا بھرپور فائدہ بھی اٹھاتا تھا۔

''یہ وقت ضائع نہیں کررہے تھے ہم ان سے باتیں کررہے تھے' ایک تو آپ کو ہر ایک پر اعتراض ہوتا ہے''۔

''معارج! تمیز سے میں ماں ہوں تمہاری''۔ گویا انہوں نے جتایا۔

''اچھی طرح یاد ہے''۔ وہ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

''جیسا باپ ویسا ہی بیٹا' بالکل ویسی گفتگو کرتا ہے' دو کوڑی کی عزت کردی ہے جواد احمد تم نے میری''۔ وہ بلبلاتی ہوئی اپنی حرماں نصیبی پر آنسو بہانے لگی تھیں۔

''امی! کیا ہوا؟'' وشا نے انہیں روتا دیکھ لیا تھا۔

''آجاؤ اپنی ماں کا تماشا دیکھ لو' تمہارا باپ روز بناتا ہے' اولادوں نے بھی کسر نہیں چھوڑی''۔

''امی! آخر بات کیا ہوئی ہے' معارج نے کچھ کہا ہے''۔ وشا کو اپنی ماں پر بھی غصہ آتا تو ساتھ ہی افسوس بھی ہوتا تھا کہ وہ آخر اتنا منفی کیوں سوچتی ہیں اور الزام سامنے والے کو ہی دیتی ہیں۔

''تم سب اپنے باپ کے حمایتی ہو' اپنے ددھیال کے حمایتی ہو' میری اولاد بھی تو میری نہیں ہے''۔ وہ باقاعدہ آنسو بہا رہی تھیں۔ وشا ان کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گئی تھی' رات کے ایک بجے وہ اپنے کمرے سے باہر تھیں' ضرور ابو سے ہی جھگڑا ہوا ہوگا۔

''آپ ایسا کیوں سوچتی ہیں' ہم آپ کے ہی ہیں''۔

''وہ تمہارا باپ اسے فیصلے کرنے کی عادت ہے' میری ہی اولاد کو میرے دشمنوں میں بیاہ رہا ہے' ایک دن تمہیں بھی دے دے گا''۔

''سمیرا بیگم! بند کرو یہ رونا دھونا''۔ جواد احمد کمرے سے نکل آئے تھے' وشا ڈر گئی اب ضرور گھمسان کا رن پڑے گا' وہ کمرے میں چلی گئی تھی۔

☆......☆......☆

سارے ہی محفل جما کے بیٹھے تھے' عنائیہ کو جمائیاں آنے لگی تھیں' معارج سے بات کرنے کے بعد وہ ہال کمرے میں ہی آگئی تھی' سنگل صوفے پر وہ سکڑ سمٹ کے سو رہی تھی' پرعنابی لیمن کلر کا سوٹ اس کی شہابی رنگت پر دمک رہا تھا' ریشمی بالوں کی چوٹی سائیڈ پر پڑی تھی' اتنی بے خبر تھی وہ کہ اسے محریب کی گہری نظروں کی تپش تک نے نہ اٹھایا' وہ بھی اپنے کمرے میں سونے کے لئے جارہا تھا کہ اس کی نگاہ اس پر پڑ گئی تو وہ دروازے پر رک کر کھڑا ہوگیا۔

''کیا ہوا برادر! بھابھو کو دیکھ رہے ہیں''۔ مائز بوتل کے جن کی طرح نمودار ہوا تھا۔

''بکو مت''۔ وہ جھینپ کر آگے بڑھ گیا۔

''یار بھائی جان! آپ کے تو موسم ہی پتہ نہیں چلتے ہیں کہ کیا ہیں''۔ اس نے مسخرے پن سے ہی تمسخر اڑایا' محریب نے دونوں ہاتھ پشت پر رکھے اور اسے گھورنے لگا' دونوں آمنے سامنے کوریڈور میں کھڑے تھے۔

''کیوں تم محکمہ موسمیات میں جانے کا سوچ رہے ہو اپنی اسٹڈی کے بعد''۔

''مجھے وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے' ہمارے خاندان میں ہی مختلف موسموں کے لوگ موجود ہیں' تو جیسے گرمی کا موسم ہیں ہماری سمیرا چچی''۔ اس نے بڑے پراعتماد اور تمسخر زدہ لہجے میں ایسے بتایا کہ یہ بھی کوئی ٹیلنٹ ہی ہے کسی کے مزاج کے بارے میں بتانے کا۔ اسی وقت عنائیہ کی نیند ٹوٹی اور وہ ہڑبڑا کے اٹھ کر باہر آگئی' دونوں کو راہ میں محو گفتگو دیکھا تو جھجک کے رک گئی' محریب اور مائز نے بھی حیرانگی سے دیکھا' وہ بے چاری کچھ نروس سی بھی ہورہی تھی۔

''بڑی جلدی آنکھ کھل گئی' جبکہ ہم تو آہستہ آواز میں بات کررہے تھے''۔ مائز نے معنی خیزی سے کہا۔

''وہ میری بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تھی''۔ وہ کچھ خجل سی بھی ہوئی۔

''بھائی جان! بعد میں تو یہ آپ کی ہلکی سی آہٹ پر بھی اٹھ جائیں گی''۔ محریب کے ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ رینگ گئی اور وہ تو شرم و حیا کا پیکر لب بھینچ کر رہ گئی۔

"مجھے تو کچھ دیر اسٹڈی کرنی ہے' یہ فائق ضرور وانچھ رہا ہوگا"۔ مائزا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ محریب سینے پر بازو لپیٹے دلچسپ نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا جو راستہ رو کے جانے کی وجہ سے تذبذب کا شکار کھڑی تھی کہ کیسے اس کی سائیڈ سے نکلے۔

"پلیز! مجھے جانا ہے راستہ دیں"۔

"تم تو تمام راستوں سے اندر آ چکی ہو اب کہاں جانا ہے"۔ شوخ سا ذو معنی جملہ عنایہ کے تو پسینے ہی چھڑانے لگا' وہ کب اتنی بے تکلف تھی اس سے کہ ایسے معنی خیز باتیں کرے۔

"مجھے دادی جان کے کمرے میں جانا ہے"۔ جھٹ اپنی گھبراہٹ پر قابو پایا۔

"میرے کمرے میں کب آ رہی ہو؟"

"جی"۔ وہ تو گڑبڑا ہی گئی' رخساروں پر سرخ رنگ بکھر گیا' نگاہ میں استعجاب تھا کہ کتنی بے باکی سے وہ گویا ہوا تھا۔

"میرا مطلب ہے کہ میرا کمرہ بھی بُرا نہیں ہے' کبھی میری غیر موجودگی میں آ جا سکتی ہو"۔

"جی اچھا"۔ وہ پھر بڑگئی تھیں' گھبراہٹ کے ساتھ دل نے دھڑکنا بھی شروع کر دیا' محریب کی معنی خیز نگاہیں اس نے تو آج دیکھی تھیں۔

☆ ....

دوسرے دن سنڈے تھا سب دیر سے ہی اٹھے تھے مگر وہ تو صبح ہی فجر کی اذان کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی' دادی جان اسے بھی ساتھ ہی جگا دیتی تھیں' نماز کی وہ بہت پابند تھی قرآن پاک بھی باقاعدگی سے پڑھتی تھی' صبح ہی نہا کر وہ تیار بھی ہو گئی تھی اسکائی بلیو کاٹن کے پلین سوٹ پر پرنٹڈ دوپٹہ شانوں پر ڈالے اپنے گیلے بالوں میں برش چلا رہی تھی' ناشتہ تو اس نے دادی جان کے ساتھ ہی کر لیا تھا' جانے کی تیاریوں میں لگی تھی۔

"میری بچی میرا تو دل ہی نہیں کر رہا ہے کہ تو جائے"۔ دادی جان مغموم سے لہجے میں بول رہی تھیں' عنایہ نے مسکرا کے انہیں دیکھا اور ان کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"میں پھر آ جاؤں گی"۔ اس نے تسلی دی۔

"پتہ نہیں کب تک ایسے چلے گا' آ جائے جواد میں اس سے بات کروں گی رخصت کرے تمہیں' محریب کو بھی امریکا سے آئے دو سال ہو چکے ہیں"۔ وہ تو مصمم ارادہ باندھ چکی تھیں' عنایہ نے پہلو بدلا کیونکہ محریب کے قدم اندر ہی اٹھے تھے' پستئی کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس وہ ہمیشہ کی طرح ڈیسنٹ اور چارمنگ لگ رہا تھا' لمبا چوڑا بھی اتنا تھا کہ عنایہ تو اس کے آگے چھوٹی سی بچی ہی لگتی تھی۔

"دادی جان! کیسی طبیعت ہے؟" وہ چیئر گھسیٹ کر قریب لے آیا۔ جبکہ عنایہ اپنا بیگ ٹھیک کرنے کھڑی ہو گئی' لمبے سیاہ آبشار کی طرح بال اس کی پشت پر پھیلے ہوئے تھے اس نے اپنا آنچل کھول کر سر پر پھیلایا۔

محریب کبھی کبھی یہ سوچتا تھا کہ کیا ساری زندگی وہ اس سے گھبراتی' جھجکتی ہی رہے گی' نگاہ تک تو ملا کر بات نہیں کرتی تھی۔

"طبیعت کا کیا ہے ذرا میں ٹھیک ہے تو ذرا میں خراب ہو جاتی ہے' اب میری طبیعت جب ہی ٹھیک ہو گی جب تم دونوں کو ایک ساتھ شادی کے بعد دیکھوں گی"۔ محریب مسکرا دیا جبکہ عنایہ نے لب بھینچ لیے' وہ پشت پھیرے ہوئے بیڈ پر بیٹھی بیگ میں اپنی چیزیں رکھ رہی تھی۔

"ارے جب قسمت میں ہو گی تو ہو جائے گی"۔

"او محریب! تم یہاں بیٹھے ہو' میں نے مائز کو باہر بھیجا دیکھنے کہ شاید تم کسی سے ملنے پڑوس میں رک گئے ہو"۔ نزہت حیرانگی سے بولتی ہوئی اندر آئی تھیں۔

"ابھی جانے ہی والا تھا احمد سے ملنے"۔

"چلو پھر تم عنایہ کو بھی گھر چھوڑتے جانا' جواد نے فون پر کہا تھا کہ گھر میں کسی بھی لڑکے سے کہہ دیجئے گا وہ چھوڑ جائے گا"۔

"بڑی امی! مائز کے ساتھ چلی جاؤں گی"۔

"تمہیں میری شرافت پر کیا شک ہے؟" محریب کو ناگوار گزرا اس کا انداز وہ جز بز ہی ہو گئی' نزہت کو ہنسی آئی۔

"ارے اس کا مطلب ہے کہ تم کام سے جا رہے ہو"۔ انہوں نے جواب دیا۔

"امی! ایک تو میری یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیوں ہر ایک کی سائیڈ لیتی ہیں"۔

"لو کے تیرا دماغ تو درست ہے' عنایہ ہر ایک نہیں اس گھر کی بیٹی ہے' اور کل کو تیری بیوی بھی بنے گی"۔ دادی جان کو تو سن کے ہی غصہ آ گیا۔

محریب کو اس وقت عنایہ کی حالت پر مزا آ رہا تھا جو بُری طرح نروس ہو رہی تھی' بھولے سے نگاہ بھی نہیں ڈال رہی تھی۔

"اچھا تم اسے چھوڑ کے آنا"۔ نزہت نے اس کے شانے پر تھپکی دی تھی۔ محریب ویسے بھی کافی ٹھنڈے مزاج کا تھا' غصہ اسے کم ہی آتا تھا مگر آتا تو ایسا آتا کہ سب سے زیادہ مائز کو پریشانی ہوتی تھی۔

"میں باہر ہی ہوں"۔ وہ اپنا موبائل کان سے لگائے کمرے سے نکلا تھا۔ عنایہ نے پھر جلدی تیاری کی۔ دادی جان کا تو دل ہی نہیں کرتا تھا کہ وہ جائے' ندرت نے بھی ناراضی کا اظہار کیا کہ کم از کم ان کے سامنے تو رُک جاتی وہ' سب سے اجازت لے کر وہ گاڑی میں بیٹھ گئی' دوپہر کے کھانے پر بھی وہ نہ رُکی تھی کیونکہ اسے گھر کی بھی فکر ہو رہی تھی۔ محریب بڑی مستعدی اور خاموشی کے ساتھ ڈرائیو کر رہا تھا' وہ اس کے پہلو میں فرنٹ سیٹ پر ہی بیٹھی تھی' آج پہلی بار وہ اس کے ساتھ یوں تنہا نکلی تھی۔ اسے اپنی امی کی طرف سے بھی فکر تھی کہ وہ محریب کو دیکھ کر کیسا ناگواری والا سلوک کریں گی اور وہ کتنی شرمندگی محسوس کرتی تھی۔

"ایک بات پوچھوں تم سے؟" محریب کی گمبھیر آواز نے اسے چونکا دیا۔ نگاہ ترچھی کی' بس ایک نظر ہی ڈالی۔

"تم اگر تھوڑا سا خود میں اعتماد پیدا کر کے میرا اچھی سے کہو کہ تم شادی کرنا چاہتی ہو"۔

"ج ...... جی"۔ وہ غیر متوقع بات سن کے تو بے ہوش ہونے کے قریب ہو گئی۔

"کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ دادی جان کو یہ دھڑکا ہے کہ کہیں میرا اچھی تمہاری اور میری شادی نہ ہونے دیں"۔

"پلیز! میں اس ٹاپک پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی"۔

"کیوں نہیں کرنا چاہتی ہو' کرو کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اب ہو جانی چاہیے"۔ وہ تیز لہجے میں بولا تھا' اسی وقت گاڑی گھر کے مین گیٹ کے باہر رُکی' عنایہ نے لب بھینچ کر تاسف بھری نگاہ ڈالی۔

"میں ایسے شادی نہیں کرنا چاہتی"۔ وہ بس اتنا بولی۔

"تم کیا سمجھ رہی ہو' مجھے ضرورت ہے شادی کی' محترمہ! بس دادی جان کی وجہ سے کہہ رہا ہوں"۔ چہرے پر اطمینان ہنوز ہی رکھا۔ وہ بولتی بھی مزید تو کیا بولتی' محریب اس کی جانب دیکھ کر ہنس رہا تھا۔

"آپ سمجھتے ہی نہیں ہیں کہ میں کیا چاہتی ہوں"۔

"بتا نا پسند کرو تو پتہ بھی چلے' کیا چاہتی ہو"۔ وہ معنی خیزی سے مبہم سا مسکرایا تھا' عنایہ جھینپ گئی۔ (جاری ہے)

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 2 -

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

"سچ ہے عنایہ! یہ زندگی ہمیں قدرت کا انعام ہے اس لئے جتنی اچھی اور خوش کن ہم گزار سکتے ہیں یہ زیادہ اچھا ہے"۔

"مطلب؟" وہ جیسے کچھ بھی نہیں۔

"یہی کہ تم سیرا چچی کو سمجھانے کی کوشش کرو"۔

"سوری میں ابھی اتنی بے باک نہیں ہوں اور نہ ہی اتنی پُر اعتماد کہ آپ کی طرح خود سے یہ بات کروں"۔ اس نے طنز ہی کیا۔ محریب تو لاجواب ہی ہو گیا' وہ اس ریزرو لڑکی کے جذبات تک سے ناآشنا تھا' وہ نہ کرجتی تھی اور نہ ہی برستی تھی' بچپن سے ڈرا سہما اور کم گو ہی دیکھا تھا' یا پھر یہ سب اس کی شخصیت میں ماحول کا ہی اثر تھا کہ شروع سے والدین کی کھٹ پٹ ہی دیکھی تھی عنایہ نے اس سے اندر تک آنے کو نہ کہا اور نہ وہ کچھ بولا تھا۔

☆

"فائق یار! میں پریشان ہوں' چھڑا میری جان اس بلا سے"۔ وہ ادھر سے اُدھر پشت پر ہاتھ لگائے کمرے میں چکر کاٹ رہا تھا اور فائق تو فس فس کے اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔

"خاصے کمینے اور خبیث انسان ہو' وہ میری جان کو چٹ رہی ہے' تجھے ہنسی کے دورے پڑ رہے ہیں"۔ اس نے مکہ ہی تان لیا۔ فائق اسی کے بیڈ پر نیم دراز تھا' کمبائن اسٹڈی کرتے تھے اس لئے درمیان میں کبھی کبھی باتیں بھی کر لیتے تھے۔

"کیوں تم نے اس کی تعریفیں کی تھیں بھگتو اب"۔

"یار! مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ گلے ہی پڑ جائے گی"۔ مائز تھک کر اب سنگل صوفے پر بیٹھ چکا تھا' یونیورسٹی میں اس نے اپنی ایک کلاس فیلو کی تعریف کیا کر دی محترمہ اس کے پیچھے ہی لگ گئی تھیں۔

"تم کہہ دو اسے کہ تم انگیج ہو"۔ فائق نے مشورہ دیا۔

"پوچھے گی نہیں کس سے"۔

"از چپل کہنا کہ اپنی کزن سے ہوں"۔ وہ عام لہجے میں بول رہا تھا۔

"اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہو گی کہ میں اس سے انگیج ہوں"۔ اس نے فائق کو بتایا ہوا تھا کہ وہ وشہ کو پسند کرتا ہے لیکن یہ بات صرف ان دونوں تک ہی محدود تھی اور پھر ابھی تو محریب اور عنایہ کا بھی تو معاملہ اٹکا ہوا تھا۔ سیرا چچی ان کی شادی کے لئے راضی نہیں ہو رہی تھیں۔

"اپنے لئے جان کا عذاب خود پیدا کیا ہے' کس نے کہا کہ اس لڑکی کو پسند کرو' ایک بے چارے محریب بھائی پریشان ہیں' پتہ نہیں ان کی بیل منڈھے کب چڑھے گی"۔

"اے سنو! وہ بھائی جان ہیں اور میں ان کا چھوٹا لاڈلا بھائی ہوں' میں تو وہ طریقے نکالوں گا کہ سیرا چچی کی عقل ٹھکانے آ جائے گی"۔ وہ جیسے چڑ گیا ہو' فائق نے استفہامیہ اور رحم کی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔

"جانے یہ لوگ آخر سیرا چچی سے اتنا ڈرتے کیوں ہیں"۔

"ہمارے خاندان میں وہ چیز ہی ایسی ہیں"۔ وہ بولا۔

"اچھا سب چھوڑ دو یہ بتاؤ وشہ کو بھی بتایا یا نہیں؟"

"ہاں اسے بتا دوں تاکہ دوسرے دن میرے ابا جان سب کے سامنے مرغا بنا دیں' ویسے ہی وہ میرے پیچھے پڑے رہتے ہیں' اگر ذرا بھی بھنک پڑ گئی تا خیر نہیں ہو گی"۔ وہ ابو سے ڈرتا بھی تھا مگر وہ تو محریب کی وجہ سے اس کی

بچت ہو جاتی تھی۔

"میں تو یہ سوچتا ہوں کہ بھائی جان کی شادی پتہ نہیں کب تک ہو گی' ہم سب کزنز میں سب سے کول مائنڈڈ میرے بھائی جان ہیں"۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں"۔ فائق نے بھی تائید کی۔

"میں سوچ رہا ہوں فائق! ایسا کچھ کرنا چاہیے کہ بھائی جان کی شادی جلد سے جلد ہو جائے' مجھے ڈر ہے کہ سیرا چچی کہیں مسئلہ نہ کھڑا کر دیں"۔ اسے ہر وقت یہ بھی فکر رہتی تھی' سیرا چچی کو شروع سے ہی سب نے لڑتا جھگڑتا ہوا ہی دیکھا تھا' کسی کی بھی بات کو وہ سمجھتی ہی نہیں تھیں۔

"عنایہ باجی بے چاری وہ خود ڈری سہمی ہوئی رہتی ہیں"۔ فائق نے پھر کچھ فکر زدہ لہجے میں کہا۔

"جب تک بھائی جان کی شادی نہیں ہو گی یار فائق! میری تو کوئین اگلی رہے گی' کہیں ایسا نہ ہو سیرا چچی کا بھتیجا راہ میں آ جائے"۔

"وہ چغد سا جبران"۔ فائزہ کے منہ کا ذائقہ جیسے کڑوا ہی ہو گیا۔

"یاد ہے معارج کی برتھ ڈے پر تم نے اس کے ساتھ کیا کیا تھا"۔ فائق زوردار ہنسی کے ساتھ یاد دلانے لگا۔

"ہاں یار! اچھ گیا بس دم لگانے کی دیر تھی' پورا بندر لگ رہا تھا اچھلتا ہوا"۔

"آج تک کسی کو بھی نہیں پتا چلا کہ تم نے اس کی کالر میں کھجلی کا پاؤڈر ڈالا تھا"۔ فائق نے اس کے زانو پر ہاتھ مارا۔ اسی دوران دروازے پر دستک دے کر رافع چلا آیا' دونوں کی گفتگو رک گئی۔

"مجھے بڑے ابو نے بھیجا ہے یہ دیکھنے کے کہ آپ دونوں پڑھائی کر رہے ہیں یا......؟" آنکھیں گھما کے اس نے باقی جملہ منہ میں ہی داب لیا۔

"نہیں ڈانس کر رہے تھے' بتا دو جا کر چغلی لگا دو ساری عورتوں والی عادت گھسالی ہیں تم نے خود میں"۔ مائز اس کے گھورنے پر چڑ کر ہی گویا ہوا۔

"آپ تو ہر وقت منہ سے آگ نکالتے رہتے ہیں' کبھی پیار سے بھی بول لیا کریں"۔ وہ بھی خاصا بدمزہ سا ہو کر پورے کمرے میں چکر ہی کاٹنے لگا۔

"تم تو جیسے پھول جھاڑتے ہو' پورے پی جمالو ہو' ادھر اُدھر کی کرتے ہو"۔

"مائز بھائی! خدا کو مانیے' ابھی تک بڑے ابو کو میں نے یہ بھی نہیں بتایا کہ آپ کے پیچھے کوئی لڑکی پڑی ہے"۔

"رافع! ہر وقت مذاق اچھا نہیں ہوتا ہے اور مائز تم سے بڑا ہے' ذرا تمیز سے بولا کرو"۔ فائق نے اسے سرزنش کی۔

"یہ جیسے بہت تمیز سے بولتے ہیں"۔

"یار فائق! اسے نکال دو ورنہ میرے ہاتھوں آج بچے گا نہیں"۔ جھنجلایا ہوا تو وہ پہلے ہی سے تھا' رافع کی درگت بنانے وہ آگے بڑھ چکا تھا۔

☆

جب شعور کی دہلیز پر قدم رکھا تو سب سے پہلے اسے یہ بات ہی باور کرائی گئی تھی کہ عنایہ محریب سے منسوب ہے پھر وہ جیسے جیسے بڑی ہوتی گئی محریب کو ہی سوچتی گئی' پھر محریب پانچ سال کے لئے ہائر اسٹڈی کے لئے امریکہ چلا گیا تو وہ اس وقت خود کو ایسا محسوس کرنے لگی تھی کہ جیسے کوئی چیز گم ہو گئی ہو۔ محریب اسے بہت کم مخاطب کرتا تھا اور وہ تو

سامنے ہی نہیں آتی تھی محض اس لئے کہ امی کو پسند نہ تھا اس کا یہ رشتہ بچپن سے طے تھا' وہ چھپ چھپ کے روتی آئی تھی مگر سوچتی کہ آخر کب تک یہ ورا اڈر رہے گی۔ وہ محریب کی دار ٹھلیاں' معنی خیزی سب ہی تو سمجھتی تھی مگر کبھی رسپانس نہیں دیتی تھی' لیکن کل سے تو ذہن و دل الجھ کر رہ گئے کہ وہ کیسے ایسی بات کرے وہ بھی اپنی ماں سے وہ تو اسی دن ہی یہ رشتہ توڑ دیں گی۔

"آپی آپی"۔ معارج اسے پکارتا ہوا چلا آیا' جو اسٹڈی روم میں صوفے پر سوچوں میں گم بیٹھی تھی۔

"آں...... ہاں کیا بات ہے؟" اس نے اپنا دوپٹہ شانوں پر درست کیا اور بغور اسے دیکھنے لگی' جو اس کے سامنے نیچے ہی کارپٹ پر پنجوں کے بل بیٹھ گیا تھا۔

"آپی! ادھر دیکھیں"۔

"تم کچھ کیوں پکار رہے تھے؟" اس نے اپنے بکھرے دراز بالوں کو سمیٹا اور کیچر لگا لیا' معارج کی پر تجسس نگاہیں اپنی بہن کا تفصیلی جائزہ لے رہی تھیں۔

"آپ پہلے مجھے یہ بتایئے کہ اداسی کا پھر دورہ پڑ گیا ہے نا"۔

"ارے نہیں ایسی بات نہیں ہے"۔ وہ زبردستی مسکرائی۔

"ایسی ہی بات ہے کیونکہ آپ جب بھی دادی جان سے مل کر آتی ہیں آپ پر اداسی کا بسیرا ہو جاتا ہے"۔

"لو کے تم تو پیچھے ہی پڑ جاتے ہو' کیا کام تھا"۔ وہ چپل پاؤں میں ڈالتے ہوئے کھڑی ہوگئی' معارج بھی کھڑا ہو گیا مگر وہ تیز تیز قدموں سے باہر نکل گئی تھی۔

"آپی! پلیز مجھ سے اپنے بھائی سے بھی نہیں کہیں گی"۔ اس نے عنایہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ابھی تو کچھ نہیں کہہ رہی میں' کیونکہ رات کے کھانے کی تیاری کرنی ہے' امی بھی آنے والی ہیں"۔ اس نے لاؤنج میں لگی گھڑی پر نگاہ ڈالی جہاں سات بج رہے تھے۔

"آپ کو پتہ ہے' آج رات کو ابو کو دادی جان نے گھر بلایا ہے' کوئی ضروری بات کرنی ہے"۔

"تمہیں کس نے بتایا؟" کچن میں جاتے جاتے وہ رک گئی' چونک کر معارج کو دیکھنے لگی تھی' دل بھی دھڑک اٹھا تھا ضروری بات کہیں وہی تو نہیں جو محریب نے کی تھی عجیب گھبراہٹ سی ہونے لگی۔

"مجھے ابو نے آج موبائل پر کال کی تھی کہ نو بجے تک گھر میں ہی رہوں' دادی جان سے ملنے جانا ہے"۔

"ضروری بات وہ کیا کہنی ہے"۔ وہ آہستگی سے بولی۔

"آپی! آپ تو فوراً ڈرنے لگتی ہیں' مجھے پتہ ہے وہ ضروری بات کیا ہوگی"۔ اس نے فریج کھولا' پانی کی بوتل نکالی اور کاؤنٹر پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔

"آپی! رات کو کیا بنا رہی ہیں"۔ وشا اپنے اسائنمنٹ کمپلیٹ کرنے کے بعد کچن میں چلی آئی۔

"سوچ رہی ہوں کہ دال بنا لیتی ہوں' ابو اور معارج تو دادی جان کی طرف جا رہے ہیں' یہ لوگ پھر وہیں کھائیں گے"۔

"ہیں...... ابو دادی جان کی طرف جا رہے ہیں' میں بھی چلوں گی معارج"۔ وہ سن کے خوش ہوگئی۔

"ابو سے پوچھ لیجئے گا"۔ وہ پانی پینے کے بعد کاؤنٹر سے اترا۔

"تم پھر کسی اور دن چلی جانا' امی پھر ابو سے کہیں گی تو لڑائی ہی ہوگی"۔

"آپی! آخر ہم اپنے کزنز سے کیوں نہیں مل سکتے' لڑائی امی کی تو فضول ہی ہے ہمیں کیوں روکتی ہیں"۔

کھسیانے کے ساتھ روہانسی بھی ہو رہی تھی۔

"آہستہ بولو' امی کے آنے کا وقت ہے سن لیا نا تمہاری خیر نہیں ہے"۔ عنایہ نے اسے تنبیہ کی' کیبنٹ سے دالوں کے ڈبے نکال کر وہ کاؤنٹر پر رکھ رہی تھی۔

معراج کچن سے نکل گیا تھا' وشہ سنک میں پڑے برتن دھونے لگی تھی' دونوں نے مل کر رات کے کھانے کی تیاری کی تھی' سمیرا بیگم اپنا پارلر بند کر کے آ چکی تھیں' جدید اسٹائلش ریڈ اور بلیو کنٹراسٹ سوٹ میں اپنے شولڈر کٹ بالوں کی پرمنگ کئے' میک اپ سے مزین کہیں سے بھی تو وہ تین بچوں کی ماں نہیں لگتی تھیں' پھر فیشن اور میک اپ کی تو شروع سے دلدادہ تھیں اور انہوں نے اپنا یہ شوق شادی کے بعد بھی جاری رکھا تھا۔

وشہ نے کھانا لگانا شروع کر دیا تھا کیونکہ سمیرا بیگم آتے ہی پہلے کھانا کھاتی تھیں' جواد احمد اور معارج کی غیر موجودگی انہیں اچنبھے میں مبتلا کر گئی۔

"یہ تمہارے ابو اور معارج کہاں ہیں؟" پلیٹ میں وہ دال نکالنے لگی تھیں۔ وشا اور عنایہ دونوں آمنے سامنے کی چیئر پر بیٹھی ایک دوسرے کو دیکھنے لگی تھیں' سمیرا بیگم نے بھی بغور دیکھا۔

"کچھ پوچھا ہے میں نے تم دونوں سے"۔ تیز لہجے میں ہی آ گئیں۔

"وہ دادی جان کی طرف گئے ہیں"۔

"تمہارے باپ کا تو بس نہیں چلتا کہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر ابھی رخصت کر دے' وہ تو میں ہوں جس کی وجہ سے وہ دبا ہوا ہے"۔ وہ اتنے ناگوار لہجے میں بول رہی تھیں کہ ان کا چہرہ تک بگڑا ہوا لگتا تھا۔

"دادی جان نے بلایا تھا انہیں"۔ وشہ کو برا لگا تو گویا ہوئی۔

"تینوں ہی اولادیں پوری باپ پر گئی ہیں"۔ وہ کھانے میں بھی مصروف تھیں اور اپنے جلے دل کے پھپھولے بھی پھوڑ رہی تھیں۔

"سن لو تم کان کھول کے' تمہاری شادی قطعی میں اپنے دشمنوں میں نہیں ہونے دوں گی' تمہیں خود سے منع کرنا ہوگا اس رشتے کے لئے اپنے باپ کو"۔ وہ چیئر دھکیل کے کھڑی ہوگئی تھیں' عنایہ تو متوحش زدہ سی ہوگئی تھی۔

"امی! آپ آپی کے ساتھ یہ ظلم کر رہی ہیں' ان کا رشتہ بچپن سے طے ہے محریب بھائی سے"۔ وشہ تو تڑپ ہی گئی۔ عنایہ لب کچل رہی تھی' وہ تو ان کے سامنے بولنے کی جسارت ہی نہیں کر سکتی تھی' شروع سے ہی ان کی غصے والی آواز سنتی تھی۔

"تم چپ کرو' ہر بات میں مت بولا کرو"۔ کڑے تیوروں کے ساتھ اسے بھی گویا سرزنش ہی کیا۔ وہ لب کچلنے لگی جبکہ عنایہ کا تو دل ایسا لگا کہ دھڑ دھڑ کر کے باہر آ جائے گا۔

"تم خود ہی اپنے ابو سے کہو اور یہ معاملہ ختم کرو' جو خاندان مجھ سے جلتا ہو وہ میری بیٹی کو خاک خوش رکھے گا"۔

"امی! آپ یہ غلط بول رہی ہیں"۔ وشہ سے تو برداشت ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"پھر تم بولیں"۔ عنایہ نے اسے اشارے سے چپ رہنے کو کہا تھا' سمیرا بیگم ٹھک ٹھک کرتی ہوئیں اپنے بیڈروم کی سمت بڑھ گئی تھیں' عنایہ نے رکا ہوا سانس بحال کیا' وشہ نے ایک افسردہ نگاہ ڈالی۔

"آپی! یہ تو بہت برا ہوگا"۔

"ہاں یہی تو میں سوچ رہی ہوں"۔ وہ خود پریشان ہوگئی تھی۔

"آپی! ایک حل ہے آنی سے بات کرتے ہیں"۔

"آنی سے"۔ وہ زیر لب بولی۔
"ہاں آپی! آنی ہی پھوپھو کو سمجھا سکتی ہیں"۔
"مجھے پھر ان کے گھر جانا پڑے گا کیونکہ آنی سے یہاں بات ممکن نہیں ہے اور پھر امی اور آنی کی ہر دفعہ لڑائی ہو جاتی ہے"۔ عنایہ اپنی ماں کی تنگ مزاجی اور غصہ کو بھی جانتی تھی' شروع سے ہی اس نے یہ دیکھا تھا کہ امی کی اور آنی کی کبھی نہ بنی تھی لیکن ہمیشہ غلط امی ہی ہوتی تھیں' آنی ان کی بات کا برا بھی نہیں مانتی تھیں' ہمیشہ ہی عنایہ اور وشہ سے ان کی محبت زیادہ تھی' کسی بھی محفل میں سمیرا بیگم جاتیں تو کبھی بیٹیوں کو ساتھ نہ لے جاتی تھیں اس لئے کہ انہیں اپنی شان اور فیشن میں کمی لگتی تھی۔
"آپی! آپ ایسا کرنا ابو سے کہیئے گا' وہ آفس جاتے ہوئے آنی کے گھر ڈراپ کر دیں گے"۔ وشہ نے چٹکی بجا کے کہا۔
"اونہہ...... یہ ٹھیک ہے"۔ وہ ڈائننگ ٹیبل سے برتن اٹھانے لگی' لیکن ذہن بھی بھٹک رہا تھا کہ دادی جان نے پتہ نہیں کیوں ابو کو بلایا تھا' کیا بات کرنی تھی' سارے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد وہ عشاء کی نماز کے لئے کھڑی ہو گئی تھی۔

☆

دادی جان کے کمرے میں بڑے ابو' تایا ابو' بڑی امی' تائی امی اور حسنہ پھپھو موجود تھیں' جواد احمد سر جھکائے بیٹھے تھے۔
"جواد! سوچ لو اب کرنا کیا ہے؟" ریحان احمد نے ان کی جانب دیکھا۔
"ارے کرنا کیا ہے لگے ہاتھوں جلدی شادی کر دو' میری بچی میرے پاس آ جائے گی"۔ دادی جان نے جھٹ کہا۔
"نہیں جواد اور ریحان اتنی جلدی نہیں کرو' جب تک سمیرا کی مرضی نہیں ہو گی' ہم عنایہ کو رخصت نہیں کر سکتے ہیں"۔ نزہت بڑے غور و خوض کے بعد بولی تھیں۔
"بھابی! آپ اگر سمیرا کی مرضی کے لئے انتظار کریں گی تو پھر مشکل ہی ہو گا"۔ جواد احمد کو گویا ان کی یہ بات پسند نہ آئی۔
"نہیں جواد! تمہاری بھابی ٹھیک کہہ رہی ہے کیونکہ دیکھو سمیرا ہم سب سے پہلے ہی ناراض ہے' مبادا اگر ہم اس کی مرضی و منشا کے بغیر عنایہ کو رخصت کرا بھی لیتے ہیں تو بعد میں عنایہ ہی خوش نہیں رہے گی"۔
"بھائی صاحب! عنایہ میری بیٹی ہے' وہ اپنی ماں کی طرح عقل سے پیدل نہیں ہے' ہر بات کو سچویشن کو بہت جلد سمجھ جاتی ہے' مجھے اپنی بیٹی کی بہت فکر ہے"۔ وہ افسردگی سے گویا ہوئے۔
"جواد! تم پھر بھی سمیرا سے بات کر لو' کیونکہ دیکھو وہ ماں ہے اور پھر ماں سے مشورہ بھی کرنا چاہیے"۔ ناظمہ خاتون بھی تائیدی گویا ہوئیں۔
"چھوٹی بھابی! یہ مشکل ہے"۔
"پوچھ لینے میں حرج نہیں ہے"۔ ریحان احمد پرسوچ لہجے میں گویا ہوئے۔
"اس سے تم سب پوچھو گے تو وہ بالکل راضی نہیں ہو گی"۔ دادی جان کو تو یہ فکر اور پریشانی الگ مارے ڈال رہی تھی۔

"اماں جی! آپ فکرمند نہ ہوں' اللہ بہتر کرنے والا ہے' اگر محریب اور عنایہ کا جوڑ اوپر والے نے لکھا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی ہے"۔ نزہت نے انہیں تسلی دی جو باقاعدہ رونے ہی لگی تھیں۔
"آپ کیوں فکر کرتی ہیں' انشاء اللہ تعالیٰ عنایہ آپ کے سامنے ہی رخصت ہو کر آپ کے پاس آئے گی"۔ جواد احمد ان کے دونوں ہاتھوں کو دبائے تسلی دینے کے ساتھ مطمئن بھی کرنے لگے۔
وہ سب کمرے سے چلے گئے تھے' جواد احمد اپنی ماں کے پاس ہی کچھ افسردہ سے بیٹھے ہوئے تھے' دادی جان کو اپنا یہ چھوٹا بیٹا بہت پیارا تھا' دنیا میں آیا بھی نہیں تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا' وہ کتنا بیمار بھی ہوئی تھیں ایسے میں ان کے بڑے بیٹوں نے سنبھالا تھا' جواد احمد ان سب کے ہی لاڈلے بیٹے تھے جواد احمد کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی' پھر تھے بھی لمبے چوڑے اور ہینڈسم سے' وہ چاہتی تھیں کہ ان کے خوبرو بیٹے کی شادی بھی اسی کی طرح خوبصورت لڑکی سے ہی ہو' پھر انہیں ایک محفل میں سمیرا نظر آ گئیں تو وہ تو پیچھے ہی پڑ گئیں' سمیرا تین بہن بھائی تھے وہ سب سے چھوٹی تھیں انہوں نے ہی تو اسے خوبصورت بول بول کے سر پر چڑھایا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سمیرا کی زبان لمبی ہو گئی' ہر جگہ اور ہر محفل میں بے تکان بولتی تھیں' اور ہر ایک کو یہ بتانا ضروری سمجھتی تھیں کہ انہیں پسند کیا گیا ہے جبکہ جواد احمد خود ان سے کم نہ تھے پھر بھی وہ انہیں خاطر میں نہ لاتی تھیں' انہوں نے اپنا ایک بیوٹی پارلر بھی کھول لیا تھا' کتنا منع کیا تھا اب تو وہ تو لڑنے پر اتر آئی تھیں۔
جواد احمد گہری سوچ سے باہر نکلے اور متاسف سانس بھری' وہ جب ماضی سوچتے انہیں تکلیف ہی ہوتی تھی۔
"جواد! میں اپنی بچی کو اپنی آنکھوں کے سامنے اس گھر میں دیکھنا چاہتی ہوں"۔ وہ ان کی چپ سے کچھ ڈرتے سی لگی تھیں۔
"اماں جی! ایک بات کہوں' آپ نے ہی سمیرا کو سر پر چڑھایا تھا اور آج دیکھیے وہ ہم سب کے سروں پر چڑھ گئی ہے"۔
"مجھے کیا پتہ تھا میرے بچے کہ وہ ایسی نکلے گی' اس سے اچھی اس کی بڑی بہن کتنی گنوں والی ہے' ہر چیز میں طاق ہے"۔ وہ سمیرا کی بڑی بہن ثمینہ کی تعریف کرنے لگی تھیں۔
"جب ہی میری بچیاں بھی ثمینہ سے زیادہ قریب ہیں"۔ جواد احمد نے بھی تائید کی۔
"کاش اماں جی! سمیرا کی شکل کے ساتھ عادت و اخلاق بھی اچھے ہوتے' وہ تو اماں جی اچھی بیوی تو کیا ماں بھی ثابت نہیں ہوئی ہے' میرے بچے اس سے دور دور ڈرے ڈرے رہتے ہیں"۔
"شروع سے سمیرا نے اپنے فیشن کے آگے بچوں تک کو نہ لگایا تھا' یاد ہے عنایہ کو چھوڑ چھوڑ کر جاتی تھی' کتنا میری بچی روتی تھی"۔ انہیں گزری باتیں یاد آنے لگی تھیں۔
"اماں جی! اسے بس ہر وقت اپنے حسن کی تعریفیں پسند تھیں اور ہیں' مجھے اتنی شرمندگی ہوتی ہے اس کا حلیہ دیکھ کر' اماں اسے ذرا بھی فکر نہیں ہے وہ کس دھارے پر جا رہی ہے"۔ انہیں اکثر یہ فکر دکھ ہی پریشان کرتا تھا۔
"چل چھوڑ اب ہم کیا کر سکتے ہیں تو اپنا دل خراب نہ کر' ایک نہ ایک دن اسے احساس ہو گا"۔ انہوں نے فوراً جواد احمد کو خود ہی تسلی دی' حالانکہ کچھ لمحوں پہلے وہ خود خاصی رنجور ہو رہی تھیں۔ جواد احمد پھر زیادہ رکے نہیں کھانا تو انہوں نے سب کے ساتھ ہی کھایا تھا اماں جی سے اجازت لے کر وہ باہر آ گئے تھے۔
"چاچو! ابھی وشہ کو بھی یہاں چھوڑ جائیں' کتنے دنوں سے آئی نہیں ہے"۔ یمنیٰ نے ان سے کہا جو سب سے اجازت لے رہے تھے۔

"وشہ بجو کہہ رہی تھیں آنے کو آج بھی' مگر ابو نے کہا کہ وہ کسی چھٹی والے دن صبح سے چھوڑ جائیں گے"۔ معارج نے جواب دیا۔ مائر کے لب مسکرانے لگے' وہ خود وشہ کو دیکھنے کو مچل رہا تھا مگر خود کو کنٹرول میں رکھا ہوا تھا۔

"ارے بھئی آپ سب لوگ آیئے نا کسی دن"۔ جواد احمد کو خیال آیا کہ وہ لوگ بھی تو کتنے دنوں سے نہیں آئے تھے۔

"ہاں آئیں گے بھئی کیوں نہیں"۔ نزہت اور ناظمہ نے ایک آواز میں کہا اور سر ہلایا تھا۔

جواد احمد یہاں سے نکلے تو بہت زیادہ افسردہ اور انتشار کا شکار ہو گئے تھے کیونکہ سمیرا بیگم سے بات کرنا دیوار سے سر پھوڑنے کے مترادف تھا' وہ کسی طور نہیں مانیں گی اور سوائے لمبی بحث اور لڑائی کے کچھ نہ ہوتا' بچے تینوں الگ سہم کر بیٹھ جاتے تھے۔

............☆............

دوسرے دن اس نے ناشتے کے بعد جواد احمد سے کہہ دیا تھا کہ اسے آنی کے گھر ڈراپ کر دیجئے گا اور واپسی پر لے لیجئے گا یا پھر معارج کو بھیج دیجئے گا' سمیرا بیگم تو بارہ بجے ہی اپنے پارلر میں چلی جاتی تھیں' وشہ اور معارج کالج چلے جاتے تھے مگر آج وشہ نے جان بوجھ کر چھٹی کر لی تھی تاکہ عنایہ بے فکری سے آنی سے بات کر سکے۔

"تم نے مجھے رات کو ہی فون کیوں نہیں کیا"۔ ثمینہ نے اس کا ستا ہوا فکر مند سا چہرہ دیکھا جو زرد کپڑوں میں مرجھائی ہوئی لگ رہی تھی۔

"آنی! مجھے تو رات ہی پتہ چلا ہے' معارج نے وہاں سے آنے کے بعد بتایا کہ ابو کس سلسلے میں دادی جان کے پاس گئے تھے"۔ وہ نگاہ نیچی کئے بیٹھی تھی۔

"جواد بھائی نے ابھی سمیرا سے بات نہیں کی؟" انہوں نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھ سے اوپر اٹھایا' عنایہ نے نفی میں دائیں بائیں سر ہلایا۔

"آنی! آپ خود سوچیے بچپن سے میری بات طے ہے اور پھر میرے ذہن و دل میں شروع سے یہی ہے' تو میں کیسے بولوں ابو سے"۔ وہ بے بس اور روہانسی ہونے لگی۔

"اس میں اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے"۔

"کیسے نہ ہوں آپ بتایئے برسوں پرانا رشتہ لمحوں میں کیسے توڑ دوں"۔ وہ تیز لہجے میں بولی' ثمینہ نے اپنی پیاری اور کم گو سی بھانجی کو اپنے شانے سے لگا لیا۔ وہ تو خود حیران ہوتی تھیں کہ سمیرا جیسی عورت کی اتنی پیاری فرمانبردار اور اخلاق سے مالا مال لڑکیاں تھیں' اتنی سادہ تھیں' عنایہ میں تو ذرا بھی نمود و نمائش نہ تھی نہ بار نہ سنگھار کرتی تھی' ہمیشہ سادہ ہی رہتی تھی۔

"پتہ ہے عنایہ! جب بندوں سے کوئی کام کوشش کے باوجود بھی پورا نہ ہو تو اسے اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے' وہ صحیح وقت پر صحیح فیصلہ وہ بھی بہتر ہی کرے گا' تم کیوں اتنا ڈر رہی ہو"۔ انہوں نے مدبرانہ انداز میں اسے سمجھایا۔

"امی کی آپ ضدی طبیعت جانتی ہی ہیں' وہ جو کرنے کی ٹھان لیں کرتی ہیں"۔

"تم اپنی سوچوں کو ارادوں کو مضبوط رکھو اور اللہ تعالیٰ سے رابطہ رکھو' دیکھنا تم فیصلہ تمہارے حق میں ہوگا"۔

"لیکن آنی! اکثر مجھ پر کفر کا غلبہ بھی ہو جاتا ہے' میں پھر توبہ کرتی ہوں"۔

"یہ جو تم ناامیدی والی کوئی بات سوچتی ہو گی کفر بھی اسی وقت ہوتا ہے' دیکھو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں بھیجا اور ہر ایک کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے"۔

"لیکن آنی! میں یہ سوچتی ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا بنائی اور اپنے بندوں کو اس دنیا میں بھیجا قسمت اور نصیب تو وہ پہلے ہی بنا لیتا ہے پھر ہم بندے کیوں اس کی باتوں سے انکار کرتے ہیں"۔ وہ اپنی اس الجھن کو بھی شیئر کرنے لگی۔

"اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں اپنے اختیار میں رکھی ہیں اور کچھ باتیں انسانوں کے لئے رکھی ہیں' اس لئے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کوشش تم کرو اور ہمت و حوصلہ میں پیدا کروں گا"۔ قدرے توقف کے لئے وہ رکی تھیں۔

"اگر ہم اپنے دل میں یہ پختہ ایمان اور یقین رکھ لیں کہ ہمیں اللہ نہیں بلکہ ہم اللہ کو دیکھ رہے ہیں' تو پھر دیکھنا یہ ناامیدی اور کفر کی کیفیت سب ختم ہو جائے گی"۔

"ہم اپنے سارے فیصلے اللہ تعالیٰ پر چھوڑیں لیکن یہ فیصلے جو اوپر سے لکھ کر آئے ہیں' تو ہم بندے اسے کیوں نہیں مانتے ہیں' کیوں اللہ کے حکم کی پاسداری نہیں کرتے"۔

"اس لئے کہ کچھ لوگوں کے دلوں سے اللہ کا خوف ہٹ چکا ہوتا ہے' وہ بس اپنا فیصلہ مسلط کرنا چاہتے ہیں' اپنی بات اونچی رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ اللہ کو نہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں"۔ انہوں نے اس کا ملیح چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا اور پیشانی پر لب رکھ دیئے۔

"آنی! مجھے کبھی کبھی یہ حیرانگی ہوتی ہے کہ امی آپ کی بہن ہیں لیکن آپ کی اور ان کی سوچوں میں زمین آسمان کا فرق ہے' وہ کیا شروع سے ایسی ہیں؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"دیکھو! اگر میں سمیرا کے متعلق کچھ کہوں گی تو یہ برائی میں آئے گا اور مجھے اللہ سے ہر وقت ہر لمحہ ڈر لگتا ہے اور لگتا ہے بس اتنا کہوں گی شاید سمیرا یہ سب باتیں سوچتے ہوئے جانتے بوجھتے پھر بھی کرتی ہو"۔

"میرا دل اتنا چاہتا ہے کہ امی سے میں اپنے دل کی تمام باتیں کروں' مگر امی کا غصہ اور پھر ابو سے ان کی جھڑپ یہ تو روز کا معمول ہے' بتایئے ایسے میں' میں کس سے کہوں' وشہ اور معارج خود چھوٹے ہیں' وہ خود پریشان رہتے ہیں"۔

"عنایہ! مجھے خوشی ہوتی ہے کہ تم ہر بات سمجھتی ہو اور کبھی غصہ بھی نہیں کرتی ہے' اور پتہ ہے جس نے غصہ کو قابو میں رکھا' سمجھو اس کی جیت ہوتی ہے"۔ وہ اسے اتنے پیار و محبت سے سمجھاتی تھیں کہ عنایہ حیرانگی سے ان کا چہرہ تکنے جاتی تھی وہ اتنی اچھی سوچوں اور خیالوں کی مالک تھیں کہ ان کا چہرہ تک عنایہ کو لگتا کہ جیسے چمکتے ہوئے کو روشنی دکھا رہا ہو اور وہ اس روشنی میں آگے بڑھتا جا رہا ہو۔

"نماز تو باقاعدگی سے پڑتی ہو نا؟" انہوں نے پوچھا۔ عنایہ نے اثبات میں سر ہلایا' ثمینہ نے مسکرا کے اس کا رخسار چھوا۔

"سمیرا چاہے کتنا ہی بولے کہ تم جواد احمد سے اس رشتے سے انکار کرو' تم قطعی کچھ نہیں بولو گی' سمجھیں"۔

"آنی! اگر امی نے مجھے مجبور کیا تو؟"

"پھر غلط بات سوچتی ہو لڑکی اچھی بات ذہن میں رکھو جتنا غلط اور الٹا سوچو ویسا ہی ہوتا ہے' تم اپنے دماغ میں بھی سوچو کہ ایسا کچھ نہیں ہوگا اور ہاں عشاء کی نماز کے بعد "یا حی یا قیوم" کی ایک تسبیح پڑھ لیا کرو اور چلتے پھرتے بھی پڑھتی رہا کرو"۔ انہوں نے بتایا۔

"آنی! میں تو دو نفل حاجات بھی تہجد میں پڑھنے لگی ہوں کہ کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ ابو اور امی کے غصے کو کم کر دے"۔

"تم نے اللہ تعالیٰ سے رابطہ کیا ہے نا' دیکھنا سارے مسئلے حل ہوتے جائیں گے اور پھر دیکھنا ایک دن تم محریب

کی دلہن بنی اس کے پہلو میں بیٹھی ہوگی"۔ وہ مسکرانے لگیں، عنایہ نے جھینپ کے لب بھینچ لیے۔

"چلو اب تم ذرا میرے ساتھ کچن میں چلو، میرے بچے اسکول سے آنے والے ہوں گے، تمہیں پتہ ہے تمہاری آنی وقت کی کتنی پابند ہے"۔ وہ فوراً ہی کھڑی ہو گئیں۔

ثمینہ کی شادی اکبر علی سے ہوئی تھی، وہ بھی اس طرح کہ ان کے بھائی کے دوست تھے، وہ اپنی والدہ کے ساتھ ملنے آئے، اکبر علی کو سلجھی ہوئی گفتگو کرنے والی ثمینہ بہت پسند آئی تھیں، جھٹ رشتہ بھیج دیا، عمران کی قسمت اتنی اچھی تھی کہ اکبر علی قابل بزنس مین تھے دو بڑی بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے، ثمینہ نے تو آتے ہی گھر کو جنت ہی بنا دیا تھا، ان کے اخلاق اور لب و لہجے کی وجہ سے وہ اپنے سسرال میں سب کی پسندیدہ ہو گئی تھیں۔ بڑے ہوں یا بچے ہر ایک سے بڑی دلچسپی اور لگاؤ سے پیش آتی تھیں، اس لیے تو بچے تک ان کے دوست تھے جو کوئی بھی آتا سب سے پہلے ان سے اپنے مسئلے شیئر کرتا تھا اور ہر ایک کو اپنی محدود سوچ کے مطابق مخلصانہ مشورہ ضرور دیتی تھیں، عنایہ ان سے بہت قریب تھی جہاں کوئی مسئلہ ہوا یا الجھن وہ فوراً سلجھانے ان کے پاس چلی آتی تھی۔ شکر تھا میرا نے یہاں آنے کی کوئی پابندی نہیں رکھی تھی ورنہ دادی جان کے گھر یوں آزادانہ جانے کی اجازت ہی نہ تھی، تینوں بہن بھائیوں میں ثمینہ کی عادت صلح جو تھی، جبکہ میرا اتنی ہی تنک مزاج تھیں، کسی کی بھی کوئی سمجھانے والی بات نہیں سنتی تھیں۔

..........☆..........

وہ دو دن سے بہت جھنجلایا ہوا تھا، مگر غصہ وہ کم ہی کسی کو دکھاتا تھا البتہ جب اسے چپ لگ جاتی تھی بس کام کے علاوہ کوئی بات ہی نہیں کرتا تھا، نزہت تو ماں تھیں وہ بیٹے کی اس خاموشی کو بھی نوٹ کر رہی تھیں، جو صبح اٹھتا ناشتہ کرتا اور رات کو آتے ہی کمرے میں چلا جاتا تھا یا پھر کچھ دیر دادی جان کے پاس بیٹھتا تھا۔ اس دن بھی وہ اپنے کمرے میں ہی جا رہا تھا کہ مائر نے اس کا راستہ روک لیا، نزہت کی جانچتی اور تشویش بھری نگاہیں اس پر تھیں۔

"بھائی جان! ایک بات تو بتایئے، کہیں چپ شاہ کا روزہ تو نہیں رکھ لیا"۔ وہ شرارتی لہجے میں پوچھنے لگا۔ محریب نے چتون سکیڑے اور اسے گھورا، مائر ہمیشہ کی طرح ہنستا مسکراتا ہوا اس کے سامنے کھڑا تھا، لمحوں میں وہ بندے کو ہنسا دیتا تھا۔

"کیوں تمہیں ایسا کیوں لگا؟" بلیک اور آف وائٹ شرٹ میں تھکا تھکا محریب الٹا سوال کر بیٹھا۔

"وہ اس لیے کہ گھر میں آپ کی شادی کی باتیں ہو رہی ہیں آپ کو تو خوش ہونا چاہیے"۔

"مجھے ایسی کوئی خاص خوشی نہیں ہے"۔ وہ بے زاری سے بولا اور آگے بڑھ گیا۔ نزہت کو تو الگ اس کی فکر بھی تھی کہ وہ تو اپنے دل کی بات بھی کم ہی کسی سے شیئر کرتا تھا، انہیں مائر کی فکر نہ ہوتی اس کی زیادہ ہوتی تھی۔

وہ کمرے میں آکر دھڑ سے گرنے کے انداز میں بیڈ پر لیٹا ہی تھا، ذہن و دل بہت بوجھل بھی ہو رہے تھے، اسے کبھی کبھی عنایہ کی بے رخی لاتعلقی غصہ دلاتی تھی مگر پھر وہ خود کو کنٹرول میں کر لیتا تھا۔ زندگی کے پانچ سال اس نے امریکہ میں گزارے تھے مگر ایسی بے چینی تو اسے وہاں دور رہ کر بھی نہ ہوئی تھی جتنی یہاں آکر ہوئی تھی۔ دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونک گیا اور پھر اٹھ کر بیٹھا، ادھ کھلے دروازے سے جھانکتا مائر کا مسکراتا سراپا نمودار ہوا۔

"خیریت"۔

"خیریت ہی تو نہیں ہے، نیند نہیں آتی ہے، راتوں کو عجیب بے کلی سی ہوتی ہے، کبھی سوچتا ہوں کہ کسی کو تو یہ کیفیت بتا دوں، شاید کسی کے پاس اس کا حل ہو"۔ اس کی زبان نان اسٹاپ چلنے لگی تھی۔ محریب نے مبہم سی مسکراہٹ لیے اسے دیکھا جو اب پورے کمرے میں ٹہل رہا تھا، وہ اس کا اشارہ سمجھ رہا تھا۔

"لگتا ہے ڈانٹ آج کل نہیں پڑ رہی ہے"۔

"ارے وہ کون سا دن نہیں ہوتا جو ہمارے والد صاحب نہ ڈانٹیں لگتا ہے یقیناً چنگیز خان سے ان کا تعلق تھا، ہر وقت لڑنے مرنے پر تیار رہتے ہیں"۔

"مائر! تمیز سے ابو ہیں وہ"۔ محریب نے سرزنش کرنے کے ساتھ شرمندہ بھی کیا۔

"دیکھیے گا میں ابو جیسا نہیں بنوں گا، اپنے بچوں کو مکمل آزادی دوں گا، بیٹا جب دل چاہے گھر میں آؤ اور جاؤ، یہ تمہارے گھومنے پھرنے کے ہی دن ہیں"۔

"واہ بیٹا واہ، شاباش ہے کیا خیالات اور سوچ ہے میرے اس بیٹے کی"۔ نزہت نے سنا تو وہ تپھائشی انداز میں گویا ہوئی تھیں۔ دونوں بھائی گڑبڑا گئے جبکہ مائر فوراً مودب بن گیا، اب تو ضرور امی کی لعن طعن سنے گا۔

"تم کچھ سبق دے دیا کرو صاحبزادے کو، بچپنا ہی نہیں جا رہا ہے اس کا"۔

"یار امی! میں ویسے بھی بھائی جان سے چھوٹا ہوں، اس لیے میرا بچپنا جانا مشکل ہے"۔ وہ ہاتھ اٹھا کر ایسے بولا کہ جیسے بہت مشکل کام ہو جیسے کہ یہ ممکن ہی نہ ہو۔

"جب تک بھائی جان کے چھوٹے چھوٹے پیارے بچے نہیں آجائیں گے میں تو ایسے ہی کروں گا"۔

"بہت فضول ہانکتے ہو تم"۔ محریب جھینپ کے اس کی پشت پر ہلکا سا مکہ جڑ گیا۔

"میں کوئی فضول نہیں ہانکتا ہوں"۔ وہ اب دھڑ سے کر بیڈ پر ہی بیٹھ گیا۔ محریب نے حیرانگی سے اس کا اطمینان دیکھا جو پھیل کے بیٹھ گیا تھا، نزہت کی تنقیدی اور گھورتی ہوئی نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا تھا۔

"بھائی جان! امی آپ سے ضروری بات کرنے آئی ہیں اور وہ چاہ رہی ہیں کہ میں یہاں سے کھسک لوں"۔ وہ اپنی ماں کے تیور دیکھنے لگا۔

"اٹھو اور فوراً نکلو یہاں سے، بک بک کرتے رہتے ہو، اتنی لمبی زبان ہے تمہاری سوچتی ہوں کہ جانے میں نے کیا کھایا تھا جو تجھ میں یہ اثر آیا"۔

"واہ میری ماں کا تو جواب نہیں ہے، ویسے امی! راز کی بات ہے دوسری بار ہم عنایہ بھابھو کو آزما کے دیکھیں گے کہ دقعی ایسا ہی ہوتا ہے کہ میری طرح زبان لمبی ہوتی ہے، بس آپ انہیں وہ چیز کھلا دیجیے گا"۔

"مائر! ذرا شرم لحاظ نہیں ہے کیسے بولے جا رہا ہے"۔

"کیا کریں کمپیوٹر اور کیبل نے خراب کیا ہے"۔ اس نے ٹکڑا لگایا۔

"اچھا جاؤ، صبح پھر اٹھنا مشکل ہوگا"۔ انہوں نے ذرا درشت لہجے میں اسے جانے کا اشارہ کیا، محریب مسکرا رہا تھا، اسے اپنا یہ شرارتی سا بھائی منٹوں میں ہنسا دیتا تھا حالانکہ عمروں میں بھی خاصا فرق تھے۔

"کیا بات ہے تمہیں دیکھ رہی ہوں تین چار دن سے چپ چپ سے ہو"۔

"بس کچھ آفس میں کام کا لوڈ ہے، ایسی تو کوئی بات نہیں"۔ اس نے خود کو فریش ظاہر کیا، پھر وہ اپنی کوئی پریشانی بتانا بھی نہیں چاہتا تھا۔

"آفس کے کام کی وجہ سے تم کبھی نہیں گھبراتے ہو، یہ میں جانتی ہوں کیونکہ اپنے ابو سے تم بڑے آرام سے باتیں کرتے ہو"۔ وہ جیسے مطمئن نہ ہوئی ہوں۔

"دیکھو محریب! تم اگر اپنی شادی سے پریشان ہو تو یہ ٹینشن بالکل نہیں لو کیونکہ ہم سب نے جواد سے بات کی ہے، ہوسکتا ہے کہ میرا مان جائے"۔

''امی! ایسی کوئی بات نہیں ہے' یہ معاملہ آپ بڑوں کا ہے' میں کیوں ٹینشن لوں''۔ وہ مسکرایا۔

''تمہاری دادی جان کو بہت جلدی ہے کہ تمہارے سر پر سہرا دیکھ لیں' عنایہ کو اپنے سامنے ہنستا بستا دیکھ لیں''۔ محریب سر جھکائے بیٹھا تھا' وہ ان سے بولا بھی تو کیا' جب سب کچھ ہی اس کے سامنے تھا' پھر اس نے عنایہ کا رویہ بھی دیکھ لیا تھا جب وہ چھوڑنے جا رہا تھا اسے وہ کتنی روڈ سی لگ رہی تھی۔

''عنایہ سے بھی پوچھا جائے گا کیونکہ جواد کہہ رہا تھا کہ وہ بھی مشکل سے مانے گی' اپنی ماں کی وجہ سے مجبور ہے''۔

''اس کی کوئی مرضی نہیں ہے''۔ لہجے میں حسرت و یاس پنہاں تھی۔

''وہ بھی خود مجبور ہے' ماں کی بات مانے یا اپنے ددھیال کی''۔

''پھر ایسا کریں اسے اپنی ماں کی بات ماننے دیں' خوامخواہ آپ سب مجبور کر کے شادی کے لئے رضامند کر بھی لیں گے' وہ خوش نہ رہے گی''۔ اسے عنایہ کی بات سن کے غصہ آیا' جو بچپن کے رشتے کو کوئی اہمیت نہیں دے رہی تھی۔

''میں بھی یہی کہہ رہی ہوں کہ جب تک سمیرا رضامند نہ ہو تو ہم زبردستی بھی نہیں کریں گے' عنایہ اس کی بیٹی ہے پھر بیٹی جب رخصت ہوتی ہے تو اسے ماں سے چھٹنے کا زیادہ غم ہوتا ہے جبکہ وہ بچی جن حالات میں ہے وہی جانتی ہے''۔ وہ مغموم سے لہجے میں بول رہی تھیں' محریب نے لب بھینچ لئے۔

''آپ لوگوں کو یہ رشتہ بچپن میں کرنا ہی نہیں چاہیے تھا''۔

''محریب! کیا بات ہے بیٹا تم نے تو آج تک ایسی بات کبھی نہیں بولی' آج کیسے بولنے لگے''۔ ان کے لہجے میں استعجاب تھا۔

''پہلے کبھی احساس نہیں ہوا نا' لیکن اب ہو رہا ہے اس لئے زبردستی یہ رشتہ نہ کریں' پلیز سوچئے مجھے آپ سب کا فیصلہ جیسا بھی ہو گا منظور ہو گا''۔ وہ سنجیدگی سے بولتا ہوا نزہت کو اتنا ترحم آمیز لگا کہ وہ اسے ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہ گئی تھیں۔

☆

''مجھے تمہیں صرف بتانا تھا بتا دیا ہے''۔

''کیا مطلب ہے تمہارا' میری مرضی کے بغیر تم میری بیٹی کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ خود کرو گے؟'' وہ تو تن فن کرتی ہوئی اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔

''آہستہ بولو' بچے لاؤنج میں ہی ہیں تمہاری آواز وہاں تک جا سکتی ہے''۔ جواد احمد کو ان کا جاہل عورتوں کی طرح چیخنا چلانا سخت طبیعت پر گراں گزرتا تھا۔

''کاش سمیرا! تم جتنی محنت خود کو ظاہری طور پر سنوارنے کے لئے کرتی ہو' اگر تھوڑی محنت اپنا اخلاق اور عادت کو سنوارنے میں لگا دو تو کیا ہی اچھا ہو''۔ طنزیہ اور ناگوار انداز تھا وہ تو تنک ہی گئیں۔

''شروع سے تم سب میرے پیچھے پڑے ہوئے ہو''۔

''خود کو دیکھ بھی تو لو کیا ہو' مجھے اتنی شرمندگی ہوتی ہے تمہیں دیکھ کر' سمیرا! کچھ تو خیال کر لو' بچے ہمارے جوان ہو گئے ہیں' لوگ دس طرح کی باتیں بناتے ہیں''۔

''مجھے نہیں پروا لوگوں کی میری زندگی ہے اپنی مرضی سے گزاروں گی''۔ وہ ریش ہو گئیں تھیں۔

''پھر عنایہ کی بھی زندگی ہے' اس سے پوچھ کر ہی کوئی فیصلہ ہو گا''۔

''عنایہ کی میں ماں ہوں' میں بہتر فیصلہ کر سکتی ہوں' نہیں خوش رہ سکے گی وہ تمہارے بیک ورڈ گھر والوں کے ساتھ''۔ لہجے میں جتنی حقارت اور اہانت تھی جواد احمد دانت پیس کے رہ گئے' ان کے گھر والوں کو انہی کے سامنے اتنا برا بھلا کہتی تھیں مگر وہ ضبط کا ہی مظاہرہ کرتے تھے۔

''میں اس کا باپ ہوں اور عنایہ کا رشتہ بچپن سے طے ہے' اس لئے توڑنے کا جواز ہی نہیں ہے' محریب پڑھا لکھا ہینڈسم سمجھدار لڑکا ہے''۔

''لیکن مجھے نہیں پسند وہ' سنا تم نے''۔ وہ زور دے کر بولیں۔

''تمہیں تو اپنی ذات کے علاوہ کچھ پسند نہیں ہوتا' نہ اپنے سے زیادہ خوبصورت لوگ تمہیں پسند ہیں اور نہ کسی کی تعریف کرنا پسند ہے''۔

''تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے''۔ وہ کھسیا سی گئیں۔

''لیکن میری ناں ہے اور ناں ہی رہے گی' مجھے نہیں کرنی ہے اپنی بیٹی کی شادی اس گھر میں جہاں مجھ پر تنقیدیں کی گئی ہیں''۔

''تمہاری سن بھی کون رہا ہے' میں عنایہ سے پوچھ کر ہی قدم اٹھاؤں گا''۔ وہ جیسے ان کی بات کو نظر انداز کر گئے تھے۔

''جواد! اگر تم نے ایسا کچھ کیا ناں تو اچھا نہیں ہو گا''۔

''کیا کر لو گی' اس گھر سے نکل کر چلی جاؤ گی' اپنی ماں کے گھر' ارے میں تو شکر ادا کروں گا جان چھوٹی تم سے''۔ وہ بیڈ پر لیٹنے کے لئے چلے گئے تھے۔

''تمہاری تو یہی خواہش ہے کہ میں اس گھر سے نکل کر چلی جاؤں لیکن اپنے بچوں کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی''۔ وہ تو چلبلا ہی گئیں۔

''آج تمہیں بچوں کی محبت بہت یاد آ رہی ہے' یاد کرو جب چھوٹے تھے تم انہیں اپنے سے دور دور رکھتی تھیں کہ تمہاری شان میں کمی آتی تھی' تمہیں شادی شدہ ہو کر غیر شادی شدہ بننے کا بہت شوق تھا''۔ وہ تو جیسے تمام حساب کتاب کرنے پر تلے ہوئے تھے' سمیرا تو لاجواب سی ہو کر لب بھینچ گئی تھیں کیونکہ جواد احمد جو بھی بات کرتے تھے بالکل سچی اور کھری کرتے تھے۔

''تم چاہے مجھے کچھ بھی کہو لیکن میری بات یاد رکھنا میں اپنی بیٹی کی شادی وہاں ہرگز نہیں ہونے دوں گی''۔ وہ بیچ پا ہی ہو گئیں۔

''اب فیصلہ عنایہ کرے گی' اس کا جو فیصلہ ہو گا وہی مانا جائے گا''۔ وہ تیزی سے کمرے سے نکلے تھے' سمیرا بیگم تو دانت پیسنے لگیں۔ انہوں نے دیکھا اور شاد اور معارج تو ٹی وی دیکھ رہے تھے البتہ عنایہ نہیں تھی۔ انہیں پتا تھا کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد کافی دیر تک تسبیح وغیرہ پڑھتی تھی۔ وہ ناک کر کے کمرے میں چلے آئے عنایہ انہیں دیکھ کر چونک گئی کیونکہ وہ اور اس کے کمرے میں' تسبیح اس نے بیڈ کی سائیڈ پر رکھی۔

''ابو! خیریت تو ہے؟'' اپنا پنک آنچل قرینے سے اپنے سر پر اوڑھا' اس کے چہرے پر اتنی پاکیزگی تھی کہ جواد احمد نے بے اختیار اس کی پیشانی چوم لی' انہیں اپنی یہ صابر و شاکر بیٹی بہت عزیز تھی جو کبھی کسی بات کا شکوہ تک نہ کرتی تھی' شروع سے اسے انہوں نے اماں جی کی آغوش میں ہی دیکھا تھا' سمیرا کو تو اپنے فیشن سے فرصت نہ تھی کہ بیٹی پر کچھ توجہ دیتیں۔

"بیٹا! مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے اور میں چاہ رہا تھا کہ تم سے اکیلے میں بات کروں"۔ وہ قدرے
تف کے بعد گویا ہوئے۔ عنایہ کی چھٹی حس تو ویسے ہی تیز تھی اور وہ جانتی بھی تھی کہ انہیں بات کیا کرنی ہے' وہ تو خو
کری تھی' مگر پھر آنی کے سمجھانے پر اس نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا تھا' وہ نہ اپنے باپ کو ناراض کر سکتی تھی اور نہ ہی
ں ماں کو کر سکتی تھی مگر دادی جان کی خواہش کا بھی اسے احترام تھا' لیکن وہ اس تذبذب کا شکار تھی کہ وہ کرے تو کیا
ے۔

"بیٹا! تم سمجھتی ہو اور مجھے فخر بھی ہے کہ میری بیٹی بہت سمجھدار ہے' ہر بات وہ جلدی سمجھ بھی جاتی ہے"۔

"ابو! آپ تمہید نہ باندھیے آپ کہیے"۔ اس نے مسکرا کے جواد احمد کے ہاتھوں پر اپنے نرم ملائم ہاتھ رکھ کر گویا
ں کی ہمت بڑھائی۔

"دیکھو عنایہ! میں چاہتا ہوں کہ اب تمہاری شادی کر دینی چاہیے کیونکہ محریب کو امریکہ سے آئے ہوئے بھی دو
ل ہو گئے ہیں' سب کی ہی خواہش ہے کہ تم اب رخصت ہو جاؤ"۔

"ابو! مجھے نہ پہلے اس رشتے پر اعتراض تھا اور نہ اب ہے' لیکن میں اتنا کہنا چاہوں گی کہ ہم کچھ عرصہ اور رُک نہیں
کیں! میرا مطلب ہے کہ میں......" وہ بولتے بولتے رُک گئی' جواد احمد نے اپنے دھیمے سروں والی بیٹی کی یہ چیل وجہت
ی' وہ سب سمجھتے تھے وہ اپنی ماں کی وجہ سے اس طرح کہہ رہی ہے۔

"عنایہ! میں کہتا ہوں کہ ہر کام کا وقت ہوتا ہے اور پھر بیٹا تم اس قابل ہو کہ اب تمہاری شادی ہو جانی چاہیے"۔
ہوں نے عنایہ کے سر پر ہاتھ رکھا' وہ سر جھکائے لب کچل رہی تھی' وہ تو بس کچھ وقت کا انتظار کرنا چاہ رہی تھی کہ شاید
یرا بیگم اور جواد احمد میں مفاہمت ہو جائے اور جو رشتے زندگی بھر کے لئے قائم کئے جاتے ہیں' اگر وہ سب کی
ضامندی اور خوشی سے کئے جائیں تو زیادہ اچھے ہوتے ہیں۔

"ابو! میں کچھ وقت چاہتی ہوں"۔ اسے بولتے ہوئے شرم بھی آ رہی تھی۔

"عنایہ بیٹا! اگر تم اپنی ماں کی وجہ سے پریشان ہو کہ وہ کچھ کہے گی یا راضی نہیں ہو گی تو بے کار ہے کیونکہ وہ جھل
ے پیدل ہے' شروع سے اپنی من مانی ہی کی ہے' ہر ایک کو وہ بُرا سمجھتی ہے"۔

"پلیز ابو! آپ تو نہ بولیے ــــ سب کو پتہ ہے امی کیسے مزاج کی ہیں' لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ ہم کسی بھی شخص
و بُرا کہہ کر اور اس کی برائی میں اضافہ کریں' آپ یہ نہیں سمجھیے گا کہ میں آپ کو خدانخواستہ بُرا کہہ رہی ہوں"۔

"نہیں میری بچی مجھے تمہاری ہر بات شروع سے ہی اچھی لگی ہے کیونکہ وقت سے پہلے ہی تم اتنی سمجھدار ہو گئی ہو
ہ مجھے تو کچھ کہنا نہیں پڑتا' میری بیٹی ہر بات سمجھ جاتی ہے"۔ وہ پھیکی سی مسکراہٹ لئے گویا ہوئے۔

"بس ابو! میں اتنا کہنا چاہوں گی آپ ان سب سے کہہ دیں کہ کچھ وقت اور رُک جائیں' شاید فیصلہ ہمارے حق
ں ہو لیکن مجھے اپنے اللہ پر قوی امید ہے کہ وہ ہمارے حق میں اچھا فیصلہ کرے گا"۔ وہ ایک جذب سے بولتی اتنی
صوم اور سادہ لگ رہی تھی کہ جواد احمد گنگ رہ گئے۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی' میں کہہ دوں گا ان سے لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ تمہیں اپنی ماں کی باتوں میں
یں آنا ہے"۔

"ابو! آپ اطمینان رکھیے' ایسا کچھ نہیں ہو گا امی مجھ سے کچھ نہیں کہیں گی' کیونکہ امی میں بس ضد اور غصہ ہے
ر مجھے یقین ہے کہ ایک دن وہ سب بھلا دیں گی"۔ عنایہ کے لہجے میں اور آواز میں ایک یقین تھا۔ اس نے اپنے
مارے فیصلے اوپر والے پر چھوڑے تھے اور اسے یقین تھا کہ فیصلہ اچھا ہی ہو گا۔ جواد احمد نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا

اور مسکرا دیئے' عنایہ ان کے شانے سے لگ گئی' اسے اپنے باپ اور ماں دونوں کی ہی انا اور عزت عزیز تھی۔

☆

ادھر جب سب کو جواد احمد نے یہ کہا کہ کچھ ماہ اور رُک جائیں کیونکہ عنایہ کی خواہش ہے مگر سب سے زیادہ
افسوس اور رونا جو آیا دادی جان کو تھا' محریب سے دادی جان کا رونا بلکنا نہیں دیکھا جا رہا تھا' حالانکہ وہ چپ تھا نہ پہلے
اسے اس رشتے پر اعتراض تھا اور نہ ہی آج تھا مگر جانے کیوں عنایہ کی بات پر اسے غصہ ہی آ گیا' جب یہ رشتہ دادی
جان نے جوڑا تھا تو پھر وہ کیوں اتنا اکڑ دکھا رہی تھی' سیدھا آفس سے وہ گھر آیا تھا' سوچا تھا کہ عنایہ سے بات کرے
گا لیکن اس کے لئے عنایہ سے ملنا ضروری تھا اور وہ وہاں جاتا بھی کم ہی تھا' کیونکہ میرا بیگم کا نا گوار انداز اسے دکھ بھی
دیتا تھا' مگر آج وہ لنچ ٹائم میں آ گیا تھا' ہمت بھی کر لی تھی کہ اسی کے گھر میں جا کے بات کرے گا مگر کیسے' وہ حسنہ پھپھو
کی طرف چلا آیا تھا۔ دوپہر سے شام ہو گئی تھی' احد بھی آفس سے آ چکا تھا اور اپنی ساری بات بھی اس سے کہہ دی تھی۔

"یار! کسی طرح بھی اسے یہاں بلا لے مجھے دو ٹوک بات کرنی ہے"۔ وہ بلیو پینٹ پر اسکائی بلیو کاٹن کی شرٹ
میں خاصا جھنجلایا ہوا لگ رہا تھا۔

"آج پہلی بار میں تمہیں اتنا ٹینس اور غصے میں دیکھ رہا ہوں' ورنہ تو تمہیں مسکراتے ہوئے ہی دیکھا تھا"۔ احد
نے شوخی سے کہا۔

"یہاں میری جان پر بنی ہے' تمہیں مزے سوجھ رہے ہیں"۔ وہ جھینپ گیا۔

"ارے یار! اس میں اتنا پریشان کیوں ہوتے ہو' امی سے کہہ دیا ہے نا وہ بلا لیں گی عنایہ کو یہاں"۔

"ارے محریب! تم کھڑے کیوں ہو بیٹا بیٹھو"۔

"امی! اسے اپنی لیلیٰ سے ملنے کی زیادہ بے چینی ہے"۔ احد نے شرارت سے کہا۔

"احمق! بکو مت یار"۔ وہ حسنہ پھپھو کے سامنے جھینپ گیا۔

"وہ پھپھو! میں اب چلتا ہوں"۔

"بالکل نہیں! اتنا کچھ میں نے بنایا ہے' کبھی کبھی تو آپ آتے ہیں"۔ شامین لوازمات سے بھری ٹرے اٹھائے چلی
آئی تھی اور کرسٹل کی سینٹرل ٹیبل پر رکھی۔

"بھابی! میں گھر سے لنچ کر کے نکلا تھا"۔ اسے تو اس وقت کھانے پینے سے زیادہ عنایہ سے ملنے کی بے چینی تھی۔

"لیکن لنچ آپ نے دوپہر میں کیا ہو گا' ٹائم دیکھیے چھ بج رہے ہیں"۔ وہ اس کی سن ہی نہیں رہی تھی' لوازمات
ے پلیٹ بھر دی جو نا چار محریب کو لینی ہی پڑی' احد کو اس کی حالت پر ترس بھی آ رہا تھا اور ہنسی بھی آ رہی تھی۔

"محریب بھائی! آپ کو پہلے ہی بتا رہی ہوں' آیان کی برتھ ڈے آ رہی ہے' اگلے مہینے آپ کو آنا ہو گا' کبھی کوئی
م نکال لیں"۔ شامین نے یاد دلایا۔

"اس وقت تو محریب کو کچھ یاد نہیں ہے"۔ احد سموسہ منہ میں ڈالتے لگا' جبکہ محریب اسے ہی گھور رہا تھا۔

"محریب! تم ابھی جانا نہیں' میں عصر کی نماز پڑھ لوں وقت نکل جائے گا"۔ پھپھو کھڑی ہو گئی تھیں' محریب بھی
مائنڈ ہی کیل کرنے لگا تھا کہ ان کے سامنے بات کرنا اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"شامین! تم نے عنایہ کو فون کر دیا ہے نا آ جائے گی وہ یا میں لینے جاؤں"۔ احد نے ہی کہا تھا کہ وہ عنایہ کو کسی
م کے بہانے بلا لے۔

(جاری ہے)

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 3 -

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

"فون تو کر دیا ہے' منع کر رہی تھی لیکن میں نے ڈانٹ کے کہا تو پھر آنے کو رضامند ہوئی ہے' آپ ایسا کریں اسے جا کر لے آئیں کیونکہ کہہ رہی تھی کہ معارج کوچنگ سے دیر سے آتا ہے' کس کے ساتھ آئے گی"۔ اب وہ چائے کپوں میں نکالنے لگی تھی۔

"پھر ٹھیک ہے ایسا کرنا محریب! تم رات کو دس بجے تک آ جاؤ میں اسے لے آؤں گا"۔

"یار خیال سے پھپھو کو نہیں پتہ چلے کہ تم نے اسے بلانے کو کہا ہے"۔ اسے ڈر بھی لگ رہا تھا' پھر ویسے اس کی ریزرو طبیعت تھی ایسے کام وہ کرتا نہیں تھا مگر دادی جان کی وجہ سے وہ مجبور ہوا تھا۔

"محریب بھائی! جانے کی کیا ضرورت ہے کھانا کھا کے جایئے گا"۔

"بھابی! ابھی مجھے کچھ ضروری کام بھی ہیں' کیونکہ آج آفس سے جلدی آ گیا تھا' امی سے بھی کچھ نہیں کہا تھا' سیدھا یہاں آ گیا ہوں"۔ پلیٹ اس نے ٹیبل پر رکھی اور چائے کا کپ اٹھا کر جلدی جلدی گھونٹ اندر اتارنے لگا۔

"محریب بھائی! آپ بھی چھوٹے ماموں سے کہتے نا مجھے تو ابھی کرنی ہے شادی"۔

"محریب! سوچ لے اگر عنایہ نہیں مانی تیرے سمجھانے کے باوجود بھی"۔ احد کو ڈر بھی تھا' کیونکہ جیسا کہ سب ہی جانتے تھے کہ سمیرا بیگم کی قطعی مرضی نہیں ہے۔

"یہ اس کے بعد سوچوں گا کہ کیا کرنا ہے"۔

"مجھے یار! تو پہلے ہی بتا دے کیا کرے گا"۔ احد رازداری سے سرگوشی میں پوچھنے لگا۔ شامین کی ہنسی چھوٹ گئی' وہ دونوں ہی جز بز سے ہو گئے۔

"زندگی میں' میں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ مجھ پر یہ وقت بھی آئے گا"۔ محریب خود پر ہی افسوس کرنے لگا۔

"یار! کیا کریں سمیرا امی نے پورے خاندان کو ہلا کر رکھا ہوا ہے' عنایہ بے چاری جائے تو جائے کہاں"۔ وہ بھی افسوس ظاہر کرنے لگا۔ شامین کو ریان کی رونے کی آواز آئی' جو وہ علینہ کو دے کر آئی تھی اسے جانا ہی پڑا۔

"پتہ ہے مجھ سے دادی جان کا رونا نہیں دیکھا جا رہا ہے"۔

"محض تو نانی جان کی وجہ سے اس سے بات کرنا چاہ رہا ہے نا"۔ احد نے تائید چاہی۔

"جی ہاں' مجھے کوئی شوق نہیں ہے ایسا شادی وادی کا' آرام سے زندگی گزر رہی ہے"۔ وہ جیسے چپ ہی گیا ہو۔

"مجھے کونسا تھی بس سمجھو کہ ہماری والدہ کو جلدی تھی کہ احد تمہاری شادی ہو جانی چاہیے"۔

"تمہارے ساتھ یہ معاملہ تو نہیں تھا کہ بچپن سے رشتہ لگا ہو' شامین بھابی پپا جی کے دوست کی بیٹی تھیں' پھپھو کو پسند آئیں اور ہو گئی شادی"۔ وہ بولا۔

"میں تو سخت خلاف ہوں بچپن کے رشتے طے کیے جانے پر"۔ احد نے کہا۔ محریب نے سر ہلایا۔

"میری یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ نانی جان کو تم میں ایسی کیا خوبی نظر آئی کہ عنایہ جیسی معصوم پیاری سے لڑکی کو منسوب کیا"۔

"یہ تم اعتراض کر رہے ہو یا حیرانگی ظاہر کر رہے ہو؟" محریب نے چتون چیچھے کیے اور رکھ لہرایا۔

"وہ...... وہ...... یار! میں تو اس لیے کہہ رہا تھا کہ مجھے تو نہیں لگتا کہ تم شادی کر کے بھی چینج ہو' تمہارے موڈ کا ایک ہی موسم ہوتا ہے"۔

"ایک تو میں پریشان ہوں تم یہ فضول ہانکنے لگے یہ نہیں کہ مجھے تسلی دو"۔ وہ کپ ساسر میں رکھ کر کھڑا ہوا۔

"تسلی تو تمہیں اس دن دوں گا جب ضرورت پڑے گی"۔ احد کا لہجہ معنی خیز تھا اور شرارتی سا تھا' محریب نے اس کے دو تین کے پشت پر جڑ دیئے' احد اسے چھیڑ کے مزے لیتا تھا اور جواب میں محریب اس کی خوب درگت بناتا تھا۔

"یار! گھر میں میری بیوی ہے لحاظ کر لے"۔ احد ہنس رہا تھا۔

"ابھی تو جا رہا ہوں' رات کو آؤں گا"۔ وہ اپنی گاڑی کی چابیاں پاکٹ سے نکالتا ہوا جانے لگا' احد سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"رات کو کیوں آؤ گے؟"

"زیادہ بکواس نہیں کرنا' مجھے تو جانتا ہے اگر یہاں بھابی آ بھی جائیں گی میں ان کے سامنے بھی تیری ہڈی پسلی توڑ تا رہا ہوں"۔ محریب نے گویا وارننگ دی تھی' احد نے کھل کر قہقہہ لگایا تھا۔

............☆............

"کیا کام پڑ گیا ہے شامین کو تم سے؟" سمیرا کو تو ہمیشہ اعتراض ہی ہوتا تھا ان کے جانے سے' دونوں ہی تیار کھڑی تھیں۔

"امی! شامین بھابی کہہ رہی تھیں کہ ریان کی برتھ ڈے آنے والی ہے' وہ شاپنگ وغیرہ کا کہہ رہی تھیں"۔ عنایہ نے کچھ ڈرتے جھجکتے ہوئے کہا۔

"اگر جانا تھا تو کل صبح جاتیں' اس ٹائم جانے کی کیا تک ہے"۔ وہ کچن سے اپنے لیے چائے کا کپ لیے نکلی تھیں۔

"امی! کل تو سنڈے ہے' ہم شام تک آ جائیں گے' اتنے دنوں سے ہم پھپھو سے ملے بھی نہیں"۔ وشہ نے منہ بسورا۔

سمیرا بیگم کی تنقیدی نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا جو پنک کاٹن کے ایمبرائیڈری کے لباس میں سادہ سی کھڑی تھی' ان کی یہ دونوں ہی بیٹیاں میک اپ کے نام پر لپ اسٹک تک نہیں لگاتی تھیں' نہ انہوں نے کبھی کہا ہی تھا کہ کچھ بج سنور کے جایا کریں۔

"شامین یہاں خود کیوں نہیں آ گئی"۔ وہ تو اعتراضات کے نکتے نکالے جا رہی تھیں' عنایہ کو ان کا ایسا روکھا اور سرد انداز بہت برا لگتا بھی تھا' مگر وہ انہیں کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔

"اگر امی! آپ پسند نہیں کر رہی ہیں تو ہم فون پر منع کر دیتے ہیں"۔ اتنے میں ڈور بیل ہوئی تو معارج لاؤنج سے نکل کر گیٹ کھولنے چلا گیا۔

"آپی! احد بھائی آ گئے ہیں"۔ اس کا پورچ سے ہی نعرہ بلند ہوا۔ احد ہنستا مسکراتا اندر آیا' آتے ہی سمیرا بیگم کو زوردار پرجوش سلام کیا تھا' سمیرا بیگم جز بز سی ہو گئی تھیں۔

"اور مامی! ٹھیک ٹھاک' کیسا چل رہا ہے آپ کا کام؟" اس نے عام سے لہجے میں پوچھا تھا مگر جانے کیوں سمیرا بیگم کو ہمیشہ ایسا لگتا کہ ہر کوئی ان پر طنز ہی کر رہا ہو۔

"سب ٹھیک ہے اور تم سناؤ گھر میں خیریت تو ہے؟" عنایہ اور وشہ پہلو بدل کر کھڑی ہو گئی تھیں' چہرے کو فریش ہی رکھا تھا کہ اسے محسوس نہ ہو کہ کچھ دیر پہلے کیا ماحول تھا۔

"سب فرسٹ کلاس ہیں' شامین نے بلایا ہے اور رات میں انہیں کل چھوڑ جاؤں گا"۔ وہ فوراً ہی کھڑا بھی ہو گیا۔

"یار احد بھائی بیٹھئے تو"۔ معارج فریج سے کولڈ ڈرنک کی لیٹر بوتل اور گلاس لے آیا تھا۔
"پھر بیٹھوں گا اور ہاں مامی! امی نے کہلوایا ہے کہ کسی دن چکر تو لگالیں"۔
"ہوں..... آؤں گی ذرا مصروفیت کم ہو گی تو"۔ وہ ایک اپنی اس نند سے ہی ذرا خوشدلی سے مل لیتی تھیں ورنہ تو اپنی سسرال میں جانا انہیں ہمیشہ ناگوار ہی گزرا تھا۔

وہ ان دونوں کو لے کر چلا آیا تھا' سارے راستے عنایہ تو خاموش رہی البتہ وشہ پورے راستے احد سے باتیں ہی کرتی آئی تھی۔ جیسے ہی گھر پہنچی تھیں حسنہ پھپھو نے تو دونوں کو گلے لگا لیا تھا' شامین کی کچھ عنایہ سے فرینڈ شپ بھی تھی وہ بھی شامین کی شادی کے بعد ہی ہوئی تھی' علینہ چھوٹی اس کی اگر بنتی تھی تو وشہ سے بنتی تھی' ابھی بھی آتے ہی علینہ کے ساتھ اس کے کمرے میں چلی گئی تھی۔

"کیا بات ہے اتنی خاموش سی کیوں ہو؟" شامین کچن میں رات کا کھانا تیار کر رہی تھی اور ڈشز بھی وہ چائنیز بنا رہی تھی کیونکہ محریب کو چائنیز رائس اور اسپگیٹی بہت پسند تھی' احد نے ہی خاص فرمائش سے یہ بنوایا تھا۔

"نہیں کوئی بات نہیں ہے"۔ دھانی کاٹن پر ایمبرائیڈری دھاگوں سے کڑھائی ہوئی تھی لانبے سلکی بالوں کی ڈھیلی سی چوٹی میں وہ اتنی سادہ اور پروقار لگتی تھی کہ شامین تو رشک ہی کرتی تھی۔

"ارے بھئی شامین! کتنی دیر اور ہے کھانے میں' محریب آ گیا ہے"۔ احد نے کچن کی چوکھٹ پر دونوں ہاتھ رکھے۔ عنایہ تو گڑبڑا ہی گئی دل دھک دھک کرنے لگا' چہرے کا رنگ بھی بدل گیا' عجیب سی گھبراہٹ ہونے لگی۔

"تیار ہی ہے میں ٹیبل پر برتن لگواتی ہوں"۔ وہ سنک کا نل بند کر کے ایپرن سے ہاتھ پونچھنے لگی۔
"پلیز عنایہ! تم ذرا علینہ کو تو بلاؤ وہ کھانا لگوا دے گی"۔
"وہ.....وہ..... بھابی! ام..... میں"۔ وہ محریب کا سامنا نہیں کرنا چاہ رہی تھی' اسے خبر تھی محریب کو بھی اس کے انکار کی وجہ پتہ چل گئی ہو گی۔

"ارے عنایہ! محریب بھائی لاؤنج میں ہوں گے تم اتنا گھبرا کیوں رہی ہو"۔ وہ حیرانگی ظاہر کرنے لگی' جبکہ عنایہ تو نگاہ اٹھا کر اسے تک نہیں دیکھ رہی تھی۔
"میں ان کی وجہ سے نہیں کہہ رہی ہوں"۔ وہ جھینپ گئی۔
"لڑکی' تمہارا بنے گا کیا' سوچتی ہوں کہ جب تمہاری باقاعدہ محریب بھائی سے شادی ہو جائے گی تم جب بھی ان سے ایسے ہی گھبراؤ گی"۔ وہ معنی خیز مسکراہٹ لئے گویا ہوئی۔
"پلیز بھابی! آپ ہر وقت تو مذاق نہ کیا کریں"۔ وہ رُوہانسی ہو کے گویا ہوئی۔
"میں مذاق نہیں کر رہی ہوں' ایک بات تھی دل میں آئی تو کہہ رہی ہوں"۔ وہ برنر بند کر کے کچن سمیٹنے لگی تھی۔
عنایہ کچن میں ہی جم کر رہ گئی تھی' علینہ آ گئی تو اس نے وشہ کو ساتھ لگا کر کھانا لگوایا' چچا جان بھی آ گئے تھے' سب ہی ساتھ کھانا کھا رہے تھے لیکن عنایہ بہت جھجک رہی تھی' پھپھو نے زبردستی اپنے ساتھ بٹھا لیا تھا' محریب نے بھولے سے بھی اس پر نگاہ نہ ڈالی تھی' عنایہ نے زبردستی ہی کھانا کھایا تھا۔

"چائے چلے گی؟" احد نے محریب سے پوچھا جو کھانے کے بعد لاؤنج میں بیٹھ گیا تھا۔
"چائے رہنے دو' مجھے جو کام ہے وہ کرنے دو یار! زبردستی تم نے کھانے پر روکا ہے' دل نہیں کر رہا تھا"۔ وہ خاصا بےزار اور جھنجلایا ہوا تھا۔
"اچھا' اچھا اتنے بھی بےزار نہ ہو تم اٹھو اور ایسا کرو گیسٹ روم میں چلے جاؤ' وہاں آسانی سے بات بھی کر سکتے

ہو' امی اور ابو تو اپنے کمرے میں ہیں فکر کی کوئی بات نہ ہو گی"۔ وہ کچھ سوچ کر اسے جگہ کا تعین کر کے بتانے لگا۔
"دیکھو جلدی بلاؤ اسے' مجھے گھر جانا ہے گیارہ بج رہے ہیں"۔ اپنی ریسٹ واچ آگے کی' کوریڈور سے گزر کر وہ رائٹ سائیڈ پر مڑ گیا تھا۔

"اٹھو لڑکی جلدی سے"۔ احد نے اس کا ہاتھ پکڑا اور خاصے بارعب انداز میں کہا' وہ ریان کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

"کہاں؟" عنایہ جیسے سمجھی ہی نہیں۔ شامین کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی' وہ کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد عنایہ کو اپنے بیڈ روم میں لے آئی تھی۔ احد اس کا ہاتھ پکڑتا ہوا باہر لے آیا' وہ حیران و پریشان تھی کہ آخر وہ لے جا کہاں رہا ہے' اسے لا کر گیسٹ روم کا دروازہ کھولا اور اندر لے آیا' محریب کمرے میں ٹہل رہا تھا' عنایہ اسے دیکھ کر تو بوکھلا ہی گئی' یقیناً کہ یہ سب اس کے کہنے پر ہو رہا تھا۔

"محریب! آرام سے بات کرنا اور فکر نہیں کرنا کہ یہاں کوئی آئے گا"۔
"احد بھائی! مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی"۔ وہ تو غصے میں ہی آ گئی۔
"دیکھو لڑکی' امیدیں اچھی رکھو اور اس وقت میں تمہارے لئے اتنا فکرمند ہوں جتنا ایک بھائی اپنی بہن کے لیے ہو سکتا ہے"۔ وہ یہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا۔ عنایہ نے بھی پشت گھمائی جانے کے لیے مگر اس کی بائیں کلائی محریب کے مضبوط بہ حدت ہاتھ میں آ چکی تھی' وہ جھٹکا کھا کے رک گئی' جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی' دل لگتا تھا کہ پسلیاں توڑ کے باہر آ جائے گا۔

"تم میری بات سنے بغیر نہیں جا سکتی ہو"۔
"کیسی بات؟" وہ جان کر بھی انجان بن رہی تھی' اپنی کلائی اس کی گرفت سے چھڑائی' محریب اس کے سامنے سراپا سوال بنا کھڑا تھا' بلیو پرنٹ پر اسکائی بلیو شرٹ میں وہ اتنا مکمل اور کھسیایا ہوا لگ رہا تھا کہ عنایہ نے نگاہ ہی جھکالی۔

"مجھے یہ بتا دو کہ تم نے آخر کب تک کی مہلت مانگی ہے کہ شادی نہیں کرو گی"۔
"جب تک امی اور آپ کے گھر والوں میں صلح نہیں ہو جاتی"۔ لہجے کو مضبوط اور پُر اعتماد بنایا۔
"تم شادی لگتا ہے کرنا ہی نہیں چاہتی ہو' جبھی ایسی شرط رکھ رہی ہو"۔
"یہ شرط نہیں ہے' میں ایسا چاہتی ہوں"۔ اسے دیکھنے سے گریز ہی کر رہی تھی' مگر محریب کی گہری اور سحر انگیز آنکھیں اس پر تھیں۔

"تمہیں ذرا احساس نہیں ہے کہ دادی جان کو کتنا ارمان ہے ہم دونوں کی شادی کا"۔
"میں دادی جان کو سمجھا لوں گی کچھ دن انتظار کر لیں گے"۔ اسے بولتے ہوئے حیا سی آنے لگی کیونکہ دونوں میں ایسی بے تکلفی بھی کی رہی ہی نہیں تھی کہ وہ مستقبل کی پلاننگ کرتے۔
"عنایہ! تم کتنا انتظار کرو گی' مجھے کیا اندازہ نہیں ہے کہ میری اچی کبھی مانیں گی بھی"۔
"مجھے لیکن اندازہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ ایک دن وہ مانیں گی"۔ اسے اللہ کی ذات پر بھروسہ تھا' اس لئے وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے دل کا ہر حال کہتی تھی' اسے قوی امید تھی کہ ایک دن سب کچھ ٹھیک بھی ہو جائے گا۔
"تم ناممکن بات کر رہی ہو"۔
"میں ناممکن کو ہی ممکن بنانا چاہتی ہوں"۔ اس نے نگاہ اٹھائی۔

"دادی جان کا بھی نہیں خیال تمہیں"۔
"انہی کا ہی خیال ہے مجھے"۔ ترکی بہ ترکی بولی۔
"لیکن مجھے تمہاری ایسی کسی بات کو تو ماننا ہی نہیں ہے"۔ وہ دادی جان کا رونا دھونا روز ہی دیکھ رہا تھا' جب ہی تو اس سے بات کرنے کے لیے سوچا تھا۔
"اگر آپ کو شادی کی اتنی ہی جلدی ہے تو آپ اپنی پسند سے کسی بھی لڑکی سے کرلیں"۔
"عنایہ! سوچ سمجھ کر بولو کہ کیا بول رہی ہو"۔ وہ تو بھنا گیا۔
"سوچ سمجھ تو میں رہی ہوں' آپ ہی سوچ سمجھ نہیں رہے ہیں اس لئے اس کا یہی حل ہے کہ آپ کسی بھی لڑکی سے شادی کرلیں"۔ اس نے بغیر جھجکے اتنی بڑی بات کہہ دی تھی' وہ خود بھی حیران تھی۔
"اگر مجھے کہیں اور شادی کرنی ہوتی نا یہاں پاکستان لوٹ کے نہیں آتا"۔
"کون روک رہا ہے چلے جایئے دوبارہ"۔ اتنی روکھی اور رُوڈ ہو رہی تھی کہ محریب کو افسوس ہو رہا تھا۔
"میں تمہیں خاصا سمجھدار سمجھتا تھا لیکن تم میری سوچ کے برعکس نکلی ہو"۔
"میں نے بھی آپ کو بہت کچھ سمجھا تھا"۔ لہجہ دھواں دھواں ہو گیا۔
"عنایہ! آج کے بعد تم ہمیشہ میری یہ بات یاد رکھنا' تم نے جو کچھ سوچ کے شادی کو ملتوی کیا ہے اس کی ذمہ دار تم ہو گی کیونکہ میں اب تم سے شادی نہیں کروں گا' جب تم کہو گی' تمہارے پاس ابھی مہلت ہے ابھی تو پھر کبھی نہیں"۔ وہ اتنا رُوڈ اور سرد مہر بن گیا کہ عنایہ تو گنگ رہ گئی' وہ کیا کہہ رہا تھا پہلے تو ایک ہی پریشانی تھی کہ امی ناراض تھیں اس کے ددھیال والوں سے اب تو یہ بھی ناراض ہو گیا تھا۔
"پلیز! آپ بات سمجھنے کی کوشش کریں"۔ وہ روہانسی ہو گئی۔
"اب کوئی بات نہیں سمجھی جائے گی' میں شادی صرف دادی جان کی وجہ سے کر رہا تھا' ورنہ مجھے ایسا کوئی شوق بھی نہیں ہے نہ یہ رشتہ مجھ سے پوچھ کے طے کیا گیا تھا"۔ وہ پشت پھیر کر جانے لگا تھا' عنایہ کو تو لگا کہ اس کی دنیا ہی ڈول گئی ہو' اس کے جانے کے بعد وہ بہت روئی تھی' شامین چلی آئی تھی۔
"میں تو یہ سمجھی تھی کہ تم دونوں نے ایک دوسرے کی بات سمجھ لی ہو گی"۔
"شامین بھابی! آپ ہی بتایئے کیا میں نے غلط کہا ہے"۔ وہ روئے جا رہی تھی۔
"میری شادی پر امی راضی نہیں ہیں' میں کیسے اپنی ماں کو اگنور کر دوں"۔
"اچھا' اچھا رو نہیں' تمہارے احد بھائی محریب بھائی سے بات کریں گے"۔ اس نے تسلی دی۔
"بھابی! وہاں دادی جان کے گھر سب کو پتہ چل جائے گا' وہ سب کو بتا دیں گے"۔ اسے یہ بھی ڈر لگ رہا تھا۔
"محریب بھائی نہیں بتائیں گے' اس کا مجھے اندازہ ہے باقی کی معلومات میں تمہیں دوں گی' پلیز اب خاموش ہو جاؤ' اگر امی آ گئیں نا وہ پوچھیں گی تم سے پھر"۔ شامین نے ٹشو بکس اٹھا کے اس کے آگے کیا' وہ مسلسل رو رہی تھی' محریب کی باتوں نے اسے کافی دکھ دیا تھا' بچپن کا رشتہ قلب کے رشتے میں ڈھل گیا تھا کیسے اگنور کر دیتی۔

☆

اس نے عنایہ کو کہہ تو دیا تھا مگر اس کے دل پر بوجھ بڑھ گیا تھا پوری رات اسے نیند نہ آئی تھی' وہ تو دوسرے دن سنڈے تھا تو وہ دیر تک سو بھی گیا تھا ورنہ تو سارا دن اس کا آفس میں بھی بوجھل گزرتا' گیارہ بجے اٹھا تھا ناشتے کے بعد

لاؤنج میں آ گیا اور اسپورٹس چینل لگا کے بیٹھ گیا۔ امی اور چچی جان بھی وہیں بیٹھی تھیں' دونوں جانے کیا باتیں کر رہی تھیں وہ بھی چپکے چپکے' محریب گاہے بگاہے ان پر نگاہ بھی ڈال لیتا تھا۔ مائز کی رگ ظرافت ہر وقت پھڑکنے کو تیار رہتی تھی' وہ دبے قدموں اندر آیا امی اور چچی جان کے قریب کان لے آیا۔
"کیا بدتمیزی ہے مائز؟" نزہت کو ہمیشہ اس کی الٹی سیدھی حرکتیں بُری لگتی تھیں۔
"امی! میں کب سے آپ دونوں کو دیکھ رہا ہوں' ایک دوسرے سے جانے آہستہ آہستہ کیا باتیں کر رہی ہیں"۔
"تمہیں کیا فکر ہے؟" انہوں نے مائز کے دھپ ہی لگا دی۔
"بھائی جان! آپ ادھر ہی بیٹھے ہیں' کچھ سنائی دے رہا ہے یا نہیں؟" اس نے سوچوں میں گم محریب کو مخاطب کیا وہ چونک گیا۔
"وہ تمہاری طرح نہیں ہے ٹی وی دیکھ رہا ہے"۔ انہوں نے محریب پر بھی نگاہ ڈالی۔
"یہ تو آپ کو لگ رہا ہے' کیا پتہ بھائی جان آپ دونوں کی باتیں سن رہے ہوں"۔ شرارتی لہجے میں کہتے ہوئے اس نے مسکرا کے آنکھیں گھمائیں' بیٹھا وہ محریب کے سامنے ہی تھا۔
"یہ تو تمہیں لگ رہا ہو گا کہ میں باتیں سن رہا ہوں"۔ محریب نے ٹی وی کی آواز دھیمی کی۔
"کیا بات ہے بھائی جان! صبح سے دیکھ رہا ہوں کہ آپ کچھ خاموش سے ہیں"۔
"تمہاری طرح اس کی فضول بک بک کی عادت نہیں ہے"۔
"ایک تو امی! آپ میری ہر بات کو بک بک ہی کہتی ہیں"۔ وہ منہ بسورنے لگا۔
"مائز بھائی' مائز بھائی!" رافع اسے پکارتا ہوا چلا آیا۔
"معلیئے! میں تو کانوں کے پردے پھاڑتا ہوں' بڑے ابو آپ کو بلا رہے ہیں"۔ اس نے کچھ مسکرا کے گویا اسے چڑایا۔
"مگر ابو مگر کیوں؟" وہ کچھ چونک سا گیا۔
"مائز' مائز!" ریحان احمد کی گمبھیر اور گرجدار آواز پر وہ سب چونک گئے' مائز تو مودب بن کے کھڑا ہو گیا۔
"جی ابو!"
"رات کو کتنے بجے گھر آئے تھے؟"
"جی وہ......" مائز کی تو سٹی گم ہو گئی' صبح سے وہ ان سے بچتا پھر رہا تھا تا کہ ابو اس کی شامت نہ لے آئیں مگر اس کی بچت کب تک ہوتی۔
"میں گیارہ بجے تک آ گیا تھا"۔ سر کھجانے کے ساتھ کچھ منمنایا۔
"جھوٹ نہیں بولو ساڑھے گیارہ پر محریب آیا تھا تم جب بھی نہیں آئے تھے"۔ وہ تیز لہجے میں اس سے استفسار کر رہے تھے اور وہ شرمندہ سا سر جھکا کر کھڑا تھا' محریب کو ہنسی آ رہی تھی' امی اور چچی جان بھی کچھ ڈری گئی تھیں۔
"وہ میں آ گیا تھا آپ بھائی جان سے پوچھ لیں"۔
"میں اس سے کیوں پوچھوں' تم سے پوچھ رہا ہوں"۔ وہ تو خاصے برہم ہو رہے تھے۔
"ابو Saturday تھا اتنا تو میرا حق بنتا ہے کہ میں دوستوں میں کچھ وقت گزاروں"۔ وہ بھی الٹا غصہ ہی دکھانے لگا۔
"تمہاری اور فائق کی حرکتیں خاصی مشکوک ہو رہی ہیں' کان کھول کر سن لو اگر کوئی الٹی سیدھی حرکت کی خبر ملی تا مگر

سے باہر نکال دوں گا"۔

"کیا مطلب الٹی سیدھی حرکت سے؟" وہ ڈراہی ماننے لگا۔

"ابو معاف کر دیں میں اسے سمجھا لوں گا"۔ محریب کو مائزہ پر ترس آنے لگا' جو کچھ روہانسا اور پریشان سا بھی لگ رہا تھا۔

"تم کیا سمجھالو گے' دو سال سے اس کی یہی حرکتیں ہیں' وہ تو میں ذرا اس پر نظر رکھتا ہوں تو گھر جلدی بھی آ جاتا ہے"۔

"ابو! مائزہ سمجھدار بچہ ہے"۔

"تم چپ کرو کیا اس کی طرفداری کر رہے ہو"۔ انہوں نے محریب کو بھی ڈانٹ دیا وہ بھی جزبز سا ہو گیا' مائزہ نے جب دیکھا کہ ابو کی توپوں کا رُخ محریب کی طرف ہو گیا ہے تو اسے شرمندگی ہوئی۔

"مائزہ لاسٹ وارننگ ہے اگر تم نے اگلے ہفتے پھر یہی حرکت کی نا پھر میں کان سے پکڑ کر نکال باہر کروں گا"۔ وہ اسے گھورتے ہوئے چلے گئے۔ مائزہ نے رکا ہوا سانس بحال کیا' محریب نے اس کا جائزہ لیا' دھڑے وہ صوفے پر بیٹھا' امی نے خاصی تنقیدی نگاہوں سے دیکھا۔

"محریب! اسے سمجھا دو اگر باپ کا ذرا بھی اسے ڈر ہے تو اتنی رات تک باہر نہ رہا کرے"۔ امی کو خود اس کی یہ عادت سخت ناگوار گزرتی تھی' اس پر ریحان احمد کی ڈانٹ سے انہیں بہت ڈر لگتا تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی' ویک اینڈ تو مجھے اپنی مرضی سے گزارنے دیا کریں"۔ وہ منہ بنانے لگا۔

"بے وقوف یہ کون کہہ رہا ہے کہ تم ویک اینڈ نہ گزارو مگر یار ذرا ٹائم کا خیال کر لیا کرو' اتنے بڑے چھ فٹے کو اگر ابو کہیں کہ مرغا بنو تو اچھا لگے گا"۔ محریب نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔

"اس پر بڑے ابو کہہ دیں انڈا دو' بتایئے کتنا بُرا لگے گا"۔ رافع کی برجستگی بے موقع ہی ہوئی تھی' مائزہ کی اور اس کی تو ویسے ہی کم بنتی تھی۔

"رافع! تمیز سے بڑا ہے وہ تم سے"۔ ناظمہ نے اسے سرزنش کی جو خفیف سا ہو گیا۔

"یہ تو ویسے بہت تمیز سے میرے ساتھ پیش آتے ہیں' ابو سے لگائی بجھائی کرتے ہیں پی جمالو کہیں کے"۔ اسے مائزہ سے الگ پُرخاش رہتی جو چچا جان سے اسے ڈانٹ پڑوا کر حساب برابر کرتا تھا۔

"بڑی امی! آپ کو دادی جان بلا رہی ہیں"۔ یمنیٰ انہیں بلانے چلی آئی تھیں۔ نزہت اور ناظمہ نے ایک دوسرے کو دیکھا' محریب نے بھی پُرسوچ نگاہ اٹھائی۔

"اماں جی ضرور وہی پوچھیں گی کہ جواد نے کیا جواب دیا"۔

"امی! آپ نے دادی جان کو بتایا نہیں کہ عنائیہ کی مرضی کیا ہے؟" محریب کو حیرانگی بھی ہوئی کہ ان سے ابھی تک چھپایا ہوا تھا۔

"ارے بیٹا! کیسے بتا دیں' وہ تو رو رو کر اپنی طبیعت خراب کر لیں گی"۔ نزہت فکرمند لہجے میں گویا ہوئیں اور پھر جانے کے لئے کھڑی ہوئیں۔

"جو بات ہے آپ ان کو بتایئے تو"۔ محریب بضد تھا۔

"کیسے بتا دیں' جتنا انہیں ارمان تمہاری اور عنائیہ کی شادی کا ہے شاید ہی انہیں اپنے کسی بیٹے کی شادی پر ہوا ہو"۔ وہ جھٹ بولیں۔

"لیکن امی! بھائی جان کہہ تو ٹھیک ہی رہے ہیں کہ وہ تو آس لگا کے بیٹھی ہوں گی"۔ مائزہ نے بھی تائید کی۔

"آس لگانا بے کار ہے آپ ساری بات بتایئے انہیں"۔

"مجھ میں تو ہمت نہیں ہے' جواد آئے گا میں اس سے کہوں گی وہ خود تسلی دے"۔ انہیں اماں جی کی بگڑتی حالت کا بھی اندازہ تھا۔

محریب لب بھینچ کے رہ گیا' مائزہ بھی وہاں سے کھسک لیا۔ اب وہ وہاں تنہا تھا' اسے اتنا غصہ تو کبھی نہیں آیا تھا جتنا اب آ رہا تھا عنائیہ پر جو صرف اپنی امی کا سوچ رہی تھی' دادی جان کی ذرا پروا نہیں تھی' وہ کیا کیا ارمان دل میں رکھے ہوئے ہیں اس نے ابھی تک کسی کو اپنی اور عنائیہ کی گفتگو کے متعلق احد اور شاہین کو بتانے کو منع کیا تھا۔

☆

محریب سے بات کرنے کے بعد وہ اتنی ٹینشن میں آ گئی تھی کہ اس کی نیندیں لگ رہا تھا کہ اُڑ گئی ہوں' اسے یہ بھی ڈر لگ رہا تھا کہ محریب نے کہیں گھر میں سب کو نہ بتا دیا ہو' اگر دادی جان کو پتہ چل گیا تو وہ اور بھی رو رو کر اپنی حالت خراب کر لیں گی حالانکہ جواد احمد نے تو بڑے ابو کو کہہ دیا تھا کہ وہ کچھ مہینے رک جائیں' کب سے وہ کمرے میں ٹہل رہی تھی' وشہ بے خبر سو رہی تھی کیونکہ وہ بارہ بجے سو جاتی تھی صبح جلدی اٹھنا بھی ہوتا تھا' سائیڈ ٹیبل پر رکھے الارم سیٹ پر نگاہ دوڑائی 12:20 ہو رہے تھے' دل کہہ رہا تھا کہ محریب سے یہ تو ضرور پوچھے کہ اس نے گھر میں کسی کو بتایا تو نہیں ہے۔

وہ ٹیلی فون سیٹ کا کارڈلیس اپنے کمرے میں لے آئی اگر گھر کے نمبر پر کیا تو کوئی بھی اٹھا سکتا ہے' محریب سے پھر بھی بات نہیں ہو سکے گی' کارڈلیس واپس رکھا اور معارج کے روم میں چلی آئی کہ اس کے سیل سے ہی محریب کے سیل پر بات کرے گی۔

"خیریت آپی!" معارج کمپیوٹر پر بیٹھا کام کر رہا تھا اسے دیکھ کر چونک گیا۔

"معارج! اپنا سیل دو گے مجھے کال کرنی ہے"۔ وہ کچھ جھجکتی ہوئی اندر آئی تھی' پھر اسے رات کے اس پہر سیل مانگنا بھی عجیب لگ رہا تھا کہ جانے وہ کیا سمجھے۔

"سیل؟" وہ حیرانگی سے چونکا۔

"مجھے آنی سے بات کرنی ہے نا' ان کا فون لگتا ہے خراب ہو گیا ہے"۔

"آپی! اس ٹائم؟" وہ اپنا موبائل ڈھونڈنے لگا جو بیڈ پر ڈال کے بھول گیا تھا۔

"ارے تو کیا ہوا ٹائم کا کیا ہے' آنی ویسے بھی دیر تک جاگتی ہیں"۔ اس نے سیل معارج سے لیا اور جلدی سے کمرے سے نکل گئی کہ وہ دوبارہ سوالات نہ شروع کر دے۔

کمرے میں آتے ہی وہ دھڑ سے اپنی ایزی چیئر پر بیٹھی' محریب کا نمبر تو اس میں فیڈ تھا ہی جلدی جلدی فون بک میں چیک کیا اور پھر دھڑکتے دل کے ساتھ کال کر ہی ڈالی' کچھ لمحوں میں ہی کال ریسیو بھی کر لی گئی۔

"ہیلو!" عنائیہ نے خود جلدی سے کہہ دیا تا کہ وہ معارج نہ سمجھ لے۔

"کون؟" دوسری جانب خاصی حیرانگی تھی۔

"میں عنائیہ بول رہی ہوں"۔ ڈرتے جھجکتے ہوئے گویا ہوئی۔

"خیریت آپ کو کیا ایمرجنسی پڑ گئی کہ موبائل پر کال کی"۔ وہ روکھا سرد مہر سا طنز ہی کرنے لگا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے کچھ ضروری"۔

"جو بھی بات کرنی ہے آپ کال بند کریں میں آپ کے گھر کے نمبر پر کال کرتا ہوں' کیونکہ سیل معارج کا یوز کر رہی ہو تم' اس کے پاس اتنا بیلنس نہیں ہوگا کہ تمہاری ضروری بات پوری کر سکے"۔ یہ کہہ کر محریب نے لائن کٹ کردی۔

عنایہ کے تو پسینے ہی چھوٹ گئے' موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور لاؤنج میں آ کر ٹیلی فون سیٹ کے پاس آ گئی پہلی بیل پر اٹھایا' کارڈلیس لے کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

"جی اب کہو کیا رہ گیا ہے کہنے سے کہ تمہیں اتنی ارجنٹ کال کرنی پڑ گئی"۔ وہ اسے اپنی خفگی دکھا رہا تھا۔

"مجھے آپ سے یہ کہنا تھا کہ آپ......"

"کہ آپ اس دن کی باتیں پلیز گھر میں کسی کو نہ بتایئے گا' یہی کہنا تھا نا"۔ آگے کا جملہ محریب نے ادا کیا۔ عنایہ تو گنگ رہ گئی یعنی وہ سب ہی جانتا تھا اسے اور ہی شرمندگی ہوئی' آگے بات کیا کرتی جب وہ سب بول چکا تھا۔

"مس عنایہ جواد احمد! میں آپ کی طرح بے وقوفیاں نہیں کرتا' کیا بات کرنی ہے اور کب کرنی ہے' کس سے کرنی ہے سب سمجھتا ہوں"۔ تیز لہجے میں جتایا۔ وہ لب کچلنے لگی' محریب کے لب و لہجے میں ناگواری اور غصہ بھی تھا۔

"دادی جان کی وجہ سے کہہ رہی ہوں میں"۔

"بہت پروا ہے نا تمہیں دادی جان کی جب ہی اپنا فیصلہ سنا کے یہاں روانہ کر دیا ہمیں اپنا لیٹر"۔ وہ پھر بولا۔

"میں نے کچھ غلط تو نہیں کہا ہے"۔ وہ روہانسی ہو گئی۔

"جنھوں نے یہ رشتہ طے کیا ہے وہ سب غلط ہیں کیونکہ عقل تو آپ ہی رکھتی ہیں باقی تو سارے گھاس چر گئے ہیں"۔ محریب کو بھی آج اسے سنانے کا موقع مل گیا۔

"یاد رکھنا عنایہ! لاکھ تم کہو اور چاہو میں شادی تاں اب نہیں' کبھی کروں گا"۔

"پلیز! آپ میری بات سمجھیے تو"۔

"تم زیادہ عقلمند ہو تم سمجھتی رہو میرا دماغ اتنا فضول نہیں ہے کہ تمہاری بے مصرف باتوں کو سمجھتا رہوں لیکن عنایہ! یہ تم یاد رکھنا اگر دادی جان کو کچھ ہوا اس کی ذمہ دار تم ہو گی"۔ وہ چیخا ورنہ وہ کبھی کسی پر غصہ تک نہیں کرتا تھا۔ عنایہ ہکا بکا سی رہ گئی تھی' فون وہ بند کر چکا تھا' اس کی آنکھوں میں موتی آ گئے تھے' کتنی بڑی بات اس نے کہہ دی تھی' لب کاٹنے لگی وہ آخر کرے تو کیا کرے اپنی ماں کو اگنور کرے یا اپنی دادی جان کو اگنور کرے' وہ اس جگہ آ کر پھنس ہی گئی تھی' کسی سے کہتی بھی تو کیا الٹا اسے ہی سننے کو ملتا تھا' مگر اس نے اپنے اللہ سے خوب رو رو کے دعائیں مانگی تھیں کہ حالات اس کے حق میں کر دے۔

..............☆..............

"میری خاموشی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہے' اپنے آپ کو زیادہ ہی عقلمند سمجھتی ہے"۔ محریب نے ریسیور کریڈل پر زور سے پٹخا تھا اور اپنے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا' ذہن اس وقت صرف اسے ہی سوچ رہا تھا جو دل کے ایوانوں میں بچپن سے بسی ہوئی تھی۔

"صرف ایک بار مجھے یہ تو کہتی کہ میں اور آپ مل کر اس خاندان کو جوڑیں گے لیکن تم نے خود ہی فیصلہ کیا' میری ذرا بھی اہمیت نہیں تھی تمہاری نظر میں"۔ وہ خود سے ہمکلام تھا' نیم دراز وہ بیڈ پر تھا فون کی بیل ہوئی تو محریب کی ساری حسیات بیدار ہو گئیں' سی ایل آئی پر نمبر دیکھا تو سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"یس محریب اسپیکنگ"۔ لہجے کو کچھ سرد سا بنایا۔

"مم...... میں عنایہ بول رہی ہوں"۔ ڈری سہمی اور جھجکتی ہوئی آواز ایئر پیس سے نکلی تھی۔

"خیریت...... اب کون سا فیصلہ سنانا ہے"۔ طنز سے باز نہ آیا۔

"دادی جان کی طبیعت کیسی ہے؟"

"اوہ...... مائی گاڈ عنایہ! اتنی رات کو تم نے دادی جان کی خیریت پوچھنا مجھ سے ہی مناسب سمجھا اور لوگوں سے نہیں پوچھ سکتی ہو"۔ جھنجلائی کھسیائی ہوئی آواز میں گویا ہوا تھا۔

"جی وہ میں پوچھ سکتی تھی مگر پھر"۔

"سنو! اگر دادی جان کی اتنی ہی فکر ہے تو اپنے فیصلے مسلط کر کے بار بار یہ کیوں چیک کر رہی ہو کہ میرا موڈ کیسا ہے"۔ وہ تو جیسے ہر بات سے ہی آگاہ تھا۔

"جی ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے"۔ یہ کہہ کر لائن ہی کٹ کردی۔

"بے وقوف لڑکی! اتنا بڑا قدم اٹھا لیا ہے اب فکر بھی ہے"۔ وہ بڑبڑایا۔ اٹھا لائٹ آف کی اور سونے کی کوشش کرنے لگا' صبح آٹھ بجے وہ اٹھتا تھا' دوسرے دن بھی حسب معمول فریش چہرے کے ساتھ اٹھا تھا' تک سک سے تیار بلیو پینٹ پر اسکائی بلیو کاٹن کی کلف لگی شرٹ میں خاصا ڈیسنٹ اور چارمنگ لگ رہا تھا' ناشتہ اور اخبار ساتھ ساتھ ہی ہوتا تھا۔

"محریب! تمہاری دادی جان تمہاری شادی کے متعلق ہی پوچھے جا رہی ہیں بیٹا تم انہیں تھوڑا سمجھا دو"۔ نزہت نے اس کے کپ میں گرم چائے ڈالی' اس نے اخبار سائیڈ پر رکھا اور سر ہلا کر رہ گیا۔

"جی اچھا"۔ جلدی جلدی ناشتہ ختم کیا اور دادی جان کو سلام کرنے ان کے کمرے میں آ گیا' وہ لیٹی ہوئی تھیں اسے دیکھ کر جیسے کھل ہی گئیں۔

"السلام علیکم دادی جان"۔ مسکرا کے انہیں دیکھا' دادی جان نے اس کے ماتھے پر پیار کیا۔

"جیتا رہے ماں کا کلیجہ ٹھنڈا رہے"۔ دل سے دعائیں دے ڈالیں۔

"یہ بتایئے طبیعت کیسی ہے؟"

"ارے بیٹا! طبیعت کا کیا ہے اب تو یہ زندگی کی ساتھی ہے' بس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمت دے"۔

"ارے آپ تو فوراً اداس ہو جاتی ہیں"۔ اس نے ان کے ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لے کر تھپکے تھے۔

"یہ جواد بھی پلٹ کے نہیں آیا' کب تک کرے گا شادی؟"

"دادی جان! آپ کو اتنی جلدی بھی کیا ہے شادی کی"۔ وہ پہلو بدل کے گویا ہوا' اس کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہا تھا کہ انہیں تسلی دے تو کیسے دے۔

"میری بچی کو اس گھر سے گئے دو سال ہو گئے ہیں' میں چاہتی ہوں کہ اب ہمیشہ کے لئے وہ اس گھر میں آ جائے"۔ ان کے چہرے اور انداز میں بے تابی تھی' محریب لب بھینچ کر رہ گیا تھا' اگر انہیں تسلی اور اطمینان کے الفاظ کہے بھی تو کیسے کیونکہ وہ رونے ہی لگتی تھیں۔

"سمیرا نے میرے بچوں کو مجھ سے دور کر دیا' ارے اسے کاہے کی کمی تھی' آئے دن کے ہنگاموں سے جھنجلا کے ہی تو جواد خود الگ ہو گیا تھا کہ وہ سب کو ہی تنگ کرتی تھی"۔

"دادی جان! کیا پتہ عنایہ بھی ان کی طرح ہو اور اگر اس نے بھی یہی کچھ کیا تو......"

"نہ میری بچی ایسی نہیں ہے' وہ تو اتنی خاموش سی ہے کہ اپنی ماں کے آگے تک بھی کبھی زبان نہ چلائی' ہاں البتہ

وشا اور معارج بھی ماں سے اڑ جاتے تھے"۔ وہ جھٹ اس کی نفی کرنے لگیں۔

"میری بچی تو اتنی صابر و شاکر ہے کہ کبھی منہ سے کسی بات کی شکایت نہیں کی ہے"۔ دادی جان کے لہجے میں عنائیہ کے لیے شہد ہی ٹپک رہا تھا اور اس لمحے بس خاموشی سے سنتا رہا تھا۔

"اچھا آپ اتنی فکرمند نہ ہوں شادی بھی ہو ہی جائے گی"۔

"محریب! کہیں تو" تو کسی دوسری لڑکی کے چکر میں تو نہیں پڑ گیا، دیکھو میری بہت معصوم سی بچی ہے اس کے ساتھ کوئی ظلم نہیں کرنا"۔ انہوں نے محریب کو گویا ڈپٹ کے ہی کہا تھا۔

"ارے آپ نے ایسا سوچا بھی کیوں؟" وہ ان کی سادگی پر مسکرایا۔ جتنی دیر وہ بیٹھا انہیں تسلیاں ہی دیتا رہا تھا وہ انہیں کیا بتاتا کہ ان کی لاڈلی چہیتی پوتی کیا کچھ پلان کر کے بیٹھی تھی، وہ تو صبر کے گھونٹ اندر اتار چکا تھا اس کی عادت بھی نہ تھی کہ کسی پر غصہ ظاہر کرتا لیکن کل سے وہ جس انتشار کا شکار تھا وہی جانتا تھا بچپن سے ہی وہ ڈری سہمی سی نظر آئی تھی مگر اب تو اس کا روپ ہی دوسرا تھا، اعتماد، یقین سا اسے عنائیہ کو خفگی دکھانے کو دل چاہ رہا تھا کہ اگر وہ اس کے لیے فکرمند ہے تو اچھا ہے کم از کم اسے اس کی پرواہ تو ہے۔

..........☆..........

شامین نے اسے بازار جانے کے لیے بلوا لیا تھا حالانکہ وہ کئی دنوں سے ڈسٹرب تھی، کیونکہ محریب کا سرد مہر انداز پھر اسے یہ بھی ڈر تھا کہ سب کو وہ بتا نہ دے، کتنی شرمندگی بھی ہو گی پھر دادی جان پر کیا گزرے گی۔

"سنو عنائیہ! ایک دن پہلے سے آنا ہو گا تمہیں"۔ شامین نے اسے گم صم دیکھا جو شاپنگ کے دوران بھی غائب دماغی سے ہی مشورے دیتی رہی تھی۔

"اے لڑکی! کیا ہو گیا ہے کیوں اتنی سوچوں میں گم ہو؟" اس نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھنے کے بعد عنائیہ کا جائزہ لیا، چہرہ کچھ پریشان تھا۔

"آں...... ہاں کچھ نہیں"۔ فوراً ہی سنبھل بھی گئی۔

"بات تو خیر مجھے پتہ ہے کچھ ہے اور جانتی بھی ہوں کہ کسے سوچ رہی ہو"۔ وہ معنی خیزی سے استفسار کر رہی تھی جبکہ وہ پہلو بدل کر اپنے تاثرات چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔

"جانتی ہیں تو کیوں پوچھ رہی ہیں"۔ دھیمی سی اس کی مسکراہٹ تھی۔

"دیکھو عنائیہ! جب تم نے سب اللہ پر چھوڑ دیا ہے تو بے فکر ہو جاؤ" وہ بہتر ہی فیصلہ کرے گا"۔ اس نے اطمینان دلایا۔

"مجھے اپنے اللہ پر یقین ہے ایک دن فیصلہ میرے حق میں ہی ہو گا"۔ لہجے میں یقین، اعتماد اور وثوق چھلک رہا تھا۔

"لیکن شامین بھابی! مجھے ان سے اس حد تک زود ہونے کی توقع نہیں تھی"۔

"محریب بھائی صرف نانی جان کی وجہ سے مجبور ہیں، ان کی خاطر ہی وہ یہ سب چاہ رہے ہیں کہ شادی جلدی ہو"۔

"دادی جان کا مجھے بھی خیال ہے اور پھر سب سے زیادہ میں ان کے قریب رہی ہوں، بچپن سے ہی انہیں ہی تو اپنے اطراف میں دیکھا ہے، میں ان کا خیال کر کے ہی تو کہہ رہی ہوں کہ کچھ دن رک جائیں"۔ وہ نگاہ نیچی کیے لب کچلنے لگی۔

"تمہیں تو پتہ ہی ہے کہ محریب بھائی جتنے ٹھنڈے مزاج کے ہیں اتنے ہی کم گو بھی ہیں، عنائیہ! تمہیں ان کی بات جاننا ہو گی، ان کی بھی تو بات سنو"۔

"کیسے سنوں میں، جب انہوں نے اتنی بڑی بات کہہ دی کہ وہ اس رشتے پر کب خوش ہیں، کہہ رہے ہیں کہ مجھ سے پوچھ کر کب کیا گیا تھا"۔ اسے ایک یہی احساس تو اور مارے ڈال رہا تھا کہ محریب نے اس کے دل و دماغ کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔

"وہ تو انہوں نے غصے میں کہہ دیا ہے، مجھے پتہ ہے وہ تمہیں پسند کرتے ہیں"۔

"بھابی! اس بات کے بعد تو میں اور ہی ٹوٹ گئی ہوں، لیکن مجھے اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ امی اور دادی جان میں صلح ضرور ہو گی"۔

"انشاء اللہ! ضرور ہو گی تم اپنا دل محریب بھائی کی طرف سے بدگمان نہیں کرنا، وہ بس نانی جان کی وجہ سے ایسا بولے ہیں"۔ شامین نے گویا اس کو تسلی دی۔

"کیا بات ہے کھانا لگا یا نہیں"۔ احد ریان کو لیے لاؤنج میں ہی آ گیا، دونوں خاموش ہو گئیں۔

"ابھی لگاتی ہوں، ساری چیزیں امی کو دکھا رہی تھی"۔ شامین بکھرے شاپرز سمیٹنے لگی تھی۔

ریان نے صوفے پکڑ کر لاؤنج میں چلنا شروع کر دیا تھا، عنائیہ بھی لاؤنج سے بکھری چیزیں سمیٹوانے لگی، پھر اس نے علینہ کے ساتھ مل کر کھانا لگوایا کیونکہ عنائیہ کو گھر جانا تھا، ریان کی برتھ ڈے سنڈے کو تھی۔ صرف ایک ہفتہ باقی تھا، احد نے ہوٹل میں ہی فنکشن ارینج کیا تھا حالانکہ احمد منع بھی کر رہا تھا کہ اتنے بڑے پیمانے پر نہیں کریں گے برتھ ڈے کا فنکشن وہ تو حسنہ نے کہا کہ ان کا پہلا پوتا ہے دھوم دھام سے برتھ ڈے اور عقیقہ ساتھ ہی کریں گے۔

کھانے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ محریب کی آمد ہوئی، عنائیہ تو جھجک سی گئی، لیمن کلر کے پرنٹڈ کاٹن کے لباس میں اپنے سادہ سراپے سمیت وہ اسے دیکھنے پر مجبور کر گئی۔

"میں تو سمجھا کہ تم نہیں آؤ گے"۔ احد نے شرارت سے کہا۔ وہ جھینپا ہوا ہال کمرے میں ہی ان سب کے درمیان بیٹھ گیا مگر چہرہ عنائیہ کی جانب سے سپاٹ بنا لیا۔

"محریب! گھر میں تو سب ٹھیک ہیں؟" حسنہ نے پوچھا۔

"الحمد للہ اب ٹھیک ہیں، مگر دادی جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، کل بھی ان کا بلڈ پریشر ہائی ہو گیا تھا"۔ اس نے گویا عنائیہ کو ہی جتایا۔

"اماں جی کو ہر وقت جواد بھائی کی اور بچوں کی فکر رہتی ہے، جب سے وہ گھر سے گئے ہیں"۔ حسنہ تاسف سے گویا ہوئیں۔ محریب سر جھکائے ان کی باتیں سن رہا تھا، پھپھا جان سے کچھ دیر علیک سلیک کرنے کے بعد اسے احد نے گھیر لیا۔

"اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تم نے اس وجہ سے بلایا ہے تو کبھی نہیں آتا"۔ اشارہ عنائیہ کی جانب تھا جو اٹھ کر اندر چلی گئی تھی، اسے جانے کی جلدی تھی۔

"میں نے سوچا کہ ثواب حاصل کر لوں، کافی دنوں سے دیدار سے محروم ہو"۔

"فضول بکواس نہیں کیا کرو"۔ وہ جھینپ گیا۔

"احد بھائی! عنائیہ باجی کہہ رہی ہیں کہ انہیں جلدی گھر چھوڑ آئیں، گھر سے وشہ کا فون آ گیا ہے"۔ علینہ اسے کہتے اندر آئی تھی۔

"اس سے کہو کہ تیار ہو کے باہر آئے"۔ احد نے ہانک لگائی۔

"ستو! اتم اسے گھر چھوڑ کے آؤ' کیونکہ بہت ڈری ہوئی ہے تمہارے اس دن کے زوڈ رویے کی وجہ سے"۔

"میں نے کوئی ایسا رویہ نہیں رکھا تھا جو اصل بات تھی بیان کی تھی"۔ وہ ٹھٹک گیا۔

"یار! تم اس کی بات بھی تو سمجھو"۔ احد نے سر پیٹ لیا۔

"میں سمجھتا ہوں جو وہ چاہ رہی ہے لیکن احد! دادی جان اتنا انتظار تو نہیں کریں گی' ذرا سی طبیعت بگڑتی ہے مایوسی کی باتیں کرتی ہیں"۔ وہ رنجور اور دل گرفتہ بھی ہو رہا تھا۔

"جو بھی ہو' تم نے عقل مندی سے یہ سب کرنا ہے' دیکھو عنایہ بہت صلح جو لڑکی ہے' جیسا تو ٹھنڈے مزاج کا ہے ویسی ہی وہ ہے' عام لڑکیوں کی طرح ذرا نخرہ نہیں ہے' شکر کرو جو اتنی اچھی لڑکی تجھے مل رہی ہے"۔ احد نے اس کے شانے پر تھپکی دے کر گویا احساس دلایا تھا۔ اتنے میں وہ سر پر قرینے سے دوپٹہ اوڑھ کے چلی آئی تھی' محریب کو دیکھ کر نروس سی ہونے لگی۔

"ستو! اموقع مل رہا ہے چھوڑ کے آتا ہے"۔

"کیا میں......" وہ گھبرا گیا۔

احد نے اس کی بالکل نہ سنی' عنایہ کی بھی دھڑکن تیز ہو گئی' آج دوسری بار وہ اور محریب اتنے قریب تھے' مسلسل خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی' محریب بے کلی رکھے ہوئے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا' دل کی ہر دھڑکن عنایہ کو پکار رہی تھی جو اس کے اتنے پاس تھی کہ وہ محسوس کر سکتا تھا۔

☆

تمام سفر خاموشی کی نذر ہوا تھا' دونوں میں سے کسی نے بھی بات نہ کی تھی' گاڑی خوبصورت سے بنگلے کے آگے رکی تو عنایہ چونک گئی' گھر آ چکا تھا' محریب فان کلر کے کمیض شلوار میں ملبوس اتنا وجیہہ و شکیل اور سنجیدہ تھا کہ ایک نگاہ ضرور ڈال کر رہ گئی تھی' یہ کیا وہ بھی ڈرائیونگ ڈور سے نکلا اور گاڑی لاک کی اور آگے آ گیا' آج وہ کتنے عرصے بعد اندر قدم رکھ رہا تھا' بیل پر ہاتھ اسی نے رکھا تھا' رات کے دس بج چکے تھے' گیٹ معارج نے کھولا تھا۔

"السلام علیکم! آپ......" وہ خوشی سے بولا اور فوراً بغلگیر ہو گیا' عنایہ تو فوراً ہی اندر آ گئی' اسے امی سے بھی ڈر لگ رہا تھا کہ پتہ نہیں وہ محریب سے کیسے انداز میں ملیں۔

"ارے محریب بیٹا! کیسے ہو؟" جواد احمد تو حیرت زدہ ہی رہ گئے' وشہ بھی آ گئی تھی' محریب کو ڈائننگ روم سے ملحق لاؤنج میں ہی بٹھا دیا گیا تھا' سمیرا بیگم کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر چہل قدمی کر کے وہ پورچ سے اندر آ گئی تھیں' ان کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات واضح موجود تھے۔

"تم تو حسنہ کے گئی تھیں"۔ سمیرا بیگم کے لہجے میں طنز اور ناگواری چھلکی۔

"چچی جان! میں پھپھو کے گھر گیا تھا' میں نے سوچا کہ میں ڈراپ کر دیتا ہوں عنایہ کو"۔ محریب کو ان کا انداز چبھا۔ عنایہ تو لب کچل رہی تھی' وہ محریب کی بھی بے عزتی نہیں چاہتی تھی کہ سمیرا بیگم کریں۔

"چلو اچھا کیا بیٹا! تم اس بہانے آ تو گئے"۔ جواد احمد کو زیادہ خوشی ہو رہی تھی۔

"اور سمیرا چچی! آپ کیسی ہیں؟" اس نے فارملٹی نبھائی۔

"کیوں تم بھی پوچھنے آئے ہو؟" ایک تیر ہی پھینکا۔

"سمیرا! لہجے کو درست رکھو"۔

"کیوں میرا لہجہ ایسا کون سا بُرا ہے جو درست رکھوں"۔ وہ کلس کے گویا ہوئیں۔ محریب پہلو بدل کر ہی رہ گیا' وشہ لوازمات سے پُر ٹرے لے کے آئی تھی' وہ بھی تاسف بھری سانس بھر کے رہ گئی۔

"ارے چاچو! ایسی کوئی بات نہیں ہے' سمیرا چچی نے ٹھیک انداز میں پوچھا ہے"۔ اس نے ہی بات برابر کرنی چاہی۔ سمیرا کچھ خجل سی ہو گئیں کیونکہ محریب کی فراخ پیشانی پر ایک بل بھی نہیں آیا تھا۔

"ہر بات کی حد ہوتی ہے"۔

"ارے چاچو! آپ کیوں اتنا غصہ ہو رہے ہیں"۔ محریب انہیں ٹھنڈا کرنے کے لئے ان کے قریب ہی بیٹھا تھا' وشہ نے لوازمات ٹیبل پر رکھنے شروع کر دیئے تھے' عنایہ کمرے سے باہر کھڑی لب کچلتی ہوئی سن رہی تھی' وہ محریب کے اتنے صلح جو انداز پر متحیر زدہ بھی رہ گئی تھی' اس نے ذرا بھی امی کی بات کا بُرا نہیں منایا تھا۔

"ایک تو بیٹا! تم کتنے دنوں بعد آئے ہو' مجھے شرمندگی ہو رہی ہے"۔ ندامت میں گھرنے لگے' سمیرا نخوت زدہ انداز میں انہیں دیکھتی ہوئی چلی گئی تھیں۔

"کوئی بات نہیں' مجھے کچھ بھی بُرا نہیں لگا ہے"۔ وہ مسکرایا۔

"محریب بھائی! شروع کریں"۔ وشہ نے کسٹرڈ ایک پیالی میں نکال کر دیا' جو اس نے معارج کے کہنے پر آج بنایا تھا۔

"اس وقت گنجائش تو نہیں ہے' لیکن تم اتنے پیار سے لائی ہو اس لئے تھوڑا چکھ لیتا ہوں"۔ اس نے وشہ کے ہاتھ سے پیالی لی تھی۔ معارج بھی آ گیا تھا' وہ اس سے پڑھائی کے متعلق بات کرنے لگا تھا۔ اتنے میں عنایہ چائے بنا کے لے آئی تھی' محریب نے اچٹتی نگاہ ڈالی تھی' وہ سینٹرل ٹیبل پر ٹرے رکھ چکی تھی۔

"میں آنے کا بھی سوچ رہا تھا' آج کل ذرا آفس کی مصروفیت بھی بہت ہے"۔

جواد احمد نے بتایا انہوں نے لیدر فیکٹری دو سال پہلے ہی شروع کی تھی' اب انہیں کافی ترقی بھی ملی تھی کہ ان کے حالات اور نکھر گئے تھے۔

"آپ کو دادی جان بہت یاد کر رہی تھیں"۔ وہ چائے کے سپ لینے لگا۔ عنایہ اس کا کپ رکھ کر چلی گئی تھی' اس کا دل عجیب گھبراہٹ کا شکار تھا' اسے یہ ڈر بھی ہو رہا تھا کہ اگر خدانخواستہ دادی جان کی طبیعت بگڑ گئی تو محریب پھر تو اسے بالکل ہی معاف نہیں کرے گا' وہ فوراً ہی عشاء کی نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی تھی' اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ کب محریب گیا' کافی دیر تک پنج سورہ اور دیگر سورتیں پڑھتی رہی تھی' وہ تو وشہ اندر آئی تو پتہ چلا کہ محریب کافی دیر تک ابو سے باتوں میں مصروف رہے تھے' لیکن اس نے یہ نہیں پوچھا کہ باتیں کون سی تھیں لیکن اتنا تو وہ بھی جانتی تھی کہ موضوع وہی دونوں ہی ہوں گے۔

☆

احد کے بیٹے کی برتھ ڈے اور عقیقہ تھا اس لئے وشہ کو تو سب سے ملنے کی زیادہ خوشی تھی' شاہین نے تو عنایہ' وشہ اور یمنیٰ کو پہلے ہی بلا لیا تھا کیونکہ یہاں پر صرف علینہ تھی اس لئے سب مل کر محفل سجائے ہوئے تھے' فائق اور مائرہ بھی وہیں تھے تو اور محفل زعفران زار تھی۔

"سن مائرہ! آج ابھی تک لڑائی نہیں ہوئی وشہ سے؟" اس نے مائرہ کے کان میں سرگوشی کی۔

"دیکھو! ابھی سلگاتا ہوں"۔ مائرہ کی پرشوخ نگاہیں وشہ کا طواف کرنے لگیں جو شاکنگ کھدر کے سوٹ میں اپنے شولڈر کٹ بالوں کو کیچر میں مقید کئے علینہ اور یمنیٰ سے باتوں میں لگی ہوئی تھی۔

"تمہیں یہاں پھپھو اور بھابی نے ماڈلنگ کروانے کے لئے نہیں بلایا ہے بلکہ ہاتھ پیر چلانے کو بلایا ہے"۔ اس نے وشہ کے سر پر جا کر دھاوا ہی بولا' وہ دانت پیس کے مائزہ کو ناگواری سے دیکھنے لگی۔

"دیکھیے! یہاں میں آپ کے منہ لگنے نہیں آئی ہوں"۔ وشہ کے تو سر پر جا لگی۔

"کیوں ارادہ پہلے یہی تھا"۔ لہجہ معنی خیز اور شوخ ہو گیا۔

"پھپھو! پھپھو!" وشہ نے حسنہ کو پکارنا شروع کر دیا۔ حسنہ تو گھبرائی ہوئی چلی آئی تھیں کیونکہ سب ہی حیرانگی سے اسے چیختا ہوا دیکھنے لگے تھے۔

"آہستہ بولو"۔ مائزہ گڑبڑا ہی گیا۔

"کیا ہو گیا شروع ہو گئی لڑائی"۔

"پھپھو! انہیں سمجھالیں"۔ وہ منہ ہی بسورنے لگی۔

"وشہ ذرا آواز کو آہستہ کر لو کیا شور مچانے لگی ہو"۔ عنایہ کو بھی ناگوار گزرا تھا۔

"آپی! انہیں بھی تو دیکھیں"۔

"بھابھو تو مجھے دیکھتی ہی رہتی ہیں لگتا ہے تم نے دیکھنا چھوڑ دیا ہے"۔ لہجہ شرارتی اور ذومعنی تھا' فائق دبی دبی ہنسی ہنس رہا تھا۔

"میں نے جوکروں کو دیکھنا چھوڑ دیا ہے"۔ نخوت سے منہ بنا کر بولی تھی۔

"بس کرو وشہ! مائزہ بھائی تو تمہیں مذاق میں کہہ رہے ہیں"۔ علینہ نے فوراً سائیڈ لی۔

"میں کوئی مذاق میں نہیں کہتا' ہر بات سیریس کہتا ہوں"۔ جھٹ نفی کی۔

"مائزہ چپ کر جاؤ"۔ پھپھو بے زاری ہو گئیں تو اسے سرزنش کی۔

احد آیا تو مائزہ کو چپ کرایا کیونکہ وشہ تو تن فن ہو رہی تھی' عنایہ نے اسے بھی ڈانٹ کے بٹھا دیا تھا۔

عنایہ سب کے لئے ہی چائے بنا کے لائی تھی سارے پورے ہال میں پھیلے بیٹھے تھے ایسے میں پھر محریب کی بھی آمد ہو گئی کیونکہ احد نے اسے دھمکیوں کے بعد بلایا تھا۔

"عنایہ! ایک کپ اسپیشل سی چائے محریب کے لئے بھی لاؤ"۔ احد نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے محریب کو دیکھا جو سپاٹ چہرے کے ساتھ بڑے صوفے پر بیٹھ گیا اور اپنی توجہ ریان پر جما دی جو اپنے کھلونوں سے کھیل رہا تھا۔

"بھابھو! پیار سے لائیے گا"۔ پیچھے سے مائزہ نے بھی ہانک لگائی۔ شامین کو ہنسی آ گئی وہ بھی کچن میں ہی چلی آئی تھی' عنایہ نے چائے کا پانی چڑھا دیا تھا مگر وہ سوچوں میں بھی گم تھی۔

"عنایہ! اگر تم چاہو تو محریب بھائی سے بات کروا دوں تمہاری؟"

"نہیں مجھے اب ان سے کوئی بات نہیں کرنی ہے' میں چاہتی ہوں کہ جو تھوڑا بہت بھرم ہے وہ تو رہے' خوامخواہ گھر کے بڑوں کو خبر ہو گئی تو شرمندگی الگ ہو گی"۔ وہ کپ کاؤنٹر پر رکھنے لگی' شامین نے اس کا ہاتھ پکڑا اور چیئر پر بٹھا دیا۔

"تمہیں محریب بھائی کا سرد رویہ دکھ دے رہا ہے نا؟"

"بھابی! دکھ کی کیا بات کروں' مجھے تو یہ دکھ ہوتا ہے کہ ہم سب لوگ سب سے الگ ہیں' صرف امی کی وجہ سے"۔ وہ افسردگی سے گویا ہوئی۔

"اب کیا کر سکتے ہیں' مامی کو جانے کیوں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم سب ان سے خوش نہیں ہیں"۔ شامین نے بھی تاسف کا اظہار کیا۔

"کیا بات ہے بھئی! ایک کپ چائے میں کتنی دیر لگتی ہے"۔ احد نے اندر قدم رکھا تو دونوں ہی گڑبڑا گئیں' عنایہ نے پشت پھیر کر اپنے آنسو صاف کیے' احد نے اشاروں میں شامین سے پوچھا۔

"چائے تیار ہے؟" شامین نے کہا۔ عنایہ ان دونوں کے درمیان سے نکل کر باہر چلی گئی کیونکہ اپنے تاثرات اس وقت کنٹرول کرنا مشکل ہی لگ رہا تھا۔

"محریب بھائی کی وجہ سے پریشان ہو رہی تھی"۔ شامین بولی۔

"ارے اس سے کہو فکر نہیں کرے' محریب ٹھیک ہے بس کچھ غصہ اور ناراضی ہے جو صرف اپنوں کو ہی دکھاتا ہے"۔ وہ شامین کو چائے نکالتے ہوئے دیکھنے لگا۔

"وہ بہت حساس ہو رہی ہے"۔

"تم اسے اطمینان دلاؤ کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے' میں محریب کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ کس مزاج کا ہے' نہ وہ غصہ کرتا ہے اور نہ ہی دکھاتا ہے' ہاں البتہ نانی جان کے معاملے میں وہ اس بار زیادہ ہرٹ ہو رہا ہے"۔ اس نے ٹرے ہاتھ میں تھامی' دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے ہال میں آ گئے جہاں مائزہ اور وشہ کی محاذ آرائی جاری تھی۔

"مائزہ یار! چپ کر جاؤ"۔ محریب نے اسے اشاروں سے منع بھی کیا۔

"محریب بھائی! میں محض ان کی وجہ سے دادی جان کے گھر نہیں آتی ہوں"۔ وہ لمبے لمبے سانس لے کے گویا ہوئی۔

"وہاں کون سا کوئی تمہارے لئے مرا جا رہا ہے' نہیں آتی ہو تو نہ آؤ' ایک دن تو آنا ہی پڑے گا"۔ وہ عام سے لہجے میں بولتا ذومعنی انداز میں بولا تھا۔ فائق اس کی معنی خیزیاں سب سمجھتا تھا' وہ مسلسل ہنس ہی رہا تھا۔ احد نے محریب کو باہر لان میں بلایا' دونوں کین کی چیئر پر بیٹھ گئے تھے' اندر وہ سب اپنی اپنی خوش گپیوں میں لگے تھے' اس وقت رافع نہیں تھا ورنہ وہ اچھا خاصا فائز کو تپا ہی دیتا تھا۔

☆

"تم اپنے بکھیڑوں کو آج جلدی نمٹا دینا' حسنہ کے پوتے کی برتھ ڈے کا فنکشن ہے"۔ وہ انہیں گویا حکم دینے کے ساتھ یاد دلا رہے تھے۔ معارج سر جھکائے ناشتہ کر رہا تھا اس نے چونک کر سیرا بیگم کے تاثرات دیکھے جو خاصے ناگواری لئے ہوئے تھے۔

"میرا جانا اتنا ضروری بھی نہیں ہے"۔

"ضروری نہیں ہے لیکن جانا ضرور ہے' ایک ایک شخص تمہیں پوچھتا ہے"۔ جواد احمد نے ان کے چہرے کو دیکھا جو کاٹن کے زرد لباس میں اتنا اکڑ کر بیٹھی ہوئی تھیں کہ انہیں کوفت ہی ہوتی تھی۔

"اب تمہارے گھر والوں کو کیا فکر رہتی ہے جو پوچھتے ہیں' نکالا بھی انہوں نے ہی تھا"۔

"انہوں نے نہیں نکالا تھا بلکہ میں تمہیں وہاں سے نکال کر لایا ہوں' سوائے تم مجھے ٹینشن دینے کے کرتی کیا تھیں"۔ وہ تیز لہجے میں بولے۔

"سب سے بڑی ٹینشن تمہاری ماں ہے"۔

"خبردار جو تم نے میری ماں کو کچھ بولا تو"۔ وہ شہادت کی انگلی اٹھا کر غضبناک انداز میں دھاڑے تھے۔

"یہ جو تم آج یہاں نظر آ رہی ہو میری ماں کی بدولت نظر آ رہی ہو"۔

"پلیز ابو!" معارج کھسیا کر کھڑا ہو گیا۔

"ذرا لحاظ نہیں کرتے ہو اولاد جوان ہے میری تضحیک کرتے رہتے ہو"۔ وہ جلبلانے کے ساتھ روہانسی بھی ہو گئیں۔

"امی ابو آپ کا ہر طرح سے لحاظ کرتے ہیں لیکن آپ کبھی بھی دادی جان کا لحاظ نہیں کرتی ہیں' انہیں بُرا بھلا کہتی رہتی ہیں"۔

"تم چپ کرو' تینوں اپنے باپ کے حمایتی بن جاتے ہو"۔ وہ تو تنک گئیں۔

"تم نے سوائے بچوں کو جھڑکنے کے دیا کیا ہے"۔ جواد احمد چیئر گھسیٹ کے کھڑے ہو گئے' معارج تاسف سے سر ہلا کر کمرے سے ہی نکل گیا' آج تو ویسے ہی چھٹی تھی اس کا ارادہ بھی حسنہ پھپھو کی طرف جانے کا تھا۔

"میرے بچوں کے سامنے مجھے جھڑکتے ہو"۔

"تمہارے جواب میں جھڑکتا ہوں' کبھی تم سیدھے منہ بات کرتی ہو' مجھے یہ بتا دو تمہیں اپنی جوان بیٹی کی فکر ہے کہ وہ شادی کی عمر کو پہنچ گئی ہے اسے اس کے گھر کا کرو"۔ وہ اپنی لال انگارہ آنکھوں سے انہیں گھور رہے تھے۔

"مجھے اپنی بیٹی بھاری نہیں ہے"۔ وہ جیسے لاجواب ہی ہو گئی تھیں۔

"تم صرف اپنے متعلق سوچتی ہو' اپنی ایک دنیا بنائی ہے' نہ دین کی فکر ہے' نہ عمر کا لحاظ ہے"۔

"کیوں کیا ہو گیا ہے میری عمر کو' تم سے دس سال چھوٹی ہی لگتی ہوں' ابھی تک میں نے اپنا خیال رکھا ہوا ہے تو تمہیں کیا اعتراض ہے"۔ وہ تفاخر زدہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

"اعتراض مجھے نہیں لوگوں کو ہے کہ ماں کو دو جوان بیٹیوں کے آگے بھی جوان بننے کی فکر رہتی ہے' سمیرا! ہوش کرو سوچو ہماری بیٹیاں جوان ہیں"۔

"تم ہو نہ سوچنے والے' سوچو مگر یہ بات یاد رکھنا عنایہ کی شادی میں کسی صورت بھی تمہارے بھتیجے سے نہیں ہونے دوں گی"۔ وہ اپنے موقف پر ڈٹی ہوئی تھیں۔

"لیکن تم بھی یاد رکھنا' عنایہ کی شادی ہو گی تو محریب سے ہی ہو گی"۔

"میں قیامت تک نہیں ہونے دوں گی"۔ ضدی تو وہ شروع سے ہی تھیں' جب ہی تو سسرال والوں سے انہوں نے آج تک بنا کے ہی نہ رکھی تھی۔

"سن لو تم کان کھول کر وشہ کی بھی میں دیکھنا اپنے ہی کسی بھتیجے سے کروں گا"۔

"کیا وشہ کی' تمہیں جواد احمد! تم ایسا نہیں کر سکتے ہو' اپنی بیٹیوں کو میں تمہارے بیک ورڈ گھرانے میں تو کسی طور پر جانے نہیں دوں گی"۔

"ابھی تو تم اس بحث کو چھوڑو لیکن آج کے لئے تیار رہنا ورنہ سوچ لو نتائج کچھ بھی ہو سکتے ہیں"۔ وہ رعونت بھرے لہجے میں دھمکی دیتے ہوئے ڈائننگ روم سے باہر نکل گئے تھے' سمیرا بیگم تلملا کے ہی رہ گئی تھیں۔

معارج ان دونوں کی ساری باتیں سن چکا تھا اسے بھی اپنی ماں کی سوچوں اور ضد پر افسوس ہوتا تھا' بچپن سے ہی اس نے اپنی ماں کو دور ہی دیکھا تھا نہ کبھی وہ پاس بٹھا کر پیار کرتی تھیں اور نہ ہی کبھی ان کی باتوں سے دلچسپی رکھتی تھیں' شروع سے اس نے انہیں سجا سنورا اور فیشن زدہ ہی دیکھا تھا۔ ماں کے مقابلے میں اس کی دونوں بہنیں اتنی سادہ تھیں' عنایہ تو نماز کی اتنی پابند تھی کہ کبھی کوئی نماز قضا نہ کرتی تھی اور یہ اس کی ماں جس کو اس نے صرف جمعہ کی ہی نماز پڑھتے دیکھا تھا ہر وقت اپنی دنیا میں مگن ہی دیکھا تھا' جہاں سے نت نئے چہرے' روغن زدہ ہی نکلتے تھے' اسے

بناوٹ زدہ زندگی سے الرجک تھی۔

☆

سارے لوگ ہی لان میں چلے گئے تھے' عنایہ کا دل ہی نہیں لگ رہا تھا' شاکنگ پنک جارجٹ کے وائٹ ستارے موتی سے مزین لباس میں اپنے دراز بالوں کی چوٹی بنائے وہ اپنے سادہ سے سراپے کے ساتھ گم صم سی چیئر پر بیٹھی تھی' مہمان بھی آنا شروع ہو گئے تھے لیکن اس کی منتظر نگاہیں اپنی ماں کے لئے تھیں کہ وہ آج بھی آتی ہیں یا نہیں' دادی جان صوفے پر بیٹھی تھیں' حالانکہ ان کی طبیعت ٹھیک نہ تھی' مگر ماحول بدلنے کے لئے سب ہی انہیں یہاں لے آئے تھے۔

"کیا بات ہے اتنی افسردہ سی کیوں لگ رہی ہو؟" ندرت نے جانچتی اور پرتشویش نگاہوں سے اس کے ملکوتی حسن کو پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا۔

"افسردہ تو نہیں ہوں"۔ وہ مسکرائی۔

"ایک تو تم مسکراتی بھی بہت سوچ سمجھ کے ہی ہو"۔ ندرت نے اپنی جھلملاتی پنک ساڑھی کا آنچل ہاتھ پر سمیٹا۔

"خیر ایسی بھی بات نہیں ہے"۔ وہ جھینپ گئی۔

"عنایہ! اگر آج تھوڑا سا میک اپ کر لیتیں تو آج تو سمجھو محریب گیا تھا کام سے"۔ انہوں نے معنی خیزی سے چھیڑا۔

"میک اپ مجھے پسند نہیں ہے"۔ محریب کے نام پر دل بھی دھڑکا تھا۔ اسی وقت محریب کی گہری نگاہوں نے اسے دیکھا جو اتنے سادہ سراپے میں پروقار اور منفرد لگ رہی تھی کہ وہ ایک ٹک دیکھے ہی گیا' وہ ندرت سے بات کرتی ہوئی اتنی دلکش لگ رہی تھی کہ وہ اطراف کے منظر سے بیگانہ ہی ہو گیا۔

"عنایہ! دیکھو محریب دیکھ رہا ہے تمہیں"۔ ندرت محریب سے دو سال چھوٹی تھی اس لیے اس کا نام ہی لیتی تھی۔ اسی وقت عنایہ نے بھی نگاہ ترچھی کی' وہ سامنے کی طرف مخمل پر پستئی کلر کے قمیص شلوار میں ملبوس اسی کی جانب متوجہ تھا۔ عنایہ کا دل دھڑ دھڑ کرنے لگا' دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا تھا' وہ جھینپ کر دوسری جانب دیکھنے لگی اسی وقت محریب نے بھی نگاہوں کا رُخ بدلا تھا۔

"عنایہ! سمیرا چچی آ رہی ہیں"۔ ندرت نے اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔ اس نے جھٹ مین گیٹ کی جانب دیکھا جو ڈارک پرپل فل گولڈن ستارے اور کندن کے کام کی ساڑھی میں حسب معمول میک اپ سے مزین سراپے کے ساتھ بڑے پُر اعتماد انداز میں چلی آ رہی تھیں' عنایہ کی نگاہ شرمندگی کی وجہ سے جھک سی گئی تھی۔

"السلام علیکم!" ندرت نے انہیں سلام کیا۔ عنایہ تو انہیں دیکھنے سے گریز ہی کر رہی تھی' وہ زبردستی کی مسکراہٹ سجائے آگے بڑھنے لگی تھیں۔

"آؤ عنایہ!" ندرت نے اس کی سوچوں کا رخ موڑا۔

"آتی ہوں"۔ وہ مرے مرے قدموں سے روش پر چلنے لگی تھی۔

سمیرا بیگم سب سے ہی مل رہی تھیں اگر نہ ملیں تو وہ اپنی بڑی جیٹھانی اور چھوٹی جیٹھانی نے' دادی جان سے تو وہ بات کرنا ہی نہیں چاہتی تھیں۔

"دیکھا اپنی ماں کو' ذرا خیال نہیں کر رہی ہے کہ اس محفل میں سب ہی نوٹ کر رہے ہیں"۔ جواد احمد کے لہجے میں تاسف اور غصہ دونوں ہی تھا۔

مجھے پتہ نہیں کتنا شرمندہ کروائے گی"۔

"ابو! آپ پلیز اتنا غصہ نہ کریں"۔ اس نے دبے دبے لہجے میں گویا چپ کرایا۔ کچھ ہی دیر میں ریان کو گود میں اٹھائے اسٹیج کی جانب احد اور شامین بڑھ رہے تھے عنایہ کا فنکشن میں دل ہی نہیں لگ رہا تھا' وشہ تو علینہ اور یمنیٰ کے ساتھ خوب انجوائے کر رہی تھی اور وہ آنکھوں میں نمی لیے دادی جان کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی' اسے سمیرا بیگم کا رویہ شرمندہ کر رہا تھا' بڑی امی اور تائی امی نے خود ہی ملنے میں پہل کی تھی مگر سمیرا بیگم کے انداز میں نخوت اور ناگواری سب ہی پنہاں تھی۔

☆

رات کو سب اتنی دیر سے آئے تھے تو صبح دیر سے ہی سب کی آنکھ کھلی تھی فائق اور مائرہ کی بھی یونیورسٹی کی چھٹی ہو گئی تھی' محریب صبح ہی اٹھتا تھا' وہ تو ناشتہ کے بعد آفس چلا گیا' یمنیٰ کالج نہیں گئی تھی' رافع البتہ اسکول گیا تھا' پورا دن مائرہ نے تو سو کر گزارا تھا' فائق کسی دوست کی طرف نکل گیا تھا پھر وہ مغرب کے بعد ہی گھر آیا تھا۔

"تم سارا دن کہاں رہے؟" ناظمہ نے ذرا تیز لہجے میں پوچھا۔

"ایک دوست کی طرف نکل گیا تھا"۔ وہ لاؤنج میں بڑے صوفے پر لیٹ گیا' محریب اور ریحان احمد دونوں وہیں چلے آئے' دونوں ہی لگتا تھا کسی گہری سوچ میں تھے' فائق اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"ابو! وہ لڑکی بہت چھوٹی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی بھی لڑکی ہم اپنے آفس میں رکھیں"۔ محریب گویا ہوا۔

"لیکن بیٹا! تم یہ بھی تو دیکھو اس کا باپ بھی نہیں ہے اور وہ بہن بھائی چھوٹے ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ ہم اسے کمپیوٹر کے پورشن میں رکھ لیتے ہیں"۔

"ابو! آپ یہ دیکھیے وہ چھوٹی کتنی ہے' ہماری یمنیٰ اور وشہ کی عمر کی ہے"۔ محریب ان کی بات مان ہی نہیں رہا تھا۔ فائق ان دونوں کی بحث حیرانگی سے سن رہا تھا۔

"مجبور اور پریشان لڑکی ہے"۔

"یہ میں بھی جانتا ہوں لیکن ابو! وہ بہت چھوٹی ہے اور پھر ہمارا پورا اسٹاف میل ہی ہے' میں اسے وہاں نہیں رکھ سکتا"۔ وہ ویسے بھی اس لڑکی کو ایسے ماحول میں نہیں رکھنا چاہ رہا تھا جہاں مرد صنف نازک کو گھور گھور کر دیکھیں۔

"تم ایسا کرو ابھی تو اسے یہ کہو کہ ہم اسے کال کر لیں گے"۔ ریحان احمد گویا ہوئے جیسے کسی بھی فیصلہ پر پہنچنے سے محریب کو روکا۔

"ہم یہ کر سکتے ہیں کہ انیکسی میں اسے کہہ دیتے ہیں رہنے آ جائے"۔

"ابھی ہم جاب بھی نہیں دے رہے انیکسی میں کیسے رکھ سکتے ہیں"۔ ریحان احمد کو اس کی یہ بات سمجھ نہیں آئی تھی۔

"ابو! ہم فی الحال یہ کر سکتے ہیں کہ اسے رہنے کے لئے کہہ دیتے ہیں' بہت پریشان بھی تھی' میں نہیں چاہتا کہ وہ اپنی ماں اور بہن بھائی کو لے کر در در بھٹکے"۔ محریب کو اس لڑکی کی معصومیت نے بھی متاثر کیا تھا' پھر بھی کچھ ڈری سہمی سی' وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس لڑکی کی سادگی و معصومیت سے کوئی بھی فائدہ اٹھائے فائق وہاں سے اٹھ کر چلا گیا کیونکہ کسی لڑکی کا ذکر اکتاہٹ میں مبتلا کر گیا تھا۔

"کون لڑکی ہے وہ؟" نزہت تو کب سے سن رہی تھیں وہ پوچھے بنا نہ رہ سکیں۔

"ہے ایک مجبور و بے کس سی لڑکی"۔ محریب مسکرایا۔

"کہیں تم کسی لڑکی کے چکر میں تو نہیں پڑ گئے ہو"۔ ان کے ماتھے پر تفکر کے جال بچھ گئے' محریب کو ہنسی آ گئی۔

"ارے تم بھی حد کرتی ہو' تمہارا بیٹا ایسا نہیں ہے کہ وہ ایسی حرکتوں میں پڑے' البتہ آپ کے دوسرے صاحبزادے سے سب توقع ہے"۔ ریحان احمد کی تنقیدی نگاہ مائرہ سمیت جوان لوگوں کو دیکھ کر وہیں چلا آیا۔

"ابو کو ہمیشہ مجھ پر شک ہی رہتا ہے"۔ وہ بُرا ماننے کے ساتھ خفگی بھی دکھانے لگا' محریب مسکرایا۔

"صاحبزادے! میں آپ کی ہر سرگرمی سے واقف ہوں"۔

"ابو! خدا کو مانیے' میں ایسا ویسا بالکل نہیں ہوں"۔ وہ گویا یقین دلانے لگا۔

"ایسا ویسا ہونا بھی نہیں چاہیے ورنہ تم جانتے ہی ہو"۔ انہوں نے جتایا۔

"اچھی طرح جانتا ہوں' دنیا میں دو ہٹلر آئے ایک وہ جو کبھی ہنسا نہیں دوسرے آپ"۔

"مائرہ! تمیز سے کس کو کہہ رہے ہو"۔ نزہت نے اسے سرزنش کی۔ ریحان احمد نے جیسے سنا نہیں تھا' وہ اپنا موبائل چیک کرنے لگے جہاں کال آ گئی تھی' مائرہ کی بچت ہو گئی۔

"یار مائرہ! کبھی تو ابو کو بخش دیا کرو"۔

"بھائی جان! آپ یہ بھی تو دیکھیے ابو کو مجھ پر اتنا شک ہے کہ کیا بتاؤں' اگر میں لڑکی ہوتا تو شاید مجھے گھر سے ہی نکلنے نہ دیتے"۔ وہ بولا۔

"تمہاری شرارتوں سے وہ خائف رہتے ہیں"۔

"دیکھیے گا ایک دن یہ شرارتیں اور بڑھ جائیں گی جب میں چاچو بنوں گا"۔ اس نے شرارت سے کہا۔ نزہت نے ہنس کر اس کے سر پر چپت لگائی' محریب نے اپنی ہنسی روکی' اکثر وہ ہر بات یوں ہی بے باکی سے بول دیتا تھا۔

"پتہ نہیں میری بھابھو ظالم جادوگرنی کی قید سے کب آزاد ہوں گی"۔

"مائرہ! کیا بکواس کرتے رہتے ہو' ذرا بڑے چھوٹے کا لحاظ نہیں ہے"۔ نزہت کو اس کی بچی باتیں اور غصہ دلا رہی تھیں۔

"سوری امی!" جھٹ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ کچھ زیادہ ہی بول دیا ہے' محریب سر ہلا کر رہ گیا۔

"امی! آپ ذرا انیکسی کی جھاڑ پونچھ کروا دیجیے گا"۔ محریب کو یکدم ہی خیال آیا۔

"خیریت! انیکسی میں کون آ رہا ہے؟" مائرہ کو اچنبھا ہوا۔

"آ رہا ہے کوئی' ہر بات تمہیں بتانا ضروری ہے کیا"۔ محریب نے کہا۔

"پھر بھی بتایئے تو"۔ اسے تو ویسے ہی ہر بات کا تجسس رہتا تھا۔

"جو کوئی بھی آئے گا دیکھ لینا"۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ مائرہ بھی نزہت کے پیچھے پڑ گیا کہ کون آ رہا ہے' انہیں خود نہیں پتہ تھا اس لئے اسے ٹال دیا۔

☆

"اب کب کا کہا ہے؟" مبینہ نے اس سے پوچھا۔ جو سوچوں میں گم تھی ایک ہفتے سے وہ "احمد اینڈ کو" کے چکر ہی لگا رہی تھی مگر اسے آثار نظر آ رہے تھے کہ جاب نہیں ملے گی۔

"کہہ رہے تھے کہ ہم خود انفارم کر دیں گے"۔ وہ افسردگی سے گویا ہوئی۔

"بیٹا! یہاں سے تو ہمیں جانے میں دن بھی کم رہ گئے ہیں' مالک مکان نے صرف ایک ہفتے کا ٹائم دیا ہے کہ گھر خالی کر دیں"۔

"آپ دعا کریں' کہیں تو ملے گا ٹھکانہ بھی"۔ تہذیب نے سرد سی سانس کھینچی۔

"آپی! میرے اسکول کی فیس بھی جمع نہیں ہوئی ہے"۔ حمزہ نے خاصے مغموم اور فکر مند انداز میں کہا۔

"چھوڑ دو یہ پڑھائی وڑھائی' کیا کیا کرے گی یہ' نوکری کا پتہ نہیں ہے مکان بھی ہمیں خالی کرنا ہے"۔ ان کے لہجے میں دکھ' محرومی اتنی تھی کہ تہذیب نے افسردگی سے انہیں دیکھا۔

"امی! پڑھائی چھوڑنے سے کیا مجھے نوکری مل جائے گی' وہ اپنے وقت پر ہی ملے گی' حمزہ تم فکر نہ کرو تمہاری فیس کا بندوبست ہو جائے گا"۔ اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو پیار سے تسلی دی۔

"آپی! میرا یونیفارم بھی خراب ہو رہا ہے"۔ حکمت نے منہ بسور کے کہا۔

"اس کا تم دونوں دماغ خراب کر دو' ہم پہلے ہی پریشان ہیں اوپر سے تمہاری پڑھائیوں کا بوجھ' کتنے خرچے ہیں کچھ سوچا ہے"۔

"امی! آپ پریشان نہ ہوں' سب ٹھیک ہو جائے گا"۔ تہذیب ہمیشہ انہیں اطمینان ہی دلاتی تھی۔

وقت سے پہلے ہی اس پر ذمہ داری پڑ گئی تھی' تین سال پہلے باپ کی وفات ہوئی اس وقت وہ فرسٹ ایئر میں تھی' مشکل سے انٹر پورا کیا' پھر جو کچھ ابو کی جمع پونجی تھی وہ بھی خرچ ہو گئی' ابو کی بیماری کی وجہ سے گھر تک بیچنا پڑا تھا پھر تہذیب نے ایک اسکول میں جاب کی مگر وہاں کی تنخواہ سے بھی گزارہ مشکل ہوتا تھا' سوچا کہ کسی بھی کمپنی میں جاب کرے گی تو کچھ تو تنخواہ بڑھے گی اور گھر کا کرایہ وغیرہ نکل آئے گا' امی لوگوں کے کپڑے سلائی کرتی تھیں مگر لوگ بھی ایسے تھے کہ ان کی غریبی اور مفلسی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کم پیسوں پر سلائی کرواتے تھے' وہ بے چاری نہ ہونے سے ہونا بہتر کی بنا پر مان جاتی تھیں۔

"مجھے کیا خبر تھی کہ تمہارے ابو اتنی جلدی چلے جائیں گے' ابھی تو میرے بچے کسی مقام پر نہیں پہنچے تھے' میری بچی پر اتنی سی عمر میں اتنی ذمہ داریاں پڑ گئی ہیں"۔ وہ تو رونے ہی لگی تھیں' ایسے میں تہذیب کا انہیں سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔

"امی! آپ یہ سب نہ سوچا کریں' اللہ تعالیٰ نے جس کے ذمے جو کام لگایا ہے اسے کرنا ہے یہ میرے لئے اعزاز کی بات ہے کہ اس نے مجھے اس قابل جانا کہ میں یہ ذمہ داریاں اٹھا سکوں"۔ وہ کبھی بھی مایوسی والی باتیں نہ کرتی تھی۔

"لیکن میرا دل تو دکھتا ہے نا جوان بیٹی کو گھر سے باہر نکلنا پڑ رہا ہے' لوگوں کی نگاہوں سے مجھے ڈر لگتا ہے"۔ وہ بھی روایتی ماؤں کی طرح سوچتی تھیں کہ اپنی بیٹیوں کو زمانے کی غلیظ نظروں سے چھپا کر رکھیں۔

"آپی! دیکھئے گا میں ایک دن جب نوکری کرنے لگوں گا تو آپ کو گھر سے نہیں نکلنے دوں گا"۔ حمزہ بڑے عزم اور مضبوط لہجے میں بول رہا تھا۔

"میں چاہتی ہوں تم خوب ڈھیر سارا پڑھو بڑے آدمی بن جاؤ"۔

"آپی! آپ کی شادی بھی تو ہو گی"۔ حمزہ کو خیال آیا۔

"میری تو یہی دعا ہے کہ تمہاری آپی کی جلدی شادی ہو جائے ارے میں کیسے اپنی بچیوں کو سنبھالوں گی"۔

"امی! آپ ایک دم مایوس ہو جاتی ہیں"۔ تہذیب نے تاسف بھری آواز میں ان کی مایوسی پر کہا۔

"مجھے کیا کچھ نظر نہیں آ رہا ہے' زمانہ کتنا آگے چلا گیا ہے' امیروں کے گھر گھستے ہوئے بھی لوگ نخرے کرتے ہیں ہم تو پھر رہ گئے غریب' کون اس در پر آئے گا' سب سے بڑی ذمہ داری ہو تم"۔

"شادی جب ہونی ہو گی تو وقت پر ہو ہی جائے گی' ابھی مسئلہ جاب کا ہے آپ دعا کریں وہ مل جائے"۔

"جو تھوڑی بہت رقم بچی ہے تمہارے ابو نے کہا تھا کہ تہذیب کی شادی پر لگانا"۔ وہ دکھ سے بولیں۔

مکان بیچنے کے بعد جو ابو کی بیماری سے رقم بچی تھی انہوں نے بینک میں جمع کرا دی تھی کہ یہ تہذیب کی شادی پر کام آ جائے گی' گھر کا گزارہ تو وہ تہذیب کی تنخواہ اور اپنی سلائی سے کر رہی تھیں۔

"آپ ایسا کریں یہ سب باتیں بند کریں بلکہ ختم کریں' حمزہ تم پڑھائی کرو میں تمہاری فیس پرسوں تک جمع کرا دوں گی اور ہاں حکمت تمہارا یونیفارم بھی آ جائے گا' تم دونوں فکر نہیں کرو"۔ اس نے اپنے دونوں چھوٹے بہن بھائی کو پیار سے سمجھایا تھا' مغرب کی اذانیں ہونے والی تھیں تہذیب اور مبینہ نماز کے لیے اٹھ گئی تھیں۔

☆

دادی جان کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تھی' گھر میں ایک دم ہی پریشانیاں آ گئی تھیں' دادی جان کو ہاسپٹل میں ایڈمٹ کروا دیا گیا تھا ان کا بی پی ہائی ہو گیا تھا اور ان کے دل پر بھی اٹیک ہوا تھا' سب ہی کے متفکر سے چہرے تھے رضوان احمد' ریحان احمد اور محریب مستقل ہاسپٹل میں تھے۔ جواد احمد کو جیسے ہی خبر ہوئی تھی وہ بھی اپنے تینوں بچوں کو لے کر پہنچ گئے تھے' ان کے ساتھ معارج ہاسپٹل آ گیا تھا۔ عنایہ اور روشہ کو گھر ڈراپ کر دیا تھا تا کہ ان سب کے ساتھ رہیں۔ ندرت بھی آ گئی تھی' دادی جان کے لئے عنایہ نے تو "یا سلام"۔ کا ورد پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کے دل پر بوجھ آ گیا تھا جیسے وہ دادی جان کی طبیعت خرابی کی وہی ذمہ دار ہے۔

"بڑی امی! دادی جان کو میرا ابھی دیکھنے کو دل چاہ رہا ہے"۔ اس نے نزہت سے کہا' وہ خاموش سی بیٹھی تھیں۔

"محریب منع کر رہا ہے کہ جب تک اماں جی روم میں شفٹ نہ ہو جائیں کوئی بھی ان سے ملنے نہ جائے"۔ عنایہ دل مسوس کے رہ گئی' محریب سے تو وہ خود آنکھ ملا کر بات نہیں کر رہی تھی۔

"میرا بہت دل چاہ رہا ہے"۔

"عنایہ! محریب منع کر رہا ہے ورنہ میرا خود ارادہ تھا ہاسپٹل جانے کا"۔ ندرت گویا ہوئی۔

"امی! امی!" مائرہ پکارتا ہوا چلا آیا۔

"کیا بات ہے؟" نزہت ویسے ہی فکر مندی بیٹھی تھیں۔

"دادی جان کو ہوش آ گیا ہے وہ بھابھو کو یاد کر رہی ہیں"۔ عنایہ چونک سی گئی' اس کے چہرے پر ایک رنگ الگ سا آ گیا تھا' کتنی بے چین اور بے تاب تھی وہ ان سے ملنے کو' فوراً ہی کھڑی ہو گئی مگر سامنے محریب کا سپاٹ چہرہ دیکھ کر وہ ٹھٹک کے رک گئی۔

"دادی جان کی ابھی طبیعت مکمل ٹھیک نہیں ہے' عنایہ نہیں جائے گی"۔ وہ نزہت سے ہی گویا ہوا' ڈائریکٹ عنایہ سے بات نہیں کر رہا تھا۔

"بھائی جان! ابو نے کہا ہے کہ میں بھابھو کو ساتھ لے کر ہاسپٹل پہنچوں"۔ مائرہ نے حیرانگی سے اس کی جانب دیکھا جو چہرہ پر اس بلا کی سنجیدگی لئے ہوئے تھا کہ عنایہ لب بھینچ کر رہ گئی' نگاہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"تمہاری بھابھو کے جانے سے کیا دادی کی بیماری ختم ہو جائے گی؟"

"محریب بیٹا! تم کیسی بات کر رہے ہو؟" نزہت کو حیرانگی ہوئی کہ ان کا ایسا سلجھا ہوا بیٹا اور ایسی تلخ اور ناگوار بات کر رہا تھا۔

"امی! میں کچھ سوچ سمجھ کر ہی بول رہا ہوں' عنایہ وہاں جائے گی تو دادی جان اور روئیں دھوئیں گی اس سے ان کی طبیعت اور زیادہ خراب ہو گی' کیونکہ ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں کہ ان کا پہلے بلڈ پریشر نارمل لانا ہے' کوئی بھی ایسی بات نہ کی جائے جس سے ان کی دماغی حالت پر اثر پڑے"۔ بڑے مدبرانہ انداز میں لہجے کو کچھ نرم بنایا تاکہ امی کچھ اور ہی اخذ نہ کرلیں۔

"بات تو ٹھیک ہے"۔ نزہت نے تائید کی۔ عنایہ خفیف سی ہو کر رہ گئی' محریب کی گہری نگاہوں نے اس کا جائزہ بھی لیا جو چند دنوں میں مرجھائی ہوئی سی لگ رہی تھی۔

"میں پھر ہاسپٹل جا رہا ہوں"۔ مائزہ نے اپنی ریسٹ واچ پر نگاہ ڈالی' شام کے چھ بج رہے تھے۔ محریب فریش ہونے اپنے کمرے کی سمت بڑھ گیا' عنایہ نے اپنا رکا ہوا سانس بحال کیا' ندرت نے سارے ایکسپریشن دیکھ لئے تھے۔

"تم محریب کو دیکھ کر اتنا گھبراتی کیوں ہو؟"

"گھبراتی تو نہیں ہوں' البتہ مجھے ہمیشہ یہ ڈر ہی لگا رہتا تھا کہ مجھ سے کوئی غلط حرکت نہ ہو جائے' پھر وہ بعد میں کچھ کہیں"۔ وہ سادگی سے گویا ہوئی۔

"کسی کے متعلق اتنے غلط انداز میں کبھی نہیں سوچنا چاہیے"۔ محریب کو اپنی امی سے کچھ کام یاد آیا تو وہیں ہال کمرے میں چلا آیا تھا' عنایہ تو گڑبڑا کر رہ گئی' ندرت بھی جز بز سی ہو گئی۔

"ویسے تو خاصی عقلمند اور سمجھدار بنتی ہو لیکن دوسروں کے متعلق اندازے ہمیشہ غلط ہی لگاتی ہو"۔ سنجیدگی سے وہ طنز کر رہا تھا۔

"ارے وہ تو عام سی بات کہہ رہی ہے"۔ ندرت کو اس کا طنز برا لگا۔

"لیکن کچھ لوگ عام سی باتیں بھی اتنے عام سے انداز میں کہہ دیتے ہیں کہ بندہ سوچتا ہی رہ جاتا ہے کہ یہ بات کہی تو کیوں کہی' کیونکہ بولنے والے کی نظر میں وہ ہوتی تو عام ہیں لیکن دوسرے کے لئے وہ بہت خاص ہوتی ہیں"۔ محریب کے گمبھیر لہجے میں طنز اور ترشی کی آمیزش نمایاں تھی۔

"محریب! تم ہر بات کو ہی خاص بنا دیتے ہو"۔ ندرت کھسیا سی گئی۔ جبکہ عنایہ شرمندگی اور اہانت میں جتلا نگاہ ہی نیچے کئے رہی کیونکہ وہ کسی کو بھی طنزیہ بات نہیں کہہ سکتی تھی۔

"کیا کروں عام سا بندہ ہوں' سوچتا ہوں کچھ باتوں کو خاص ہی بنا دوں"۔ وہ تمسخر اڑانے لگا۔

"تم سے تو جو بات کرو بندہ لاجواب ہو جائے"۔

"اچھا سب باتوں کو چھوڑو امی کدھر ہیں میری"۔ تلاش میں نگاہیں کوریڈور سے لے کر ہال کمرے تک دوڑا دی تھیں۔

"فون آیا تھا وہ سننے گئی ہیں"۔

"آپی! یہ عروب کو سنبھالئے بہت تنگ کر رہی ہے"۔ یمنیٰ چار سالہ عروب کا ہاتھ تھامے لے آئی تھی۔

"یہ تو ہے ہی ایک نمبر کی شرارتی"۔ ندرت عروب کے ساتھ لگ گئی تھی۔ عنایہ عصر کی نماز پڑھنے کے لئے کمرے سے نکلی اسی وقت محریب بھی ساتھ ہی نکلا' عنایہ ایک لمحے کو رکی۔

"پلیز! میری بات سنئے"۔ وہ شرم و جھجک کے حصار میں جتلا نہ چاہتے ہوئے بھی اسے مخاطب کر گئی جو امی کے کمرے کی سمت بڑھ رہا تھا' محریب نے چتون چیچھے کئے اور اچٹتی نگاہ ڈالی۔

"اب کیا باقی رہ گیا ہے جو مجھ پر اپنا رعب دکھانا ہے"۔ پھر طنز کیا۔

"پلیز! آپ سب کے سامنے تو ایسی باتیں نہ کریں"۔

"محترمہ! یہ باتیں کرنے کے لئے مجھے آپ نے مجبور کیا ہے' آپ میری بات یاد رکھیے گا جو میں نے اس دن کہی تھی"۔ گویا یاد دلایا۔

"میری بھی تو مجبوری سمجھئے"۔ وہ روہانسی ہو گئی۔

"تم میری مجبوری سمجھو' میں صرف دادی کی وجہ سے کہہ رہا تھا"۔

"صرف دادی جان کی وجہ سے"۔ آہستگی سے گویا ہوئی۔

"فضول کی بحث ہے اور پچویشن بھی دوسری ہے' دادی جان کے لئے دعا کرو وہ خیریت سے روبصحت ہو کر گھر آ جائیں"۔ وہ اس کی بات پر توجہ دیئے بغیر آگے بڑھ گیا' عنایہ کو لگا دل میں کچھ ٹوٹا' کچھ خالی پن سا محسوس ہوا تھا۔

☆

اسے کیا خبر تھی کہ بچپن کے طے کئے گئے رشتے بھی سوچیں' خیالات بدل دیتے ہیں' بچپن سے اس شخص کو اپنے نام کے ساتھ منسلک سنتی آ رہی تھی تو وہ اسے اپنے دل میں جگہ دے گئی تھی' اس سے چپکے چپکے دل کا تعلق باندھ لیا تھا مگر اپنے جذبوں کی تشہیر اس نے کسی سے بھی نہ کی تھی اور نہ ہی محریب کو محسوس ہونے دیا تھا کہ وہ اسے چاہ رہی ہے محبت جب ہوتی ہے تو بس سرپٹ بھاگنے پر مجبور کرتی ہے مگر اس کی محبت تو اتنی سادہ اور معصوم سی تھی کہ وہ ہر بات کو بھی سوچ سمجھ کر کرنے کی عادی تھی' اتنا ہی تو تصور تھا وہ اپنی ماں کو اس خاندان سے ملانا چاہتی تھی اور وہ سمجھ ہی نہیں رہا تھا۔

"آپی آپی!" وشہ نے اسے دو تین بار ہلایا۔

"ہوں...... ہوں"۔ وہ چونک گئی۔

"معارج آیا ہے"۔ عنایہ سرعت سے اٹھ کر بیٹھ گئی' دوپہر کے کھانے کے بعد وہ آرام کرنے کے لئے یمنیٰ کے روم میں آ کر لیٹ گئی تھی۔

"وہ چلنے کو کہہ رہا ہے"۔ اس کا منہ بسورا ہوا تھا۔

"ابھی تو دادی جان بھی ہاسپٹل سے نہیں آئی ہیں"۔ وہ اپنا پنک آنچل شانوں پر برابر کرتی کمرے سے نکل گئی' لاؤنج میں ہی سارے لوگ جمع بھی تھے۔

"بھابھو! آپ کو معارج لینے آیا ہے کیونکہ آپ کی والدہ محترمہ کا بارہ ہائی ہے"۔ مائزہ نے جھٹ اطلاع دی۔

"معارج نے یہ تو کچھ نہیں کہا"۔ وشہ کو اکثر مائزہ کی طنزیہ باتیں وہ بھی اپنی امی کے متعلق ناگوار گزرتی تھیں۔

"لینے وہ اسی وجہ سے آیا ہے' کیوں معارج؟" مائزہ نے اس سے تائید چاہی' جھٹ سر ہلایا ان سب سے کچھ چھپا ہوا ہی کب تھا۔

"آپی! میں بالکل نہیں جاؤں گی"۔

"چپ تو کر جاؤ' شور مچانے لگی ہو"۔ عنایہ نے اسے ڈانٹ دیا۔ اسی وقت محریب فریش ہو کے اپنے روم سے آیا' بلیک پینٹ پر لائٹ اورنج کلر کی ٹی شرٹ میں نفاست سے سنورے بال' چمکدار چہرہ خاصا ڈیشنگ لگ رہا تھا۔

"آپ دونوں کو ہی امی نے بلایا ہے"۔ معارج بھی کچھ کھسیایا ہوا تھا۔ عنایہ کی جانچتی اور پُرتشویش نگاہوں نے معارج کا جائزہ بھی لیا' وہ سمجھ گئی ضرور امی اور ابو میں پھر جنگ ہوئی ہے۔

"معارج! تم ذرا ادھر آؤ"۔

"آپی! آپ یقیناً یہی پوچھیں گی نا کہ ابو اور امی کی لڑائی تو نہیں ہوئی"۔ اس نے جھٹ کہا' عنایہ خجل سی ہو گئی کیونکہ وہاں سب ہی موجود تھے۔

"عنایہ بیٹا! تم چلی جاؤ"۔ نزہت ویسے جانتی تھیں سمیرا کو ضرور وہ جواد کو تنگ بھی کر رہی ہوں گی' پہلے ہی وہ عنایہ کے رشتے کے خلاف تھیں۔

"آپی! آپ کو جانا ہے تو چلی جائیں میں تو نہیں جا رہی"۔ وشہ کو گویا ضد ہو گئی تھی' عنایہ نے اسے گھورا۔

"ٹھیک ہے میں چلتی ہوں"۔ وہ مجبوراً جانے کو تیار ہوئی۔ محریب نے پیچھے ہو کر اسے جانے کا راستہ دیا' اس کے گزرنے سے لگا کہ کوئی بادِ صبا کا جھونکا گزرا ہو۔

"بڑی امی! میں تو ابھی ہاسپٹل جا رہا ہوں دادی جان کے پاس"۔ معارج بولا۔

"ٹھیک ہے عنایہ کو محریب واپسی میں چھوڑ دے گا"۔ نزہت نے خود ہی پروگرام سیٹ کر دیا۔ محریب کو کسی ضروری کام سے کسی این جی اوز سے ملنے جانا تھا۔ عنایہ فریش ہو کر آ گئی مگر چہرے پر ایک اداسی اور مایوسی بھی تھی' معارج تو مائرہ کے ساتھ ہی نکل گیا تھا۔

"تمہیں محریب چھوڑ دے گا' معارج ہاسپٹل گیا ہے"۔ وہ حیران بھی ہوئی کہ یکدم ہی معارج چلا بھی گیا مگر اس وقت وہ چپ تھی' دادی جان سے ابھی تک وہ ملی بھی نہیں تھی مگر اسے جانا پڑ رہا تھا۔ محریب کچھ کہے بغیر لاؤنج سے نکل گیا' عنایہ عجیب الجھن کا شکار ہو گئی' جتنا وہ محریب کی قربت سے بچنا چاہ رہی تھی اتنا ہی وہ اس کے قریب آ رہا تھا' سب کو اللہ حافظ کہہ کر وہ آ گئی تھی' فرنٹ سیٹ پر لب بھینچے ہوئے بیٹھی تھی' محریب نے گاڑی اسٹارٹ کر دی' گلابی کپڑوں میں شام کی سرمئی میں اس کا روپ سلونا لگ رہا تھا' مخروطی ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پھنسائے جیسے وہ کسی گہری سوچ میں تھی' سوچوں میں ارتعاش محریب کے موبائل کی بیپ سے ٹوٹا۔

"یس محریب اسپیکنگ!" گاڑی سائیڈ پر روک کر وہ موبائل پر بات کرنے لگا پھر تھا بھی وہ خاصا محتاط بندہ' ہر کام اصول سے کرنے کا عادی تھا۔

"جی میں آ ہی رہا تھا' دیکھیے لڑکی کا انٹرویو آپ خود کر لیجئے گا' خاصی سمجھدار اور ذمہ دار لڑکی ہے"۔ وہ اپنے گمبھیر لہجے میں بولا۔ عنایہ چونک گئی کہ وہ کس لڑکی کی بات کر رہا ہے۔

"نام اس کا تہذیب حسن ہے اور پیچلر کیا ہے سوشل ورک اس کا مین سبجیکٹ تھا"۔ وہ بتا رہا تھا۔

"او کے جی میں خود آ کر ابھی آپ سے بات کرتا ہوں آدھا گھنٹہ لگے گا"۔ اس نے مختصر بات کی اور موبائل آف کر دیا' گاڑی پھر اسٹارٹ کر دی' عنایہ کا ذہن الجھ گیا' کون لڑکی ہے جس کے لئے وہ بات کر رہا تھا۔

"تم کل آ جانا کیونکہ دادی جان کل تک ڈسچارج ہو کر گھر آ جائیں گی"۔

"جی اچھا کوشش کروں گی"۔ وہ سر جھکا کے گویا ہوئی۔

"کوشش کروں گی' کیا مطلب ہے تمہیں آنا ہے"۔

"میں منع تو نہیں کر رہی ہوں"۔ جانے کیوں اس لمحے وہ کچھ چڑ سی گئی کیونکہ ایک تو اپنی امی کی ٹینشن سوار تھی کہ وہ پتہ نہیں کیا کیا اب کہیں گی' محریب نے فہمائشی نگاہ اس پر ڈالی وہ لب کچل رہی تھی۔

"خاصی سمجھدار ہو یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ تم خود سوچ سمجھ لو گی"۔ پھر وہ طنز پر اتر آیا' اتنے میں گھر بھی آ گیا۔

"آپ اندر نہیں آئیں گے؟" فرنٹ ڈور کھول کے وہ اترنے لگی۔

"اندر تو ہم آ چلے ہیں' یہ دیکھنا ہے کہ تم کب آتی ہو"۔ لہجہ ذومعنی تھا۔ وہ مارے حیا کے نگاہ نہ اٹھا پائی۔

"عنایہ! ایک بات تم سے کرنی تھی"۔ وہ بغیر تمہید باندھے مخاطب کرنے لگا۔ وہ جو جانے کے لئے پشت گھما چکی تھی چونک کر رک گئی۔

"اگر دادی جان نے اس دوران شادی کی ضد کی تو سوچ کر رکھنا کہ اس بار تم کیا توجیہہ پیش کر کے روکو گی"۔ اس نے نگاہ ونڈ اسکرین سے باہر جمائی ہوئی تھی' عنایہ کا اس لمحے دل دھڑ دھڑ کرنے لگا۔

"کیونکہ میں ہمیشہ بزرگوں کی ہر بات کو اہمیت دیتا ہوں"۔ گویا پھر چوٹ کے ساتھ جتایا۔

"سوچ کر رکھنا کہ تمہیں آگے کرنا کیا ہے"۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں کہ شادی ہی مسئلے کا حل ہے؟" وہ اُلٹا سوال کر گئی۔

"آف کورس میری نظر میں تو سب سے بڑے مسئلے کا حل یہی ہے"۔

"لیکن میری نظر میں بالکل نہیں ہے"۔ وہ ڈھٹائی پر اتر آئی۔

"حد سے زیادہ خود پسندی اور خودسر ہونا بھی بدعقلی کی نشانی ہوتا ہے"۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا ابھی مزید بولنے کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ وہ جا چکا تھا' دل اس کا رونے لگا پھر وہ مرے مرے قدموں سے اندر کی جانب بڑھنے لگی تھی۔

☆

دوسرے دن دادی جان کو ڈسچارج ہو کے گھر آنا تھا' محریب کو آفس کے اور آؤٹ ڈور کے کام بھی تھے' صبح تو وہ جلدی اٹھ گیا' لنچ ٹائم میں گھر آیا تو دیکھا مائرہ اور فائق دونوں یونیورسٹی سے آ چکے تھے۔

"تم دونوں میں سے ایک شخص کو میرا کام کرنا ہوگا"۔ محریب نے باری باری دونوں پر نگاہ دوڑائی' مائرہ تو نیچے کارپٹ پر فلور کشن پر سر رکھے لیٹا تھا جبکہ فائق سنگل صوفے پر اپنے موبائل کے ساتھ لگا ہوا تھا۔

"بھائی جان! میں تو بہت تھکا ہوا ہوں میں تو بالکل نہیں"۔ مائرہ نے فوراً ہری جھنڈی دکھا دی' محریب نے اس کے شانے پر دھموکا جڑ دیا۔

"مائرہ! سستی اور کاہلی کی بھی ایک حد ہوتی ہے"۔

"آپ سمجھیے کہ میں حد کراس کر گیا ہوں"۔ ہر بات اتنے اطمینان سے بولتا تھا کہ سامنے والا بندہ سلگ ہی جاتا۔

"سدھر جاؤ مائرہ! اگر کچھ ڈمپل ملی ہے تو یہ میری وجہ سے"۔

"میرے بگ برادر کا احسان ہے میں کبھی نہیں بھولوں گا"۔ وہ ہر بات مذاق میں ہی اڑاتا تھا۔

"یار! میں مجبور ہوں مجھے باہر کی بھی ایک میٹنگ دیکھنی ہے"۔ وہ کچھ کھسیایا۔

"فائق سے کہیے اسے بہت شوق ہے کام کرنے کا"۔ کروٹ لی اور آنکھیں بند کر لی تھیں سونے کا تو اسے ویسے ہی بہت شوق تھا۔

"اس سے تو میں بعد میں نمٹوں گا' یار فائق! تم میرے ساتھ چلو"۔

"ارے لڑکے' کھانا تو کھا لے"۔ نزہت اسے ڈھونڈتی ہوئی چلی آئیں۔

"امی! لنچ کا ٹائم نہیں ہے مجھے ضروری جانا ہے"۔ وہ یہ کہہ کر فائق کے ساتھ باہر نکلا' فائق نے کچھ بھی نہیں پوچھا تھا کہ جانا کہاں ہے۔

"تمہیں اس ایڈریس پر پہنچنا ہے اور ہاں ساتھ بیٹھے رہنا ہے کیونکہ وہ لڑکی کچھ ڈری سہمی سی بھی ہے"۔ تفصیل بتانے کے بعد کارڈ تھمایا۔

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر ۵

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

"میں نے جو سوچا ہوا ہے وہ سوچ لیا ہے"۔ وہ جیسے اس کے آگے کوئی بات سننے کو ہی تیار نہ تھیں۔

"شکر کرو ہمیں اتنا اچھا انسان ملا ہے اللہ تعالیٰ کو ہم گناہ گاروں کی کوئی تو بات پسند آئی ہوگی جو ہم پر مہربان ہے"۔ مبینہ عشاء کی نماز کے لئے وضو کرنے لگی تھیں۔

تہذیب لب کاٹتی ہوئی اندر چلی گئی اسے کل کے لئے بھی تیاری کرنی تھی اور ابھی تو اسے اپنے رب کے حضور شکرانے بھی ادا کرنے تھے جس نے اس کی سن لی تھی اسے لگ رہا تھا کہ جیسے ساری پریشانی اور فکر کم ہوگئی ہو اس نے تشکر بھرا سانس لیا تھا دل سے محریب کو بھی دعائیں دے رہی تھی جس نے ان سب کا اتنا خیال کیا تھا۔

☆

کل سے وہ بالکل ہی گم صم سا ہو گیا تھا اس ماہ وش کی ہر ادا ہر انداز اس کے ذہن میں آ رہی تھی جو بھولے سے بھی تو اس کی جانب نہیں دیکھ رہی تھی اس کی آواز میں ایسی کھنک تھی کہ اس کی سماعتیں جیسے بس اس کی ہی ہو گئی تھیں پروقار انداز اور پرحکمت پیشانی وقت سے پہلے ہی وہ اپنی عمر سے زیادہ سمجھ داری کی باتیں کر رہی تھی ذرا بھی تو نہیں لگ رہا تھا کہ وہ ابھی چھوٹی سی ہے اس کے انداز میں اعتماد تھا مگر اس کی نگاہوں میں حیاء اور شرم بھی تھی جو خود کو بڑی سی چادر میں لپیٹے اس کے پہلو میں بڑے محتاط انداز میں بیٹھی تھی کئی بار وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ڈسٹرب بھی ہوا تھا اس لئے کہ دل اکسا رہا تھا کہ اس ملکوتی حسن والی پری کو تکتا ہی رہے جو اپنے حسن سے لگتا تھا بالکل ہی بے بہرہ ہے۔

"کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں کل سے کچھ خاموش سے ہو؟" مائز نے پرتشویش انداز میں پوچھا فائق تو گڑبڑا ہی گیا۔

"نن..... نہیں..... تو....." وہ ہکلایا۔

"یار! کیا ہو گیا ہے"۔ وہ اس کے تو ہکلانے اور گڑبڑانے کو فہمائشی انداز میں دیکھنے لگا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا"۔

"مجھے تو لگتا ہے اس بار کچھ واقعی ہو ہی گیا ہے جلدی بتا کون ہے کیسی ہے؟" مائز نے اس کے زانو پر ہاتھ پھیرا۔ فائق تو بدک کے پیچھے ہی ہو گیا۔

"یار! یہ حرکت مت کیا کرو"۔

"تم تو ایسے بدکتے ہو جیسے کسی لڑکی نے ہاتھ لگا لیا ہو"۔ اس نے معنی خیزی سے تمسخر اڑایا۔

"بکواس نہ کر"۔ وہ جھینپ گیا۔

"اچھا چل اپنا موڈ ٹھیک کر یہ بتا کیا سوچ رہا تھا"۔ مائز ذرا آہستگی سے گویا ہوا۔

"کچھ نہیں"۔ وہ سیدھا ہو کر لیٹا۔

"کسی لڑکی کے بارے میں تو سوچ نہیں سکتا بقول تیرے 'تیرے پاس فضول ٹائم نہیں ہے'"۔

"اور کیا میرے پاس فضول بکواس بک کا ٹائم نہیں ہوتا ہے"۔ جھٹ نفی کرنے کے ساتھ تائید بھی کی۔

"میں تو فائق یہ سوچتا ہوں کہ تو اتنا خشک مزاج سا کیوں بنا رہتا ہے"۔

"ہاں تمہاری طرح فضول ہانکتا رہوں"۔ وہ تیز لہجے میں بولا۔

"اب ایسی بھی نہیں ہانکتا ہوں ہر بات بالکل ٹھیک اور سچ کہتا ہوں"۔ وہ گہری سوچ کے ساتھ گویا ہوا۔

"اور تم دیکھنا وشہ کو میں ہی لے کر اڑوں گا"۔

"تم دونوں کی بنتی تو ایک لمحے کو نہیں ہے ساری زندگی کیسے بنے گی"۔ فائق نے تمسخر اڑایا۔

"بتا تو میں لوں گا پہلے اپنی لائف کو بتا لوں پھر ہی تو آگے کی بتاؤں گا؟" وہ ہنسا۔

فائق نے کچھ لمحے اسے بغور دیکھا ایک لڑکی کی محبت میں کتنا بدل سا گیا تھا اس کی ہر بات میں فیوچر پلاننگ تک میں وشہ کا ذکر ضرور شامل ہوتا تھا کیا محبت کرنے والے اتنے ہی بے فکر ہوتے ہیں۔

"مجھے کیوں اتنی غور سے دیکھ رہے ہو؟" مائز جھینپ گیا۔

"اس لئے دیکھ رہا ہوں کہ ایک آدمی کو ایک عورت کہیں کا نہیں چھوڑتی ہے"۔

"فضول بکواس نہ کر سن میں ابھی لڑکا ہوں اور وہ عورت نہیں لڑکی ہے"۔ برا ماننے کے ساتھ تصحیح بھی کی۔

"میں تو محاورتاً کہہ رہا ہوں"۔ فائق مسکرایا۔

"بے وقوف انسان اپنے آس پاس دیکھ کوئی تو تجھے پسند کرتی ہوگی یا تو ہی کرتا ہوگا مگر توجہ نہیں دے رہا ہے"۔

"شٹ اپ!" اس نے مائز کو ڈانٹ دیا۔

"دیکھتا ہوں کب تک تو نفی کرتا ہے اور ہاں سن اگر مدد لینے میرے پاس آیا نا تو پہلے تو تجھے اتنی سناؤں گا پھر کہیں جا کر مدد کروں گا"۔ مائز کو تو جیسے یقین تھا کہ فائق پر یہ واردات عنقریب ہی گزرے گی۔

"میں اول تو ایسی حرکت کروں گا نہیں اور اگر کبھی یہ سچویشن پیش آئی تو خود کو ہی ڈانٹ دوں گا"۔

"ہاں جیسے بہت آسان ہے ناں"۔ مائز نے تکیہ اٹھا کر اس پر پھینکا۔

"مسٹر! یہ سب اپنے اختیار میں ہے"۔

"ہاں تیرا اختیار دیکھتا ہوں جس دن بھی میں نے محسوس کیا تو کسی لڑکی کے چکر میں پڑا ہے دیکھ میں کیا حشر کروں گا"۔ گویا وارننگ دی۔

"میرے ساتھ ایسا بالکل نہیں ہوگا سن"۔ اس نے فائز کو یقین دلایا' فائز نے اسے گھورا تھا۔

☆

اس دن وہ تمام کاموں سے جیسے ہی فارغ ہوئی آنی آ گئیں عنابیہ ان کے آنے سے بہت ہی خوش ہوتی تھی وہ آتی بھی کم کم تھیں اس کی وجہ بھی امی کی تنگ مزاجی تھی وہ ان سے بھی تو بحث کرنے لگتی تھیں۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری ساس کی؟" انہوں نے سمیرا بیگم سے پوچھا جو اپنے پارلر سے کچھ ٹائم نکال کر آئی تھیں مگر وہ بھی جلدی میں تھیں۔

"فضول کے ڈرامے ہیں ان کے"۔

"سمیرا! تم کچھ تو سوچ سمجھ کر بولا کرو وہ بڑی ہیں بزرگ ہیں"۔ آنی نے انہیں ٹوک دیا سمیرا کڑوا سا منہ بنانے لگی تھیں۔ عنابیہ نے تاسف بھری نگاہ ان پر ڈالی جو کسی کی بھی سننے اور ماننے کو تیار ہی نہیں رہتی تھیں۔

"دیکھو ثمینہ! تم ہمارے معاملے میں نہیں بولو تو اچھا ہے"۔ انہوں نے ہمیشہ کی طرح ثمینہ کو سرد مہری اور اکھڑ پن سے جواب دیا۔

"میں تمہارے معاملے میں نہیں بول رہی ہوں جو تمہاری غلط بات ہے اس پر سمجھا رہی ہوں"۔ انہیں سمیرا کی سوچوں پر اکثر افسوس ہوتا تھا۔

"تمہیں کیا معلوم میں کتنا تنگ رہی ہوں اپنے سسرال والوں سے تم تو اکیلی ہو نا تمہیں کیا خبر"۔ انہیں اس پر بھی ان سے جلن ہی رہتی تھی کہ ثمینہ کو اتنی اچھی سسرال ملی تھی کہ نہ ساس نندوں کا جھگڑا بلکہ الگ گھر میں ہی رہتی تھیں۔

"مجھے سب خبر ہے تم ایک بار خود پر بھی نگاہ ڈالا کرو کہ تم کہاں غلط ہو کہاں صحیح ہو"۔

"میں بالکل صحیح ہوں تم سب میری بات سمجھتے ہی نہیں ہو"۔ سمیرا جب بھی بولتی تھیں اطراف کا بھی خیال نہیں کرتی تھیں کہ ان کی آواز کتنی اونچی ہو رہی ہے بالکل لڑاکا عورتوں کی طرح چیختی ہی رہتی تھیں۔

"اچھا بس کرو تم سے تو بحث ہی بے کار ہے"۔ ثمینہ نے ہی بات ختم کرنا چاہی عنائبہ ان دونوں کی بحث و تکرار دیکھ رہی تھی مداخلت اس لیے بھی نہیں کرتی تھی کہ سمیرا اسے ڈانٹ دیتی تھیں۔

"میں جیسی ہوں ویسی ہی رہنے دو تم مت بولا کرو"۔

"سمیرا ذرا تمہیں سوچتی ہو تمہاری بچیاں جوان ہو رہی ہیں آج عنائبہ کی تم شادی کر دو کل تم نانی بن جاؤ گی"۔ انہوں نے ان کی عمر کی طرف خیال کروایا۔

"سن لو تم بھی میں عنائبہ کی شادی کسی قیمت پر بھی وہاں نہیں ہونے دوں گی"۔

"تمہیں تو سمجھانا ہی بے کار ہے"۔ ثمینہ پہلو بدل کر رہ گئیں۔

"پھر کیوں سمجھاتی ہو رہنے دو میرے حال پر"۔ وہ تڑخ کے گویا ہوئیں۔

"میں سمجھاتی رہوں گی کیونکہ تمہارے غلط فیصلے کی بھینٹ عنائبہ کو تو میں نہیں چڑھنے دوں گی"۔ انہوں نے بھی ارادہ باندھ لیا تھا کہ عنائبہ کا رشتہ نہیں ٹوٹنے دیں گی۔

"عنائبہ میری بیٹی ہے اس کا فیصلہ میں کروں گی کہ اس کی شادی کہاں ہونی ہے"۔ وہ اکڑ کر بولیں۔

"عنائبہ سے بھی پوچھا ہے یہ کیا چاہتی ہے؟" انہوں نے اپنے پہلو میں بیٹھی عنائبہ کی پشت پر ہاتھ رکھا جو لب کچل رہی تھی۔

"مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ یہ کیا چاہتی ہے مگر میں جو چاہتی ہوں وہی کروں گی"۔ انہیں ضد سی ہو گئی تھی اور یہ ضد ان میں بچپن سے ہی تھی اپنی بہن اور بھائی سے ضد پر کرتا ثمینہ ہمیشہ کمپرومائز کر لیتی تھیں۔

عنائبہ اسی وقت اپنے کمرے میں اٹھ کر چلی گئی ثمینہ کی وہ بے بس نگاہ اس پر اٹھی تھی وہ اس کی کیفیت سمجھ رہی تھیں وہ احتجاج تک نہیں کرے گی۔

"سمیرا پلیز تم ٹھنڈے دماغ سے سوچو آج اگر تم اپنی ساس کی خیریت پوچھ آؤ گی تو تمہاری شان تو کم نہیں ہوگی پھر یہ تو سنت رسول بھی ہے بیمار کی مزاج پرسی کرنا"۔ نرم سے لہجے میں سمجھانے کی بھرپور کوشش کی حالانکہ سمیرا نے تلخ اور کڑوی باتیں بھی کہہ دیتی تھیں پر وہ اپنے ماتھے پر شکن تک نہیں لاتی تھیں۔

"جب میرا دل ہی نہیں کر رہا ہے تو میں کیوں جاؤں"۔

"اگر تم نہیں جا رہی ہو تو عنائبہ کو کیوں روک رہی ہو اسے تو جانے دو"۔ انہوں نے افسوس سے کہا۔

"عنائبہ ان کی نوکر نہیں ہے کہ جب طبیعت خراب ہوئی اسے بلا لیتے ہیں"۔

"سمیرا! یہ مت بھولو عنائبہ ان کی پوتی ہے وہ حق رکھتی ہیں بلا سکتی ہیں"۔ ثمینہ نے تیز لہجے میں گویا انہیں جتایا۔

"حق کی بات مت کرو سارے اختیارات جواد کی ماں نے میرے چھین لیے ہیں میری بیٹی کا زبردستی بچپن میں رشتہ طے کیا جواد کو ہر وہ بات کہتی ہیں جو انہیں منوانی ہوتی ہے مجھے شروع سے کوئی اہمیت ہی نہیں دی ہے"۔

"ادھر تم غلط بول رہی ہو تم چھوٹی بہو ہو ان کی سب نے ہاتھوں ہاتھ رکھا تھا لیکن تمہارے ہی مزاج نہیں ملے تھے"۔ ثمینہ کو ان کی یہ بات ناگوار گزری۔

"ان کی دونوں بڑی بہوئیں شروع سے مجھ سے جلتی ہیں میں اگر ذرا سی اچھا پہن اوڑھ لیتی تھی جھٹ یہی کہتی تھیں کہ دوپٹہ ٹھیک سے اوڑھو میک اپ لائٹ کرو میری زندگی تھی وہ کیوں روک ٹوک کرتی تھیں"۔ شروع سے انہیں

اپنی دونوں جیٹھانیوں سے پرخاش تھی۔

"تم نے لگتا ہے کبھی سنجیدہ ہو کر سوچا ہی نہیں۔ ہر کر تم کتنے فٹ کپڑے پہنتی تھیں اور آج بھی تمہارا وہی حال ہے کچھ تو خیال کرو تمہاری بیٹیاں جوان ہیں"۔

"اچھا بس مجھے تمہاری یہی باتیں شروع سے ناگوار لگتی ہیں نہ کسی کو برا کہتی ہو اور نہ کہنے دیتی ہو بلکہ میرے پیچھے لگ جاتی ہو"۔ ہاتھ اٹھا کر انہیں آگے بولنے سے روکا تھا۔

"برا کہنے سے کوئی خوشی ملتی ہے یا دل کو سکون ملتا ہے میں تو کہتی ہوں آپ اچھے تو سب اچھے ہیں"۔

"یہ تمہاری لوجک ہو گی خود اچھے تو سارے اچھے ہیں میں نے تو ایسے بھی برے دیکھے ہیں"۔ وہ کسی طور پر ماننے کو تیار نہیں تھیں۔

"سمیرا! تمہارے پاس ایک موقع ہے آنکھوں سے اور دل سے نفرت نکال کر دیکھو سب اچھا لگے گا سب سے بڑی بات جواد کو دیکھو وہ کتنے اچھے ہیں اچھا شوہر ملنا بھی اللہ کی طرف سے ایک انعام ہوتا ہے"۔

"اونہہ...... انعام اس انعام نے مجھے کبھی خوش نہیں رکھا ہے"۔ وہ دھتکارنے ہی لگیں ثمینہ نے تاسف بھری سانس کھینچی اور پھر وہ خاموش ہو گئیں کیونکہ عنائبہ اشارے سے انہیں خاموش ہونے کا کہہ رہی تھی وہ ویسے بھی سمیرا کی سسرال ان کی ساس کی عیادت کو جا رہی تھیں سوچا تھا کہ سمیرا کو بھی ساتھ لے لیں شاید وہ چلے مگر وہ تو گیلی لکڑی کی طرح اکڑی ہوئی تھیں۔

☆......☆......☆

دادی جان کی طبیعت قدرے بہتر تھی انہیں ہاسپٹل سے آئے ہوئے بھی ایک ہفتہ ہو گیا تھا وہ گھر چلی آئی تھی مگر عنائبہ اس دن سے آئی ہی نہیں تھی وجہ سب ہی جانتے تھے مگر محریب کو اس وقت اس کی کمی محسوس ہو رہی تھی کیونکہ دادی جان اسی کی آس لگائے بیٹھی تھیں وہ کافی دیر تک ان کی دلجوئی کرتا رہا تھا مگر اسے تہذیب کی طرف بھی جانا تھا نزہت کو وہ ساتھ لے جا رہا تھا۔

"امی! آپ تیار ہیں تو چلیں ہم"۔ محریب نے ان سے پوچھا۔

"ہوں...... تیار ہوں"۔ آف وائٹ جارجٹ کے ریشم کی کڑھائی کے کپڑوں میں وہ پروقار لگ رہی تھیں۔

محریب سیدھا باہر نکل گیا تھا مگر ذہن اس کا منتشر ہی تھا اسے دادی جان کا رونا دیکھا نہیں جاتا تھا پھر ڈاکٹر نے سخت ہدایت کی تھی کہ انہیں زیادہ سے زیادہ خوش رکھیں نزہت اس کے ساتھ گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تھیں وہ سب بھنچے ہوئے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"واپسی پر جواد کی طرف ہو آئیں گے عنائبہ نہیں آئی ہے کافی دنوں سے"۔ انہوں نے ہی خاموشی کو توڑا۔ محریب نے سر ہلایا حالانکہ دل اس کا بھی یہی کر رہا تھا کہ عنائبہ کو جا کے لے آئے مگر خود سے کیسے ہے دونوں میں تو بالکل بھی بے تکلفی اور دوستی تک نہ تھی کہ وہ دونوں باتیں کرتے تہذیب کا گھر آ گیا تھا گاڑی مین روڈ پر ہی سائیڈ پر پارک کی اور وہ انہیں لے گیا مگر آج کیا نزہت کو ساتھ لانے کی وجہ یہ بھی تھی کہ اگر وہ اکیلے جائے گا تو لوگ اتنی سیدھی نگاہوں سے نہیں دیکھیں گے۔

"ارے بیٹا...... آؤ آؤ"۔ مبشرہ نے جیسے ہی دروازہ کھولا محریب کو دیکھ کر خوش دلی سے بولیں اور اسے اندر آنے کا راستہ دینے لگیں۔

نزہت نے ہی پہلے سلام کر کے اندر قدم رکھے تھے محریب بھی مودب انداز میں اندر آ گیا تھا "آنٹی! یہ میری

امی ہیں"۔ محریب نے تعارف کرایا۔

"میں سمجھ گئی تھی"۔ مبینہ نے انہیں اپنے کمرے میں ہی بٹھایا تھا محریب کچھ جھجکا ہوا بیٹھا تھا نگاہ اس نے جھکائی ہوئی تھی۔

"تہذیب بیٹی نہیں ہے، بھئی مجھے تو اس سے ملنے کا بہت ہی اشتیاق ہے" محریب نے بتایا تھا کہ بڑی معصوم سی بچی ہے"۔ اتنے میں تہذیب بھی آ گئی تھی سرمئی آنچل قرینے سے سر پر جمائے اس نے دونوں کو سلام کیا تھا نزہت نے ساتھ لگا کر پیار کیا تھا۔

"اور کیسی لگی میری بہن" محریب نے پوچھا۔

"بہت اچھی اور میری توقعات کے برعکس اتنی چھوٹی سی گڑیا ہے"۔ نزہت نے تہذیب کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھا وہ جھینپ سی گئی۔

"آنٹی! محریب بھائی نے مجھے اپنی بہن کہا ہے اور دیکھیے گا میں بہن ہونے کا حق ادا کروں گی، میں بالکل انہیں اپنے سگے بھائی کی طرح سمجھتی ہوں"۔

"امی! مجھے تو مفت میں بہن مل گئی"۔ محریب مسکرایا تھا۔

حکمت لوازمات سے پر ٹرے اندر لے آئی اور تپائی درمیان میں رکھ کر اس پر ٹرے رکھ دی تھی۔

"امی! ہماری ایک چھٹی منی سی بہن یہ بھی ہے"۔ محریب نے حکمت کو مسکرا کر دیکھا نزہت نے اسے بھی ساتھ لگا کر پیار کیا۔

"بیٹا! آپ کس کلاس میں پڑھتی ہو؟"

"7th میں پڑھتی ہوں"۔ حکمت نے کچھ جھجک کر بتایا۔

"حمزہ کدھر ہے؟" مبینہ کو حمزہ نظر نہ آیا تو پوچھا۔

"امی! وہ کہہ کر گئے ہیں کہ کسی دوست سے کچھ اسکول کا کام لینا ہے"۔ حکمت نے بتایا۔

"دیکھیے مبینہ بہن! اب تو یہ بچے ہمارے ہیں اس لئے کوئی تکلف نہیں چلے گا محریب کل ہی ان کی شاپنگ کروائے"۔

"آنٹی! اچھا نہیں لگ رہا ہے محریب بھائی نے پہلے ہی اتنا کچھ کیا ہے"۔ وہ شرمندگی سے گویا ہوئی۔

"بے وقوف لڑکی! اپنوں سے کوئی تکلف نہیں چلتا، تم بہن ہو میری اور اب ساری ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے بالکل نہیں سنوں گا"۔ محریب نے کچھ ڈپٹ کے ہی کہا تھا وہ خاموش ہو گئی۔

کچھ دیر بعد ان دونوں نے پھر اجازت لے لی تھی کیونکہ جواد احمد کی طرف بھی جانا تھا جس وقت وہ پہنچے تھے آٹھ بج رہے تھے۔ عنایہ اور وشہ کے تو خوشی سے پاؤں نہیں جم رہے تھے کیونکہ بڑی امی خود آئی تھیں۔

"جواد احمد نے تو میری بچی کو بھیجا ہی چھوڑ دیا ہے"۔ وہ عنایہ کو اپنے پاس بٹھائے ہوئے تھیں جبکہ محریب لب بھینچے خاموش ہی بیٹھا تھا۔ سمیرا بیگم مارے باندھے ان کے درمیان بیٹھی تھیں۔

"بڑی امی! وہ گھر کی کچھ مصروفیت تھی"۔ عنایہ نے خود ہی عذر پیش کیا اسی وقت محریب کی اچٹتی نگاہ اس پر پڑی بلیو کاٹن کے پرنٹڈ کپڑوں میں اپنے سادہ سے حسن سے بے پرواہ وہ اتنی معصوم اور دلکش لگتی تھی کہ وہ کئی لمحے مبہوت زدہ سا رہ جاتا تھا۔

"بھائی! میں سوچ رہا تھا کہ عنایہ کو اماں جی کے پاس کچھ دنوں کے لئے چھوڑ دوں گا میری بھی کچھ آفس کی

مصروفیت بڑھ گئی"۔ جواد احمد سمیرا پر جلتی کلستی نگاہ ڈال کر گویا ہوئے تھے۔

سمیرا بیگم دنیا جہاں کی بے زاری سموئے اپنے میک اپ زدہ چہرے کے ساتھ بیٹھی تھیں کیونکہ انہیں وہ زبردستی ان کے پارلر سے بلا کر جو لائے تھے۔ عنایہ پھر کچن میں چلی گئی کھانا وغیرہ تو تیار ہی تھا اور پھر اسے محریب کے سپاٹ انداز سے بھی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

"آپی! محریب بھائی پانی مانگ رہے ہیں"۔ معارج کچن میں آ گیا تھا۔

"یہ گلاس ہے فریج سے بوتل نکال لو اور لے جاؤ"۔

"میں ابھی آیا"۔ وہ یہ کہہ کر کچن سے نکلا۔

جب تک عنایہ برتن وغیرہ سیٹ کرنے لگی تھی دیر کافی ہو گئی تو محریب خود ہی آ گیا، وہ تو بوکھلا ہی گئی نگاہیں تو لرز ہی گئیں وہ اپنی توانا اور مردانہ شخصیت لئے اس کے روبرو تھا۔

"شاید میں نے پانی مانگا تھا معارج سے"۔ گویا اس نے طنز کے ساتھ جتایا۔

"سوری وہ پتہ نہیں کدھر نکل گیا"۔ جلدی سے فریج سے بوتل نکالی اور پانی انڈیل کر گلاس میں نکال رہی تھی کہ سمیرا بیگم تنقیدی اور ناگوار انداز نے عنایہ کے ہاتھ پاؤں پھلا دیئے محریب الگ تم جل سا ہو گیا، گلاس لیا اور چلا گیا۔

"کیا کہہ رہا تھا وہ؟" کڑے تیوروں سے پوچھا۔

"ج..... جی..... کچھ نہیں کہہ رہے تھے پانی لینے آئے تھے"۔ وہ تو شرم سے گڑ گئی۔

"دیکھو عنایہ! میں جو کچھ تمہارے ساتھ کروں گی بھلے کے لئے کروں گی، زیادہ محریب کے آگے پیچھے ہونے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے جب تمہاری شادی وہاں کرنی ہی نہیں ہے تو تم بھی اپنے قدم روک لو"۔ عنایہ نے حسرت بھری نگاہ ڈالی کتنی آسانی سے وہ ہر بات کہہ دیتی ہیں انہیں ذرا احساس نہیں کہ بچپن کے رشتے پل میں تو نہیں ٹوٹ جاتے بلکہ وہ شروع سے اپنے نام کے ساتھ محریب کا نام سنتی آ رہی تھی اتنی آسانی سے کیسے وہ اسے بھول جائے جبکہ وہ اس کی نس نس میں بسا تھا، کبھی تو وہ ان سب کو کھلے دل سے قبول کریں گی پورا وقت وہ پھر افسردہ رہی تھی۔

فجر کی نماز پڑھ کے وہ پنج سورہ لے کر پڑھنے لگی تھی صبح ہی وہ اٹھنے کی عادی تھی کوئی نماز اپنی قضا نہیں ہونے دیتی تھی گھر کے تمام کام نمٹانے کے بعد دوپہر میں ظہر کی نماز کے بعد کچھ دیر سوتی ضرور تھی وشہ اور معارج دونوں کالج چلے جاتے تھے سمیرا بیگم وہی دن چڑھے اٹھتی تھیں پھر اس کے بعد ان کی وہی روٹین پارلر ہوتا تھا جواد احمد نو بجے تک آفس کے لئے نکلتے تھے وہ اس دوران گھر میں اکیلی ہی ہوتی تھی۔ کل رات سے اس کا ذہن اتنا پریشان تھا کہ کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے سمیرا بیگم کا روکھا اور سرد مہر انداز بڑی امی اور محریب کے ساتھ اسے تفکرات میں ہی مبتلا کر رہا تھا۔

"اگر خدانخواستہ محریب نے ہی یہ رشتہ توڑ دیا تو وہ کیا کرے گی"۔ نہیں وہ حتی تو سوچنا ہی نہیں چاہتی تھی خود ہی اپنی سوچوں کو جھٹکا اور پنج سورہ پڑھنے کے بعد اسے چوم کر کیبنٹ میں رکھ دیا، کچن میں جا کر پہلے چائے کا پانی چولہا پر چڑھایا انڈے سیٹ کر کے باؤل میں رکھ دیئے وشہ اور معارج انڈے اور سلائس کا ناشتہ کر کے جاتے تھے اس دوران وہ ان دونوں کو بھی اٹھا دیتی تھی۔

"معارج! اٹھ جاؤ ٹائم دیکھو آٹھ بجنے والے ہیں"۔ اس کے کمرے میں چلی آئی جہاں وہ بے خبر چادر تانے سو رہا تھا اس کے منہ پر سے چادر ہٹائی۔

"اٹھو لڑکے"۔ عنایہ نے اس کے رخسار پر چپت لگائی۔

"یار آپی! ابھی پانچ منٹ میں اٹھ رہا ہوں"۔

"کیسے اٹھ رہا ہوں ابھی اٹھو"۔ وہ اس وقت تک سر پر کھڑی رہتی تھی جب تک وہ بیڈ سے اٹھ نہیں جاتا تھا۔ پھر اس نے وشہ کو اٹھایا دونوں جب تک تیار ہو کے آئے وہ ناشتہ ریڈی کر چکی تھی اس وقت لاؤنج میں رکھا فون بج اٹھا عنایہ چونک گئی اتنی صبح کس کا ہے دل دھڑک بھی اٹھا معارج چیئر کھسکا کے فون اٹھانے اٹھا۔

"تم کالج کے لئے نکلو فون میں ریسیو کرتی ہوں"۔ وہ اسے روک کر ـــــ لاؤنج میں چلی آئی اس دوران وشہ اور معارج نکل گئے تھے وشہ کی تو وین آتی تھی جبکہ معارج خود بس سے ہی جاتا تھا۔

"ہیلو السلام علیکم!" نمبر دیکھ لیا تھا دادی جان کے گھر سے تھا۔

"وعلیکم السلام!" محریب کی گھمبیر آواز نے اسے چونکا ہی دیا کہ اتنی صبح اس نے کیسے فون کر لیا تھا۔

"حیران ہو رہی ہو گی کہ میں نے اتنی صبح کیسے فون کر لیا"۔ وہ خود ہی بول اٹھا۔

"مجھے خبر تھی بلکہ پتہ ہے کہ تم صبح اٹھنے والوں میں سے ہو یہی بات مجھے یاد رہی تو سوچا کہ یہ ٹائم زیادہ بہتر ہے کیونکہ تمہیں اپنی امی کا بھی ڈر نہیں ہو گا"۔

"جی ایسی تو کوئی بات نہیں ہے"۔ اسے ناگوار گزرا مگر لہجہ پھر بھی نارمل تھا۔

"ایسی ہی بات ہے کیونکہ میں جب بھی آیا ہوں تم سمیرا چچی کے سامنے مجھ سے بچتی ہو"۔

"اچھا بتایئے صرف اس لئے فون کیا تھا"۔ وہ طنز کرنے لگی۔

"نہیں فون کی اور بھی وجہ ہے یہی کہ دادی جان کو تمہاری بہت یاد آ رہی ہے اس لئے کچھ دنوں کے لئے آ جاؤ تا کہ انہیں تسلی ہو جائے"۔ جھٹ محریب نے روکھے انداز میں مدعا بیان کر دیا تھا۔

"جی کوشش کروں گی"۔ وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

"کوشش نہیں کروں گی تمہیں آنا ہے"۔ یہ کہہ کر اس نے ریسیور وہیں پٹخ دیا تھا عنایہ کو اس کا سرد اور روکھا رویہ اکثر تکلیف دیتا تھا اس دن کے بعد سے وہ کچھ طنزیہ بھی ہو گیا تھا۔

پورا دن اس نے کام نمٹائے سمیرا بیگم کے تو اپنے پارلر سے چکر لگتے رہتے تھے عنایہ لیکن وہاں نہیں جاتی تھی کیونکہ اسے وہاں جانا شروع سے اچھا نہیں لگتا تھا پھر اسے دیگر لڑکیوں کی طرح بننے سنورنے کا بھی ایسا شوق نہیں تھا رات کا کھانا وہ تیار کر چکی تھی۔ رات کا کھانا سب ساتھ ہی کھاتے تھے عنایہ کی سمیرا کے سامنے جواد احمد سے کہنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ وہ دادی جان کے پاس جانا چاہتی ہے۔

"آپی! آپ ابو سے تو کہہ دیں جا کر کہ آپ کو جانا ہے"۔ وشہ اس کے پیچھے کچن میں چلی آئی وہ کچن سمیٹنے میں لگی ہوئی تھی۔

"امی کے سامنے کیسے کہوں؟" وہ منمنائی۔

"آپ اگر ایسے ہی ڈرتی رہی نا تو ہو گیا گزارہ میں ہی ابو سے کہتی ہوں"۔ وشہ کو تو جوش ہی چڑھ گیا۔

"وشہ! رکو تو"۔ عنایہ نے پکارا بھی مگر وہ رکی کہاں لاؤنج میں چلی گئی جواد احمد ٹی وی پر نیوز لگا کے بیٹھے تھے جبکہ معارج اپنے کمپیوٹر روم میں تھا۔

"وشہ بیٹا! چائے تو پلاؤ بنا کے"۔ انہوں نے اسے مخاطب کیا۔

"میرے لئے بھی بنانا بہت تھکن سی ہو رہی ہے"۔ سمیرا بیگم بھی وہیں چلی آئیں تھیں وشہ کچھ گڑبڑائی بھی تھی۔

"ابو! آپی کو دادی جان کے پاس تو بھیج دیں ان کا فون آ رہا ہے"۔ وشہ نے ایک جھٹکے میں ہی کہہ دیا۔

"عنایہ کو میں نے جانے سے منع کیا ہوا ہے نہیں جائے گی"۔ سمیرا بیگم تو سن کے ہی مشتعل سی ہو گئی تھیں۔

"تم ہوتی کون ہو اس پر پابندی لگانے والی؟"۔ جواد احمد کو غصہ آ گیا۔

"ماں ہوں اس کی کوئی نہیں جائے گی عنایہ"۔

"سمیرا! جب تمہاری میرے آگے چلتی نہیں ہے تو کیوں مجھ سے ضد باندھتی ہو"۔ جواد احمد نے ٹی وی آف کیا اور اپنی قہر برساتی نگاہیں ان پر ڈالیں۔

"لیکن اب چلے گی"۔

"امی! آپ اس طرح غلط کرتی ہیں آپ کو نہیں ملنا تو نہ ملیے مگر ہم لوگوں کو نہ روکیں"۔ وشہ نے مداخلت کی۔

"تم چپ کرو بڑوں کے معاملے میں مت بولا کرو"۔ انہوں نے اسے جھڑک دیا۔

"جب بڑے غلط بات کر رہے ہوں تو چھوٹوں کو بولنا ہی پڑتا ہے"۔ جواد احمد نے طنز کا تیر اچھالا۔

"عنایہ سے کہو وہ تیار ہو جائے"۔

"ابو! میں نہیں جاؤں گی"۔ عنایہ ان کی بحث و تکرار سن کے پریشان سی چلی آئی تھی جواد احمد نے حیرانگی سے دیکھا۔

"کیوں نہیں جاؤ گی؟"

"امی کو اچھا نہیں لگتا ہے"۔

"ارے تمہاری ماں کو اپنے علاوہ کبھی کچھ اچھا لگا ہے تئیس سال سے میں یہی دیکھتا آ رہا ہوں اپنے آگے اسے کوئی نظر نہیں آتا ہے"۔

"جواد......!" سمیرا بیگم کو تو آگ ہی لگ گئی۔

"بند کرو اپنی بکواس یہ گھر میرا ہے یہ اولاد میری ہے سنا تم نے یا اور کچھ بتاؤں شوہر ہوں تمہارا کوئی ملازم نہیں جو تم چیختی رہتی ہو"۔ جواد احمد بھی پھٹ پڑے۔

وشہ اور عنایہ دونوں ہی لب کچل رہی تھیں وہ کس کو سمجھاتیں جبکہ سمیرا بیگم کی ہر بات ہی غلط تھی وہ انہیں بھی ٹوک نہیں سکتی تھیں جواد احمد کی ہر بات ہی معقول تھی وہ سب سوچتے سمجھتے تھے مگر ان میں ایک خامی تھی انہیں غصہ جلدی آ جاتا تھا' دونوں ہی افسردگی میں جلا وہاں سے ہٹ گئیں کہ مزید وہ ان دونوں کی تکرار نہ دیکھ سکتی تھیں نہ ہی سن سکتی تھیں جبکہ یہ تو روز کا ہی معمول تھا۔

............☆............

جواد احمد اپنی ماں کے پاس گھٹنوں میں بیٹھ گئے تھے وہ اتنے اور مجبور اور لاچار تھے کہ وہ فیصلے پر آ گئے تھے ان کے دونوں بھائی اور بھاوج حق دق سے رہ گئے تھے کیونکہ آج تک ان کے خاندان میں نہ ایسا ہوا اور نہ ہی دیکھا تھا۔

"جواد! تم ہوش میں تو ہو کیا کہہ رہے ہو"۔ رضوان احمد نے انہیں ٹوکا۔

"بھائی جان میں بہت عاجز آ گیا ہوں"۔ بے زاری ان کے چہرے سے واضح تھی۔

"عاجز آ گئے ہو تو تم یہ کرو گے' اولاد جوان ہے تمہاری کیا اثر پڑے گا"۔

"میری اولاد سب دیکھتی رہتی ہے' ہماری صبح ہوتی ہے تو آغاز لڑائی سے ہوتا ہے رات ہوتی ہے تو لڑائی ہوتی ہے"۔ وہ مضمحل سے تھے۔

"اس کا یہی حل ہوتا ہے کہ ایک فریق خاموش رہے"۔ نزہت نے انہیں سمجھایا۔

"بھابی جان! میں طویل عرصے سے خاموش ہی ہوں لیکن اب برداشت کی حد ہو گئی ہے اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہے بس ضد سوار ہے آپ سب سے"۔ جواد احمد نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"پھر اس کا تو یہی حل نکلتا ہے ہم محریب اور عنایہ کی شادی کر دیتے ہیں شاید سمیرا کے رویے میں لچک آجائے"۔ ناظمہ بولیں۔

"عنایہ ہی راضی نہیں ہوگی اُسے بھی یہی ضد سوار ہے کہ اس کی ماں راضی خوشی اسے رخصت کرے گی تو شادی کرے گی ورنہ نہیں"۔ اندر آتے قدم کچھ لمحے کو محریب کے رکے وہ جواد احمد کی بات سننے لگا۔

"سمیرا تو ساری عمر ہی نہیں چاہے گی"۔ پھر گویا ہوئے۔

"عنایہ کو ہم سب سمجھا سکتے ہیں"۔ ریحان احمد ٹھہری سوچ کے بعد گویا ہوئے کیونکہ کافی دیر سے وہ ان کی باتیں سن رہے تھے۔

"کیا فائدہ وہ سمجھانے پر راضی تو ہو جائے گی دل سے نہیں ہوگی اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری بچی شادی کے بعد پریشان رہے کیونکہ سمیرا اسے چین سے نہیں رہنے دے گی"۔ محریب الٹے قدموں ہال کمرے سے پلٹ گیا تھا' ذہن الجھ سا گیا تھا بات تو چاچو نے ٹھیک ہی کہی تھی کہ زبردستی اگر وہ شادی کے لئے راضی ہو گئی تو بعد میں خوش کب رہے گی وہ گہری سوچ میں گم لاؤنج میں بیٹھا جہاں رافع اپنا پسندیدہ چینل لگائے بیٹھا تھا اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

"محریب بھائی! خیریت تو ہے اتنے خاموش سے کیوں بیٹھے ہیں"۔ اس نے پُرتشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ویسے ہی خاموش بیٹھا ہوں"۔ مبہم سا مسکرایا اور پھر اٹھ کر اپنے کمرے کی سمت بڑھ گیا' ڈھیلے انداز میں وہ بیڈ پر نیم دراز ہو گیا وہ آج کسی نا کسی فیصلے پر پہنچنا چاہتا تھا کیونکہ اس کے اور عنایہ کے رشتے کی وجہ سے دونوں گھرانوں میں الجھن اور انتشار بڑھ رہا تھا اور وہ اندازہ بھی کر رہا تھا کہ سمیرا چچی کبھی بھی ان دونوں کے رشتے کو قبول نہیں کریں گی اور عنایہ اپنی امی کی رضامندی کے بغیر کبھی بھی شادی نہیں کرے گی لیکن اس نے سوچ لیا تھا کہ اب عنایہ سے ہی وہ آخری فیصلہ بھی سنے گا' آخر کب تک اسی طرح چلتا رہے گا اور پھر رشتے تو دل کی رضامندی سے ہی پروان چڑھتے ہیں کیا فائدہ وہ تو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر شادی کرے گا' مگر عنایہ اسے کبھی قبول نہیں کرے گی' وہ تیزی سے بیٹھے اٹھاکوں میں ہی ذہن نے دل و دماغ کے ساتھ ہی فیصلہ کر لیا تھا۔

"محریب بھائی' محریب بھائی!" رافع نے متواتر اس کے بیڈروم کے دروازے پر دستک دی وہ چونک ہی گیا۔

"آجاؤ یار!" وہ اٹھ کر بیٹھا۔

"محریب بھائی! آپ کو بڑے ابو بلا رہے ہیں"۔

"اچھا آتا ہوں"۔ سر ہلا کر کہا رافع چلا گیا تھا۔ ہال کمرے میں آیا تو دیکھا جواد احمد نہیں تھے البتہ باقی افراد موجود تھے۔ نزہت تو خاصی مغموم سی بیٹھی تھیں۔

"ابو! آپ نے مجھے بلایا؟" وہ مؤدب انداز میں پوچھتے ہوئے سنگل صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

"محریب! ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تمہاری اور عنایہ کی شادی کر دی جائے"۔

"لیکن ابو! میں یہ کہتا ہوں کہ اتنی جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہیں کریں"۔ اس نے بغیر رکے ہی جھٹ انہیں روکا۔

"جواد مجھ سے کہہ کر گیا ہے اور پھر اماں جی کی طبیعت کو تم جانتے ہو وہ بالکل نہیں مان رہی ہیں"۔

"ابو! ہم دادی جان کو سمجھا سکتے ہیں اور پھر میں کم از کم ہرگز بھی ایسے شادی نہیں کروں گا کہ عنایہ راضی نہ ہو"۔ وہ ویسے ہی صاف گو آدمی تھا ہر بات کو کلیئر کرتا تھا جو اس کے دل میں ہوتا تھا وہی منہ سے بھی کہتا تھا۔

"عنایہ کو جواد منائے گا' پھر تمہاری امی بھی جا کر بات کریں گی"۔

"ہاں محریب! تم اس بات سے بےفکر ہو جاؤ"۔ نزہت نے بھی اسے گویا تسلی ہی دی محریب اسی لمحے لب بھینچ کر ہی رہ گیا زیادہ بحث نہ وہ کرتا تھا اور نہ ہی پڑتا تھا۔

"اماں جی کو سنبھالنا اس وقت مشکل ہو رہا ہے اور تم پھر جانتے ہو کہ ڈاکٹرز نے کہا تھا کہ ان کی مرضی کے خلاف کوئی بھی ایسی بات نہ کی جائے"۔ ریحان احمد اسے آگاہی دینے لگے۔

مگر محریب کو یہ دھوکے کی زندگی ذرا پسند نہ تھی جب وہ دل سے راضی نہیں ہوگی تو یہ شادی جیسا رشتہ کبھی مضبوط نہیں ہو سکتا۔

"سمیرا چچی کو آپ جانتے ہی ہیں"۔

"سمیرا کی جواد نے نہ پہلے سنی تھی اور نہ اب سنے گا وہی کرے گا جو اس نے یہاں بیٹھ کر طے کیا ہے اس وقت اماں جی صحت و زندگی کی زیادہ اہمیت رکھتی ہے"۔ انہوں نے کہا اور پھر وہ بات ختم کر کے کھڑے ہی ہو گئے تھے چچا جان نے محریب کے شانے پر تھپکی دی وہ جواب میں ان سے اور کیا کہتا جب وہ فیصلہ کر چکے تھے مگر ایک فیصلہ اسے بھی کرنا تھا جو بہت ضروری تھا ساری زندگی کا معاملہ تھا وہ ایک دوسرے سے آنکھ چرا کے زندگی نہیں گزارنا چاہتا تھا اس وقت اس نے چپ ہی سادھ لی تھی۔

☆

دوسرے دن وہ حسنہ پھپھو کی طرف چلا گیا احد آفس سے آچکا تھا دونوں نے پہلے ڈنر کیا اور پھر محریب اسے لے کر باہر لان میں ہی نکل گیا کیونکہ سارے رازوں سے وہ واقف تھا۔

"تمہارا کیا فیصلہ ہے؟"

"فیصلہ میں اسے سناؤں گا"۔ اس نے آسمان پر چمکتے ستاروں پر نگاہ جما کے کہا احد نے گہری اور پُرتفکر نگاہیں اس پر گاڑ دیں۔

"محریب! کوئی گڑبڑ تو نہیں مچانے والے تم؟"

"جب میری زندگی ہی گڑبڑ ہو گئی ہے تو میں کیا گڑبڑ مچاؤں گا"۔ اب دونوں نرم نرم گھاس پر چہل قدمی کرنے لگے بڑا سا لان اور سائیڈ پر خوبصورت پھولوں کے پودے اور مین گیٹ کی سائیڈ پر آم کے بڑے بڑے درخت ہوا سے جھوم رہے تھے۔

"بس' بس زیادہ فلاسفر نہ بنو"۔ احد کو اس کی ایسی روکھی اور ثقیل گفتگو ہمیشہ بری لگتی تھی۔

"کیا مطلب لے کے کہاں جاؤ گے؟" محریب کو اس کا سوالیہ انداز چڑا ہی گیا۔

"یہاں تو بات ہو نہیں سکے گی کیونکہ امی اور ابو دونوں ادھر ہیں اور پھر پچھلی بار کا قصہ تو تم بھی نہیں بھولے ہو گے"۔ اس نے محریب کو یاد دلایا جب اس نے بات کرنے کے لئے ہی عنایہ کو حسنہ پھپھو کے گھر بلوایا تھا۔

"ہاں یاد ہے جب ہی کہہ رہا ہوں' میں اسے لانگ ڈرائیو پہ لے جاؤں گا اسی طرح بات بھی ہو سکے گی"۔

"یار محریب! مجھے جانے کیوں ایسا لگ رہا ہے کہ اس بار تم کچھ غلط ہی کرو گے یار سوچ لو وہ لڑکی خاندان میں سب سے الگ ہے' ایسے جارحانہ انداز وہ نہیں برداشت کر سکے گی"۔ احد رک کر کھڑا ہو گیا محریب نے تیکھے چتون کئے اور اسے گھورنے لگا۔

"جارحانہ انداز کیا بکواس کر رہے ہو یار؟" وہ تو ایک دم پزل بھی ہو گیا۔

"یہی کہ تم اگر غلط طریقے سے اسے مجبور کرو گے شادی کے لئے تو یار خاندان کی عزت کا خیال کرو"۔

"لاحول ولا قوۃ ہمیشہ بے ہودگی ہی سوچنا"۔ وہ اس کی بات کا مطلب سمجھ کر اسے سنانے لگا۔

"تم اس سے اکیلے میں ملنے کو کہہ رہے ہو اور تمہارے دماغ کا پتہ بھی نہیں ہے' کیونکہ مجھے تو تمہاری آنکھوں میں کبھی بھی حنائیہ کے لئے وہ جذبات نظر آئے جو ایک لڑکے کے اپنی اتنی خوبصورت منگیتر کو دیکھ کر ہوتے ہیں"۔

"ہر چیز کا اور ہر بات کا ایک وقت ہوتا ہے' مجھے اچھا نہیں لگتا کہ سب کے سامنے ایسی فضول حرکتیں کروں"۔ وہ جھینپ گیا دونوں چلتے چلتے تھک گئے تو گھاس پر لیٹ گئے' دودھیا روشنی پورے لان میں پھیلی ہوئی تھی ہوا چل رہی تھی پودے اور درخت جب ہلتے تو اور زیادہ ہوا کے جھونکے محسوس ہوتے تھے۔

"یار لڑکیاں پھول کی طرح ہوتی ہیں' اگر ان پر ذرا سی پیار بھری نگاہ کی پھوار برسا دو تو وہ کھل ہی جاتی ہیں"۔ احد اسے بڑے مدبرانہ انداز میں سمجھاتے ہوئے حیران کر رہا تھا۔

"جبکہ حنائیہ تمہاری بچپن کی منگیتر ہے' اتنا تو اس بے چاری کا حق بنتا ہے کہ تم پیار بھری میٹھی نگاہوں سے ہی دیکھ لو چاہے بات نہ کرو کوئی رومینٹک سی"۔

"میں پھر تمہیں بتا دوں' جب وقت آئے گا اسے کوئی شکایت نہیں ہوگی لیکن وقت سے پہلے بالکل نہیں"۔ وہ عام لڑکوں کی طرح تو نہ تھا جو ہر وقت کے فضول ڈائیلاگ بولتے ہیں وہ اپنے جذبات چھپا کے رکھے ہوا تھا' کسی خاص موقع کے لئے تاکہ اس کے جذبات میں نیاپن تو اسے لگے' چاہے اسے پوری زندگی اس سے محبت بھرے رومینٹک ڈائیلاگ ہی کیوں نہ بولنے پڑیں' وہ بولے گا مگر وقت سے پہلے اپنے جذبات اس پر آشکار نہیں کرے گا۔

"پانچ سال تم نے امریکا میں گزارے ہیں لیکن اتنے دقیانوسی کیوں ہو"۔ احد کو اس پر غصہ آنے لگا اور پھر اٹھ کر بھی بیٹھ گیا۔

محریب کے ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ ٹھہر گئی کیونکہ احد اسے گھور رہا تھا۔

"میرے اصول الگ ہیں میں جو بہتر سمجھتا ہوں وہ کرتا ہوں"۔ تفاخر زدہ اس کا انداز تھا۔

"یہ جو تم لٹھ مار ہو نا تمہارے ایسے انداز پر تو وہ جھٹ سے انکار ہی کرے گی یار میرے' لب ولہجہ میں انداز میں آنکھوں میں محبت سمو کر اس سے بات کر دیکھو قدموں میں پگھل کر وہ بیٹھ جائے گی فوراً شادی کے لئے رضامندی دے دے گی"۔

"بس رہنے دو میں جیسے اسے جانتا نہیں ہوں کتنی خشکی ہے ایک انچ نہیں ہلے گی"۔

"پھر کیوں بات کر رہا ہے چھوڑ"۔ احد اپنی پینٹ کو ہاتھوں سے جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"کل کے بعد چھوڑ دوں گا"۔

"کیا مطلب......؟" احد نے چونک کر پوچھا۔

"ارے میرا مطلب ہے کہ آخری بار پوچھ لیتا ہوں اس کی مرضی کیا ہے پھر ہی تو بات آگے بڑھے گی خواہ مخواہ زبردستی شادی ہو گئی تو ساری زندگی مجھے الزام ہی دیتی رہے گی"۔ گڑبڑا کے اس نے جھٹ بات سنبھالی۔

"ویسے اس سے پوچھنا فضول ہی ہے ماموں جان نے اور ریحان ماموں نے تو تمہاری شادی کا سوچ ہی لیا ہے"۔

"ابھی اس قصے کو چھوڑ دو میں کل پانچ بجے گھر آؤں گا کیونکہ سنڈے ہے گھر پر تم بھی ہو گے میں بھی لیکن دھیان سے پھپھو کو نہ پتہ چلے ورنہ گڑبڑ ہو جائے گی"۔ اسے حسنہ پھپھو سے بھی ڈر لگ رہا تھا۔

"کیا بات ہے آپ دونوں کیا سارا ٹائم یہیں گزار دیں گے"۔ پنک کاٹن کے پرنٹڈ کپڑوں میں وہ مسکراتی ہوئی

آئی تھی دونوں کے لب بھنچ گئے۔

"بھابی! خیر سارا ٹائم تو نہیں گزاریں گے میں بھی چلتا ہوں"۔ محریب مسکرایا۔

"یار! کہاں ابھی چائے کا دور تو چلا ہی نہیں"۔

"تمہیں پتہ ہے میں رات میں چائے نہیں پیتا ہوں"۔ محریب نے یاد دلایا۔

"محریب بھائی! آپ کو تو ابھی سے حنائیہ کو اپنی ساری پسند ناپسند سے آگاہ کر دینا چاہیے"۔ شاہین نے چھیڑا۔

"یہ نواب ہیں سارا کچھ اپنے محل میں کریں گے روبرو بیٹھ کر پہلے سے نہیں"۔ احد اکثر بے باک بھی ہو جاتا تھا۔

"بکواس کم کیا کرو"۔ محریب جھینپ گیا' شاہین کو ہنسی آگئی۔

"ویسے حنائیہ کے مزاج کا بھی پتہ نہیں چلتا ہے کیا پسند ہے اور ناپسند ہے"۔ شاہین نے سرد آہ بھری۔

"دونوں ہی روکھے پھیکے سے ہیں جانے آگے کریں گے کیا"۔ احد کو یہی پریشانی رہتی تھی۔

"وہی جو تم کر رہے ہو"۔ محریب نے مسکراتے ہوئے کان میں سرگوشی کی اور احد کی تو حیرانگی سے آنکھیں پھیل گئیں کہ محریب اور ایسی معنی خیز بات اس سے پہلے وہ اسے پکڑتا محریب ان دونوں کو سلام کرتا ہوا نکل گیا' شاہین احد کی شکل دیکھتی رہ گئی۔

"یار! یہ تو اپنے ہی قبیلے کا ہے بس خود پر خول چڑھایا ہوا ہے"۔ وہ شاہین سے مخاطب ہوا تھا۔

"سنو! کل تم نے حنائیہ کو کسی طرح بھی یہاں لانے کے لئے راضی کرنا ہے محریب کو اس سے بات کرنی ہے"۔ احد چلتے ہوئے اسے ہدایت دینے لگا۔

"مشکل ہے' کہ وہ آئے"۔

"تمہیں اسے لانا ہے کیونکہ تم جانتی ہو دونوں کی شادی ہونے والی ہے اچھا ہے دونوں آپس میں بات کر لیں جو بھی چاہتے ہیں"۔

"کیوں آپ کو نہیں بتایا محریب بھائی نے؟" شاہین نے پوچھا۔

"خاصا گھنا ہے بتا کے نہیں دیا"۔

"محریب بھائی کچھ ریزرو سے رہتے ہیں"۔ وہ بولی۔

"دوسروں کے ساتھ میرے ساتھ بالکل نہیں اس کی رگ رگ بلکہ نس نس سے واقف ہوں"۔ وہ بتانے لگا۔

"پھر بتایئے کہ وہ کیا بات کریں گے حنائیہ سے"۔ وہ استفسار کرنے لگی۔

"بات کیا کرنی ہے' گڑبڑ کرے گا اور مجھے ڈر ہے کہ بات سنبھلنے کے بجائے بگڑ نہ جائے' پھر سمیرا امی کو تو موقع ہی مل جائے گا"۔ احد نے محریب کی گفتگو سے کافی کچھ اخذ بھی کر لیا تھا۔

"سمیرا امی نے بھی الگ ہی ضد باندھی ہوئی ہے"۔ دونوں پھر کافی دیر تک ان پر ہی باتیں کرتے رہے تھے کیونکہ ایک سمیرا نے پورے خاندان کو ہلا کر ہی رکھا ہوا تھا' جو صرف دل سے سوچتی تھیں دماغ کا استعمال کم ہی کرتی تھیں۔

☆

"میں نے سوچا کہ آج تمہارے پارلر سے ہی اپنی کٹنگ کروا لوں گی' اس بہانے تم سے مل بھی لوں گی"۔ سمیرا بیگم کی کالج فیلو سائرہ ان سے ملنے چلی آئی تھیں۔ سائرہ بھی انہی کی طرح فیشن ایبل تھیں اپنے شولڈر کٹ بالوں کو ہلاتی ہی رہتی تھیں۔

"سمیرا! تم تو ابھی تک زیادہ عمر کی لگتی ہی نہیں ہو اور تمہاری بیٹیوں کو دیکھ کر لگتا ہی نہیں ہے کہ تم جوان بیٹیوں کی ماں ہو"۔ انہوں نے مزید آسمان پر چڑھایا سمیرا بیگم کے پہلے ہی پاؤں زمین پر نہ تھے اور یہ کم عمر کے خطاب نے ان کا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچایا ہوا تھا۔

"مجھے دیکھ کر ابھی تک بھی لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ میری شادی نہیں ہوئی"۔ باہر بیٹھے جواد احمد سب سن رہے تھے اور ان کی بیلی کی مبالغہ آرائی تو انہیں آگ ہی لگا رہی تھی۔

"بڑا شوق ہے تمہاری ماں کو کم عمر بننے کا"۔ انہوں نے ٹرے لے جاتی عنایہ سے کہا وہ لب کچلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں چلی آئی۔

"ارے سمیرا! عنایہ کی تو تم نے بچپن میں منگنی کر دی تھی"۔ سائرہ کو یاد آیا تو پوچھا۔

عنایہ سینٹرل ٹیبل پر لوازمات رکھ رہی تھی نگاہ اس نے جھکائی ہوئی تھی اپناؤ کر دیے بھی اسے ناگوار ہی گزرتا تھا۔

"لیکن میں اپنی بیٹی کی شادی وہاں نہیں کروں گی"۔ سمیرا ذرا فخر سے ہی گویا ہوئیں عنایہ کو بھی جتایا وہ لب کچلنے لگی۔

"سمیرا! تمہیں اپنی بیٹی کی شادی اتنی جلدی کرنی بھی نہیں چاہیے کیونکہ ابھی تمہاری ایسی کوئی عمر بھی نہیں ہے کہ ساس بنو پھر بعد میں نانی جلدی بن گئیں تو سارا ہی اسکوپ ابھی سے خراب ہو جائے گا"۔ سائرہ نے انہیں مزید حسن اور نفس کی قصیدہ گوئی کی تو وہ کچھ اکڑ کے ہی بیٹھ گئیں۔

"ارے اتنی جلدی تو میں بھی کرنے والی نہیں ہوں اور اپنی سسرال میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔ انہوں نے ہاتھ چلا کر ہنکارا بھرا۔

عنایہ سے وہاں بیٹھنا مشکل ہو گیا آنکھوں میں نمی اور افسردگی لے کر ڈرائنگ روم سے نکلی تھی اس کی ماں اتنی خود غرض بھی ہو سکتی ہے اس نے صرف ابو کے منہ سے سنا ہی تھا مگر اس کا مظاہرہ بھی دیکھ لیا وہ سسکیاں لے کر رو رہی تھی مگر چپ کر وشا اسے ڈھونڈتی ہوئی آ گئی جو ڈائننگ روم میں تھی۔

"آپی! کیا بات ہے کیوں رو رہی ہیں؟" وشا تو گھبرا ہی گئی۔

"کک...... کچھ نہیں"۔ آنسو چھپانے کی وہ ناکام کوشش کرنے لگی۔

"دیکھیے آپی! مجھ سے کچھ چھپایئے نہیں کیا بات ہے"۔ وشا ویسے ہی دو دن سے پریشان بھی تھی کیونکہ جواد احمد نے گھر میں عنایہ کی شادی کا جو کہہ دیا تھا اور اسے پتہ تھا کہ عنایہ بالکل بھی رضامند نہیں ہو گی۔

"پلیز آپی! کچھ تو بولیے امی نے کچھ کہا ہے یا ابو نے"۔ وہ کھسیا سی گئی۔

"کسی نے کچھ نہیں کہا ہے؟"

"آپ بلاوجہ کبھی بھی اتنا نہیں روتی ہیں آپ تو حالات کا مقابلہ کرتی ہیں اور مجھے حیرت ہے کہ رو رہی ہیں دوسروں کو تسلی دینے والی ہمت دینے والی اور مضبوط ارادوں والی کے آنکھوں میں آنسو"۔ وہ افسردگی سے گویا ہوئی۔

"وشا! امی کبھی بھی میری شادی نہیں ہونے دیں گی"۔

"کیوں نہیں ہونے دیں گی ہو گی اور ضرور ہو گی ابو دادی جان کے گھر ساری بات طے کر آئے ہیں"۔ وہ اسے اطمینان دلانے لگی۔

"لیکن وشا! میں چاہتی ہوں میری شادی پر امی خوشی خوشی شرکت کریں"۔ اس کے دل میں تو آج پھانس چبھ گئی تھی وہ سوچ سوچ کر حیران تھی کہ اس کی سگی ماں ایسی سوچ رکھتی تھی جبکہ وہ بیٹی ہو کر اپنی ماں کے متعلق ذرا بھی نہیں سوچتی تھی۔

"آپ کو اندازہ ہے امی کبھی بھی ایسا نہیں کریں گی"۔

"میں ساری زندگی انتظار کروں گی"۔ اپنے آنچل سے آنسو وہ خشک کر رہی تھی۔

"آپ نے محریب بھائی کے متعلق بھی کچھ سوچا ہے یا نہیں کب تک انتظار کریں گے"۔ وشا کو اس کی ضدی طبیعت سے اکثر چڑ ہوتی تھی۔

"بچپن سے ہی انتظار کر رہے ہیں مزید انتظار کر لیں گے تو کیا ہو جائے گا"۔ اسے تو ویسے ہی محریب کی ایسی تلخ اور سرد باتوں نے اور ہی مایوس کر دیا تھا وہ بھی تو اس کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

"آپی! محریب بھائی کا اس میں قصور کیا ہے آپ شادی کے بعد بھی تو امی کو منا سکتی ہیں اور دیکھیے گا جب آپ کی شادی ہو جائے گی تو امی خود بخود مان لیں گی"۔ وہ اسے سمجھانے لگی۔

"بعد میں اور پریشانیاں ہوں گی مجھے خبر ہے امی میری شادی کے بعد بھی وہاں قدم نہیں رکھیں گی یہ مجھ سے گوارہ نہیں ہو گا"۔ لب کچلنے لگی

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟" سمیرا بیگم نے کڑے تیوروں سے دونوں کو دیکھا۔

وہ دونوں بوکھلا ہی گئی تھیں عنایہ کی آنکھوں میں آنسو بھی دیکھ لئے تھے وہ نگاہ جھکا کر رہ گئی۔

"میری باتیں بری لگی ہیں نا جب ہی رو رہی تھیں"۔ اس لمحے وہ اتنی سنگدل لگ رہی تھیں وشا تو دانت پیس رہی تھی۔

"وہ سب باتیں میں جان بوجھ کے کر رہی تھی میں تمہاری شادی وہاں بالکل نہیں کروں گی تمہیں آج ہی اپنے باپ کو فیصلہ سنانا ہے"۔ وہ تو اڑ ہی گئی تھیں۔

"امی! آپی کی منگنی بچپن کی ہوئی تھی"۔ وشا نے جھٹ مداخلت کی۔

"میں نے شروع سے اس منگنی کو نہیں مانا ہے"۔

"پلیز امی! آپ آپی کے ساتھ یہ ظلم نہ کریں"۔ وہ روہانسی ہو گئی۔

"میں اس کا اچھا برا سمجھتی ہوں یہ ظلم نہیں ہے بلکہ ان سب کے ظلم سے بچا رہی ہوں بعد میں اسے یہی طعنے سننے کو ملیں گے"۔ عنایہ آنچل ہونٹوں پر رکھ کر اندر چلی گئی کافی دیر تک وشا اور سمیرا بیگم میں بحث ہی ہوتی رہی تھی پھر وشا اور محارج عنایہ کے مقابلے میں کچھ تیز و طرار بھی تھے اس لئے ان کا مقابلہ کر لیتے تھے۔

☆..........☆

"یمنی! ذرا فون تو ملا میں اپنی بچی سے فون پر بات ہی کر لوں"۔ دادی جان نے یمنی سے کہا وہ ان کے سر میں تیل کی مالش کر رہی تھی۔

"جی اچھا"۔ فوراً حکم کی تعمیل کے لئے وہ اٹھی تھی۔

اسی اثناء میں محریب ان کے کمرے میں چلا آیا تھا اسکائی بلیو قمیض شلوار میں ملبوس اونچا لمبا محریب اس پر اس کی سوبر شخصیت اس کی وجاہت و وقار کو بڑھا دیتی تھی۔

"کیسی ہیں دادی جان؟" اس نے مسکراتے ہوئے ان کے ضعیف سے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے تھے۔

"ویسی ہی ہوں تو کیسا ہے کہیں جا رہا ہے"۔ انہوں نے اس کے چہرے پر پیار بھری نگاہ ڈالی جو ابھی بھی مسکرا ہی رہا تھا۔

(جاری ہے)

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 5 -

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

"کچھ ضروری کام ہے"۔

"دادی جان! فون میں نے کیا تھا عنایہ باجی سو رہی تھیں"۔ یمنی انہیں اطلاع دینے چلی آئی محریب چونک گیا۔

"وشا اور معارج اپنی آنی کے گئے ہوئے ہیں جواد چاچو نے فون ریسیو کیا تھا"۔

"میری بچی کو دیکھے ہوئے آنکھیں ترس سی گئی ہیں"۔ وہ افسردگی سے گویا ہوئیں۔

محریب حیران بھی تھا کہ اس نے تو احد سے کہا تھا کہ وہ عنایہ کو پانچ بجے تک لے آئے گا باہر پھر وہ سو رہی تھی تیزی سے کمرے سے نکلا تاکہ احد کو کال تو کرے اور کوریڈور میں کھڑا ہو کر اپنے موبائل پر اسے کال کرنے لگا۔

"یار اتم گئے نہیں؟" محریب اس کی آواز سنتے ہی جھنجلا کر بولا۔

"تمہارا کام آرام سے ہو جائے گا' وشا اور معارج اپنی آنٹی کے گھر گئے ہوئے ہیں اور میرا ماما اپنی دوستوں میں نکلی ہوئی ہیں گھر میں صرف جواد ماموں اور عنایہ ہیں"۔ احد اسے بتانے لگا۔

"جواد چاچو کے سامنے میں کیسے بات کر سکتا ہوں"۔ وہ منمنایا۔

"جواد ماموں تم لوگوں کی طرف آئے ہوں گے بڑے ماموں سے کچھ بات کرنے"۔

"یہ تمہیں اتنی تفصیل دی کس نے ہے؟" محریب کو حیرانی بھی ہوئی۔

"شاہین کو فون کیا تھا وشہ سے تفصیل سے بات ہوئی تھی عنایہ سے بھی ہوئی تھی۔"

"پھر میں ابھی جاؤں یار کہ کر؟" وہ پوچھنے لگا۔

"ایسا کرنا چھ بجے تک نکلنا جواد ماموں جب تک گھر سے نکل ہی جائیں گے"۔ وہ اسے ہدایت دینے لگا۔

محریب کو گھبراہٹ سی ہونے لگی کہ گھر میں اکیلے میں عنایہ سے ملنا پھر بات بھی ایسی تھی کہ جنگ تو ہونا لازمی ہی تھی وہ موبائل اپنی قمیض کی پاکٹ میں رکھ کر دادی جان کے کمرے میں ہی چلا آیا تھا۔ یمنی ان کے مالش کرنے کے بعد تیل کی بوتل لے کر کمرے سے نکل گئی تھی۔ گھر میں کچھ سناٹا تھا مائرہ اور فائق تو کہیں نکلے ہوئے تھے اور رافع کمپیوٹر پر بیٹھا تھا۔

"تو گیا نہیں ابھی؟" دادی جان نے اسے اپنے بیڈ پر نیم دراز دیکھا تو وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی تھیں۔

"ابھی جاؤں گا کچھ دیر آپ کے پاس نہیں بیٹھ سکتا کیا؟"

"کیوں نہیں مجھے تو اس دن اور خوشی ہوگی جب تیری شادی ہوگی تو اور عنایہ ساتھ ساتھ میرے سامنے آکے بیٹھیں گے"۔ ان کی ہر بات میں عنایہ کا ہی ذکر تھا محریب نے جھینپ کر انہیں دیکھا۔

"سوچ لیں دادی جان! اگر بھائی جان کو آتے ہی بھابھو نے قابو کر لیا تو آپ کے پاس بھی آنے نہیں دیں گی"۔ مائرہ کی غیر متوقع آمد ہوئی تو محریب چونک گیا۔

"فضول مت ہانکا کرو سب سے پہلے میرے لئے دادی جان اہمیت رکھتی ہیں تمہاری بھابھو کی کیا مجال کے مجھے قابو کرے"۔

"واہ...... سنا دادی جان! ان کی سوچ ورنہ تو بولتے ہی نہ تھے بولے بھی تو ایسا کہ انسان سوچ میں پڑ جائے کہ محریب احمد بھی بول سکتے ہیں"۔

"چل ہٹ میرے بچے کو مت تنگ کر وہ ایسا مذاق نہ کرتا ہے اور نہ پسند کرتا ہے"۔ دادی جان ہی اس کی حمایت میں بولنے لگی تھیں۔ اسی اثناء میں آگے پیچھے رضوان احمد' ریحان احمد اور جواد احمد اندر آئے تو دونوں بھائی مؤدب ہو کر کھڑا ہو گئے دونوں نے انہیں سلام بھی کیا تھا محریب کو اطمینان ہو گیا کہ جواد احمد یہاں آگئے ہیں تو اسے اب وہاں جانا تھا۔

"تم کہاں چلے؟" ریحان احمد نے اسے جاتا ہوئے دیکھا۔

"ابو! کسی سے ملنا ہے مجھے"۔ جواد احمد نے حسرت بھری نگاہ اس پر ڈالی تھی محریب نگاہ چرا کر باہر نکل آیا تھا۔

☆

طبیعت اس کی اتنی گھبرائی تھی کہ وہ جواد احمد کے جانے کے بعد نجانے گھس گئی تھی رونے سے اس کا سر بھاری اور بوجھل ہو گیا تھا آنکھیں بھی کچھ سوج رہی تھیں' پیچ کلر کے کاٹن کے کپڑوں میں اس کا سراپا نکھرا نکھرا لگ رہا تھا دراز بالوں سے پانی ٹپ ٹپ کر رہا تھا' وہ ہاتھوں اور پیروں پر بیڈ پر بیٹھ کر لوشن لگا رہی تھی کہ ڈور بیل سے چونک گئی پھر اس وقت وہ تنہا تھی سمجھ گئی کہ معارج اور وشہ ہوں گے کیونکہ دونوں نے چھ بجے تک آنے کو کہا تھا چھ بج ہی رہے تھے آنچل بائیں شانے پر جھول رہا تھا' گیلی گیلی زلفیں پشت پر بکھری ہوئی تھیں' باہر گیٹ تک آئی تو آہنی گیٹ کے بلنس سے دیکھا محریب کھڑا تھا وہ تو گھبرا ہی گئی۔

"یہ اس وقت یہاں"۔ تذبذب کا شکار ہو گئی۔ ڈور بیل پھر متواتر بجنے لگی۔

"ک...... کون...... ہے؟" کچھ ہکلا کے ہی گویا ہوئی۔

"میں ہوں محریب"۔ گمبھیر آواز پر دل ہی دھڑک اٹھا۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ گیٹ کھولے یا ان سنی کر دے لیکن اب تو پوچھ بھی لیا تھا وہ بوکھلاہٹ کا شکار بھی ہو گئی تھی۔

"مجھے پتہ ہے تم ہو اس لئے دروازہ کھولو"۔ ذرا تیز اور درشت لہجے میں محریب نے کہا۔

اسی وقت اس نے لاک گھما کر گیٹ کھولا تھا سامنے وہ وائٹ کلف لگے قمیض شلوار میں ملبوس اپنی شاندار پرسنلٹی کے ساتھ کھڑا تھا' عنایہ نے سائیڈ پر ہو کر اسے اندر آنے کے لئے جگہ دی اور پھر وہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اندر آ گیا' عنایہ نے اپنا آنچل شانوں پر درست کرنے کے ساتھ سر پر بھی ڈال لیا کیونکہ اس کے بال گیلے پشت پر پھیلے تھے سرخ و سپید نرم گداز اس کے ہاتھ پیر محریب کی بے اختیار نگاہوں سے بچے نہ رہ سکے تھے۔

"اندر تو جانے کی اجازت ہے یا باہر سے ہی لوٹانے کا ارادہ ہے"۔ طنز کے ساتھ تلخی بھی در آئی تھی۔

عنایہ سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا اثبات میں سر ہلایا اور اندر کی طرف بڑھ گئی محریب نے بھی تقلید کی تھی سامنے سے گزرتے ہوئے پہلے لاؤنج ہی پڑتا تھا وہاں درمیان میں صوفہ سیٹ قرینے سے ہی پڑا ہوا تھا وہ بڑے صوفے کا انتخاب کر کے بیٹھ گیا جبکہ وہ لب کچلتی ہوئی کچن کی سائیڈ والے حصے پر کھڑی تھی۔

"اگر یہاں میرے سامنے آ کر بیٹھ جاؤ گی تو میں تمہیں کھا نہیں جاؤں گا"۔ وہ اتنا تلخ تو نہ تھا مگر آج جانے کیوں دل یہ کر رہا تھا کہ عنایہ کو خوب نخرے دکھائے۔

وہ جھجکتی ہوئی سائیڈ والے سنگل صوفے پر بیٹھ گئی دل کی دھک بڑھ رہی تھی ہونٹ خشک ہو رہے تھے نگاہ اٹھ نہیں رہی تھی ...... کل سے وہ ویسے ہی اتنا انتشار کا شکار تھی کہ پوری رات نیند نہ آئی اور آج کا سارا دن بھی روتے ہوئے ہی گزر رہا تھا۔

"میں آج آخری بار یہ پوچھنے آیا ہوں کہ جواد چاچو نے تم سے پوچھا کچھ ہماری شادی کے بارے میں"۔ وہ بغیر تمہید کے ہی گویا ہوا۔ عنایہ کے تو پسینے ہی چھوٹ گئے کہ وہ صرف یہ پوچھنے آیا ہے وہ بھی اتنے جارحانہ انداز میں فوراً ہی نگاہ اٹھائی تصادم ہوا۔

"دیکھو! میں تمہاری خاموشی کے لمحے گننے نہیں آیا ہوں جلدی بتاؤ چاچو نے پوچھا تم سے کچھ؟"

"جی رات پوچھا تھا"۔

"کیا پوچھا تھا؟" وہ اب اس کے منہ سے سننا چاہ رہا تھا کیونکہ اسے سامنے دیکھ کر تو اس کی بولتی ہی بند ہو جاتی تھی۔
"یہی کہ تمہاری شادی کر رہا ہوں اسی ایک ماہ میں"۔
"پھر تم نے کیا جواب دیا؟" وہ مسلسل اسے اپنی نگاہوں کی گرفت میں لئے ہوا تھا وہ گھبرا بھی رہی تھی۔
"یہی کہ میں امی کی مرضی کے بغیر شادی نہیں کروں گی اگر انہوں نے زبردستی کی تو صرف ان کے فیصلے پر سر جھکا دوں گی ان کی خوشی کی خاطر"۔
"ہاں ان کی خوشی کی خاطر"۔ وہ ایک دم ہی کھڑا ہو گیا۔
"اب تم میری بات غور سے سنو مجھے پتہ تھا تمہیں چاچو مجبور کریں گے تم مان بھی جاؤ گی لیکن میں اتنا مجبور نہ ہوا ہوں اور کبھی ہوں گا اس لئے ہو سکتا ہے مجھے بھی صرف دادی جان کی خاطر شادی کے لئے رضامندی دینی ہو لیکن یہ شادی تم رو کو گی سنا تم نے"۔ انداز اس کا پھر روڈ سا ہی تھا۔ عنایہ ہکا بکا سی اسے دیکھنے لگی تھی اتنے خطرناک تیوروں میں تو اس نے محریب کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔
"کیا میں......؟"
"ہاں تم کیونکہ میرا اور تمہارا رشتہ پہلے بھی میری مرضی سے نہیں جوڑا گیا تھا اس لئے اگر میں کچھ انکار کروں گا تو چاچو کو زیادہ تکلیف ہو گی تم ان کی بیٹی ہو اس طرح ہمارے گھرانے کا بھرم کچھ تو قائم رہے گا"۔
"آپ کیا سمجھتے ہیں اس طرح بھرم برقرار رہے گا؟" الٹا تنک کے ہی سوال کر ڈالا۔
"یہ اب تمہیں سوچنا ہے لیکن شادی میں اب تم سے نہیں کروں گا"۔ عنایہ کے دل میں چھناکے سے کچھ ٹوٹا تھا وہ تو صرف چند لمحے مہلت کے ہی تو مانگ رہی تھی اپنی ماں کو منانے کے اور وہ یہ کیا کہہ رہا تھا۔
"میں نے شادی سے انکار تو نہیں کیا ہے"۔ وہ روہانسی ہو گئی۔
"تم نے ابھی کیا کہا کہ تم صرف چاچو کے فیصلے پر ان کی خوشی کی خاطر سر جھکاؤ گی لیکن میں ایسی دوغلی زندگی نہیں گزار سکتا ہوں"۔ وہ اتنا سپاٹ اور سرد مہر لگ رہا تھا کہ عنایہ کو رونا ہی آنے لگا پہلے ہی وہ پریشان تھی اوپر سے مستزاد محریب کی باتیں سماعتیں بے یقینی کی کیفیت میں تھیں۔
"فرض کرو اگر شادی ہو بھی گئی تو تم اور میں دو کنارے ہوں گے"۔
"آپ میری مجبوری تو سمجھ سکتے ہیں"۔ وہ بے بسی سے رونے لگی۔
"کیا مجبوری سمجھوں ایک میرا چچی راضی نہیں ہیں تم نے پورے خاندان کو ہلا کر رکھ دیا ہے لیکن میں تم سے شادی کر کے کبھی خوش نہیں رہ سکوں گا"۔ دل کھول کر آج بھڑاس نکال رہا تھا۔
عنایہ جو اپنے اندر محبت کو سینچ رہی تھی وہ تو اس سے ابھی لاعلم ہی تھا کتنی جلدی محبت کی سرزمین کو اس نے اپنے اتنے کڑوے اور تلخ جملوں سے بنجر کر دیا تھا کب سے وہ فصل بو رہی تھی اور اس نے اپنے زہریلے رویے سے محبت کی فصل کو تباہ کر دیا تھا۔
"انکار تم کرو گی میں نہیں چاہے ساری زندگی تم میرے نام پر بیٹھی رہو لیکن میں تم سے شادی نہیں کروں گا اس ملک سے ہی چلا جاؤں گا"۔
"پلیز! آپ میری بات تو سنئے"۔ وہ حواس باختہ ہی ہو گئی۔
"تمہیں صرف اپنی ماں کی فکر ہے وہ جو اتنے لوگ تم سے محبت کرتے ہیں تمہیں چاہتے ہیں ان کی ذرا بھی پروا نہیں ہے دادی جان جن کی صبح تمہارا نام لے کر ہوتی ہے اور رات تمہارا نام لے کر ہوتی ہے اگر تمہیں ایک وقت

ہو جائے اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے نہ دیکھ لیں چین سے نہیں بیٹھتی ہیں وہ بھی تو کسی کی ماں ہیں ان کے جذبات کوئی اہمیت نہیں رکھتے صرف تم اپنی ماں کی وجہ سے اتنے لوگوں کو اگنور کر رہی ہو مجھے بتاؤ کسی دن بھی میرا چچی نے اچھے الفاظ میں ہمارا ذکر کیا ہو"۔ وہ تو پھٹ ہی پڑا تھا۔
"ارے تمہیں تو رشتے نبھانے اور سنبھالنے ہی نہیں آتے تم اکیلی اپنی ماں کو منا لو گی بتاؤ"۔ وہ دھاڑا تھا۔
"عنایہ! وہ ہمیں جدا تو کر کے خوش ہوں گی مگر ہمارے خاندان سے رشتہ جوڑ کے کبھی خوش نہیں رہیں گی"۔ عنایہ کے آنسو بھل بھل بہہ رہے تھے اس وقت ویسے بھی تنہا تھی محریب کو تکلیف تو ہو رہی تھی مگر وہ تو شروع سے ہی ریزرو طبیعت کا تھا وہ ایسی جسارت کیسے کر سکتا تھا کہ عنایہ کے آنسو صاف کرے۔
"میں یہی کہنے آیا تھا لیکن اس بات سے بے فکر ہو جاؤ رشتہ میں تم سے کبھی نہیں توڑوں گا مگر شادی بھی نہیں کروں گا"۔ وہ پشت پھیر کے جانے لگا۔
"میری بات بھی تو سن لیں میں کیا چاہتی ہوں"۔
"تم صرف اپنی امی کو چاہتی ہو اور چاہتی رہو تمہیں تمہاری امی سے جدا کر کے گناہگار نہیں بن سکتا ہوں"۔ ترخ کے طنز ہی کیا۔
"پھر ٹھیک ہے خاص شادی والے دن ہی میں اس ملک سے فرار ہو جاؤں گا"۔ اس نے دھمکی دی۔
عنایہ وحشت زدہ ہی رہ گئی وہ اتنا سفاک اور سنگدل کب تھا یا اچانک ہی محریب کے اندر اتنی خود سر اور خود غرض روح کہاں سے آ گئی تھی پھر وہ رکا نہیں چلا گیا اس کے دل پر بوجھ بڑھا کے وہ تو چاروں جانب سے تنہا بے بس تھی فیصلہ اس پر ڈال کے گیا تھا کیا کرے کس سے کہے جواد احمد تو رات کو اسے اتنا سمجھا چکے تھے مگر وہ تو تب سے بھی انکار ہی کرتی رہی تھی۔

..........☆..........

جس وقت وہ گھر آیا گھر میں اسے ماحول ہی الگ لگا جواد احمد ابھی تک وہیں تھے سارے ہی ہال کمرے میں موجود تھے سب کے چہرے ایک الگ ہی رنگ کے نظر آ رہے تھے محریب کی نگاہ رافع پر پڑی جو مسکرا رہا تھا فائق بھی موجود تھا مگر نہیں تھا تو مائرہ ہی نہیں تھا۔
"لو آ گیا محریب اسے بھی ہم بتا دیتے ہیں کیونکہ آگے کا کام یہی سنبھالے گا"۔ ریحان احمد کی نگاہ حیرانگی میں ڈوبے محریب پر پڑی تو وہ چونک گیا۔ نزہت تو چہرے پر افسردگی طاری کئے بیٹھی تھیں اسے تشویش بھی ہو رہی تھی۔
"کیسا کام......؟" وہ کچھ سمجھا نہیں اور ریحان احمد کے سامنے والے صوفے پر بیٹھا۔
"ہم نے آج مائرہ اور وشہ کی شادی کی تاریخ طے کر دی ہے"۔ کوئی دھماکہ تھا جو محریب کی سماعتوں پر ہوا تھا وہ بیٹھے سے کھڑا ہو گیا۔
"اتنا حیران مت ہو سب کی رضامندی سے رکھی ہے اگلے مہینے کی چار تاریخ ہے کیونکہ وشہ کے بی اے فائنل کے پیپر ہو چکے ہوں گے"۔ وہ کتنے اطمینان سے بول رہے تھے۔
"ابو! یہ کیا کہہ رہے ہیں؟" جواد احمد سر جھکائے ہوئے تھے انہوں نے یہ فیصلہ صرف اپنی ماں کی خوشی کے لئے ہی تو کیا تھا جبکہ ان کے گھر میں تو یہ خبر بم کی طرح ہی پھٹے گی۔
"ہم نے جو کہا ہے وہ ٹھیک کہا ہے کیونکہ عنایہ اس وقت تک شادی کو منع کر رہی ہے جب تک میرا کا اور ہمارا میل نہیں ہو جاتا"۔

"مگر ابو! یہ آپ تو غلط کر رہے ہیں' دونوں ابھی چھوٹے ہیں اور پڑھ رہے ہیں"۔ محریب کے تو گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ میں پسینے چھوٹ رہے تھے۔

"کوئی اتنے چھوٹے نہیں ہیں پچیس سال کا مائز ہے اور انیس سال کی وشہ ہے اس عمر میں ہو ہی جاتی ہے شادی"۔ وہ اس کی نفی ہی کرنے لگے۔

"ساری شادی کی ذمہ داری تم پر ہے' مائز کو قابو تم نے کرنا ہے"۔ انہوں نے مائز کو سمجھانے کی بھی ذمہ داری اس پر ڈالی۔

"ابو! یہ تو سراسر زیادتی ہے اگر عنایہ شادی سے منع کر رہی ہے تو آپ ان دونوں کو بھینٹ چڑھا رہے ہیں"۔

"محریب! عنایہ میری بچی ہے وہ سادہ اور معصوم ہے میں اس کے ساتھ زبردستی کر رہا تھا وہ مان بھی گئی تھی مگر بھائی صاحب نے کہا کہ اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے"۔ جواد احمد گویا ہوئے۔

"اور یہ مائز اور وشہ کے ساتھ زبردستی نہیں ہے؟" وہ الٹا جواب کرنے لگا۔

"میں صرف اماں جی کی وجہ سے کر رہا ہوں ایسا' کیونکہ وہ سمجھ رہی ہیں کہ میرے بچے ان سے چھوٹ جائیں گے اس طرح انہیں تسلی بھی رہے گی کہ کوئی تو پوتی پاس ہے"۔

"مگر چاچو! یہ غلط ہے"۔

"یہ غلط نہیں ہے بالکل صحیح ہے"۔ وہ زور دے کر بولے۔

محریب تو بھنا ہی گیا ان بزرگوں سے کیا بحث کرتا سیدھا مائز کے کمرے میں گیا جہاں وہ منہ اوندھا کئے بیڈ پر پڑا تھا۔

"مائز! تم نے احتجاج کیوں نہیں کیا؟" وہ اس کی پشت پر کھڑا گویا ہوا۔

"کس بات پر؟" اس کا فریش اور ہشاش بشاش سا حسب معمول مسکراتا انداز محریب کو حیرت و انبساط میں مبتلا کر گیا۔

"تمہاری شادی وشہ سے امیزنگ یار یہ سب کیا ہے؟" وہ تو اپنا دکھتا ہوا سر تھام کر حیرانگی سے اس کو دیکھنے لگا۔

"بھائی جان! میں خود حیران ہوں کہ اتنی جلدی میری شادی وہ بھی وشہ سے میں نے تو سوچا تھا کہ کم از کم تین چار سال تو مجھے انتظار کرنا ہوگا کہ میں اپنی پڑھائی سے فارغ ہوں' پھر کچھ سیٹ ہوں لیکن پھر یہ بھی دھڑکا تھا کہ اگر کیمرا چچی نے وشہ کی شادی اپنے بھتیجے سے کر دی تو میں تو مارا گیا نا"۔ وہ سرد آہ بھر کر تفصیل کے بعد گویا ہوا۔

"کیا......؟" اب محریب کو تو جھٹکا ہی لگا کہ مائز یہ کیا کہہ رہا تھا۔

"یعنی تم......؟"

"یعنی میں وشہ کو کچھ پسند کرتا ہوں' لیکن اس چار سو چالیس والٹ کو پتہ نہیں ہے"۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

"شادی میں بھی اتنی جلدی نہیں چاہ رہا تھا مگر جب آپ اور بھابھو اپنی جگہ اڑے رہیں گے تو میری پھر کون فکر کرتا کیونکہ اپنے بارے میں آپ اور بھابھو تو سوچ نہیں رہے ہیں' اس لئے اب میں اور وشہ ہی مل کر آپ کو ٹھکانے لگائیں گے"۔ اس نے تو لمحوں میں پلاننگ بھی کر لی تھی۔

"کیا مطلب ہے......؟" وہ انجان ہی بنا اور نگاہ چرا کے باہر کھڑکی سے لان میں دیکھنے لگا۔

"مطلب واضح ہے بھابھو کے مقابلے میں وشہ بولڈ ہے وہ کیمرا چچی کا مقابلہ بھی کر لیتی ہے جبکہ بھابھو شروع سے کیمرا چچی سے ڈرتی ہی رہی ہیں"۔

"بٹ یار! ابھی تو تمہاری پڑھائی بھی مکمل نہیں ہے اور پھر تمہاری ابھی عمر بھی نہیں ہے"۔

"عمر سے کوئی فرق نہیں پڑتا بس عقل ہونی چاہیے"۔

"مجھے پتہ ہے تو میری وجہ سے قربانی دے رہا ہے نا"۔ محریب خود کو مجرم سمجھنے لگا۔

"یار بھائی جان! کوئی قربانی نہیں دے رہا ہوں میں' میں بہت خوش ہوں اور پھر ایسے نازک موقع پر دادی جان کی خوشی زیادہ اہمیت رکھتی ہے اپنے لئے تو سب ہی جیتے ہیں اگر ہم دوسروں کی خوشی کے لئے جئیں تو کتنا اچھا لگتا ہے"۔ وہ سنجیدگی سے بولتا محریب کے شانوں کو تھامے ہوئے تھا کتنا معتبر اور مدبر انداز تھا کہیں سے بھی لاابالی مائز نہیں لگ رہا تھا۔

"پلیز! آپ خود کو اتنا افسردہ نہیں کریں بھابھو بھی مجبور ہیں انہیں کچھیے انہوں نے کیوں شادی سے انکار کیا ہے"۔

"یار! اس طرح تو مسئلہ حل نہیں ہوتا"۔ وہ کھسیا ہی گیا۔

"سب مسئلے حل ہو جائیں گے' آپ اتنا دل برداشتہ نہ ہوں"۔

"پتہ ہے میرا کام تو اتنا آسان ہو گیا ہے میں جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے"۔ مائز کے چہرے سے خوشی چھلک رہی تھی۔

"مائز! ہو سکتا ہے ادھر وشہ نہ مانے کیونکہ اگلے ماہ اس کے ایگزام ہیں"۔

"یار بھائی جان! آپ فکر کیوں کرتے ہیں جواد چاچو ہیں نا وہ منا لیں گے باقی کام میں منا لوں گا"۔ لہجے میں معنی خیزی اور شرارت بھی تھی۔

"سوچ لو عنایہ' چاچو سے کہہ سکتی ہے کہ وشہ کے لئے کہ وہ اس کی شادی کیوں کر رہے ہیں ضد کر کے روک سکتی ہے"۔

"اتنی ضدی لڑکی میں نے اپنے خاندان میں یہی دیکھی ہے"۔ مائز اکتا کے بولا۔

"ہوں......" محریب نے تائیدی سر ہلایا۔

محریب کو افسوس ہی ہو رہا تھا کہ مائز کے ساتھ زبردستی کی جا رہی ہے' وہ صرف اس کی خاطر یہ سب قبول بھی کر رہا ہے اسے عنایہ پر اور ہی غصہ آنے لگا اس کی وجہ سے وشہ بے چاری پر ابھی سے ذمہ داری بڑھ جائے گی رنجور اور مغموم سا اپنے کمرے میں چلا گیا تھا کسی سے بھی اس سلسلے میں پھر بات ہی نہ کی تھی مائز خوش نظر آ رہا تھا' مگر محریب کو سب دکھاوا ہی لگ رہا تھا وہ اپنے بھائی کو سمجھتا تھا وہ تو کبھی بھی زبردستی کے تسلط کے فیصلوں پر سر ہی نہیں جھکاتا پھر وہ کیسے راضی ہو گیا۔

دل پر ایک بوجھ ہی آن پڑا تھا ابھی تو اس کے بھائی کے کھیلنے کے دن تھے اتنی جلدی اس پر اتنی بڑی ذمہ داری سوچ سوچ کے ذہن تھک گیا تھا مگر کسی نتیجے پر ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔

☆

"بڑی امی! تہذیب کا بھائی حمزہ آیا ہے"۔ یمنیٰ نے انہیں اطلاع دی جو سوچوں میں گم ہال کمرے میں تخت پر بیٹھی تھیں کل سے ان کی طبیعت بے کل اور بوجھل ہو گئی تھی مائز کی شادی کا سوچ کر۔

"اچھا' اچھا بلاؤ میں محریب کو اٹھاتی ہوں' وہ بھی ابھی تک نہیں اٹھا"۔ وہ تھکے تھکے انداز میں بولیں اور محریب کو اٹھانے اس کے کمرے میں چلی گئیں کھڑکیوں کے پردے برابر تھے کمرے میں ایک خاموشی ہی تھی آج تو وہ صبح اٹھا ہی نہیں تھا ورنہ جوگنگ پر ضرور جاتا تھا۔

"محریب بیٹا! گیارہ بج رہے ہیں تم تو کبھی اتنی دیر سوتے نہیں ہو"۔ نزہت کھڑکی سے پردے کھسکا کے سائیڈ پر

کرنے لگیں شیشے سے اندر سورج کی روشنی نے اجالا ہی کر دیا تھا۔ محریب کسلمندی سے اسی طرح بیڈ پر پڑا تھا انہوں نے حیرانگی سے اسے دیکھا اور سرہانے بیٹھ کر پیشانی چھوئی جو محریب نے پکڑ لی تھی۔
"کچھ نہیں ہوا ہے مجھے ٹھیک ہوں"۔ آنکھیں بمشکل کھول کر بولا۔
"مجھے تو تشویش ہو رہی ہے نا کہ تم کبھی اتنی دیر تک سوتے نہیں ہو اور آج تو اتنی دیر ہو گئی ہے ورنہ آفس تم عموماً نو بجے نکل جاتے ہو"۔ وہ پیار بھرے لہجے میں بولتی ہوئیں اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرے جا رہی تھیں۔
"کچھ سستی ہو رہی تھی"۔
"وہاں تہذیب کا بھائی آیا ہے"۔ انہیں یاد آیا۔
"اوہ...... شفٹنگ کا میں نے کہا تھا وہی پوچھنے آیا ہوگا"۔ وہ سرعت کی تیزی سے اٹھا آف وائٹ قمیض شلوار تھا وہ رات کو چینج کیے بغیر ہی سو گیا تھا۔
"اوہ...... ینگ مین کیسے ہو؟" حمزہ نے مسکرا کے ہاتھ ملایا محریب نے اس کے رخسار پر پیار بھری چپکی دی۔
"محریب بھائی! وہ آپی یہاں شفٹ ہونے کو منع کر رہی ہیں"۔ وہ کچھ جھجک کے اور رک رک کے گویا ہوا لگاہ میں بھی افسردگی تھی۔
"تہذیب کی لگتا ہے مجھے کلاس لینی پڑے گی اس سے میں خود بات کرتا ہوں تم لوگ سب آج ہی سارا سامان باندھ کے رکھو میں ابھی آتا ہوں آج ہی شفٹنگ بھی ہوگی"۔ محریب نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اتنے پیارے لوگوں کو یوں دربدر تو کبھی نہیں بھٹکنے دے گا۔
"ارے بیٹا! یہ تہذیب بھی کیا دقیانوسی والی بات کر رہی ہے"۔ امی نے بھی فوراً کہا۔ محریب جلدی جلدی تیار ہونے ہی چل دیا تھا۔ آفس آج اس نے جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا کیونکہ شفٹنگ اسے آج ہی کروانی تھی امی کو ساتھ لے کر وہ چلا گیا تھا۔
"آنٹی! مجھے اچھا نہیں لگ رہا ہے محریب بھائی کے پہلے ہی احسان کم ہیں"۔
"محریب کو بھائی بھی کہتی ہو اور اس کی بات بھی نہیں مانو گی"۔ امی کے لہجے میں محبت اور چاشنی تھی وہ سر جھکائے تذبذب کا شکار تھی۔ مبینہ الگ گم صم تھیں کیونکہ وہ ان سے بھی تو ضد باندھے بیٹھی تھی کہ محریب کے گھر وہ نہیں جائے گی۔
"میں تمہارا بڑا بھائی اچھی طرح ڈانٹ سکتا ہوں فوراً کھڑی ہو جاؤ سامان آ تا رہے گا"۔ محریب نے اتنی جلدی مچائی کہ تہذیب کی ناہاں میں بدل گئی تہذیب ایک خوددار لڑکی تھی وہ لوگوں کی باتوں اور نگاہوں کو بھی خوب سمجھتی تھی دامن بچا بچا کر چلتی تھی کہ کوئی بھی غلیظ چھینٹ اس پر نہ پڑ جائے رات تک ان کی شفٹنگ ہو گئی تھی۔ حکمت اور حمزہ سب سے زیادہ خوش تھے انیکسی بھی کشادہ تھی دو بڑے بڑے کمرے تھے ایک لاؤنج اوپن کچن تھا جو لاؤنج کے ساتھ ہی لمبائی میں بنا تھا ان لوگوں کا زیادہ سامان بھی نہیں تھا ایک بیڈ دو الماریاں اور ایک صوفہ سیٹ ہی تھا اس لئے بھی زیادہ مشکل نہ ہوئی تھی شفٹنگ میں محریب نے رات تک سب سیٹ بھی کروا دیا تھا۔ وہ کافی تھکن محسوس کرنے لگا تو اپنے کمرے میں چلا گیا تھا امی کی نگاہیں اس پر تھیں چائے اور سلائس اس کے لئے لے کر چلی آئی تھیں۔
"تھک گئے ناں......؟" انہوں نے پیار بھری نگاہ اس پر ڈالی۔
"ہوں...... کچھ خاص نہیں"۔ وہ بیڈ پر نیم دراز تھا اٹھ کر بیٹھا۔
"مجھے پتہ ہے تم کیا سوچ رہے ہو؟" وہ اپنے دونوں بیٹوں کے مزاجوں سے اچھی طرح واقف تھیں۔

"کیا سوچ رہا ہوں؟" مبہم سا مسکرایا ٹرے اپنے آگے کی اور سلائس کو دانتوں سے کاٹنے لگا۔
"مائرہ کی وجہ سے کچھ پریشان ہوتا"۔ وہ اسے بغور دیکھنے لگیں۔
"آپ مجھے بتایئے کیا سوچا نہیں چاہیئے مائرہ کے تو ابھی کھیلنے کودنے کے دن ہیں امی! اس پر ایسی بھاری ذمہ داری"۔
"یہ تو تم سوچ رہے ہوتا کہ یہ اس کے کھیلنے کودنے کے دن ہیں جبکہ مائرہ جتنی عمر کے لڑکوں کی تو شادیاں ہو جاتی تھیں ہمارے دور میں تو"۔
"امی! وہ دور اور تھا مگر اس دور میں تو ابھی تک اس عمر میں بچپنا ہی ہوتا ہے"۔ وہ ان کی بات کی نفی کرنے لگا۔
"اب کیا ہو سکتا ہے فیصلہ تو ہو گیا ہے تمہارے ابو نے اور جواد نے مل کر ہی یہ فیصلہ کیا ہے کیونکہ عنایہ تو کسی طور پر مان ہی نہیں رہی ہے"۔ انہیں افسردگی سی ہونے لگی ان کی تو یہی خواہش تھی کہ پہلے ان کے بڑے بیٹے کی شادی ہو مائرہ کا تو ابھی سوچا تک نہ تھا۔
"فیصلہ بدلا بھی جا سکتا ہے"۔ چائے کا سپ لینے لگا۔
"اب جو ہو رہا ہے ہونے دو کیونکہ اماں جی کی حالت ایسی نہیں ہے کہ انہیں دکھ پر دکھ ملتے رہیں"۔ وہ بات ٹالنے لگیں۔
"مگر امی! آپ یہ بھی تو سوچیئے مائرہ اور وشہ کی پڑھائی چل رہی ہے اس لئے ان دونوں کو کیسے ایسے بندھن میں باندھ دیا جائے"۔ وہ اب کھسیاہٹ اور جھنجلاہٹ کا شکار ہو گیا۔
"کوئی فرق نہیں پڑے گا دونوں کی پڑھائی شادی کے بعد بھی پوری ہو جائے گی"۔ وہ ہر ممکن طریقے سے محریب کو گویا تسلی ہی دے رہی تھیں۔
"یہ سب میری وجہ سے ہو رہا ہے نا میں نے ہی انکار کر دیا شادی سے کہ عنایہ کی مرضی کے بغیر نہیں کروں گا"۔
"بات یہاں تمہاری نہیں عنایہ کی بھی ہے"۔
"آپ جواد چاچو سے بولیئے کہ میں راضی ہوں آپ کچھ بھی کریں اور عنایہ کو زبردستی راضی کریں اگر یہ قربانی دینی ہے تو میں ہی کیوں نہیں مائرہ تو بالکل نہیں"۔ محریب تو بھی ضد چڑھ گئی امی حیرانگی سے اس کے تنتے ہوئے چہرے کو دیکھنے لگیں خود اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔
"محریب! کیا ہو گیا ہے میرے بچے؟"
"امی! یہ مائرہ کے ساتھ زیادتی ہوگی"۔ وہ تیز لہجے میں بولا۔
"یہ پھر تمہارے ساتھ بھی تو زیادتی ہوگی کہ عنایہ اپنی ماں کی رضامندی کے بغیر اگر تم سے شادی پر راضی ہو بھی گئی تو مجھے پتہ ہے تم دونوں ہی خوش نہیں رہو گے"۔ وہ ایک دور اندیش عورت تھیں ہر بات کو گہرائی میں جا کر سوچتی تھیں۔
"جو ہو رہا ہے ہونے دو اور پھر مائرہ خوش ہے اس رشتے پر"۔ وہ اپنے گھٹنوں پر زور دے کر کھڑی ہو گئیں محریب لب بھینچ کر اپنے اندر کا انتشار دبانے لگا۔

☆

سارا سامان اس نے سیٹ کر لیا تھا دو کمرے اور ایک لاؤنج تھا اس کو ہی ڈرائنگ روم بھی بنا لیا تھا ایک کمرے میں تینوں ماں بیٹیاں ہوتی تھیں ایک کمرہ حمزہ کو دے دیا تھا ہر کونے اور ہر حصے سے قرینہ جھلک رہا تھا سب ہی دیکھنے بھی

آئے تھے تہذیب کو شرمندگی بھی ہو رہی تھی کہ اپنا بوجھ ان سب پر ڈال دیا تھا۔

"تم لگتا ہے ابھی بھی ہمیں غیر سمجھ رہی ہو نا"۔ یمنیٰ کی تو اس سے جھٹ دوستی بھی ہو گئی تھی دونوں کی عمروں میں کچھ ہی فرق تھا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے محریب بھائی کے تو اتنے احسانات ہیں مجھ پر کہ میں مر کر بھی نہیں چکا سکتی"۔ وہ کچن میں سب کے لئے چائے اور لوازمات تیار کر رہی تھی مبینہ سے ملنے سب ہی چلے آئے تھے۔

"مرنے کو تمہیں کہہ بھی کون رہا ہے زندہ رہ کر بھی چکا سکتی ہو"۔ اس نے مسکرا کر کہا تہذیب جھینپ سی گئی۔ جلدی جلدی سب تیار کر کے وہ لے آئی تھی خواتین ساری تھیں لڑکوں میں مائز اور رافع وہاں موجود تھے۔

"واہ واہ کیا خوشبوئیں اٹھ رہی ہیں"۔ مائز کی تو کبابوں اور سموسوں کو دیکھ کر بھوک ہی چمک اٹھی تہذیب نے لوازمات سے پُر ٹرے سینٹرل ٹیبل پر رکھ دی تھی۔

حکمت سب کے لئے چائے لے کر آئی تھی مبینہ کو خوشی تھی کہ یہ سب ان کے اپنے ہی بن گئے تھے کسی نے بھی ذرا اجنبیت نہیں دکھائی تھی اور پھر کہتے ہیں کہ رشتے چاہے خونی ہوں یا منہ بولے انہیں مضبوط خلوص محبت و اپنائیت بناتے ہیں۔

"محریب بھائی بھی آ جاتے تو اچھا لگتا اور......" حکمت کو محریب کی کمی محسوس ہوئی تو بولے بنا نہ رہ سکی۔

"محریب کو آفس میں کچھ کام تھا دیر تک کہہ رہا تھا کہ لیٹ ہو سکتا ہے"۔ نزہت نے ہی ان سب کو بتایا۔

"رافع! دیکھو فائق ہے گھر میں کہہ کر آ کباب اور سموسے بھی ہیں چائے کے ساتھ"۔ مائز تو اتنا فری ہو کر یہاں بیٹھا تھا کہ جیسے برسوں سے ہی ان سب سے ہی ان کی جان پہچان ہو۔

"میں تو نہیں جا رہا آپ ان کے موبائل پر کال کریں"۔ وہ خود مزے سے کھانے میں مصروف تھا۔

سب ہی خوش گپیوں میں مصروف تھے کہ کافی دیر سے دروازے پر دستک ہو رہی تھی تہذیب ہی اٹھی دروازہ کھولا تو وہ بلیک پینٹ پر گرے شرٹ میں ملبوس اپنی سنجیدہ شخصیت کے ساتھ کھڑا تھا وہ فائق کو دیکھ کر کچھ چڑ سی ہو گئی۔

"آپ ذرا اندر جا کر کہیئے کہ فائق بلا رہا ہے"۔ وہ خاصا عجلت میں لگ رہا تھا۔

"کس سے کہوں؟" معصومیت سے پوچھا۔

"میری امی سے کہہ دیں"۔ وہ جانے کو مڑا۔

"آپ بھی اندر آ جائیں نا"۔ تہذیب نے جھجکتے ہوئے اس جلد باز شخص کو مخاطب کر لیا، جو جانے اسے کچھ الجھا الجھا لگتا تھا۔

"نو تھینکس میں جلدی میں ہوں"۔ مروت تو وہ ویسے بھی نہیں برتتا تھا۔

"اوہو...... تم آ ہی گئے"۔ مائز نے اسے دیکھ کر معنی خیزی سے آنکھیں گھمائیں تہذیب تو اچھل ہی گئی جھٹ سے راستہ دیا بلکہ اندر کی جانب بھاگ لی۔

"کیا باتیں کر رہے تھے؟"

"ہر وقت فضول مت ہانکا کرو"۔ فائق تو چڑ ہی جاتا تھا دونوں ہی اب اپنے پورشن کی جانب بڑھ گئے تھے۔

تہذیب کا دل آج جانے کیوں اتنی زور زور سے کیوں دھڑک رہا تھا وہ کچھ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی ماتھے پر بھی پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے کچن میں جا کر اس نے اپنی حالت سنبھالی تھی۔

"کیا ہوا آپی! آپ اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہیں"۔ حکمت پانی کا جگ بھرے کچن میں چلی آئی اسے دیکھا تو چونک گئی جو اپنے سرمئی آنچل سے ماتھے کے نمودار ہوئے پسینے کے قطروں کو صاف کر رہی تھی۔

"کچھ نہیں آج گرمی کتنی ہے نا"۔ وہ کچھ گڑبڑا سی بھی گئی۔

"صبح سے آگ لگی ہوئی ہے، گرمی تو ہے ہی حبس بھی ہو رہی ہو گی آپ سب کے پاس چل کر بیٹھیے"۔ تہذیب کچن سے نکل گئی کیونکہ اس نے کافی حد تک خود کو سنبھال لیا تھا مگر وہ اپنی اس بدلتی ہوئی کیفیت پر حیران بھی تھی کہ اچانک ہی کیا ہوا تھا پہلی بار تو اس نے فائق کا سامنا نہیں کیا تھا پھر اس کے دل کی حالت کیوں بدلی اتنی پریشان وہ ہونے لگی کہ کسی سے بھی ٹھیک طرح بات نہ کر سکی مغرب کی اذانوں کے بعد وہ سب ہی چلے گئے تھے وہ بھی نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی تھی آج اپنے رب کے حضور شکرانے ادا کرنے لگی کہ اسے اتنا بڑا محبت کرنے والا خاندان ملا تھا جہاں اجنبیت تک اسے محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

☆

وشہ نے جہاں یہ سنا وہ تو سکتے میں ہی آ گئی اور عنایہ تو پھٹی پھٹی آنکھوں سے جواد احمد کو دیکھنے لگی کہ انہوں نے یہ ایسی غیر متوقع بات کیسے کر دی تھی۔

"میں سب بات طے کر کے آ گیا ہوں"۔

"ابو! آپ یہ بھی تو سوچیے کہ وشہ ابھی کتنی چھوٹی ہے"۔ عنایہ تو روہانسی ہونے لگی کہ اس کی وجہ سے وشہ کو یہ قربانی دینی پڑے گی۔

"بیٹیاں جتنی جلد اپنے گھر کی ہو جائیں تو اچھا ہے یہ ایک فرض ہوتا ہے جو ماں باپ دونوں کو ادا کرنا ہوتا ہے"۔ ان کا چہرہ اتنا سنجیدہ اور سخت لگ رہا تھا کہ عنایہ نے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے کے بعد لب ہی کچل ڈالے۔

"امی تو بالکل نہیں مانیں گی"۔

"تمہاری ماں تمہارے رشتے پر کب مانی ہے جو وہ اب بھی مانے گی دیکھتا ہوں کیسے وہ کچھ کہتی ہے"۔

"پلیز ابو! آپ ٹھنڈے دماغ سے سوچیے یہ تو کوئی مسئلے کا حل نہیں ہوا نا"۔ اس نے جواد احمد سے ملتجی لہجے میں کہا جو اپنی اس معصوم اور سادہ سی بیٹی پر بھولے سے بھی نگاہ اس لئے نہیں ڈال رہے تھے کہ وہ کتنا ان کا خیال رکھتی تھی ماں و باپ دونوں کو وہ بہت چاہتی تھی۔

"کچھ مسئلے ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں اسی طرح حل کیا جاتا ہے اور مجھے پتہ ہے تمہاری ماں وشہ کو کسی سے بھی منسوب کر دے گی اور میں اپنی بیٹیوں کو ایسے کسی فضول لوگوں میں نہیں دینا چاہتا جہاں وہ خوش نہ رہ سکیں"۔ ان کا انداز حتمی اور دو ٹوک تھا۔

"وشہ ابھی پڑھ رہی ہے"۔ عنایہ کی ہر ممکن کوشش تھی یہ رشتہ ہونے سے روک دے۔

"دیکھو عنایہ! تم اتنی پریشان نہ ہو"۔

"ابو! مجھے پتہ ہے آپ میری وجہ سے وشہ کی شادی کر رہے ہیں کہ میں نے جو ابھی کرنے سے منع کر دیا"۔ نگاہ اس کی شرم و حیا اور شرمندگی سے جھکی ہوئی تھی۔

"نہیں بیٹا! یہ تو مجھے بہت اچھا موقع مل گیا ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی کی طرف سے بھی بے فکر ہو جاؤں گا تم جانتی ہو نا اپنی ماں کو وہ ضد میں اور غصے میں ہمیشہ الٹے اور غلط کام کرتی ہے اس لئے بہتری اسی میں ہے تم چپ رہو جو ہو رہا ہے ہونے دو"۔ انہوں نے عنایہ کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے خود کو وہ قصور وار سمجھنے لگی اسی کی وجہ سے ہی یہ سب ہو رہا ہے۔

"ابو! ہم ایسا بھی تو کر سکتے ہیں کہ وشہ اور مائز کی ابھی منگنی کر دیتے ہیں شادی کو کچھ عرصے کے لئے روک دیں"۔ ذرا رک رک کے وہ گویا ہوئی۔

"ایسا بالکل نہیں سوچو تم! اگر منگنی کر بھی دی تو سمیرا اس پر اتنے ہنگامے کھڑے کرے گی کہ وہ منگنی توڑ کے ہی دم لے گی اس لئے بیٹا پکا کام ہونے دو تو اچھا ہے تمہارے لئے بھی اچھا ہے"۔ انہوں نے اس کے ماتھے پر پیار کیا عنائیہ ان کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔

"ارے میرا بیٹا تو اتنا بہادر ہے وہ تو سب سے مقابلہ کرتا ہے اتنی سی بات پر رونے لگا"۔

"ابو آپ کو مجھ پر ذرا بھی غصہ نہیں ہے میں نے آپ کی بات نہیں مانی"۔

"کم ان بیٹا! میں اپنے بچوں پر کبھی غصہ کر ہی نہیں سکتا کیونکہ میرے تینوں بچے میرے فرمانبردار ہیں"۔ انہوں نے اس کے آنسو پونچھے۔

"امی کو بتائیں گے نہیں کہ وشہ کی آپ شادی کر رہے ہیں"۔

"بتاؤں گا مگر ابھی نہیں پہلے اپنی دوسری بیٹی کو تو منالوں جو دیکھو کتنی روتی دھوتی غصے میں گئی ہے"۔ انہیں وشہ کی بھی فکر تھی اسے بھی تو ابھی بتایا تھا۔

"میرے بچے میرے فرمانبردار ہیں وہ ضرور مانے گی مجھے یقین ہے"۔ وہ مبہم سا مسکرائے۔

"دیکھو ساری تیاری وشہ کی پسند سے کرنا اور جو کچھ وہ کرنا ہے"۔ انہوں نے گویا حکم دیا۔

"آپ وشہ کے پاس جائیں میں جب تک کھانا لگاتی ہوں معارج کوچنگ سے آنے والا ہوگا"۔ عنائیہ نے لاؤنج کی گھڑی میں ٹائم دیکھا تو بجنے والے تھے عشاء کی نماز وہ سارے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اطمینان سے پڑھتی تھی سمیرا اپنے پارلر سے کچھ دیر پہلے ہی آئی تھیں وہ فریش ہو رہی تھیں جب ہی اتنی دیر دونوں باپ بیٹی نے بات کر لی تھی ورنہ ان کے سامنے تو ممکن ہی نہ تھی۔

☆

وہ جس ٹینشن میں تھا یہ وہی جانتا تھا مائز کی طرف سے اسے اتنی فکر تھی کہ اس کا آفس تک میں دل نہیں لگ رہا تھا' عنائیہ پر الگ غصہ تھا کہ اسی کی وجہ سے تو مائز اور وشہ کو رشتے میں باندھا جا رہا تھا' ابھی تو دونوں ہی نا سمجھ سے ہی ہیں انہیں کیا معلوم اس بندھن کے تقاضے بے مقصد وہ گاڑی دوڑاتا پھر رہا تھا آفس سے نکلے ہوئے بھی اسے تین گھنٹے ہو گئے تھے اور ایسے میں اگر اسے سنبھالتا تھا تو وہ احد ہی سنبھالتا تھا' ورنہ وہ کب کسی سے اپنی باتیں شیئر کرتا تھا۔

"یہ منہ تو نہ لٹکاؤ"۔ احد نے بغور اسے دیکھا۔

"یار! میں بہت ٹینشن میں ہوں"۔ وہ جھنجلا ہی گیا۔

"تم دونوں لوگوں نے پورے خاندان کو ہلا کر رکھ دیا ہے"۔

"میں نے نہیں تمہاری کزن عنائیہ جواد نے"۔ وہ برا مان کے گویا ہوا۔

"ابھی تک میں یہ نہیں سمجھ پا رہا ہوں کہ تم چاہ کیا رہے ہو"۔

"عجیب گھامڑ آدمی ہو اتنی دیر سے کیا بکواس میں کر رہا تھا وہ سمجھ نہیں آئی"۔ محریب نے اپنی پشت سے کشن نکال کر اس پر دے مارا۔ احد کو اس کا چڑنا اتنا مزا دے رہا تھا کہ وہ اس سچویشن پر بھی مسکرا دیا۔

"ہنس لو تمہیں ہر وقت مذاق ہی سوجھتا ہے"۔ وہ فوراً ہی کھڑا ہو گیا۔

"یار! بیٹھو تو تم بھی تو ایسے بات کر رہے ہو کہ جیسے میں ماموں جان سے کہوں گا اور وہ جھٹ سے میری بات مان

جائیں گے"۔

"خیر اتنا تو مجھے بھی پتہ ہے تمہاری تو وہ بالکل نہیں مانیں گے جب میں کسی گنتی میں شمار نہیں ہوتا"۔ کچھ نرم سے لہجے میں تائید کرنے لگا۔

"اس کا بہت اچھا حل یہی ہے کہ مائز اور وشہ کی شادی ہونے دو اسی طرح پھر سمیرا مامی بھی قابو آ جائیں گی"۔

"ایسے کیسے ہونے دوں مائز کا ابھی بچپنا گیا نہیں ہے اور وہ وشہ یار وہ ابھی خود بچی ہے' یہ شادی جیسی ذمہ داری بتاؤ ان کم عمر بچوں پر سوٹ کرے گی"۔ وہ تو کسی طور پر راضی ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"یار! اسی عمر میں تو رومانس زیادہ ہوتا ہے"۔ احد ہنسا۔

"حد ہوتی ہے بے ہودگی کی"۔ وہ گھورنے لگا۔

"زیادہ دادا ابا نہ بنو مائز اتنا کم عمر بھی نہیں ہے پچیس سال عمر ٹھیک ہوتی ہے کوئی بچہ نہیں ہے اس عمر میں اکثر گھرانوں میں شادیاں ہو جاتی ہیں اور رہی وشہ انیس سال کی ہے دونوں کی ٹھیک عمر ہے"۔

"تمہاری نظر میں ہوگی"۔ وہ تو چپ ہی گیا۔

"ارے شاہین کے چچا کا بیٹا تئیس سال کا تھا' گھر میں مجبوری تھی شادی کر دی اور دیکھو ایک بچے کا باپ بن گیا ہے سب سمجھ آ جاتی ہے"۔ احد الگ اسے قائل کرنے میں لگا ہوا تھا۔

"تم تو ہو ہی گھامڑ"۔ وہ رکا نہیں کھڑا ہو گیا۔

"یار! سن تو"۔ وہ پکارتا ہی رہ گیا مگر محریب نے سنا ہی نہیں اور گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔

گھر آ کر تو اس کی اور ہی طبیعت چڑچڑی سی ہونے لگی' مگر دادی جان کی طلبی ہو گئی تو اسے جانا پڑا۔

"آج سارا دن سے مجھے تو نے شکل نہیں دکھائی"۔ وہ جانچتی اور پر تشویش نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے لگیں تھیں وہ سر جھکائے مجرموں کی طرح ان کے قریب ہی چیئر پر بیٹھا تھا' بلیک پینٹ پر گرے شرٹ میں اس کی سوبر سی شخصیت اور ہی نمایاں ہو رہی تھی۔

"حسنہ پھپھو کی طرف چلا گیا تھا"۔

"ایسے گیا کہ نہ گھر میں خبر دی تو نے موبائل فون بھی تو نے بند کیا ہوا تھا"۔

"جی وہ چارج پر لگانا ہے"۔ عذر پیش کیا۔

"دیکھ محریب! تو میری طرف دیکھ کر تو بول"۔

"ارے دادی جان! آپ خواہ مخواہ فکر مند ہو رہی ہیں"۔ وہ مسکرایا۔ زبردستی تا کہ وہ کچھ اور ہی نہ سوچ لیں۔

"مجھے تیری اور عنائیہ کی رات دن فکر رہتی ہے"۔ ان کے اندر کا ڈر اکثر زبان پر آ جاتا تھا۔

"اماں جی! اب تو آپ خوش ہو جائیں' ہمارے مائز کی شادی ہو رہی ہے"۔ امی نے ماحول کو خوشگوار بنانے کو کہا۔

محریب نے اسی وقت پہلو بدلا اس وقت وہ اسی وجہ سے ہی تو پریشان تھا۔

"ہاں خوشی کی تو بات ہے' مگر میرے ان بچوں کی پہلے ہوتی تو زیادہ خوشی ہوتی"۔ حسرت تھی افسردگی تھی۔

"دیکھا امی! دادی جان بھی خوش نہیں ہیں ختم کریں یہ شادی کا قصہ"۔ محریب کو تو موقع مل گیا۔

"ہائے ہائے خدا نہ کرے میں خوش نہ ہوں تو ایسی بات تو نہ کر اور کیوں ختم کریں ہم یہ"۔ دادی جان تو جھٹ بولیں۔

"اچھا ہے نا میرے جواد کی دونوں بیٹیاں اس گھر میں تو آجائیں گی ورنہ میرا کا مجھے پتہ ہے وہ وشہ کو کہیں بھی ٹھکانے لگا دے گی اور یہ مجھ سے برداشت نہ ہوگا"۔ محریب تو سر ہاتھوں میں تھام کر رہ گیا جسے دیکھو حمایتی بنا تھا مگر جانے کیوں اس کے دل پر بوجھ آن پڑا تھا کہ اس کے بھائی کو اس کی وجہ سے قربانی دینی پڑ رہی تھی۔

"بڑی دلہن! محریب کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" دادی جان نے محریب کو جاتے ہوئے دیکھا جس کے چہرے پر تھکاوٹ واضح تھی۔

"ہاں کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے اس سے کھانے کا بھی پوچھتی ہوں آپ یہ دودھ لے لیں"۔ وہ گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر کمرے سے نکل گئی تھیں۔ محریب کو ڈھونڈا وہ اپنے کمرے میں بھی نہیں تھا انہیں فکر بھی ہوئی لاؤنج میں آئیں تو گلاس وال سے لان کا نظارہ واضح ہو رہا تھا' محریب کین کے بڑے صوفے پر ڈھیلے انداز میں لیٹا تھا وہ فکر مندی گلاس ڈور کھول کر باہر لان میں ہی آگئیں مگر وہاں مائز کو دیکھ کر حیران ہی رہ گئیں کیونکہ مائز صوفے کی ایک سائیڈ پر تھا کہ مائز تو نظر ہی نہیں آیا۔

"یہ تم دونوں ادھر بیٹھے ہو"۔ ذرا تیز لہجے میں استفسار کرنے لگیں۔ محریب تو گڑبڑا کے اٹھ گیا مائز نے چونک کر سر اٹھایا۔

"مجھے پتہ تھا آپ اپنے لاڈلے بیٹے کو ڈھونڈتی ضرور آئیں گی"۔ مائز نے شوخی سے کہا۔

"بکومت"۔ اسے ڈانٹ دیا۔

"محریب! تمہیں ہوا کیا ہے صبح کے نکلے تم اب گھر میں گھسے ہو موبائل تک تمہارا آف تھا ذرا احساس نہیں ہے کہ میں کتنی فکر مند ہو سکتی ہوں"۔ وہ تو ڈانٹنے ہی لگی تھیں۔

"سوری امی! موبائل کی بیٹری ڈاؤن ہوگئی تھی"۔ وہ منمنایا۔

"تم باپ بیٹوں نے تہیہ کیا ہوا ہے کہ مجھے تنگ کرتے رہو گے کیوں منہ بنا کے پھر رہے ہو"۔

"ارے امی! آپ تو نہ لیفٹ دیکھتی ہیں نہ رائٹ اور ڈھائیں ڈھائیں شروع کر دیتی ہیں"۔ مائز نے انہیں سنبھالا۔

"تم تو نکلو یہاں سے"۔

"امی! آپ واقعی بہت غصے میں ہیں"۔ محریب گھبرا گیا۔

"مجھے بس یہ بتا دو کہ کب تک تم سوگ مناتے رہو گے"۔

"اللہ نہ کرے کہ میں سوگ مناؤں"۔ وہ کچھ خجل سا بھی ہو گیا۔

"بھائی کی اگر شادی ہو رہی ہے تو تمہیں کیا اعتراض ہے کیوں مسئلے کھڑے کر رہے ہو"۔

"بھائی! امی کا غصہ ساتویں آسمان پر پہنچ گیا ہے اس لئے سنبھالیے"۔ مائز نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی۔

"سدھر جاؤ تم بھی کل کو بیوی والے ہونے والے ہو"۔

"امی! کیا ہو گیا ہے آپ کو؟" مائز جھینپ گیا۔ محریب کی ہنسی نکل گئی کیونکہ امی غصے میں بھی انہیں ہنسنے پر مجبور کر گئی تھیں۔

"چلو اندر اور ہاں ختم کرو یہ سوگ"۔

"میری ماں کا تو جواب ہی نہیں ہے ایک لائن میں کھڑا کرتی ہیں اور سیدھا کر دیتی ہیں"۔ مائز نے ان کو دونوں شانوں سے تھام لیا۔

"سوری امی! آپ پر غصہ بالکل سوٹ نہیں کرتا ہے"۔ محریب نے کان پکڑے۔

"تم نے اتنے دنوں سے مجھے پریشان کیا ہوا ہے میں تو ماں ہوں اولاد کو اگر غم زدہ دیکھوں گی تو خود بھی کب چین سے رہوں گی"۔ وہ رونے ہی لگیں۔

"لو کر لو گل میری ماں تو رونے ہی لگی"۔ مائز نے سنجیدگی طاری کی۔

"مجھے کیا فکر نہیں ہے تمہاری کتنی فکر ہے مجھ سے پوچھے کوئی تمہارے ابو کو شروع سے اپنے فیصلے کرنے کی عادت ہے انہوں نے جو سوچ لیا وہ ہوگا"۔

"امی! آپ کیا نہیں چاہتی ہیں کہ یہ رشتہ ہو؟" مائز کے دل میں پھانس چبھی۔

"مجھے خوشی اس وقت زیادہ ہوگی جب میرے بڑے بیٹے کی بھی ساتھ ہی شادی ہوتی"۔

"ٹھیک ہے اب جبھی ہوگی جب بھائی کی ہوگی جب میری بھی شادی"۔ مائز تو خود الگ سر پھرے دماغ کا تھا۔

"زیادہ بکواس نہیں کرو"۔

"میں اب بالکل سنجیدہ ہوں"۔ وہ یہ کہہ کر رکا نہیں اندر بڑھ گیا محریب نے لمبی سانس بھری۔

"کر و تم دونوں ہی اپنی"۔ وہ بھی ناراض ہوتی ہوئی چلی گئیں تھیں محریب تو شپٹا ہی گیا کیونکہ مائز جو بدک گیا تھا۔

☆

جب سے وہ اسے یوں اگنور کر کے آیا تھا اس دن سے کچھ ڈسٹرب سا ہو گیا تھا وہ کبھی بھی یوں کسی بھی لڑکی کو دیکھ کر اتنا سیریس ہو کر سوچتا تک نہ تھا مگر اس دن سے اسے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ اس کی انسلٹ کر کے آیا ہے بدلحاظ تو وہ اتنا نہ کبھی رہا تھا پوری یونیورسٹی میں اپنے سوبر اخلاق کی وجہ سے کافی مشہور بھی تھا اپنے کام سے کام رکھتا تھا اور پھر پورے خاندان میں یہ اور محریب ہی تو خاصے سنجیدہ تھے۔

"کیا بات ہے اتنی دیر سے میں تمہیں پکار رہا ہوں جواب کیوں نہیں دے رہے ہو"۔ مائز اس کے سر پر کھڑا چیخنے لگا۔

"آں..... ہاں......" وہ کچھ بڑبڑا ہی گیا۔

"فائق! مجھے تو کچھ پراسرار سا لگ رہا تھا بتا دے کوئی واردات تو نہیں گزر گئی تیرے ساتھ"۔ انداز معنی خیز اور شرارتی سا تھا۔

"ہر وقت فضول گوئی مت کیا کرو"۔ اس نے مائز کو ڈانٹ دیا۔

"تو میری آنکھوں میں دھول جھونکتا رہے گا اور ایک دن تجھے پیار ہو جائے گا"۔

"یار! کیا بکواس کر رہے ہو جگہ تو دیکھ لو اگر سن لیا تا کسی نے خود کو تو جوتے پڑتے ہی ہیں مجھے بھی پڑوا دیتا"۔ فائق برابر کے ڈائننگ چیئر کو گھسیٹ کر کھڑا ہو گیا۔

"یہی بات تجھے ہمیشہ بری لگتی ہے یار مان کیوں نہیں لیتا کہ دنیا میں پیار و محبت بہت ضروری ہے یہ اگر مل جائے تو زندگی اتنی خوبصورت اور رومینٹک ہو جاتی ہے کہ واہ واہ"۔ مائز تو لن ترانیوں میں ہی لگ گیا کیونکہ جب سے اس کی اور وشہ کی بات طے ہوئی تھی وہ اتنا خوش تھا کہ کل کی ہوتی شادی آج ہو جائے۔

"تم پر سب فلموں کا اثر ہو گیا ہے"۔ فائق نے ریسٹ واچ پر نگاہ ڈالی سوا نو بج رہے تھے اب تک تو دونوں کو یونیورسٹی میں ہونا چاہیے تھا مگر آج کچھ دیر ہوگئی تھی۔

"یار! یہ زندگی ہے حقیقت ہے ضروری نہیں کہ محبت اور پیار صرف فلموں میں ہوتا ہے تو دیکھنا تجھے ایسی محبت

ہوگی کسی سے کہ بس پھر پوچھوں گا تجھ سے"۔

"فائق احمد ان فضولیات میں کبھی نہیں پڑے گا محبت پیار کچھ نہیں ہوتا ہے سب ٹائم پاس ہوتا ہے"۔ وہ ہمیشہ سے ہی نفی کرتا آرہا تھا۔

"کیا بات ہے تم دونوں نے یونیورسٹی نہیں جانا ہے' جو محبت و پیار پر تقریریں ہو رہی ہیں"۔ محریب نے ان دونوں کی گفتگو سن لی تھی وہ بھی مسکرا کے چھیڑے بنا نہ رہ سکا دونوں ہی جھینپ گئے۔

"وہ بھائی! ہم تو......" حاضر جواب مائرہ بھی اس لمحے گڑبڑا سا گیا۔

"تم تو چپ رہو تمہیں جانتا ہوں"۔ اس نے مائرہ کا جائزہ لیا وہ کن انکھیوں سے مسکراتے ہوئے دیکھنے لگا۔

"میں تو یونیورسٹی جا رہا ہوں اس کا لگتا ہے جانے کا آج موڈ نہیں ہے"۔ فائق فوراً ہی اپنا بیگ اٹھا کر نکلنے لگا۔

"مجھے کچھ شاپنگ کرنی ہے اس لئے نہیں جا رہا ہیں"۔ مائرہ نے جھٹ کہا۔

"فائق یار! تم تو گلشن سے گزرو گے نا وہ تہذیب کو چھوڑ دو اس کے آفس آج اس بے چاری کو بھی دیر ہو گئی ہے' مجھے کہیں میٹنگ میں پہنچنا ہے"۔ محریب اسے کہتا ہوا ناشتے کے لئے ڈائننگ ٹیبل کی چیئر کھسکا کے بیٹھ چکا تھا اتنے میں امی اس کے لئے ناشتہ بھی لے کر آ گئی تھیں۔

"محریب بھائی! میں بائیک پر جا رہا ہوں یہ مائرہ نہیں جا رہا ہو ورنہ ہم دونوں پوائنٹ سے ہی جاتے ہیں"۔

"یار! تم اتنا گھبرا کیوں رہے ہو اس کے آفس ہی تو چھوڑنا ہے گاڑی لے جاؤ"۔ آج مائرہ کو اس کی حالت پر ہنسی آ رہی تھی فائق آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے غصہ دکھا رہا تھا۔

"تم چپ کرو"۔ اس نے مائرہ کو ڈانٹ دیا۔

"یار فائق! پھر ایسا کرو ٹیکسی سے چلے جاؤ"۔ محریب ناشتہ کرنے لگا۔

"مگر جاؤ گے تم ہی"۔ مائرہ نے پھر لقمہ دیا۔

فائق ابھی بولنے کے لئے مزید کچھ منہ کھولتا محریب کی موبائل پر کال آ گئی وہ باہر نکل گیا فائق تلملانے لگا۔

"تم جتنا لڑکیوں سے دور بھاگو گے ایسا ہی ہوگا تمہارے ساتھ"۔ مائرہ کو اس کی حالت پر مزا آ رہا تھا۔

فائق بھی بھناتا ہوا باہر آیا دیکھا تو وہ لان میں تھی گلابی لان کے پرنٹڈ کپڑوں میں اپنے خوبصورت اور معصوم سے سراپے کے ساتھ شرمائی گھبرائی کھڑی تھی محریب اسے شاید کچھ سمجھا رہا تھا۔

"فائق یار! جلدی آ جاؤ"۔ اس نے فائق کو تھپکی دی اور خود اندر چلا گیا فائق نے اس لمحے اس پر ایک بھی نگاہ نہ ڈالی' مگر جانے کیوں دل کا دھڑکنا ایسا لگ رہا تھا کچھ انہونی ہونے والی ہو گرے پینٹ پر گرے ہی شرٹ میں ملبوس چہرے پر دنیا جہاں کی بیزاری لئے ہوئے تھا تہذیب نے محسوس کر لیا تھا کہ اسے ناگوار گزر رہا ہے۔

"ایکسکیوز می"۔ اپنی مہین اور نرم سی آواز میں مخاطب کیا۔ فائق کو ایسا لگا کہ کوئی جلترنگ سا بجا ہو لان کی نرم نرم گھاس پر کھڑی تھی مگر ابھی تک بھی اس نے پشت نہیں گھمائی۔

"وہ میں آج آفس نہیں جا رہی آپ چلے جائیے"۔ کچھ ڈرتے ڈرتے بھی گویا ہوئی فائق اسی لمحے ایڑیوں کے بل گھوما وہ اسی طرح اس کی منتظر کھڑی تھی۔

"کیوں اچانک سے آفس جانے کا ارادہ کیوں ملتوی کر رہی ہیں"۔ فائق کے چتون چڑھے ہو گئے کیونکہ ایک تو اسے اسی کی وجہ سے روکا اوپر سے یہ نخرہ وہ یونہی ان لڑکیوں سے دور بھاگتا تھا کہ یہ نخرے وغیرہ خوب دکھاتی ہیں جہاں کسی لڑکے نے اہمیت دی اور سر پر چڑھنے کی کوشش کرتی ہیں۔

"وہ اس لئے کہ مجھے کچھ ٹمپریچر سا محسوس ہو رہا ہے"۔ جلدی میں جواب بھی تو نہیں بن رہا تھا ایک تو اتنی سی عمر میں ہی وہ اتنا ڈیسنٹ اور بارعب لگ رہا تھا کہ تہذیب کو ایسا لگ رہا تھا کہ مزید اس کے سامنے کھڑی رہی تو ضرور بے ہوش ہو جائے گی۔

"اچانک سے کیسے ہو گیا"۔ اسے غصہ بھی آنے لگا کتنی دیر اپنا ٹائم ضائع کیا۔

"مجھے کل سے ہی ہو رہا ہے"۔ نگاہ جھک تو نہیں اٹھ رہی تھی۔

"پھر تو آپ کو ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے تھا"۔ اس نے طنز کے ساتھ کہا۔

تہذیب کو اس لمحے ایسا لگا کہ وہ اس کی تضحیک کر رہا ہو وہ لب بھینچ کر رہ گئی حالانکہ وہ بولڈ تھی پر اعتماد تھی کل سے اس شخص کو سوچ سوچ کے تو اس کی ساری بولڈنیس اور پر اعتمادی جیسے بھاگ گئی تھی۔

"جج...... جی......" اس نے وحشت زدہ سی اپنی ہرنی جیسی آنکھیں وا کی تھیں۔

"او کے میں چلتا ہوں میرے پاس ٹائم نہیں ہے"۔ فائق اس کے دیکھنے پر تو گھبرا اٹھا گیا کہ کہیں وہ کمزور لمحے کی زد میں نہ آ جائے' اپنے آپ کو بچا بچا کر وہ رکھ رہا ہے' کہیں اس کے سارے ارادے اور سوچیں متزلزل نہ ہو جائیں۔

تہذیب نے ایک حسرت بھری نگاہ اس کی چوڑی پشت پر ڈالی جو اسٹارٹ کر رہا تھا۔

"عجیب آدمی ہے"۔ خود سے ہمکلام ہوتی ہوئی وہ اپنے پورشن کی جانب بڑھ گئی' مائرہ نے اوپر اپنے کمرے سے سارا منظر بغور دیکھا تھا۔ وہ سمجھ بھی گیا کہ فائق نے اپنی روکھی پھیکی طبیعت کی وجہ سے تہذیب سے کس طرح بات کی ہوگی یہ سب وہ جانتا تھا۔

☆

"جواد! تم میری بیٹیوں کو ایسے کسی بھی شخص کے پلے نہیں باندھ سکتے ہو"۔ میرا کے تو پتنگے لگ گئے تھے دوسرے پیر تک کھول رہی تھی جب سے انہیں جواد احمد نے یہ بتایا تھا کہ انہوں نے وشہ کا بھی رشتہ طے کر دیا ہے۔

"میں نے اپنی بیٹی کو لائق فائق بھتیجے سے منسوب کیا ہے اس کے لئے کیا اچھا ہے کیا برا میں بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں"۔

"تم نے پہلے بھی غلط فیصلہ کیا تھا اور اب بھی غلطی ہے میں اپنی دوسری بیٹی کے ساتھ یہ ظلم نہیں ہونے دوں گی"۔ وہ چیخ رہی تھیں۔

تینوں بھائی بہن ان کے کمرے کے باہر کھڑے سب سن رہے تھے حنائیہ کے چہرے پر زیادہ فکر اور بیزاری چھلک رہی تھی وہ تو خود پہلے ہی اپنے معاملے میں ڈری ہوئی تھی۔

"بچے میرے ہیں یہ مت بھولنا تم نے شروع سے بچوں کو اپنے سے دور ہی رکھا ہے اور آج تمہیں ان کا خیال آ رہا ہے"۔

"کچھ بھی ہو میں وشہ کو تمہارے بھتیجے سے منسوب نہیں ہونے دوں گی"۔ ضدی تو وہ شروع سے ہی تھیں ان کی اس طبیعت کی وجہ سے ہی تو تینوں بچے بھی کچھ دور دور ہو گئے تھے۔

"میں نے دونوں کی بات طے کر بھی دی ہے بتایا تمہیں اس لئے تھا کہ جو ہنگامہ تمہیں کرنا ہے وہ ابھی کر لو تو بہتر ہے کیونکہ ایک دو ماہ میں وشہ کی شادی ہو جائے گی"۔

"کیا شادی......؟" ایک اور دھماکہ ہوا وہ تو گنگ رہ گئیں۔ وشہ نے حنائیہ پر نگاہ ڈالی معارج الگ ڈانٹ پڑ رہا تھا۔

"ہاں شادی...... اماں جی کی حالت ٹھیک نہیں ہے عنایہ تو تمہاری رضا کے بغیر شادی نہیں کرے گی"۔ جواد احمد
کے لہجے میں اتنی حقارت اور ناگواری تھی عنایہ پہلو بدل کر رہ گئی۔
"تمہاری ماں کو تو شروع سے ڈرامے کرنے کی عادت ہے یہ الگ ڈرامہ لگایا ہوا ہے"۔
"سمیرا! بند کرو بکواس اپنی"۔ جواد احمد کی دھاڑتی آواز سے تینوں ہی اچھل گئے۔
"میں کیا بکواس بند کروں جواد! اگر تم نے میری اس بیٹی کی شادی میری مرضی کے بغیر کی تو میں بتا رہی ہوں برا
ہو گا تمہارے لئے"۔
"تمہاری صورت میں اور کیا برا ہو سکتا ہے میرے ساتھ"۔ انہوں نے طنز کے ساتھ ایک سلگتی ہوئی نگاہ ڈالی۔
"یہ میں ہوں جو برداشت کر رہی ہوں"۔
"کیا برداشت کر رہی ہو ارے تمہیں تو میں برداشت کر رہا ہوں تم نے جتنی میری زندگی اجیرن کی ہے کوئی مجھ
سے پوچھے"۔
"مجھ سے بھی کوئی پوچھے تم نے کبھی کوئی پل سکون کا مجھے میسر نہیں کیا ہے شروع سے دھتکارہ ہے بے عزتی کی
ہے"۔ وہ اتنی روہانسی اور بے بس سی لگ رہی تھی کہ عنایہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس سے رکا نہ گیا لب کچلتی ہوئی
اپنے کمرے میں بھاگ گئی معارج اور وشہ کی استفہامیہ نگاہیں اٹھی تھیں۔
"لہجہ ہمیشہ تمہارا خراب ہوتا ہے میرا نہیں"۔
"پورے خاندان میں تم نے اور تمہارے گھر والوں نے مجھے بدنام کیا ہوا ہے"۔ وہ رو رہی تھیں۔
"یہ الزام تم میرے گھر والوں پر بالکل نہیں لگاؤ ارے انہوں نے تو تمہیں جتنا آرام دینے کی کوشش کی تھی اتنا ہی
تم ان کے سر پر چڑھ گئی ہو"۔ وہ اپنے گھر والوں کے متعلق تو کوئی بھی ایسی فضول بات تو برداشت کر ہی نہیں سکتے تھے۔
"اونہہ...... آرام شروع سے روکا ٹوکی ہی کی ہے"۔
"جو بھی ہو یہ طے ہے کہ وشہ کی شادی میں طے کر چکا ہوں تم اس شادی میں بیٹھو یا نہیں مجھے اس سے کوئی سروکار
نہیں ہے"۔ وہ ویسے ہی انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے اور وشہ کے معاملے میں تو بالکل ہی سخت بن گئے تھے وشہ بھی
لب کچلتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی دل تو اس کا بھی اداس ہو رہا تھا صرف ابو کے مان کی وجہ سے وہ اس رشتے
پر سر جھکا گئی تھی ورنہ اسے تو مائز کا چڑانا اور لڑنا تو اور بھی غصہ دلاتا تھا اور اب ساری زندگی کے لئے اس کے ساتھ
باندھا جا رہا تھا سوچ سوچ کے اسے تو گھبراہٹ ہو رہی تھی دونوں کی ایک دن بھی نہیں بنے گی پھر سب اسے بھی اس
کی ماں سے ہی ملائیں گے کہ جیسی ماں ویسی بیٹی اور یہ وہ کسی پل گوارہ نہیں کر سکتی تھی۔
"آپی! آپ رو رہی ہیں؟" اسے عنایہ کو سوں سوں کرتے دیکھ کر الگ فکر ہو رہی تھی اس کی بہن کی الگ زندگی
خراب ہو رہی تھی۔
"انہی آنسوؤں پر تو میرا بس چلتا ہے جب دل چاہتا ہے میرا درد اور غم بٹانے تو میرے پاس آ جاتے ہیں"۔
"آپی! پلیز ایسی باتیں نہ کریں خدا نہ کرے کہ آپ یوں روتی رہیں اور آنسوؤں کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ
آپ اسے اپنے پاس بلائیں"۔ وشہ نے اس کے آنسو اپنے آنچل سے صاف کئے۔
"وشہ! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے کیا ہو گا امی اگر......"
"آپی! آپ فکر نہ کریں اور اللہ جو چاہے گا وہ بہتر ہو گا"۔ وہ اسے تسلی دینے لگی۔
"امی! تمہاری شادی کے بعد اگر ایسا ہی کرتی رہیں تو......"

"کیا فرق پڑے گا انہیں ہم بیٹیوں پر کچھ بھی افتاد آئے صرف اپنے بارے میں سوچتی ہیں آپی! آپ نے بھی
بہت غلط کیا ہے کیا تھا آپ محریب بھائی سے شادی پر راضی ہو جاتیں امی خود بخود ٹھیک ہو جاتیں"۔
"میں جانتی ہوں امی کو اور بالکل یہ گوارہ نہیں کروں گی کہ وہ میری شادی اپنی خوشی سے شریک نہ ہوں"۔ وہ ایسی
دل گرفتہ اور افسردہ ہو رہی تھی کہ وشہ لب کچلنے لگی۔
"اب آپ بتایئے میری بھی تو شادی ان کی رضامندی کے بغیر ابو کر رہے ہیں میرا دل کتنا گھبرا رہا ہے اوپر سے
وہ آپ کا دیور......" اسے رونا ہی آنے لگا۔
"تمہاری شادی ہو جائے گی تو ہو سکتا ہے امی کچھ بدل جائیں اور ہاں مائز کی طرف سے تم بے فکر رہو بہت اچھا
اور زندہ دل لڑکا ہے ہر وقت ہنساتا ہی رہے گا"۔ اس نے فوراً اپنے بڑے پن کا اسے احساس دلا کر سمجھایا۔
"مجھ سے تو جب بھی ان کی بات ہوئی ہے سوائے لڑائی اور بحث کے ہوا کیا ہے"۔ وہ منمنائی۔
"میں اسے سمجھا دوں گی کہ اگر میری بہن کو اس نے تنگ کیا نا تو خیر نہیں ہے اس کی"۔
"آپی! آپ بھی ابو سے کہہ دیں نا کہ شادی کرنے پر راضی ہیں آپ وہاں ہوں گی تو مائز کم از کم لحاظ تو کر دیں
گے"۔ وہ اتنی معصومیت سے بول رہی تھی کہ عنایہ نے بے اختیار اس کا ماتھا چوم لیا۔
"کچھ چیزیں اپنے وقت پر اچھی لگتی ہیں میں نے جو سوچا ہوا ہے وہ پہلے کروں گی اور یہ شادی بعد میں"۔ وہ
مسکرائی۔
"دادی جان تو سب سے زیادہ آپ کو اور محریب بھائی کو چاہتی ہیں اور ان کی خواہش بھی یہی ہے کہ پہلے آپ
دونوں کی ہو"۔
"تم یہ غلط سوچ رہی ہو دادی جان ہم سب کو ہی چاہتی ہیں اور تمہاری بھی انہیں اتنی ہی فکر ہے جتنی میری ہے"۔
اس نے یقین دلایا۔
دونوں بہنیں ایک دوسرے کا خیال بھی بہت رکھتی تھیں اور پھر دونوں میں فرق بھی تین سال کا تھا مگر عنایہ میں
وقت سے پہلے بڑوں والی سمجھداری آ گئی تھی پورے خاندان میں ہی سب برادر کم کو مشہور تھی مائز تو اکثر کہتا تھا کہ سال
پرانی روح آپ میں موجود ہے۔

☆

اس دن دادی جان نے اتنا غصہ دکھایا کہ دوائی تک نہیں کھا رہی تھیں یہی ضد تھی کہ عنایہ کو بلاؤ سب ہی فکر مند بھی
تھے کہ ان کی طبیعت بگڑ بھی رہی تھی محریب مسلسل ان کے پاس بیٹھا تھا رات کے وقت ان کی اکثر زیادہ طبیعت خراب
ہو جاتی تھی محریب اسی وقت اٹھا حسنہ پھپھو بھی آئی ہوئی تھیں ان سے بھی دادی جان نہیں سنبھل رہی تھیں۔
وہ اتنی تیزی سے گاڑی آہنی گیٹ سے لے کر نکلا تھا کہ تہذیب نے چونک کر دیکھا تھا وہ دادی جان کی طبیعت
پوچھنے جا رہی تھی کہ پورچ میں رک گئی اتنا تو وہ بھی جانتی تھی کہ محریب کے ایک چچا الگ جگہ پر رہتے ہیں ان کی بیوی کا
مزاج کچھ تیز ہے۔
جس وقت وہ وہاں پہنچا تھا ایک ویرانگی سی تھی کچھ دیر پہلے ہی تو جواد احمد اور سمیرا بیگم میں جنگ چھڑی تھی اب
وہاں ماحول ساکت تھا۔
"چاچو! دادی جان کی بہت طبیعت خراب ہے وہ عنایہ کو پکارے جا رہی ہیں"۔ محریب کے چہرے پر اتنی سختی اور
ناگواری تھی کہ وہ نگاہ نہیں ملا رہا تھا۔

"اوہ...... تم مجھے فون کر دیتے"۔ فوراً ہی وہ کھڑے ہو گئے۔

"میں عنائیہ کو لے جاؤں؟" اس وقت سمیرا بیگم سامنے نہیں تھیں ورنہ ضرور وہ اور محاذ کھول لیتیں۔

"معارج! عنائیہ کو بلا ڈسوئی تو نہیں ہے وہ"۔ جواد احمد کے چہرے پر بھی ایک فکرمندی جھلکنے لگی تھی۔

"نماز پڑھ کے وہ پنج سورہ پڑھ رہی تھیں دیکھتا ہوں"۔ وہ بھی حکم کی تعمیل کے لئے اٹھ گیا کچھ لمحوں میں ہی وہ گھبرائی ہوئی آ گئی تھی چہرہ اس کا اترا ہوا تھا آنکھیں بھی سوج رہی تھیں' کچھ دیر پہلے وہ اور دشہ کتنا روئی تھیں محریب نے ایک اچٹتی نگاہ اس پر ضرور ڈالی جو پنک لان کے کپڑوں میں ملبوس مرجھائی ہوئی بھی لگ رہی تھی۔

"عنائیہ! تم محریب کے ساتھ گھر جاؤ میں بھی آتا ہوں"۔ جواد احمد عجلت میں کہتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے تھے۔

عنائیہ نے ایک حسرت بھری نگاہ اس پر ڈالی معارج مکمل اس کی جانب متوجہ ہی تھی۔

"میں باہر ہوں تم آ جاؤ"۔ وہ گرے قمیض شلوار میں ملبوس اتنا تھکا ہوا لگ رہا تھا کہ عنائیہ کو شرمندگی ہونے لگی کہ اسی کی وجہ سے دادی جان اور پھر وہ کتنا ڈسٹرب تھا۔

وہ دشہ کو بتا کے اپنا بیگ لے کر باہر چلی گئی تھی کتنے دنوں بعد وہ جا رہی تھی' فرنٹ ڈور کھول کے وہ بیٹھی محریب لب بھینچے ہوئے بیٹھا تھا اس کے بیٹھتے ہی گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی عنائیہ کا دل دھک دھک کر رہا تھا اس نے ایک لفظ تک ابھی ادا نہ کیا تھا۔

"دادی جان کی......؟"

"بس ایک لفظ نہیں بولنا"۔ اس کا جملہ ابھی پورا بھی نہیں ہو پایا تھا کہ عنائیہ کو روک دیا۔

"جو کچھ بھی ہو رہا ہے تمہاری اور میری وجہ سے ہو رہا ہے"۔

"میں کیا کروں آپ ہی بتایئے؟" روہانسی ہو گئی۔

"تم خود سمجھدار ہو بہت بڑی ہو خود فیصلے کرتی ہو تمہاری مرضی جو دل کر رہا ہے وہ کر تو رہی ہو"۔ طنزیہ اور چبھتا ہوا لہجہ تھا عنائیہ شرمندگی سے گڑ کے رہ گئی۔

"تمہارے بڑے جو سوچ رہے ہیں وہ تو غلط ہی سوچ رہے ہیں"۔ آج دل کھول کر وہ اسے سنانا چاہتا تھا۔

"پلیز بس کریں"۔ آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

محریب نے گاڑی ایک سائیڈ پر جھٹکے سے ہی روکی اور دانت پیسے وہ غصہ نہ پہلے کرتا تھا اور نہ کرنا چاہتا تھا مگر جب سے مائرہ کی شادی فکس ہوئی تھی اسے غصہ ہی آ رہا تھا اور اس کا سارا الزام عنائیہ پر ہی ڈال رہا تھا۔

"تمہاری وجہ سے ہی مائرہ کو اس رشتے میں باندھا جا رہا ہے ابھی میرے بھائی کی ایسی عمر بھی نہیں ہے کہ اس کی شادی کی جائے"۔ وہ دھاڑا۔

"جی"۔ وہ ہکا بکا حواس باختہ سی رہ گئی۔

"بس جو کچھ بھی ہو رہا ہے تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے"۔

"آپ میری مجبوری نہیں سمجھ رہے ہیں"۔ سوں سوں کرتی وہ اسے اتنی قابل رحم لگ رہی تھی کہ محریب نے ونڈ اسکرین سے نگاہ باہر کی۔

"تمہاری مجبوری وہ فضول سے اپنی ماں کا تم نے مسئلہ بنایا ہے"۔

"وہ میری ماں ہیں انہیں میں اگنور نہیں کروں گی"۔ لہجہ اس کا ترش ہو گیا۔

"آہ...... سارے اگنور ہو جائیں"۔ تمسخراڑا کے آہ بھری اور گاڑی اسٹارٹ کر دی گیارہ بج رہے تھے کافی دیر ہو گئی تھی اسے گھر سے نکلے ہوئے۔

"مجھے واپس گھر چھوڑ دیں نہیں جانا مجھے کہیں بھی"۔ فوراً ضدی بن گئی۔

"فضول کے نخرے نہیں دکھاؤ' کیونکہ میں نہیں برداشت کرتا یہ سب"۔ اتنا سخت گیر وہ تو نہیں تھا اچانک ہی محریب کی ذہنی رو بہکی تھی۔

"آپ کو دکھا بھی نہیں رہی ہوں مجھے گھر چھوڑ دیں"۔

"سوچ لیا کہ جب تم وہی کرو گی کہ جو تم نے سوچا ہے تو فضول کی اکڑ نہ دکھاؤ"۔

"اکڑ میں کب دکھا رہی ہوں آپ میری بات سمجھتے ہی نہیں ہیں"۔ اتنا رونا آ رہا تھا اس پل اس دشمن جاں کی باتوں پر کے وہ بپھر ہی گئی۔

"میں نہیں سمجھتا یا تم نہیں سمجھ رہیں"۔ گاڑی گھر کے باہر روک دی تھی اور وہ آنچل سے اپنے آنسو پونچھ رہی تھی پہلے ہی وہ اتنا رو چکی تھی اوپر سے محریب کا انداز۔

"تم زندگی کو سمجھتی کیا ہو؟"

"یہ زندگی سوائے دکھ اور درد دینے کے دیتی کیا ہے؟" عنائیہ کا لہجہ تلخ ہو گیا دل اتنا کبیدہ تھا کہ ایک دم ہی مایوسی اور ناامیدی کی باتیں کرنے لگی۔

"یہ زندگی بہت خوبصورت ہے اسے دیکھو اور جانو"۔ وہ سمجھانے لگا۔

"اونہہ...... اسے سمجھوں اور جانوں جب مجھے میرے اپنے ہی نہیں سمجھ رہے ہیں تو کیسے جانوں"۔ الٹا طنز ہی کیا۔

"تمہارے اپنوں میں تو صرف تمہاری والدہ محترمہ آتی ہیں باقی سب تو بے کار ہیں"۔ ڈرائیونگ سیٹ سے باہر نکلا اور فرنٹ ڈور کھولا وہ بھی اترنے لگی۔ مگر محریب راہ میں حائل رہا وہ جھجک کے کچھ پیچھے ہونے لگی محریب نے دونوں ہاتھ ہی گاڑی پر ٹیک دیے وہ اس کے حصار میں آ گئی۔

"چہرہ صاف کرو سب پوچھیں گے کہ کیوں روئی ہو؟" اتنی لگاوٹ اور تمور نگاہوں سے تو اس نے آج سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔

جلدی جلدی آنچل سے آنسو خشک کیے وہ اس کے قریب ہو کے گاڑی میں رکھے ٹشو بکس سے ٹشو دینے لگا عنائیہ کا دایاں شانہ اس کی پشت سے جا لگا۔

سڑک سنسان تھی محریب جب ہی اتنے فری انداز میں اس کے قریب کھڑا تھا عنائیہ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا' فسوں خیز آنکھیں سوج گئی تھیں سرخ و سپید رنگت پھیکی سی لگ رہی تھی۔ نازک ہاتھوں کی انگلیوں کو مروڑ رہی تھی آج سے پہلے ایسا تفصیلی جائزہ اس نے کبھی نہیں لیا تھا عنائیہ کے پسینے چھوٹنے لگے تھے' یہ دھوپ چھاؤں جیسا بندہ لمحوں میں ہی بدلا تھا۔

"چلو اندر"۔ وہ اس کی ہمراہی میں چلنے لگی تھی اندر جاتے ہوئے وہ تو پھر اجنبی بن گیا تھا دادی جان نے تو اسے خوب ہی لپٹا کے پیار کیا تھا' سب ہی مطمئن بھی ہو گئے تھے کہ عنائیہ آ گئی تھی' ورنہ وہ اس دن سے آئی ہی کب تھی' دادی جان کے سرہانے وہ بیٹھ گئی تھی دوائی بھی کھلائی تھی جواد احمد آئے تو وہ بھی کافی دیر تک ان کے پاس بیٹھے رہے تھے گھر میں ایک دم ہی برقی رو دوڑ گئی تھی سب کچھ ایسا لگ رہا تھا کہ اپنی جگہ پر آ گیا ہو۔

(جاری ہے)

شازیہ مصطفیٰ

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

''دیکھا دادی جان کو کتنی چمک آ گئی ہے آپ کے یہاں آنے سے''۔ یمنیٰ ان کے لیے گرم گرم دودھ میں اوولٹین ڈال کے لائی تھی' پوری نوجوان پارٹی اور ان کی والدہ وہاں موجود تھیں۔

''اور کیا' کیوں نہیں آئے گی میری بچی جیسے ہی یہاں آئی مجھے ایسا لگا کہ میری بیماری بھاگ گئی ہو''۔ دادی جان نے عنایہ کے ہاتھوں کو پکڑا' وہ جھینپ سی گئی' سارے ہی اس کو بغور دیکھ رہے تھے۔

محریب اسے بغور دیکھ رہا تھا جو پنک کپڑوں میں شرمائی لجائی سی سب کے درمیان بیٹھی تھی اس کا ایک ایک نقش ایسا تھا کہ بندہ کھو سا جاتا' وہ ایسے بھی اسے دیکھتا نہیں تھا مگر کل سے تو وہ مسلسل اسے متوجہ ہو کر دیکھ رہا تھا۔

''بھابھو! اس بار تو جلدی بھاگنے کے ارادے سے تو نہیں آئی ہیں''۔ مائرہ نے پوچھا۔

''آپ فکر نہ کریں وشہ کو بھی بلا لیں گے''۔ رافع اسے چھیڑنے سے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔

''تم فضول مت ہانکا کرو''۔ مائرہ نے ایک تکیہ اٹھایا اور اس پر اچھال دیا جو وارڈ روب سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا' دادی جان کے بیڈ پر عنایہ اور بڑی امی بیٹھی تھیں جبکہ باقی کے افراد کارپٹ پر بیٹھے تھے۔

''مائرہ! تمیز تو کر لیا کرو''۔ نزہت نے فہمائشی اور خشمگیں نگاہوں سے گھورتے ہوئے اسے سرزنش کی۔

''آپ لوگ اسے تو دیکھیں''۔

''ارے لوگ مجھے تو دیکھتے ہی رہتے ہیں وہ پڑوس کی شگو تو مجھے چھپ چھپ کے دیکھتی ہے موٹی نہ ہو تو''۔ رافع نے تفاخر زدہ لہجے میں کچھ اکڑ کے ہی کہا۔

''کیا شگو......'' مائرہ تو اچھل ہی گیا۔

''رافع کیا حرکتیں چل رہی ہیں یہ''۔ فائق نے سنا تو فوراً ہی بڑے بھائیوں کی طرح اسے دیکھنے لگا۔

''وہ......وہ...... میں تو ایسے ہی کہہ رہا تھا''۔ وہ اچھا خاصا گڑبڑا گیا' ساروں کی ہی ہنسی نکل گئی۔

''کتنے اچھے لگ رہے ہیں' میرے سارے بچے یہاں موجود ہیں''۔ دادی جان نے ان سب کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھا۔

''آپ اماں جی! اطمینان رکھیے ان بچوں کے بچے بھی دیکھیں گی''۔ تائی امی نے مسکراتے ہوئے کہا' عنایہ کی تو شرم سے نگاہ جھک گئی۔

''انشاء اللہ تعالیٰ''۔ مائرہ نے جھٹ کہا۔

''حد ہوتی ہے یار! بے شرمی کی''۔ فائق کو تو ہمیشہ ایسی باتوں سے چڑ ہی ہوتی تھی اور وہ کرنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔

''چچی جان! جلدی اسے بھی ٹھکانے لگایئے مجھے یہ خالی پھرتا ہوا سخت بُرا لگتا ہے''۔ مائرہ نے اب اس کے پیچھے چچی جان کو لگایا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں' جلدی ہم اس کی بھی کہیں بات لگا دیں گے''۔ چچی جان مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔

''ہماری یمنیٰ کی کہیں بات طے ہو جائے گی تو اس کا نمبر بھی آ جائے گا''۔ دادی جان نے کہا۔

''کیا یمنیٰ کے بعد؟'' مائرہ اچھل گیا۔

''کیا ہو گیا آپ سب کو یمنیٰ اس سے پانچ سال چھوٹی ہے''۔

''یار! اب ٹھیک کہہ رہے ہیں''۔ فائق کو مائرہ کا چہرہ دیکھ کر ہنسی آ رہی تھی۔

محریب کا موبائل بپ دینے لگا تو وہ اٹھ کر باہر آ گیا تھا' عنایہ نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا' کل سے تو اس کا

انداز سوچ سوچ کے پسینے ہی آ رہا تھا' محریب کے انداز میں نہ کبھی لگاوٹ لگتی اور نہ ہی کبھی سرد مہری لگتی تھی' وہ یہ سوچتی تھی کہ وہ ایسا کیوں تھا۔

''چلو چلو سب اپنے اپنے کمروں میں چلو' کافی دیر ہو گئی ہے' اماں جی بھی سوئیں گی''۔ نزہت نے ان سب کو اٹھنے کو کہا' سب ہی ایک ایک کر کے آگے پیچھے ہو کر نکل گئے تھے' عنایہ صرف ان کے پاس تھی محریب بھی اندر آیا تو دیکھا دادی جان لیٹ گئی تھیں' عنایہ نے اسے دیکھ کر پہلو بدلا تھا' محریب پھر ذرا تھیں کمرے سے نکل گیا تھا' عنایہ نے دادی جان کے سونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھی تھی' اس کی کچھ طبیعت گھبرائی تو وہ لان میں ہی نکل گئی' چاروں جانب مہیب سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ اسی طرح کا سناٹا اسے اپنے اندر بھی پھیلا ہوا لگتا تھا' وہ سب سے الگ تھی اس کی ساری سوچیں مختلف تھیں' ابھی تک بھی کوئی اسے نہیں جان پایا تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔

بچپن سے ہی اپنی ماں کو اپنے سے دور دیکھا سوائے انھوں نے ڈانٹنے ڈپٹنے کے کچھ نہ کیا تھا' اسی وجہ سے وہ بہت ڈری سہمی سی ہوتی تھی' ابو اس کا اتنا خیال رکھتے تھے دادی جان کے تمام ہی گھر والے اسے اتنا چاہتے تھے۔ یہ سب ہی اتنے اچھے تھے اس کی ماں کی آخر کیوں نہ بن سکی ان سب سے' دادی جان تو دعائیں دیتے نہ تھکتی تھیں' بڑی امی تائی امی دونوں ہی اسے ہاتھوں ہاتھ رکھتی تھیں' پھر اس کی ماں کیوں سب کو بُرا کہتی رہتی ہے۔ یہ سب تو محبتوں کا قلعہ ہیں جو بھی اس میں آ گیا وہ پھر نکلنا ہی نہیں چاہے گا۔

وہ خود کتنا سکون محسوس کرتی تھی ان در و دیوار سے تو اس کی تمام یادیں وابستہ تھیں' جب بھی دل اداس ہوتا تھا وہ لان میں آ کر بیٹھ جاتی تھی' سب کو ہی پتہ ہوتا تھا کہ وہ یہاں ہی ملے گی آج پھر اسے لگ رہا تھا وہ سب کچھ لوٹ آیا ہو' ٹھنڈی ٹھنڈی گھاس پر وہ سوچوں کی یلغار میں پورے لان میں چہل قدمی کر رہی تھی' اسے یہ تک اندازہ نہ تھا کہ ٹائم کیا ہو رہا ہے۔

تیز ہوا کے جھونکے اس کے دل و دماغ کو کچھ سکون بخش رہے تھے مگر کہیں اندر ایک خوف بھی اپنا تسلط جمائے بیٹھا تھا' جانے کب وہ وا ہے اور خوف دور ہوں گے' کب وہ کھل کر مسکرائے گی' آخر کب تک وہ ادھر اُدھر ہوتی رہے گی۔

کیا کسی کی سگی ماں اپنی اولاد کے معاملے میں بھی اتنی خود غرض ہو سکتی ہے' جو صرف اپنا سوچتی ہے اتنی عمر گزر گئی تھی مگر اس نے اپنی ماں کے رویے میں ذرا لچک نہ دیکھی تھی' کب تک وہ سب سے متنفر رہیں گی' اس نے اوپر کالے آسمان پر نگاہ جمادی جہاں 13 تاریخ کے چاند کو بادل کبھی چھپا دیتے تو کبھی سامنے لے آتے تھے' وہ رک کر گیبن کی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اچانک ہی وقت گزرنے کا احساس ہوا تو فوراً ہی کھڑی ہو گئی کہ کسی نے بھی اسے یہاں دیکھا تو سب ہی پریشان ہوں گے مگر دو نگاہوں نے تو اسے کب کا دیکھ لیا تھا' ڈرائنگ روم کی گلاس وال کے پردے ہٹا کے اس نے بغور دیکھا تھا اور اب تک دیکھ رہا تھا' کتنی افسردہ سی وہ لگ رہی تھی' چہرے پر اس کے پریشانی اضطراب سب کچھ تھا' وہ سبک خرامی سے چلتی ہوئی اندر آ گئی تھی' اسی وقت محریب نے پردہ برابر کیا اور اسے جاتے ہوئے دیکھا مگر وہ سامنے یوں نہیں آیا کہ اسے دیکھ کر وہ گھبرا جاتی اور وہ یہی نہیں چاہ رہا تھا مگر وہ یہ ضرور چاہتا تھا کہ وہ اس سے شیئر تو کرے مگر کرتی بھی تو کیسے' دونوں میں اتنی بے تکلفی کب رہی تھی۔

.........☆☆☆.........

صبح وہ کچھ دیر سے اٹھی تھی' سب ہی اپنے اپنے کاموں پر روانہ ہو چکے تھے وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی' اسی وقت کوئی لڑکی کاسنی لان کے کپڑوں میں جھجکتی ہوئی اندر آ ئی تھی' عنایہ نے حیرانگی سے اُسے دیکھا جو اِدھر اُدھر

بھی نگاہ دوڑا رہی تھی۔

"ارے تہذیب! آؤ بیٹا رک کیوں گئیں؟" نزہت نے اسے دیکھا تو مسکرا کے گویا ہوئیں' تہذیب نے جھٹ انہیں سلام بھی کر دیا۔

"وہ میں دادی جان کی طبیعت پوچھنے آئی تھی"۔ عنائبہ کی سوالیہ نگاہ اس پر جمی ہوئی تھی' محریب بھی اسی وقت ایزی سے قمیض شلوار میں ملبوس نکھرا نکھرا چلا آیا' عنائبہ نے تو جھجک کے پہلو بدل لیا اور ناشتے میں لگ گئی۔

"اوہو...... آج تم آ ہی گئیں' ورنہ مجھے تو لگ رہا تھا کہ تمہیں باقاعدہ دعوت نامہ بھیج کر بلوانا پڑے گا"۔ محریب نے تہذیب کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"جی وہ میں کل بھی آ رہی تھی آپ جس وقت گھر سے نکل رہے تھے"۔ اس نے بتایا۔

"پھر تم واپس چلی گئی ہوگی' ہے نا' کیونکہ سارے رشتے تو مجھ سے بنتے ہیں تمہارے"۔ وہ چیئر کھسکا کے عنائبہ کے بالکل سامنے والی چیئر پر بیٹھ گیا۔

"نن...... نہیں...... ایسی تو بات نہیں ہے"۔ وہ خجل سی ہوئی۔

"محریب ایسا بھی بھی ہمیں اپنا نہیں سمجھتی ہے"۔ نزہت نے گویا شکایت کی۔

"دونوں کان پکڑ کر کھینچوں گا تو جب سمجھ آئے گی اسے تو"۔ محریب نے عنائبہ کے بے زار سے اور اکتائے ہوئے چہرے پر بھرپور نگاہ ڈالی جو شاید خود کو اس وقت آکورڈ فیل کر رہی تھی۔

"چیئر کھسکاؤ اور بیٹھو امی! ناشتہ آپ تہذیب کے لیے بھی لائیے"۔

"نہیں' نہیں وہ میں نے صبح ہی کر لیا تھا' وہ میں آج آفس سے جلدی چھٹی لے کے اس لیے آئی تھی کہ حکمت اور حمزہ کے اسکول جانا تھا"۔ اس نے تفصیل سے بتایا' نزہت پھر بھی ناشتہ وغیرہ بنانے کے لیے کچن میں جانے لگیں' عنائبہ اسی وقت اٹھنے لگی۔

"بیٹھو تم کہاں جا رہی ہو؟" ذرا سرد اور درشت لہجے میں عنائبہ پر استفہامیہ نگاہ ڈالی جو نگاہ تک ڈالنا نہیں چاہ رہی تھی۔

"دادی جان کے کپڑے چینج کروانے ہیں"۔ اس نے کچھ طنز سے کہا۔ تہذیب اس کانچ اور خوبصورت سی لڑکی کو بغور دیکھ رہی تھی' گلابی رنگ اس پر کتنا کھل رہا تھا' نازک سا سراپا نرم و نازک سے ہاتھ' ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے موم سے بنی ہوئی ہو۔

"ابھی ٹائم ہے جانے میں' بیٹھو تم تہذیب سے تمہارا تعارف تو کروا دوں"۔ لہجہ اور آواز کچھ شوخ اور معنی خیزی بنالی۔ تہذیب کے لب مسکرا رہے تھے' اسے خبر تو تھی کہ محریب کی بچپن سے ہی منگنی ہوئی تھی۔

"لیکن مجھے پھر بھی جانا ہے"۔ وہ ٹرے اٹھا کر تیزی سے نکل گئی' محریب نے لب بھینچ لیے' وہ اس کا یہ انداز سمجھ رہا تھا۔

"تہذیب یہ عنائبہ تھی"۔ وہ مسکرایا۔

"میں سمجھ گئی تھی' بہت پیاری ہیں"۔ اس نے کھلے دل سے تعریف کی۔

"دادی جان کی لاڈلی اور چہیتی پوتی ہے"۔ وہ بتانے لگا۔ نزہت کچھ دیر میں ناشتہ لے آئی تھیں' تہذیب نے تو منع کر دیا تھا' وہ دادی جان کی خیریت پوچھنے ان کے کمرے میں چلی آئی تھی۔ عنائبہ ان کے کپڑے استری کرنے کے لیے کمرے سے نکل رہی تھی' وہ اسے دیکھ کر پھر بھی نہیں رکی تھی' جیسے ہی کوریڈور میں آئی محریب سے اس کا ٹکراؤ ہو

گیا' جس نے اس کی کلائی پکڑی اور تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا' عنائبہ کو ایسا لگا کہ اس کا دل بند ہونے لگا ہو' وہ اچانک افتاد پر بوکھلا بھی گئی تھی' محریب نے اپنے کمرے میں لا کر ہی اس کی کلائی چھوڑی تھی' ٹھک سے دروازہ بند کیا' عنائبہ کے حواس ابھی تک قابو میں نہیں آئے تھے' کشادہ کمرہ دروازے اور کھڑکیوں پر دبیز گولڈن کلر کے پردے وال ٹو وال کارپٹ درمیان میں رکھا بیڈ' بیڈ کی سائیڈ پر وارڈ روب تھی' ایک کرسٹل کی ٹیبل کے اوپر دیوار گیر بڑا سا آئینہ لگا تھا' ہر چیز سے قرینہ اور نفاست نمایاں تھی۔

"یہ تمہارا منہ کیوں بنا ہوا ہے؟" وہ اس کے اتنے قریب آ گیا کہ جانے کے تمام راستے مسدود کر دیے۔

"چھوڑیے مجھے اور جانے دیں"۔

"تم میری بات کا جواب دیے بغیر نہیں جاؤ گی"۔ اس کی آواز میں ہی نہیں اس کے چہرے پر بھی درشتگی تھی۔

"کیا جواب دوں؟"

"یہی کہ تم جو سمجھ رہی ہو ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

"میں کیا سمجھ رہی ہوں؟" اُلٹا انجان بن کے استفسار کیا' ہرنی جیسی آنکھیں اس پر گاڑ دی تھیں' محریب مبہوت زدہ سا ہو گیا۔ گلابی دوپٹہ اس وقت اس کے بائیں شانے پر پڑا تھا' وہ سب کچھ فراموش کیے غصہ ہی دکھا رہی تھی' وہ وارفتگی سے دیکھے جا رہا تھا' اس کی ہر ادا اور انداز میں الگ ہی چھب تھی' غصہ کرتی تو لگتا نہ کہ وہ غصے میں ہے اور جب اس سے شرماتی گھبراتی تو ایسا لگتا کہ ابھی اسے سامنے اتنی دیر کھڑا دیکھ کر اس کے قدموں میں ہی بے ہوش ہو جائے گی' وہ پانچ سال امریکہ جیسے بے باک ملک میں رہا تھا' وہاں قدم قدم پر اور جگہ جگہ ایسی اس نے بے باکیاں دیکھی تھیں کہ اس نے اپنے ملک میں ایسا اب تک نہیں دیکھا تھا یا پھر نظروں سے نہیں گزرا تھا' لیکن یہ بات تو بالکل درست ہے کہ ایک خوبصورت عورت مضبوط سے مضبوط نفس والے کا بھی ایمان ڈگمگا سکتی ہے لیکن اس نے اپنے نفس کی لگامیں کبھی بھی ڈھیلی نہ کی تھیں کہ وہ بھی اس برائی میں اترتا' کتنی ہی اس کی راہوں میں آئی تھیں' اپنا آپ نچھاور کرنے' وہ صرف اپنے خیالات اور سوچیں اپنا آپ اس ایک ہستی پر ہی نچھاور کرے گا جو اس کی اپنی ہوگی' اس کی سوچیں اور خیالات صرف اس کے لیے ہوں گے' لگتے تھے کہ رک گئے تھے لگ رہا تھا آج وہ بے ایمانی کرے گا اور اگر وہ کرے تو کیا گناہ کا مرتکب ہوگا' ایک قدم آگے بڑھایا' عنائبہ تو لرز ہی گئی' وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی' اس نے محریب کی آنکھوں میں ایسی وارفتگی اور والہانہ پن پہلے تو کبھی نہ دیکھا تھا' پھر وہ آج ایسا کیوں لگ رہا تھا۔

"مجھے جانا ہے' دادی کے کپڑے پریس کرنے ہیں"۔ وہ گھبرا سی گئی۔ محریب کا سکتہ اسی وقت ٹوٹا تھا' پشت پھیر کے وہ اپنے آپ کو کنٹرول کرنے لگا' اگر آج وہ بہک جاتا تو یہ لڑکی تو ہمیشہ کے لیے اس سے بدظن ہو جاتی پھر کیا ہوتا۔

"تم پلیز میری بات کا یہ جواب دے دو کہ تم جو سوچ رہی ہو کہ تہذیب......؟"

"پلیز میں ایسا کچھ نہیں سوچ رہی ہوں"۔ اس نے بات ہی کاٹ دی۔

"پھر یہ تمہارا چہرہ تو اس کی عکاسی کر رہا ہے کہ تمہیں تہذیب سے میری بے تکلفی بہت بری لگی ہے"۔ وہ مسکرایا' خود کو اس نے لمحوں میں سمیٹا تھا۔

"مجھے ایسی فکر نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے"۔ انداز ذومعنی تھا۔ اس کی گھنیری پلکیں بار حیا سے جھکی ہوئی تھیں' دادی جان کے کپڑے اس کے ہاتھ میں ہی تھے' دراز بالوں کی چوٹی سے بال نکل کر اس کے رخسار سے کھیل رہے تھے۔

"کیسی فکر؟" اب اسے عنائبہ کو تنگ کرنے میں مزا آیا۔

"دیکھیے! مجھے جانے دیں دادی جان کو ڈاکٹر کے پاس لے کے جانا ہے ناں یہ آپ کو یاد ہے"۔ وہ بات کاٹ کر گویا ہوئی۔

"یہ مجھے اچھی طرح یاد ہے"۔

"پھر آگے سے ہٹیے"۔ جانے کے لیے سائیڈ سے نکلنے لگی تھی کہ وہ پھر راہ میں حائل ہو گیا' جانے کیوں آج محریب پر شوخی سوار ہو رہی تھی۔

"کیا کر رہے ہیں آپ؟" جھنجلائی' کھسیائی روہانسی ہونے لگی۔

"تم راضی ہو تو میں کرنا شروع کروں"۔ محریب جیسا سنجیدہ شخص اور ایسی معنی خیز اور بے باک سے جملے۔ عنایہ کے تو پسینے ہی چھوٹنے لگے اس کی سماعتیں یقین نہیں کر پا رہی تھیں' لب اس نے آپس میں بھینچ لیے۔

"وہ میرا مطلب ہے کہ......" وہ بھی گڑبڑا گیا۔ عنایہ تو تیزی سے بھاگ لی تھی' پھر اسے یہ بھی تو گھبراہٹ تھی کہ وہ محریب کے کمرے میں تھی' اگر کسی کی نگاہ پڑ گئی تو کتنی شرمندگی ہوگی۔

............☆☆☆............

دادی جان کی ڈاکٹر سے اپائنٹمنٹ تھی' ان کا پندرہ دن میں چیک اپ ضرور ہوتا تھا' محریب ہی لے کر جاتا تھا' کبھی امی ساتھ ہوتی تھیں تو کبھی چچی جان' مگر آج عنایہ تھی لائٹ گرین کاٹن کے نفیس سے دھاگوں اور شیشوں کی کڑھائی کے سوٹ میں میچنگ ہم رنگ بڑا اپر حد دوپٹہ' جس میں خود کو اس نے چھپایا ہوا تھا' اس کے ساتھ وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی' اس وقت سے تو وہ اور بھی نروس ہو رہی تھی' محریب کی قربت سے اسے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ پگھل رہی تھی' کن انکھیوں سے اسے دیکھ بھی رہی تھی' محریب بڑی مستعدی سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا' دادی جان پیچھے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں۔

"محریب! ڈاکٹر کے پاس سے ہو کر جب ہم آئیں گے حسنہ کی طرف چلنا"۔ دادی جان کا ایک دم ہی دل چاہنے لگا۔

"گڈ دادی جان! یہ آپ نے اچھی بات کی نا' اچھا ہے آپ کا دل بھی بہلے گا"۔ محریب خوش ہو گیا۔

ڈاکٹر سے چار بجے کا ٹائم تھا' چند مریضوں کے بعد ان کا نمبر آ گیا تھا' ایک لمبی دوائیوں کی لسٹ لکھ کر دی تھی جو محریب نے واپسی میں پہلے وہ لیں پھر حسنہ پھپھو کی طرف گاڑی موڑ دی تھی۔ سب ہی دادی جان کو دیکھ کر خوش ہو گئے تھے کیونکہ اتنے ماہ بعد آئی تھیں' جب سے ان کی سیریس طبیعت خراب ہوئی تھی حسنہ پھپھو کی طرف بھی آنا چھوڑ دیا تھا۔

"اماں جی! آپ نے بالکل ٹھیک کیا' ایک ہفتے سے پہلے تو بالکل نہیں جانے دوں گی"۔ حسنہ تو اپنی ماں کے گلے لگ کر خوش ہو کر گویا ہوئیں۔

"ہاں' میں بھی اب یہیں رکوں گی"۔ انہیں آرام سے بیڈ پر بٹھا دیا تھا' عنایہ خاموشی سے ان کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ شامین نے اسے اشارے سے باہر بلا لیا تھا کیونکہ حسنہ پھپھو اور شاہنواز پھوپھا وہاں بیٹھے تھے' احد تو پہلے ہی محریب کو گھسیٹ کر ڈرائنگ روم میں لے گیا تھا۔ علینہ' ریان کو لے کر لاؤنج میں بیٹھی اس کے ساتھ کھیل میں لگی ہوئی تھی۔

"آج تو اتنی پیاری لگ رہی ہو کہ محریب بھائی سارے راستے تمہیں مڑ مڑ کے دیکھتے ہوئے ہی آئے ہوں گے"۔ شاہین نے ذرا شوخی سے کہا۔

"جی نہیں"۔ وہ جھینپ سی گئی۔

"تمہیں زیادہ پتہ ہے یا نہیں"۔

"بھابی پلیز! آپ کو پتہ ہے نا مجھے اس طرح کی باتیں اچھی نہیں لگتی ہیں"۔ دونوں اب شامین کے روم میں آ گئی تھیں کیونکہ دونوں ادھر بیٹھ کر بڑی بے تکلفی سے باتیں بھی کر لیتی تھیں' شامین سے عنایہ کی دوستی بھی شامین کی وجہ سے ہی ہو گئی تھی' وہ کچھ شوخ طبیعت کی اور فرینڈلی تھی' شادی کے بعد اس کی اگر سسرال میں اس کی دوستی ہوئی تھی تو عنایہ سے ہوئی تھی۔

"تمہیں چاہے اچھی نہ لگیں' میں تو کروں گی ایسی باتیں"۔ شامین نے شان بے نیازی سے کچھ اترا کے شانے اُچکائے۔

"مجھے پتہ ہے نانی جان ایک ہفتے سے پہلے تو یہاں سے جا ہی نہیں سکتی ہیں کیونکہ ہم لوگ انہیں جانے ہی نہیں دیتے ہیں' اس لیے تم بھی یہیں رکو گی"۔ شامین نے اس کی حواس باختہ سی صورت دیکھی جو ان کے گھبرا سی گئی۔

"نہیں میں اتنے دن تو بالکل نہیں رک سکتی ہوں آپ کو پتہ ہے نا گھر میں مائزہ اور وشہ کی شادی کا بھی سلسلہ چل رہا ہے"۔ اس نے عذر سا پیش کیا۔

"شادی میں ابھی کچھ ٹائم ہے"۔

"مگر آپ کو پتہ ہے نا امی کا بھی"۔

"میرا امامی کو میں بھی جانتی ہوں' دیکھو عنایہ! اگر تم اس طرح ڈر ڈر کے زندگی گزارتی رہیں ناں تو ہو گیا تمہارا گزارہ' ارے لڑکی کچھ تو سوچو تم بھی کچھ ہمت کرو"۔

"شامین بھابی! ہم دوسری بات نہیں کر سکتے ہیں"۔

"ہاں کر سکتے ہیں بالکل کیوں نہیں"۔ زوردار آواز احد کی آئی تو دونوں ہی اچھل سی گئیں' عنایہ جھینپ سی گئی جبکہ شامین' احد کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

"شامین! نانی جان تو اب یہیں رکیں گی' تم ایسا کرو کچن سے ذرا جلدی فارغ ہو لو' محریب کو آج میں نے گھیر لیا ہے' ڈنر ہم چاروں باہر کریں گے"۔

"کون چاروں؟" عنایہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی دوڑ گئی۔

"مسٹر احد اور مسز احد اینڈ مسٹر محریب اینڈ مستقبل کی مسز محریب"۔ احد خاصا شوخ ہو رہا تھا۔ عنایہ کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑ گئی تھی' شرم سے اس کی نگاہ نہیں اٹھی۔

"احد بھائی! مجھے پھر گھر جانا ہوگا"۔

"بالکل نہیں' اتنی مشکل سے تو تم ہاتھ لگی ہو بلکہ تم اور محریب بھائی دونوں کو آج میں نے اتنے عرصے بعد ساتھ دیکھا ہے"۔ شامین بڑی خوش ہو رہی تھی۔ احد اور شامین نے اس کی بالکل نہیں سنی تھی' گھر فون کر دیا گیا تھا کہ دادی جان حسنہ پھپھو کے یہاں ہی کچھ دن رکیں گی' شامین نے جلدی جلدی رات کا کھانا وغیرہ تیار کر لیا' عنایہ کو اس طرح جانا عجیب الجھن میں بھی مبتلا کر رہا تھا' ایک تو اسے ہر وقت اپنی امی کا ڈر و خوف ایسے دل و دماغ پر بیٹھ گیا تھا' اگر وہ کہیں خوش بھی ہونا چاہتی نہیں ہو سکتی تھی' وہ کب محریب کو یوں اگنور کرنا چاہتی تھی مگر آج کا سین سوچ کے تو اس کے پسینے ابھی تک چھڑا دیتا تھا' کتنا محبت اور اپنائیت بھرا انداز تھا' کتنے قریب وہ اس کے تھا' اگر وہ ذرا بھی جذبوں سے مغلوب ہو کے بہک جاتا تو کیا ہوتا۔

............☆☆☆............

''اپنی مصروفیت کو کچھ کم کرو وشہ کی شادی کی میں تاریخ رکھ چکا ہوں''۔ جواد احمد نے ان کے میک اپ سے مزین چہرے کو دیکھا جو ناگواری اور نخوت اور غصہ لیے ہوئے بیٹھی تھیں' ان کا ایسا انداز اس میک اپ نے تو نہیں چھپایا تھا۔

''جب پوچھ کے مجھ سے شادی کی تاریخ طے نہیں کی ہے تو میں مصروفیت کیسے کم کروں؟'' وہ جلی بھنی ہوئی تو پہلے ہی بیٹھی تھیں۔

''فضول اِدھر اُدھر آنا جانا ترک کرو' تمہیں کچھ خبر ہے کہ بیٹیاں کتنی بڑی ذمہ داری ہوتی ہیں ماں و باپ پر''۔

''بس کرو جواد! تمہارا روز کا یہی لیکچر ہوتا ہے''۔ وہ اپنی کسی کیلی سے ملنے جا رہی تھیں جو امریکہ جا رہی تھی۔

''میرا لیکچر تم پر اثر کب کرتا ہے' تمہارے ابھی تک وہی انداز ہیں''۔ انہوں نے خاصی قہر برساتی نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا جو تیار ہونے کے بعد ریک سے اپنے سینڈل نکال رہی تھیں' وہ ہنوز اپنی تیاریوں میں مگن انہیں بھی جل جل کر جواب دے رہی تھیں۔

''تم کیا میرے انداز پر ٹوکتے رہتے ہو میری زندگی ہے جب میں کسی کی زندگی میں دخل نہیں دیتی ہوں' نہ روکتی ٹوکتی ہوں' تم سب میرے پیچھے پڑے رہتے ہو''۔ وہ چیخنے ہی لگی تھیں۔

''آواز اپنی نیچی رکھو' بچے گھر میں ہیں''۔ جواد احمد نے ڈپٹ کے آہستہ لہجے میں کہا۔

''جواد احمد! تم نے مجھے لوٹ لوٹ تاراج کیا ہے اور کر رہے ہو' تم نے شروع سے وہی کیا جو تمہاری ماں نے تمہیں کہا''۔

''بند کرو بکواس' میری ماں ہمیشہ ٹھیک ہی بولتی تھیں''۔ وہ بولے۔

''میں بھی دیکھتی ہوں اس بار تم اپنی کیسے چلاتے ہو' میں وشہ کی تو کیا عنایہ کی بھی شادی کبھی نہیں ہونے دوں گی''۔ ان پر ضد ہی سوار تھی۔

''تم اور تمہارے گھر والوں کی چالاکیوں کو میں خوب سمجھ رہی ہوں' ایک بیٹی کو پہلے ہی تم نے اس گھر سے جوڑا ہوا تھا اب دوسری کو بھی وہاں دینے کا سوچ رہے ہو' دیکھتی ہوں میں کیسے کرتے ہو تم شادی''۔

''ہاں دیکھنا تم' تمہاری آنکھوں کے سامنے ہی میری بیٹیاں اس گھر میں رخصت ہوں گی''۔ جواد احمد اس بار ان کی کوئی چال چلنے نہیں دینا چاہ رہے تھے' وہ سوچ چکے تھے سمیرا بیگم کا غرور اور طنطنہ توڑ کے رہیں گے' وہ انہیں ان کی غلطیوں کا احساس دلائیں گے۔

''سمیرا! اتنی خود غرض نہ ہو کہ بعد میں تم سر پکڑ کر رو دو' شکر ادا کرو کہ تمہارے بچے تمہارے فرمانبردار ہیں''۔

''اونہہ...... فرمانبردار' تینوں تمہاری سائیڈ لیتے ہیں' اپنے ددھیال کی سائیڈ لیتے ہیں' اگر دشمن ہوں تو میں ہوں''۔ وہ اب غصے سے وارڈ روب کھول کے اس میں سے اپنا پرس نکال رہی تھیں' اس وقت ان کے دماغ میں آگ بھر رہی تھی' ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ سب جگہ آگ لگا دیں' جنہوں نے ان کی اولاد کو ان سے متنفر کیا تھا' اسے وہ انتہا سنائے کہ بس اور جواد احمد جو شروع میں ان سے اتنی پیار بھری باتیں کرتے تھے' وہ سب ان کی ماں اور گھر والوں کی وجہ سے وہ ان سے کبھی پیار سے بات تو کیا دیکھتے بھی نہ تھے' وہ اتنی ہی چڑچڑی اور ضدی ہو گئی تھیں۔

''یہ سب تمہاری سوچ کا پھیر ہے' تم کبھی تو ناگواری اور غصہ کی پٹی اتار کر دیکھو اور سوچو تمہارے بچے تمہاری کتنی پرواہ کرتے ہیں''۔ وہ نرم سے لہجے میں انہیں سمجھانے لگے۔

''تم اگر میری بیٹیوں کا رشتہ وہاں کرنے سے روک دو تو میں بھی اپنے رویہ میں تبدیلی لے آؤں گی''۔

''تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے''۔ جواد احمد کو وہ یہاں بھی خود غرض ہی نظر آئیں جو صرف اپنی پرواہ کرتی تھیں۔

''ہاں میرا دماغ خراب ہے' جب کوئی ایسی بات ہو تو مجھے کہتے ہو کہ بچے میرے فرمانبردار ہیں' کیسے ہو سکتے ہیں

وہ صرف تمہاری مانتے ہیں تم ان کی مانتے ہو''۔ وہ بھنا ہی گئیں۔

''تم نے سمیرا! کبھی دماغ سے کچھ نہیں سوچا ہے' صرف دل کی کی ہے اور آج دیکھو تم کیا ہو گئی ہو''۔

''مجھے زیادہ کچھ کہنے کا تم اتنا حق نہیں رکھتے ہو''۔

''شٹ اپ''۔ انہوں نے جھڑک ہی دیا۔

''میں چاہوں نا تو تمہیں ابھی سیدھا کر دوں مگر جوان بچوں کا خیال کرتا ہوں' اس عمر میں لوگ تمہیں ہی بُرا کہیں گے جیسے تمہارے انداز ہیں''۔ ان کی نگاہوں میں طنز کاٹ اور شعلے ہی تھے' وہ اگر خیال کر رہے تھے تو وجہ تھی ان کے بچے اور وہ اپنے بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔

☆☆☆

وہ لوگ اپنی اپنی گاڑیوں میں ہی آگے پیچھے نکلے تھے' عنایہ لب بھینچے ہوئے بیٹھی تھی' محریب کے لب آج مسکرا رہے تھے جو بھولے سے بھی اس پر نگاہ نہیں ڈال رہی تھی' احد کی گاڑی آگے تھی' اس نے نگاہ وہاں جمائی ہوئی تھی' دونوں میں اب تک بات ہی نہیں ہو رہی تھی' ڈیش بورڈ پر رکھا محریب کا موبائل بپ دینے لگا' اس نے اسکرین پر دیکھا احد کی کال تھی' گاڑی پہلے سائیڈ پر پارک کی۔

''ہوں...... کیا ہوا؟'' وہ کچھ سنجیدہ سا انداز بنا کے گویا ہوا۔

''فضول بکواس نہیں کرو''۔

''اچھا...... اچھا''۔ محریب نے اس کی آگے سے کوئی بات ہی نہ سنی اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ عنایہ نے نگاہ ترچھی کی اور اسے دیکھا' سمجھ گئی تھی احد ہی ہوگا جو شرارتی جملے ادا کر رہا ہوگا۔ محریب نے گاڑی میں لگے ٹیپ ریکارڈر پر FM لگا لیا' کسی چینل سے عدنان سمیع کا۔

''کبھی تو قریب آؤ

کبھی تو نظر ملاؤ''

یہ سونگ آ رہا تھا' جو کئی بار کا سنا ہوا تھا مگر آج بھی یہ سونگ اچھا لگتا تھا' عنایہ کی شرم سے اب تو نگاہ تک نہیں اٹھ رہی تھی' دونوں ہاتھوں کو آپس میں جکڑے ہوئے بیٹھی تھی' محریب تو اس گانے کی شاعری میں لگتا تھا کہ ڈوب سا گیا ہو' کچھ ہی دیر میں گاڑی ایک خوبصورت پارک کے آگے رکی تھی' اب تو جگہ جگہ اتنے خوبصورت پارک بنا دیے گئے تھے کہ بچوں کے لیے پلے لینڈ بھی بنایا ہوا تھا' بچے اور بڑے ایک ہجوم ہی تھا' گاڑی اس نے احد کی گاڑی کے ساتھ پارک کی تھی۔

''اُترو''۔ محریب نے ڈرائیونگ ڈور سے نکلتے ہوئے کہا۔ وہ جھجکتی ہوئی اُتر گئی' اطراف میں دیکھا احد اور شامین کہیں نظر نہیں آ رہے تھے' محریب بھی حیران تھا کہ ابھی تو ساتھ تھے' اچانک دونوں گئے کہاں۔

''میں احد کے موبائل پر ٹرائی کرتا ہوں''۔ محریب نے موبائل اپنی پاکٹ سے نکالا' عنایہ حیران و پریشان سی محریب کے پہلو میں ہی کھڑی تھی۔

''یہ احد بھی عجیب ہے' موبائل بھی اس کا بزی ہے''۔ وہ جھنجلا ہی گیا۔ محریب' عنایہ کا ہاتھ پکڑے واپس پارکنگ کی سائیڈ پر جانے لگا اسی وقت ایک گرے گاڑی دونوں کے آگے رکی' دونوں چونک گئے اگر بروقت بریک نہ لگتا تو ضرور دونوں میں سے کسی کے بھی لگ سکتی تھی۔ محریب کی غصے میں تنی نگاہ ابھی سامنے گاڑی میں موجود افراد پر ہی پڑی تھی کہ وہ تو گنگ سا رہ گیا جبکہ عنایہ کا تو رنگ ہی اُڑ گیا' اسی وقت عنایہ' محریب کی چوڑی پشت کے پیچھے ہو گئی' ایک تو

وہاں کچھ لائٹیں کم تھیں اسٹریٹ لائٹ بھی نہ ہونے کے برابر تھی۔

"سنیے! امی ہیں گاڑی میں اپنی فرینڈ کے ساتھ"۔ وہ آہستگی سے اس کی چوڑی پشت پر ہاتھ ٹکائے آہستگی سے بولی تھی۔ سمیرا بیگم نے شاید انہیں دیکھا نہیں تھا اسی لیے محریب گاڑی کے ڈرائیور کو سنانے کا ارادہ ترک کر کے آگے بڑھا' عنایہ کی تو سانسیں بے ترتیب ہو گئی تھیں' پیر کہیں رکھتی اور پڑ کہیں رہا تھا' وہ پارک کا گیٹ کراس کر کے اندر آ گئے' محریب نے اسے ایک بینچ پر بٹھایا تا کہ وہ اپنی دل کی گھبراہٹ پر کچھ قابو پا سکے' وہ سر جھکائے لب کچل رہی تھی' ذرا سی دیر میں اس کی رنگت اُڑی سی گئی۔

"عنایہ! تم اتنا ڈر کیوں رہی ہو' سمیرا چچی نے ہمیں نہیں دیکھا"۔ وہ اسے ریلیکس کرنے قریب ہی اس کے بیٹھ گیا۔

"اگر دیکھ لیتیں تو کتنی شرمندگی ہوتی مجھے' اٹھیے مجھے گھر جانا ہے"۔ ایک دم ہی اس پر ضد سوار ہو گئی۔

"تم ساری زندگی ایسے ہی ڈرتی رہو گی اور مجھے بھی ڈراتی رہو گی"۔ آواز دھیمی تھی مگر لہجے میں طنز تھا۔

"میں چھپ کے ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہتی کہ بعد میں مجھے نگاہ ملانا مشکل ہو جائے"۔ پارک میں دوڑتے بھاگتے بچوں کا شور تھا۔

"تم نے ایسا کیا کام کیا ہے کہ جو نگاہ ملانا مشکل ہو جائے گا' اگر تم میرے ساتھ کچھ دیر کے لیے آؤٹنگ پر نکل آئی ہو تو یہ بڑا کام ہو گیا"۔ وہ خفگی سے دیکھنے لگا۔

"مجھے کوئی بھی کام چھپ کر کرنا بالکل اچھا نہیں لگتا ہے"۔ وہ تیز لہجے میں گویا ہوئی۔

"عنایہ! میں جتنی کوشش کر رہا ہوں کہ مسئلہ سلجھ جائے تم الجھا رہی ہو"۔ غصہ ہی آنے لگا۔

"مجھے گھر چھوڑ کے آئیے"۔ وہ کھڑی ہو گئی۔

"بیٹھو کوئی نہیں چھوڑ کے آ رہا ہے تمہیں"۔ ہاتھ گھسیٹ کے واپس بٹھا لیا۔

"تم اتنی ضدی ہو مجھے نہیں پتہ تھا"۔

"آپ بھی ایسے ہوں گے مجھے نہیں پتہ تھا"۔ ترکی بہ ترکی بولی۔

"دل کر رہا ہے کہ تمہیں کچھ دنوں کے لیے ایسی جگہ پر لے جاؤں کہ ساری ضد ختم ہو جائے' پھر دیکھتا ہوں کیسے تم اپنی امی کی اتنی پرواہ کرتی ہو"۔ محریب نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر مضبوطی سے دبایا' وہ اس کی شدت پر متحیر سی رہ گئی۔

"ابھی تک تم نے میری نرمی دیکھی ہے' کسی دن بھی میرا دماغ گھوما تو تمہاری خیر نہیں ہو گی"۔ وہ گویا اسے دھمکی دینے لگا۔

"کیا گفتگو ہو رہی ہے تم دونوں میں؟" احد کی حسب معمول شوخ سی آواز ابھری' محریب نے عنایہ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"شکر ہے کچھ تم میں بھی رومینٹک روح گھسی"۔ معنی خیزی سے وہ بولتا ہوا عنایہ کو دیکھنے لگا جو نگاہ جھکا کر رہ گئی۔

"عجب کمینے خبیث آدمی ہو' تھے کہاں؟" محریب تو نہ اطراف کا اور نہ شامین اور عنایہ کا خیال کر رہا تھا' احد پر چڑھ دوڑا۔

"یار! آرام سے اطراف کا خیال کر لو"۔ اس نے گھبرا کے لوگوں کی سمت اشارہ کیا' شامین تو مسکرا رہی تھی۔

"اسی وقت عنایہ نے رونا شروع کر دیا' اب تو تینوں ہی گڑبڑا گئے۔

"اسے کیا ہوا ہے؟" احد کو تشویش ہوئی۔

"ہونا کیا ہے' سمیرا چچی ابھی نظر آ گئی تھیں"۔ محریب نے جواب میں ساری تفصیل سنا دی' احد اور شامین بھی

سوچ میں پڑ گئے۔

"انہوں نے دیکھا تو نہیں ہے نا' پھر اتنا پریشان ہونے اور رونے کی کیا بات ہے"۔ شامین نے عنایہ کو چپ کرانے کی کوشش کی۔

"دیکھ بھی سکتی تھیں"۔ روئی روئی آواز میں بولی۔

"یار محریب! اس لڑکی کا کچھ نہیں ہو گا' بات کر ماموں جان سے اور مائرہ کے ساتھ ساتھ تم اپنا بھی نکاح پڑھواؤ تا کہ اس لڑکی کا خوف نکلے"۔ احد نے کچھ بے زاری سے ہی مشورہ دیا۔ عنایہ کا دل تو اور ہی دھڑ دھڑ کرنے لگا' احد کیا کہہ رہا تھا۔

"میں تو تیار تھا' تمہاری کزن کے خیالات کچھ اور ہیں"۔ محریب نے افسردگی سے کہا۔

"ان کی ضد کی وجہ سے ہی میرے بھائی کو میری وجہ سے قربانی دینی پڑ رہی ہے' کیونکہ عقل مند تو یہ ہیں ہم سب باقی بے وقوف ہیں"۔

"محریب بھائی! آپ تو اُلٹا اسے سنانے ہی لگے' وہ بے چاری بھی مجبور ہے"۔ شامین کو محریب کا یہ انداز بہت بُرا لگا تھا۔

"سب کو ان محترمہ کا خیال ہے' غلط تو میں ہوں ان کی نظر میں اور میرے گھر والے"۔ وہ بھنا کے کھڑا ہو گیا تھا۔

"دیکھا آپ نے شامین بھابی! یہ ہمیشہ مجھے ایسے ہی بولتے ہیں"۔ عنایہ نے گویا اس کی شکایت ہی لگائی۔

"تم عقلمند بنتی ہو' میں کچھ نہ بولوں"۔

"یار! کیا ہو گیا ہے آرام سے تو بات کرو"۔ احد نے اسے سمجھایا۔

"میں جتنا کول مائنڈڈ تھا ان محترمہ نے مجھ میں غصہ بھر دیا ہے"۔

"یہی مجھے بھی حیرانگی ہے کہ تم ایسے تو بالکل نہ تھے"۔ احد نے فہمائشی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا جو اتنا سرخ و انگارہ لگ رہا تھا۔

"سارے الزام مجھ پر ڈال دیے آپ"۔ عنایہ سے بھی برداشت نہ ہوا' وہ بھی تیز لہجے میں بولی' بعض اوقات اسے محریب خود غرض لگتا تھا۔

"ضد تم کرتی ہو میں نہیں کرتا"۔ اس نے دھاڑ کے ہی کہا۔

میرے بھائی پر زبردستی کی جا رہی ہے' تمہیں احساس ہے اس کا"۔

"میری بہن پر بھی تو کی جا رہی ہے زبردستی' آپ کیا سمجھ رہے ہیں میں سکون سے ہوں"۔ وہ تو تنگ ہی آ گئی۔ احد اور شامین دونوں کا جھگڑا دیکھ رہے تھے جو اس وقت دو بدو ہی تھے۔

"نہ تم ایسا کرتیں اور نہ ان دونوں پر زبردستی کی جاتی"۔

"یار محریب! کیا بچوں کی طرح تم لڑنے لگے"۔

"یار! تم دیکھ نہیں رہے ہو یہ کر کیا رہی ہے"۔ وہ کھسیا کر روہانسا ہوا۔

"محریب بھائی! آپ کی اور عنایہ کی لڑائی سے تو میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ آپ دونوں کی شادی ہو جائے"۔ شامین بولی۔

"میں اپنی امی کی مرضی کے بغیر بالکل نہیں کروں گی"۔ عنایہ اکڑ گئی۔

"چیلنج کر رہی ہو ناں کہ تم اپنی امی کی مرضی کے بغیر نہیں کرو گی"۔ عنایہ نہ ہاں میں کچھ بولی اور ناں نہ میں'

محریب لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا پارک سے نکل گیا' عنائیہ نے رونا شروع کر دیا تھا' شاہین اور احد ان دونوں کو اکیلے رہنے کا موقع دینا چاہ رہے تھے کہ محریب پیار سے ہی اسے ہینڈل کرے۔

☆☆☆

وہ کب سے کھڑی تھی' کوئی بس بھی نہیں آ رہی تھی کہ وہ جلدی گھر پہنچتی' آفس کی گاڑی خراب ہو گئی تھی پھر آج کل جو کیس چل رہا تھا اس کی بھی اس پر کافی ذمہ داری تھی' مسئلہ ایک کم عمر لڑکی کا تھا جس کی شادی ایک ادھیڑ عمر شخص سے کر دی گئی تھی' وہ اس آدمی سے جان چھڑانے کے لیے فرحت میڈم کے آفس آئی تھی۔ خود کو چادر میں سموئے لائٹ گرین پرنٹڈ جارجٹ کے کپڑوں میں ملبوس اپنے سادہ سے سراپے کے ساتھ کھڑی تھی' ذہن اس کا ابھی تک اس لڑکی کو ہی سوچ رہا تھا کتنا وہ رو رہی تھی۔ اسی وقت ایک گاڑی اس کے قریب رُکی تو وہ چونک گئی' چتون سکیڑ کے ڈرائیونگ سیٹ پر موجود شخص کو دیکھ کر نخوت سے منہ پھیر لیا کیونکہ اس دن کی تضحیک کب بھولی تھی۔

''غالباً آپ گھر جا رہی ہیں آ جائیے میں بھی گھر ہی جا رہا ہوں''۔ فائق' حسنہ پھپھو کی طرف سے ہو کر آ رہا تھا' مینی اور ندرت باجی کو چھوڑ کے' کیونکہ دادی جان اور عنائیہ ابھی تک وہیں تھیں۔

''سوری میں جا سکتی ہوں''۔ اسے اگنور کرتے آگے بڑھی' فائق کو اس کے انکار پر کوفت ہی ہوئی' ایک تو وہ لڑکی جس شے سے جتنا بچتا تھا وہ اتنا راہ میں حائل تھی اور یہ لڑکی شروع سے اس کے لیے مسئلہ ہی بن رہی تھی۔

''دیکھیے مس! فضول کے نخرے کر رہی ہیں آپ اور جہاں آپ کھڑی ہیں ادھر تو کبھی کوئی بس رُکی ہے اور نہ رُکتی ہے''۔ اس نے بس اسٹاپ سے اسے دور کھڑے دیکھ کر فہمائشی انداز میں طنز ہی کیا۔ تہذیب نے غصے سے دور فاصلے پر اسٹاپ دیکھا جہاں لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور وہ کتنی دور کھڑی تھی' وہ آگے چلنے لگی۔ فائق کو جانے اس لمحے یہ اپنی بے عزتی ہی لگی تھی' وہ بھناتا ہوا ڈرائیونگ ڈور سے جارحانہ انداز میں نکلا تو تہذیب لرز ہی گئی۔

''اے بی لڑکی! تو نے اگر فاطمہ کا کیس لڑا یا ساتھ دیا تو یاد رکھنا اس شہر سے تجھے غائب کروا دوں گا''۔ ایک لمبا چوڑا ادھیڑ عمر شخص فائق سے پہلے آگے تھا' تہذیب تو کانپ سی گئی۔

''کون ہو تم؟'' آواز کو کچھ پُراعتماد بنایا۔

''میں جو بھی ہوں' تم مجھے بہت اچھی طرح جانتی ہو اور انجان مت بنو''۔ وہ لمبا چوڑا آدمی جس کا انداز بگڑے ہوئے رئیس زادوں کی طرح تھا' تہذیب کے پورے جسم میں سنسنی سی دوڑنے لگی' فائق دو قدم پیچھے رُک کر سب دیکھ اور سن رہا تھا۔

''آخری دفعہ کہہ رہا ہوں' اگر فاطمہ کا کیس تم نے لڑا تو میں کیا کر سکتا ہوں یہ بتا دیا ہے''۔ وہ اپنی سرخ سرخ آنکھیں گاڑے ہوئے تھا۔

''اے مسٹر! کیا بدتمیزی ہے آپ کس لہجے میں ان سے بات کر رہے ہیں''۔ فائق کو تہذیب کا ڈر و خوف سے حواس باختہ چہرہ جھنجھلا کر گیا۔

''ابھی میں نے بدتمیزی کی نہیں ہے' سمجھا دینا اسے کہ اگر اپنی عزت چاہتی ہے تو فاطمہ کو چلتا کرے''۔ وہ فائق اور تہذیب پر نگاہ ڈالتا ہوا اپنی پجارو میں بیٹھ چکا تھا۔

تہذیب کے تو پسینے ہی چھوٹنے لگے تھے' لوگ فہمائشی اور استفہامیہ نگاہوں سے سب دیکھ رہے تھے' تہذیب کو لگ رہا تھا کہ قدم ہی نہ اٹھ رہے ہوں' اگر فائق اسے تھام نہ لیتا تو ضرور گر جاتی' وہ اس کے سینے پر ہی جھول گئی' فائق بھی گھبرا سا گیا جو ٹھنڈی ہی پڑ گئی تھی' اس کے نرم نرم کومل سے ہاتھ فائق کے شانوں پر تھے' وہ بھی کچھ نروس سا

ہوا اس کے وجود میں ایسا لگا کہ طوفان اُمڈ آیا ہو' ایسی چویشن اس کے ساتھ پہلی بار ہوئی تھی کہ کوئی لڑکی اتنی قریب' وہ بھی اتنی بے باکی سے' اس کے بھی پسینے چھوٹنے لگے' مشکل سے اسے فرنٹ سیٹ پر بٹھایا' تہذیب کی آنکھیں ابھی تک بند تھیں' چادر ڈھلک کر اس کے شانوں پر پڑی تھی' دراز چوٹی سے بال نکل کر اس کے چہرے پر بکھر گئے' فائق نے اسی الجھن میں گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے کہ وہ مکمل ہوش میں آئے' بہت سوچنے کے بعد گاڑی ریسٹورنٹ کے پاس روکی تاکہ اسے نارمل کر کے ہی گھر لے جا سکے ورنہ سب الٹا سیدھا ہی سوچیں گے اور پھر یہ لڑکی کی عزت کا سوال تھا' فرنٹ سیٹ سے اسے ہاتھ پکڑ کے نکالا' تہذیب کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے' فائزہ اکثر مائرہ کے ساتھ اس ہوٹل میں ڈنر وغیرہ کرنے آتا رہتا تھا' وہ ایک کونے کی سیٹ چوز کر کے وہاں بیٹھا تھا' شام کا وقت تھا اس لیے ہوٹل میں لوگ کم تھے' کچھ ہی دیر میں ویٹر سب سے پہلے ٹھنڈے پانی کی بوتل رکھ کے گیا' جو فائق نے نکال کے تہذیب کو پلایا' وہ کچھ حواسوں میں آئی' فائق آج بغور اس کے ایک ایک نقش کو دیکھ رہا تھا۔ سرخ و سپید دودھیا رنگت' ہرنی جیسی آنکھیں' وہ بلاشبہ کافی حسین تھی' فائق نے نگاہ چرائی۔ پانی پینے کے بعد وہ کچھ بہتر ہوئی تھی' چادر ٹھیک طرح سے اوڑھی' بالوں کو دونوں ہاتھوں سے چادر کے اندر کیا' وہ کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''گھر چلیے''۔ وہ اپنے حواسوں کو بحال کر کے گویا ہوئی۔

''چلتے ہیں بیٹھیے آپ''۔ کچھ ہی لمحوں میں ویٹر بک لے کے آ گیا۔

''دیکھیے! مجھے کچھ نہیں کھانا نہ میرا اس وقت دل کر رہا ہے''۔ وہ فوراً اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ فائق جیسے اس کی کوئی بات سن ہی نہیں رہا تھا' بک تو اس نے ٹیبل پر رکھی۔

''آپ صرف آئس کریم فالودہ لے آئیے''۔ ویٹر کو آرڈر کر چکا تھا اور وہ فوراً اپنا کام سرانجام دینے چلا گیا۔

''بیٹھ جائیے''۔ لہجے میں سختی تھی۔

''مجھے گھر جانا ہے''۔ روہانسی ہونے لگی۔

''ایک بار کہی بات میری آپ کے دماغ میں نہیں گھستی کیا' ایک ہی رٹ لگائی ہوئی ہے' بیٹھیے''۔ وہ غصہ میں ہی آ گیا۔ تہذیب اس کا ایسا درشت انداز دیکھ کر متوحش زدہ سی رہ گئی' دونوں یوں روبرو پہلی بار آئے تھے' نہ اتنی بات چیت ہوئی تھی' جب بھی ہوئی بات ناگواری میں مبتلا ہو کر ہوئی۔

''مجھے یہ بتائیے کہ کیا پرابلم چل رہی ہے آپ کے ساتھ آفس میں''۔ بلیک پینٹ اور اس پر گرے شرٹ میں اتنا سوبر اور ڈیسنٹ لگ رہا تھا کہ تہذیب اس کی بارعب شخصیت کے آگے ایسا لگتا تھا کہ پگھلنے ہی لگی ہو' لب کپکپانے لگی تھی' اتنی بے تکلفی کب تھی جو اس سے اپنے پرابلم شیئر کرے۔

''کچھ نہیں ہے''۔ وہ بتانے سے گریز کرنے لگی۔

''میں نے جو پوچھا ہے وہ بتاؤ' کیا پرابلم ہے تمہارے ساتھ''۔ وہ آپ سے تم پر غصے میں ہی آ گیا۔ تہذیب نے حیرانگی سے اس سحر انگیز شخصیت والے شخص پر نگاہ ڈالی جو مکمل اسی جانب متوجہ تھا' ایسا لگ رہا تھا کہ وہ جیسے سارے پرابلم اس سے شیئر ہی تو کرتی آ رہی ہو' اگر آج بھی نہیں کرے گی تو وہ اسی طرح ناراض ہوتا رہے گا۔

''میں اپنے معاملات کسی سے بھی شیئر نہیں کرتی ہوں''۔ تڑاک سا ہی جواب دیا' گویا اس دن کا بدلہ لینا چاہ رہی ہو۔ فائق نے اپنی گہری نگاہ اس کے چہرے پر نکا دی' آج وہ جان بوجھ کے یہ حرکت کر رہا تھا' بار بار اسے دیکھ رہا تھا اور ہر بار ہی اس کے چہرے پر انوکھا ہی رنگ نظر آ رہا تھا یا پھر اس کے دیکھنے کے سارے انداز بدل گئے تھے۔

"کسی سے بھی شیئر نہیں کرتی ہو جنہیں تم اپنا بڑا بھائی کہتی ہو محریب احمد انہیں بھی کسی میں شامل کرو گی"۔ طنز کے ساتھ اس نے گویا لاجواب ہی کیا' وہ گڑبڑا سی گئی' پُراعتماد اور نڈر انداز تو وہ فائق کا پہلے ہی دیکھ چکی تھی' کوئی بھی بات کہنے سے ذرا نہیں چوکتا تھا۔

"پلیز آپ محریب بھائی کو کچھ نہیں بتایئے"۔

"کیوں تم ان سے بھی چھپاؤں گی؟" وہ چیئر سے ٹیک لگا کے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کے ٹھوڑی کے نیچے لگا کے گویا ہوا' تہذیب نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ان سے کیوں چھپاؤں گی؟"

"پلیز! آپ کیا میرے پیچھے پڑ گئے ہیں' کیوں آپ مجھ سے سوال جواب کر رہے ہیں"۔ چڑ کر تیز لہجے میں گویا ہوئی۔

"جب تک تم مجھے اپنی پرابلم نہیں بتاؤ گی جو میرے سامنے تھی' میں پوچھتا رہوں گا"۔

"آپ پوچھتے رہیے' میں جا رہی ہوں"۔ وہ اپنا پرس اٹھا کر جھٹکے سے ہی اٹھی' ہوٹل کا خاموش سا ماحول اس کی تیز آواز میں کچھ ارتعاش پیدا کر گیا۔

"بیٹھ جاؤ' اگر ایک قدم بھی باہر نکالا تو سوچ لو تمہارے لیے بہت بُرا ہوگا"۔ فائق کی تیوری پر بل پڑ گئے۔

"کیا کر لیں گے آپ؟"

"کروں گا تو کچھ نہیں' بس سیدھا محریب بھائی کے پاس جا کے ابھی کی ساری سچویشن بتا دوں گا"۔

"اگر آپ نے ایسا کیا ناں اچھا نہیں ہوگا"۔ وہ بالکل ہی بے بس سی ہو گئی۔

"یہی تو میں سمجھا رہا ہوں' بالکل اچھا نہیں ہوگا جلدی سے مجھے بتا دو"۔ وہ جیسے ضد پر ہی آ گیا تھا۔

"کچھ بھی ہو جائے میں آپ کو نہیں بتاؤں گی' چاہے آپ محریب بھائی کو کیوں نہ بتا دیں' اب آپ جیسے لوگ ہوتے ہیں جہاں مجبور و بے بس کسی کو دیکھا بلیک میل کرنے پہنچ جاتے ہیں"۔

"شٹ اپ"۔ اس کے تو پتنگے لگ گئے۔

"انتہا سے زیادہ بدگمان اور غلط سوچ رکھنے والی لڑکی ہو تم"۔ ویٹر فالودہ آئس کریم لے کر آ چکا تھا' ٹیبل پر وہ رکھ کر چلا گیا۔

"بیٹھ جاؤ اور اسے ختم کرو' میرے پیسے فالتو نہیں ہیں کہ ضائع کروں میں ایسے"۔ ایک اور حکم' زبردستی سے ہی دیا' وہ مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق بیٹھ گئی' فالودہ زہر مار کیا' وہ بھی آدھا۔

"پورا ختم کرو"۔ پھر بولا۔

"میرا دل نہیں کر رہا تو کیوں ختم کروں؟" چمچ کپ میں پٹخ کر بولی۔

"میں تمہیں سلجھی ہوئی ٹھنڈے دماغ کی لڑکی سمجھتا تھا مگر تم تو پوری آگ کا شعلہ ہو"۔ وہ مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ تمسخرانہ انداز میں بولا۔

"آپ بھی انتہا سے زیادہ بددماغ اور مغرور قسم کے ہیں' اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں؟" اسے تو پہلے کی بے عزتی بھولی ہی نہیں تھی۔

"بہت کچھ اکثر سنتا رہتا ہوں لوگوں کے منہ سے' تمہیں کیا بتاؤں"۔ اب وہ اسے چڑانے ہی لگا۔

"آپ مردوں کا پتہ ہے مسئلہ کیا ہے' جہاں ایک لڑکی دیکھی اپنی شخصیت کا رعب ان پر جھاڑنے پہنچ جاتے ہیں"۔

"بڑا تجربہ ہے تمہیں مردوں کے متعلق"۔ طنز میں ڈوبا تیر پھینکا۔

"شٹ اپ' میں مردوں کی صنف سے پہلے ہی دور بھاگتی ہوں اور نہ ان لڑکیوں کی طرح ہوں جو اُلٹی سیدھی حرکتیں کرتی ہیں"۔ اس کے تو دماغ پر ہی جا لگی۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم نے طے کر لیا ہے کہ اپنی بے سروپا گفتگو میں اُلجھا کے وہ بات نہیں بتاؤ گی"۔ فالودہ وہ ختم کر چکا تھا' پیسے نکال کے پلیٹ میں رکھے۔

"آپ کو تو کبھی نہیں بتاؤں گی جو خود کو جانے کیا سمجھتا ہو"۔ نخوت و ناگواری سے منہ ہی گھما لیا۔

فائق نے مسکراہٹ روک کے اس کا غصے سے سرخ چہرہ دیکھا' مشرقی حسن اور اداؤں سے مزین تھی جو پری پیکر کا وہ سوچتا تھا بالکل اس کے قریب ترین ہی تھی مگر اپنی یہ سوچیں مائرہ سے بھی شیئر نہیں کی تھیں کیونکہ وہ پھر اسے اتنا تنگ کرتا' اسے بے باک اور الٹرا ماڈرن لڑکیاں بُری لگتی تھیں' جب ہی تو وہ محبت جیسے جذبے کو ان پر نچھاور کرنا نہیں چاہتا تھا' محبت کی ہمیشہ سے وہ نفی کرتا تھا مگر آج اس مشرقی اور غصے سے بھرپور حسن کے آگے محبت مسکرا رہی تھی۔

☆☆☆

کل سے اسے عجیب سی فیلنگ ہو رہی تھی' پورا دن اس نے سو کر ہی گزارا تھا' دادی جان اسے جانے ہی نہیں دے رہی تھیں' محریب بھی کل سے نہیں آیا تھا' اسے رہ رہ کے اپنی کم مائیگی پر رونا آ رہا تھا' ہر چیز کا مورد الزام وہ اسے ہی ٹھہرا رہا تھا۔

"عنایہ! چائے لے آؤں' تم نے دوپہر بھی کچھ نہیں کھایا تھا' دیکھو اب شام کے سات بج رہے ہیں"۔ شاہین کمرے میں چلی آئی تھی وہ علینہ کے ساتھ ہی اس کے کمرے میں رہی تھی' سلکی دراز بال پشت پر بکھرے تھے' عجیب اُجاڑ سی حالت ہو گئی تھی۔

"بھابی! میرا موڈ نہیں ہو رہا ہے"۔

"یہ کھانا پینا چھوڑ دینا مسئلے کا حل نہیں ہے"۔ اس نے ڈپٹ کے کہا۔

"کوئی فائدہ نہیں سنانے کا' انہیں میں اب بُری لگنے لگی ہوں"۔ کل سے اتنی رنجور' مغموم اور افسردہ ہو رہی تھی۔

"یہ اُلٹی سیدھی سوچیں دماغ سے نکالو تم' ایسا کرو نہا کر فریش ہو جاؤ پھر ہم باتیں کرتے ہیں کیونکہ ندرت باجی تمہیں بار بار پوچھ رہی ہیں' آ جاؤ جلدی"۔ وہ اس کے شانے پر تھپکی دے کر جانے لگی تھی' عنایہ نے زبردستی خود کو فریش کیا کیونکہ اس بات کا احد اور شاہین کے علاوہ کسی کو نہیں پتہ تھا کہ محریب اور اس میں کوئی جھڑپ ہوئی ہے۔

نہا کر اس نے لائٹ اورنج کلر کا پرنٹڈ لان کا سوٹ پہنا' بالوں کو کیچر لگا کر کھلا چھوڑ دیا تھا' آنکھیں اس کی کچھ بھاری ہو رہی تھیں' دوپٹہ شانوں پر برابر کرتی باہر آئی تو دیکھا ہال کمرے میں تمام نوجوان پارٹی موجود تھی' محریب کو دیکھ کر اس نے خفگی سے منہ ہی گھما لیا' وہ دادی جانے کے پاس بڑے صوفے پر بیٹھا تھا' باقی کے لوگ کارپٹ اور صوفوں پر تھے۔

"ارے آ میری بچی! کیسی طبیعت ہے؟" دادی جان نے اسے اپنے پاس بلایا' مائرہ نے زور سے کھانسنا شروع کیا' محریب نے گھورا مگر اس پر مطلق اثر نہ ہوا۔

"سر کا درد کچھ کم ہوا"۔ انہوں نے اپنے پاس بٹھا کے اس کا ستا ہوا چہرہ دیکھا' محریب نے بھی اچٹتی نگاہ ڈالی ضرور' کل سے وہ خود کتنا پریشان ہو گیا تھا' پھر احد نے جو اسے سنایا اس کے بعد ہی وہ یہاں آیا تھا۔

"اب تو ٹھیک ہے"۔ آہستگی سے بولی۔

''بھابو! آپ کی والدہ محترمہ کو فکر ہو رہی ہے کہ ان کی بیٹی ہے کہاں؟''
''فون آیا تھا گھر سے''؟ وہ کچھ فکرمند سی ہو گئی۔
''کیوں آپ نے نہیں کیا گھر فون؟'' اُلٹا اس نے سوال کر ڈالا۔
''نہیں' میں نے نہیں کیا''۔ نگاہ جھکا کے کہا۔
''شامین! یہ احد کہاں ہے؟'' حسنہ نے پوچھا' شامین اور علینہ سینٹرل ٹیبل پر لوازمات وغیرہ رکھ رہی تھیں۔
''ریان کے رونے کی آواز آئی تھی' میں کچن میں تھی اسے ہی لینے روم میں گئے ہیں''۔ احد نے ریان کو گود میں اٹھایا' پھر سنگل صوفے پر بیٹھا جو محریب کے قریب ہی تھا۔
''آ گیا میرا بیٹا''۔ شامین نے ریان کو گود میں اٹھا لیا۔
''عنایہ پلیز! تم ذرا سب کو سرو کرو' میں ذرا صاحبزادے کو چیک کر لوں کہ کوئی گڑبڑ تو نہیں مچائی ہوئی''۔ عنایہ کو اس لمحے محریب کا سامنا انتہائی کوفت اور بے زاری میں مبتلا کر رہا تھا جو خود بھی سرد مہر اور بے نیاز سا لگ رہا تھا۔ علینہ نے اور اس نے مل کر سب کو لوازمات پلیٹ میں نکال دیے تھے' محریب کو دیتے ہوئے وہ جھجک سی رہی تھی۔
''بھابو! میرے بھائی کو آپ کیا بھول گئی ہیں''۔ مائزہ نے تو اس دوران اپنی نگاہوں کا فوکس عنایہ پر ہی کیا ہوا تھا۔
''نہیں یار! میں آفس سے آیا تھا تو امی نے چائے کے ساتھ کافی کچھ دیا تھا' کھانے کی خواہش نہیں ہے''۔ رکھائی زدہ لہجے میں ایک طنز تھا جو صرف عنایہ ہی سمجھ پائی جبکہ احد نے پہلو بدل کر محریب کو دیکھا جو صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔
''مجھے پتہ ہے تو کتنا کھاتا ہے' چل خود اٹھ کر لے کیا کھانا ہے''۔ دادی اپنے پوتے کی ریزرو طبیعت کو جانتی تھیں۔
''محریب بھائی! کھا کر دیکھیے تو کباب مزے دار ہیں' ہے نا آپی''۔ رافع نے ندرت سے بھی تائیدی پوچھا جو عروب کو تیار کر کے لائی تھی۔
''ابھی میں نے چکھے کب ہیں؟'' وہ فلور کشن پر مائزہ کے برابر میں بیٹھی تھی۔
''آپی! کھا کر دیکھیے اتنے لذیذ میں نے تو آج تک نہیں کھائے''۔
''او جھوٹے کچھ دنوں پہلے کیسے بیٹھا چچی جان سے کہہ رہا تھا کہ امی اتنے مزے دار کباب آج سے پہلے کبھی نہیں کھائے''۔ مائزہ نے برجستہ ہی اس کی مبالغہ آرائی پر ٹوکا۔
''وہ تو امی نے بنائے تھے اور یہ میرے خیال میں......'' اس نے نگاہ اُٹھائی۔
''یہ میں نے بنائے ہیں''۔ حسنہ مسکرا کے بولیں۔
''پھپھو! واقعی آپ تو کافی سگھڑ ہیں''۔ وہ پھر کباب کو کیچپ میں لگا کر منہ میں رکھ چکا تھا۔
''او...... یہ تو نے تیسرا کباب کھایا ہے''۔ مائزہ نے اب پلیٹ ہی اٹھالی۔
''ارے مائزہ' میں اور تل کے لاتی ہوں''۔
''پھپھو! آپ رہنے دیں یہ رافع کا بچہ سارے ہڑپ کر جاتا ہے''۔ مائزہ نے پلیٹ اب اپنے آگے رکھ لی تھی۔
''توبہ مائزہ! تم تو بالکل بچوں کی طرح لڑتے ہو''۔ ندرت نے اس کے سر پر چپت لگائی۔ سب ہی مسکرا رہے تھے' محریب کی پر سوچ اور تفکر زدہ سوچیں مائزہ کے گرد گھومنے لگیں' جو خود ابھی بچہ لگ رہا تھا اور شادی اس کی ہونے والی تھی۔
(جاری ہے)

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 7 -

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

نہیں کر سکتا"۔ فوراً خود کو نڈر اور پر اعتماد ظاہر کیا۔ فائق گاڑی بڑی مستعدی سے چلا رہا تھا اور وہ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی خود کو کوفت میں جتلا محسوس کر رہی تھی۔

"کچھ لوگوں کی دھمکیاں دھمکیاں ہی نہیں ہوتی ہیں' آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں بات کو"۔ فائق کو اس چھوٹی سی کانچ سی لڑکی سے دن بدن کچھ انسیت سی ہوتی جا رہی تھی اور وہ خود حیران تھا کہ وہ کیسے کسی لڑکی میں اتنا انوالو ہو سکتا ہے' جبکہ وہ تو ہمیشہ آنکھ چرانا ہی آیا تھا۔ تہذیب کا ایک ایک نقش اتنا سادہ' آنکھوں میں شرم و حیا' اپنے جسم کو اس طرح چھپا کے رکھتی تھی کہ کسی کی بھی بھولے سے بھی نگاہ نہ پڑے' نرم نرم سے نازک سے ہاتھ جو فائق نے صرف ایک بار چھوئے تھے' کل ہی کی تو بات تھی جب سے ہی اس کے اندر ایک طغیانی سی آ گئی تھی۔

"میں یہ نوکری ضرورت کے تحت کر رہی ہوں اور محریب بھائی نے سوچ سمجھ کے ہی مجھے یہاں بھیجا ہے"۔

"محریب بھائی سے کہہ کر ہی آپ کو کہیں اور جاب پر بھی سیٹ کیا جا سکتا ہے' میں بات کروں گا"۔ فائق کو بھی جیسے ضد ہی ہو گئی۔

"خبردار! آپ نے کوئی بھی بات کی ان سے' سب کے سامنے میرا کردار مشکوک کرنا چاہتے ہیں"۔

"کردار مشکوک...... لڑکی تم ہوش میں تو ہو"۔ فائق کے خاک بھی پلے نہ پڑا کہ وہ کیوں ایسا بول رہی ہے۔

"تا کہ وہ سمجھیں کہ میں اور آپ......" آگے بولتے بولتے وہ رک گئی۔

"میں اور آپ کیا...... اوہ میں سمجھ گیا"۔ وہ مبہم سا مسکرایا۔

"ویسے کوئی حرج بھی نہیں ہے"۔ اس نے چڑانے کو ہی کہا۔

"شٹ اپ' مجھے کوئی شوق نہیں ہے ایسی فضول خرافات میں پڑنے کا اور نہ میں اس قسم کی لڑکی ہوں"۔ گاڑی گھر کے احاطے میں آ چکی تھی اور وہ ڈور کھول کے تیزی سے نکلتی چلی گئی تھی۔ فائق کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی' اس نے تو تہذیب کو چیک کرنے کے لیے ایسی معنی خیز بات کی تھی' شاید وہ حسن کے خوش فہمی کا ہی شکار ہو جائے مگر وہ تو الٹا اسے سنا کے ہی چلی گئی تھی۔ کتنی مختلف لڑکی تھی ڈری سہمی بھی تھی اور پر اعتماد بھی بنتی تھی' وہ اسے ایسے تو نہیں ضائع ہونے دے گا' دل تو ابھی یقین نہیں کر پا رہا تھا کہ فائق احمد بھی کسی کو سوچ سکتا ہے' متاثر ہو سکتا ہے' نام بھی کسی نے اس لڑکی کا چن کے رکھا تھا' تہذیب' کیونکہ ہر بات وہ تہذیب کے دائرے میں رہ کر ہی کرتی تھی' اتنی معصوم اور سادہ لوح لگی تھی' وہ آنکھیں بند کر کے سوچ گیا۔

......☆☆☆......

وہی ہوا' سمیرا بیگم نے ایک طوفان ہی مچا دیا کیونکہ انہوں نے عنایہ کو محریب کے ساتھ جو دیکھ لیا تھا' جواد احمد سے تو وہ لڑ ہی پڑی تھیں۔

"تمہیں اعتراضات کرنے کی ضرورت نہیں ہے' وہ کسی غیر کے ساتھ نہیں تھی' محریب اس کا کزن اور منگیتر دونوں ہے"۔ انہوں نے گویا جتایا۔

"میری بیٹی کے ساتھ کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو میں کیا کروں گی"۔

"سمیرا! کبھی تو اچھا سوچ لیا کرو' نہ میری بیٹی ایسی ہے اور نہ ہی میرا بھتیجا ایسا ہے' دماغ تمہارا جانے کیا کیا سوچتا رہتا ہے"۔ جواد احمد نے ٹی وی آف کر کے ریموٹ کاؤچ پر پھینکا۔

"کچھ بھی ہو آپ عنایہ کو بلائیے"۔ وہ ضدی بن گئی تھیں۔

"اماں جی' حسنہ کی طرف ہیں انہیں عنایہ کو جب بھیجنا ہو گا آ جائے گی' تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے"۔

وہ بھی ایک ضدی تھے' کیسے سمیرا سے ہار مان لیتے۔

"اور ہاں سنو! جلدی جلدی وشہ کی شادی کی تیاری شروع کر دو کیونکہ ماہر کے ایگزام سے پہلے پہلے کرنی ہے' بھائی صاحب کے پاس میں آج جا کر دن مقرر کر کے آ رہا ہوں"۔ انہوں نے گویا یاد دہانی کرائی کیا۔

وشہ اپنے کمرے سے سب سن رہی تھی' اس کے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہو گیا تھا' ہاتھ پیروں سے پسینہ پھوٹنے لگا' کتنی جلدی وہ پرائی کی جا رہی تھی اور تو اور عنایہ بھی یہاں نہ تھی۔

"میں اس شادی میں نہیں بیٹھوں گی"۔

"نہ بیٹھو تم لیکن شادی ہو کر رہے گی"۔ آنکھیں نکال کر گویا انہیں جتایا۔

"تم کرو شادی لیکن میں اسے نہیں مانوں گی"۔

"تم اپنے سوا کسی کو مانتی ہی کب ہو' سوائے تمہیں بننے سنورنے اور فضول کی خوشامدوں کے آتا ہی کیا ہے' باہر کے لوگوں سے کتنے اخلاق دکھاتی ہو اور گھر کے افراد سے تو تمہیں ایسا بیر ہے کہ ان پر نگاہ تک ڈالنا عبث سمجھتی ہو"۔ جواد احمد کو ان کا یہی دوغلا انداز تو اور ہی آگ لگاتا تھا جو اپنے کلائنٹ اور باہر کے لوگوں سے اتنے اخلاق نبھاتی تھیں کہ سب ہی ان کے گرویدہ ہو جاتے تھے اور یہ تو کوئی ان سے پوچھے۔

"میرا جس سے دل کرتا ہے میں بات کرتی ہوں' باہر والے مجھ سے جلتے نہیں ہیں"۔

"میرے گھر والے بیچارے تم سے کب جلتے ہیں' ارے شکر کرو تمہیں تو میری بھابیوں تک نے سر آنکھوں پر رکھ کر بٹھا کر کھلایا ہے لیکن تم ان سے بھی کب خوش رہی ہو"۔

"میں خوش نہیں رہی ہوں یا وہ دونوں' اوپر سے تمہاری ماں جسے روکنے ٹوکنے کی بلاوجہ کی عادت ہے"۔ سمیرا کا لہجہ اتنا بدصورت ہو جاتا تھا کہ جواد احمد تو کیا ان کی تینوں اولادیں حیرانگی سے انہیں دیکھتی رہ جاتی تھیں۔

"تم نے کبھی اپنے اوپر بغور نگاہ ڈالی ہو تو پتہ چلے کہ تم ہو کیا"۔ ان کا لہجہ فہمائشی اور نخوت زدہ سا تھا۔

"میں ہمیشہ سے ٹھیک ہوں اور رہتی ہوں' تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو شروع سے ہی تکلیف رہی ہے' میں نے خود زبردستی تم سے شادی نہیں کی تھی تمہاری بھابیاں اور تمہاری ماں پیچھے پڑی تھیں' میرے ابا تو کرنا بھی نہیں چاہ رہے تھے کہ بڑی بہن سے پہلے کیسے کر دیں"۔

"تم سمیرا ناشکری ہو' نہ تمہیں شکر ادا کرنا آیا ہے اور نہ ہی کرتی ہو' ارے تم سے اچھی تو تمہاری بہن ہے کتنی صابر و شاکر ہے اس نے اپنے بچوں تک کی اتنی اچھی تربیت کی ہے کہ تم تو ذرا بھی اپنی بہن کی پاسنگ نہیں ہو' جانے لوگوں کو آج کل کیا ہو گیا ہے کہ نمود و نمائش کو ہی اچھا جانتے ہیں"۔

"اونہہ...... احساس محرومی بول رہا ہے' پھر کر لی ہوتی ناں اس سے"۔

"سمیرا! غلط بات منہ سے مت نکالنا' ارے اپنی حوروں جیسی پاکیزہ بہن کو غلط سوچ میں بھی لیا ناں اچھا نہیں ہو گا"۔ جواد احمد تو ایک دم چراغ پا ہی ہو گئے۔

"اگر میں نے ثمینہ کی تعریف کی ہے تو تم اسے غلط سوچ سے منسوب کرو گی' ارے میں تمہیں یہ احساس دلا رہا ہوں کہ تم اپنی بہن سے کتنی الگ ہو' وہ کیسی ہے اور تم کیسی ہو؟" انہوں نے دانت پیس کے طنز ہی کیا۔

"تم سے تو وہ اتنی اچھی ہے کہ من چاہی بہو ہے' وہ اپنے بچوں کا' شوہر کا کتنا خیال رکھتی ہے اور تو اور ہمارے بچوں میں بھی اس نے کبھی فرق محسوس نہیں کیا ہے' تم حالانکہ اسے کتنا کتنا سناتی ہو وہ بے چاری پھر بھی کچھ نہیں بولتی ہے"۔

''اونہہ...... بس کرو جواد احمد! میرا دماغ پھٹ جائے گا تم جب لیکچر دینے پر آتے ہو تو دیکھتے ہی نہیں ہو کہ بچے
...مارے کیا سوچ رہے ہوں گے؟'' ان کی نگاہ وشہ پر پڑی جو ڈائننگ ہال سے گزر کر کچن کی طرف ہی جا رہی تھی'
...صاف لگ رہا تھا وہ روئی بھی ہے اور غصہ بھی آ رہا ہے۔

''بچوں کا تو میں ہمیشہ ہی خیال رکھتا ہوں تم نے کب کیا ہے؟'' انہوں نے طنز میں کہہ کر بات ہی ختم کر دی کیونکہ
...میرا بیگم بھی جلتی کلستی ہوئی اپنے روم کی سمت بڑھ گئی تھیں۔

وشہ تو ڈرائنگ روم میں آ کے اتنا روئی کہ اپنی آنکھیں تک سوجا لی تھیں' عنایہ بھی یہاں نہیں تھی ایک تو وہ اتنی
...وئی بھی۔ تھی کہ سب کچھ برداشت کر سکتی' جانے کتنی دیر تک وہ بیٹھی روتی رہی تھی کہ جواد احمد اسے ڈھونڈتے
...ہوئے چلے آئے۔

''مجھے پتہ تھا میرا بیٹا یہاں بیٹھا ہوا رو رہا ہوگا''۔ انہوں نے وشہ کو ساتھ لگا لیا۔

''ابو! مجھے نہیں کرنی شادی' پلیز آپ منع کر دیں امی کو دیکھیں کتنے غصے میں ہیں''۔

''تم بھی ڈرنے لگیں اپنی ماں سے ارے اب تو ہمیں موقع ملا ہے اسے اس کی غلطیوں کا احساس دلانے کا''۔
...انہوں نے اس کے آنسو صاف کیے۔

''ابو امی بعد میں تو مجھ سے بات تک نہیں کریں گی''۔

''ارے میرے بیٹے نے بھلا پرواہ کی اس بات کی' نہ کرے میں تو کروں گا ناں میری بیٹیاں میرے لیے قیمتی
...جواہرات سے کم نہیں ہیں''۔ انہوں نے اس کے ماتھے پر پیار کیا۔

''پھر بھی ابو! امی آپ کے ساتھ کتنے بُرے انداز میں بات کرتی ہیں''۔

''کم آن بیٹا! عادی ہو گئے ہیں ہم اور تمہاری ماں جب تک ہم سے لڑ نہ لیں ہمارا دن ہی اچھا نہیں گزرتا''۔ وہ
...بات کو مذاق میں ہی اڑانے لگے' پھر وہ اپنے بچوں سے محبت بھی بہت کرتے تھے۔

''سنو! آج کے بعد سارا فضول سوچنا بند کرو' اپنے ایگزام کی تیاری کرو کیونکہ میں نے سوچا ہے کہ تمہارے
...ایگزام کے بعد کی ڈیٹ رکھ لیتے ہیں' میں آج جا کر بات بھی کر آتا ہوں''۔ وہ اسے سمجھانے کے ساتھ تسلی بھی دینے
...لگے' وہ جواد احمد کے گلے لگ کے خوب ہی روئی۔

''میری بچی میں تمہیں اور عنایہ کو محفوظ ہاتھوں میں سونپنا چاہتا ہوں' تمہاری ماں سے کوئی بعید نہیں کہ وہ کچھ بھی
...الٹا سیدھا کر دے''۔ انہیں یہ بھی دھڑکا تھا کیونکہ میرا بیگم کا جس قسم کے لوگوں سے ملنا جلنا تھا وہ نفرت' وغصہ اور
...بدلے کی آگ میں اپنی معصوم بیٹیوں تک کو داؤ پر لگانے سے باز نہیں آئیں گی' یہی وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی بیٹیاں
...بد باد شہ ہوں۔

......☆☆☆......

''تم اُترتی ہو گاڑی سے یا نہیں؟'' وہ خطرناک تیوروں کے ساتھ اسے گھور رہا تھا جو خود کو بڑی سی میرون چادر
...لپیٹے ہوئے ڈری سہمی پچھلی سیٹ پر دونوں پاؤں اوپر کیے بیٹھی تھی۔

''دیکھیے! میں آپ سے صرف چند گھنٹوں کی مدد مانگ رہی ہوں' آپ مجھے اس علاقے سے باہر لے جائیں''۔
...اس کا لہجہ بھیگا اور حواس باختہ سا تھا' چہرے پر اس کے اتنی پاکیزگی تھی کہ حمود سالار نے نگاہ جھکا لی' ایک تو وہ اچھا خاصا
...گھر جا رہا تھا' راستے میں اسے یہ بلا مل گئی' بابا جان کو پتہ چلا تو وہ تو گولی سے اُڑانے میں ذرا دیر نہیں کریں گے۔

''ابھی تم چند گھنٹوں کی مدد مانگ رہی ہو' پھر کہو گی کہ چند دنوں کے لیے اپنے گھر بھی رکھ لیں''۔ اس کے تو غصے

کے مارے نتھنے پھول رہے تھے۔

''آپ میری بات سمجھنے کی پلیز کوشش تو کریں' میری عزت صرف آپ کے ہاتھ میں ہے''۔

''اے خبردار! جو تم نے مجھے ایسا ویسا سمجھا بھی' اس سے پہلے کہ میں تمہیں دھکا دے کر باہر نکالوں شرافت سے
گاڑی سے اُتر جاؤ''۔

''آپ کو آپ کی بہن کی قسم' مجھے پلیز نہیں نکالیں''۔ اس کے تو آنسو بھل بھل رخسار پر بہنے لگے' حمود کو لڑکیوں کا
رونا انتہائی کوفت میں مبتلا کرتا تھا۔

''دیکھو لڑکی! تم میری بہن کی قسم دے کر مجھے بلیک میل کر رہی ہو''۔ وہ کچھ نرم سا پڑا۔

''میں صرف اس علاقے سے نکلنے کی بات کر رہی ہوں' پھر آپ مجھے کہیں بھی اتار دیجیے گا میں کچھ نہیں کروں گی
مگر پلیز ادھر سے مجھے لے جائیں وہ میرے پیچھے لگے ہیں''۔ وہ روتے ہوئے اسے سب بتا رہی تھی۔

حمود نے بھی پھر زیادہ بحث نہ کی اور ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا' ایک تو اسے گھر پہنچنے کی جلدی تھی' فیکٹری کا
اسے وزٹ کرنا تھا' وہ بھی بابا جان کا حکم تھا مگر نیچے آیا تو اس کی گاڑی کھلی رہ گئی ہوگی کہ وہ ہرنی جیسی آنکھوں والی
لڑکی سکڑی سمٹی بیٹھی تھی' وہ ماتھے پر ناگواری کی لکیریں لیے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا' دس بج رہے تھے اور ایسے وقت
میں ایک لڑکی وہ بھی اس کی گاڑی میں موجود تھی' کسی نے بھی دیکھ لیا تو کیا ہوگا۔ اسی وقت گاڑی کے ٹائر چرچرائے'
بروقت بریک نہ مارتا تو ضرور آگے والی گاڑی سے ٹکر ہو جاتی تھی' ڈرائیونگ سیٹ سے لمبا چوڑا اتن فن کرتا شخص وائٹ
قمیض شلوار میں ملبوس نکلا تو حمود کی تو حیرانگی سے آنکھیں ہی پھیل گئیں' سامنے والے نے بھی چونک کر دیکھا'
ڈرائیونگ سیٹ سے وہ باہر نکلا۔

''ارے محریب تو......'' حمود کی تو خوشی کا جیسے کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔

''تو یہاں......'' وہ بھی گنگ رہ گیا۔

''کب آیا امریکہ سے؟'' حمود اس سے پوچھنے لگا۔

''دو سال ہو گئے ہیں' تو نے تو کوئی خبر ہی نہ لی''۔

''میں نے یا تو نے' تو ایسے گیا یہاں سے کہ جیسے آنا ہی نہیں تھا''۔ دونوں گاڑی سے ٹیک لگائے باتوں میں مگن
تھے' اندر بیٹھی وہ دونوں کی شناسائی کو سمجھ رہی تھی کہ وہ دوست ہی ہیں جب ہی اتنے فرینک انداز میں مل رہے ہیں۔

''چل گھر چل''۔ محریب نے کہا۔

''نہیں یار! پھر کبھی' اندر دیکھ ایک بلا گلے پڑ گئی ہے''۔ اس نے گاڑی کی بیک سیٹ پر اشارہ کیا' وہ لڑکی
اور بھی سمٹ گئی۔

''کیا مطلب ہے یہ سب؟'' وہ حیرانگی کے ساتھ نا سمجھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''اوئے غلط نہ سمجھ''۔ جواب میں حمود نے پھر اسے سب کچھ بتا دیا' محریب بھی گہری سوچ میں پڑ گیا۔

''اتار دوں نا یہاں ادھر ہی''۔ حمود نے اس سے پوچھا۔

''یار! کچھ تو ہوش کر' کتنا سناٹا ہے لڑکی ہے......'' محریب نے منع کیا پھر وہ اس لڑکی کے انداز سے سمجھ گیا تھا
کہ وہ کافی ڈری سہمی سی بیٹھی ہے۔

''تو کیا گھر لے جاؤں تا کہ بابا جان گولی سے اُڑانے میں دیر نہ لگائیں''۔ حمود کو اپنے باپ کی سخت گیر
طبیعت کا پتہ ہی تھا۔

''کسی محفوظ مقام پر چھوڑ دے مثلاً دارالامان وغیرہ میں''۔ محریب نے مشورہ دیا جو حمود کو بھی سمجھ آ گیا۔

''ٹھیک ہے پہلے اس کا بندوبست کرتا ہوں اور ہاں چل جلدی اپنا موبائل نمبر دے مجھے دو سال سے تو پاکستان میں ہے کچھ خبر ہی نہیں دی''۔ حمود موبائل گاڑی کے ڈیش بورڈ سے نکال کر محریب کا بتایا ہوا نمبر سیو کرنے لگا' دونوں پھر بغل گیر ہو کر رخصت ہو گئے تھے۔ حمود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا' لڑکی جھٹ آگے کی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔

''دیکھو! تم زیادہ فری ہونے کی کوشش نہیں کرو' میں تمہیں دارالامان چھوڑ کے آ جاؤں گا' وہاں تم آرام سے رہنا''۔ گاڑی وہ اسٹارٹ کر چکا تھا۔ وہ سب جانتی تھی کہ وہاں بھی اس کا سوتیلا چچا ڈھونڈ نکالے گا اور اس کی ماں نے بھی کہا تھا کہ کہیں بھی رہ لے مگر ایسی جگہ جہاں وہ نہ پہنچ سکے۔ حمود گاڑی اندر لے آیا تھا' منتہیٰ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی' ایسا ہولناک ماحول لگ رہا تھا کہ اس کے رونگٹے سے کھڑے ہو گئے' اسے کچھ تو کرنا ہی ہوگا ورنہ یہ انسان تو اسے یہاں چھوڑ کر چلا جائے گا۔

''اُترو فوراً''۔ ایک رعب اور تحکم زدہ لہجے میں کہا۔ وہ چادر خود پر لپیٹتی ہوئی ڈرتی ہوئی اُتری' وہاں کے چوکیدار الرٹ ہو گئے تھے' ایک کیاری اور بڑا سا لان تھا مگر وہاں کی حالت ابتر تھی۔

''سنو! تمہارا یہاں کا بڑا افسر کون ہے؟'' اس نے چوکیدار سے پوچھا۔ چوکیدار کی بڑی بڑی مونچھیں تو منتہیٰ کو اور ہی ڈرانے لگی تھیں' چوکیدار اسے آفس میں لے آیا جہاں ایک بڑی عمر کی خاتون تھیں ان کی نگاہیں اٹھی تھیں' حمود بھی خود گڑبڑا سا گیا تھا جبکہ منتہیٰ نے خود کو پراعتمادی ظاہر کیا۔

''السلام علیکم!'' حمود نے گھبراہٹ میں سلام بھی جھاڑ دیا' رات کی تاریکی کا سناٹا تو حمود کو بھی ڈرا رہا تھا۔

''کہیے کیا مسئلہ ہے؟'' اکھڑ اور تیز لہجے میں بولی تھیں۔

''یہ لڑکی اس کے ساتھ مسئلہ ہے' اس کے پیچھے کوئی پڑا ہوا ہے''۔

''میڈم! یہ جھوٹ بولتے ہیں' یہ خود میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں' انہوں نے مجھ سے شادی کی ہے''۔

''کیا بکواس کر رہی ہو تم؟'' حمود کے تو چھکے چھوٹ گئے۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں' ان کے ساتھ میں دو ماہ سے رہ رہی ہوں اور اب میں ان کے......''

''آگے مزید بکواس کی ناں میں جان سے مار دوں گا تمہیں!''۔ حمود تو چیئر سے کھڑا ہو گیا۔

''دیکھو لڑکے! اس طرح کے کیس میں نے بہت نمٹائے ہیں' یہ لڑکی کبھی جھوٹ نہیں بول سکتی ہے' کیونکہ تم جیسے نوجوان اکثر لڑکیوں کو ایسی حالت میں یہاں چھوڑ جاتے ہیں''۔

''کیسی حالت میں' کیا بول رہی ہیں آپ؟'' حمود کا تو غصہ کے مارے بُرا حال تھا۔

''یہ یقیناً پریگننٹ ہو گئی ہو گی' تم نے اپنے باپ سے چھپا کر اسے رکھا ہو گا' ہے ناں''۔

''جی میڈم! یہی بات ہے''۔ منتہیٰ نے جھٹ کہا۔

''یہ پورا پولیس کیس ہے' میں ابھی فون کرتی ہوں''۔

''نو نو میڈم! ایسا نہ کریں یہ میرے شوہر ہیں' ان کی مجھ سے لڑائی ہو گئی ہے اس لیے مجھے روز یہی دھمکی دیتے تھے''۔ کتنا مشکل لگ رہا تھا اسے جھوٹ بولنا۔ حمود کا تو غصہ کے مارے بُرا حال تھا' اس کا دل و دماغ سن سا ہو گیا تھا' جانے اس لڑکی نے اس سے اور کیا کہا اور وہ صفائی میں کچھ نہ بول سکا۔

''آپ اس کی بات پر یقین کر رہی ہیں''۔

''آپ بھی کیا کرتے ہیں چلیے گھر' میں اب کبھی آپ سے ناراض نہیں ہوں گی''۔ منتہیٰ نے حمود کا بازو پکڑ لیا اور

وہ جھٹک کے باہر نکل گیا' وہ بھی تیزی سے دوڑی تھی' شکر تھا پولیس کیس سے بچ گئی تھی۔ حمود گاڑی میں جیسے ہی بیٹھنے لگا وہ ہاتھ جوڑ کے اس کے سامنے آ گئی۔

''پلیز! مجھے معاف کر دیں' میں بہت مجبور ہوں' پلیز میری مجبوری سمجھیں''۔ وہ روتے روتے اس کے قدموں میں بیٹھی۔

''او صاحب! تو کب جائے گا یہاں سے؟'' چوکیدار نے دونوں کو اس حالت میں دیکھا تو وہ چلا آیا' دونوں ہی گڑبڑا گئے' حمود جھٹ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور منتہیٰ بھی فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔ حمود کے دماغ میں جھکڑ چلنے لگے' ایک لڑکی نے کتنی دیدہ دلیری سے اسے اپنا شوہر ظاہر کر دیا اور تو اور وہ سب بھی۔

''توبہ استغفار''۔ وہ پڑھنے لگا۔

''کیوں تم میری جان کو چٹ گئی ہو' کیا گناہ کیا تھا جو تم میرے گلے پڑی ہو' پتہ ہے میرا باپ مجھے گولی سے اُڑا دے گا''۔ وہ اسے بتانے لگا۔

''میں ان سے صرف سر چھپانے کی جگہ مانگوں گی اور کچھ نہیں' پلیز مجھ پر ترس کھائیں''۔ وہ ہاتھ جوڑنے لگی۔ حمود کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے' کس سے کہے۔

............☆☆☆............

''ٹھیک ہے جواد! وشہ کا جس دن آخری پیپر ہے دوسرے دن ہم مہندی کی رسم رکھ لیتے ہیں''۔ نزہت نے فوراً ہی پروگرام سیٹ کر لیا' محریب پہلو بدل کر رہ گیا' جب سب بڑے راضی تھے تو وہ خود بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا' وہ اس وقت خود کو اتنا بے بس سمجھ رہا تھا کہ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ بے وقت شادی کیسے روکے۔

''مائرہ کی پڑھائی کا تو تمہیں پتہ ہی ہے وہ چلتی رہے گی' اگر وشہ کا دل کیا تو وہ بھی آگے پڑھ سکتی ہے''۔ ریحان احمد گویا ہوئے۔ دادی جان ابھی تک حسنہ پھپھو کے گھر تھیں اس لیے سارے معاملات ان کے پیچھے ہی طے کیے جا رہے تھے۔

''بھابی! وشہ بہت ڈر رہی ہے سمیرا کی وجہ سے' آپ نے میری بیٹی کا خیال رکھنا ہے' میں نے اپنی بیٹیوں کو پھولوں کی طرح رکھا ہے''۔

''ارے جواد! تم کیسی بات کر رہے ہو' وشہ اور عنایہ ہمارے لیے جان سے زیادہ عزیز ہیں' مجھے تو اتنی خوشی ہو رہی ہے کہ میری دونوں بیٹیاں میرے پاس آ رہی ہیں' ایسی پیاری اور اخلاق والی لڑکیوں کو تو ہر کوئی اپنی بہو بنانا چاہتا ہے''۔ نزہت نے انہیں تسلی ہی دی۔ محریب کو اس لمحے اپنی پوزیشن کچھ آکورڈ سی لگ رہی تھی' وہ اتنا جذباتی کبھی نہیں ہوا تھا مگر اس بار تو اسے ایسا لگ رہا تھا کہ اپنے سارے کنٹرول کھو رہا ہے' وہ اتنی گہری سوچ میں غرق تھا کہ موبائل کی بپ پر چونک گیا' دیکھا تو حمود کی کال تھی' ابھی تو وہ ملا تھا۔

''تم خیریت تو ہے؟'' وہ بات کرتا ہوا باہر کوریڈور میں آ گیا۔

''یار! وہ مصیبت میرے ساتھ ابھی بھی ہے' کیا کروں' دارالامان لے کر گیا تھا اس نے اُلٹا چکر چلا دیا' پھنستے پھنستے بچا ہوں''۔ حمود کی پریشانی اور جھنجھلاہٹ سے بھرپور آواز آئی۔ جواب میں اس نے سب کچھ اسے بتا بھی دیا' محریب بھی تفکر زدہ سا ہو گیا کیونکہ مسئلہ بھی ایک لڑکی کا تھا اور وہ حمود کے بابا جان کو جانتا تھا کہ وہ لڑکی جیسے معاملے پر اس پر گولی چلانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

''یار! تو ایسا کر اسے ابھی تو کسی ہوٹل میں رکھ' پھر کچھ میں بتاؤں گا کیا کرنا ہے کیونکہ یار میں خود بھی خاصا پریشان

بیٹھا ہوں"۔ محریب نے اسے کہا کیونکہ بات بھی تو مائز کی شادی کی چل رہی تھی۔

"اچھا چل میں کچھ کرتا ہوں تو دعا کرنا میرے باپ کو خبر نہ ہو جائے"۔ حمود نے یہ کہہ کر کال کٹ کر دی۔

حمود اور وہ اسکول و کالج تک ساتھ ساتھ پڑھے تھے پھر محریب کو زیادہ پڑھنے کا شوق تھا وہ تو امریکہ چلا گیا تھا مگر حمود نے ماسٹرز کرنے کے بعد ہی تعلیم کو خیر باد کہہ دیا تھا۔

محریب اتنا مضمحل اور پریشان تھا کہ نزہت اسے ڈھونڈتی ہوئی چلی آئی تھیں۔

"کیا بات ہے محریب بیٹا! تم اتنے پریشان کیوں ہو؟" وہ تو ماں تھیں اولاد کا چہرہ دیکھ کر پہچان جاتی تھیں۔

"میرے پریشان ہونے سے پریشانی ٹل تو نہیں جائے گی"۔ تمسخرانہ انداز میں کہتا ہوا وہ مسکرایا تھا۔

"پھر بھی کہنے سے دل کی بے چینی کم ہو جاتی ہے"۔

"یہ بے چینی تو اب ہمیشہ ساتھ ہی رہے گی میری پیاری ماں' آپ سب کچھ چھوڑیے اور تیاریاں شروع کر دیں"۔ وہ زبردستی خود کو مسکرا کے فریش ظاہر کرنے لگا۔

"مائز کی ساری تیاریاں تم نے ہی کرائی ہیں' تم اسے تو جانتے ہی ہو وقت کے وقت ہر کام کرتا ہے' پھر تمہارے ابو غصہ کرتے ہیں"۔ وہ بولیں۔

"سب کچھ دیکھیے گا شاندار طریقے سے کروں گا' آخر میرے بھائی کی شادی ہوگی' دیکھیے گا کسی قسم کی کوئی کمی نہیں رہنے دوں گا"۔ وہ پرجوش لہجے میں بولا۔ نزہت نے مسکرا کر اس پر نگاہ ڈالی' وہ ماں تھیں جانتی تھیں کہ وہ کس کرب سے گزر رہا ہے' کم ہی اپنی بات کسی سے کرتا تھا۔

"کل دادی جان کو بھی لے کر آنا ہے کیونکہ بہت دن رہ لی ہیں وہ وہاں"۔ محریب کو ان کا بھی خیال تھا۔

"ہاں وہ جواد بھی عنایہ کو کہہ رہا ہے کہ کل گھر کسی کے بھی ساتھ بھیج دوں گھر میں اسے بھی دیکھنا ہوگا"۔

"میں دادی جان کو تو لینے جاؤں گا ہی اُسے بھی گھر چھوڑ دوں گا"۔ اس نے نارمل انداز میں کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے لیکن اندر نہیں جانا' خوامخواہ پھر میرا تم سے الٹی سیدھی کرے گی"۔ مائز کے قدم لاؤنج سے نکلے ہی تھے وہ سن کے رُک گیا۔

"ارے امی! وہ بڑی ہیں کرنے دیں"۔ محریب' میرا کو جواب میں کوئی بھی ایسی تلخ بات تک نہ کہتا تھا کہ ان کی شان میں گستاخی ہو۔

"میرا چچی آپ کو تو دیکھیے گا میں کیسے ہینڈل کرتا ہوں"۔ مائز نے تو جانے کیا کیا پلان ترتیب دیے ہوئے تھے۔

"پھر بھی تم جانا نہیں"۔

"ارے امی! آپ اتنا کیوں ڈرتی ہیں میرا چچی ہیں وہ کوئی اور نہیں ہیں"۔ وہ ہنسا۔

"پتہ ہے ابھی جواد کہہ رہا تھا کہ میرا کہہ رہی ہے کہ وہ اس شادی میں نہیں بیٹھے گی"۔

"ارے کیسے نہیں بیٹھیں گی' میں بھی ان کا داماد بننے جا رہا ہوں"۔ مائز نے دل میں سوچا مگر اپنی آواز دبالی۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں"۔ بلیک پینٹ پر بلیک ہی ڈھیلی سی شرٹ میں وہ فریش انداز میں چلا آیا تھا۔

"تمہاری شادی پر ڈسکس کر رہے تھے"۔ محریب نے اسے دیکھا۔

"ہائے مجھے شرم آ رہی ہے"۔ اس نے نزہت کا دوپٹہ کونے سے دبایا۔

"دیکھا محریب! اس کا بچپنا شادی کے بعد بھی چلا جائے میں مان جاؤں گی اسے"۔

"ارے میری بھولی ماں' میرے بچوں کے آتے ہی میرا بچپنا بھی تو وہ گیارہ ہو جائے گا"۔ مائز ہر بات بے باکی

اور مذاق میں ہی اڑا تا تھا۔

"حد ہوتی ہے بے ہودگی کی"۔ نزہت اس کو گھورتی ہوئی چلی گئی تھیں' محریب کو ہنسی آ گئی تھی۔

"بھائی! مجھے آپ کے سامنے شرمندگی ہو رہی ہے آپ سے پہلے میری شادی"۔ وہ منمنایا۔

"یار! تمہاری شادی کے بعد ہی تو میری کوئین بھی وہاں سے نکلے گی جو اٹکی ہوئی ہے"۔ محریب نے پہلی بار شوخی سے کہا۔ مائز پر تو شادی مرگ طاری ہو گئی کہ اس کا بھائی اور ایسی معنی خیز بات' محریب نے اس کے چپت لگائی۔

"آپ دیکھتے جایئے کیسے میں سارے معاملے سنبھالتا ہوں' سب حیران رہ جائیں گے"۔ اس نے بھی پرعزم انداز میں کہا تھا۔ محریب نے مسکرا کے اسے دیکھا جو سنجیدہ ہی لگ رہا تھا' دونوں بھائیوں میں محبت بھی تو بہت تھی۔

☆☆☆

کہتے ہیں کہ جب مصیبت آتی ہے تو یہ بتا کر کبھی نہیں آتی کہ آپ نے کہیں نہ کہیں تو کچھ غلط کیا تھا جو اس صورت میں آپ کو سزا مل رہی ہے اور ایسی بھیانک سزا جو نہ نگلی جا رہی تھی اور نہ اُگلی جا رہی تھی۔ کل سے وہ گھر سے نکلا ہوا تھا اور اسے پتہ تھا بابا جان کا غصہ سوا نیزے پر ہی ہوگا' موبائل تک اس نے آف رکھا ہوا تھا' کب سے کمرے میں ٹہل رہا تھا اور وہ مصیبت بلا بن کے اس کے سامنے صوفے پر بیٹھی معصوم سی صورت بنائے اسے دیکھے جا رہی تھی اور جو کچھ اس نے کہا تھا وہ حمود سالار کو ہلا کر رکھ گیا تھا' ایک لڑکی نے کتنی آسانی سے یہ سب کہہ دیا تھا اور وہ لڑکا ہو کر مذاق میں بھی کسی لڑکی کو یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا۔

"میں صرف آپ سے نام ہی تو مانگ رہی ہوں"۔

"تم بند کر سکتی ہو اپنی بکواس تو بند کر لو ورنہ میں تمہارا گلا دبا دوں گا"۔ وہ تن فن کر رہا تھا' شعلے اُگل رہا تھا۔

"اچھا ہے دبا دیں' جان ہی چھوٹے' کوئی بھی نہیں ہے میرا' ایک رشتے کی خالہ تھیں جانے وہ گھر چھوڑ کے کہاں چلی گئی ہیں' میں کہاں جاؤں"۔ وہ رونے لگی۔

"جہنم میں چلی جاتیں' میرے گلے کیوں پڑ رہی ہو تم"۔ حمود نے اپنی گہری غراتی نگاہیں اس پر ڈالیں' جو اپنے حوروں جیسے حسن کے ساتھ اس کے بالکل مقابل تھی' سادگی سے مزین تھی اور لڑکیوں کی طرح اس میں وہ دکھاوا تک نہ تھا' اتنی سادگی سے وہ اپنا سارا مسئلہ اس تک بیان کر گئی تھی کہ وہ حیران تھا کہ ایک لڑکی نے اس انجان آدمی پر اتنا اعتماد کیسے کر لیا۔

"اس شہر میں کہیں تو اکیلی رہوں گی ناں' پھر اگر شادی شدہ ہوں گی تو کوئی مجھ پر بُری نگاہ تو نہیں ڈالے گا ناں"۔ وہ دبی دبی آواز میں بولی۔

"تمہیں میں ہی کیوں نظر آیا' کوئی اور کاٹھ کا اُلو نہیں ملا تھا"۔ وہ دھاڑا' منتہیٰ نے ڈر کے آنکھیں ہی بند کر لی تھیں۔

"صرف نکاح کا کہہ رہی ہوں اور کچھ نہیں' وعدہ کرتی ہوں آپ کی راہ میں بھی نہیں آؤں گی"۔ لہجہ اتنا ملتجی تھا کہ حمود کو اس پر ترس بھی آنے لگا' اس نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس کے ساتھ ایسا بھی ہو سکتا ہے' رات کو ہی اسے ہوٹل کے اس روم میں لے آیا تھا' رات تو کہیں گزارنی ہی تھی' محریب بھی اپنے گھریلو مسئلے میں الجھا تھا' کس سے کہتا اور کیا۔

"پلیز میں ہاتھ جوڑتی ہوں"۔ وہ حمود کے قدموں میں گر گئی' چادر پھسل کر زمین پر گر چکی تھی' لانبے سلکی دراز بالوں کی چوٹی حمود کے جوتے پر جھول گئی' وہ خفیف سا ہو کر پیچھے ہو گیا' تھی بھی خوبصورت اگر غلط ہاتھوں میں چلی گئی تو اس کا ضمیر الگ ملامت کرتا رہے گا' گھر لے کر گیا تو بابا جان زندہ نہیں چھوڑیں گے اور اسے یہاں چھوڑ کے گیا تو یہ بد دعائیں دیتی رہے گی' وہ منتہیٰ کو بغور دیکھے گیا' گلابی کاٹن کے کپڑوں میں ملبوس روتی ہوئی اتنی قابلِ رحم لگ رہی تھی

کہ حمود کے دل کو کچھ ہوا اُسے دونوں شانوں سے پکڑ کے کھڑا کیا۔
"پتہ ہے تم نے مجھے اتنی بڑی الجھن میں ڈال دیا ہے کہ میں کیا کروں"۔
"آپ اپنے گھر میں ہی مجھے ملازمہ رکھ لیں"۔ جھٹ بولی۔
"ہاں تاکہ میرا باپ دوسرے لمحے ہی مجھے گولی سے اُڑا دے کہ میں ایک لڑکی کو ہی کیوں ملازمہ رکھنے کو کہہ رہا ہوں"۔ وہ تو چراغ پا ہو گیا۔
"پھر مجھے کسی کے گھر ملازمہ رکھوا دیں"۔
"آئیڈیے تو تمہارے پاس بہت ہیں' گاؤں کی مجھے لگتی تو نہیں ہو' کتنا پڑھا ہے؟" حمود کو اب اس کے بارے میں جاننے کی تشویش ہوئی۔
"میں ماسٹرز کر رہی تھی کراچی یونیورسٹی سے' ہوسٹل میں رہتی تھی' میری امی کی طبیعت خراب ہوئی تو مجھے جانا پڑا مگر میرا باپ پہلے ہی مر چکا تھا چچا کے رحم و کرم پر ہوں ماں کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو انہوں نے مجھے اپنی رشتے کی بہن کا ایڈریس دیا تھا' میں وہاں بھی گئی تھی پتہ چلا کہ وہ لوگ گھر چھوڑ کے کہیں اور چلے گئے ہیں"۔ اس نے سب کچھ بتا دیا۔
"تم پھر ادھر کیسے آ گئیں؟"
"میرے پڑوس میں کوئی اماں کی ہی بہن بنی ہوئی ہیں' انہوں نے ہی مجھے چپکے سے گھر سے نکالا ہے ورنہ میرا وہ چچا کبھی نہیں آنے دیتا"۔
"ایڈریس دکھاؤ مجھے؟" وہ سن کے کچھ نرم پڑا۔
"وہ میرا بیگ تو جب میں آپ کی گاڑی میں بیٹھی تھی کوئی چھین کے بھاگ گیا"۔
"اُف مائی گاڈ! سارے مسئلے میرے لیے ہی تھے"۔ وہ چیخا۔
"پلیز آہستہ تو بولیں"۔ وہ منمنائی۔
"واٹ...... میں آہستہ بولوں' تم ہوتی کون ہو مجھ پر ابھی سے رعب جمانے والی"۔ وہ تو اپنی شعلے اُگلتی آنکھوں سمیت اس پر چڑھ دوڑا۔ منتھی بے چاری سراسیمگی و وحشت زدہ ہو کر بیڈ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئی' ریڑھ کی ہڈی تک میں سنسنی سی دوڑ گئی' کتنا غضبناک لگ رہا تھا' مردانہ وجاہت میں یکتا تھا' اس پر اس کی لمبی چوڑی ڈیشنگ سی پرسنیلٹی نیوی بلیو کوٹ اور پینٹ میں تو وہ اور ہی دلکش لگ رہا تھا مگر کوٹ تو اس نے آ کر اتار کے دیوار پر دے مارا تھا۔
"وہ...... وہ میں تو اس لیے کہہ رہی تھی کہ آس پاس روم ہیں آواز بھی جا سکتی ہے"۔ فوراً ہی وہ روہانسی بھی ہونے لگی تھی۔
"اس وقت تم میری جان کا عذاب ہو رہی ہو' چلو جاؤ دفع ہو جاؤ کہیں بھی' میں نے ٹھیکا نہیں لے رکھا تمہارا"۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا اور نہ ہی کسی نتیجے پر پہنچ پا رہا تھا۔
"ٹھیک ہے چلی جاتی ہوں' مہربانی آپ کی اتنے گھنٹے مجھے تحفظ دیا آپ نے' دعا کیجیے گا کہ یہاں سے جانے کے بعد ٹھیک ٹھکانا مل جائے ورنہ میری بربادی کے ذمہ دار آپ ہوں گے"۔ وہ اسوشتی بلیک میلنگ کرنے لگی۔
"کیا بکواس کر رہی ہو' مجھ پر احسان کر کے جا رہی ہو' تم آخر میرے ہی پیچھے کیوں پڑ گئی ہو' تمہیں کوئی اور شخص نظر نہیں آیا تھا جو تم اس کی گاڑی میں گھس کے بیٹھ جاتیں"۔ دونوں ہاتھ پشت پر جمائے اتنا اونچا اونچا بول رہا تھا کہ منتھی کو لگ رہا تھا کہ وہ اسے ایک لمحے کو بھی برداشت نہیں کرے گا اور اسے حمود خوددار اور معقول انسان لگا تھا نہ اس کی آنکھوں میں وہ ہوس تھی جو اس نے اپنے چچا کی آنکھوں میں دیکھی تھی' محلے کے لوگ بھی تو ایسی ہی بُری نگاہیں اس پر

رکھتے تھے' اماں نے یہی دیکھتے ہوئے اسے کراچی ہوسٹل میں رکھا ہوا تھا' مگر کب تک وہاں کی فیس اماں کتنی مشکل سے دیتی تھیں اور اب پتہ نہیں ان کا کیا حشر کیا ہو گا' اپنے ایسے ہوتے ہیں یہ رشتے کہ انہیں اپنا خون تک نظر نہیں آتا پھر کیسے وہ اپنا مانتی' اس نے حمود میں وہ سب نہیں دیکھا تھا' غصے تک میں بھی وہ اس پر بھرپور نگاہ نہیں ڈال رہا تھا۔
"مجھے اگر پتہ ہوتا تاکہ میرے ساتھ ایسا ہو گا' میں کبھی آپ کی گاڑی میں نہ بیٹھتی' میرے چچا نے میرے پیچھے اپنے آدمی لگائے ہوئے ہیں اگر اپنی عزت بچانے کے لیے آپ پر بھروسہ کر کے تحفظ کی بھیک مانگ رہی ہوں تو کیا غلط کر رہی ہوں اور ایک لڑکی خود سے کسی غیر مرد سے یہ کہے کہ وہ اس سے شادی کرے کتنی شرم کی بات ہے' یہ میں بھی جانتی ہوں مگر میں یہ سب مجبوری میں کر رہی ہوں' آپ سے صرف نام کا سہارا تو چاہ رہی ہوں تاکہ کہیں بھی جاؤں تو یہ تو کہہ سکوں کہ شادی شدہ ہوں"۔ روتے روتے وہ سب کچھ بول گئی جو بولنا نہیں چاہ رہی تھی۔
"مجھے پتہ ہے آپ کے گھر والے آپ کو کبھی معاف نہیں کریں گے لیکن میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں بھولے سے بھی آپ کی راہ میں کبھی نہیں آؤں گی نہ کبھی آپ سے کچھ مانگوں گی' صرف مجھ پر یہ احسان کر دیں ساری زندگی میں آپ کا احسان یاد رکھوں گی"۔ وہ اتنی معصوم اور دلکش لگ رہی تھی کہ حمود اس کے رونے بلکنے پر چونک کر مبہوت زدہ سا اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ کتنی مختلف تھی' ہر چالاکی سے پاک' نہ ہی اس نے اب تک کوئی ایسی ادا دکھائی تھی کہ جو اس کے کردار کو خراب ظاہر کرتی۔
"تمہیں پتہ ہے میرے بابا ایسے آدمی ہیں' وہ قصور بعد میں پوچھیں گے گولی پہلے چلائیں گے"۔ وہ گہری سوچ میں گویا ہوا۔
"میں یقین سے کہہ رہی ہوں کچھ نہیں ہو گا' مجھے اللہ کی ذات پر یقین ہے اور دیکھیے اللہ کی رسی کو تھامے ہوئے ہوں جب ہی تو آپ تک پہنچ گئی ہوں' اب تک مجھے اللہ کا شکر ہے کوئی گزند تک نہیں پہنچی"۔
"تم میرے بارے میں کتنا جانتی ہو' میں بھی تو تمہارے چچا کی طرح کا ہی آدمی ہوں"۔
"نہیں' آپ ان کی طرح کے نہیں ہیں' کیونکہ آپ نے ابھی تک مجھے ایک بار بھی ہاتھ نہیں لگایا ہے' دس فٹ کے فاصلے سے بات کی ہے سوائے غصہ کرنے کے میں نے کچھ نہیں دیکھا' جسے اپنے ماں و باپ کے اصولوں اور اپنی عزت و کردار کی پرواہ ہوتی ہے وہ آپ جیسے لوگ ہوتے ہیں اور وہ نایاب لوگ ہوتے ہیں"۔ وہ اتنی افسردگی اور مایوسی سے بول رہی تھی کہ حمود ایک لمحے کو تڑپا۔
"تم ایک غیر مرد کے بارے میں اتنا اندازہ کیسے لگا سکتی ہو؟"
"کیونکہ آپ بات بات پر اپنے بابا کی بات کر رہے ہیں' انہوں نے آپ کی بہت اچھے اصولوں پر پرورش کی ہے' آپ کو پتہ ہے کیا جائز اور ناجائز ہے"۔ یہ کہتے ہوئے وہ نگاہ جھکا گئی۔ اس لمحے اس کی گھنیری پلکوں کی جھالر اتنی دلکش لگی کہ وہ مبہوت سا رہ گیا۔
"لیکن میں نے آپ کی آنکھوں میں نہ وہ ہوس دیکھی ہے اور نہ ہی کوئی غلط رنگ' میں اسی وجہ سے آپ کے پیچھے پیچھے یہاں تک آ گئی ہوں' میں مانتی ہوں کہ میں جو کچھ آپ سے مانگ رہی ہوں یہ بہت بڑا فیصلہ ہے جو آپ کو ماننا مشکل بھی ہو رہا ہے"۔ نگاہ جھکائے آنکھوں سے آنسو ٹپکاتے ہوئے وہ اتنی مجبور اور قابل رحم لگ رہی تھی کہ حمود کا دل ایک لمحے کو کانپنے ہی لگا کیونکہ ایک لڑکی کو وہ یوں زمانے کی ٹھوکروں میں رُلنے کے لیے پھینک دے' کیا اس کا دل اور ضمیر گوارا کرے گا۔
"صرف نام کا سہارا مانگ رہی ہوں اور کچھ تمنا نہیں کر رہی ہوں' مجھے پتہ ہے میری کیا اوقات ہے اور آپ اتنے

بڑے آدمی ہیں' کہاں گاؤں کی گنوارن' آپ کا اور میرا ایسا کوئی جوڑ بھی نہیں بنتا ہے"۔

"تم بولتی بہت ہو' شروع سے بولتی ہو یا ابھی شروع کیا ہے؟" حمود نے درمیان میں ہی اس کی بات کاٹی۔

"حالات جب ایسے ہو جائیں تو بے زبانوں کو بھی بولنا آ جاتا ہے' احتجاج کرنا آ جاتا ہے' بولنے کے لیے بات کا ہونا ضروری نہیں ہے' بس دل میں درد کا ہونا ضروری ہے"۔

"او مائی گاڈ! تم لڑکی ہو یا خلیل جبران کی رشتہ دار' اتنا بولتی ہو کہ تم نے تو مجھے گھما ہی ڈالا"۔ وہ بے زاری سے گویا ہوا۔

"رشتے داری بنانے کے لیے ضروری نہیں کہ کسی......"

"بس اسٹاپ اٹ' ایک لفظ نہیں بولنا' میرا دماغ درد کرنے لگا ہے' پتہ ہے تمہیں میں کل سے گھر سے نکلا ہوا ہوں اور میرے گھر میں طوفان مچا دیا ہوگا میرے والد صاحب نے"۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر گویا ہوا کیونکہ ابھی تک وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچا تھا۔

"آپ مجھے بس سر چھپانے کے لیے جگہ دے دیں' میں سچ کہہ رہی ہوں آپ کی راہ میں کبھی نہیں آؤں گی"۔ وہ ہاتھ جوڑنے لگی۔

"کیا کرتی ہو' ہو آگے سے"۔ اسے ویسے ہی لڑکی کا یوں ہاتھ جوڑنا ذرا پسند نہ تھا' وہ گہری سوچ میں غرق ادھر سے اُدھر کمرے میں چکر کاٹ رہا تھا' کچھ تو کرنا ہی تھا یا پھر اسے ساری زندگی کے لیے گلے ڈالنا تھا یا پھر صرف نام دے کر رخصت کرنا تھا۔

............☆☆☆............

"کل سے اُس کا موبائل آف جا رہا ہے' کچھ خبر ہے اس کی کہاں ہے؟" ہشام سالار کو اتنا غصہ آ رہا تھا حمود سالار کی لاپرواہی پر کہ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ سامنے ہو اور گولی سے اُڑا دیں۔

"میری بات ہوئی تھی کہہ رہا کہ کسی دوست کا مسئلہ ہو گیا ہے وہ کورٹ وغیرہ گیا تھا"۔

"کورٹ وغیرہ کس لیے؟" وہ تو چونک گئے۔

"ارے صاحبزادے کہیں کورٹ میرج تو نہیں کر رہے ہیں"۔

"توبہ کریں' اللہ نہ کرے کہ وہ ایسا کرے اور نہ وہ ایسا ہے' آپ بلاوجہ اس پر الزام نہ لگایا کریں"۔ کلثوم بانو کو تو حمود پر ان کا الزام ذرا اچھا نہ لگا تھا۔

"تم شاید بھول رہی ہو' صاحبزادے کو میں نے کہا تھا کہ لڑکی پسند کر لو نیاز احمد کی اکلوتی بیٹی ہے' ہر لحاظ سے اچھی ہے"۔ وہ اپنے بزنس پارٹنر کی بیٹی کا ذکر کرنے لگے کیونکہ وہ پارٹنر شپ کے ساتھ دوستی بھی مضبوط کرنا چاہ رہے تھے۔

"بات اس کے گھر نہ آنے کی ہو رہی ہے' یہاں شادی اور لڑکی کا کیا ذکر"۔ وہ تو اکثر ان کی ایسی باتوں سے چڑ جاتی تھیں۔

"صاحبزادے کی سوچوں کا کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے کہ کیا چاہ رہے ہیں' کل فیکٹری کے وزٹ پر بھیجا تھا اور آج دوسرا دن ہو گیا' ایسا لگ رہا ہے کہ دوسری فیکٹری لگانے گیا ہو"۔ وہ ڈائننگ ٹیبل سے اٹھے۔

"میری بات ہوئی تھی اس کا کوئی دوست امریکہ سے آیا ہے' وہ مل گیا تھا گھر لے گیا ہے گاڑی خراب ہو گئی تھی' آپ خود بھی تو سوچیے کراچی سے کتنی دور تو فیکٹری ہے' ظاہری بات ہے آنے جانے میں چار پانچ گھنٹے تو لگتے ہیں"۔ انہیں ہشام سالار کی انہی باتوں پر بہت غصہ آتا تھا۔

"تم مانو یا نہ مانو مجھے لڑکی کا چکر لگ رہا ہے کیونکہ میں اسے نوٹ کر رہا ہوں"۔

"حد ہو گئی ہے آپ سے تو' کبھی تو اچھا سوچ لیا کریں"۔ وہ ڈائننگ ٹیبل سے ماسی سے برتن اٹھوانے لگی تھیں۔

ہشام سالار اخبار اٹھائے لاؤنج میں چلے گئے' وہ تو آج سنڈے تھا' گھر میں ہی تھے' آفس تو آج آف ہی ہوتا تھا' ان کے دو ہی بچے تھے حمود سالار اور رحمہ۔ رحمہ' حمود سے پندرہ سال چھوٹی تھی اس لیے وہ تھی بھی لاڈلی' اس لیے اکثر وہ حمود کو نظر انداز ہی کر دیتے تھے۔

"رحمہ بیٹا! آپ کال کرو بھائی کے موبائل پر"۔ انہوں نے آہستگی سے اس کے کان میں کہا کیونکہ ہشام سالار لاؤنج میں تھے۔

"امی! میں دو تین بار ٹرائی کر چکی ہوں مگر آف جا رہا ہے"۔

"میرا دل تو گھبرا رہا ہے' آخر اس سے بات بھی نہیں ہو رہی ہے' ایسا کیا مسئلہ ہو گیا کہ وہ گھر ہی نہیں آیا"۔ وہ فکرمندی اب ٹیلی فون سیٹ کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

"امی! بھائی کی کال آ گئی ہے"۔ رحمہ بھاگتی ہوئی آئی' موبائل انہوں نے کان سے لگایا اور ڈرائنگ روم میں چلی گئیں تاکہ ہشام سالار کچھ نہ سن لیں۔

"بیٹا! تو کدھر ہے؟" فکرمندی سے بولیں۔

"امی! بہت بڑی مصیبت میں ہوں' آپ یہ بتائیے بابا کا غصہ کتنا ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"بیٹا! وہ بہت ناراض ہو رہے ہیں' پوری رات تم گھر نہیں آئے ہو"۔

"میں بس گھر ہی آ رہا ہوں' امی آپ سے میں بس اتنا کہنا چاہوں گا کہ گھر میں کسی ملازمہ کی ضرورت تھی ناں' آپ کو کہ پورا گھر پھیلا رہتا ہے وہ ماسی کتنی چھٹیاں کرتی ہے"۔

"یہ تمہیں اچانک ملازمہ کی فکر کیسے پڑ گئی"۔ وہ چونک سی گئیں۔

"اچھا میں گھر آ کر بتاتا ہوں اور ہاں میں اپنے دوست محریب کے گھر ہوں"۔ گویا وہ پھر اس نے بات نہ کی اور موبائل بند کر دیا۔ کلثوم تو الگ تشویش میں پڑ گئیں کہ حمود پتہ نہیں کیا کرنے والا ہے' ہشام سالار تو اسے چھوڑیں گے نہیں' ویسے ہی وہ اپنی عزت اور شملے کا بڑا خیال رکھتے تھے' پٹھان قبیلے سے تعلق تھا اور انداز بھی ان کا اسی طرح جاہ و جلال والا تھا۔

"ہو گئی بات آپ کی بھائی سے؟" رحمہ نے پوچھا۔

"اپنے بابا کو نہیں بتانا' خواہ مخواہ پہلے سے وہ ہنگامہ شروع کر دیں گے"۔ موبائل وہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر کھڑی ہو گئیں' انہیں جانے کیوں ہول سے اٹھنے لگے تھے جیسے کوئی انہونی ہونے والی ہے' اگر ایسا کچھ ہو گیا تو کیا ہوگا۔

............☆☆☆............

نکاح نہایت سادگی سے محریب اور احد نے کروایا تھا' کیونکہ مجبوری جو کچھ سامنے رکھی تھی اس کی وجہ سے محریب' احد کو بھی ساتھ لے آیا تھا' سب کچھ احد نے اپنے گھر میں کروایا تھا' وہ تو شکر تھا سارے لوگ دادی جان کو چھوڑنے احمد والا چلے گئے تھے گھر میں صرف شاہین اور عنابیہ کو روک لیا تھا' وہ بھی احد نے زبردستی کر کے کیونکہ عنابیہ کو گھر بھی جانا تھا۔ عنابیہ رو رہی تھی کیونکہ زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ اس نے اپنی ماں کے بغیر کیا تھا اور حمود تو بھنا رہا تھا۔

"یار! یہاں جان پر میری بنی ہے اور رو یہ رہی ہے"۔ وہ تو چیخنے لگا۔

"پلیز! آپ آہستہ تو بولیے' ظاہری بات ہے شادی ہوئی ہے مذاق بات تو نہیں ہے' وہ رو دے بھی نا"۔ شاہین کو حمود کا چراغ پا ہونا عجیب سا لگا۔

عنائیہ الگ انگوری جارجٹ کے پرتعیش کپڑوں میں چپ چاپ بیٹھی تھی شاہین منتقی کو لے کر اندر چلی گئی' عنائیہ نے بھی تقلید کی تھی۔

"اب کرنا کیا ہے؟" محریب نے پوچھا۔

"کرنا کیا ہے' وہ میرے باباجان ہیں وہی کچھ کریں گے' آ جانا میرا قل پڑھنے"۔

"یار! فضول بکواس مت کرو"۔ محریب نے اسے ٹوکا۔

"پھر کیا کروں' اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے میں نے' یار میری امی تو دل میں ارمان لیے ہوئے ہیں کہ اپنے اکلوتے بیٹے کی شادی میں یہ کریں گی وہ کریں گی"۔

"وہ لڑکی تم سے کچھ اور مانگ تو نہیں رہی ناں' کر لینا اپنی امی کی پسند کی بھی شادی"۔ احد نے جھٹ مشورہ دیا۔

"یار محریب! یہ تمہارا کزن ناں ہمیشہ ایسا بولتا ہے کہ انسان کو آگ لگا دے"۔ اس نے احد کی جانب دیکھا۔

"پھر میں کیا کہوں' کچھ تو حل دینا ہے نا؟"

"ہے ایک حل؟" محریب مسکرایا۔

"ہاں مسکراؤ خبیث انسانو' میں پھنس گیا ہوں"۔ حمود تو تنگ کے ہی کھڑا ہو گیا۔

"کیا میں بھی خبیث ہوں؟" احد کو تو برا ہی لگا۔

"ظاہری بات ہے قبیلہ انہی سے ملتا ہے آپ کا بھی"۔ حمود جلدی احد سے بھی فری ہو گیا تھا' پھر اس کی عادت تھی سب سے جلد گھلنے ملنے والی۔

"احد بھائی! مجھے گھر جانا ہے"۔ عنائیہ کو خود گھر جانے کی جلدی تھی وہ دروازے پر کھڑی تھی' محریب نے نگاہ ترچھی کی' دل تو یہ کر رہا تھا کہ ساتھ ہی اس کا بھی نکاح پڑھا دیا جاتا تو اچھا تھا۔

"عنائیہ پلیز! کچھ دیر بیٹھو ہم ذرا مصروف ہیں"۔ احد نے کہا۔ وہ منہ بسورتی ہوئی چلی گئی تھی۔

"محریب! یہ تیرے والی ہے نا؟" حمود نے سرگوشی میں پوچھا۔

"جی اتفاق سے بے چارے کی بھی عجیب زندگی بنی ہوئی ہے"۔ احد نے سرد آہ بھر کے کہا تھا۔

"زیادہ فضول ہانکنے کی ضرورت نہیں ہے"۔ محریب نے اسے تنبیہی نگاہوں سے گھورا' حمود نے تیکھے چتون اٹھا کے دونوں کو باری باری دیکھا جیسے کچھ سمجھنا چاہ رہا ہو۔

"تم کیا ایسے گھور رہے ہو؟" محریب کچھ جھینپ سا گیا۔

"میں اس لیے گھور رہا ہوں کہ تمہیں امریکہ سے آئے ہوئے دو سال ہو گئے ہیں اور تمہارا رشتہ بچپن سے طے تھا' پھر اب تک تمہاری شادی کیوں نہیں ہوئی"۔ حمود کی سوئی یہاں آ کر اٹک گئی۔

"یہ لمبی کہانی ہے ابھی تو تم یہ سوچو کہ اپنی بیوی کو گھر لے کر جانا ہے یا کہیں اور رکھنا ہے؟" احد نے معنی خیزی سے آنکھیں گھمائیں۔

"یار محریب! یہ تیرا کزن ضرورت سے زیادہ خبیث ہے"۔

"ارے مسٹر! میری اور تمہاری ایسی بے تکلفی نہیں ہے کہ تم مجھے ایسے القاب سے نوازو یا پکارو"۔ احد نے مصنوعی غصے سے دیکھا۔

"بس بس رہنے دے' تجھے کیا میں جانتا نہیں ہوں' یہ الگ بات ہے کہ محریب سے میں زیادہ قریب رہا اور تم سے کم میری دوستی رہی ہے فیلڈ الگ ہونے کی وجہ سے"۔ حمود نے حساب برابر کیا۔

"احد بھائی! مجھے گھر جانا ہے"۔ عنائیہ پھر سنسناتی ہوئی آئی۔ محریب نے لمبی سانس کھینچی کیونکہ اس دن کے بعد سے تو دو دنوں میں مارے باندھے بھی بات نہیں ہو رہی تھی۔

"گڑیا! بس ہم اس کا معاملہ سیٹ کر دیں' بلکہ نمٹا دیں پھر تمہیں ڈراپ کر کے آتا ہوں"۔ احد نے مسکرا کے کچھ دیر کے لیے اور مہلت مانگی' وہ بیزاری سے چلی گئی۔

"میں ذرا اندر سے کر لوں' اپنی زوجہ سے کہ تمہاری زوجہ کی کیا صورت حال ہے"۔ احد کو تو ہر وقت شوخی ہی سوار رہتی تھی' حمود نے اسے گھورا جبکہ محریب مسکرا رہا تھا۔

"یار! میں کیا کروں' باباجان کو تو تو جانتا ہی ہے' اگر میں اسے لے کر گھر پہنچا تو اتنے سوال اٹھائیں گے کہ ذرا دیر نہیں لگائیں گے میرا نکاح دوبارہ اس سے پڑھوانے میں"۔

"تو یار میرے تو نے خوامخواہ اتنی محنت کی نکاح کے لیے' جو کام انکل آسانی سے کر سکتے تھے' گھر جا کر کر لیتا"۔

"ہاں کر' مجھ پر طنز اور تنگ بھی چھیڑ' تو مجھے مسئلے کا حل نہ بتانا"۔ حمود تو بُری طرح چڑ گیا۔

"ہے ایک حل' اگر عمل کرو تو؟" محریب کو بھی شرارت سوجھی' معنی خیزی سے وہ اسے دیکھنے بھی لگا' جبکہ حمود نے پرسوچ انداز میں اس کی جانب سوالیہ نگاہ ڈالی۔

"کیا حل ہے؟"

"یہی کہ تم کچھ دن اور وقت شادی شدہ زندگی کا گزار لو پھر بعد میں رزلٹ جو آئے گا وہ انکل کے سامنے لے جانا' پھر تو یقینی بچت بھی ہو جائے گی"۔

"محریب! مجھے تجھ سے یہ امید نہیں تھی' جو لڑکیوں سے دس فٹ کے فاصلے پر رہ کر بات کرتا ہو وہ اور ایسا مشورہ دے"۔ حمود کا منہ تو بُری طرح کڑوا ہی ہو گیا۔

"تو نے نکاح کیا ہے شادی ہوئی ہے' مذاق بات تو ہے نہیں"۔ فوراً ہی سنجیدہ بھی ہو گیا۔

"میں نے امی سے بات تو کی ہے مگر یار امی کیا میری باتوں میں آ جائیں گی؟ اور پھر یار میرا دل گوارا نہیں کر رہا ہے کہ میں ایک لڑکی کو نام کا سہارا تو دے چکا ہوں اور اسے در در بھٹکنے کے لیے چھوڑ بھی دوں"۔ حمود کو ساری پریشانی یہی تو لاحق تھی کہ اگر منتقی غلط ہاتھوں میں چلی گئی' اس کے چچا کی اس تک پہنچ ہو گئی تو یہ تو اس کی غیرت بھی گوارا نہیں کرے گی' اس کی بیوی چاہے وہ زبردستی کی بنی ہے اسے ایسے ہی چھوڑ دے اس کے پٹھان قبیلے میں یہ کب ہوا ہے' اپنی عزت کی خاطر جان تو دے سکتے ہیں مگر اپنی عزت کو رسوا نہیں کر سکتے ہیں۔

"محریب! مجھے یہ بتا دے کہ میں نے کسی مجبور اور بے کس لڑکی کو تحفظ دے کر غلطی کی ہے' یا گناہ کیا ہے' ماں باپ کی نافرمانی کی ہے"۔ حمود تو اتنا پریشان تھا کہ اُسے آگے کچھ بھائی ہی نہیں دے رہا تھا' اس نے صرف ایک لڑکی کی عزت بچانے کے لیے یہ قدم اٹھایا تھا اس کے دل میں اور کچھ نہیں تھا' وہ اتنی سادہ اور معصوم تھی کہ اگر کسی بھی بُرے انسان کی نگاہ پڑ گئی تو وہ تو اپنی معصومیت کے ہاتھوں ماری ہی جاتی ناں۔

"حمود! تم اتنا پریشان نہ ہو' تم نے بالکل ٹھیک کیا ہے کیونکہ کچھ کام ایسے ہوتے ہیں کہ ہم سے ہمارا اللہ کروانا چاہتا ہے اور پھر تمہاری نیت بالکل صاف ہے' نہ تم اس لڑکی کو بھگا کے لائے ہو اور نہ ہی تمہارا اس سے کوئی جذباتی ریلیشن تھا"۔ محریب اسے ریلیکس کرنے لگا' کیونکہ وہ اتنا مضطرب اور منتشر لگ رہا تھا کہ اسے ترس بھی آنے لگا۔

"یار! مجھے باباجان کی طرف سے فکر ہے میں کیا جواب دوں گا"۔

(جاری ہے)

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 8 -

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

وہ اسے گھر لے جا رہی تھی مگر شاہین نے اور احد نے روک دیا' محریب سامنے ہی کھڑا تھا۔
"احد بھائی! آپ سب اتنا پریشان نہ ہوں"۔ وہ گویا ہوئی۔
"عنایہ! ہم یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے ساتھ اور کوئی مسئلہ ہو' کیونکہ سمیرا مامی کو ہم جانتے ہی ہیں اور پھر منتہیٰ ان کے مزاج سے واقف نہیں ہے' خواہ مخواہ تمہیں سننے کو ملے گا"۔ احد اسے سمجھانے لگا۔
"منتہیٰ بھابی کے رہنے کا میں نے بندوبست کر دیا ہے' پھر حمود کہہ رہا تھا کہ وہ خود انہیں کچھ ماہ میں لے جائے گا"۔ محریب بھی سب سمجھتا تھا' پھر گھر میں مائرہ اور روشہ کی شادی کا سلسلہ تھا' سمیرا چچی کو اس کا غصہ بھی تھا اگر منتہیٰ کو بھی کچھ کہہ دیا تو شرمندگی ہی ہوگی۔
"امی اب اتنی بھی بُری نہیں ہیں"۔ اسے محریب کے کہنے پر ہمیشہ افسوس ہوتا تھا۔
"یہ ہم نہیں کہہ رہے ہیں' بس محریب نے جو سوچا ہے وہ کرنے دو تم گھر چلو میں تمہیں ڈراپ کر دوں گا راستے میں"۔ احد بولا۔
"احد! تم رہنے دو' مجھے گھر تو جانا ہے منتہیٰ بھابی بھی ساتھ ہیں' عنایہ کو میں ڈراپ کر دوں گا"۔ محریب ڈائریکٹ عنایہ سے بات بھی نہیں کر رہا تھا۔
عنایہ اپنا بیگ وغیرہ لے کر آ گئی' منتہیٰ کو بھی ساتھ ہی چلنے کو کہا تھا' وہ ابھی تک انہی کپڑوں میں تھی' عنایہ اور شاہین نے لاکھ کہا مگر اس نے بدلے ہی نہیں' فرنٹ سیٹ پر وہ بیٹھی تھی جبکہ منتہیٰ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بھی ان دونوں کے رشتے کے متعلق جان گئی تھی کہ دونوں ایک دوسرے سے منسوب ہیں' پہلے محریب نے گاڑی اپنے بنگلے کے اندر ہی روکی تھی۔
"اِدھر کیوں؟" عنایہ کچھ بھی نہیں۔
"منتہیٰ بھابی کو یہاں ڈراپ کرنا ہے"۔ اس نے پچھلا ڈور کھولا' منتہیٰ ڈرتی جھجکتی ہوئی خوبصورت سے بنگلے کو دیکھتی ہوئی باہر نکل آئی تھی تقلید عنایہ نے بھی کی تھی۔
"آیئے بھابی!" وہ اسے لے کر ان کی سائیڈ پر بنی انیکسی کی جانب لے جا رہا تھا' عنایہ بھی حیرانگی سے میکانکی انداز میں اس کے پیچھے پیچھے ہی تھی۔ ڈور بیل پر ہاتھ رکھا اور دروازہ کھل گیا' سامنے مبینہ کھڑی تھیں۔
"آ گئے بیٹا! آؤ اندر"۔ وہ ذرا بھی تو حیران ہوتی نہیں لگ رہی تھیں' محریب نے اطراف میں نگاہ دوڑائی۔
"تہذیب آفس سے آ گئی یا نہیں؟" اس نے پوچھا۔
"ہاں آ گئی ہے عصر کی نماز پڑھ رہی ہے"۔ انہوں نے بتایا۔
"بیٹھو بیٹی"۔ منتہیٰ جھجکتی ہوئی سنگل لکڑی کے صوفے پر بیٹھ گئی' عنایہ کی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ محریب اسے یہاں کیوں لے کر آیا ہے۔
"آنٹی! میں نے آپ کو تو سب بتا ہی دیا ہے جیسے ہی میرے دوست کے گھر والے راضی ہوئے وہ انہیں یہاں سے لے جائے گا"۔ محریب نے مبینہ کو لگتا تھا پہلے بھی کچھ تفصیل بتائی ہوئی تھی جب ہی وہ سن بھی رہی تھیں۔
"اچھا بیٹا! آپ لوگ بیٹھو تو"۔ انہوں نے عنایہ کو بھی یونہی کھڑے دیکھا تو وہ گویا ہوئیں۔
"ابھی تو جلدی ہے مجھے کیونکہ انہیں ان کے گھر ڈراپ کرنا ہے"۔ محریب نے عنایہ کی سمت اشارہ کیا۔
"محریب بھائی! ایسے تو آپ بالکل نہیں جا سکتے ہیں' ایک تو آتے بھی کم ہیں"۔ تہذیب نماز سے فارغ ہو کے چلی آئی تھی۔

"مگر گویا! میں پھر آؤں گا' بہت جلدی میں ہوں تمہیں پتہ ہی ہے دادی جان کو گھر چھوڑنے کے بعد سے اب تک گھر بھی نہیں گیا ہوں"۔
"اور ہاں بھابی! آپ بے فکر ہو کر رہیے گا' میری بہت ہی اچھی آنٹی ہیں اور یہ میری پیاری سی بہن آپ کو ذرا بھی افسردہ نہیں ہونے دیں گی"۔ محریب نے منتہیٰ کو مخاطب کیا جو جانے کتنی گہری سوچ میں بیٹھی تھی۔
"بیٹا! یہ تمہارا گھر ہے' سمجھو تو اپنی ماں کے پاس ہو ساری فکریں چھوڑ دو"۔ مبینہ نے گویا اسے اطمینان دلایا۔
محریب' عنایہ کو چلنے کا اشارہ کرتا ہوا نکل گیا مگر عنایہ کو یہ حیرانی تھی کہ محریب نے یہاں کیوں منتہیٰ کو چھوڑا وہ اپنے گھر بھی تو لے جا سکتا تھا۔ سارے راستے وہ خاموش ہی رہی' ویسے بھی وہ بات ہی کب کر رہی تھی اس سے کہ وہ منتہیٰ کے متعلق ڈسکس کرتی۔

☆☆☆

نزہت نے جب ساری تفصیل سنی تو وہ بہت ناراض ہونے لگیں' محریب نے انہیں پہلے کیوں نہیں بتایا۔
"امی! میں نے اس لیے بھی نہیں بتایا کہ پتہ نہیں آپ کیا سوچیں اور ابو"۔
"دیکھو محریب! ایک لڑکی کی ذمہ داری ہے اور جبکہ تمہارے دوست نے اس سے جن حالات میں نکاح کیا ہے تو یہ تو تم پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اسے ہم اپنے گھر میں مہمان بنا کر رکھتے' تم نے مبینہ کے گھر کیوں چھوڑا' وہ بے چاری پہلے اپنے گھر کی گزر اوقات اتنی مشکل سے کر رہی ہے' پورا خرچ تہذیب اٹھا رہی ہے' اوپر سے تم اپنے دوست کی بیوی کو وہاں چھوڑ آئے"۔ وہ الٹا اسے ہی سنانے لگی تھیں۔
"میری سمجھ میں یہی آیا کہ وہ وہاں زیادہ ٹھیک رہے گی"۔
"کچھ بھی ہو' میں اسے یہاں لے کر آ رہی ہوں چاہے کتنے دن بھی رہے وہ' پھر یہ اب ہم پر فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ ہم حمود کے گھر والوں کو بھی سمجھائیں"۔ نزہت اس معاملے میں ویسے بھی خاصی دلچسپی ظاہر کر رہی تھیں۔
"امی! حمود کہہ رہا تھا کہ وہ منتہیٰ بھابی کو طلاق......"
"بس محریب! تم لڑکوں کی عقلوں کو تو جانے کیا ہو گیا ہے' ارے جب شادی کی ہے تو پھر یہ طلاق بیچ میں کہاں سے آ گئی' پہلے وہ کم مصائب کا شکار ہے جو بعد میں وہ اور اسے تباہ کرنے میں کسر اٹھا نہیں رکھے گا"۔ انہیں غصہ ہی آ گیا۔
"میں نے تو اسے سمجھایا ہے مگر اس کے بابا کبھی بھی غیر خاندان کی لڑکی کو تو بہو مانیں گے ہی نہیں"۔
"ارے تو اس لڑکے نے پہلے نہیں سوچا یہ سب' حد ہو گئی ہے"۔ وہ تو سر تھام کے رہ گئیں۔
"یہ تمہارا دوست دو سال بعد اچانک ہی کہاں سے آ گیا' اتنے دن تک تو اس نے تمہارے جانے کے بعد کوئی رابطہ تک نہیں رکھا تھا"۔
"کبھی کبھی کر لیتا تھا جب میں امریکہ میں تھا' مگر پھر ایک دم ہی اس کا فون آنا بھی بند ہو گیا' کہہ رہا تھا کہ اس کے بابا نے پورے بزنس کی ذمہ داری اس پر ڈال دی ہے' ذرا فرصت نہیں ملتی ہے"۔ وہ حمود کی مسلسل سائیڈ بھی لے رہا تھا۔
"محریب! مجھے تو یہ بات ذرا بھی پسند نہیں آ رہی ہے' بلاؤ ذرا اپنے اس دوست کو' کان کھینچتی ہوں میں اس کے' سمجھ کیا رکھا ہے اس نے اس لڑکی کو"۔ نزہت کو تو غصہ ہی آتے جا رہا تھا۔

"اس کے تو کان آپ بعد میں کھینچئے گا' یہ بتایئے کہ آپ منتہیٰ بھابی کو یہاں لے کر آئیں گی تو سب سے کیا کہیں گی"۔

"ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں"۔ وہ گہری سوچ میں پڑ گئیں۔

"امی! ابھی اُسے وہیں رہنے دیں' کیونکہ اگر ہم سچ بتا کر بھی یہاں لائے تاں' گھر میں سب پھر اسے غلط ہی سمجھیں گے کیونکہ حالات آپ اور میں جانتے ہیں لاکھ ہم سچ بتائیں تو پھر وہ منتہیٰ بھی گوارا نہیں کرے گی کہ کوئی اسے گری ہوئی نگاہوں سے دیکھے"۔ محریب نے محض اسی وجہ سے ہی تہذیب کے گھر اسے رکھا تھا۔

"میں نے مینہ آنٹی کو ساری بات بتانے کے بعد ہی اسے وہاں بھیجا ہے' وہ سب سے یہی کہیں گی کہ ان کی بھانجی ہے"۔

"ہوں ـــــ یہ ٹھیک ہے"۔ نزہت نے سر ہلایا۔

"اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ وہاں پر اپنے آپ کو کچھ عجیب سا بھی محسوس نہیں کریں گی اور نہ ہمیں ہر کسی کو اتنی صفائیاں دینی پڑیں گی' ہر لڑکی کی عزت ہوتی ہے اور پھر وہ میرے دوست کی عزت ہے' اس لئے میں یہی چاہوں گا کہ انہیں بھی سب عزت دیں"۔ محریب اس وقت بولتے ہوئے اتنا سنجیدہ تھا کہ وہ مبہوت زدہ سی رہ گئیں' سب کا ہی خیال رکھتا تھا' سب کو خوش رکھنے میں خوداب تک کتنا بے کل اور بے چین تھا' فان کلر کے قمیص شلوار میں ملبوس اتنا ڈیسنٹ اور معتبر لگ رہا تھا کہ انہوں نے نگاہ ہٹالی کہ خود کی ہی نظر نہ لگ جائے۔

"آپ اس بات کی فکر نہ کریں کہ مینہ آنٹی پر ہم نے بوجھ ڈال دیا ہے' حمود پورا اس کا خرچا اٹھائے گا"۔

"اُسے اٹھانا بھی چاہئے' اپنے اس دوست کے دماغ میں یہ بٹھا دینا اگر اس لڑکی کو اس نے چھوڑا یا کوئی فضول حرکت کی تو میں اس کے گھر جا کر سب الٹ کر آ جاؤں گی"۔ اتنی درشتی سے وہ بول رہی تھیں کہ محریب نے حیرانگی سے دیکھا۔

"شادی بیاہ کوئی کھیل نہیں ہوتا کہ کسی کے کہنے میں آ کر یا جذبات میں آ کر کر لی اور جب دل بھر گیا تو چھوڑ دیا' اس کے تقاضوں کو سمجھا جاتا ہے' وہ لڑکی اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کر اس سے بندھی ہے' اس لئے تمہارے دوست کا فرض ہے کہ وہ اس بندھن کو قائم رکھے چاہے اس کا دل نہ کرے مگر اب وہ لڑکی اس کی منکوحہ ہے' بلاوجہ کسی بھی لڑکی کو طلاق دینا مکروہ ہے"۔ وہ اتنی تفصیل سے اسے سمجھا رہی تھیں کہ محریب سر جھکا کر رہ گیا تھا۔

"میں تو یہ سمجھی کہ تم نے شائد عنائبہ سے نکاح کر لیا ہے زبردستی ڈرا دھمکا کے"۔

"لاحول ولا قوۃ' امی! کیسی بات سوچ رہی ہیں آپ بھی اور وہ لڑکی ایسی ہے کہ میرے دھمکانے میں آ جائے"۔ محریب تو جھینپ ہی گیا۔

"خیر ڈری سہمی تو وہ بے چاری بہت ہے"۔

"آپ کو نہیں پتہ کہ فضول کے اس نے ڈرامے لگائے ہوئے ہیں"۔ محریب کا رُخ عنائبہ کی طرف ہو گیا۔

"چھوڑو اس بات کو' تم کسی دن ٹائم نکالو اور مائرہ کی ساری شاپنگ کروا دو' شادی میں دن بہت کم ہیں"۔ انہیں یکدم ہی مائرہ کی شادی کا خیال آیا۔

"آپ بے فکر ہو جائیں' سارے کام انشاء اللہ بہت اچھی طرح ہوں گے"۔ اس نے مسکرا کے انہیں یقین دلایا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو' اور سمیرا کو بھی اللہ تعالیٰ عقل دے تاکہ وہ مان جائے تو تمہارے فرض سے بھی ہم سبکدوش ہو جائیں"۔ انہیں تو محریب کی ہی زیادہ خوشی تھی کہ اس کی شادی پہلے ہوتی۔

"آپ اطمینان رکھیں' سب کچھ ویسا ہی ہو گا"۔ وہ کھڑا ہو گیا کیونکہ جب سے دادی جان کو گھر چھوڑ کے گیا تھا ان کے پاس دوبارہ گیا بھی نہیں' پورا دن اس کا آج تو باہر ہی گزرا تھا' حمود کا مسئلہ پھر اس کی بیوی کا مسئلہ' عنائبہ کو تو وہ باہر سے ہی چھوڑ آیا تھا۔ احد نے اسے کتنا چھیڑا تھا کہ ساتھ ہی اپنا اور عنائبہ کا بھی نکاح پڑھوا لو' دل نے بغاوت بھی کی تھی مگر وہ اتنے کمزور نفس کا نہ تھا کہ اتنی جلدی ہار مانتا' اب تو اس نے یہ سب سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا مگر اپنے دل کو کیسے روکتا جو عنائبہ کا ہی راگ الاپتا تھا' جو اس کی اگر کچھ دنوں تک جھلک نہ دیکھ لے عجیب بے چین رہتا تھا' یہ الگ بات تھی کہ وہ اپنے ایکسپریشن چھپانے میں مہارت رکھتا تھا' ہر کام وقت پر طریقے سے کرنے کا قائل تھا اور اپنے جذبے اس نے سنبھال کر اس خاص موقعے کے لئے رکھے تھے جب عنائبہ صرف اس کی بن کے سامنے ہو گی' پھر وہ اپنے سارے بند توڑ دے گا۔

⋯⋯⋯☆☆☆⋯⋯⋯

"پورے ڈیڑھ دن کے بعد تم گھر میں گھسے ہو' ایسا کیا ہو گیا تھا کہ تم وہاں رُکے"۔ ہشام سالار کی تیکھی اور برہم نگاہیں اس پر تھیں جو کل سے صفائیاں دے رہا تھا مگر انہیں جیسے اپنے بیٹے پر ذرا اعتماد نہ تھا' بعض اوقات حمود کو بہت ہی افسوس ہوتا تھا کہ یہ اس کے باپ ہیں اور پوچھ گچھ پولیس والوں کے سے انداز میں کرتے ہیں۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں' گاڑی خراب ہو گئی تھی' پھر محریب زبردستی گھر لے گیا تھا"۔ کتنا مشکل لگ رہا تھا انہیں فیس کرنا' جبکہ اس نے امی کو بتا کر گویا مطمئن ہی کر دیا تھا۔

"ارے آپ تو اس کے پیچھے ہی پڑ گئے ہیں"۔ کلثوم بانو کو اپنے بیٹے پر ترس آنے لگا۔

"اس سے یہ پوچھ کے بتاؤ کہ نیازی فیملی کو میں کب بلاؤں کیونکہ یہ گھر میں ہوتا نہیں ہے"۔

"بابا جان! آپ کچھ دن تو مجھے سوچنے کا موقع دیں"۔ وہ تو ہراساں ہی ہو گیا۔

"دو ماہ سے میں نے سوچنے کا موقع ہی دیا ہوا ہے تمہیں اور کتنا موقع دوں' اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ تم اپنی مرضی سے کرو گے تو یہ میں کبھی ہونے نہیں دوں گا"۔ وہ بات دوٹوک اور حتمی انداز میں کرنے کے ہی قائل تھے۔

حمود پہلو بدل کر رہ گیا' دل کا چور آنکھوں سے اگر عیاں ہو گیا تو کیا کرے گا' کیونکہ شادی تو وہ کر چکا تھا' چاہے مجبوری میں کی یا کسی کی عزت بچانے کو کی' شادی کی تو کی نا' کیا کرے وہ کیسے فیس کرے گا۔

"یہ تو میں نے نہیں کہا کہ میں اپنی مرضی سے کروں گا"۔

"مگر تمہاری خاموشی اور تیور یہی بتاتے ہیں"۔ وہ اسے گھورنے لگے' کلثوم بانو کو ان کا ایسا انداز ہمیشہ ناگوار ہی گزرتا تھا۔

"آپ جوان بیٹے کی بھی کچھ تو مرضی سنئے"۔

"ہم سے ہمارے باپ نے نہیں پوچھی تھی یہ کوئی انوکھا ہے جو میں اس سے پوچھوں"۔ وہ تو انہیں بھی ایسے ہی ٹکا سا جواب دیتے تھے' کلثوم بانو دل مسوس کے ہی رہ جاتی تھیں۔

"ایک ہفتہ ہے تمہارے پاس جتنا سوچنا ہے سوچ لو کیونکہ میں نیازی سے بات تو پہلے ہی کر چکا ہوں"۔ وہ کھڑے ہو گئے۔ حمود بھنا کے ہی رہ گیا' جب بھی حکم صادر کرتے تھے پولیس والوں کے سے انداز سے۔

"امی! میں بتا رہا ہوں مجھے حسنی میں ذرا بھی انٹرسٹ نہیں ہے' لاکھ میں ایڈوانس سہی مگر مجھے لوگی ایسی ایڈوانس نہیں چاہئے"۔ وہ بابا جان کے جاتے ہی ان سے بولنے لگا۔

"ارے یہاں آ جائے گی تو تم اپنی مرضی اور پ[illegible] سوال لینا"۔

"آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے وہ برتن ہو جو میں ڈھال لوں گا' امی وہ لڑکی نہیں پھلجھڑی ہے' بہت بولتی ہے اور مجھے ایسی بولنے والی لڑکی تو قطعی پسند نہیں"۔ وہ گویا ہوا۔

جبکہ بولنے والی تو منتہی بھی تھی' کیسے زبردستی اسے مجبوری ظاہر کر کے نکاح تک کے لئے قائل کر لیا تھا اور وہ کر بھی چکا تھا' انجام سے اسے ڈر لگ رہا تھا' امی کو بتا کر ان کے ارمان چکنا چور نہیں کرنا چاہتا تھا اور اس لڑکی کو چھوڑ کے اپنے لئے عذاب کھڑا نہیں کرنا چاہتا تھا وہ نہ آگے جا پا رہا تھا اور نہ ہی پیچھے کیونکہ محریب کی امی کا پیغام بھی اسے محریب کے ذریعہ ہی ملا تھا کہ۔

"اگر تم نے منتہی کو طلاق وغیرہ کا سوچا تو تمہارے گھر آ کر وہ ہنگامہ کروں گی کہ تمہیں خود کو اپنے گھر میں جگہ نہ ملے گی"۔ کتنا پریشان اور مغموم اور متفکر زدہ تھا' کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

"تم اتنا سوچو نہیں' حمنی اتنی بھی بُری نہیں ہے"۔

"امی! آپ بھی کیا بھائی کو زبردستی پسند کروا رہی ہیں' مجھے بھی نہیں پسند ہیں وہ"۔ راحمہ سے تو وہ بالکل برداشت ہی نہیں ہوتی تھی۔

"ابھی سن لیا نا تمہارے بابا جان نے' خوب سنائیں گے"۔ انہوں نے راحمہ کو ڈانٹ دیا جبکہ وہ منہ بنا کر رہ گئی۔

حمود کی تو سوچوں کی ڈور ایسی اُلجھی ہوئی تھی کہ کوئی سرا اس کے ہاتھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ کچھ کرے۔

"امی پلیز! کچھ دنوں کے لئے آپ بابا جان کو روک دیں"۔ وہ تھکی لہجہ میں گویا ہوا' چہرے پر اس کے اتنی ہوائیاں تھیں کہ کلثوم بانو نے تشویش بھری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔

"حمود! کوئی لڑکی وغیرہ کا تو چکر نہیں ہے؟" راحمہ کی تو آنکھیں پھٹ گئیں اور کان بھی کھڑے ہو گئے' وہ شاید اس وقت بھول گئی تھیں کہ وہ بھی یہاں موجود ہے۔

"تم کیا آنکھیں پھاڑ رہی ہو"۔ حمود نے اسے گھورا۔

"بھائی! آپ کی شکل سے تو مجھے بھی اندازہ ہو رہا ہے کہ کچھ ایسی ہی بات ہے"۔ وہ بھی ہنسنے کے ساتھ مذاق اڑانے لگی۔

"ابھی تم بچی ہو' اتنی بڑی باتیں نہیں کرو"۔

"جاؤ راحمہ! تم پڑھائی کرو"۔ کلثوم بانو نے اُسے ٹالا۔

"کیسے پڑھائی کروں میتھ میرے کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے' کوئی بھی ٹیوٹر نہیں رہا' میرا دل نہیں لگ رہا ہے پڑھائی میں"۔ اس نے تو صاف انکار کر دیا۔

"دیکھو تو اس لڑکی کو' کیسے پڑھائی سے بھاگتی ہے"۔

"پڑھ کے کرنا کیا ہے مجھے' اردو بھی آتی ہے انگلش بھی' کمپیوٹر چلا لیتی ہوں' موبائل سارے مجھے چلانے آتے ہیں"۔ اپنے تفاخر زدہ انداز میں وہ ہاتھ نچا کر بول رہی تھی تو حمود کو ہنسی آ گئی۔

"او بھولی گڑیا! تعلیم بھی ضروری ہے' ابھی تم ہو نا مکھ میں"۔ حمود نے اس کے چپت لگائی۔

"پھر کریں کسی ٹیچر کا انتظام' آپ کو تو ٹائم ہی نہیں ہے' وہ کوچنگ میں آپ نے ہی لگایا تھا' اتنا بُرا تھا بھائی سوائے ہنسی مذاق کے ادھر ہوتا ہی کیا تھا"۔ وہ بولنے میں بڑی ماہر تھی اور ان کے گھر کی رونق بھی وہی تھی۔

"کتنی زبان چلتی ہے اس لڑکی کی"۔ کلثوم بانو نے سر ہی تھام لیا۔

"ارے امی! بولنے دیا کریں ہمارے گھر کی بیٹی ہے"۔ حمود کو اپنی اکلوتی چھوٹی بہن سے محبت بھی بہت تھی۔

"بھائی! پلیز کسی طرح بھی اچھی سی ٹیچر کا بندوبست کریں"۔ گویا اس نے حکم دیا۔

"میں نے کہا ہوا تو ہے' دیکھو ہو جائے گا کچھ بندوبست' ابھی تم جاؤ اور کچھ پڑھ لو"۔ اس نے گویا اسے ٹالا۔ وہ سر ہلاتی ہوئی چلی گئی' کلثوم بانو کی نگاہ اب حمود پر ٹک گئی تھی جو ڈھیلے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

"دیکھو حمود! اگر تم کسی لڑکی کو پسند کرتے ہو تو مجھے بتا دو"۔

"ارے امی! ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔ وہ گڑبڑا بھی گیا کیونکہ وہ ماں تھیں اور اس کی ہر بات کو جیسے بھانپ ہی جاتی تھیں۔

"میں بس یہ چاہتا ہوں کہ کچھ تو وقت دیں"۔

"بیٹا! کب سے تو وقت دیا ہوا ہے' ہم صرف تمہاری منگنی کر دیتے ہیں' شادی میں کچھ گیپ رکھ لیں گے' اس طرح حمنی اور تم ایک دوسرے کو سمجھ بھی لو گے"۔ وہ اُسے ہر طرح سے قائل کرنے کے ساتھ راضی بھی کرنا چاہ رہی تھیں اور وہ تذبذب کا شکار تھا کہ انہیں کیسے بتائے کہ وہ کتنا بڑا معرکہ سر کر کے آ رہا ہے۔

"اچھا! میں سوچ کے جواب دوں گا"۔ مری مری آواز میں کہا۔

"حمنی اتنی بُری نہیں ہے' تھوڑی ماڈرن ہے اور آج کل کی لڑکیاں سب ہی ایسی ہیں"۔

"امی! سب ہی ایسی نہیں ہوتی ہیں' آپ جانتی بھی ہیں' سمجھتی بھی ہیں' محریب کے کزن کی بیوی کو دیکھا ہے میں نے' پھر محریب کی منگیتر کو بھی دیکھا ہے' وہ ان جیسی تو نہیں ہیں"۔ وہ گویا کھسیا ہی گیا۔

"ارے تم یہ بھی تو دیکھو وہ اکلوتی ہے' جو نہ کرے کم ہے"۔

"ایسے تو میں بھی اکلوتا ہوں' پھر میں بھی ماڈرن نہ بن جاؤں' پارٹیز کلب وغیرہ نہ جوائن کر لوں"۔ جواب تو وہ پھٹ سے دیتا تھا۔

"بس میں کچھ نہیں کر سکتی ہوں' تمہارے بابا جان کے آگے"۔ انہوں نے ہاتھ ہی اُٹھا لیا۔

"بابا جان کو بس فیصلے سنانے آتے ہیں"۔

"اچھا آہستہ بولو' ابھی آ گئے ناں خوامخواہ پھر ہنگامہ ہو جائے گا"۔ انہوں نے اسے خاموش کرایا۔

"آپ بھی سن لیں مجھے حمنی نیاز علی سے شادی بالکل نہیں کرنی ہے"۔ وہ بھی اَڑ گیا۔

"لیکن تم جانتے ہو وہ جو کہتے ہیں وہ ہوتا ہے"۔ کلثوم بانو نے اسے جتایا۔

"پلیز امی! حمنی میرے مزاج کی لڑکی نہیں ہے' میں کہاں اتنا فیشن افورڈ کر سکتا ہوں"۔ وہ روہانسا ہو گیا۔

"اچھا' اچھا بس کرو رونا' ابھی تم جا کر آرام کرو' یہ بعد کی بات ہے"۔ انہیں اس کی حالت پر گویا ترس ہی آ گیا۔

"امی! سچ کہہ رہا ہوں مجھے ایسی لڑکی نہیں پسند' بابا جان صرف اپنی پارٹنرشپ کی وجہ سے مجھے داؤ پر لگا رہے ہیں"۔

"فضول نہیں سوچو' ایسی بات نہیں ہے"۔ وہ خود کون سا حمنی کو پسند کرتی تھیں' انہیں تو خود اپنی بہو گھریلو اور سادہ سی چاہیے تھی مگر ہشام سالار کے آگے وہ بے بس سی تھیں۔

☆☆☆

اُسے یہاں آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو گیا تھا' دو دن تک تو وہ چپ چپ اور گم صم سی بیٹھی رہی مگر پھر مینہ نے ہی اسے ساتھ لگا کر خوب پیار کیا اور تسلی دی اور پھر وہ جواب میں خود پر قابو نہ پا سکی تھی' اپنی ساری کہانی بتا دی تھی۔

باپ تو بچپن میں ہی مر گیا تھا' ماں نے اسے پالا تھا' ایک چچا تھا جو بُری صحبت کا تھا' ماں نے اسے زیادہ تر

ہوسٹل میں رکھا تھا وہ ماسٹرز کر رہی تھی اور پھر جب چچا نے اس کا رشتہ کسی ادھیڑ عمر جاگیردار سے کر دیا تو ماں نے ہی اسے راتوں رات بھگا دیا تھا' اپنی ایک رشتے کی بہن کا ایڈریس بھی دیا تھا جن سے وہ سالوں نہیں ملی تھیں' ان کی شادی ایک امیر خاندان میں ہی ہوئی تھی' اسے اس ایڈریس پر نہ ملیں تو وہ کیسے حمود کی گاڑی میں گھس کے بیٹھی اور کیسے یہ سب ہوا۔

اب جو وہ خود حیران تھی اتنا روئی کہ مینہ نے اسے ایک بار ہی کھل کر رونے دیا کہ کم از کم وہ اپنے دل کا غبار ہلکا کر لے اور ہوا بھی وہی' دل اس کا ہلکا ہو گیا تھا' پھر تہذیب' حکمت اور حمزہ نے اسے بالکل اپنی سگی بڑی بہن کا درجہ دے دیا تھا وہ اور بھی روئی' اتنے پیار بھرے پر خلوص رشتوں پر' ایک وہ سگا اس کا خون جو چچا باپ کی طرح ہی ہوتا ہے وہ کیسا ظالم تھا۔

"کہاں کی سیر ہو گئی' خیالوں میں کہیں ان کو تو یاد نہیں کیا جا رہا ہے"۔ تہذیب نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے منتہیٰ کو ٹہوکا مارا' وہ جھینپ گئی۔

"کیوں مجھے انہیں یاد کرنا چاہیے"۔ پھیکی اور مغموم سی ہنسی کے ساتھ بولی۔

"کرنا چاہیے' ان سے آپ کی شادی ہوئی ہے"۔ اس نے منتہیٰ کا افسردہ سا چہرہ دیکھا۔

"پتہ نہیں سچ بھی ہوا ہے یہ سب یا نہیں' کیا سوچتا ہو گا وہ شخص میرے بارے میں' میں کس طرح کی لڑکی ہوں"۔

"آپ بہت اچھی لڑکی ہیں' فضول کچھ نہیں سوچیے' جلدی سے یہ بتائیے دیکھنے میں کیسے ہیں؟" تہذیب کو حمود کی شخصیت جاننے کا اشتیاق ہوا۔

"کیسے ہیں' بہت چیختے ہیں ڈانٹتے ہیں اور غصہ بھی بہت آتا ہے"۔ منتہیٰ کے ذہن میں سارے منظر ایک ایک کر کے آنے لگے۔

"دیکھنے میں کیسے ہیں؟" وہ پُرشوق لہجے میں بولی۔

"ٹھیک ہیں بس"۔ وہ زیادہ اہمیت نہیں دینا چاہ رہی تھی۔

"کیا مطلب ٹھیک ہیں' مجھے یہ بتایئے دیکھنے میں کیسے ہیں؟"

"جیسے سارے مرد ہوتے ہیں وہ بھی ویسے ہی ہیں"۔ وہ پھر ٹالنے لگی۔

"پلیز منتہیٰ باجی! مجھے سیدھی طرح بتایئے"۔ تہذیب نے اسے ہاتھ پکڑ کے واپس بیڈ پر بٹھا لیا۔

"ارے تم تو بہت ہی ضدی لڑکی ہو' پیچھے ہی پڑ گئی ہو"۔

"مجھے آپ مسٹر حمود سالار کے بارے میں بتایئے"۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں میں نے غور سے نہیں دیکھا ہے' ہاں اتنا بتا دوں ڈیشنگ ہیں"۔ وہ اتنا بولی۔

"ہوں...... گڈ' اس کا مطلب ہے بندہ زبردست ہے کیونکہ آپ کے ساتھ کوئی ایویں بندہ سوٹ بھی نہیں کرتا"۔ وہ مسکرا کے گویا ہوئی۔

"تمہیں پتہ ہے ناں ہماری پیپر میرج ہے"۔

"ارے آپ دیکھیے گا' اصلی کی شادی ہو گی آپ کی اور یہ تو طے ہے کہ آپ ہمیشہ انہی کی بیوی بنی رہیں گی"۔

"تہذیب! کیسے وہ ان کے گھر والے مجھے قبول کریں گے' اور پھر یہ حمود سالار اتنا چیختا ہے' اتنا ڈانٹتا ہے مجھے اور ہمیشہ کے لئے اپنی بیوی بنائے ناممکن ہے"۔ منتہیٰ کا لہجہ افسردہ سا ہو گیا۔

"اگر اوپر والے پر یقین ہو خود پر اعتماد ہو تو وہ بندہ آپ کا ہی رہے گا"۔ اس نے منتہیٰ کے ہاتھوں کو پیار سے

دبایا۔ منتہیٰ نے مغموم سی نگاہوں سے اسے دیکھا جو کتنی اس کے لئے فکرمند سی تھی' مسکرا کے تہذیب کا رخسار تھپتھپایا۔

"تم ذرا ایک کام کر دو' محریب بھائی کے گھر سے مجھے گزشتہ دنوں کے سارے اخبار لا دو"۔ اسے یاد آیا۔

"یعنی آپ نے سوچ لیا ہے کہ جاب کرنی ہے"۔

"ہوں"۔ وہ کھڑی ہو گئی۔ تہذیب فوراً حکم کی تعمیل کے لئے کھڑی ہو گئی' آج وہ آفس سے جلدی آ گئی تھی' حمزہ کو ساتھ لے کر وہ کچھ گھر کا سودا سلف وغیرہ لے آئی تھی' مغرب تو اسے آنے میں ہی ہو گئی تھی۔ وہ جھجکتی ہوئی آ گئی تھی' سامنے ہال کمرے میں دیکھا کوئی نہ تھا البتہ کچن سے کسی کی موجودگی کا پتہ چل رہا تھا وہ وہیں چلی آئی۔

"السلام علیکم آنٹی!" اس نے نزہت کو دیکھا۔

"ارے تہذیب! کیسی ہو بیٹا؟" وہ کچھ شاید پکانے میں مصروف تھیں۔

"جی ٹھیک ہوں"۔ وہ چوکھٹ پر ہی رُک گئی۔

"وہ منتہیٰ سیٹ تو ہو گئی ہے ناں؟" انہوں نے اس کے متعلق بھی پوچھا۔

"بالکل ایک دم سیٹ ہو گئی ہیں"۔ مسکرا کے بتایا۔

"وہ آنٹی! مجھے ایک ہفتے کے اخبار چاہئیں"۔

"اخبار' ہاں وہ تمہیں لاؤنج میں ٹیلی فون کی ٹرالی کے ساتھ ایک ٹوکری رکھی ہو گی اس میں دیکھ کے لے لو"۔ انہوں نے بتایا۔

"جی اچھا"۔ وہ فوراً ہی مڑ گئی کیونکہ وہ جلدی میں تھی' لاؤنج میں آئی تو دیکھا محریب اور فائق وہاں موجود تھے' وہ جھجک کے رُک سی گئی۔

"ارے آج تو ہماری گڑیا سی بہن آئی ہے"۔ محریب نے اسے دیکھ کر مسکراتی نگاہ ڈالی۔ وہ گڑبڑا سی گئی جھٹ سلام کر ڈالا' فائق سنگل صوفے پر ہی براجمان تھا' اس نے بھی ایک نگاہ تہذیب پر ڈالی جو سی گرین لان کے پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس اپنی سادگی میں بھی نمایاں تھی۔

"وہ مجھے اخبار لینے تھے"۔ وہ منمنائی۔

"ہاں لو' اس میں بتانے کی کیا بات ہے تمہارا اپنا گھر ہے"۔ وہ کچھ نروس سی بھی ہو رہی تھی کیونکہ فائق ٹی وی سے اپنی توجہ ہٹا کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تمہارا سوشل ورک کیسا چل رہا ہے؟"

"جی وہ ٹھیک چل رہا ہے"۔ وہ فائق کے سامنے کچھ نروس سی ہو گئی' کیونکہ اسے یہ بھی ڈر ہو رہا تھا کہ وہ فاطمہ کے کیس کا ذکر نہ کر دے۔

"محریب بھائی ایک بات کہوں؟" فائق یکدم ہی بولا۔ تہذیب کا دل دھڑک اُٹھا' وہ جھٹ اخبار اٹھا کے جانے لگی۔ فائق مسکرا دیا' وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کیوں تیزی سے نکل گئی ہے۔

"ایسے تو تمہیں میں ضائع نہیں ہونے دوں گا تہذیب! انہی میں نے تمہیں اس سوشل ورک سے باہر نکالا ہو"۔ فائق دل میں مصمم ارادہ کر چکا تھا' حالانکہ وہ کوئی محبت کے چکر میں نہیں' بس اس کی عزت کے لئے ایسا کرنا چاہ رہا تھا۔

☆☆☆

"اسی لئے تم دوڑ دوڑ کے اپنی دادی سے ملنے جاتی ہو"۔

"امی! میں سچ کہہ رہی ہوں' میں نہیں جا رہی تھی وہ مجھے احمد بھائی اور شاہین بھابی لے کر گئی ہیں"۔ وہ انہیں اتنی

صفائیاں دے رہی تھی کہ یمیرا کا غصہ کسی طور کم ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"میں نے تمہیں خود محریب کی گاڑی میں بیٹھے دیکھا تھا' میری آنکھیں کیا دھوکا کھا رہی ہیں"۔ انھوں نے روتی ہوئی عنایہ پر استفہامیہ نگاہیں ڈالی تھیں۔

"میں بے شک بیٹھی ان کی گاڑی میں تھی مگر مجھے نہیں پتہ تھا کہ احد بھائی کہاں جانے کو کہہ رہے ہیں"۔

"بس عنایہ! تم اور تمہارا باپ' اسے صرف وہ پسند ہے جو مجھے ناپسند ہے' اوپر سے وشہ کی شادی کا نیا شوشہ چھوڑا ہوا ہے"۔ اب ان کا نزلہ دوسری طرف گرنے لگا۔

عنایہ کو یمیرا کی ایسی باتیں اتنی تکلیف دے رہی تھیں کہ وہ ان سے تو مزید صفائی میں کچھ کہتی بھی نہ تھی' وہ تو اپنی ماں اور ددھیال والوں کی بھی کوئی برائی نہیں سن سکتی تھی۔

"اور وہ مائز' مجھے شروع سے ہی وہ لڑکا ایک آنکھ نہیں بھایا ہے' اتنی زبان اس کی چلتی ہے' نہ بڑے کا لحاظ نہ چھوٹوں کا خیال"۔ وشہ اور معارج نے ایک دوسرے کو دیکھا کیونکہ وہ خود کون سا بڑوں کا خیال کرتی تھیں' ایک لائن میں کھڑا کر کے سب کو بے نقط سناتی تھیں چاہے وہ دادی جان ہوں' بڑی امی ہوں یا چھوٹی تائی ہوں' ان کی نظر میں کوئی بڑا چھوٹا نہ تھا۔

"تمہارے منہ میں زبان نہیں تھی کہ انکار کر سکو"۔ انھوں نے وشہ کو گھورا۔

"امی! ہر بات کی حد ہوتی ہے' ابھی آپ آپی کو سنا رہی تھیں اب آپ وشہ کے پیچھے پڑ رہی ہیں"۔ معارج سے برداشت نہ ہوا تو وہ گویا ہوا۔

"تم چپ کرو' سارے ہی اپنے باپ کے اور ددھیال والوں کے چمچے ہیں"۔

"میں جو بھی کہہ رہا ہوں ٹھیک کہہ رہا ہوں' آپ کچھ تو خیال کریں"۔

"میں خیال کروں' کبھی جواد احمد نے میرا خیال کیا ہے؟" ان کی آنکھیں غصے سے باہر ہی نکل گئیں۔

"معارج! تم چپ کرو"۔ عنایہ نے اسے سرزنش کی۔

"میں اگر گھر میں چھوٹا ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سب مجھے ڈانٹتے رہیں' کبھی چھوٹوں کی بھی پلیز امی سنا کریں"۔ وہ روہانسا ہو گیا۔

"آج ماں کے منہ پر چڑھ رہے ہو تم سب' کوئی نہیں ہے میرا' میں ماں ہوں تم لوگوں کی مگر تمہارے باپ نے میری عزت دو کوڑی کی کر دی ہے"۔ وہ سر پکڑ کے بیٹھ گئیں۔

"امی! ایسا تو نہ بولیں' آپ ہمارے لئے بہت اہم ہیں' غلط نہ بولیں"۔ عنایہ ان کے قریب آ کے بیٹھ گئی۔

"ہٹ جاؤ میرے پاس سے' تم تینوں دفع ہو جاؤ"۔ وہ چیخنے ہی لگیں۔ عنایہ جز بز سی ہو گئی' وشہ اور معارج اندر چلے گئے جبکہ عنایہ وہیں بیٹھی رہی' وہ انہیں ایسی حالت میں تو نہیں چھوڑ سکتی تھی' اس کی قابل رحم ہستی ماں تھیں وہ انہیں ان کی غلط سوچوں سے نکالنا چاہتی تھی' بچپن سے انہیں ایسے ہی جلتے کڑھتے اور لڑتے جھگڑتے ہوئے دیکھتی آ رہی تھی۔

"میری بیٹی کی اتنی ہمت ہو گئی کہ وہ اپنی من مانی کر کے اپنے منگیتر کے ساتھ یوں آزادانہ گھومتی پھر رہی ہے' اسے ذرا احساس نہیں ہے ماں کا' جو لوگ مجھے شروع سے اچھے نہیں لگتے ہیں' کیوں ان سے رشتہ جوڑ رہی ہو' بولو اپنے باپ سے نہیں کرنی تمہیں وہاں شادی"۔

"شروع کر دی تم نے اپنی وہی بکواس"۔ جواد احمد نے ان کی بات سنی' وہ عشاء کی نماز پڑھ کے آئے تھے۔

"پلیز ابو! آپ کچھ نہیں بولیے گا"۔ عنایہ نے روہانسا ہو کر انہیں منع کیا۔

"میں کیوں نہ بولوں' یہ ہم سب کو ٹینشن دیتی رہے اور میں کچھ نہ بولوں"۔

"تم نے مجھے ساری زندگی ستایا ہے جواد احمد! کبھی میرا خیال نہیں کیا ہے' میرے بچے تک مجھ سے چھین لیے ہیں"۔ وہ تیز لہجے میں پھنکاری تھیں۔

"یہ تمہاری سوچ ہے کہ بچے چھین لیے ہیں' بچے آج بھی تمہارے ہیں' ارے تم تو اپنے بچوں پر فخر کرو کہ اتنے اچھے ہیں کہ وہ تمہارا اتنا خیال کرتے ہیں"۔

"یہ خیال کرتے ہیں' اس بیٹی کو دیکھو جاتی ہے دادی کے پاس اور گھومتی پھرتی ہے تمہارے بھتیجے کے ساتھ"۔ انداز اتنا فہمائشی اور طنزیہ تھا کہ عنایہ شرمندگی سے نگاہ تک نہ اٹھا پائی۔

"کوئی ایسی معیوب بات نہیں ہے' اس کا منگیتر ہے اگر کہیں اس کے ساتھ چلی گئی تو کیا ہوا؟" انہیں عنایہ کی حالت پر رحم آیا' وہ اٹھ کے اندر چلی گئی۔

"تمہاری نظر میں تو کچھ بھی معیوب نہیں' بس میرا پارلر' میک اپ' بننا سنورنا معیوب ہے"۔ وہ بولی تھیں۔

"یمیرا! بس کرو تم یہ طعنے دینا"۔

"کیوں بس کروں' تم نے بھی کیا ہے؟" وہ بولیں۔

"جو بھی تمہیں غصہ ہے ختم کرو اور وشہ کی شادی کی تیاریاں کرو"۔

"سن لو تم' میں کسی بھی تیاری میں نہ تو حصہ لوں گی اور نہ اس شادی میں بیٹھوں گی"۔ وہ بھی ایک ضدی تھیں۔

"تم مجھ سے ضد کر رہی ہو؟" وہ بھی بھنا گئے۔

"مجھے مائز بالکل پسند نہیں ہے"۔

"تمہیں تو محریب بھی پسند نہیں ہے' کیا بیٹیوں کو ایسے ہی بٹھا کر رکھنا ہے"۔ ان کے تو آگ ہی لگ گئی۔

"کچھ بھی ہو مائز تو قطعی نہیں' بہت بدتمیز لڑکا ہے"۔

"میرے سارے بھتیجے تمیز والے ہیں' سب میری بہت عزت کرتے ہیں' تمہیں تو عادت ہے سب میں کیڑے نکالنے کی"۔ وہ بے زار سے ہو گئے۔

"اور ہاں' اب میں تم سے کچھ کہوں گا بھی نہیں' شرکت نہیں کرتی ہو شادی میں تو نہ کرو"۔

"ہاں تمہیں کیا فرق پڑے گا' کیونکہ تمہارا سارا گھرانہ تو موجود ہو گا نا"۔ یمیرا تو جلبلا ہی گئیں۔

"خبردار! اگر تم نے میرے کسی بھی گھر کے فرد کو کچھ کہا تو' ارے وہ تو تمہیں کچھ نہیں کہتے پھر کیوں اتنا جلتی ہو؟" وہ جھٹکے سے مڑے۔

"تم ا کہنا انھوں نے شروع کیا تھا"۔

"سوچو کیوں کہنا شروع کیا تھا؟" وہ طنزیہ کٹیلی نگاہ ان کے حلیے پر ڈال کر رہ گئے جو اتنی ٹائٹ کے کپڑوں پر اپنے شولڈر کٹ بالوں کے ساتھ ان کے سامنے ہی تھیں۔ یمیرا کو سمجھانا تو دیوار سے سر پھوڑنے کے مترادف تھا' وہ مرے مرے سے قدموں کے ساتھ ٹیرس پر چلے گئے تھے' اتنے دل گرفتہ ہو گئے تھے' کیسی ماں تھی وہ کہ اپنے بچوں تک کا نہیں سوچتی تھی' بس جلن اور حسد نے انہیں اتنا تباہ و برباد کیا ہوا تھا اور بچے اپنی ماں کے لئے اتنا مرتے تھے۔

☆☆☆

اسے چاچو نے بلایا تھا اور جانا بھی ضروری تھا مگر جانا چاہ نہیں رہا تھا کیونکہ عنایہ کا سامنا کرنا نہیں چاہ رہا تھا'

کیونکہ اسے دیکھ کر غصہ ہی آنے لگتا تھا' مائز کی شادی کے جتنے دن قریب آ رہے تھے اس پر چڑچڑاہٹ سوار ہو گئی تھی' اگر سمجھتا تھا تو اسے احد ہی یا پھر ایک حمود تھا مگر پانچ چھ سال کے عرصے میں اس سے بھی اس کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی مگر اب اتنے عرصے بعد وہ ملا تھا تو اس سے اس کی بات چیت رہتی تھی' موبائل پر مستقل رابطہ تھا کیونکہ منتہیٰ کی وجہ سے بھی وہ اس سے اپنی ہر بات شیئر کرنے لگا تھا' اس نے سوچا تھا کہ واپسی پر وہ حمود کی طرف بھی چکر لگا لے گا' کب سے وہ بیٹھا تھا چائے وغیرہ بھی آ چکی تھی' سمیرا ابھی تک اپنے پارلر میں ہی تھیں' جبکہ جواد احمد نے اسے کسی مسئلے پر ڈسکس کے لئے ہی بلایا تھا' وہ ابھی تک نہیں آئے تھے آفس سے آ کر وہ کہیں کام سے چلے گئے تھے' معارج دوست کی طرف نکلا ہوا تھا کیونکہ اس کے انجینئرنگ کے سمسٹر ہونے والے تھے' کمبائن اسٹڈی اکثر وہ کرتا تھا' وشہ شرم کی وجہ سے صرف سلام کر کے چائے وغیرہ دے کے چلی گئی تھی' ڈرائنگ روم میں وہ اکیلا بیٹھا تھا' دس بجنے والے تھے بار بار اپنی ریسٹ واچ پر نگاہ ڈالے جا رہا تھا' عنایہ کی اس نے ابھی تک جھلک نہیں دیکھی تھی۔

جب وہ سامنے ہوتی تھی تو اندر کی محرومیاں اور غصہ اُبھرنے لگتا تھا اور جبکہ وہ سامنے نہیں تھی تو عجیب بے چینی اور بے قراری ہو رہی تھی' اس سے مزید انتظار نہیں ہوا تو وہ کھڑا ہو گیا' اسی وقت وہ رسٹ کلر کے کھدر کے سوٹ میں قرینے سے دوپٹہ شانوں پر پھیلائے جھجکتی ہوئی اندر آ گئی' محریب رُک گیا ایک طنزیہ فہمائشی نگاہ اس پر ڈالی اور خفگی زدہ انداز دکھایا۔

"ابو آنے ہی والے ہیں' آپ لاؤنج میں آ جائیں ٹی وی لگا لیں"۔ اس سے بات کرتے ہوئے ڈر بھی لگنے لگا تھا۔

"کتنی دیر لگے گی' میں تو چاچو کے موبائل پر کال کر رہا ہوں لیکن وہ ریسیو نہیں کر رہے ہیں"۔

"وہ موبائل گھر میں ہی بھول گئے ہیں' ابھی فون آیا ہے"۔ وہ بولی۔

"اوہ تو......" محریب نے سر ہی پکڑ لیا۔

"تم مجھے پہلے سے آ کے نہیں بتا سکتی تھیں' کب سے یہاں اکیلا بیٹھا ہوں' کچھ فکر ہے تمہیں"۔ وہ اس پر چڑھ دوڑا۔

"جی...... وہ میں کچن میں تھی"۔ وہ کپکپاتی آواز میں بولی۔

"پلیز عنایہ! کب تک تم یہ ڈرامے کرتی رہو گی؟"

"جی"۔ وہ کچھ بھی نہیں۔

"میں ابھی تو جا رہا ہوں' ایک گھنٹے میں واپس آتا ہوں"۔ وہ جانے لگا۔

"آپ مجھے پہلے یہ واضح کر دیں کہ میں کون سے ڈرامے کرتی ہوں؟" عنایہ کو سن کے غصہ آ گیا۔

"ابھی تو میرے حوالے نہیں کی گئی ہو' جس دن بھی میرے حوالے کر دی جاؤ گی ناں' بتاؤں گا میں تمہیں تمہارے ڈرامے' پھر دیکھتا ہوں کیسے بچتی ہو مجھ سے"۔ وہ غصے میں اتنی گہری اور ذو معنی بات کہہ گیا کہ عنایہ کے تو عارضوں پر سرخی چھلک پڑی۔

"کیا مطلب ہے؟" گھنیری پلکیں لرزی تھیں۔

"مطلب واضح کرنے لگا ناں تو تم یہیں میرے قدموں میں بے ہوش ہو جاؤ گی اور میں نہیں چاہتا کہ میں تمہاری بے بسی سے فائدہ اٹھا کے تمہیں پھر مجبور کر دوں اپنے پاس آنے کے لئے"۔ وہ کہہ کر رُکا نہیں تیزی سے نکل گیا' کیونکہ دل اتنا بے قابو ہو رہا تھا کہ وہ جانے کیا اُلٹا سیدھا اسے بول چکا تھا' حالانکہ اتنی کھلی گفتگو کبھی بے باکی سے

کی ہی نہیں تھی' کچھ تھا بھی شرمیلا مگر آج تو انداز ہی جدا تھا' وہ اپنے منتشر ہوتے ذہن کے ساتھ حمود کے خوبصورت سے جدید طرز پر بنے بنگلے میں پہنچ چکا تھا' موڈ ویسے ہی اپ سیٹ تھا' وہ اس کے سامنے بھی خاموش ہی بیٹھا تھا۔

"یہ تمہارا منہ کیوں اتنا لٹکا ہوا ہے؟" حمود نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں یار!" اس نے گویا ٹالا ہی۔

"کچھ تو ہے بات جو تم اتنے خاموش بھی ہو"۔

"میری بات کو چھوڑو' مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں نکاح کئے ہوئے پورے آج پندرہ دن ہو چکے ہیں' کچھ خبر تک نہیں لی تم نے بھابی کی"۔

"یار! آہستہ بولو' یہاں بابا کے ملازم بھی موجود ہیں' فوراً مخبری نہ کر دیں"۔ اس نے ڈرائنگ روم کا دروازہ بند کیا۔

"یار! تو کیا تم نے ابھی تک کسی کو نہیں بتایا؟" محریب کو حیرانگی ہوئی۔

"آہستہ آہستہ ہی بتاؤں گا ناں' یہاں میرے باپ کو میری منگنی کی پڑی ہوئی ہے وہ معاملہ تو دبے پھر ہی کچھ کروں گا"۔ آہستگی سے بولا۔

"یار حمود! جلدی کرو' کیونکہ تم میری امی کو نہیں جانتے ہو' اگر وہ منتہیٰ بھابی کا ہاتھ پکڑ کے لے آئیں ناں میں کچھ نہیں کر سکوں گا"۔ اس نے آگہی دی۔

"میں آ کر آنٹی کو سنبھال لوں گا' بس یار تو کچھ دن اور صبر کر لے میں کرتا ہوں کچھ نہ کچھ"۔ حمود خاصا پریشان اور فکر زدہ لگ رہا تھا' جس دن سے نکاح کیا تھا اس کی بھی تو دنیا پلٹ گئی تھی۔

"کرتا ہوں کچھ نہ کچھ' کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"یہ تو طے ہے کہ حمود سالار جس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے وہاں صرف ایک شادی کی جاتی ہے اور جس سے کی جاتی ہے وہ اس کی عزت ہوتی ہے' وہ لڑکی میری منکوحہ ہے اور میری عزت ہے' چاہے زبردستی کی شادی ہوئی ہے لیکن ہوئی تو ہے ناں"۔ وہ بولا۔

"تمہارے قبیلے میں دو شادیاں بھی ہو جاتی ہیں' سوچ لو"۔ محریب نے پھر کہا۔

"لیکن یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے' میرے والد صاحب نے نہ خود کی ہیں دو شادیاں اور نہ وہ بیٹوں کو ایسا کرنے دیں گے"۔ وہ بتانے لگا۔

"کچھ بھی ہو جلدی کرو تم' بے چاری وہ کب تک ایسے رہے گی"۔ محریب کو منتہیٰ کی بھی فکر تھی۔

"یہ حمنی کا معاملہ تو ختم ہو پھر میں منتہیٰ کے گاؤں جا کر بھی تو پتہ کروں کہ آخر ہے کون شخص جو اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور اس کی ماں بھی تو ہے' اسے بھی دیکھنا ہو گا جا کر"۔ حمود کو سب طرف کی ہی فکر تھی' جب اس لڑکی سے رشتہ جوڑ لیا تو پھر اس سے جڑے تمام رشتوں سے بھی رشتہ جڑا تھا' کاغذی رشتہ باندھا تھا مگر اسے اس رشتے کی پاسداری رکھنی تھی۔

"حمود! ایک بات پوچھوں؟" محریب نے پُرسوچ انداز میں اس پر نگاہ ڈالی جو صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔

"ہوں پوچھو"۔

"جن حالات میں تم نے نکاح کیا' تم اس لڑکی کے ساتھ خوش رہ لو گے اور اسے بھی رکھ لو گے؟"

"محریب! اول تو میں نے ایسا کچھ سوچا نہیں تھا کہ میرے ساتھ ایسا ہو گا اور جبکہ یہ سب ہو ہی گیا ہے تو

کوشش کروں گا"۔

"بغیر محبت کے تم رہ لو گے؟" محریب کو حیرت ہوئی۔

"محبت......" حمود نے زیر لب کہا۔

"کبھی محبت کے بارے میں سوچا ہی نہیں ہے"۔

"میں تو کہتا ہوں کہ اگر جیون ساتھی اپنا پسندیدہ ہو تو زندگی اچھی گزرتی ہے"۔

"پتہ ہے محریب! ضروری نہیں کہ محبت پہلے کرو پھر شادی کرو' ہو سکتا ہے مجھے اس سے ہو ہی جائے بعد میں"۔ وہ مسکرایا۔

"ہوں...... یہ بھی ٹھیک کہا تم نے"۔ محریب نے تائید کی۔

"میں نے تو ایسے بھی لوگ دیکھے ہیں جو ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں پسند کرتے ہیں مگر شادی نہیں ہو پاتی ہے"۔ حمود نے آہستہ لہجے میں کہا۔

"خدا نہ کرے کہ میرے ساتھ ایسا کچھ ہو"۔ محریب جھٹ بولا۔

"یار! میں عام سی بات کہہ رہا ہوں"۔ وہ ہنسا۔

"اچھا سنو! ایک بار اپنی بیوی سے ملنے تو چلے جاؤ"۔

"کیوں نہیں ضرور جاؤں گا"۔ حمود نے کہا۔

"ایک بات کہوں حمود! تمہاری قسمت اچھی ہے' بیوی اچھی ملی ہے"۔ محریب نے چھیڑا۔

"اچھا میں نے غور نہیں کیا"۔ وہ جھینپ گیا۔

"غور کرنے کے لئے کہو تو انتظام کر دوں کہیں"۔

"خاصے خبیث آدمی ہو' مجھے اگر غور کرنا ہوا تو تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے' تم اپنی بتاؤ"۔ حمود نے اب اسے لپیٹ میں لیا۔

"اپنی کیا سناؤں' ہر وقت آنکھوں میں رہتی ہے دل میں رہتی ہے"۔

"پھر گھر میں کب لا رہے ہو؟" وہ معنی خیزی سے گویا ہوا۔

"جس دن بھی مجھ پر بھوت سوار ہوا اسی دن گھر میں بھی لے آؤں گا"۔

"پھر تو عنایہ بھابی کی خیر نہیں"۔

"بکومت فضول میں"۔ محریب نے کشن اس پر اچھالا۔ خاصی دیر تک دونوں باتیں کرتے رہے تھے پھر جواد احمد کی کال آئی تو اسے اجازت لے کر جانا پڑا کیونکہ ان کے پاس بھی اسے کافی ٹائم لگتا تھا' اسے تشویش بھی تھی کہ انہوں نے کیوں بلایا ہے؟ اگر عنایہ کے سلسلے میں بات کرنے کے لئے بلایا ہے تو وہ اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

............☆☆☆............

نزہت نے ندرت کو بلا لیا تھا تا کہ وہ کچھ شاپنگ کروا دے' سلائی کے سارے کپڑے مینہ کو دے دیئے تھے کیونکہ وہ بہت اچھے کپڑے سیتی تھیں پھر اس طرح ان کی مدد بھی ہو جاتی۔

"محریب! اب بھی سوچ لو تم؟" امی نے اس سے پوچھا۔

"نہیں امی! ایسے تو بالکل نہیں اور پلیز بار بار یہ موضوع نہیں چھیڑا کریں' میں چاچو سے کہہ کر آ گیا ہوں' میری اور عنایہ کی کوئی بھی بات نہیں ہو گی اب"۔ وہ خاصا بے زار اور اکتایا ہوا تھا۔

"جواد نے فیصلہ تم پر چھوڑا ہے' تم جو کہو گے اب وہی ہو گا' وہ عنایہ کی بھی نہیں سنے گا"۔ امی کی تو پوری کوشش تھی کہ اس کی شادی بھی ہو جائے تو زیادہ اچھا تھا ورنہ پھر بعد میں کوئی اور مسئلہ نہ کھڑا کر دے سمیرا کیونکہ سمیرا کے مزاج سے سب ہی واقف تھے۔

"اب فیصلہ مجھ پر چھوڑا جا رہا ہے' پہلے تو وہ سب اس کی سن رہے تھے مان رہے تھے اور بیچ میں یہ مائرہ کی شادی کہاں سے آ گئی پھر؟" وہ تیز لہجے میں بولا حالانکہ وہ کبھی بھی تیز آواز میں کسی سے بات نہیں کرتا تھا۔

"مائرہ کی اور دشہ کی بات تو ہم نے پھر بھی طے کرنی ہی تھی"۔

"مگر امی! اب میں کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا اور نہ اب میری شادی ہو گی"۔ اُسے بھی جیسے ضد آ گئی کیونکہ جواد احمد نے بلایا ہی اسے یہی بات کرنے کے لئے تھا کہ وہ عنایہ کے فرض سے بھی سبکدوش ہونا چاہتے تھے اس لئے کہ سمیرا نے اس دن دونوں کو ایک ساتھ گاڑی میں دیکھ کر جو فساد اٹھایا تھا وہ مزید اور کوئی تماشہ نہیں چاہتے تھے کہ سمیرا' عنایہ کو مجبور کر دے اور وہ یہ رشتہ توڑنے پر آمادہ ہو جائے۔

"وہ عنایہ کی وجہ سے ہی تو کہہ رہا ہے کہ محریب کے ہاتھ میں اگر عنایہ کا ہاتھ آ جائے گا تو پھر عنایہ کوئی الٹا قدم اٹھانے کے بارے میں نہیں سوچے گی"۔

"سوری امی! مجھے اس سر پھری لڑکی کا ہاتھ نہیں چاہئے' میں سچ کہہ رہا ہوں میں ہمیشہ کے لئے واپس امریکہ چلا جاؤں گا' اگر آپ نے یا کسی نے بھی مجھے مجبور کیا تو"۔ محریب کو تو اس بار زبردست غصہ آیا تھا کیونکہ ایک تو وہ غصہ کرتا نہیں تھا مگر اس بار تو وہ کچھ سننا ہی نہیں چاہ رہا تھا۔

"اپنی دادی جان کا بھی حکم نہیں مانے گا؟"

"پلیز امی! دادی جان کا نام لے کر مجھے بلیک میل نہیں کریں' آپ کو پتہ ہے نا ان کے لئے تو میں جان بھی دے سکتا ہوں"۔ وہ اگر مجبور ہوتا تھا تو صرف اپنی دادی کے لئے۔

"اگر وہ کہیں گی تو جب تو مانے گا نا"۔ وہ حسرت بھرے لہجے میں بولیں۔

"تو نے آج تک مجھے وہ اہمیت نہیں دی ہے جو تم نے اپنی دادی کو دی ہے اور مجھے شکایت بھی نہیں ہے"۔ آنکھوں میں نمی سی آ گئی۔

"امی! امی آپ اب یہ نئی بات نکال رہی ہیں"۔

"کیسے نہ نکالوں' ماں ہوں تیری"۔ وہ رونے لگیں۔ محریب سر پکڑ کے ہی بیٹھ گیا' وہ آفس سے ابھی آیا تھا تھا کر بیٹھا ہی تھا کہ امی چلی آئی تھیں۔

"میں آپ کو تو کبھی بھی اپنے دل سے الگ نہیں پاتا ہوں"۔ اس نے انہیں اپنے ساتھ لگا لیا۔

"میری جیسی ماں تو کسی کی بھی اس دنیا میں نہ ہو گی جو سب کا درد اپنے دل میں لے کر گھومتی ہے"۔ وہ ان کے ہاتھ اپنے چہرے سے لگانے لگا۔

"زیادہ باتیں نہ بنا"۔

"آپ کا اتنا سا دل ہے' پتہ ہے آپ سے میں ہر بات کر سکتا ہوں' عنایہ کی اپنی سارے جہان کی' دادی جان سے کب کرتا ہوں' ایک انہیں خوش ہی تو کرنے کے لئے ان کی بات مانتا ہوں کیونکہ انہوں نے ہم سب بہن بھائی کو بہت پیار دیا ہے' کوئی بھی کزن نہیں بہن بھائی ہیں یہ سب' کس کی وجہ سے صرف دادی جان کی وجہ سے' آپ ہیں' چچی جان ہیں اور رہے چاچو' سمیرا چچی ان سے ہمیں ملنے ہی نہیں دیتی ہیں' بتایئے

کتنے فاصلے آ گئے ہیں دوریاں آ گئی ہیں"۔

"یہی دوریاں تو سمیٹنا چاہتے ہیں ہم' تاکہ تم دونوں بھائیوں کی جواد کی بیٹیوں سے شادی ہو جائے گی تو پھر میرا شاید اپنے رویے میں تبدیلی لائے"۔ وہ اپنے آنسو پونچھنے لگیں۔

"آپ ابھی مائرہ کی شادی ہونے دیں' خوشی خوشی خوامخواہ فضول کی ٹینشن بڑھے گی اور رہی عنائیہ' بہت عقلمند خود کو سمجھتی ہے نا' ارے وہاں رہ کر اپنی ماں کو ٹھیک نہیں کر پا رہی ہے' اگر یہاں آ جائے گی تو میں سچ کہہ رہا ہوں امی' وہ انہیں ہی سوچتی رہے گی"۔

"پھر جواد سے کیا کہوں میں؟" وہ پوچھنے لگیں۔

"چاچو سے یہ بولیے کہ اتنی جلدی کوئی کام نہ کریں' پہلے وشہ کی ہونے دیں' اس کے بعد شاید کوئی مسئلے کا حل نکل آئے"۔

"محریب! مجھے یہ بتا تو عنائیہ کو تو کوئی سزا نہیں دینا چاہتا' ارے وہ بچی بہت معصوم ہے"۔

"بس رہنے دیں مجھے پتہ ہے کتنی معصوم ہے لیکن یہ صرف میں آپ کو بتا رہا ہوں' عنائیہ نے بہت ہرٹ کیا ہے اس لئے میں بھی اسے کچھ تو سبق دوں"۔

"خبردار محریب! کچھ اُلٹا سیدھا تم نے سوچا بھی"۔ انہوں نے سرزنش کی۔

"اپنی اس معصوم بچی سے کہیے اپنی ا[illegible]ن پچھر کر پھرتی رہے' خاک۔ ۔ ۔ وہ میاں کی ذمہ داری نبھائے گی"۔ جلا بھنا تو وہ پہلے ہی تھا۔

"فضول کی بک بک نہیں کرو"۔ وہ کھڑی ہوئیں۔

"کچھ بھی ہے' آپ نے ہی کوئی بات بنائی ہے' مجھ پر نہیں ڈالیے گا اور ہاں ابو کو بھی آپ ہی ہینڈل کیجیے گا اور پلیز دادی جان تک یہ بات نہیں پہنچنے دیجیے گا کیونکہ چاچو نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہارے فیصلے کے بعد انہیں بتائیں گے کچھ بھی"۔

"دیکھو تو اس لڑکے کو' کیسے اپنی ماں کو ہدایتیں دے رہا ہے"۔ انہوں نے محریب کو گھورا۔

وہ سونے کے لئے لیٹ چکا تھا آفس سے آیا بھی دیر سے تھا' ڈنر باہر ہی کر لیا تھا۔

"میں آپ کو صرف بتا رہا ہوں' ہدایت نہیں دے رہا"۔ وہ جھنجل سا ہوا۔

"یاد آیا محریب! وہ حمود نے ابھی تک بھی ایک چکر نہیں لگایا اپنی بیوی کے پاس' اس کے خرچے پانی کی بھی اسے کچھ پرواہ ہے یا نہیں"۔ انہیں یاد آ گیا تو وہ رُک گئیں۔

"کیا تھا اس کے پاس بھی آئے گا کسی دن"۔ تکیہ سیدھا کیا اور لیٹ گیا۔

"اس سے کہنا اگر کچھ بھی اُلٹا سیدھا کیا ناں میں اس کے گھر پہنچ جاؤں گی"۔ وہ تو اس دن سے منتہیٰ کے لئے کافی فکرمند تھیں جو اتنی سادہ سی اور معصوم لگی تھی۔

"کچھ گھر کی پرابلم ہے کہہ رہا تھا آج کل میں چکر لگائے گا"۔

"یاد سے اسے کہہ دینا بیٹا! مجھے اس لڑکی کی بہت فکر ہے' میری بیٹی کی طرح ہے"۔ وہ بولیں۔

محریب کو اپنی ماں کی یہی عادت تو اچھی لگتی تھی' وہ سب کے لئے ہی دردمند تھیں اور فکرمند بھی رہتی تھیں۔

(جاری ہے)

☆☆☆

کیا آپ کو معلوم ہے..................؟

دنیا کے پچاس سے زیادہ ممالک میں کراچی میں ہونے والا تفسیر قرآن کا پروگرام انٹرنیٹ پر سنا جاتا ہے۔

الحمدللہ گذشتہ دو سالوں میں 12 لاکھ افراد نے تفسیر قرآن کی ویب سائٹ

www.darsequran.com کا وزٹ کیا۔

پوری دنیا میں پھیلنے والے قرآن کے نور سے کیا آپ اور آپ کے گھر والے بھی مستفید ہوئے......؟

کیا آپ اور آپ کے بچوں کو اس پرفتن دور میں آسان زبان میں قرآن سمجھنے کی ضرورت ہے......؟

ہفتہ وار

درس قرآن و حدیث

مفسر قرآن

مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب

ہر اتوار بعد نماز مغرب

مدنی جامع مسجد، نزد ڈی سی آفس (سینٹرل) بلاک N، نارتھ ناظم آباد، کراچی، پاکستان۔

خود شرکت کیجئے اور اپنے گھر والوں اور دوستوں کو بھی دعوت دیجئے۔

خواتین کے لئے باپردہ انتظام

چوبیس گھنٹے باآسانی انٹرنیٹ پر قرآن کی تفسیر کے علاوہ

مولانا طارق جمیل صاحب کے بیانات اور بچوں کی اصلاحی کہانیاں بھی سنئے

www.darsequran.com

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 9 -

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

ابھی اس نے گھر میں قدم رکھا بھی نہ تھا کہ وہ راہ میں حائل ہو گیا' تہذیب دہشت زدہ سی حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی' سرمئی قمیص شلوار میں ملبوس اپنی ڈیسنٹ اور سوبر شخصیت کے ساتھ اس کے مقابل تھا۔

"ہٹیے راستے سے"۔ اس نے فائق پر خفیلی سی نگاہ ڈالی تھی۔

"ابھی گیٹ پر وہی آدمی تھا نا جو اس دن ملا تھا؟"

"کون سے گیٹ پر؟" وہ انجان بن کے نگاہ چرانے لگی۔

"دیکھو! تم بے وقوف کسی اور کو بنانا' مجھے یہ بتاؤ ابھی وہ آدمی تھا کون؟"

"آپ آخر میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں' میں آپ کو نہیں بتا سکتی"۔

"کیسے نہیں بتا سکتی؟" فائق نے بلا جھجک اس کا بایاں بازو اپنے مضبوط ہاتھ میں دبایا اور پیچھے کی طرف لے گیا جہاں اس وقت چوکیدار بھی نہیں تھا' تہذیب کا تو سانس ہی رک گیا۔

"کیا حرکت ہے چھوڑیے مجھے"۔

"ابھی ایسے ہی پکڑا تھا نا اس آدمی نے تمہارا بازو؟ جھوٹ نہیں بولنا مجھ سے"۔ اس کی سرخ سرخ غصہ میں بھری آنکھیں تہذیب پر تھیں۔ تہذیب نے متوحش زدہ ہو کر اسے دیکھا جو جانے کب سے اسے دیکھ رہا تھا' حالانکہ وہ تو بچتی بچاتی آئی تھی اس آدمی نے یہاں کا راستہ بھی دیکھ لیا تھا' یہی اسے ڈر بھی تھا کہ وہ نہ دیکھ لے۔

"وہ فاطمہ کا اسپوز تھا"۔ ناچاہتے ہوئے بھی اسے بتانا پڑا۔

"کیا دھمکی دے رہا تھا؟" فائق نے اپنی نگاہ اس پر جما دی جو کاسنی لان کے کپڑوں میں ملبوس بڑی سی چادر میں خود کو سمیٹے ہوئے تھی۔

"کہہ رہا تھا کہ اگر فاطمہ کو واپس نہیں بھیجا تو میں......" آگے بولتے ہوئے زبان نے اس کا ساتھ نہ دیا۔

"آگے بولو"۔ اتنے جارحانہ انداز میں وہ پوچھ رہا تھا۔ تہذیب کو اس کا اکھڑا انداز غصہ دلانے لگا جو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیوں اتنی اس میں دلچسپی لے رہا ہے جبکہ وہ تو اسے دیکھتی بھی چوری چھپے تھی' فائق جانے کب اس کے دل میں گھر کر چکا تھا' وہ خود حیران تھی مگر وہ اسے دیکھ کر انگارے چبانے لگتا تھا۔

"آگے یہ کہ اگر فاطمہ واپس نہیں گئی تو مجھے غائب کروا دے گا"۔

"اونہہ......" فائق نے لمبی سانس بھری۔

"پلیز! آپ محریب بھائی کو نہیں بتائیے گا"۔ اسے محریب کی فکر رہتی تھی کہ اگر یہ جاب بھی گئی تو اور مشکل ہو جائے گی' پہلے ہی وہ محریب کے احسانوں تلے دبی ہوئی تھی۔

"اب تم جاؤ' مجھے جو کرنا ہے وہ تو کروں گا میں"۔ وہ پرسوچ لہجے میں بولا' تہذیب جانے لگی۔

"فائق' فائق"۔ اسی وقت مائز کی آواز آئی تو دونوں ہی چونک گئے' کیونکہ دونوں پچھلی طرف تھے اور دونوں میں سے کسی کو بھی نکلتے اس نے دیکھ لیا ساتھ تو فضول میں ان کا ریکارڈ لگتا۔

"رکو تم"۔ اس نے تہذیب کی کلائی پکڑ لی' وہ گرتے گرتے بچی۔

"یار! کدھر گئے؟" وہ پورے لان میں آوازیں دے رہا تھا۔

"اب کیا کروں؟" وہ پریشان تھا۔

"تم ادھر رکو میں پہلے جاتا ہوں"۔ اسی وقت گیٹ پر کوئی دھڑ دھڑ کرنے لگا' فائق چونک گیا۔

"یار کون ہے' دروازہ توڑتا ہے؟" مائز چیخا تھا۔ دروازہ کھلا اور دیکھا تو کوئی تھا۔

"یہ...... یہ...... فاطمہ کا اسپوز ہے"۔ تہذیب نے بھی دیکھ لیا کیونکہ گیٹ سامنے ہی تھا' دونوں سائیڈ سے ہو کر دیکھ رہے تھے۔ فائق تیزی سے نکلا اور گیٹ تک پہنچ گیا' تہذیب کا تو سانس رک رہا تھا' چہرہ بھی حواس باختہ سا تھا۔

"ادھر تہذیب صاحبہ رہتی ہیں کیا؟" جو بھی تھا تمیز کا مظاہرہ کرنے لگا۔ فائق' فاطمہ کے شوہر کو تو جانتا ہی تھا مگر یہ وہ تو نہ تھا کوئی اور ہی تھا' شاید اس کا پالتو نوکر تھا۔

"یہاں کوئی تہذیب نہیں رہتی ہے"۔ فائق نے جواب دیا' جبکہ مائز نے استعجابیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"ہمیں تو یہی ایڈریس دیا تھا"۔ وہ بولا۔

"غلط دیا ہے' جس نے بھی دیا ہے"۔ یہ کہہ کر فائق نے گیٹ بند کر لیا۔

"علیم بابا' علیم بابا"۔ اس نے چوکیدار کو آواز دی۔ وہ دوڑا دوڑا آیا' عصر کی نماز پڑھ کے وہ اپنے کمرے میں چلا گیا تھا اسی لیے گیٹ بھی مائز کو کھولنا پڑا تھا۔

"یہاں کوئی بھی فضول آدمی نظر آئے تو تم نے گیٹ نہیں کھولنا ہے بلکہ اسکرین پر دیکھنا ہے"۔ اس نے کیمرے کی جانب نگاہ مبذول کروائی۔

"اور ہاں' اگر کوئی تہذیب کو پوچھنے آئے تو تم نے کہنا ہے کہ یہاں نہیں ہوتی اس نام کی جا چکی ہیں وہ"۔ وہ ساری تفصیل اسے سمجھا رہا تھا' وہ سر ہلائے جا رہا تھا۔ پھر فائق اندر چلا گیا' مائز کو نئی سوچوں کا سرا پکڑا گیا تھا' وہ اس کے ساتھ شاپنگ کرنے جا رہا تھا مگر فائق اور تہذیب کے معاملے میں اتنا سنجیدہ' اسے کچھ شک بھی ہوا۔

تہذیب جلدی سے انیکسی کی جانب بڑھ گئی تھی اور گھستے ہی چادر اتار کر پھینکی' منتہیٰ عصر کی نماز پڑھ کر چائے بنانے کچن میں جا رہی تھی اسے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"خیریت تو ہے لڑکی اتنے پسینے پسینے کیوں ہو رہی ہو؟"

"وہ بس آج گرمی ہے نا"۔ جھٹ بات بنائی۔

"اب ایسی بھی نہیں ہے"۔ اسے تہذیب کی جیسے دماغی حالت پر شبہ ہو رہا تھا۔

"آپ کو نہیں پتہ بہت گرمی ہے' آج وین نے بھی مین روڈ پر اتار دیا تھا' پیدل چلتی ہوئی آئی ہوں"۔ اس نے اپنے دونوں پاؤں صوفے پر اوپر کیے اور لمبے لمبے سانس لے کر خود کو نارمل کرنے لگی۔ حکمت فوراً پانی کا گلاس لے آئی تھی۔

"امی نظر نہیں آ رہی ہیں' کہاں ہیں؟" پانی پی کر گلاس حکمت کو تھمایا اور پوچھا۔

"امی' محریب بھائی کی طرف گئی ہیں' ان کی امی نے بلایا تھا کچھ کپڑے اور تھے سلائی کے لیے' کہنے لگیں کہ یہاں آ جاؤ تو سمجھا دوں گی"۔ منتہیٰ نے بتایا۔

"آپی! اتنا مزا آئے گا مائز بھائی کی شادی میں' آپ اور میں تو آگے آگے ہوں گے"۔ حکمت بہت خوش ہو رہی تھی۔

"کیوں ان کی دو بہنیں اور بھی تو ہیں' ندرت باجی اور یمنیٰ"۔ تہذیب بولی۔

"پھر بھی ہیں تو ہم ان کی ہی بہنیں نا' ہمارا بھی وہی حق بنتا ہے"۔

"تہذیب! چائے ابھی پیو گی یا نماز پڑھ کے؟" منتہیٰ نے کچن سے ہانک لگائی۔

"میں پہلے نماز پڑھوں گی"۔ فوراً کلاک پر نگاہ ڈال کر وہ کھڑی ہو گئی۔

"ارے ہاں منتہیٰ باجی! آج آپ گئی تھیں انٹرویو کے لیے؟"
"ہاں گئی تھی مگر امید نہیں ہے کہ جاب ملے"۔ وہ افسردگی سے بتانے لگی۔
"مطلب اللہ بہتری کرے گا آپ کی قسمت میں ہوگی تو ضرور ملے گی"۔ اس نے منتہیٰ کی ہمت بندھائی۔
"شکر ہے بال بال بچ گئی اگر مائز بھائی کی نگاہ پڑ جاتی تو کتنا بُرا لگتا وہ کیا سوچتے"۔ وہ نماز پڑھ کے کچھ دیر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئی تھی۔
"اور یہ فائق احمد کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے"۔ وہ اسے سوچنا نہیں چاہتی تھی مگر سوچ رہی تھی۔
"ہاتھ ہیں کہ فولاد کتنی زور سے بازو پکڑا تھا"۔ بازو پر یکدم درد سا محسوس ہوا اور اسے ایسا لگا کہ وہ ابھی بھی اس کے آس پاس ہی ہو۔
"ہینڈسم ہے اسمارٹ ہے مگر اتنا تیکھا کیوں ہے ہر وقت سپاٹ سا کیوں لگتا ہے؟ کاش فائق احمد......"
"ہشت...... یہ میں کیا سوچنے لگی ایسا بھی ہو سکتا ہے میں ایک معمولی سی غریب لڑکی اور وہ اتنا امیر و کبیر باپ کا بیٹا"۔
"نہیں تہذیب! تمہاری قسمت میں محلوں کے شہزادے نہیں ہو سکتے تم صرف اپنی حیثیت کے خواب دیکھو اپنے سے اونچے اپنی اوقات سے زیادہ کے خواب نہ دیکھو"۔ دل ایک دم ہی افسردہ اور بے چین سا ہو گیا وہ خود حیران تھی کہ وہ ایسا کیوں سوچنے لگی تھی جبکہ فائق جب سامنے ہوتا تھا تو اسے اس کی سردمہری اور بے نیازی پر اتنا غصہ آتا تھا وہ اس سے اتنے روکھے اور اکھڑ لہجے میں بات کرنے لگتی تھی جبکہ وہ خود اس کے گھر میں رہ رہی تھی اور اسی کو آنکھیں بھی دکھاتی تھی مگر یہ سب اسے فائق کی بے نیازی پر ہی ایسا کرنا پڑتا تھا جو اس کے پیچھے پڑ گیا تھا اس کی جاب چھڑوانے کے درپے تھا کیوں ایسا کر رہا تھا جب وہ اس کی کچھ لگتی نہیں تھی تو کیوں سایا بنا ہوا تھا اور اگر کسی کو گھر میں خبر ہو گئی تو بلاوجہ اس پر بن آئے گی۔
"فائق احمد! تم تو مرد ہو ماری تو میں جاؤں گی کیوں تم ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئے ہو ایک ٹھکانہ ملا ہے کیوں اسے بھی چھوڑنے کو مجبور کر رہے ہو"۔ وہ سوچے جا رہی تھی مگر اس نے ابھی تک منتہیٰ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کیا کچھ سہہ چکی ہے اور فائق سے اس کی کیا بحث چل رہی ہے۔
"زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کی انجانے میں چاہ کی ہے میں جانتی ہوں میری اوقات سے بڑھ کر ہے"۔ آنکھیں بند کر کے وہ جانے کن خلاؤں میں تھی بلکہ وہ شاید فائق کو خود کی سنگت میں دیکھ رہی تھی اس کا لمس ابھی تک اس کی موجودگی کا احساس دلا رہا تھا۔

...........☆☆☆...........

اس دن وہ شاہین کے ساتھ شاپنگ پر چلی گئی کیونکہ ساری تیاری اسے ہی کرنی تھی جبکہ میسرا تو اپنے اوپر غصے کا خول چڑھائے ہوئے تھیں وشہ کے بس کپڑوں وغیرہ کی ہی شاپنگ کرنی تھی جبکہ دیگر چیزوں کو ریحان احمد نے تو کب سے منع کر دیا تھا کہ وہ کچھ نہیں لیں گے مگر جواد احمد بیٹی کو ایسے خالی ہاتھ بھی جانے نہیں دے سکتے تھے عنایہ کی بھی کوشش تھی کہ وشہ کی شادی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی جائے۔
"آج تو لگتا ہے آپی! آپ پورا بازار خرید کے لے آئی ہیں"۔ اتنے ڈھیر سارے شاپرز کمرے میں پڑے دیکھے جن کی چیکنگ وشہ کر رہی تھی۔ ساری شاپنگ کا جو بھی سامان لے کر آتی تھی وہ اپنے کمرے میں رکھتی تھی کیونکہ وہ اس بات کا بھی خیال رکھتی تھی کہ میسرا کو غصہ نہ آئے۔

"آپی! آپ نے تو ساری شاپنگ ہی اچھی کی ہے سارے کپڑوں کے کلر بہت اچھے ہیں"۔ وشہ نے ستائشی آواز میں کہا۔
"اچھا اور جو کچھ تمہیں منگوانا ہو تو وہ بھی بتا دو کیونکہ شادی کے بعد کہیں تم پریشان ہوتی پھرو کیونکہ مائز کا اسٹڈی کا سلسلہ ہے اسے فرصت تو ہوگی نہیں"۔ عنایہ نے ساری چیزیں اٹھا کر صوفے پر رکھ دی تھیں۔
"ایسے تو نہیں چھوڑوں گی ساری اپنی ذمہ داری ان پر ڈالوں گی"۔
"بس وشہ! تم وہاں جا کر اس سے لڑائی و بحث میں مت پڑ جانا اچھا"۔ وہ اپنی بہن کو بھی جانتی تھی کیونکہ اس کی اس سے کبھی نہیں بنی تھی۔
"یہ میں ہوں وشہ جواد عنایہ جواد نہیں جو اپنے حق کے لیے آواز تک نہ اٹھائے"۔ اس نے طنز سے کہا۔
"زیادہ فضول گوئی نہ کرو"۔ عنایہ خفیف سی ہوئی۔
"آپی! آخر کب تک آپ اپنی خواہشات اور جذبات کا گلا گھونٹتی رہیں گی"۔ وشہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔
"یہ تم سے کس نے کہا کہ میں ایسا کچھ کرتی ہوں"۔
"کیوں مجھے کیا آپ کی آنکھوں میں حسرت نظر نہیں آتی؟ صرف آپ امی کی وجہ سے اپنا بچپن سے طے کیا ہوا رشتہ تک داؤ پر لگانے پر تلی ہوئی ہیں کچھ تو محریب بھائی کا بھی خیال کریں آخر کب تک انہیں اگنور کرتی رہیں گی"۔
"پلیز وشہ! تم اس ٹاپک کو بند نہیں کر سکتی ہو؟" وہ بے زاری سے گویا ہوئی۔ وہ اسے کیسے بتاتی کہ کتنے کڑے مراحل سے گزر رہی ہے اور کتنا مشکل ہوتا ہے اپنی خواہشات کو دبانا جبکہ اسے پتہ بھی تھا کہ ایسا کرنے سے وہ پیار کرنے والے محبت کرنے والوں کا دل توڑ رہی تھی اور محریب اسے بھی تو ناراض کیا ہوا تھا وہ تو اس کی محبت اس کی شرافت تھی جو ابھی تک رشتہ جوڑا ہوا تھا ورنہ وہ تو توڑ کے واپس جا سکتا تھا ہر لحہ اس نے محریب کے جذبات کو ٹھوکر لگائی تھی مگر وہ ہر بار پھر اپنا موڈ درست کر کے اس سے مخاطب ہو جاتا تھا۔
"آپی! آپ کتنی آنکھیں چرائیں مگر آپ کا چہرہ اور آنکھیں آپ کی ساری کہانی کہہ رہا ہے"۔ وشہ کو اپنی صابرہ بہن پر اتنا ترس آیا کہ اس نے گلے سے لگا لیا۔
"آپی! اتنا برداشت نہیں کریں اور نہ مضبوط بننے کی کوشش کریں کہ آپ کی شخصیت تک بکھر جائے"۔
"وشہ! میں ایسا صرف امی کو خوش کرنے کے لیے کر رہی ہوں کہ انہیں یہ نہ محسوس ہو کہ ان کا کوئی خیال نہیں کرتا ہے اور تم دیکھنا ایک دن امی خود مان جائیں گی اور میں ان کی دعاؤں کے سائے میں ہی رخصت ہوں گی"۔ عنایہ کو پورا یقین تھا۔
"اللہ کرے ایسا ہی ہو"۔ وشہ کی بھی آنکھوں میں آنسو آ گئے ایک تو رخصت ہونے کا غم اور اپنی امی کی سردمہری اور بے نیازی پر الگ ہر وقت رونا آتا رہتا تھا اس کا بھی تو دل تھا اس کی ماں بھی اور ماؤں کی طرح اپنی رخصت ہونے والی بیٹی کے نخرے اٹھائے اس کی ضرورت کا خیال رکھے۔
"ایک بات کہوں آپی؟" اس نے آنسو صاف کیے اور اپنی افسردہ اور مغموم سی بہن کے کول اور نرم ملائم سے ہاتھ تھامے۔
"ہوں...... کہو"۔
"امی تو ہمارے بارے میں کچھ سوچتی ہی نہیں ہیں"۔

تہذیب کو بھی یمنیٰ بلا کے لے آئی تھی' وہ سب الگ اپنی محفل جما کے بیٹھی تھیں' منتہیٰ آتے ہوئے جھجک بھی رہی تھی مگر
نزہت نے ڈانٹا تو وہ ان کی محبت پر پھر کچھ نہ بولی تھی۔

"اپنے لانبے بالوں کا راز تو بتایئے"۔ یمنیٰ نے پوچھا۔ وہ سب لاؤنج میں بیٹھی تھیں' تہذیب تو اخباروں میں
جانے کیا تلاش کر رہی تھی جبکہ حکمت ٹی وی کے آگے بیٹھی کوئی پروگرام دیکھ رہی تھی۔

"بالوں کا راز تو کچھ بھی نہیں ہے' بس خود ہی لمبے ہیں"۔ منتہیٰ مسکرائی۔

"لیکن آپ کے ماشاءاللہ کافی لمبے ہیں"۔ یمنیٰ کو اسے دیکھ کر رشک آ رہا تھا۔

"آپ کے خاندان میں کسی کے ہوں گے"۔

"پتہ نہیں مجھے اس بارے میں"۔ پھر مسکرا کے بولی۔

"یمنیٰ! چائے وغیرہ ڈرائنگ روم میں بھیجو' محریب بھائی کے دوست آئے ہیں"۔ اسکائی بلیو شلوار قمیض
میں سوبر سا فائق اپنی ذہانت سے بھرپور آنکھوں سے چشمے کے اندر سے دیکھ رہا تھا۔ تہذیب اس کی آواز پر پہلو
بدل کر رہ گئی' فائق نے اچٹتی نگاہ ڈالی ضرور تھی۔

"کون آیا ہے؟" یمنیٰ کو تجسس ہوا۔

"محمود بھائی آئے ہیں"۔

"کیا محمود بھائی؟" تہذیب نے چونک کر نام لیا۔ پھر فائق کو فہمائش نگاہوں سے اپنی جانب دیکھتا پا کر و
خفیف سی ہو گئی' پھر وہ نگاہ بھی چرا گئی۔ منتہیٰ کا تو دل دھک دھک کرنے لگا تھا' تہذیب کھڑی ہو گئی اور جا
گئی' فائق بھی اس کی تقلید میں باہر نکلا۔

"تم کہاں چلیں؟" وہ راہ میں حائل ہو گیا۔

"آپ کو کیوں میری اتنی فکر رہنے لگی ہے' کہیں بھی جاؤں"۔ وہ پھر آگے بڑھی' فائق کو ویسے بھی لڑکیوں کا اس
طرح زبان چلانا سخت بُرا لگتا تھا' وہ بھنا گیا' بازو پکڑ کے اسے دیوار سے لگا دیا' تہذیب تو حواس باختہ سی ہو گئی اس کی
اس بے باک حرکت پر' کوریڈور میں کوئی نہیں تھا ورنہ سب کیا سوچتے۔

"تم مجھ سے ایسے حقارت زدہ لہجے میں کیوں بولتی ہو؟"

"میں یا آپ بولتے ہیں مجھ سے"۔ اس کے حصار سے نکلنے لگی' پرفیوم کی بھینی بھینی مسحور کن سی خوشبو اس کے
حواسوں پر چھانے لگی تھی اور وہ کسی بھی کمزور لمحے کی گرفت میں نہیں آنا چاہتی تھی۔

"اتنی اکڑ کیوں ہے تم میں؟"

"دیکھیں! آپ فضول میں بات کو بڑھا رہے ہیں' مجھے جانے دیں"۔ وہ پھر آگے بڑھی' مگر اس بار فائق کی
گرفت اتنی مضبوط تھی کہ تہذیب کی چیخ ہی نکل گئی' اگر فائق بروقت اس کے منہ پر ہاتھ نہ رکھتا تو وہ مزید چیخ رہی
"کیوں مجھے بھی پھنسواؤ گی اور خود بھی پھنسو گی"۔ پشت پر حصار باندھ کے اپنے سینے سے لگا کے وہ ٹیسٹ رو
میں لے کر گھس گیا کیونکہ اسے مائرہ کی آواز آ رہی تھی۔

"کیا بدتمیزی ہے؟" وہ جھٹکے سے اپنا آپ چھڑا کے اس پر آنکھیں نکال کر کھڑی ہو گئی اور وہ وارفتگی سے اس کے
برہم ہوئے لال چہرے کو دیکھنے لگا' جو اپنا کبھی بازو سہلاتی تو کبھی ہاتھ سہلاتی۔

"واٹ اے محترمہ ہوش میں تو ہو؟"

"میں بالکل ہوش میں ہوں' آپ ہوش میں آ جایئے' اگر آ سکے تو آپ نے میرا راستہ روکا یا میرے معاملے میں

"نہیں وہ سوچتی ہیں ہمارے بارے میں' جب ہی تو وہ ابو سے لڑتی ہیں"۔ عنایہ یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ وہ کچھ
بھی اُلٹا سیدھا سوچے۔

"اگر سوچتیں تو ابو سے لڑتیں نہ آپی اور وہ صرف اپنے غصے کی بھینٹ ہم دونوں کو چڑھانا چاہتی ہیں"۔

"تم کچھ بھی اُلٹا سیدھا سوچ رہی ہو' ایسی کوئی بات نہیں ہے' تم یہ ساری چیزیں صوفے سے اٹھا کر رکھو کیونکہ مجھے کچن
بھی دیکھنا ہے' معارج کوچنگ سے آنے والا ہے"۔ وہ تاؤ کے کھڑی ہو گئی۔

اب وہ اپنا دل کھول کر اسے کیسے دکھائے کہ اس کے دل میں کیا تھا اور وہ بھی ایسا ہی کچھ سوچتی بھی تھی مگر وہ مثبت
سوچ رکھنا چاہتی تھی۔

"آپ چاہے کتنا مجھے تسلی دیں مگر میں سب جانتی ہوں"۔ وشہ ساری چیزیں اٹھا کر وارڈ روب میں اور کچھ
سوٹ کیس میں رکھنے لگی کیونکہ عنایہ اس کی پیکنگ کر کے سب کچھ سوٹ کیس میں ہی رکھ رہی تھی۔ دل اس کا بھی
انجانے وسوسوں میں گھرا ہوا تھا' سب سے زیادہ اسے مائرہ کی فکر تھی' اتنا وہ اُسے تنگ کرتا تھا' پتہ نہیں بعد میں اور
کس انداز میں تنگ کرے گا۔

"آپی! آنی کے ہاں چلیں ہم دونوں کسی دن"۔ وہ کچن میں آ گئی۔

"ہاں چلیں گے انہوں نے بھی چکر نہیں لگایا' انکل اسلام آباد گئے ہوئے تھے ہو سکتا ہے آ گئے ہوں"۔ عنایہ
چاول بوائل کرنے رکھ چکی تھی۔

"کل چلتے ہیں"۔ وشہ کو زیادہ بے چینی ہو رہی تھی جانے کی کیونکہ آنی سے کہہ کر اپنے دل کا بوجھ دونوں ہلکا کر
لیتی تھیں۔

"ایک دو دن میں چلیں گے کیونکہ میں چاہتی ہوں تمہاری شاپنگ پوری ہو جائے' مجھے کل بھی شاہین بھابی کے
ساتھ جانا ہے"۔ وہ اپنے ترتیب دیئے کل کے پروگرام سے آگہی دینے لگی۔

"آنی خود بھی اتنے دنوں سے نہیں آئی ہیں"۔

"انکل اسلام آباد گئے ہوئے ہیں' گھر اکیلا چھوڑ کے نہیں آ سکتی ہیں"۔ عنایہ نے سلاد کے لیے فریج سے کھیرا
اور ٹماٹر نکال کے وشہ کے ہاتھ میں تھمائے۔

"اسے کاٹ لو' معارج اور ابو آنے والے ہوں گے' میں کھانا جلدی لگا دوں گی کیونکہ مجھے آج بہت تھکن ہو
رہی ہے"۔ تھکن اس کے چہرے سے بھی ظاہر ہو رہی تھی۔ وشہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کے کاٹنے لگی تھی مگر اس کا ذہن
بہت کچھ سوچ رہا تھا' عنایہ ساری چیزیں ٹیبل پر لگا رہی تھی' جواد احمد آفس سے آٹھ بجے آ گئے تھے' معارج
کوچنگ سے آج نو بجے تک آئے گا' اس نے فون کر کے بتا دیا تھا۔ میرا کو گھر سے جیسے کچھ مطلب ہی نہ تھا اور
اب تو اور ہی لاتعلق سی ہو گئی تھیں' یہی بات وشہ کو اور رُلاتی تھی۔

☆☆☆

"بڑی دلہن! میری بچی کی تیاری میں تم کوئی بھی کمی نہیں چھوڑنا"۔ دادی جان نے نزہت سے کہا جو انہیں
گولڈ کی جیولری دکھا رہی تھیں۔

"آپ بے فکر رہیں' میری تو بیٹی ہے وہ' سب کچھ میں نے بہت اچھا بنایا ہے"۔ انہوں نے جیولری کے بکس اٹھا
کے ایک سائیڈ پر رکھے۔ وہ ساری نزہی انہیں دکھا رہی تھیں' سب ہی ہال کمرے میں بیٹھے تھے' مبینہ بھی آئی ہوئی تھیں'
آج گھر میں رونق سی لگی تھی' ندرت بھی آئی ہوئی تھی کیونکہ وہی تو ساری تیاریاں کروا رہی تھی۔ منتہیٰ' حکمت اور

ٹک اڑائی نا میں آپ کی شکایت کروں گی سنا آپ نے؟"
"شوق سے کرنا رہا تمہارے معاملے میں ٹانگ اڑانے کا تو میں اڑاؤں گا تمہیں تمہاری جاب سے نکلوا کر ہی دوں گا"۔ فائق نے بھی مصمم ارادہ باندھا ہوا تھا۔
"میرا قصور یہی ہے نا کہ میں غریب ہوں آپ کے در پر پڑی ہوں جو دل چاہے گا میرے ساتھ سلوک کریں گے"۔ تہذیب کی آنکھوں میں نمی سی آ گئی۔
"فضول بکواس کم کیا کرو سمجھیں"۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ تہذیب بھی باہر آئی وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ڈرائنگ روم میں گھس گیا جبکہ اسے بھی وہیں جانا تھا کیونکہ اسے حمود سالار سے ملنا تھا وہ سوچوں میں گم کھڑی ہوئی تھی محریب نے اسے دیکھا تو وہ چونک گیا۔
"تہذیب! کیا ہوا کیا سوچ رہی ہو؟"
"جی جی وہ بک...... کچھ نہیں"۔ وہ گڑبڑا سی گئی۔
"حمود آیا ہے تم منتہیٰ کو بھیجو ذرا"۔
"بھائی! وہ تو شاید نہ آئیں"۔ تہذیب بولی۔
"ارے کیسے نہیں آئیں گی تم بولو جا کر کیونکہ وہ شاید باہر کہیں لے کر جائے گا"۔
"پھر تو بالکل بھی نہیں آئیں گی"۔ وہ بولی۔
"میں حمود بھائی سے مل لوں؟" اس نے گویا محریب سے اجازت لی۔
"ہوں مل لو لیکن منتہیٰ بھابی کو ساتھ لے کر جاؤ تم اندر"۔ وہ یہ کہہ کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔ تہذیب بھی پھر منتہیٰ کو بلانے کے لئے لاؤنج میں آ گئی وہ بھی اخباروں میں شاید کوئی جاب وغیرہ کا ہی دیکھ رہی تھی۔
"منتہیٰ باجی! چلیے آپ کے وہ آئے ہیں"۔
"کون؟" وہ حیرانگی سے سر اٹھا کے اسے دیکھنے لگی۔
"ارے حمود سالار صاحب آئے ہیں آپ سے ملنے کے لیے"۔
"کیا...... نہیں...... نہیں"۔ وہ گھبرا گئی۔
"مجھے تو محریب بھائی نے پیغام دیا ہے کہ آپ کو لے کر جاؤں"۔
"تہذیب! میں...... نہیں...... کیسے...... ارے نہیں مجھے نہیں جانا"۔ اس کے تو پسینے چھوٹنے لگے تھے اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ حمود ایک دن اس سے ملنے کے لئے چلا آئے گا۔ وہ تو خواہش کرتے ہوئے بھی ڈرتی تھی پتہ نہیں جانے کیسی تھی اور پھر جن حالات میں نکاح کیا تھا مفاہمت کی گنجائش تو نکلتی ہی نہ تھی۔
"منتہیٰ باجی! آپ اگر ایسے گھبراتی رہیں نا ہو گیا گزارا"۔
"تم سمجھتی کیوں نہیں ہو تہذیب! میں ایسا کچھ نہیں چاہتی"۔ وہ بولی۔
"کیا بات ہے تم ابھی تک منتہیٰ کو لے کر نہیں گئیں"۔ نزہت چلی آئی تھیں دونوں ہی بوکھلا سی گئی تھیں۔
"آنٹی! یہ منتہیٰ باجی جانے سے منع کر رہی ہیں"۔
"دیکھو بیٹا! حمود تمہارا شوہر ہے اور تم اس بات سے بے فکر ہو جاؤ کہ وہ یہ رشتہ توڑے گا میں اس کی عقل ٹھکانے لگا دوں گی"۔ وہ جیسے منتہیٰ کے اندر کے ڈر کو جان گئی تھیں۔
"آنٹی! مجھے ان سے کوئی رشتہ نہیں رکھنا ہے اور پھر ان کے گھر والے"۔

"یہ رشتہ تو اب ہو گیا ہے اس کے گھر والے بھی سب مانیں گے مگر تم اگر اس طرح پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئیں نا تو بگڑ گیا کام"۔ وہ اسے سمجھانے لگیں۔ اور پھر اسے مانتے ہی بنی ڈرتی جھجکتی بلیک لان کے پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس اپنے ستے ہوئے چہرے کے ساتھ وہ چل رہی تھی ڈرائنگ روم میں قدم رکھا تو نگاہیں اٹھنے سے گریز کر رہی تھیں حمود نے کن انکھیوں سے دیکھا اور کھڑا ہو گیا کیونکہ نزہت کو اس نے اندر آتے دیکھ لیا تھا۔
"مل گئی فرصت تمہیں؟" انہوں نے دعائیں دینے کے بعد طنز سے پوچھا۔
"وہ آنٹی! میں محریب سے مسلسل پوچھ رہا تھا آپ بے فکر رہیں اپنی بیوی سے بے خبر میں بالکل نہیں ہوں"۔ اس نے جھٹ اپنا دفاع کیا بڑے صوفے پر وہ لب بھینچے ہوئے بیٹھی تھی۔ حمود کے منہ سے بیوی کا لفظ سن کے اسے جیسے یقین ہی نہ آیا ہو۔
"کسی دن بھی اگر تم نے کوشش کی بیوی سے لاتعلق ہونے کی دوسرے دن تمہارے گھر پہنچی ہوں گی میں منتہیٰ کو لے کر"۔
"آنٹی! بالکل ٹھیک کہا آپ نے"۔ تہذیب نے بھی تائید کی۔ فائق کے لب مسکرانے لگے جو کتنا چہک کے بولی تھی ورنہ ابھی کچھ لمحوں پہلے وہ ڈری سہمی غصہ میں بھری اس کے سامنے ہی تھی۔
"اوہو یعنی اپنے اتنے حمایتی بنا لیے ہیں صرف چند دنوں میں"۔ حمود نے ہنس کے طنز کیا۔
"میری بیٹی کی طرح ہے منتہیٰ بھی"۔ انہوں نے منتہیٰ کو ساتھ لگایا حمود نے خاموش بیٹھی منتہیٰ پر پھر ایک بھرپور نگاہ ڈالی۔
"کیسے زبان کو لپیٹ کے بیٹھی ہے ورنہ اتنی چلتی ہے اس کی زبان"۔ وہ سوچنے لگا۔
"اچھا تم لوگ بیٹھو مجھے بہت کام ہیں"۔ وہ کھڑی ہو گئیں فائق پھر ڈرائنگ روم سے چلا گیا اب وہ چاروں نفوس تھے محریب سے اشاروں میں حمود کچھ کہہ رہا تھا۔
"منتہیٰ بھابی! آپ کو حمود کہیں لے جانا چاہتا ہے"۔ محریب قدرے توقف کے بعد گویا ہوا۔
"جی...... وہ...... میں...... نہیں جا سکتی"۔ وہ تو کھڑی ہو گئی۔
"منتہیٰ باجی! کیا کر رہی ہیں جائیے نا"۔ تہذیب بولی۔ مگر منتہیٰ رکی نہیں تیزی سے نکل گئی تہذیب بھی اس کے پیچھے دوڑی تھی۔
"دیکھا تو نے نخرے شروع کر دیئے نا"۔ حمود کو غصہ آ گیا۔
"اچھا اچھا زیادہ غصہ نہیں کرو"۔ محریب نے اسے ٹھنڈا کرنا چاہا۔
"میں ابھی اندر جا کر بولتا ہوں"۔
"سن محریب! یہ میری انا کا مسئلہ ہے اگر وہ نہیں گئی نا میرے ساتھ سوچ لے پھر میں کیا کر سکتا ہوں"۔ وہ بولا۔ محریب چلا گیا کیونکہ اسے مینہ سے بھی بولنا تھا پھر امی ہی اسے سمجھا بجھا کر جانے پر راضی کر سکتی تھیں۔

..........☆☆☆..........

وہ چادر سے خود کو لپیٹے ہوئے فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی اور وہ بلیک پینٹ پر اسکائی بلیو شرٹ میں ملبوس خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا ابھی تک دونوں میں بات نہ ہوئی تھی۔
"یہ موبائل ہے اور یہ پیسے ہیں رکھ لو"۔ اس نے ڈیش بورڈ سے موبائل نکالا اور پانچ ہزار کے پانچ نوٹ اس کی گود میں ڈالے منتہیٰ چونک گئی۔

"میں کچھ کام میں بزی تھا اس لیے نہیں آسکا" مگر محریب سے پوچھتا رہا تھا"۔ موڑ کاٹا اور گاڑی شاپنگ مال کے آگے روک دی' منتہیٰ نے قیمتی اور جدید طرز پر بنے مال پر حیرانگی سے نگاہ ڈالی' اس نے تو کبھی تصور تک نہیں کیا تھا کہ وہ اور ادھر بھی آسکتی ہے' حمود ڈرائیونگ ڈور کھول کے باہر نکلا' وہ خواب کی سی کیفیت میں مبتلا ابھی تک یونہی بیٹھی تھی۔

"نکلو باہر"۔ فرنٹ ڈور کھول کے گویا حکمیہ انداز میں کہا۔

"کیوں نکلوں؟" وہ ہنوز بیٹھی رہی۔

"بہت زبان چلتی ہے تمہاری' نکلو باہر"۔ وہ گرم گرم گھونٹ نگلتی ہوئی فرنٹ ڈور سے نکلی حمود نے گاڑی لاک کی اور پھر آگے آگے چلنے لگا۔

"یہاں کیوں آئے ہیں؟" وہ بولی۔

"میری ایک عدد بیوی ہے اور اس کے نان نفقے کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے' اسے کچھ شاپنگ کرانی ہے اس لیے ہم یہاں آئے ہیں"۔ ایک ایک لفظ پر زور دے کر اسے جتایا۔

"مجھے کچھ بھی نہیں لینا"۔ رکھائی اور خفگی دکھائی۔

"یہ جو تم نے اتنے اپنے حمایتی بنا لیے ہیں' سب سے زیادہ محریب کی امی کو حمایتی بنایا ہے ان سے جوتے کھانے کا مجھے قطعی شوق نہیں ہے"۔ وہ بولا۔

"آپ نے انہیں بتایا کیوں نہیں کہ میں نے صرف کاغذی شادی کی"۔

"سب کو بتایا ہے مگر کوئی سنتا ہی کہاں ہے' دیکھو میرے پاس فضول ٹائم نہیں ہے کہ تمہارے نخرے برداشت کروں' جلدی جلدی چلو تمہاری جتنی بھی ضرورت کی چیزیں ہیں وہ خرید لو"۔ وہ پھر اکتا کر بولا۔

"مجھے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے' سب ہے میرے پاس' مینا آنٹی میرا بہت خیال رکھتی ہیں"۔

"مجھے پتہ ہے سب خیال رکھتے ہیں مگر میں جو تمہارا خیال کر رہا ہوں یہ کسی گنتی میں شمار نہیں ہوتا"۔ اسے منتہیٰ کی بات سن کے غصہ آ گیا۔

"میں مزید آپ کا کوئی احسان نہیں لینا چاہتی اور آپ اطمینان رکھیے میں آپ کو پریشان بھی نہیں کرنا چاہتی ہوں"۔

"مجھے تم یہ بتا دو کہ یہ نخرے اور غصہ کس بات پر دکھا رہی ہو' اگر تمہیں یہ غصہ ہے کہ میں نے تمہاری اتنے دن خبر نہیں لی تو وہ وجہ میں تمہیں بتا دوں گا' ابھی تمہیں جو جو لینا ہے لے لو اور بلا جھجک اور بلا شرم کے' تم میری بیوی ہو مجھیں اور ہاں کچھ بھی جھجک اور عار محسوس نہیں کرنا ورنہ تم مجھے نہیں جانتی ہو خاصا بے باک اور رومینٹک بندہ ہوں"۔ اس کے کان میں سرگوشی کی۔ منتہیٰ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی جو مسکرا رہا تھا مگر اس لمحے حمود کی آنکھوں میں کوئی ناگواری کا رنگ نہیں تھا بلکہ آنکھوں میں الگ ہی رنگ تھا' وہ نروس سی ہو گئی۔

وہ اسے دنیا جہان کی شاپنگ کراتا رہا' منتہیٰ حیرت و استعجاب سے دیکھ رہی تھی' سب اپنی مرضی سے دلا رہا تھا' شرم بھی اسے آ رہی تھی دو تین گھنٹے اسے لگے تھے تو بج گئے تھے جس وقت واپسی ہو رہی تھی۔

"ہاں اب پوچھو مجھ سے جو جو پوچھنا ہے"۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں پوچھنا"۔ ہنوز بیگانگی برتی۔

"چلو میں بتاتا ہوں خود سب کچھ تاکہ تمہاری خفگی دور ہو جائے"۔ گاڑی بڑی مستعدی سے چلا رہا تھا۔

"مجھے کچھ بھی نہیں پوچھنا ہے اور نہ ہی آپ مجھے بتائیے' آپ کی اپنی لائف ہے جو دل کرے کریں"۔ وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

"یہ نخرے ہے یا غصہ یا ناراضی ہے؟" حمود کے عنابی لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

"کچھ بھی نہیں ہے ان میں سے' میں بالکل سنجیدہ اور نارمل انداز میں بول رہی ہوں' آپ کا یہ احسان کیا کم ہے کہ آپ نے مجھے اپنے نام کا تحفظ دیا' جو میں ساری زندگی بھی نہیں اتار سکتی ہوں"۔ نگاہ اس کی اپنے ہاتھوں پر جمی ہوئی تھی۔

"احسان انسان مختلف طریقوں سے بھی اُتار سکتا ہے"۔ وہ معنی خیزی سے بولتے ہوئے گاڑی کو ریسٹورنٹ کے اندر پارک کرتے ہوئے گویا ہوا' منتہیٰ تو اچھل ہی گئی اتنا مہنگا ترین ہوٹل جو اس نے صرف ٹی وی پر یا پھر میگزین میں دیکھا تھا' یہ سب کچھ اس کے سامنے تھا وہ پلکیں جھپکنا ہی بھول گئی۔

"نکلیے محترمہ آئیے"۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کی محویت توڑنے لگا مگر وہ تو خواب کی سی کیفیت میں تھی۔

"یہ یہاں کیوں......؟"

"میرا کچھ دل کر رہا ہے تمہیں اپنے بارے میں بتانے کا تاکہ تم نیکسٹ ٹائم مجھ سے جب بھی ملو فریش موڈ کے ساتھ ملو"۔

"دیکھیے! اگر آپ نزہت آنٹی کی باتوں کی وجہ سے اتنا مجھ پر مہربان ہو رہے ہیں تو سوری' میں ایسا بالکل نہ چاہوں گی اور نہ کروں گی"۔ خاصی محتاط انداز میں وہ اس سے مخاطب ہو رہی تھی اور پھر وہ کیا کچھ نہیں جانتی تھی اس کی ایک ایک بات جو وہ ہر بات کے شروع میں اپنے بابا کا ذکر کرتا تھا' کتنے غصے والے تھے وہ اور ایک غریب انجان لڑکی کو اپنی بہو بنا لیں گے' کبھی نہیں' اسے تو دھتکار کے نکالیں گے ہی اس کی وجہ سے حمود کو بھی نکال دیں گے اور اپنی وجہ سے مزید حمود کو کسی پریشانی میں مبتلا نہیں کرنا چاہ رہی تھی اسی لیے اس نے اپنا رویہ بھی کچھ رُوڈ بنا لیا تھا۔

"مجھے آپ واپس وہیں چھوڑ دیں جہاں سے لے کے آئے ہیں"۔ وہ گاڑی میں اسی طرح جمی ہوئی بیٹھی تھی۔

"تمہاری زبان تو بہت چلتی ہے اور تم حد سے زیادہ بے مروت بھی ہو"۔

"کہہ تو رہی ہوں آپ کا یہ احسان میں زندگی بھر نہیں اتار سکتی ہوں اور کیا کہوں' مگر میں اتنی بھی خود غرض نہیں ہوں کہ اپنی وجہ سے آپ کو مزید مشکل میں ڈالوں"۔

"جب اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں سے کیا ڈرنا' نکلو باہر جلدی"۔ وہ کچھ سخت اور درشت لہجے میں بولا۔ منتہیٰ کی تیوری پر ناگواری کے بل پڑ گئے مگر وہ اَن سنی کر کے بیٹھی رہی۔

"سنائی کم دیتا ہے' نکلو باہر"۔ ہاتھ پکڑ کے نکالا' وہ گرتی پڑتی چادر سنبھالتی ہوئی گاڑی سے باہر آئی تھی۔

"حد ہوتی ہے ہر بات کی' کیوں آپ زبردستی کر رہے ہیں؟"

"بھولو مت تم میری بیوی ہو"۔ وہ خاصے رعب اور حق سے اس کی فسوں خیز آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بولا تھا' منتہیٰ نے نگاہ پھیر کے لب بھینچ لیے۔

"سیدھی طرح چلتی ہو یا پھر تمہیں اٹھا کر لے جاؤں اندر"۔ منتہیٰ پیر پٹختی ہوئی آگے آگے چلنے لگی' حمود نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"تمہیں پتہ ہے کہاں جانا ہے جو چل پڑیں"۔

''اونہہ''۔ وہ اس کے منہ لگنا ہی نہیں چاہ رہی تھی۔ گلاس ڈور کھول کے اندر آ گئے تھے اور پھر اندر کی جانب اسے لے کر بڑھتا ہی رہا' وہ پھوٹ بولی تھی' لفٹ آئی اور پھر کوریڈور اس کے بعد ایک روم کو کی رنگ سے کھول کر اندر آ گیا' منتہیٰ تو بے ہوش ہونے کے قریب ہی ہو گئی' اتنا خوبصورت جدید اسٹائلش فرنیچر کے ساتھ کمرہ خوابناک ماحول میں ڈیکوریٹ کیا ہوا تھا' وسیع و عریض بیڈ اس پر تکیہ اور کشنز ایک سائیڈ پر صوفہ سیٹ اور کرسٹل کی مخمل دبیز پردے کھڑکیوں پر پڑے تھے' فل اے سی کی ٹھنڈک کمرے میں ایئر فریشنر کی بھینی بھینی مسحور کن مہک نے اس کے حواسوں کو کچھ مسرور سا کیا تھا' حمود نے سارے شاپرز بیڈ پر رکھے۔

''کہاں کھو گئیں؟'' وہ بولا تو اس کا سکتہ ٹوٹا تھا۔

''آں......ہاں......'' چونک کے وہ گھومی تھی' حمود کی ذہانت سے بھرپور بھوری بھوری آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

''پسند آیا میرا آئیڈیا''۔

''کیسا آئیڈیا؟'' وہ بڑبڑائی۔

''ارے یہی کہ آج چند گھنٹے ہم ساتھ گزاریں گے' کچھ میں تمہیں بتاؤں گا کچھ تم بتانا''۔ وہ مسکرایا۔

''میں نے آپ سے پہلے بھی کہا ہے کہ مجھے آپ سے کچھ نہیں پوچھنا اور رہا اپنے بارے میں بتانا' میں آپ کو بتا چکی ہوں''۔ وہ آواز کو نارمل رکھنا چاہتے ہوئے آہستہ رکھ کر گویا ہوئی۔

''ارے تم تو بہت ہی اڑیل اور ضدی لڑکی ہو' جیسے مجھ سے دھونس اور رعب سے نکاح کیا ہے تم اسی طرح اپنی ہر بات مجھ سے منوانا چاہتی ہو''۔ حمود اس کے روبرو آ کے کھڑا ہوا جو لب کچل رہی تھی۔ دل کی دھک دھک اتنی تیز تھی کہ وہ جتنا پر اعتماد بننے کی کوشش کر رہی تھی اتنی ہی حمود کے ایسے اپنائیت بھرے لہجے پر وہ جیسے پگھلنے لگی تھی' اس نے تو حمود کے بارے میں سوچنا تک شروع نہیں کیا تھا' کیونکہ اس پر وہ کوئی حق نہیں رکھتی تھی' صرف چند بول سے کسی کی زندگی پر قابض تو نہیں ہو سکتی اور پھر یہ معاشرہ' یہاں سگے رشتے اپنے نہیں ہوتے تو غیروں کا کیا بھروسہ' اس نے حمود پر بھروسہ کیا زبردستی اسے مجبور کیا صرف اس لئے کہ وہ لڑکی تھی مجبور و بے کس' کم از کم اس کے ساتھ نام کا سہارا تو ہوگا' ہر ایک کو یہ تو بتا سکے گی کہ وہ شادی شدہ ہے' کچھ تو اس کا تحفظ رہے گا' پلٹ کر گاؤں تو جانا ہی نہ تھا' اپنے چچا کی وجہ سے جو اسے ڈھونڈنے کے لیے اپنے پالتو کتے اب تک دوڑا چکا ہوگا شاید۔

''پلیز! میں آپ کو کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی' آپ بات کو سمجھیے''۔ وہ قدرے توقف کے بعد روہانسے لہجے میں گویا ہوئی۔

''تم کیا سمجھتی ہو کہ میں کیا اب سکون سے ہوں' ابھی بھی مشکل میں ہوں''۔ کچھ برہم ہوا۔

''اسی لیے تو کہہ رہی ہوں مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں' خوامخواہ آپ اگر میری وجہ سے کسی مشکل میں پھنس گئے تو میں کبھی بھی خود کو معاف نہیں کر سکوں گی''۔

''بولتی بہت ہو' سنتی ہو اور نہ سمجھتی ہو' بیٹھو ادھر اور ایک لفظ بھی اب بولیں نا' میں رکھ کر چھانپڑ لگا دوں گا''۔ وہ رنگ دینے لگا' منتہیٰ نے حیرانگی سے اس کی بھوری آنکھوں کے غصے کے شرارے دیکھے تو وہ نگاہ جھکا گئی' حمود نے اس کا ہاتھ پکڑا اور صوفے پر بٹھایا اور خود بھی ساتھ ہی بیٹھا۔

''تم اب میری صرف سنو گی' بیچ میں اگر بولی نا بہت برا ہوگا تمہارے لیے''۔ منتہیٰ خود کو اتنی بے بس اور لاچار سمجھ رہی تھی کہ اس شخص کے سامنے اتنی خاموش ہو کر بیٹھنا اور ڈانٹنا اس کے رعب میں آنا یہ سب اس کے لیے بالکل نیا ہی

تو تھا ورنہ اس نے کب سوچا تھا کہ ایسی سچویشن بھی کبھی اس پر آ سکتی ہے۔

''میرا نام حمود سالار ہے' میں پٹھان قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں' میرے بابا خاصے اصول پرست آدمی ہیں اور میری ماں وہ یوں سمجھو ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ ہیں کہ میرے بابا کے اتنے غصے کے باوجود اتنی میٹھی ہیں' ہمارا گارمنٹس کا بزنس ہے' ہماری زیادہ تر ڈیلنگ باہر ممالک سے ہوتی ہیں' مجھ سے چھوٹی ایک بہن ہے راحمہ' 9th کلاس میں پڑھتی ہے' اب تم یہ خود اندازہ کر لو مجھ سے کتنی چھوٹی ہوگی' ہم صرف دو بہن بھائی ہیں' ہمارے بزنس میں پارٹنرشپ ہوئی ہے' بابا کے جو پارٹنر ہیں نیاز احمد ان کی بیٹی ہے حسنیٰ' جو مجھے دیوانگی کی حد تک چاہتی ہے مگر میں نے اسے کبھی رسپانس ہی نہیں دیا' بابا کی آج کل کوشش ہے کہ میں کسی طرح بھی اس سے شادی پر راضی ہو جاؤں''۔

''تو ہو جایئے نا''۔ منتہیٰ نے اتنی تفصیل سننے کے بعد اتنا ہی کہا۔

''تمہیں میں صرف بتا رہا ہوں' مشورہ نہیں مانگا''۔ وہ جھنا کے کھڑا ہو گیا۔

''یہ سب بتا کر آپ مجھ پر کیا ظاہر کرنا چاہتے ہیں؟''

''تم نے میری اتنی بکواس سنی مگر تم اسی طرح ہی اکڑی ہوئی ہو''۔ حمود کے تو آگ لگنے لگی۔

''آپ چاہتے کیا ہیں؟''

''میں جو چاہتا ہوں تمہیں بتا دوں گا' تم جلدی سے شروع ہو جاؤ اپنے بارے میں بتانا''۔

''میں آپ کو سب کچھ بتا چکی ہوں' اب کچھ نہیں بتاؤں گی''۔ وہ سرد مہری دکھانے لگی۔

''او کے نہ بتاؤ مگر تم اپنے دماغ میں یہ بٹھا لینا' میں ایک اصول پرست اور پٹھان قبیلے کا ہوں' اپنی بات ایک رکھتا ہوں جو کرتا ہوں پورا کر کے دکھاتا ہوں''۔ وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا۔

''اتفاق سے میں بھی پٹھان ہی قبیلے کی ہوں''۔ اگر بولی تو اتنا ہی۔

''اچھا آگے بولو''۔ حمود چونک گیا۔

''آگے بول کے کوئی فائدہ نہیں ہے' یہ بتا دیں کہ ہمیں کب چلنا ہے یہاں سے''۔ انداز میں لہجے میں ناگواری' بےزاری اور اکتاہٹ آ گئی۔

''تم میں بالکل میرے بابا والی عادت ہے اپنی بات پر اڑے رہنا''۔

''تا کہ دیکھ لیں کیونکہ بقول آپ کے بابا کے وہ گولی پہلے چلاتے ہیں وجہ بعد میں پوچھتے ہیں''۔ طنز کے ساتھ ہی بولی۔

''طنز کرنے بھی آتے ہیں تمہیں تو''۔

''کیا کروں جب حالات ہی ایسے ہو جائیں تو لب و لہجہ خود ہی طنزیہ ہو جاتا ہے ورنہ میں بھی کوئی ایسی تلخ نہیں تھی اچھی خاصی خوش گفتار مشہور تھی۔

''اُف......تم تو نہ صرف ایک فلاسفر ہو بلکہ اردو دان بھی اچھی ہو''۔ حمود کھسیا گیا۔

''کاش......فلاسفر ہی ہوتی کم از کم میں حالات کا بیٹھ کر تجزیہ ہی کرتی رہتی' اتنے مصائب اور رنج و الم کا شکار تو نہ ہوتی''۔ اس کی پھر روانی میں زبان چلنے لگی تھی۔

''اٹھو چلو' تم تو اچھی خاصی میرے دماغ میں خشکی کر دو گی ایسی خشک باتوں سے''۔ اس نے ریسٹ واچ پر نگاہ ڈالی' گیارہ بجنے والے تھے کھانا بھی دونوں نے نہیں کھایا تھا۔ سارا سامان اس نے گاڑی میں رکھوایا

اس کا ڈنر پیک کروا کے اسے گھر چھوڑا تھا مگر اس کے دل و دماغ کو وہ جیسے ہلا کر رکھ گئی تھی‘ وہ اتنی مختلف تھی اتنی مختلف سوچیں اور باتیں تھیں کہ حمود تو چکرا کر ہی رہ گیا تھا‘ نہ اور لڑکیوں کی طرح ہی اس میں اتراہٹ تھی‘ کچھ تو تھا جو اسے نمایاں کرتا تھا‘ وہ سب سے جدا ہی لگی تھی ہر انداز میں۔

..........☆☆☆..........

کب سے وہ بیٹھا سوچوں میں گم تھا‘ کل کی ساری باتیں اور منظر اس کے دماغ میں فلم کی طرح چل رہے تھے‘ نہ وہ بار بار اسے دیکھتی تھی اور نہ ہی وہ اپنی جانب اسے متوجہ کرتی تھی‘ ہر بات میں اس کے اکڑ دکھائی دی ورنہ تو ہر لڑکی اس کی دوستی کی خواہش مند تھی‘ جسکی تو ہر وقت اپنا آپ نچھاور کرنے کو تیار رہتی تھی اور ایک وہ تھی جسے ذرا بھی پرواہ نہ تھی اور نہ ہی اس رشتے کا خیال کر رہی تھی کہ جو اس سے جڑ چکا تھا‘ وہ ریوالونگ چیئر سے اٹھا ٹیبل پر دھرا موبائل اٹھایا تا کہ وہ کچھ تو خبر لے سکے‘ نمبر وہ پریس کر رہا تھا بیل جا رہی تھی کتنی بار جانے کے بعد کال ریسیو ہوئی تھی۔

"حمود اسپیکنگ"۔ گھمبیر لہجے میں آہستگی سے گویا ہوا۔

"جی...... میں بول رہی ہوں"۔ کچھ نروٹھی سی آواز آئی۔

"شکر ہے تم نے موبائل تو آن رکھا ہوا ہے"۔ وہ چیئر سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

"اس لیے آن رکھا ہے کہ مجھے موبائل کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی آپ کے پیسوں کی‘ مجھے یہی کہنا تھا آپ آ کر لے جائیں"۔

"میں نے تمہاری ضرورت کے لیے نہیں اپنی ضرورت کے لیے تمہیں موبائل دیا ہے"۔ وہ خاصا نرم لہجے میں بول رہا تھا۔

"پلیز! مجھ پر مزید مہربانیاں نہ کریں‘ میں جانتی ہوں میری اوقات کیا ہے‘ پھر بھی آپ سے اپنی اوقات سے زیادہ مانگ لیا ہے‘ میں اس قابل کہاں ہوں"۔ اس کا لہجہ تک بھیگا ہوا تھا۔

"تم میں لگتا ہے کسی مفکر کی روح ہے‘ تم نے سوچ لیا ہے مجھ سے ایسے ہی رُوڈ انداز میں بات کرنی ہے"۔ وہ برہم ہوا۔

"آپ بات کو گھمانے کی کوشش نہ کریں‘ آپ اپنی چیزیں آ کر لے جائیں"۔

"چیزوں کے ساتھ تو مجھے چیزوں کو استعمال کرنے والی بھی چاہیے‘ بولو راضی ہو تو لینے آ جاؤں"۔ شوخ اور معنی خیز انداز میں گویا ہوا۔

"مسٹر حمود سالار! زندگی کوئی کھلونا نہیں ہے کہ اسے ہم اپنی مرضی سے کھیلیں‘ اس لیے پلیز سوچ سمجھ کر کوئی بھی بات کیجیے"۔ وہ تیز آواز میں بولی۔

"مجھے پتہ ہے زندگی کیا ہے اسی لیے تو تمہاری تمنا کر رہا ہوں‘ کیا غلط ہے؟"

"آپ مجھے جانتے تک نہیں ہیں اور پھر اگر آپ مجھے لے بھی گئے تو آپ کے والدین قبول کر لیں گے مجھے؟"

"میں کرواؤں گا"۔

"سوری میں ناپسندیدہ بن کے نہیں آ سکتی‘ آپ کی زندگی میں آپ کے والدین کے کیا کیا ارمان ہوں گے‘ اس لیے میں صرف آپ سے یہی کہنا چاہوں گی کہ میرا خیال چھوڑ دیجیے اور اپنے والدین کی پسند سے شادی کر لیں"۔ اتنا

ٹوٹا ہوا اس کا لہجہ تھا جو حمود محسوس کر رہا تھا‘ وہ مجبور اور بے بس تھی‘ وہ اگر اسے یقین بھی دلاتا تو وہ یقین ہی کب کرتی کہ وہ نامحسوس طریقے سے اس کے دل کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔

"میں نے صرف آپ کا نام مانگا تھا‘ آپ کا ساتھ نہیں مانگا تھا"۔

"تم اتنا بولتی ہو اور عقلمند بھی بہت ہو‘ ارے ایک لڑکا تمہیں خود اپنانے کو تیار ہے‘ تم انکار کر رہی ہو"۔ اسے منتہیٰ کی دماغی حالت پر شبہ ہو رہا تھا جیسے وہ پاگل ہی ہو گئی ہو۔

"اگر آپ مجھے اپنا بھی لیں گے تو آپ کے گھر والے تو مجھے نہیں اپنائیں گے نا"۔

"میں وعدہ کر تو رہا ہوں‘ تمہیں اپنے گھر میں مقام دلا کر ہی رہوں گا"۔ حمود نے دل سے ہی فیصلہ کیا تھا اور وہ اتنا بھی بے حس نہیں تھا کہ لڑکی کو یوں تڑپنے کے لیے چھوڑ دے۔

"مجھے نہیں چاہیے کوئی مقام‘ میں جیسی ہوں ویسی ہی رہنے دیں کیونکہ جو راہ چلتے ہوئے رشتوں میں بندھ جاتے ہیں انہیں نہ تو معاشرہ قبول کرتا ہے اور نہ ہی گھر والے"۔

"میں نے تمہاری اتنی ثقیل گفتگو سننے کے لیے کال نہیں کی تھی‘ تمہاری خیریت پوچھنی تھی‘ کسی بھی چیز کی ضرورت ہو بلا جھجک مجھے کال کر سکتی ہو‘ یاد رکھنا تم حمود سالار کی منکوحہ ہو"۔

"حمود! میں کب سے کال کر رہا ہوں‘ کہاں بزی ہو؟" ہشام سالار برہم سے اس کے روم میں چلے آئے‘ وہ تو گڑبڑا ہی گیا‘ موبائل جھٹ آف کیا۔

"جی...... وہ...... بابا...... میں"۔ اس کے تو پسینے چھوٹ گئے۔

"نیاز احمد آیا ہوا ہے ساری فائلز لے کر تم میرے روم میں آؤ"۔ وہ اس کا چہرہ حیرانگی سے دیکھنے لگے جو بار بار خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

"خیریت یہ تم اتنے پسینے پسینے کیوں ہو رہے ہو جبکہ اے سی بھی فل ہے"۔ انداز میں ان کے تشویش تھی۔

"وہ اصل میں بابا! میرے سر میں درد ہو رہا ہے"۔ اس سے تو جواب بھی نہیں بن رہا تھا۔

"تم ایسا کرو کچھ دیر باہر چلے جاؤ‘ فائلز تم کسی کے ہاتھ بھیج دو"۔ وہ کبھی کبھی ہی اتنے نرم لہجے میں بولتے تھے ورنہ تو ان کی نگاہیں حمود کو جانچتی ہی رہتی تھیں۔

"اُف...... بچ گیا"۔ اپنے گھنیرے بالوں میں ہاتھ پھیرا‘ موبائل اٹھایا‘ دوبارہ نمبر پریس کیا۔

"سوسوری‘ وہ بابا آ گئے تھے"۔ منتہیٰ کی آواز سن کے وہ گویا ہوا۔

"کب تک آپ اس طرح اپنی زندگی گزاریں گے‘ ایک دن آپ کے بابا کو پتہ چل جائے گا‘ وہ گن پوائنٹ پر آپ کو اور مجھے گھر سے نکالیں گے"۔ وہ طنز میں ڈوبی بول رہی تھی۔

"یہ میرا مسئلہ ہے لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں تمہیں اس گھر میں لا کر رہوں گا"۔ حمود کو بھی اس لڑکی سے لگ رہا تھا لگاؤ ہو رہا تھا جب ہی کل سے اب تک وہ اسے ہی سوچے جا رہا تھا‘ وہ خود پر حیران تھا کہ اتنے سالوں سے کبھی اس نے ایسا سوچا ہی نہ تھا۔

"لیکن میں آپ کے گھر میں نہیں آنا چاہتی‘ سنا آپ نے"۔ وہ زور دے کر بولی۔

"تم مجھے چیلنج نہیں کرو"۔ وہ سنجیدہ تھا۔

"اب تو زندگی ہی میرے لیے چیلنج بن گئی ہے‘ میں کیا کسی کو چیلنج کروں گی"۔ اس کے لہجے میں افسردگی‘ حسرت‘

مایوسی سب ہی کچھ تو تھا۔

"زندگی بہت خوبصورت ہے' چیلنج تم بنا رہی ہو' آسان طریقے سے بھی گزار سکتی ہو"۔ اس کی ایسی باتوں سے چڑنے لگا تھا۔

"سوری' مجھے کافی کام کرنا ہے' آپ اپنے پیسے اور موبائل آ کر لے جایئے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے' میں بوجھ خود اٹھاؤں گی' آپ پر ڈالنا نہیں چاہتی"۔

"تمہیں بتایا ہے نا میں اپنی بات کو نبھانے والا بندہ ہوں' تم چاہے مجھ سے کتنا دامن بچاؤ مگر میں تمہارا پیچھا چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہوں "منتحی محمود سالار"' پورا نام لے کر اسے یہ جتایا کہ وہ اب کیا ہے۔ ایک دم ہی لائن کٹ چکی تھی کیونکہ منتحی سے شاید برداشت نہ ہوا تھا' نہ اس کے پاس کوئی جواب تھا۔

"میں بھی دیکھتا ہوں تم کتنی اپنی مرضی چلاتی ہو' یہ میرا تم سے وعدہ ہے تمہیں اپنے گھر میں لا کر ہی رہوں گا"۔ سوچ رہا تھا' اسے بھی کچھ ضد سی ہو گئی تھی۔

"محمود سالار کو تم نے چیلنج کیا ہے اور میں یہ چیلنج قبول کرتا ہوں"۔ موبائل کو اپنے ہاتھ میں گھما رہا تھا' انٹرکام بجا تو چونکا۔

"یس پاپا! بس میں لے کر آ رہا ہوں"۔ وہ شپٹا ہی گیا کیونکہ کافی دیر سے وہ فائلز کا کہہ کر گئے تھے' وہ بیکس بیٹھا ہوا تھا۔

☆☆☆

سمیرا کو بالکل ہی چپ لگی ہوئی تھی' وہ کچھ بھی نہیں پوچھ رہی تھیں' عنایہ کو ان کی لاتعلقی خون کے آنسو رلا رہی تھی' وہ اتنی خود غرض کیوں تھیں کہ وہ اپنی اولاد کے بارے میں بھی نہیں سوچ رہی تھیں' شروع سے ہی اپنی لینے کی پڑی رہتی تھی اور ایک آنی تھیں جو ہمیشہ درگزر کا ہی سبق دیتی تھیں' ذرا بھی تو ان کی بات نہ مانتی تھیں ان کی چاری محبت میں چلی آتی تھیں۔

"آنی! امی تو کچھ پوچھ ہی نہیں رہی ہیں کہ کیا کیا تیاری کرنی ہے"۔ وشا افسردگی سے بولی۔

"اس کے مزاج سے تو تم واقف ہی ہو' نہیں پوچھ رہی ہے تو نہ پوچھے' میں تو پوچھ رہی ہوں"۔ انہوں نے وشا کو ساتھ لگایا۔

"وشا باجی! امی آپ کی شادی پر ایک ہفتے پہلے رہنے آؤں گی"۔ نشاء بولی' آج تو وہ بھی آئی تھی ورنہ اکثر پڑھائی کی وجہ سے آنی اسے نہ لاتی تھیں۔

"اس نے تو ابھی سے میرا دماغ کھا کے رکھا ہوا ہے"۔ ثمینہ نے نشاء کو دیکھا جو وشا کے جہیز کا سامان دیکھ رہی تھی۔

"آنی! بھیج دیجیے گا' کم از کم گھر میں اس کی وجہ سے ہی رونق ہو جائے گی ورنہ آپ تو جانتی ہی ہیں' دادی کے گھر سے کوئی کزن بھی نہیں آتا ہے' صرف امی کی وجہ سے"۔ افسردگی سے گویا ہوئی۔

"تم دیکھنا تمہاری شادی کے بعد سارے مسئلے حل ہو جائیں گے' میرا بھی ٹھیک ہو جائے گی"۔ انہوں نے تسلی دی۔

"آنی! مجھے آپی سے پہلے اپنی شادی کچھ عجیب سی لگ رہی ہے' ان کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی"۔ رہ رہ کر

عنایہ کا بھی خیال آ رہا تھا۔

"بہت صابر بچی ہے' اس کی قسمت اللہ تعالیٰ اچھی کرے' تم فکر نہ کرو' وہ ایسا کچھ نہیں سوچ رہی ہے' اس کے دل کو تو اطمینان ہے کہ اس کی بہن بھی اسی گھر میں جا رہی ہے جہاں وہ جائے گی"۔ انہوں نے وشا کو سمجھایا۔

"پھر بھی آنی! آپی تو کچھ بھی نہیں بولتی ہیں' ساری شاپنگ تیاریاں وہی کر رہی ہیں"۔

"سمجھو عنایہ کے لیے یہ آزمائش ہے چند دن کی' سب ٹھیک ہو جائے گا جلد ہی' بس دل میں اللہ پر یقین رکھو اور مثبت سوچو' دیکھنا وہی ہو گا جو تم چاہو گی' مگر شرط یہ ہے کہ دل کو صاف کر کے اللہ کی رسی کو تھامو"۔ ثمینہ ہمیشہ ہی دونوں بہنوں کو مثبت انداز میں سمجھایا کرتی تھیں اور پھر ان کی خود کی سوچ بھی تو ایسی ہی تھی' اچھا سوچو اور اچھا کرو وہی ہو گا تمہارے ساتھ۔

"مجھے تو آنی! کچھ بھی نہیں آتا ہے' میں کیسے سب کروں گی؟" اب نئی فکر سوار کر لی۔

"اس میں اتنا پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے' تمہاری تائی وغیرہ سب ہی اچھے ہیں' سب کر لو گی آرام سے"۔ انہوں نے اس کے رخسار پر چٹکی دی۔

"آپ کو نہیں پتہ' وہ مائرہ بہت لڑتے ہیں"۔

"ارے وشا! کزنز میں سب چلتا ہے' بیٹا اتنی ٹینشن مت سوار کرو' اچھا لڑکا ہے میں بھی ملی ہوں"۔ انہوں نے تسلی دی۔

"اچھا میں ذرا سمیرا کی خیر خیریت پوچھ لوں ورنہ ناراض ہو گی وہ"۔ ثمینہ کو خیال آیا۔

"اچھا آج تو آپ رکیں گی ناں؟"

"بیٹا! آج نہیں رک سکتی میں کیونکہ کل فرزان کا یونیورسٹی میں کوئی فنکشن ہے' مجھ سے کہہ رہا تھا کہ چاٹ وغیرہ بنا کر دیں وہ میں لے کر جاؤں گا"۔ انہوں نے عذر پیش کیا۔ وشا کا منہ اُتر گیا' جب بھی ثمینہ آتی تھیں دونوں بہنیں ہی خوش ہوتی تھیں' زیادہ سے زیادہ وقت ان کے ساتھ گزارنے میں مزا بھی آتا تھا پھر ان کے مسئلے بھی سنتی تھیں اور حل بھی کرتی تھیں۔

"کتنی تیاری اور رہ گئی ہے وشا کی؟" ثمینہ نے ان سے پوچھا جو لاؤنج میں ہی بیٹھی تھیں صوفے پر ٹیک لگائے۔

"جس کی مرضی سے یہ شادی ہو رہی ہے اسے ہی پتہ ہو گا تیاری کا بھی' اونہہ"۔ انہوں نے ہنکارا بھرا۔ عنایہ کچن سے سب کچھ دیکھ اور سن رہی تھی' کتنا اس کا دل افسردہ ہوتا تھا' ذرا بھی وہ کسی بھی کام میں دلچسپی ہی نہیں لے رہی تھیں۔

"سمیرا! اب بس بھی کرو' وشا بیٹی ہے تمہاری' دعاؤں کے ساتھ اسے رخصت کرو"۔

"میرے بچوں کے لیے دعائیں ہر وقت ہیں مگر جو کچھ یہ جواد احمد نے کیا ہے بہت بُرا کیا ہے' دیکھنا وہ سب میری بیٹیوں سے میرے بدلے نکالیں گے"۔ وہ تیز لہجے میں روہانسی آواز میں گویا ہوئیں۔

"حد ہوتی ہے سمیرا! غلط سوچتی ہو' وہ کیوں بدلے نکالنے لگے' تم نے کیا ایسا کیا ہے کہ جوان معصوم بچیوں کے ساتھ وہ ایسا کریں گے"۔ ثمینہ کو ان کی منفی سوچوں پر بہت ہی حیرانگی اور افسوس ہوتا تھا۔

"وہ لڑکا مائرہ اتنا منہ پھٹ ہے کہ ذرا لحاظ نہیں کرتا ہے بڑے چھوٹے کا"۔ اکثر مائرہ غصے غصے میں اتنا طنز کر جاتا تھا کہ وہ صرف گرم گرم گھونٹ اندر بھرنے کے کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔

"اچھا اب جو بھی ہے وہ تمہارا داماد بننے جا رہا ہے"۔

"ارے ثمینہ! عقل دو جواد کو کہ ان بچیوں کی عمر نہیں ہے کہ شادی کی جائے' انہیں گھر داری کا بھی ذرا پتہ نہیں ہے"۔ وہ پوری کوشش میں تھیں کہ کسی طرح بھی یہ شادی رُک جائے۔

"دیکھو! تم میری بات سنو' ہماری وشہ کا اس سال بی اے مکمل ہو جائے گا' اس کے بعد تو شادی کرنی ہی ہے نا اور پھر عنایہ کی عمر ایسی ہے اس کی تو اب ہو جانی چاہیے"۔ وہ بولیں۔

"میری کون سی اتنی عمر تھی شادی کی جو سب نے کر دی تھی' اسی کا ہی نتیجہ تھا کہ مجھے کچھ نہ آیا"۔ وہ اپنی بات درمیان میں لے آئی تھیں۔

"ہاں تو تم اتنی معصوم بچی تھیں کہ فیشن کی ساری خبریں تھیں' اگر نہیں خبر تھی تو گھر داری کی"۔ ایسے موقعوں پر جواد احمد ضرور بولتے تھے' سیمرا تو دانت پیسنے لگی تھیں۔

"ہاں آ جاؤ تم بھی' کیونکہ تمہیں بہت سکون ملتا ہے مجھے ستانے میں"۔

"ثمینہ بہن! آپ کی اس بہن کو یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ یہ زیادہ عقلمند ہیں"۔ جواد احمد گویا ہوئے۔

"تم سے زیادہ مجھے سمجھ ہے کہ لڑکیوں کی شادی کب کرنی ہے؟" سیمرا تڑخ کے بولیں۔

"تم پر اگر میں نے اپنی بیٹیوں کو چھوڑا نہ' ساری عمر بھی نہ کرواؤ گی شادیاں"۔ کیونکہ وہ اس دن ان کی نبیلی سائرہ کی گفتگو جو سن چکے تھے۔

"میں جواد بھائی اسے یہی سمجھا رہی ہوں کہ یہ شادی کی ساری تیاریاں خود کرے"۔

"بس ثمینہ! تم مجھے اپنے مشورے نہ دو تو اچھا ہے"۔ ذرا بھی تو وہ اپنی بہن کا لحاظ نہیں کرتی تھیں۔ ثمینہ خفیف سی ہو گئی تھیں مگر وہ کبھی سیمرا کی تلخ اور کڑوی باتوں کا بُرا نہیں مانتی تھیں کیونکہ وہ شروع سے صلح جو طبیعت کی تھیں' اپنی بہن کو بچپن سے ہی دیکھتی آ رہی تھیں' ایسی تنک مزاج اور اپنے حسن کی تعریفوں پر خوش ہونے والی تھیں۔

"کسی نے کتنا سچ کہا ہے کہ ضروری نہیں کہ جن کی شکل اچھی ہو وہ بات بھی اچھی کرے"۔ جواد احمد طنز میں کہتے ہوئے اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئے۔

"دیکھا تم نے' یہ انسان میری ایسے ہی تضحیک کرتا ہے"۔ وہ ہاتھ اٹھا کر اپنی مظلومیت دکھا کر اشارے کرنے لگی تھیں۔

"تم کس لہجے میں ان سے بات کرتی ہو' تم نے سوچا ہے کبھی سیمرا! جواد بھائی تمہارے شوہر ہیں ان کی عزت کرو"۔

"ایسے آدمی کی میں عزت کروں جو مجھے دھتکارتا رہتا ہے"۔ وہ رونے لگی تھیں' عنایہ سے دیکھا ہی نہیں جا رہا تھا کہ اپنی ماں کو روتے ہوئے دیکھے۔

"تم دیکھنا میں وشہ کی شادی ہونے ہی نہیں دوں گی"۔ وہ غصے میں اتنی وحشت زدہ لگ رہی تھیں کہ عنایہ کا دل دھک دھک کرنے لگا' ثمینہ تو سر پکڑ کے ہی بیٹھ گئی تھیں' سنا وشہ نے بھی تھا' جو نشاء کے ساتھ اپنے کپڑوں کی سیٹنگ کر رہی تھی۔

(جاری ہے)

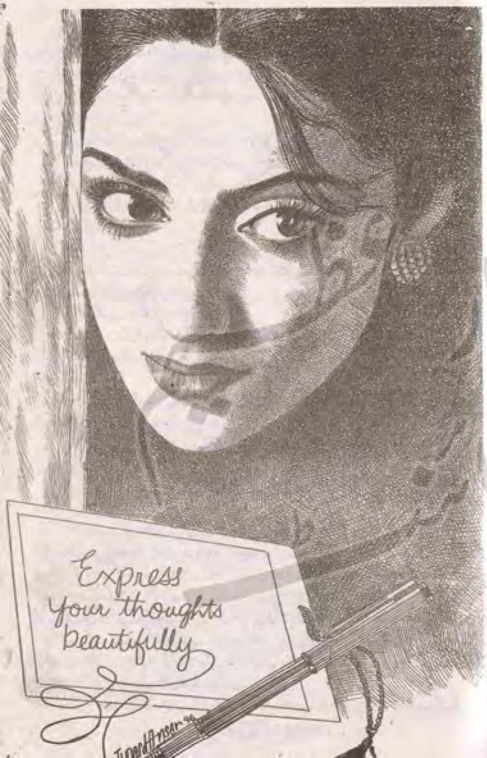

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 10 -

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

محریب کو ذرا فرصت نہ تھی کیونکہ وہ مائرہ کی ساری تیاریاں خود کر رہا تھا' اس کے کمرے تک کا کلر چینج کروایا' نیو فرنیچر سب کچھ ہی نیا ڈلوایا تھا۔ پھر اسے آفس بھی دیکھنا ہوتا تھا' اس نے خود کو مصروف کر لیا تھا کیونکہ مائرہ کی پڑھائی کی مصروفیت تھی' لے دے کر ساری ذمہ داری اس پر ہی تھی' اس دوران اس نے عنایہ کو بھی یکسر فراموش جیسے کیا ہوا تھا' اتنی اسے تھکن ہو رہی تھی کہ وہ ڈھیلے سے انداز میں کاؤچ پر دراز تھا' فائق کب سے اسے دیکھ رہا تھا اسے کچھ بات جو کرنی تھی۔

"محریب بھائی! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" وہ کچھ شاکی بھی ہوا۔

"نہیں یار! ٹھیک ہے' وہ بس تھکن سی ہو رہی ہے"۔ وہ سیدھا ہوا۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی"۔ وہ قدرے توقف کے لیے رُکا۔

"محریب بھائی! دادی جان بلا رہی ہیں آپ کو"۔ رافع نے آ کر ہانک لگائی۔ دونوں ہی کی توجہ اس کی جانب ہو گئی تھی۔

"اچھا آتا ہوں"۔

"آپ ایسا کریں' دادی جان کے پاس حاضری لگائیے' میں آپ سے رات کو آپ کے کمرے میں آ کر بات کرتا ہوں"۔ وہ بھی کچھ سوچ کر کھڑا ہو گیا۔

"اوکے"۔ محریب نے بھی تردد نہ کیا۔

وہ جیسے ہی کمرے میں آیا رافع نے کھانسنا شروع کر دیا کیونکہ سامنے عنایہ جو بیٹھی تھی' محریب جھینپ سا گیا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک کروں"۔ اس نے رافع کو گھورا' وہ لب بھینچ کر ہی رہ گیا کہ اگر مزید کوئی شرارت کی تو خیریت نہیں تھی۔

"آؤ میرا بچہ"۔ دادی جان نے اپنے قریب ہی بیڈ پر جگہ بنائی جبکہ عنایہ ایزی چیئر پر بیٹھی تھی' کچھ نروس سی بھی ہو رہی تھی۔

"بیٹا! ہم تو تمہاری صورت کو ترس گئے ہیں' ایسی بھی تیری کیا مصروفیت"۔ وہ ناراضی کے ساتھ شکوہ بھی کرنے لگی تھیں۔

"آپ کو پتہ ہی ہے کہ کتنے کام ہیں جو مجھے ہی کرنے ہیں"۔ وہ جان بوجھ کر اب عنایہ کو اگنور کرنے لگا' خوامخواہ ہی جز بزسی ہو رہی تھی۔

"دو گھڑی اب تو تجھے دادی کے پاس بیٹھنے تک کا ٹائم نہیں ہے اور یہی عنایہ کا حال ہے' میں نے آج رافع کو بھیج کر اسے بلوایا ہے' بچی کو دیکھے مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ مدت گزر گئی ہے"۔ انہوں نے کہا۔ محریب نے مسٹرڈ اور بلیک چارجٹ کے پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس اس کا نازک موہنا سا نکھرا دیکھا جو اسے آج کچھ ستا ہوا لگ رہا تھا' جانے کیوں وہ اس کے معاملے میں اتنا سخت بنتا جا رہا تھا' وہ جو سب کی فکر کرتا تھا اور عنایہ سے تو اس کی آج تک ہلکی سی بھی جھڑپ نہیں ہوئی تھی' اس سے اس دن ایسی تلخ اور کڑوی باتیں کی تھیں کہ بعد میں خود کو ملامت ہی کرتا رہا تھا۔

"آپ مجھے یہ بتائیے کہ انہیں کیا آپ نے مار کے بٹھایا ہے جو یہ اتنی خاموش بیٹھی ہیں"۔ اس نے اپنی عادت کے خلاف ذرا شوخی سے عنایہ کو دیکھ کر اشارہ کیا۔ عنایہ جھینپ کر پہلو بدلنے لگی' وہ حیران بھی ہوئی کہ محریب اور اتنا شوخ انداز' سماعتیں اور بصارتیں یقین نہیں کر رہی تھیں۔

"وہ ایسی تو کوئی بات نہیں"۔ عنایہ نے ہی جھٹ جواب دیا۔ محریب کے ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ رینگ گئی۔

"دادی جان! میں ذرا فریش ہو لوں' بہت تھک گیا ہوں"۔ وہ ان کے ہاتھ تھام کے کچھ مسکرا کے پوچھنے لگا۔

"ٹھیک ہے جا"۔ انہوں نے خوشدلی سے اجازت دی۔ عنایہ کو ایسا لگا کہ اس کی سانسوں کو وہ کھڑا ہوا روک رہا ہو' اتنی وہ گھبرائی ہوئی تھی کہ محسوس یہ ہوا کہ اس کا ہر انداز محریب کو ناگوار ہی گزرے گا مگر خود کو بہت کنٹرول کیے بیٹھی رہی تھی۔

"دادی جان! میں ابھی آتی ہوں"۔ وہ کھڑی ہو گئی۔ کیونکہ سوچ کے آئی تھی کہ منتہیٰ سے بھی مل کر آئے گی اسے پتہ تو چل ہی گیا تھا کہ حمود اسے کئی گھنٹوں کے لیے اپنے ساتھ لے گیا تھا' اسے پوچھنا تھا کہ ملاقات کیسی رہی۔ وہ باہر کوریڈور میں آ کر یمنیٰ کو دیکھنے لگی کیونکہ اس کے ساتھ ہی وہ جا سکتی تھی' اس کی ایسی بے تکلفی بھی نہیں تھی تہذیب سے کہ بلا جھجک ہی چلی جاتی۔

"چھوٹی تائی! یمنیٰ کدھر ہے؟" اس نے انہیں اپنے روم سے نکلتے ہوئے دیکھا تو جھٹ پوچھ لیا۔

"لاؤنج میں تھی فون کر رہی تھی"۔

"اچھا......" وہ لاؤنج میں ہی آ گئی جو اپنے نوٹس وغیرہ پھیلائے بیٹھی تھی' لگتا تھا پڑھائی کر رہی تھی۔

"مصروف ہو"۔ وہیں سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔

"نہیں تو' وہ بس آپ کو پتہ ہی ہے نیکسٹ ویک میں پیپر شروع ہونے والے ہیں' وشہ کو پیپرز' نہ بتا رہی تھی کہ کیا امپورٹنٹ ہے"۔

"ہاں وشہ بھی بڑی مصروف ہے آج کل پڑھائی میں"۔ وہ مسکرائی۔

"ذرا میرے ساتھ تو چلو' مجھے منتہیٰ سے ملنا ہے"۔ اس نے بھابی وغیرہ نہیں لگایا تھا' کیونکہ اسے منتہیٰ اپنی ہی جیسی لگی تھی تو سہیلی کا رشتہ زیادہ اچھا لگا تھا۔

"چلیے میں یہ اپنے نوٹس ذرا روم میں رکھ کر آتی ہوں"۔ وہ اپنی فائلز سمیٹ کے تیزی سے نکل گئی تھی۔ عنایہ وہیں بیٹھی رہی' گھر میں اس ٹائم خاصی خاموشی تھی کیونکہ مائرہ اور فائق بھی نہ تھے' چھوٹے تایا' تایا ابو ابھی تک گھر نہیں آئے تھے' مغرب ہو چکی تھی اسے بھی گھر جانا تھا' دوپہر میں ہی تو آئی تھی جب رافع اسے لینے آیا تھا۔

یمنیٰ کے ساتھ وہ چلی آئی تھی' منتہیٰ تو حیران ہی رہ گئی ورنہ تو وہ سمجھی تھی کہ عنایہ بھی دیگر لڑکیوں کی طرح خاصی مغروری ہو گی مگر اس نے تو اتنی محبت اور اپنائیت کا مظاہرہ کیا کہ وہ گنگ رہ گئی۔

"میں آپ کو محریب بھائی کے رشتے سے بھابھو کہہ سکتی ہوں؟" تہذیب نے عنایہ کو مسکرا کے دیکھا۔

"یعنی تم بھی مائرہ کی طرح بھابھو ہی بولو گی"۔ یمنیٰ نے شوخی سے کہا۔

"ظاہری بات ہے میں محریب بھائی کی بہن ہوئی تو میں بھی مائرہ بھائی کی طرح انہیں بھابھو ہی کہوں گی"۔ تہذیب نے تفاخر زدہ لہجے میں کہا۔

"بھئی تمہاری مرضی' میں کچھ نہیں کہہ سکتی"۔ وہ جھینپ گئی۔

"یمنیٰ باجی! آئیے آپ کو میں اپنے اسکول کی فرینڈز کی تصویریں دکھاتی ہوں"۔ حکمت اسے بلانے چلی آئی۔

اتنے میں مبینہ ان لوگوں کے لیے کباب اور نمکو وغیرہ چائے کے ساتھ لے آئی تھیں۔

"ارے آنٹی! آپ نے یہ تکلف کیوں کیا؟" عنایہ شرمندہ سی ہونے لگی۔

"میرے بیٹے کی ہونے والی دلہن آئی ہے' میں ایسے ہی جانے دیتی کیا"۔ انہوں نے مسکرا کے کہا' عنایہ تو اور ہی جھینپ گئی۔

''میں تو منتہیٰ کی خیر خیریت کے لیے آئی تھی''۔ اس نے خاموش بیٹھی منتہیٰ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا' وہ صرف مسکرا دی۔

''کیوں نہیں ملے گا پہلے کچھ ہم کھا لیتے ہیں''۔ تہذیب نے پلیٹیں سب کے آگے رکھی تھیں' مینہ نے خاطر مدارت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ کچھ ہی دیر میں پھر عنائیہ نے ہی منتہیٰ کو مخاطب کیا' سب ہی وہاں سے اٹھ گئے تھے' دونوں بیٹھی تھیں۔

''کیا سوچ رہی ہو؟''

''کچھ خاص نہیں''۔ منتہیٰ نے مسکراتی نگاہ ڈالی۔

''فضول اور غلط بالکل نہیں سوچنا' کیونکہ اچھا سوچو گی تو اچھا ہی ہوگا''۔ عنائیہ نے اسے سمجھایا۔

''اگر میں کچھ اچھا سوچوں گی بھی' ضروری نہیں کہ وہ ہو بھی جائے''۔ لہجے میں حسرت' محرومی اور اداسی تھی۔

''اگر خود پر اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور یقین ہو تو اچھا ہی ہوتا ہے''۔

''ایک بات کہوں عنائیہ! اب جبکہ تم نے ہی بے تکلفی اور جھجک کی دیوار گرا ہی دی ہے اور میں تمہیں پتہ ہی ہے محریب بھائی کے دوست کی منکوحہ ہوں' تم اچھی طرح جانتی ہو میری اوقات کیا ہے اور وہ حمود سالار' وہ کتنے اونچے گھرانے کا بیٹا ہے' میں تو معمولی سی ان کے گھر کی ملازمہ تو بن سکتی ہوں' بہو نہیں''۔

''کیوں! امیروں کے گھر غریبوں کی بیٹیاں بہو نہیں بنتی ہیں''۔ عنائیہ نے جھٹ نفی کی۔

''لیکن عنائیہ! میں جس حیثیت کی ہوں میں جانتی ہوں''۔ اتنی مغموم اور مایوس تھی کہ عنائیہ کو اس پر ترس سا آنے لگا۔

''پتہ ہے ہم غریب لڑکیوں کو تو خواب تک دیکھنے کا حق حاصل نہیں ہے' تم ہر خواب دیکھ سکتی ہو' میں تمہارا مقابلہ بھی نہیں کر سکتی ہوں' تمہیں اتنے لوگ سپورٹ کرنے والے ہیں اور مجھے کوئی بھی نہیں''۔

''تم خود کو ہم سے الگ نہیں سمجھو' تم جاؤ گی حمود سالار کے ہی گھر' یہ میں تم سے کہہ رہی ہوں''۔ عنائیہ کے لہجے میں وثوق اور یقین تھا۔

''پلیز! تم مجھے ایسے خواب دیکھنے پر مجبور نہ کرو عنائیہ جس کی تعبیر ہی نہیں ہے''۔ وہ رونے لگی۔

''تعبیر دینے والا ہمارا خدا ہے' تم اور ہم بیٹھ کر یہ کیسے سوچ سکتے ہیں کہ اس کی تعبیر ہی نہیں''۔

''میں نے اپنے سگے رشتوں کو قریب سے دیکھا ہے اور جو سر راہ چل کر رشتے بنائے جاتے ہیں انہیں تو کوئی قبول ہی نہیں کرتا' پھر وہ ہمیں کیسے وہ مقام دلا سکتے ہیں''۔ لب کچلنے لگی۔

''ضروری نہیں کہ سارے رشتوں میں کھوٹ ہو' تم ایک بار اعتبار تو کرو اس رشتے پر' اسے پانے کی اسے حاصل کرنے کی جستجو تو کرو' کوشش تو شروع کرو' دیکھنا یہ کاغذی رشتہ اتنا مضبوط اور اٹوٹ ہوگا کہ تم خود پر رشک کرو گی' مگر یہ اسی صورت میں ہوگا کہ تم منتہیٰ نہ سوچو' نہ حمود سالار کو غلط سمجھو' اس نے تمہارا ایک گراؤنڈ جانے بغیر نکاح کیا ہے جب یہ اس طرح اچانک ہو سکتا ہے پھر تم ایک دن ان کے گھر میں بھی اپنے مقام اور حیثیت کے مطابق جاؤ گی مگر اس کے لیے اللہ کو ساتھ لے کر چلنا' دیکھنا کامیابی تمہارا مقدر ٹھہرے گی''۔ وہ ہمیشہ دوسروں کو بھی اسی طرح ہی مثبت اور یقین کا درس دیتی تھی۔

''کاش..... عنائیہ! میں بھی تمہاری ہی طرح کی لڑکی ہوتی''۔ وہ اسے رشک بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

''کسی دن میں تمہیں اپنے بارے میں تفصیل سے بتاؤں گی' میں اور تم الگ نہیں ہیں' ایک ہی ہیں' بس میں یقین

اور اعتماد کو دور نہیں کرتی ہوں''۔ اس نے منتہیٰ سے کہا۔

''آج ہی بتا دو نا''۔

''پھر کبھی' ابھی جلدی میں ہوں' گھر جانا ہے اور ہاں یاد آیا' وشا اور مائرہ کی شادی کا ہر فنکشن اٹینڈ کرنا ہے''۔ ساتھ ہی حکمیہ انداز میں ہدایت دی۔

''مجھے کہاں تمیز ایسے فنکشنز کی''۔ وہ گھبرائی۔

''فضول بات کوئی نہیں' ہماری دوستی ہو گئی ہے نا تو میری ہر بات بھی ماننا ہوگی''۔ عنائیہ نے اس کے رخسار پر چپکی دی۔

''مجھے ایک بات تو بتاؤ' تمہیں حمود سالار لگا کیسا؟'' عنائیہ نے معنی خیزی سے سرگوشی میں پوچھا۔

''پتہ نہیں''۔ حمود سالار کے نام پر ہی دل دھڑک اٹھا' نگاہ جھک گئی۔

''یعنی اچھے لگے''۔ وہ سمجھ گئی۔ منتہیٰ نے مسکرا کر نگاہ اٹھائی' دونوں ہی زور سے ہنس پڑی تھیں' تہذیب اور مینہ نے اندر جھانک کر حیرانگی سے دیکھا۔

☆☆☆

''پلیز بابا! مجھے کچھ تو ٹائم دیں''۔ وہ اتنا لاچار' بے بس اور روہانسا ہو رہا تھا کہ ہشام سالار کے چتون تشویش میں سکڑ گئے کیوں کہ ان کے کسی بھی فیصلے اور بات ماننے پر وہ اتنی بحث تو کبھی نہیں کرتا تھا پھر اب کی بار وہ ایسا کیوں کر رہا تھا۔

''تم مجھے وجہ بتا دو آخر مسئلہ کیا ہے؟''

''ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے' مجھے ابھی شادی تو کیا منگنی تک نہیں کرنی''۔

''یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کیوں؟'' وہ سوالیہ انداز میں چیخے' کلثوم بانو پہلو بدل کے رہ گئیں کیوں کہ حمود سر جھکائے ان کے سامنے کھڑا تھا' چہرے سے انہیں اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کچھ الجھن اور پریشانی میں ہے۔

''میں صرف چند ماہ کی مہلت مانگ رہا ہوں' پھر میں وہی کروں گا جو آپ چاہیں گے مگر پلیز ابھی منگنی وغیرہ کچھ نہ کریں''۔

''چلو ٹھیک ہے' میں تمہیں صرف تین ماہ کی مہلت دے رہا ہوں مگر یاد رکھنا اگر تم نے اس دوران کوئی بھی گل کھلانے کی کوشش کی یا اپنی مرضی چلانے کی کوشش کی' گھر سے تو نکالوں گا ہی جائیداد سے بھی عاق کر دوں گا''۔

ایسی دھمکی پر وہ لب بھینچ کے رہ گیا کیوں کہ گل تو وہ کھلا ہی چکا تھا' بس اس گل کو اس گھر میں لا کر سجانا تھا' اس کے لیے کتنی جدوجہد کرنا تھی' پہلے اس سرپھری کو منانا تھا' پھر اپنے بابا کو کیوں کہ سب سے مشکل یہ دو ہی تو تھے۔

''سنا تم نے''۔

''جی..... جی''۔ وہ اچھل گیا۔ حمود نے اس پر ہی شکر ادا کیا اور پروا لے کا اس نے ایک مشکل ٹالی اور اسے تو وقتی طور پر یہ ہمیشہ کے لیے ہی ٹل گئی۔

''منتہیٰ نیاز کو تو وہ کبھی اپنی بیوی کے روپ میں برداشت ہی نہیں کر سکتا ہے''۔

''کبھی نہیں''۔ کمرے میں آ کر خود سے ہمکلام ہوا۔

''اگر اس گھر میں آئے گی یا میرے اوپر جس کا حق ہوگا وہ صرف منتہیٰ حمود سالار کا' اس کے علاوہ کوئی نہیں''۔ ہے محبت تک کے معنی نہیں پتہ تھے نہ کبھی یہ سوچا تھا کہ اس پر بھی یہ دن آئے گا' یعنی بندہ دو بول بولنے

کے بعد ہی بدل جاتا ہے۔

''منتہیٰ! تم نے مجھے اندر تک ہلا دیا ہے' تم نے مجھ سے ہاتھ جوڑ کے رشتہ جوڑنے کو کہا تھا' دیکھنا میں کیسے یہ رشتہ ہمیشہ کے لیے جوڑتا ہوں''۔ وہ بیڈ پر چاروں خانے چت لیٹ گیا' کتنا بدلا ہوا وہ خود کو محسوس کر رہا تھا' کل تک محبت سے بے گانہ تھا مگر اسے ہو کیا گیا تھا' ایک لڑکی کے لیے وہ اتنا سوچ رہا تھا۔

''شکر ہے بھائی! بلا تکی' ذرا جلدی سے مجھے بتایئے کون ہے جس کا نام ابھی آپ پکار رہے تھے''۔ راحمہ کی اچانک غیر متوقع آواز پر وہ اچھل ہی گیا' دیکھا تو وارڈ روب سے ٹیک لگائے کھڑی تھی' نگاہوں میں معنی خیزی' تجسس اور اشتیاق تھا' حمود گڑبڑا سا گیا۔

''میں کسے پکار رہا تھا؟'' انجان بننے لگا۔

''بھائی! میں نے خود نام سنا ہے''۔ وہ تو جب بھی کسی بات کے پیچھے پڑتی تھی ہاتھ دھو کر پڑ جاتی تھی۔

''کس کا نام؟'' وہ نگاہ چراتا ہوا وارڈ روب کھولنے لگا اور وہ اپنی بہن کی عادت کو بھی خوب جانتا تھا کہ اسے ٹالنا کتنا مشکل ہے۔

''بھائی! ادھر میری طرف دیکھیں' بالکل جھوٹ نہیں چلے گا''۔ وہ اس کے آگے آ کر کھڑی ہو گئی دونوں ہاتھ پشت پر جمائے ہوئے تھے' حمود نے چتون تیکھے کیے اور اسے گھورنے لگا۔

''تمہارے آج کل کان کچھ زیادہ ہی سننے لگے ہیں' میں نے کسی کا نام نہیں لیا ہے''۔

''اور ہاں تمہاری پڑھائی کیسی چل رہی ہے؟'' اس نے وارڈ روب بند کی اور پھر بیڈ پر دونوں ہاتھ پیچھے لگا کر بیٹھ گیا۔

''کیسی چلتی ہے ویسی ہی ہے میتھس کا مسئلہ ہو رہا ہے اور ہاں مجھے انگلش میں بھی پرابلم ہو رہی ہے''۔ وہ منہ بسورنے لگی۔ حمود نے شکر ادا کیا کہ وہ بھولی تو سہی ورنہ اسے تو کسی بھی ٹاپک سے ہٹانا بڑا مشکل ہوتا تھا۔

''آپ نے کہا تھا کسی ٹیوٹر کا''۔

''کوشش میں تو ہوں''۔ وہ پھر کھڑا ہو گیا' دیکھا تو موبائل اس کا بیپ دے رہا تھا' کال تھی حمنی نیازی کی' اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

''اچھا تم نکلو یہاں سے' مجھے کچھ کام کرنا ہے آفس کا''۔ وہ اپنا نائٹ سوٹ لے کر واش روم میں گھس گیا۔ راحمہ نے اس کی چوڑی پشت کو گھورا اور دھڑ سے دروازہ بند کر کے کمرے سے نکل گئی۔ موبائل مسلسل بیپ دے رہا تھا' حمود دانت پیس رہا تھا' وہ جھنجھلا کر کے باہر آیا' بھنا کے موبائل بیڈ سے اٹھایا' اسکرین پر جو نام دیکھا بصارت کو یقین نہ ہوا' دل خوش ہو گیا' دھڑ سے بیڈ پر سیدھا ہو کر لیٹ گیا اور موبائل کان سے لگا لیا۔

''یس''۔ خمار آلود لہجہ بنا لیا۔

''السلام علیکم!'' اس نے اپنی مہین آواز میں سلام کیا۔ حمود موبائل کان سے لگائے اپنے بیڈ روم سے نکل کر ٹیرس پر چلا گیا' کیونکہ بیڈ روم میں ہو سکتا تھا کہ امی آ جائیں۔

''خوش رہو''۔ وہ ٹیرس پر سیٹ کیے صوفہ سیٹ پر ٹانگیں لمبی کر کے دراز ہو گیا اور نگاہ لان میں پھیلی مدہم روشنی میں لپٹے درختوں اور پیڑوں پر تھی۔

''زہے نصیب' آج آپ نے کیسے یاد کر لیا ہمیں؟'' خاصا شوخ ہو رہا تھا۔

''میں نے یہ کہنے کے لیے فون کیا ہے کہ مجھے ایک جگہ جاب مل رہی ہے''۔

''واٹ...... جاب؟'' وہ تو اچھل ہی گیا۔ منتہیٰ قدرے توقف کے لیے رک گئی تھی' وہ شاید سمجھ گئی تھی کہ وہ شاک میں آ گیا ہوگا۔

''تمہیں جاب کی کیا ضرورت ہے' میں نے جو اتنے پیسے دیئے ہیں وہ کیا کم پڑ رہے ہیں''۔ طنز کے ساتھ گویا ہوا۔

''آپ اپنے پیسے اور موبائل لے جایئے' مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور میں مزید آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی''۔ وہ خاصی افسردگی سے گویا ہوئی۔

''پہلی فرصت میں جاب کا دماغ سے نکال دو کیوں کہ ہمارے خاندان میں عورتوں کا جاب کرنا برا سمجھا جاتا ہے''۔ وہ رعب سے بولا۔

''سوری میں آپ کی یہ بات نہیں مان سکتی ہوں' آپ کی مہربانی کہ آپ نے مجھے اپنا نام دیا' اتنی عزت دی مگر میں اپنی اوقات سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتی ہوں''۔

''تم ضرورت سے زیادہ بولتی ہو اور اتنا بولتی ہو کہ میرا دماغ چکرانے لگتا ہے''۔ وہ کھسیاہٹ کے ساتھ جھنجلاہٹ کا شکار ہو گیا۔

''اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں' ورنہ آپ کی زندگی میں اتنے چکر آئیں گے کہ آپ خود چکرا کر گر گئے تو میں یہ برداشت نہیں کر سکتی ہوں''۔

''اف...... اتنا فلسفہ بولتی ہو کہ میں ایک لمحے کو سن سا ہو جاتا ہوں''۔ حمود کو وہ اتنی قنوطی اور حالات کی ستائی ہوئی لگی تھی کہ اب وہ اسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

''پھر سن کیوں نہیں لیتے''۔

''پہلے مجھے یہ بتاؤ تم ہو کدھر؟'' حمود نے موضوع بدلنے کو پوچھا۔

''میں اس وقت صحن میں بیٹھی ہوئی ہوں اور باقی سب سو رہے ہیں''۔

''اچھا اوپر آسمان پر دیکھو کتنا خوبصورت چاند ہے' نظر آ رہا ہے صحن سے یا نہیں؟'' اس نے ٹیرس پر سے نگاہ سامنے آسمان پر ٹکائی جہاں سات تاریخ کا چاند چمک رہا تھا اور اس کی روشنی اتنی اچھی لگ رہی تھی کہ وہ ایک ٹک دیکھے ہی گیا۔

''جی نظر آ رہا ہے''۔ وہ اتنا ہی بولی۔

''خوبصورت لگ رہا ہے ناں؟''

''ظاہر ہے خوبصورت ہے جب ہی تو سب کی توجہ کا مرکز ہے' اسے اس بات کا ڈر بھی نہیں ہے کہ کوئی اس کی روشنی چھین لے گا''۔

''پھر فلسفہ......'' وہ اکتا کے گویا ہوا۔

''میں نے بس آپ سے یہ کہنے کے لیے کال کی ہے کہ میں جاب کر رہی ہوں' آپ اپنی چیزیں آ کر لے جائیں''۔ وہ جھٹ بولی۔

''مجھے چیزوں کے ساتھ چیزیں استعمال کرنے والی بھی چاہئے' سنا تم نے''۔ ایک ایک لفظ جتا کے کہا۔ اسی وقت منتہیٰ نے لائن ہی کٹ کر دی' حمود نے مسکرا کے موبائل کو دیکھا کیوں کہ اس کے ذہن نے بہت کچھ سوچ لیا تھا کہ اسے آگے کیا کرنا ہے۔

............☆☆☆............

اسے پیکنگ کے لیے یمنی نے بلالیا تھا' آفس سے تو جلدی آجاتی تھی پھر رات تک اس کا وقت یہیں گزرتا تھا وہ اور یمنی پیکنگ سے فارغ ہوئیں تو تہذیب جانے کے لیے کھڑی ہوگئی۔

"ارے جلدی کیا ہے بیٹھو تو"۔ یمنی نے اسے زبردستی بٹھالیا۔ مگر اسے لاؤنج میں فائق کی موجودگی کافی نروس کر رہی تھی جو کمپیوٹر پر بیٹھا ہوا تھا اور مسلسل اپنے گلاسز کو بھی درست کرتے ہوئے کی بورڈ پر اپنی انگلیاں چلا رہا تھا۔

"وہ اصل میں یمنی صبح پھر اٹھنے میں دیر ہوجائے گی"۔ وہ ٹائم بھی دیکھنے لگی کیوں کہ پونے بارہ بج رہے تھے۔

"میں تمہیں اپنے کپڑے تو دکھادوں جو میں مائز بھائی کی شادی پر پہنوں گی"۔ وہ اسے بٹھا کر پیک کیے جوڑے اٹھا کرلے گئی اور وہ گھبرا سی گئی۔

"بیٹھو کھڑی کیوں ہو؟" فائق نے پشت گھما کر اسے دیکھا۔

"جی"۔ وہ اتنا ہی بول سکی۔

"سنائی کم دیتا ہے' بیٹھو"۔ وہ ہیئر سے کھڑا ہوگیا۔ تہذیب گھبرانے لگی جو اس میں لگتا تھا کچھ زیادہ ہی دلچسپی لینے لگا ہے اور وہ اس سے بچتی تھی' خوامخواہ فائق کے گھر والے اُلٹی سیدھی بات کرنے لگتے تو کتنی بُری بات ہوتی۔

"میں جارہی ہوں' مجھے صبح جلدی اٹھنا ہوتا ہے"۔ ایک دم ہی جانے کے لیے اس نے قدم بڑھادیے مگر فائق کے چتون تن گئے اور وہ راہ میں حائل ہوگیا۔ یلو پرنٹڈ کاٹن کے کپڑوں میں وہ چہرے پر ناگواری لیے دانت پیسنے لگی جبکہ وہ بغور اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"جاب کب چھوڑو گی؟"

"آخر آپ کو میری جاب پر اتنا اعتراض کیوں ہے؟" وہ ٹھنک گئی۔

"وہ اس لیے کہ تم سوائے بے وقوفی کرنے کے کچھ کر ہی نہیں رہی ہو"۔ وہ اس کے برہم ہوتے چہرے کو پُرشوق نگاہوں کی زد میں لیے ہوئے تھا۔ تہذیب اسے دیکھنے تک سے گریز کررہی تھی' ڈرتی تھی کہ اس کے دل کے اندر کا چور اس کے سامنے نہ آجائے اور پھر وہ اس شخص کے بارے میں سوچنا تک نہیں چاہتی تھی' جو اس کی منزل تو کبھی نہیں ہوسکتا۔

"جو بھی کررہی ہوں آپ کو کیوں تکلیف ہے"۔

"سوری تہذیب! میرے کپڑوں کا شاپر ہی نہیں مل رہا"۔ یمنی خاصی افسردہ سی آئی' دونوں گڑبڑا کے الگ ہوگئے۔

"کوئی بات نہیں پھر دیکھ لوں گی"۔ وہ مسکرائی۔ فائق کمپیوٹر کے بٹن پریس کررہا تھا' تہذیب جانے لگی تھی۔

"رُکو تہذیب! اکیلی نہیں جاؤ' فائق چھوڑ دے گا"۔ ناظمہ اسے ہی دیکھنے آئی تھیں کہ چلی تو نہیں گئی کیونکہ کافی دیر سے وہ اور یمنی پیکنگ کررہی تھیں۔

"میں چلی جاؤں گی آنٹی!" تہذیب جھٹ بولی۔

"چلی تو جاؤ گی' پھر بھی رات ہو رہی ہے لان میں ہلکا سا اندھیرا بھی ہوتا ہے' فائق چھوڑ آئے گا"۔ انہوں نے پھر بھی زبردستی فائق کو اشارے سے کہا۔ وہ لب بھینچ کے رہ گئی' مجبوراً اسے جانا پڑا' کوریڈور عبور کر کے دونوں ساتھ ہی باہر نکلے' پورچ کی سیڑھیوں سے اتر کر وہ تیزی سے دائیں جانب بڑھ رہی تھی تاکہ فائق اس سے کوئی اور سوال نہ کرے۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے جانے کی"۔ وہ معنی خیزی کے ساتھ طنز کر گیا' اس نے جز بز ہو کر اپنی چال کو ہلکا کرلیا۔

"میں اب جاسکتی ہوں آپ جائیے"۔ وہ رُکھائی اور سرد مہری سے گویا ہوئی' لان میں پھیلا مہیب سناٹا پیڑ اور پودوں کی ہلکی ہلکی سرسراہٹ ماحول کو کچھ پُراسرار بنارہی تھی۔

"تم مجھ سے کتنا ہی بچ لو مگر میں تمہارا پیچھا ایسے تو نہیں چھوڑوں گا"۔ وہ مسکرایا' تہذیب نے دانت پیسے اور فائق کی گلاسز سے جھانکتی آنکھوں میں آنکھیں ڈالی تھیں۔

"کسی مجبور اور بے بس انسان کو ڈرا کر آپ کس جذبے کی تسکین چاہتے ہیں"۔

"کچھ جذبے انسانیت کے ہوتے ہیں' تم یہی سمجھو کہ مجھ سے وہ جذبہ ہی یہ سب کچھ کروا رہا ہے' خوامخواہ تم اگر کسی ایسے نقصان سے دوچار ہوگئیں ناں سوچ لو بہت مشکل ہوجائے گی"۔ وہ گھمبیر لہجے میں اسے آگہی دینے لگا۔

"آپ بے فکر رہیے' میں آپ کو پھر بھی کوئی تکلیف نہیں دوں گی"۔

"محترمہ! اتنے بڑے بول نہ بولیے' اللہ نہ کرے کہ آپ کو کچھ تکلیف ہو' میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دوسری جاب کرلو"۔ وہ بولا۔

"شکریہ مشورے کا بلکہ روز ہی دیتے ہیں' پلیز آئندہ مجھے نہیں دیجیے گا"۔ گھر آیا تو وہ گیٹ کے باہر رُک کر ناگواری سے بولی تھی۔ فائق نے حیرانگی سے اس لڑکی کو دیکھا جو خود کو کتنا مضبوط اور پُراعتماد ظاہر کررہی تھی جبکہ وہ تو اتنی ڈری سہمی ہوئی تھی کہ اس سے نگاہ تک تو ملا کے بات نہیں کرتی تھی۔

"تم کچھ بھی کہو میں تمہاری راہ سے نہیں ہٹوں گا"۔ اس نے جتایا۔

"آپ پاگل تو نہیں ہوگئے ہیں"۔ وہ جھنجلا کر تیز لہجے میں بولی۔ اس نے گیٹ پر ابھی تک دستک نہ دی تھی' فائق اور وہ آمنے سامنے تھے وہ دیکھ بھی بغور رہا تھا' تہذیب کو اس کا انداز غصہ دلا رہا تھا۔ جتنا وہ اسے اگنور کرنا چاہ رہی تھی وہ اتنا ہی راہ میں آرہا تھا' دل کو تو وہ پہلے ہی تھپک کے چپ کرا چکی تھی کہ یہ سراب ہے یہ تمہارا کبھی ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ زمین پر رہ کر آسمان کو چھونے کی وہ بات کر ہی نہیں سکتی' امیر اور غریب کے فرق کو وہ بچپن سے دیکھتی اور سہتی آرہی تھی' وہ کیا اور اس کا حسن کیا ہے وہ خوب جانتی تھی۔

"ابھی تو نہیں ہوا ہوں لیکن مجھے لگ رہا ہے تم کردو گی اپنی ضد کی وجہ سے"۔ انداز ذومعنی اور طنزیہ تھا۔ تہذیب کے تو پسینے چھوٹنے لگے تھے' وہ وارفتگی سے دیکھ رہا تھا اس کی نگاہوں میں ایسا کچھ تو تھا جو تہذیب نگاہ بھر کے دیکھ نہ پاتی تھی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں' آپ کی شکایت محریب بھائی سے کردوں گی"۔ وہ ہراساں ہونے کے ساتھ گھبرا بھی گئی۔

"گڈ! پھر تو اور آسانی سے تم یہ جاب چھوڑ سکتی ہو"۔

"پلیز! میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں' میرا پیچھا چھوڑ دیں' میں یہ جاب نہیں چھوڑنا چاہتی"۔ کتنی مجبور اور بے بس ہورہی تھی۔ فائق کو اس پر ترس بھی آرہا تھا مگر اسے یہی ڈر تھا کہ وہ کسی مصیبت میں نہ پڑ جائے' کیونکہ وہ اتنی معصوم اور سادہ تھی اگر اس کی معصومیت کو کسی نے چھین لیا تو کیا ہوگا' فاطمہ کا شوہر اسے اکثر دھمکیاں بھی دیتا تھا کہ وہ تہذیب کو منع کردے مگر تہذیب اس کی کوئی بات مان ہی نہیں رہی تھی۔

"پھر ٹھیک ہے میں کرتا ہوں تمہارا بندوبست"۔

"کیسا بندوبست؟" تہذیب کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی دوڑ گئی' وہ مڑ گیا تھا آگے اس نے کچھ کہا ہی نہیں تھا۔

"اُف یااللہ! یہ شخص کیا کرنے والا ہے؟" اس کا دل انجانے خوف میں مبتلا ہوگیا تھا اس نے دروازے پر متواتر

دستک دینی شروع کردی تھی کیونکہ اندر کا خوف اسے اپنے شکنجے میں لینے لگا تھا۔

☆☆☆

وہ خود اس کی گاڑی میں گھس کے بیٹھی تھی' جو اس نے چاہا تھا وہ مل بھی گیا تھا مگر اپنی اوقات سے زیادہ' اس کا تو ذہن ہی پریشان تھا' وہ اس سے لاکھ پیچھا چھڑانا چاہتی تھی مگر وہ تو اس پر دن بدن اپنا تسلط جما رہا تھا' وہ حیران تھی ایسے ڈیشنگ بندے کو لڑکیوں کی کیا کمی تھی آخر وہ اس کا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتا ہے۔ کہتے ہیں ناں کہ جب آپ کسی کی طلب کرتے ہیں اور پھر آپ اسی کی طلب بن جاتے ہیں' کتنا مشکل اور دشوار ہوتا ہے یہ مرحلہ وہی جانتی تھی' اس نے اگر حمود سے نکاح کی بات کی تھی تو صرف اپنے تحفظ کے لیے مگر اس نے یہ نہیں چاہا تھا کہ وہ اسے اپنے ساتھ بھی رکھے۔

سوچ سوچ کے ذہن شل ہو گیا تھا' کب سے صحن میں ٹہل رہی تھی جاب اسے مل رہی تھی مگر حمود کا ڈر بھی تھا کہ وہ کہیں غصہ میں نہ آجائے اور پھر وہ زبردستی اپنے ساتھ لے جائے۔ اس کی زندگی بھی کیا تھی' دنیا میں آئی تو باپ چلا گیا پھر ماں نے پالا' کتنی پریشانیوں کے ساتھ اسے پڑھا لکھا بھی رہی تھی مگر اس کا چچا کتنی نیچ ذہنیت کا تھا کہ اس کا رشتہ پیسوں کے عوض کسی اوباش آدمی کے ساتھ کر رہا تھا اگر اس کی ماں پڑوس کی عورت کے ساتھ مل کر اسے گاؤں سے نہ نکالتی تو شاید آج اس کا بُرا ہی حشر ہو رہا ہوتا۔ پتہ نہیں اماں کیسی ہوں گی' چاچا نے کیا حال کیا ہو گا' افسردگی سے سوچتے ہوئے آسمان پر نگاہ جمادی۔

کاش میں پرندہ ہوتی' کم از کم مجھے اپنی عزت کی فکر تو نہ ہوتی۔

"کیا سوچ رہی ہیں آپ؟" حکمت حیرانگی سے اسے آسمان تکتے ہوئے دیکھنے لگی' شام کی سرمئی پھیلی ہوئی تھی چھوٹا سا صاف ستھرا صحن جہاں ایک تخت بھی بچھا تھا اکثر وہ حکمت کو ٹیوشن وہیں پڑھاتی تھی۔

"کچھ نہیں"۔ منتہیٰ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"آپ کو اپنی امی یاد آرہی ہوں گی"۔

"ہوں"۔ وہ اتنا ہی بولی۔

"حمود بھائی سے بولیے گا کہ وہ آپ کو ملانے لے جائیں گے"۔ وہ اپنا بیگ لے کر تخت پر ہی بیٹھ گئی' اسکول کا کام بھی کرنا تھا۔

"منتہیٰ باجی ایک بات پوچھوں آپ سے؟" وہ چونک کر پوچھنے لگی۔ منتہیٰ بھی تخت پر ہی ٹک گئی اور سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"حمود بھائی کے کبھی گھر گئی ہیں؟"

"نہیں ایک بار بھی نہیں"۔ وہ بولی۔

"آپ کو جا کر ان کا گھر تو دیکھنا چاہیے"۔ بیگ سے کتابیں کاپیاں نکال کر وہ بیٹھ گئی تھی

"تم اپنا کام کرو اچھا' یہ سب نہیں سوچو"۔ اسے چپت لگائی اور ہال کے اندر چلی گئی۔ مینہ رات کے لیے چاول چن رہی تھیں کیوں کہ دوپہر انہوں نے دال بنائی تھی سوچا تھا کہ اس کے ساتھ چاول بنالیں گی۔

"خالہ جان میں چاول پکالوں گی"۔ وہ ان کے ہاتھ سے چاول کی ٹرے لے کر خود لاؤنج میں بیٹھ کے چننے لگی کیوں کہ زیادہ سے زیادہ خود کو مصروف رکھنا چاہتی تھی۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونک گئی' جھانک کے صحن میں دیکھا حکمت دروازہ کھولنے اٹھ گئی تھی مگر سامنے حمود سالار کو بلیو جینز کی پینٹ پر لائٹ پنک ٹی شرٹ میں

دیکھ کر تو وہ گھبرا ہی گئی۔

"میں آپ ہی کی باتیں منتہیٰ باجی سے کر رہی تھی"۔ حکمت مسکراتے ہوئے اسے اندر لے آئی تھی' مینہ کو اس نے سلام کیا' انہوں نے جواب میں ڈھیروں دعائیں دی تھیں۔ منتہیٰ نے ٹرے سینٹرل ٹیبل پر رکھ دی' بیچ کلر کے پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس وہ گھبرائی ہوئی کھڑی ہو گئی سلام تک کرنا جیسے بھول گئی تھی' حمود نے خاصا گہری نگاہوں سے اس کا جھجکنا گھبرانا دیکھا۔

"ارے بیٹا بیٹھو"۔ مینہ نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ منتہیٰ کے سامنے والے بڑے صوفے پر بیٹھ گیا مگر خود کو خاصا مودب ظاہر کر رہا تھا کیونکہ مینہ جو سامنے کھڑی تھیں' حکمت بھی موجود تھی' تہذیب ابھی تک آفس سے آئی نہیں تھی' حمزہ کو رافع بلا کر لے گیا تھا۔

"بیٹا آپ بیٹھو میں چائے بناتی ہوں"۔ مینہ نے حکمت کو آنکھوں کے اشارے سے باہر جانے کو کہا' وہ سر جھکا کر واپس صحن میں تخت پر جا کر بیٹھ گئی۔ منتہیٰ کو تو پسینے ہی آنے لگے مگر اس لمحے اس نے اپنی اس کیفیت کو چھپانے کے لیے پہلو بدلا تھا' حمود کی گہری اور پُر سوچ مسکراتی نگاہوں نے اس کا حصار باندھا ہوا تھا۔

"کیسی ہو؟" مسکرا کے پوچھا۔

"کیسی ہو پوچھنا بے کار ہے کیونکہ کیسی ہوں یہ تو جان ہی چکے ہیں"۔ انداز ذو معنی تمسخر زدہ اور کچھ حسرت بھرا بھی تھا۔

"ہاں کیسی ہو یہ تو نظر آرہا ہے"۔ اس نے اپنے دلائے ہوئے کپڑوں میں اسے ملبوس ستائشی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"جاب کا بھوت اترا"۔

"کچھ بھوت ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اترتے بھی نہیں اور نہ اتر پاتے ہیں وہ سوار ہی رہتے ہیں"۔ پھر اس نے فلسفہ بولا۔

"اُف"۔ حمود نے اپنی کالر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور پنکھے کی جانب اوپر نگاہ جما کر تاثر یہ دیا کہ اسے گرمی لگنے لگی ہو۔

"تم آسان زبان میں بات نہیں کر سکتی ہو؟" وہ جھنجلا کر اسے تیز لہجے میں ڈانٹنے لگا۔

"جس کی زندگی مشکل ہو وہ آسان زبان کیسے استعمال کر سکتا ہے کیونکہ وجود اتنی مشکلات کا عادی ہو چکا ہے کہ اب تو آسان چیز بھی مشکل نظر آتی ہے"۔

"گڈ مستقبل قریب میں تم میرے دماغ کی دہی کر دو گی"۔ وہ اس کے سپاٹ اور نخوت زدہ چہرے کو دیکھ کر طنز کرنے لگا۔

"آپ یہاں آئے ہی کیوں"۔ بدلحاظی کی حد کر دی۔

"دراصل تمہارے لیے ایک جاب ہے تنخواہ بھی ملے گی ٹھیک ٹھاک' بس لڑکی کو ٹیوشن پڑھانا ہے"۔ وہ بولا۔

"سوری میں ٹیوشن نہیں پڑھا سکتی"۔ صاف انکار کر دیا۔

"لیکن میں چاہتا ہوں جس لڑکی کو پڑھانے کے لیے کہہ رہا ہوں اسے تم ہی پڑھاؤ تو بہتر ہے"۔

"میں ہی کیوں اور پھر میں نے آج تک ٹیوشن نہیں پڑھائی' مجھے تجربہ نہیں ہے"۔ اس نے جھوٹ بولا جبکہ یہاں جب سے آئی تھی حکمت اور حمزہ کو وہی پڑھا رہی تھی۔

''مجھے پتہ ہے تمہیں تجربہ بھی ہے''۔ وہ بولا کیونکہ یہ تو وہ بھی جانتا تھا۔

''لیکن میں ٹیوشن نہیں پڑھا سکتی''۔

''تمہیں ٹیوشن میری بہن کو پڑھانا ہے' وہ پڑھائی سے بھاگتی ہے کتنے ہی کوچنگ وہ چھوڑ چکی ہے اور اب پڑھائی چھوڑنے کے چکر میں ہے' میں چاہتا ہوں کہ اسے تم ہینڈل کرو''۔ وہ نرم سے لہجے میں اسے بتانے لگا۔ منتہیٰ نے حیرانگی سے سنا کیونکہ حمود اس لمحے خاصا سنجیدہ بھی تھا۔

''پھر میں چاہتا ہوں کہ تم ہمارے گھر کے ماحول کو' لوگوں کو بھی سمجھ لو گی کیونکہ تمہیں ایک دن رہنا وہیں ہے''۔ وہ ایک ایک لفظ جما جما کر بول رہا تھا۔ منتہیٰ لب بھینچ کے سر جھکائے سب سن رہی تھی' جانے کیوں دل کو یقین ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہ شخص اسے اتنی اہمیت دے رہا ہے' وہ اسے دیکھنے تک سے گریز کرتی تھی۔

''پلیز میں آپ کو پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ یہ ممکن نہیں ہے''۔ سختی سے نفی کی۔

''کیا ممکن نہیں ہے؟'' حمود نے انجان بننے کی ایکٹنگ کی۔

''یہی کہ آپ کے گھر......'' وہ منمنائی۔

''اس وقت تو مسئلہ میری بہن کا ہے جو پڑھائی چھوڑنے کے چکر میں ہے اور میں نہیں چاہتا کہ وہ ایسا کرے' اس لیے میری یہ خواہش ہے کہ تم اسے پڑھاؤ گی' تنخواہ تمہیں میں اس لیے نہیں دوں گا کہ تم میری بیوی ہو' میری ذمہ داری ہو' تمہیں ہر ماہ خرچ میں دوں گا جو کثیر رقم ہی ہوگی''۔

''مگر مجھے آپ کے پیسوں کی قطعی ضرورت نہیں ہے''۔ قطعیت سے گویا ہوئی۔ حمود نے اس لڑکی پر نگاہ غلط کی جو بڑے سے دوپٹے میں خود کو چھپائے پُراعتماد ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھی' اس کے ایک ایک انداز اور بات میں سادگی تھی جو بھی بات کرتی صاف ہی کرتی تھی۔

''مجھے ضرورت ہے''۔

''پھر رکھیے اپنے پاس ضرورت ہے تو''۔ جھٹ بولی۔

''پیسوں کی نہیں تمہاری''۔ وہ مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوا' منتہیٰ نے گرم گرم سانسیں نخوت زدہ باہر نکالی تھیں وہ جتنا اس پر اپنی ناگواری اور سرد مہری ظاہر کر رہی تھی وہ اتنا ہی اس پر حاوی ہو رہا تھا۔

''میں نے کہہ دیا ہے تمہیں پڑھانا ہے تو پڑھانا ہے''۔

''زبردستی ہے؟'' وہ تیز لہجے میں چڑ کے بولی۔

''کچھ ایسا ہی''۔ بڑی معنی خیز مسکراہٹ لیے منتہیٰ کو سلگتے ہوئے دیکھ رہا تھا' وہ بل کھا کے اُٹھی۔

''اور گاڑی تمہیں پانچ بجے لینے آئے گی اور چھوڑ کے بھی جائے گی''۔

''آخر آپ کا مسئلہ کیا ہے''۔ وہ تنک گئی۔

''ارے مسئلہ ابھی بتایا تو ہے''۔ وہ ہنسا۔

''میں دوسرے مسئلے کی بات کر رہی ہوں''۔ لاجواب سی ہو گئی۔ اسے حمود سے یہاں گھر میں بحث کرنا عجیب بھی لگ رہا تھا' اندر مبینہ کیا سوچ رہی ہوں گی اس بات کی بھی گھبراہٹ تھی وہ مسلسل اسے بغور دیکھ رہا تھا' منتہیٰ کو لگ رہا تھا کہ اگر وہ رضامندی نہیں دے گی تو وہ یہاں سے جائے گا بھی نہیں۔

''دوسرے مسئلے تو تمہارے وہاں آ کر شروع ہوں گے''۔ وہ شرارتی اور معنی خیز لہجے میں گویا ہوا۔

''جی''۔ وہ چونک گئی۔

''اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے' ظاہری بات ہے جب تم اس گھر میں آؤ گی تو جب ہی تو مسئلے ہوں گے تمہیں اور پھر پتہ بھی چلے گا''۔

''آپ نہایت فضول گفتگو کرتے ہیں''۔ وہ تو کھسیا گئی۔

''ہاں تم خلیل جبران کی بہن بنی گھومتی رہو' میں کچھ نہ بولوں''۔ وہ اکثر اس کے فلسفوں سے تنگ آ کر اس پر طنز کرنے لگا تھا۔ منتہیٰ کو حمود کی ایسی باتیں سخت گراں گزرتی تھیں جو بالکل بھی کسی بات کو سیریس نہیں لے رہا تھا' اپنے باپ کو نہیں جانتا کیا' اسے تو سوچ سوچ کے اکثر پسینے آ جاتے تھے۔

''پلیز تم بھی آسان اور سادہ گفتگو کر لیا کرو' مجھے تمہارے فلسفے ہضم نہیں ہوتے ہیں''۔

''ظاہری بات ہے جو شخص آسائشوں میں رہتا ہو اسے یہ سب ہضم بھی کیسے ہوگا کیونکہ ایسی باتیں وہی لوگ ہضم کر سکتے ہیں جنہوں نے سرد و گرم موسم دیکھے ہوں یا ان پر آئے ہوں''۔ وہ پھر شروع ہو گئی تھی۔ حمود سر تھام کے رہ گیا کیونکہ منتہیٰ کے اندر کی محرومی حسرت وہ سب جانتا اور سمجھتا تھا مگر اسے منتہیٰ سے چڑ نہیں ہوئی تھی ایسی بچی اور کھری لڑکی تھی جو آج کے دور میں تو ہونا مشکل تھی۔

ایک وہ حسنی تھی جسے منہ ٹیڑھا کر کے انگلش بولنے سے فرصت نہیں تھی لباس سے لے کر لب و لہجہ تک بناوٹی تھا' ایسی لڑکی تو اس کی لائف پارٹنر ہو ہی نہیں سکتی تھی' جب سے وہ منتہیٰ سے ملا تھا اس کی سوچوں میں اس کا گزر ہونے لگا تھا۔

''محترمہ! یہ سب نصیب کا کھیل ہوتا ہے میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا' تم اطمینان رکھو چند دن کی تمہاری پریشانیاں ہیں پھر آنا تو میرے پاس ہی ہے''۔ وہ مخمور اور ترنگ بھرے لہجے میں بولا' منتہیٰ نے ایک نظر ہی ڈالی اور اٹھ کر اندر چلی گئی' مبینہ چائے جو لے آئی تھیں اس طرح اس کی بچت بھی ہو گئی۔

☆☆☆

دو دن سے سمیرا بیگم بے چین تھیں نہ رات کو نیند آ رہی تھی اور نہ ہی پارلر میں ان کا دل لگ رہا تھا کیوں کہ جوں جوں وشہ کی شادی کے دن قریب آ رہے تھے ان کے دل میں ایسا لگ رہا تھا کہ کچھ خالی پن سا ہو رہا ہو مگر انہیں ایک طرف جواد احمد پر بھی غصہ تھا وہ انہیں مات دینے کے لیے ہی شادی کر رہے تھے اپنے بچوں سے وہ کبھی بھی محبت و لگاوٹ سے بولی ہی نہ تھیں مگر اس بار انہیں کچھ ایسا ہی کرنا تھا کہ وشہ کی شادی رُک جائے' وہ اٹھیں کوریڈور میں پڑی چیئر پر بیٹھ گئیں۔ وہ ماں تھیں مگر اتنی سخت کیوں تھیں شاید ان میں خودسری اور ضد تھی شروع سے انہوں نے اپنا سراہا جانا ہی سنا تھا اور اب بیٹی کی شادی کے بعد تو ان کا سارا اسکوپ ہی خراب ہو جائے گا لیکن اپنی بیٹیوں سے بھی کچھ نہیں کہہ رہی تھیں۔

پوری رات وہ بے چین اور مضطرب تھیں' اپنے سسرال والوں سے اتنی بددل تھیں کہ اپنی بیٹیوں تک کو وہاں بھیجنا گوارا نہ تھا۔

''کیا بات ہے معارج اٹھا نہیں''۔ صبح وہ ناشتہ کرنے ٹیبل پر آئیں تو عنایہ سے پوچھا۔

''وہ دادی جان کی طرف چلا گیا ہے' تائی امی نے بلایا تھا''۔ ڈرتے ڈرتے اس نے بتایا کیونکہ وہاں کا نام سن کے تو سمیرا بیگم کے ماتھے پر ناگواری کے جالے تن جاتے تھے۔

''تم تینوں کو ہر وقت وہاں جانے کی پڑی رہتی ہے''۔ انہوں نے چائے کا سپ بھرا۔ عنایہ لب بھینچ کے انہیں کن انکھیوں سے دیکھتی رہی' وشہ کالج گئی ہوئی تھی اس کے پیپرز کی ڈیٹ آ گئی تھی کیونکہ ایڈمٹ کارڈ اور ڈیٹ شیٹ

لینے گئی تھی' شادی اس کے پیپرز کے بعد ہی رکھی تھی یہ بھی وشہ کی ضد سے ہوا تھا۔

''امی! اگر آپ وشہ کی چیزیں دیکھ لیتیں تو......'' عنایہ رُک رُک کے بولی۔

''میرے پاس اتنا ٹائم نہیں ہے کہ فضول دیکھتی پھروں' اپنے باپ کو دکھاؤ کیونکہ انہیں ہی تم بیٹیوں کو نکالنے کی پڑی ہے جبکہ میرے لیے تم دونوں بوجھ نہیں ہو''۔ انہوں نے نیا پینترا اپنایا' عنایہ کو جواد احمد کی طرف سے بدظن کرنے کا' پوری رات جاگ کے وہ اسی نتیجے پر پہنچی تھیں۔

''اتنی کم عمری میں تم دونوں کی شادیوں کی پڑی ہے' وشہ تو بہت چھوٹی ہے جسے اپنی خبر نہیں وہ شادی کی ذمہ داری اٹھالے گی کیا؟''

''ہماری وشہ سمجھ دار ہے امی! اب اٹھالے گی''۔

''ارے خاک اٹھائے گی' اگر پہلے سال ہی بچے کے چکر میں پڑگئی تو رو رو کے یہ تو اپنا حشر کرے گی' نزلہ بخار تو اس سے برداشت ہوتا نہیں ہے کجا یہ برداشت کرے گی''۔ سمیرا بیگم آج دل کھول کر عنایہ کو ایسی سوچوں کے حوالے کرنا چاہتی تھیں کہ وہ جواد احمد سے پھر اُڑ جائے۔

''بیٹا! شادی کے بعد کی زندگی بہت مشکل ہوتی ہے اور پھر وہ دونوں تمہارے باپ کی طرح ہیں' سوچ لو کتنی درد سری ہوگی کیونکہ ہیں تو وہ انہی کے بھتیجے''۔ ان کا لب ولہجہ اتنا کٹیلا اور کڑوا تھا وہ غصہ اور نفرت کی آگ میں ایسی اندھی تھیں کہ انہیں کچھ نظر ہی نہیں آرہا تھا۔ عنایہ کو اپنی ماں کی سطحی سوچوں پر بہت افسوس ہوتا تھا جو اپنی اولاد تک کا خیال نہیں کرتی تھیں جبکہ وہ ان کی خوشی کے لیے اپنا نقصان تک کررہی تھی' یہ ایک ماں تھیں اور وہ بیٹی' جانے دونوں میں کون ٹھیک تھا اس کا دماغ پریشان تھا۔

''مائز حد سے زیادہ زبان دراز اور بدتمیز ہے' وشہ کو سکون سے رہنے دے گا' نچا کر رکھ دے گا' سمجھتا کیا ہے خود کو''۔

''امی! آپ پلیز ایسی باتیں تو نہ کریں''۔ وہ گھبرا گئی۔

''کیسے نہ کروں' تم میری اولاد ہو تم دونوں کی میں فکر نہ کروں تو کون کرے گا' اگر میرے بدلے تم دونوں سے لیے گئے تو کیا ہوگا''۔ انہیں سب سے زیادہ یہی دھڑکا تھا۔

''ضروری ہے جو آپ سوچ رہی ہوں وہی ہو' کوئی بھی ایسا نہیں ہے''۔ دل اس کا اتنا غمگین اور رنجور ہو رہا تھا کہ سمیرا بیگم سے آگے کچھ اور کہہ ہی نہیں پارہی تھی' وہ تو محبت میں رُکی ہوئی ہے۔

''رہنے دو ایسا نہیں ہے کوئی' محریب اسے تم کتنا جانتی ہو' ارے پورا گھنا ہے مجھے تو پکا یقین ہے پانچ سال بعد امریکہ سے آیا ہے ضرور وہاں کوئی نا کوئی شادی کررکھی ہے''۔

''جی''۔ وہ تو حیرانگی سے انہیں دیکھنے لگی' ایسی تو اس کے دل تک میں بات نہیں تھی محریب جیسا ریزرو طبیعت کا شخص ایسی حرکت' ذہن و دل نہیں مان رہا تھا۔

''دیکھنا تمہیں پتہ چلے گا بعد میں جب اس کی انگریز بیوی بچے لیے یہاں آئے گی''۔ وہ اس لمحے اتنی بے حس لگ رہی تھیں کہ عنایہ کا دل کٹنے لگا' وہ ناشتہ چھوڑ کر تیزی سے اندر چلی گئی۔

غلط تو وہ کبھی سوچتی ہی نہیں تھی' ہمیشہ مثبت سوچیں ذہن میں رکھیں' اچھا سوچا اچھا ہوگا کسی کا بُرا نہ کہو مگر آج اس کی سماعتوں نے ایسی باتیں سنیں جو بھول کے بھی اس کے دل میں نہ دماغ میں آئی تھیں' وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے روئے جارہی تھی۔ زندگی اتنی ارزاں بھی ہوتی ہے کاش وہ اس دنیا میں نہ ہوتی' کاش وہ یہ سب نہ سنتی' اس نے تو بھی

اپنی زندگی تک کو کوسا نہ تھا ہمیشہ صبر و شکر ہی کیا تھا۔

''محریب احمد نہیں تم ایسے نہیں ہوسکتے' اگر تم ایسے نکلے ناں میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی' سوچ لو کوئی غلطی معاف نہیں کروں گی''۔ ایک دم ہی دل بدگمان سا ہونے لگا جبکہ وہ غلط اور منفی تو سوچنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

''نہیں میں ایسا کچھ بھی غلط ان کے بارے میں نہیں سوچوں گی' وہ ایسے نہیں ہیں''۔ جلدی سے دونوں ہاتھوں سے آنسو پونچھے اور خود کو تسلی دی' اطمینان دلایا' بیڈ سے وہ اٹھ گئی تھی کیونکہ وشہ جلدی کالج سے آجاتی' اسے کچن بھی دیکھنا تھا ماسی سے صفائی بھی کروانی تھی۔ جب سے وہ دادی جان کے گھر سے آئی تھی وہ پریشان تھی کیونکہ محریب نے اس بار اسے رخ ہی نہیں دیا تھا' کتنا اس کا دل رویا تھا نہ ہی اب اس کا کافی دنوں سے فون آیا تھا۔

''تمہیں میری باتیں دکھ تو دیتی ہیں مگر تم سب کو بعد میں اندازہ ہوگا جب وہ مائز اپنے رنگ دکھائے گا''۔ سمیرا بیگم نے پھر اسے دیکھ کر وہی موضوع چھیڑا۔ عنایہ ڈائننگ ٹیبل سے برتن اٹھا رہی تھی مگر لب اس کے چپ تھے' وہ ان سے پہلے بھی بحث کب کرتی تھی۔

''میری ایک اولاد بھی تو میری پرواہ نہیں کرتی ہے''۔ وہ غصہ میں بڑبڑاتی ہوئی ماسی کو پارلر میں چلنے کا اشارہ کرنے لگیں کیونکہ سب سے پہلے وہ پارلر میں جھاڑ پونچھ کرواتی تھیں' گھر کی صفائی وہ بعد میں کرتی تھی۔ عنایہ تاسف اور غم زدہ سی سانسیں بھر رہی تھی' وہ تو خود اپنا نقصان کررہی تھیں وہ سمجھ ہی نہیں رہی تھیں۔

☆☆☆

''کچھ فری ہو؟'' مائز نے اس کے کمرے میں قدم رکھا تھا جو وارڈ روب سے اپنے کپڑے نکال رہا تھا کیونکہ یونیورسٹی کے لیے کپڑے رات کو ہی پریس کروالیتا تھا۔

''نہیں تو' بس سونے کی تیاری کرنے لگا تھا''۔ کپڑے نکالے اور بیڈ پر ڈال دیے۔

''مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے کیونکہ کافی دنوں سے میں یہ سوچ رہا تھا کہ تم سے پوچھوں گا''۔ مائز اس کے بیڈ پر نیم دراز ہوگیا۔ فائق نے استفہامیہ اور تشویش بھری نگاہوں سے دیکھا جو اسے گھور رہا تھا۔

''اگر کوئی فضول بات ہے نا تو پلیز مجھے سونا ہے' صبح پھر دیر ہوجاتی ہے''۔

''ہر وقت تمہیں سونے کی پڑی رہتی ہے''۔ مائز تو چڑ گیا۔

''مجھے تمہاری طرح دیر تک سونے کی عادت نہیں ہے' اٹھو اور نکلو یہاں سے''۔ کبھی کبھی تو وہ خاصا بدلحاظ ہوجاتا تھا۔

''پوچھے بغیر تو نہیں جاؤں گا''۔ وہ اڑ گیا۔

''کیا پوچھنا ہے؟'' وہ دونوں ہاتھ پشت پر لگا کر تیز لہجے میں پوچھنے لگا۔

''تم تہذیب میں انٹرسٹڈ ہو؟'' اس نے بغیر تمہید کے ہی پوچھ لیا۔

''یہ فضول بات پوچھنی تھی''۔ فائق کو تو اپنے تاثرات چھپانے میں کمال حاصل تھا وہ اسے کچھ بھی ایسا ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ مائز اس کا ریکارڈ لگادے۔

''یہ فضول نہیں ہے' میں نے تمہیں اس دن دیکھا تھا جب کوئی آدمی تہذیب کو پوچھ رہا تھا' تم نے چوکیدار کو کتنی ہدایتیں دی تھیں اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے تمہیں اور تہذیب کو ایجنسی کے پیچھے ایک ساتھ دیکھا تھا''۔ مائز تو مکمل اسے گھیر چکا تھا۔ فائق نے حیرانگی سے اسے دیکھا جو اس لمحے خاصا سنجیدہ بھی لگ رہا تھا۔

''کس دن دیکھا تھا!'' وہ انجان بننے لگا۔

"دیکھ فائق مجھ سے نا تو آنکھ ملا کے بات کر"۔

"یار مائز تم تو بات کا فسانہ بنانا شروع کر دیتے ہو"۔ وہ بےزاری اور اکتاہٹ سے بیڈ کی سمت بڑھا۔

"میں فسانہ نہیں بنا رہا ہوں' سیدھی بات پوچھ رہا ہوں اس دن تم اس کے ساتھ ایجنسی کے پیچھے تھے تو کیا کر رہے تھے"۔

"واٹ' کیا کر رہے تھے مطلب کیا ہے؟" وہ تیز لہجے میں بولا۔

"مطلب تو جانتا ہے میں کیا کہنا چاہتا ہوں"۔ اس نے فائق کو گھورا۔

"ایجنسی کے پیچھے وہ تھی میں تو یہ دیکھنے گیا تھا کہ وہ کیوں ہے' میں نے پوچھا تو کہنے لگی کہ کوئی آدمی اسے تنگ کر رہا تھا اس لیے اِدھر چھپ گئی"۔ بروقت اس نے کچھ جھوٹ اور سچ ملا کر اسے بتا دیا۔ مگر مائز کی تجسس بھری اور تشویش بھری عادت کو وہ جانتا تھا کہ وہ مطمئن پھر بھی نہیں ہوگا۔

"پلیز یار اب چلے جاؤ' مجھے سونا ہے"۔ وہ نیند کا تاثر پیش کرنے لگا۔

"یہ جو تو نے فضول کی کہانی مجھے گھڑ کے سنائی ہے میں یقین کرنے والا نہیں ہوں' ضرور کچھ تو ہے کیونکہ میں نے تہذیب کو دیکھا ہے تجھے دیکھ کر وہ گھبرانے لگتی ہے"۔ وہ بیڈ سے اٹھا۔

"وہ رہتی ہی گھبرائی ہوئی ہے مجھ پر الزام مت ڈالو"۔ وہ لیٹ گیا۔

"دیکھ فائق! اگر کوئی ایسی بات ہے تو یار بتا ناں' لڑکی بُری نہیں ہے صرف غریب ہی تو ہے تو کیا ہوا یہ ایسی کوئی پرابلم بھی نہیں ہے"۔ وہ بضد تھا کہ کسی طرح تو مان لے۔

"فضول ہی بات کرنا اور بکنا' ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور میں بتا چکا ہوں میں لڑکیوں کی قوم سے بچتا ہوں"۔ اس نے نگاہ چرا کے اپنی بات پر زور دے کے کہا۔

"لڑکیاں ہی ہوتی ہیں جو ایک آدمی کو لمحوں میں چاروں خانے چت کر دیتی ہیں"۔ معنی خیزی سے بول کر اسے گھورنے لگا۔

"مائز یار کیا تم ایک بات کے پیچھے پڑ گئے ہو"۔

"تو سیدھی طرح مان کیوں نہیں لیتا کہ تہذیب کو تو پسند کرتا ہے"۔ وہ بھی ترکی بہ ترکی بولا۔

"ایسی کوئی بات جب ہے ہی نہیں تو کیسے مان لوں"۔

"تو سوچ لے فائق اگر وہ لڑکی تیری زندگی میں آ گئی تو جب بھی انکار کرے گا"۔

"لگتا ہے مجھے ہی اب یہاں سے جانا پڑے گا کیونکہ تیری یہ بے سروپا راگنی بند تو ہوگی نہیں"۔ فائق غصہ میں بھنا کے بیڈ سے ہی اٹھ گیا۔

"کر تو میری بات کی نفی' جس دن بھی میں نے تجھے رنگے ہاتھوں پکڑا ناں تو سوچ لے پھر میں کیا کرتا ہوں"۔ وہ چہرے پر ہاتھ پھیر کے بولا۔ فائق تو گھبرا ہی گیا کیونکہ وہ مائز کی عادت کو بھی جانتا تھا کہ کسی بات کے پیچھے پڑ جائے تو اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہی ہوتا تھا۔ اور پھر فائق کی سوچوں میں تو اس لڑکی کا گزر ہونے لگا تھا مگر ابھی تک وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا یا پھر وہ ان جذبوں کو کوئی نام نہیں دے پا رہا تھا' وہ خود بھی الجھنے لگا تھا اگر وہ تہذیب کے پیچھے پڑا ہوا تھا تو بس اس لیے کہ وہ بے خبری میں ہی کسی کا تر نوالہ نہ بن جائے اور وہ صنف نازک کی بہت عزت کرتا تھا مگر کبھی اس نے محبت و پیار عشق اور پسند کے بارے میں سوچا ہی کب تھا۔

"میری بات سن لے غور سے' زندگی میں کبھی نہ کبھی انسان پر وہ لمحے بھی آتے ہیں جو اس نے تصور بھی نہیں کیے ہوتے ہیں' ویسے تو وہ بہت دعوے کرتا ہے مگر ایک دن صرف ایک لمحے اور پل کی زد میں آ کر وہ سب دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اس لیے میرے بھائی اپنی اَنا کے آگے اپنی محبت کا گلا نہیں گھوٹنا کیونکہ محبت مل جاتی ہے تو چڑھتے سمندر میں کچھ ٹھہراؤ آ جاتا ہے اور نہ ملے تو سمجھو طغیانی آ جاتی ہے"۔ مائز اتنی گہری اور سنجیدہ بات اس سے کر رہا تھا اور وہ گنگ سا اسے دیکھے جا رہا تھا کیونکہ مائز اتنا سنجیدہ کبھی نہیں رہا تھا۔

"تم ہوش میں تو ہو"۔

"بالکل ہوش و حواس میں ہوں' میں نے ایک بات سمجھائی ہے اور سن میں ایسے تو تجھے بخشوں گا نہیں"۔ اس نے فائق کے شانے پر دونوں ہاتھ رکھے۔ فائق حیرانگی سے اسے دیکھے جا رہا تھا وہ بھی تو بچپن سے وشہ کو پسند کرتا آ رہا تھا یہ بات صرف فائق کو ہی پتہ تھی اور اکثر وہ اس سے ذکر بھی کرتا رہتا تھا مگر اس نے کبھی بھی مائز سے اپنی فیلنگ شیئر نہ کی تھیں' وہ تو اتنا تحمل مزاج شخص تھا سب اسے محریب کا دوسرا پارٹ کہتے تھے جبکہ رافع اور مائز اتنے ہی چلبلے تھے لڑکیوں میں وشہ تھی مائز سے اس کی ایک لمحے کو نہیں بنتی تھی۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تو ایک دم اتنا سنجیدہ کیسے ہو گیا"۔

"زیادہ بکواس نہ کر"۔ مائز جھینپ گیا۔ فائق نے جواب میں قہقہہ لگایا تاکہ سنجیدہ ماحول تو ختم ہو۔

..........☆☆☆..........

اس کے دل میں ایک ویرانی اور بے چینی سی ہو گئی تھی' یہ بات نہیں تھی کہ اسے اپنے بھائی کی شادی ہونے سے جیلسی ہو رہی تھی بلکہ اسے تو ساتھ ہی یہ خوشی بھی تھی کہ اس کے بھائی نے ابھی اپنی خواہش کو لبوں تک لایا بھی نہ تھا کہ وہ پوری ہونے والی تھی' اس نے مائز کی شادی کی تیاریوں میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی کمرے تک کی اس نے مع فرنیچر کے ساری سیٹنگ کروائی تھی مگر اسے ساتھ ہی یہ فکر سوار تھی کہ کہیں بعد میں عنائیہ اپنے اور اس کے رشتے سے اگر انکار کر گئی تو وہ یہ برداشت نہیں کر پائے گا۔ بچپن سے وہ اپنے جذبوں کو چھپائے ہوئے تھا صرف اس ایک خاص لمحے میں اسے سب عنائیہ پر آشکار کرنا تھا مگر وہ لمحہ آنے ہی نہیں دے رہی تھی' پہرے بٹھائے جا رہی تھی اور وہ اس کی اس شدت پسندی اور سرد مہری پر کتنی ہی بار تڑپا تھا' جھنجلایا تھا مگر عنائیہ کو جیسے مطلق پروا ہی نہ تھی۔ اگر میرا اچی نے اسے اس حد تک مجبور کر دیا کہ وہ رشتہ توڑ دے تو کیا وہ یہ بھی کر گزرے گی' اس کے دماغ میں جھکڑ چل رہے تھے جس دن سے دونوں کی پارک میں تلخ کلامی ہوئی تھی اس دن کے بعد اس نے عنائیہ پر حق جتانا چھوڑ دیا تھا اور نہ ہی وہ اسے رخ دے رہا تھا صرف وہ اپنی خفگی اسے دکھا رہا تھا شاید وہ کچھ تو سوچے۔ دروازے پر متواتر دستک نے محریب کے خیالوں کی جھیل میں پتھر پھینکا اور اس کی توجہ ہٹ گئی' فوراً ہی سیدھا ہوا' کھڑکی کے پردے برابر کیے اور دروازے کی سمت دیکھا۔

"آ جاؤ"۔ چہرے پر زبردستی کی بشاشت بھی رکھی۔ دروازہ کھول کر آنے والا مائز تھا وہ حیرانگی سے دیکھنے لگا کہ اتنی رات کو وہ اس کے کمرے میں کیوں آیا۔

"تم ابھی تک سوئے نہیں؟"

"نیند ہی نہیں آ رہی تھی' فائق نے تو کمرے سے ہی نکال دیا' میں نے دیکھا آپ کے روم کی لائٹ جل رہی تھی تو آ گیا"۔ وہ محریب کا بغور جائزہ لینے لگا جو بلیو نائٹ ڈریس میں ملبوس نارمل خود کو ظاہر کر رہا تھا۔

"بھائی جان! اینی پرابلم"۔ اس نے قدرے توقف کے بعد پوچھا۔

"تو پرابلم"۔ مبہم سا مسکرایا۔
"خیر سب سے بڑی پرابلم تو آپ کی اور میری ساس محترمہ ہیں"۔
"مائز"۔ محریب نے چتون تیکھے کر کے تنبیہی نگاہوں سے دیکھا۔
"یار بھائی جان اس سے تو نہ آپ انکار کر سکتے ہیں اور نہ میں"۔
"امی بالکل ٹھیک کہتی ہیں تم بہت فضول بولتے ہو"۔ اس نے مائز کی بات پر کچھ ناگواری کا بھی اظہار کیا۔
"ہر ایک کو میری بات فضول ہی لگتی ہے مگر میں آپ سب کو ہر بات بالکل ٹھیک اور پرفیکٹ کہتا ہوں"۔ تمام امان کے گویا مائز بھی اس کے بیڈ پر لیٹ گیا تھا اور وہ نیم دراز تھا کب سے سوچوں کی یلغار میں اسی پوزیشن میں ہی لیٹا تھا۔
"صبح تمہیں یونیورسٹی نہیں جانا جو اب تک جاگ رہے ہو"۔
"کمپیوٹر پر بیٹھا تھا کچھ کام تھا وہ کر رہا تھا آپ کو پتہ ہے میں کب اتنی دیر تک جاگتا ہوں"۔ وہ اٹھا۔
"پڑھائی پر سنجیدگی سے دھیان... کیونکہ تمہارا آخری سال ہے"۔
"شادی پر دھیان دوں یا پڑھائی پر"۔ وہ منہ کو بگاڑ کے بولا۔
"پھر ایسا کرتے ہیں شادی ایک سال کے لیے ٹال دیتے ہیں اگر تمہیں مسئلہ ہے تو"۔ محریب نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے شرارتی لہجے میں کہا۔ مائز اسی پل ایڑیوں کے بل گھوما۔
"اب ایسا بھی مسئلہ نہیں ہے پھر میرا اپچی کو سیدھا کرنے کے لیے تو میرے پاس ایک ہتھیار آ رہا ہے وہ کیسے چھوڑ دوں"۔
"مائز! سدھر جاؤ اگر تم نے ایسی فضول کوئی بھی بات بعد میں کرنے کا سوچا ہے نا میں تمہاری شادی بیچ کھڑے رہا ہوں تڑوا دوں گا"۔ محریب فوراً ہی سنجیدہ ہو گیا تھا۔
"میں مائز احمد ہوں' محریب احمد نہیں کہ ڈر جاؤں میرا اپچی سے آپ دیکھیے گا بعد میں کیا کرتا ہوں"۔ مائز تو مصمم ارادہ باندھ چکا تھا کہ اسے کرنا کیا ہے۔
"وہ آپ کو اور بھابو کو اسی طرح انکار کرتی رہیں گی اب وقت آ گیا ہے کہ میرا اپچی کو احساس دلایا جائے کہ وہ جو کچھ کرتی آئی ہیں یا کر رہی ہیں غلط ہے"۔
"مائز! مجھے بالکل یہ بات پسند نہیں آئے گی کہ تم بعد میں میرا اور عنایہ کا مسئلہ کھڑا کرو"۔ محریب ویسے بھی اب اپنا تو کوئی ذکر چاہتا ہی نہ تھا۔
"بھائی جان! زندگی کوئی مذاق نہیں ہے کہ اسے یوں برباد کیا جائے' آپ کے اور بھابو کے بھی کچھ جذبات ہیں"۔
"تم چپ کرتے ہو یا میں تمہاری مار لگاؤں"۔ وہ جھینپ گیا۔
"آپ اسی لحاظ و مروت میں اپنا نقصان کر کے رہیں گے اور میں اپنے ہیرے جیسے بھائی کو اس طرح برباد تو کبھی نہیں ہونے دوں گا"۔
"تم زبردستی کرو گے بولو جب وہ لڑکی ہی راضی نہیں ہے تو یہ سب کرنا بھی فضول ہے"۔ محریب کے اندر کی محرومی دکھ بن کے غصہ میں چھلک پڑی۔
"میں بے باک ملک میں رہ کر ضرور آیا ہوں مگر مجھے خود پر کنٹرول ہے"۔
"یہی تو مجھے آپ پر حیرانگی ہوتی ہے پانچ سال امریکہ میں گزارے بھائی جان! ذرا بھی تو آپ میں تبدیلی نہیں آئی ہے"۔ مائز کو اکثر محریب پر حیرانگی بھی ہوتی تھی جو آزاد اور بے باک ملک میں رہ کر ضرور آیا تھا مگر اس کی سوچیں خیالات ابھی اتنے بے باک نہ آزاد خیال ہوئے تھے۔

"تبدیلی لا کر مجھے کرنا کیا تھا میں وہاں پڑھنے گیا تھا خود کو بدلنے نہیں گیا تھا اور پھر مجھے اپنی مشرقی اقدار اور مذہب کا بھی خیال ہے"۔ وہ بولا۔
"آپ اور لڑکوں کی طرح کیوں نہیں ہیں' آپ بھی کیوں نا اڑ گئے بھائی جان' بھابو کی مرضی کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہے آپ مضبوط تو بنتے' کیسے پھر بھابو رضامندی نہ دیتیں"۔ وہ جھنجھلا کر بولا۔
"میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں پھر جو رشتے دلوں کی خوشی سے جوڑے جاتے ہیں وہ پائیدار بھی ہوتے ہیں"۔ وہ ذو معنی بولا۔
"یعنی میرا اور وشہ کا رشتہ تو پھر دلوں کی رضامندی سے کب جڑا ہے' وہ تو خود مجھ سے اتنا چڑتی ہے آپ سوچیے وہ میرے ساتھ رہ لے گی"۔ وہ سنجیدگی سے اپنا موضوع بھی لے آیا۔
"وشہ میں اور عنایہ میں بہت فرق ہے"۔ محریب جھٹ بولا۔
"کیا فرق ہے؟" وہ حیرانگی سے پوچھنے لگا۔
"وشہ لڑ جھگڑ کے دوستی کر لیتی ہے جبکہ عنایہ نہ ہی لڑتی ہے اور نہ ہی کچھ کہتی ہے"۔ وہ بولا۔
"ہوں"۔ مائز نے سر ہلایا۔
"میری یہ بات یاد رکھنا اگر تم نے میرا اپچی سے کوئی بھی بدتمیزی کی بعد میں تو سوچ لو میں کیا کر سکتا ہوں"۔ محریب نے دھمکی دی۔
"میں بھی تو ستوں کیا کر سکتے ہیں"۔ وہ دونوں ہاتھ پشت پر جما کے گویا ہوا۔
"یہ میں ابھی تمہیں نہیں بتاؤں گا بعد میں بتاؤں گا جب تم کچھ کرو گے"۔ اس نے مائز کو گھورا۔ مائز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔
"مسکراؤ نہیں' میں سیریس ہوں"۔ محریب تپ ہی گیا۔
"یار آپ تو اس ٹائم بالکل ہی بدلے ہوئے لگ رہے ہیں' آپ بے فکر رہیے آپ کی ساس کی شان میں گستاخی کرنے کا مرتکب بھی نہیں ہو سکتا ہوں"۔ بات تو پل میں یونہی گھما تا تھا۔
"اچھا اب اچھے بچوں کی طرح یہاں سے نکلو' صبح تمہیں یونیورسٹی بھی جانا ہے"۔ محریب نے اسے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ بھی پھر کچھ نہ بولا اور سر ہلاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ محریب نے ایک لمبی گہری سانس لی اور آنکھیں بند کر لیں جیسے ہی آنکھیں بند ہوئیں وہ سامنے آ گئی۔
"عجب لڑکی ہو میرے حواسوں پر چھائی رہتی ہو مگر حقیقت میں کتنی دور ہو"۔ وہ سوچنے لگا۔
زندگی کو وہ کتنا خوش کن سمجھ کے یہاں آیا تھا مگر یہاں تو آ کر دیکھا سب ہی بدلا ہوا تھا' کتنا افسردہ ہوا تھا جب پتہ چلا کہ جواد چاچو اس گھر سے چلے گئے ہیں' وہ دید کا شوق لیے پردیس سے واپس آیا تھا مگر وہ یہاں تھی ہی نہیں' وہاں تو وہ میرا اپچی کی وجہ سے جاتا ہی نہ تھا بلکہ گھر کا کوئی فرد نہ جاتا تھا۔ عنایہ' وشہ اور معارج آتے رہتے تھے' کتنا کچھ بدل گیا تھا' ایک احد ہی تھا جس کی اس سے بنی ہوئی تھی سارے رازوں سے بھی واقف تھا ہر بات وہ اس سے کرتا تھا مگر اپنی بے تابی بے قراری اور بے چینی کی داستان اسے کبھی نہیں سنائی تھی۔ دوسرا حمود تھا جو اس کا اسکول و کالج تک میں ساتھ رہا تھا پھر یہ تو امریکہ چلا گیا' اس طرح دونوں کا رابطہ منقطع ہو گیا' اب پھر دونوں مل گئے تھے تو اس کی زندگی میں کچھ تبدیلی یہاں سے آ گئی تھی اس کی طرف بھی نکل جاتا تھا یا وہ یہاں آ جاتا تھا' وہ یہاں آ کر بیزار ہی ہوا تھا۔

(جاری ہے)

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 11

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

"گھر کتنی دور ہے؟" ہشام سالار نے کچھ سخت لہجے میں پوچھا۔

"وہ میرا دوست محریب ہے ناں اس کی ایجنسی میں رہتی ہے وہ اپنی خالہ کے ساتھ۔" حمود سنبھل سنبھل کے بول رہا تھا۔ ہشام سالار اس کی بات غور سے سننے کے بعد اتنا بولے تھے کلثوم بانو بھی وہیں بیٹھی تھیں۔

"اس لڑکی نے پڑھا کتنا ہے؟"

"ماسٹرز کیا ہے"۔ وہ مودب انداز میں بول رہا تھا۔ حمود سالار کی نگاہ ٹی وی کی اسکرین پر بھی تھی اور وہ دھک دھک کرتے دل کے ساتھ انہیں منتہٰی کے بارے میں بتا رہا تھا کہ وہ راحمہ کو ٹیوشن پڑھائے گی۔

"تم خود ملے ہو؟" وہ کچھ مشکوک انداز میں بولے۔

"نہیں وہ محریب کی کزن ہے اس نے خود بتایا ہے"۔ جھٹ بولا۔

"ٹھیک ہے اگر راحمہ کو وہ ہینڈل کرلے تو میرے خیال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ایسا کیجیے گا آپ جاکر مل آیئے گھر والوں سے بھی دیکھ لیں ماحول بھی"۔ ہشام سالار ایسے بول رہے تھے جیسے کوئی رشتہ طے ہو رہا ہے۔

"بابا! ہم راحمہ کے لیے ٹیوٹر رکھ رہے ہیں کوئی رشتہ نہیں کر رہے"۔ حمود کو خود بولنا پڑا۔

"تم گدھے ہی رہنا کبھی عقل سے نہ سوچنا ہماری بیٹی دو گھنٹے وہاں گزار کے پڑھے گی پھر بھی ہمیں یہ تو دیکھنا پڑے گا ناں وہاں کا ماحول وغیرہ"۔ ہشام سالار نے اسے ڈانٹ دیا۔ حمود لب بھینچ کے رہ گیا کلثوم بانو نے پہلو بدلا تھا۔

"اور ہاں اس لڑکی کو آپ یہ ضرور سمجھا دیجیے گا کہ ہماری بیٹی پڑھائی کی بہت چور ہے"۔ وہ بولے۔

"میں نے بھی کہہ دیا ہے راحمہ کے بارے میں سب کچھ"۔ وہ بھی گویا ہوا۔

"اور ہاں فیس وغیرہ بھی طے کرلیجیے گا آپ ہی جاکر"۔ ہشام سالار پھر بولے۔ حمود پہلو پر پہلو بدل رہا تھا اور دل میں شکر بھی ادا کر رہا تھا کہ سب کچھ آسانی سے طے ہو گیا تھا ورنہ بابا کو سنبھالنا تو بہت ہی مشکل تھا۔

"ایسا کریں آپ آج ہی جایئے راحمہ کو لے کر"۔

"بابا ٹھیک کہہ رہے ہیں"۔ حمود نے جھٹ تائید کی ہشام سالار نے چونک کے اسے فہمائشی نگاہوں سے دیکھا تو وہ کچھ گڑبڑا سا گیا اور نگاہ جھکالی بلیو جینز پر بلیو ہی جینز کی شرٹ میں ملبوس خاصا ڈیشنگ بھی لگ رہا تھا۔

"میں راحمہ کو تیار ہونے کا کہہ دیتی ہوں کیونکہ چھ بج رہے ہیں"۔ کلثوم بانو کھڑی ہو گئیں۔

آج ویسے ہی حمود اور ہشام سالار جلدی آفس سے اس لیے آگئے تھے کہ دونوں کی ہی میٹنگ تھی حمود بھی اٹھنے لگا تھا کہ انہوں نے بیٹھنے کا اشارہ کر دیا۔

"کب تک تم سیریس ہو کر حمنیٰ کے بارے میں سوچو گے؟"

"وہ بابا! میں آپ کو جلدی بتا دوں گا"۔ جتنا وہ اس ذکر سے بچ رہا تھا وہ اتنا ہی کرتے تھے۔

"دیکھو حمود! میں چاہتا ہوں کہ نیاز احمد کی بیٹی ہی اس گھر کی بہو بنے کیونکہ وہ لڑکی مجھے بالکل ٹھیک لگی ہے تمہارے لیے"۔ وہ بولے۔

"اُف...... بابا کو اپنی پارٹنر شپ کو جوڑے ہی رکھنا ہے"۔ وہ سوچ کے دانت پیسنے لگا۔

"جی آپ کی بات سر آنکھوں پر مگر کچھ دن میں آپ کو جواب دے دوں گا"۔ وہ کھڑا ہو گیا کیونکہ بروقت موبائل کی بپ نے اسے اس ناگوار ٹاپک سے بچا لیا تھا۔ وہ تو حمنیٰ کو سوچنا تک نہیں چاہتا تھا اور کجا وہ اپنی زندگی میں شامل کرلے۔ اب تو سوائے منتہٰی کے اسے کچھ سجھائی ہی نہیں آتا تھا راحمہ کو اس سے ٹیوشن پڑھوانے کا مقصد بھی یہی تھا تاکہ منتہٰی اس کے گھر والوں کو جان لے اور پھر وہ ایسا کچھ سلسلہ کرے گا کہ منتہٰی اسے گھر آکر ہی پڑھائے اس سے پھر وہ باقی گھر کے ماحول کو بھی جان لے گی۔ جس وقت وہ گھر پہنچا تھا منتہٰی صحن میں بچھے تخت پر بیٹھی حکمت کو اور حمزہ کو پڑھا رہی تھی ان تینوں کو سامنے دیکھ کر تو وہ گھبرا ہی گئی تھی۔

"ارے بہن! آیئے اندر آپ"۔ مبینہ نے جھٹ انہیں اندر بلایا۔ کلثوم بانو اور راحمہ سیدھی اندر چلی گئیں تھیں جبکہ وہ راہداری میں ہی رُک گیا تھا۔

"میری امی اور بہن ہیں"۔ وہ منتہٰی سے بولا۔ منتہٰی نے سنا ہی نہیں اور وہ بھی اندر چلی گئی کیونکہ اسے گھبراہٹ بھی سوار ہو گئی تھی حمود بھی اندر ہی آکر بیٹھ گیا تھا۔

"یہ ہے منتہٰی؟" مبینہ نے تعارف کروایا۔ کلثوم بانو نے کاسنی کاٹن کے پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس پروقار اور سادہ سی لڑکی کو بغور چونک کے دیکھا۔

"منتہٰی......" وہ زیر لب بولیں اور جیسے وہ اس کے چہرے پر کچھ تلاش کر رہی ہوں۔

"جی"۔ وہ چونک کر انہیں بغور دیکھنے لگی کیونکہ کلثوم بانو کا پرسوچ چہرہ اسے پزل کر گیا تھا۔

"بیٹا! آپ نے میری اس نکمی بیٹی کو پڑھانا ہے"۔ جھٹ انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ راحمہ نے بُرا سا منہ بنایا پڑھائی سے شروع سے ہی بھاگتی تھی اور اب تو اس کے پڑھنے کا پکا انتظام اس کے بھائی نے کر دیا تھا۔

"جی وہ میں......"

"میری بہن کچھ شرارتی ہے پلیز آپ اس کی شرارتوں سے گھبرایئے گا نہیں"۔ حمود نے اس کی جھجک دیکھ لی تھی اسے ڈر بھی تھا کہ وہ پڑھانے سے منع ہی نہ کر دے۔

"بھائی! جھوٹ تو نہ بولیے آپ سے کم ہی شرارتی ہوں"۔ راحمہ نے اپنے بھائی کے بازو پر زوردار مکا جڑ دیا۔

"راحمہ! کہیں تو لحاظ کرلیا کرو بڑا بھائی ہے تمہارا"۔ کلثوم بانو نے اسے سرزنش کی وہ خفیف سی ہو کر رہ گئی۔ جبکہ منتہٰی عجیب سچویشن میں تھی کہ کیا بولے وہ کبھی حمود کو دیکھتی تو کبھی کلثوم بانو کو دیکھتی۔

"امی! آپ فیس وغیرہ بھی طے کیجیے میں محریب کی طرف ہوں"۔ وہ اٹھ گیا مگر آنکھوں سے منتہٰی کو کچھ کہا تھا راحمہ کی آنکھیں الگ اپنے بھائی پر تھیں پھر اس نے منتہٰی کو دیکھا جو کچھ بوکھلائی ہوئی سی لگ رہی تھی۔

حمود محریب کی طرف آگیا تھا اتفاق سے وہ گھر میں موجود تھا ورنہ عموماً وہ اس ٹائم پر ہوتا نہیں تھا۔

"ہو گئی بات؟" محریب نے پوچھا۔

"امی باقی کرلیں گی تمام بات"۔ وہ گویا ہوا۔ حمود کی نگاہیں ڈرائنگ روم کے باہر گلاس وال سے لان کا نظارہ بھی کر رہی تھیں۔

"اللہ کرے تمہارا باقی کا معاملہ بھی سیٹ ہو جائے"۔ محریب نے دل سے دعا دی تھی۔

"یار! میں اس لڑکی کے فلسفے سے پریشان ہوں ہر بات میں اتنا گہرا فلسفہ بولتی ہے میرا دماغ گھوم جاتا ہے"۔ وہ خاصا جھنجھلایا ہوا اور بے زار سا بولا۔

"شکر ہے کوئی تو تمہیں چپ کرانے والا ملا"۔ محریب معنی خیزی سے شرارتی لہجے میں گویا ہوا۔

"وہ تو میں اس لیے بھی برداشت کر رہا ہوں کہ لڑکی کافی سمجھدار ہے خوش فہم بالکل نہیں ہے اور میری ماں کی بھی پسندیدہ بہو بھی ہو سکتی ہے"۔

"پھر وہ حمنیٰ نیاز کا کیا ہو گا؟" محریب نے اس کے پرسوچ چہرے پر گہری نگاہ ڈالی۔

"بس کچھ وقت انتظار پر رکھوں گا پھر خود ہی مجھ سے مایوس ہو کر اپنے قدم موڑ لے گی"۔ حمود خاصا سنجیدہ تھا۔
"تم لوگوں کی پارٹنرشپ کا کیا ہوگا' اس کے بارے میں بھی سوچا ہے؟"
"اس کے بارے میں بھی میں نے سوچا ہوا ہے اور میں خود کو اور نہ ہی بابا کو نیاز انکل کا محتاج بنانا چاہتا ہوں اگر پارٹنرشپ ٹوٹتی بھی ہے تو ٹوٹ جائے"۔ وہ مطمئن انداز میں بول رہا تھا۔
"سوچ لو انکل برداشت کرلیں گے"۔
"بابا کو میں ریلیکس کروں گا اور پھر محریب احمتی میرے مزاج کی لڑکی بالکل نہیں ہے' مجھے یار یہ پارٹیز گیمبرز پسند نہیں ہے اور میں پٹھان قبیلے کا ہوں' مجھے بیوی پردے میں چھپی اچھی لگتی ہے"۔ اس کی سوچیں محریب سے کتنی ملتی تھیں۔
"ہم دونوں کی کہانی میں زیادہ فرق تو نہیں ہے"۔ حمود یکدم بولا۔
"ہوں"۔ اس نے صرف مبہم سی آواز نکالی۔
"اچھا میں اب چلتا ہوں' امی تو وہاں سب کچھ بھول کے بیٹھی ہیں"۔ اس نے اپنی ریسٹ واچ پر نگاہ ڈالی اور اٹھ گیا' اسے یہ بھی تو جاننا تھا کہ منتہیٰ مان بھی گئی یا ابھی تک اپنی ضد پر اڑی ہوئی ہے اور وہ یہ موقع کسی طور کھونا نہیں چاہتا تھا' آہستہ آہستہ ہی اسے سارے معاملات طے بھی کرنے تھے۔

...........☆☆☆...........

وشہ کی ایگزام کی ڈیٹ شیٹ بھی مل گئی تھی مگر اس کا پڑھنے میں دل ہی نہیں لگ رہا تھا' جتنا وہ پڑھنے میں دل لگا رہی تھی دل اس کا اچاٹ ہو رہا تھا' سارا سارا دن کتابیں کھولے بیٹھی رہتی تھی مگر یاد ایک لفظ نہیں ہو رہا تھا' ذہن بھٹک بھٹک کے مائرہ کی طرف جا رہا تھا کیونکہ دونوں کی ایک لمحہ بھی نہیں بنی تھی اور اب ساری زندگی' سوچ سوچ کے گھبراہٹ اور پسینے چھوٹ رہے تھے' اپنی یہ کیفیت وہ عنایہ سے بھی نہیں کہہ رہی تھی' وہ خود پہلے ہی اتنی پریشان اور افسردہ تھی' اسے مزید اپنی جانب سے فکرمند نہیں کرنا چاہتی تھی اور امی سے تو کہنے کا سوال ہی نہیں تھا' وہ تو اس کی جانب سے بالکل ہی لاتعلق بنی ہوئی تھیں۔
کب سے فون بج رہا تھا اسے ایسا لگ رہا تھا کہ کچھ سنائی ہی نہیں دے رہا ہو' عنایہ نہا رہی تھی' میرا اپنے پارلر میں تھیں وہ اٹھی اور لاؤنج میں رکھے کارڈلیس سے فون اٹھالیا۔
"ہیلو"۔ نہایت جھنجلا کے کہا۔
"ہیلو کی بچی فون اتنی دیر میں ریسیو کیا ہے تم نے"۔ دوسری جانب مائرہ کی شوخ اور پرجوش آواز ابھری تو وہ اچھل ہی گئی۔
"آپ......"
"شکر ہے پہچان لیا ورنہ تو لگتا تھا تم مجھے جب بھی نہ پہچانتی جب میں تمہارا گھونگھٹ اٹھاتا"۔ معنی خیز سی بات کے ساتھ اسے تپانے لگا۔
"فضول باتوں سے پرہیز کریں"۔ دل ویسے ہی اداس تھا اس پر مائرہ کی ایسی بےباک گفتگو' اس کا دل دھک دھک کرنے لگا۔
"تم آرہی ہو نا' پرہیز کروانا میرا"۔ پھر اسے ستایا۔
"فون کیوں کیا ہے؟ آپی نہا رہی ہیں اور میں پڑھ رہی ہوں' میرے ایگزام ہیں نیکسٹ ویک میں' کچھ خبر ہے

آپ کو"۔ غصہ اس پر اتارنے لگی۔
"سب خبر ہے' ابھی تو پوچھنے کے لئے فون کیا تھا' وہ تو میری لک اچھی ہے کہ فون تم نے ریسیو کیا ہے ورنہ تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ میری ساس صاحبہ نہ ریسیو کرلیں"۔
"میں اپنی امی کے متعلق کچھ بھی فضول نہیں سن سکتی ہوں' سن لیں آپ"۔ وہ تیز لہجے میں بولی۔
"تمہاری امی میری چچی لگتی ہیں"۔
"اچھا جلدی بولیے کیوں فون کیا ہے؟" وہ کچھ نرم سی آواز میں بولی۔
"اتنی جلدی فون پر تو نہیں بول سکتا' چند دن بعد فیس ٹو فیس بولوں گا"۔
"پلیز......" وہ پھر بیزاری سے بولی۔
"اچھا اچھا غصہ نہیں کرو"۔
"کیسے غصہ نہ کروں' میری پڑھائی آپ نے ڈسٹرب کروادی' میں نے کیا کیا نہ سوچا تھا' سب میرا تباہ کردیا آپ نے اور ساری زندگی مجھے آپ کو برداشت کرنا پڑے گا"۔ وہ تو کاٹنے کو دوڑی۔
"ابھی تو دیکھو تم آگے آگے کیا ہوتا ہے"۔ وہ وشہ کو تپانے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔
"کیا گناہ کیا تھا میں نے جو مجھے ایسی سزا مل رہی ہے"۔
"اب سزا تو مجھے مل رہی ہے ساری زندگی کی' تم جیسی لڑاکا لڑکی کو میں برداشت کروں گا' تم آخر اپنے آپ کو سمجھ کیا رہی ہو"۔ وہ بھی بھی وشہ کی باتوں کا برا نہیں مانتا تھا۔
"پھر کیوں کر رہے ہیں شادی' منع کردیں"۔ وہ روہانسی ہوگئی۔
"میں کیوں منع کردوں' دادی جان کو جانے کیوں تم بہنوں سے اتنی محبت ہے کہ وہ تو تمہیں اور بھابی کو اپنے سامنے رکھنا چاہتی ہیں ورنہ ہم بھائیوں کو ایسی کوئی مار نہیں پڑی ہے"۔ وشہ دانت پیسنے لگی اور دھڑ سے فون ہی رکھ دیا' کیونکہ مائرہ نے بات ہی ایسی کی تھی' خوب منہ ہی منہ میں بڑبڑانے بھی لگی تھی۔
"ہم بہنیں بھی ایسی فالتو نہیں ہیں' دیکھنا میں ابھی آپی کو بھی بتادوں گی"۔ وہ اپنی ساری کتابیں اٹھا کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ عنایہ نہا کر نکل چکی تھی' اب نماز پڑھ رہی تھی' وشہ بیڈ پر بیٹھ گئی' دل اتنا رو رہا تھا کہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ عنایہ نے نماز سے فارغ ہو کے اس کے ستے ہوئے روئے روئے چہرے کو دیکھا تھا تو شاکی ہوگئی۔
"وشہ! کیا بات ہے؟" گلابی کپڑوں میں عنایہ کا سراپا چمک رہا تھا۔
"آپی! ابھی مائرہ کا فون آیا تھا انہوں نے جو کہا ہے آپ سنیں گی"۔ وہ رونے لگی۔ عنایہ نے پُرسوچ نگاہ ڈالی' وشہ نے مائرہ کی ساری باتیں اسے بتادیں۔
"ارے وہ مذاق کرتا ہے"۔
"آپی! وہ مذاق میں نہیں کہا تھا مجھے' بہت غصہ آ رہا ہے ان دونوں بھائیوں پر"۔
"لیکن مجھے سن کے بالکل بھی غصہ نہیں آ رہا"۔ وہ مسکرائی۔
"آپی! مجھے محریب بھائی سے یہ امید نہیں تھی"۔
"مائرہ نے صرف مذاق کیا ہے"۔ عنایہ ویسے بھی مائرہ کی عادت کو جانتی تھی' وہ صرف وشہ کو تنگ کر رہا تھا۔
"اور آپ کو نہیں پتا' کچھ الٹا سیدھا بھی بول رہے تھے"۔ وہ منہ بسور کے بیڈ پر دونوں پاؤں اوپر کرکے بیٹھی۔

"وہ الٹا سیدھا میں بھی جانتی ہوں کیا بول رہا ہوگا"۔ اس نے آنکھیں گھمائیں کیونکہ مائزہ نے یقیناً اس سے کوئی معنی خیز باتیں بھی کی تھیں جب ہی اسے غصہ آ رہا تھا۔

"آپی! میرا پڑھائی میں دل نہیں لگ رہا ہے"۔ ساری جھنجلاہٹ اب اس نے پڑھائی پر نکالی۔

"پھر کیا خیال ہے مائزہ سے نہ کہہ دوں کہ تمہیں پڑھا دیا کرے"۔

"آپی! آپ بھی شروع ہو گئیں ناں"۔ وہ چڑ گئی۔

"تم پڑھائی کو مسئلہ کیوں بنا رہی ہو شادی ہم نے تمہارے ایگزام کے بعد رکھی ہے حتیٰ کہ ہم نے مائزہ کے ایگزام کی بھی پروا نہیں کی ہے جبکہ سب یہی کہہ رہے تھے کہ مائزہ کے ایگزام کے بعد رکھیں گے لیکن یہاں تایا ابو اور تائی امی نے تمہارا خیال کیا کہ وشہ کے ایگزام کے بعد رکھی جائے گی"۔ وہ اسے سمجھانے لگی۔

"پڑھائی میری پھر بھی ٹھیک تو نہیں ہو رہی ہے ناں"۔

"تم صرف پڑھائی پر توجہ دو' تمہیں کیا ضرورت ہے کچھ بھی سوچنے کی"۔ اس نے وشہ کو اپنے شانے سے لگایا۔

"کیسے نہ سوچوں"۔ وہ بولی۔

"میں ہوں نا تمہارے ساتھ' پھر کیا فکر ہے؟"

"آپی! آپ وہاں تو نہیں ہوں گی جبکہ آپ کو وہاں پہلے ہونا چاہیے تھا"۔ وہ بولی۔

"تمہیں یہی فکر ہے پھر"۔

"کیوں مجھے نہیں کرنی چاہیے؟" وہ افسردگی سے بولی۔

"ابھی تو بالکل نہیں کرو' تم ایسا کرو کچھ دیر سو جاؤ' شام میں اٹھ کر یاد کرنا' میں دیکھتی ہوں معارج کیا کر رہا ہے کھانا بھی نہیں کھایا ہے اس نے"۔ وہ اسے تھپکتے ہوئے چلی گئی۔

..........☆☆☆..........

اس دن وہ جلدی گھر آ گیا کیونکہ وہ چاہ رہا تھا کہ پہلے دن وہ راحمہ کو چھوڑ آئے تو اچھا ہے پھر بابا نے بھی اجازت دے دی تھی' تیار ہو کر وہ کمرے سے باہر نکلا تو حیرانگی سے جھٹکا کھاتے رہ گیا' راحمہ تیار بیٹھی تھی اور بیگ بھی اس کے ساتھ ہی صوفے پر پڑا تھا۔

"پڑھنے میں جا رہی ہوں' آپ کس حساب میں اتنا تیار ہوئے ہیں"۔ راحمہ نے بلیک ڈریس پینٹ پر لائٹ پنک شرٹ میں ملبوس اپنے ڈیشنگ سے بھائی کا بغور جائزہ لیا' وہ جھینپ سا گیا۔

"بچی ہو دادی اماں بن کے مت پوچھا کرو"۔ حمود نے ہلکی سی ڈانٹ پلائی' کلثوم بانو مسکرانے لگی تھیں۔

"مجھے نظر بھی تو رکھنی ہے نا کہ میرا جوان بھائی آخر اتنا تیار ہو کر کسے خوش کرنے جا رہا ہے"۔

"اچھا زیادہ فضول بولنے کی کوشش نہ کرو' بیگ اٹھا کر باہر آ جاؤ"۔ وہ خود ہی چور سا بن گیا' ڈرائیونگ ڈور کھول کے بیٹھا' لمبی روش جو کہ لال اینٹوں کی تھی' بڑا سا سرسبز لان اور جدید طرز پر بنا یہ بنگلہ سب کی توجہ کا مرکز تھا' ہر چیز قیمتی تھی' راحمہ فرنٹ ڈور کھول کے بیٹھ گئی' چوکیدار گیٹ کھول چکا تھا وہ خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ دل خوش تھا کہ اس نے یہ معرکہ بھی سر کر لیا تھا' منتہیٰ کو ٹیوشن کے لئے راضی کرنے کا۔

"گاڑی روکیے"۔ راحمہ نے اچانک ہی اس کے بازو پر مکا مار کے کہا۔

"کیوں اب کیا ہوا؟"

"ایک خوبصورت سا بکے لے کے آئیے اپنی ٹیچر کو دینا ہے"۔ وہ بولی۔ حمود کے لب مسکرا اٹھے' گاڑی رکوائی بھی اس نے پھولوں کی دکان کے پاس تھی اس نے بڑا سا بکے لیا اور راحمہ کو دیا۔

"اب ایک گفٹ بھی لینا ہے"۔ وہ پھر بولی۔

"آج یہی دے دو گفٹ کل لے جانا"۔ وہ گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔

"ٹیچر میری ہیں یا آپ کی؟"

"میری ٹیچر ہو بھی نہیں سکتی"۔ وہ مسکرا کے ذو معنی لہجے میں بولا۔

"سنو لڑکی اتم مجھے تنگ کیے جا رہی ہو"۔

"اچھا تنگ کر رہی ہوں' موڑیے گاڑی واپس مجھے نہیں پڑھنا وڑھنا"۔ وہ پھر اکڑ گئی۔

"سوری میری بہن مجھے معاف کر دے' جو کہہ رہی ہے دلا دیتا ہوں"۔ مجبوراً پھر اس نے گاڑی مارکیٹ کے پاس روکی' راحمہ نے دو تین گفٹ منتہیٰ کے لیے خریدے۔ حمود نے شکر ادا کیا کہ وہ زیادہ بدکی نہیں ورنہ اسے قابو کرنا بہت مشکل تھا' ساڑھے پانچ بج گئے تھے لگتا تھا وہ اسی کے انتظار میں بیٹھی تھی' حمود نے مسکراتی نگاہوں سے منتہیٰ کو بلیک کپڑوں میں دیکھا' وہ گھبرا کے نگاہ جھکا گئی تھی۔

"سوری مس آج لیٹ ہو گئی مگر کل سے ٹائم پر آؤں گی"۔ اس نے بکے اور گفٹ منتہیٰ کو دیے۔

"اس کی کیا ضرورت تھی"۔ وہ تو بوکھلا ہی گئی۔ حمود آرام سے بڑے صوفے پر بیٹھا تھا' مبینہ اور حکمت بھی بیٹھی تھیں' تہذیب شاید آفس سے آنے کے بعد آرام کر رہی تھی وہ نہیں آئی تھی۔

"کہتے ہیں کہ گفٹ دینے سے محبت بڑھتی ہے"۔

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے بیٹا"۔ مبینہ نے جھٹ تائید کی۔

"لے لو منتہیٰ اتنی محبت سے لائی ہے"۔ وہ جھجکتی ہوئی لینے لگی تھی' حمود نے پھر نگاہ ڈالی جو کتنی گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔ حکمت چائے بنانے چلی گئی تھی' مبینہ بھی اٹھ گئی تھیں' اب کمرے میں تینوں تھے' حمود ابھی تک بیٹھا تھا۔

"آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں' چلیں جائیں یہاں سے مجھے پڑھنا ہے اور ہاں ڈرائیور کو بھیج دیجیے گا میں آ جاؤں گی"۔ راحمہ نے حمود کو اطمینان سے بیٹھے دیکھا تو بولی' وہ جزبز سا ہو گیا' منتہیٰ کو ہنسی آ گئی جو اس نے مشکل سے ضبط کی' حمود نے چونک کے حیرانگی سے دیکھا وہ اس کے سامنے پہلی بار مسکرائی تھی۔

"ارے مس کو کیا دیکھ رہے ہیں"۔ وہ پھر ٹوکے بنا نہ رہ سکی۔

"لڑکی ہو کہ ہنگامہ...... جا رہا ہوں"۔ وہ گھورنے لگا' اصل میں وہ منتہیٰ سے کچھ بات کرنا چاہ رہا تھا اور یہاں ممکن نہیں تھا کیونکہ راحمہ کی نظریں اس پر جو گی ہوئی تھیں۔ وہ مجبوراً اٹھ گیا مگر اسے کچھ تو کرنا ہی تھا کہ منتہیٰ سے کچھ بات کر سکے۔

"آنٹی چائے بنانے گئی ہیں وہ تو پی لوں"۔ وہ پھر رک گیا۔

"بھائی! اتنے چائے کے آپ دیوانے تو نہیں ہیں"۔ وہ فہمائشی انداز میں تشویش بھرے لہجے میں بولی۔

"راحمہ! آپ ایسا کریں اندر والے روم میں بیٹھیے' میں آ تی ہوں"۔ اسے حمود پر جیسے رحم سا آ گیا۔ خود صحن میں چلی گئی کیونکہ حمود جو چلا گیا تھا۔

"سنیے"۔ اس نے پیچھے سے جا کر مخاطب کیا۔ حمود اسی وقت ایڑیوں کے بل گھوما اور منتہیٰ کی جانب متوجہ ہو گیا' وہ جھینپ کے رک سی گئی۔

"شکر ہے آپ کو مجھ غریب کا خیال آ گیا ورنہ میں تو پورا راستہ سوچتا ہی رہتا"۔

"مجھے آپ سے یہ کہنا تھا کہ میں فیس بالکل نہیں لوں گی؟ آپ اپنی امی کو بتا دیجیے گا"۔
"کیوں احسان کرنا چاہتی ہو"۔
"احسان تو آپ نے کیا ہے مجھ پر ورنہ میری اوقات کیا"۔ وہ افسردگی اور حسرت بھرے لہجے میں بولی۔
"تمہاری اوقات ہے 5 سے 7 میں راحمہ کو پڑھانا' بس یہی یاد رکھو"۔ اس نے بات کو مذاق میں اڑایا۔
"میں سیریس ہوں"۔ وہ روہانسی ہوگئی۔
"میں بھی تو سیریس ہوں اتنا کہ لائف میں کبھی نہیں ہوا"۔ وہ مسکرایا۔ منتہیٰ کی سرخ و سپید رنگت اور سرخ پڑ گئی' وہ لب بھینچ کے رہ گئی۔
"ممود سالار! یہ زندگی ہے کوئی مذاق نہیں ہے آپ میری بات سمجھتے کیوں نہیں ہیں"۔ وہ جھنجلا گئی۔
"تم سمجھا دو کسی دن فرصت میں' شاید سمجھ آ جائے"۔ وہ ترنگ بھرے لہجے میں بولتا ہوا منتہیٰ کے حواس خراب کرنے لگا تھا۔
"آپ سے میں بات ہی نہیں کروں گی اب"۔ وہ اندر کی جانب بڑھ گئی' ممود نے قہقہہ لگایا کیونکہ آج پہلی بار وہ اس سے ہارتی ہوئی لگی تھی اور اس کا شرمانا گھبرانا کتنا اچھا لگا تھا' خود میں سمٹی ہوئی لڑکیاں اچھی لگتی تھیں اسے۔

............☆☆☆............

"بڑی دلہن! سمیرا ایک بار بھی تو یہاں نہیں آئی ہے"۔ دادی جان کو اب یہ نئی فکر لگ گئی۔ سب نے ہی چونک کے انہیں دیکھا جو بہت فکر مند اور مغموم سی لگ رہی تھیں۔
"اماں جی! آپ سمیرا کی فکر چھوڑیے جب بیٹی یہاں آ جائے گی تو خود آیا کرے گی"۔ وہ انہیں تسلی دینے لگیں۔ سب ہی لوگ ہال میں جمع تھے' ندرت بھی آئی ہوئی تھی شادی میں صرف پندرہ دن ہی تو بچے تھے' ساری تیاریاں پوری ہوگئی تھیں بس مائرہ کے روم کی سیٹنگ تھی جو محریب آہستہ آہستہ کروا رہا تھا۔
"میں نے ایسی کیا خطا کر دی کہ وہ میری صورت تک سے بیزار ہے"۔
"ارے دادی جان! آپ کیا فضول سوچنے لگی ہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ وہ آپ کی صورت سے بیزار ہوں"۔ محریب فوراً انہیں سنبھالنے کے لیے ان کے قریب بیٹھا۔ رضوان احمد لب بھینچ کر رہ گئے تھے اور ریحان احمد الگ یہ سوچتے تھے کہ آخر کب تک اس طرح یہ سب چلتا رہے گا' وہ سب تو چاہتے تھے سمیرا بھی ان سب کے درمیان آ کر بیٹھے اور شادی کی تیاریوں پر ڈسکس کرے مگر وہ اپنی بھاوج کی تنگ مزاجی کو بھی خوب سمجھتے تھے۔
"فضول کی ضد نہیں ہے کہ وہ تیری شادی نہیں ہونے دے رہی ہے اور جواد نے صرف میری خوشی کے لیے وشہ اور مائرہ کا رشتہ طے کیا ہے"۔ انہیں اس پر بھی افسوس ہوتا تھا کہ وشہ ابھی بچی ہے اور کم عمر ہے اتنی جلدی اس پر ساری ذمہ داریاں پڑ جائیں گی۔
"آپ ہی تو کہتی ہیں کہ لڑکیوں کی جتنی جلدی ہو شادی ہو جائے' آپ ایسی بات کیوں کہہ رہی ہیں"۔ محریب نے ان کے نحیف سے ہاتھوں کو اپنے مضبوط و توانا ہاتھوں میں تھاما۔
"میری خواہش تھی کہ پہلے حنا بیا اور تیری شادی ہوتی"۔
"ارے دادی جان! آپ دیکھیے گا ایک سال کے اندر ہی محریب اور حنا بیہ کی بھی ہو جائے گی شادی"۔ ندرت نے انہیں سمجھایا اور ماحول کو افسردہ ہونے سے روکا۔

"انشاء اللہ تعالیٰ دیکھنا ایسا ہی ہوگا"۔ ناظمہ نے بھی دل سے دعا کے ساتھ تائید کی۔
"ارے محریب تم اپنی دونوں بہنوں کو تو بھول ہی گئے ہو ان کی بھی کچھ فکر ہے تمہیں یا نہیں"۔ نزہت کو یکدم ہی تہذیب اور حکمت کا خیال آیا۔
"ہاں دلہن! وہ بچیاں بہت اچھی ہیں جلدی سے تہذیب کے لئے تو کہیں کوئی رشتہ ڈھونڈ ہی لو"۔ دادی جان سب کی فکر میں رہتی تھیں۔ فائق نے اسی وقت پہلو بدلا جبکہ مائرہ نے بڑی گہری اور کھوجتی ہوئی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا جو فلور کشن سے ٹیک لگائے عروب کے ساتھ باتوں میں لگا ہوا تھا مگر مائرہ کی نگاہیں خود پر محسوس کر رہا تھا۔
"ہوں...... یہ مائرہ اور وشہ کی شادی سے فارغ ہوتی ہوں تو کچھ کرتی ہوں"۔
"امی! کیا آپ رشتہ کرانے والی ماسی سے کہیں گی"۔ مائرہ نے شوخی سے کہا۔
"فضول مت بکا کرو ہر وقت"۔ انہوں نے خشمگیں نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اسے سرزنش کی تھی' فائق کے لب مسکرا اٹھے تھے۔
"کتنی عزت ہوتی ہے مائرہ بھائی آپ کی تائی امی کے ہاتھوں"۔ رافع نے اسے چڑانے کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔
"ابھی تمہاری عزت افزائی شروع کروں سب کے سامنے کہ وہ پڑوس کی شگو سے کیا چل رہا ہے"۔ مائرہ نے زور سے بول دیا اور رافع تو بُری طرح گڑبڑا گیا' فائق کی اسی وقت گھورتی غصیلی نگاہوں نے رافع کو دیکھا تو وہ بغلیں جھانکنے لگا' وہ تو شکر تھا بڑوں نے نہیں سنا تھا۔
"مجھے لگتا ہے تمہارا موبائل ضبط کرنا پڑے گا"۔ فائق نے ہمیشہ اپنا رعب اس پر رکھا تھا' منتہیٰ تک اس سے ڈرتی تھی اور ندرت بھی ڈر جاتی تھی کیونکہ وہ تھا ہی اتنا سنجیدہ مزاج۔
"وہ بھائی! ایسا کچھ نہیں کرتا"۔ رافع منمنایا۔
"او بھائی! کیا تو اس پر اپنا رعب دکھاتا ہے"۔ مائرہ کو رافع پر ترس آنے لگا۔
"تم بیچ میں مت بولا کرو"۔ اس نے خاصے برہم لہجے میں مائرہ کو بھی جھڑک دیا۔
"یار! میں مذاق کر رہا تھا تم تو سیریس ہو جاتے ہو"۔ وہ شرمندہ ہونے لگا۔
"رافع! ابھی تمہاری جو عمر ہے نا اس میں یہ فضول کی بکواس اچھی نہیں لگتی ہے"۔ وہ عروب کو بٹھا کے اٹھ کر چلا گیا۔ بزرگوں نے شاید ان لوگوں کی گفتگو نہیں سنی تھی البتہ اسے جاتے ہوئے سب نے دیکھا تھا۔
"دیکھا ڈانٹ پڑوا دی نا' اب موڈ بھی ان کا خراب ہو گیا ہے' روز ڈانٹ پڑتی رہے گی"۔ رافع منہ بسورنے لگا۔
"اچھا اچھا زیادہ منہ مت بسورو' اسے میں درست کر لوں گا' سمجھتا کیا ہے خود کو وہ"۔ مائرہ کو اس وقت فائق کا لب و لہجہ بہت ناگوار گزرا تھا مگر وہ کبھی فائق کی کسی بات کا بُرا نہیں مناتا تھا' فائق کو کسی دوست کے پاس بھی جانا تھا وہ تیار ہو کے کمرے سے نکلا تو دیکھا وہ سامنے کھڑی تھی پنک اور اسکائی بلیو کاٹن کے پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس' جھجک کر رک گئی' بلایا اسے محریب نے تھا اس لیے آئی تھی ورنہ رات آٹھ بجے کے وقت تو وہ آتی ہی نہ تھی۔
"وہ مجھے محریب بھائی نے بلایا ہے"۔ جھٹ بولی۔
"میں نے پوچھا تم سے کس نے بلایا ہے اور میرے بلانے پر تو تم آنے سے رہیں"۔ فائق کا لب و لہجہ معنی

خجز ہو گیا۔

"آپ تو ہر وقت لڑنے کا موقع تلاش کرتے ہیں"۔ وہ تنک گئی۔

"لڑنے کا موقع تم دیتی ہو"۔ گہری اور تفصیلی نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے لگا' وہ گھبرانے لگی۔

"اگر مجبوری نہ ہوتی ناں میں آپ کے گھر میں کبھی آ کر نہ رہتی"۔

"میرے گھر میں محترمہ میرے گھر میں تو ابھی آپ آئی ہی کب ہیں"۔ وہ بے ساختہ بولا' تہذیب نے چونک کے اس کے لب و لہجہ پر غور کیا' وہ مسکرا رہا تھا' جانے کیوں اب جب بھی تہذیب کو وہ دیکھتا تھا اس کی رگِ ظرافت پھڑک اٹھتی تھی اسے جان بوجھ کے تنگ کرتا تھا۔

"جی......"

"اندر جاؤ خواہ مخواہ تمہارا میرا افسانہ بن جائے گا اور میں ابھی ایسا کچھ نہیں چاہتا"۔ یہ کہہ کر اس کے برابر سے مخصوص کلون کی مہک بکھیرتا ہوا نکل گیا' تہذیب حواسوں میں آ گئی۔ وہ بھی تو اسے دیکھ کر خود کو پگھلتا ہوا محسوس کرتی تھی اس کی سحر انگیز شخصیت اس پر گمبھیر لب و لہجہ اور دیکھنے کا انداز سب ہی تو جدا تھا' وہ چوری چھپے اسے دیکھتی تھی جب بھی وہ گھر سے نکلتا تھا اور جب وہ اس کے سامنے ہوتا تھا تو وہ بکھرنے لگتی تھی زبردستی لہجے میں ترشی لے آتی تھی تاکہ اس کے اندر کا چور اس کے چہرے پر اپنے رنگ نہ بکھیر دے اور وہ پھر چھپا بھی نہ پائے۔

............☆☆☆............

وہ کچھ دیر پہلے ہی گھر آیا تھا اور کھانا کھا رہا تھا' ٹی وی آن تھا اس کی نگاہیں اس پر ہی تھیں' آج کل اسے نئی فیکٹری میں زیادہ ٹائم لگانا پڑ رہا تھا جو اس نے خود شروع بھی کر دی تھی حالانکہ ہشام سالار اور نیاز احمد کو کافی اعتراض بھی ہوا تھا مگر وہ ان دونوں کو ہی سہولت سے سمجھا چکا تھا کہ یہ فیکٹری وہ اپنے تصرف میں رکھنا چاہتا ہے۔

"تم کھانا کھا لو یا پھر ٹی وی دیکھ لو"۔ کلثوم بانو نے اس کی توجہ ٹی وی پر مرکوز دیکھی تو ٹوکے بنا نہ رہ سکی تھیں۔ وہ لاؤنج میں بیٹھا تھا فل سائز کا ٹی وی تھا گھر میں ہر چیز اسٹائلش اور بیش بہا قیمت کی تھی مگر حمود کا انداز سادہ ہوتا تھا' وہ فری انداز میں کھانا کھاتا تھا اور اس کا رہنے کا انداز بھی یہی تھا۔

"امی! آپ کو نہیں پتہ کتنے دنوں بعد تو میں ٹی وی دیکھ رہا ہوں"۔

"بیوی آ گئی ناں سب ختم ہو جائے گا ٹی وی بھی"۔ راحمہ لقمہ دینے ضرور آئی تھی۔

"تم زیادہ بزرگ بن کے مت بولا کرو"۔ حمود نے اسے گھور کے سرزنش کی جو سائیڈ پر پڑے بڑے سے صوفے پر بیٹھ گئی' لاپروا تو وہ بلا کی تھی۔

"راحمہ ٹھیک ہی بات ہے بڑا بھائی ہے"۔

"ایسے ہوتے ہیں بڑے بھائی اور پندرہ سال بڑے ہونے سے کوئی بڑے نہیں ہو گئے"۔

"امی! آپ اسے چپ کراتی ہیں یا پھر میں اسے ہاتھ پکڑ کے کمرے میں بند کر کے آؤں"۔ ویسے ہی وہ تھکا ہوا تھا اور راحمہ کی فضول گوئی اسے سخت بُری لگ رہی تھی۔

"السلام علیکم آنٹی!" حمنی کا زوردار اور فرشی سلام عقب سے آیا تو حمود کے چودہ طبق روشن ہو گئے اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا لقمہ ہاتھ سے گر کے پلیٹ میں گیا۔

"ارے واہ حمنی باجی! آپ وقت پر آئی ہیں بھائی آپ کو ہی یاد کر رہے تھے"۔ راحمہ کو اب حمود کو تپانے میں مزا

آنے لگا۔

"حمود! میں تم سے سخت ناراض ہوں' میری کال تک ریسیو نہیں کرتے ہو تم"۔ وہ اپنے مخصوص اسٹائل میں تھی بلیک ٹراؤزر پر پنک ٹی شرٹ میں' گلے میں باریک سا اسکارف میک اپ کی ایک تہہ بھی ضرور ہوتی تھی' وہ اٹھلاتی نخرے کرتی ناراض ہوتی اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کے قریب ہی بیٹھی۔ حمود جھٹک کے ناگواری سے ٹرے اٹھا کے کھڑا ہو گیا۔

"ارے حمود! کھانا تو کھا لو"۔ کلثوم بانو نے اس کے چہرے کے زاویے دیکھ لیے تھے جو اتنا تنا ہوا تھا کہ دانت پیس رہا تھا۔

"امی! کھا لیا میں نے"۔ اس نے راحمہ کو غراتی اور گھورتی نگاہوں سے دیکھا جو کچھ لمحوں پہلے اس نے حمنی کو خواہ مخواہ خوش فہمی میں مبتلا کر دیا تھا۔

"پلیز حمود! بیٹھو تو"۔ حمنی ناراضی سے بولی۔

"ہاں تم بیٹھو میں بھی بیٹھتا ہوں"۔ وہ اس سے فاصلے پر رکھے سنگل صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تم آج کل ہوتے کہاں ہو' میں آفس بھی گئی تم وہاں بھی نہیں ملتے ہو"۔

"دراصل میں' میں دوسری فیکٹری میں ہوتا ہوں"۔ اس نے اسپورٹس کا چینل لگا لیا اور نگاہ اسکرین پر جما دی۔

"حمنی باجی! آپ سارا دن کیا آفس کے چکر لگاتی رہتی ہیں"۔ راحمہ نے حیرانگی اور فہمائشی انداز میں پوچھا۔

"نہیں تو' وہ تو میں جب حمود مجھے کال نہیں کرتا جب جاتی ہوں"۔ وہ کچھ خجل سی ہو گئی۔

"راحمہ! تم تیار ہو جاؤ تمہیں ٹیوشن چھوڑ کے آتا ہوں"۔ اس نے بچنے کا یہی طریقہ نکالا۔

"راحمہ ٹیوشن جاتی ہے؟"

"ہوں...... آج دوسرا دن ہے کیونکہ میرے بھائی کو میری بڑی فکر ہے کہ میں کچھ بن جاؤں"۔ وہ مسکرا کے بولی' حمود کی نگاہیں تو حمنی کو دیکھنا تک نہیں چاہتی تھیں۔

"چلو میں بھی چلتی ہوں تمہارے ساتھ"۔

"نن...... نہیں تم کہاں جاؤ گی بور ہو گی' مجھے اپنے دوست کے گھر بھی جانا ہے"۔ حمود تو گھبرا ہی گیا۔

"تو کیا ہوا مجھے بھی لے چلو دوست کے گھر' آخر کو بعد میں بھی تو مجھے ان سے ملنا ہی ہو گا ناں"۔ وہ اتنے وثوق بھرے انداز میں گویا ہوئی کہ حمود نے تمسخرانہ ہنسی اڑائی۔

"کچھ باتیں اور چیزیں بعد میں ہی اچھی لگتی ہیں"۔

"تم مجھے اس بار ٹال نہیں سکتے' آج میں نے انکل سے پرمیشن لے لی ہے سارا دن آج میں اور تم ساتھ گزاریں گے' او کے"۔ وہ اٹھلا کے رعب و دھونس بھرے لہجے میں اسے جتانے لگی۔

"راحمہ! تم جلدی سے تیار ہو کے آؤ' آج میں بھی جاؤں گی"۔ کلثوم بانو اپنے بیٹے کے تاثرات دیکھ رہی تھیں جو اتنا بے زار اور اکتایا ہوا لگ رہا تھا کہ انہیں اس پر رحم سا آنے لگا۔

"حمنی! ایسا کرو آج کچھ وقت میرے ساتھ گزار لو کچن میں"۔

"سوری آنٹی! مجھے کچن میں جانے سے گھبراہٹ ہوتی ہے' پلیز آپ مائنڈ نہیں کیجیے گا"۔ حمود تو اندر ہی اندر سلگ رہا تھا' کتنے آرام اور نقاخر زدہ لہجے میں کہا تھا کہ کچن میں جانے سے گھبراہٹ ہوتی ہے' کلثوم بانو لب بھینچ کے رہ گئی تھیں۔

"تم سارا دن اپنے گھر میں کرتی کیا رہتی ہو"۔ طنز سے پوچھا۔
"صبح اٹھ کر یوگا کرتی ہوں' پھر ناشتہ اس کے بعد ٹی وی کھول کے بیٹھ جاتی ہوں"۔
"اس کے علاوہ کیا کرتی ہو؟" حمود کو اس لاپروا لڑکی کی باتوں سے بہت ہی چڑ ہوتی تھی۔
"فرینڈز سے باتیں یا پھر پارٹیز"۔
"کتنی مختلف ہے نا تمہاری اور میری سوچیں"۔ حمود نے جتایا۔
"حمود! کم آن' تم اتنے بیک ورڈ کیوں ہو؟" وہ حیرانگی ظاہر کرنے لگی۔
"چلیئے بھئی میں ریڈی ہوں"۔ راحمہ اپنا بیگ لے کے آ گئی تو دونوں کی بات درمیان میں رہ گئی۔ زبردستی حمنی اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی' حمود بھنتا تا ہی رہا تھا' راحمہ کی ہنسی بھی نکل رہی تھی۔ جس وقت وہ اتری حمنی بھی اترنے لگی۔
"تم کہاں جا رہی ہو؟" حمود نے حیرانگی سے پوچھا۔
"راحمہ کی ٹیچر سے ملوں تو کیسی ہے' کیونکہ راحمہ نے تعریف ہی اتنی کی ہے"۔
"راحمہ تو بے وقوف ہے' بیٹھو واپس"۔ حمود کو ڈر بھی تھا کہ راحمہ بے وقوفی میں منتہیٰ سے کچھ بک نہ دے۔
"تو میں تو ضرور ملوں گی"۔ وہ راحمہ کے ساتھ چلتی ہوئی جا رہی تھی' گاڑی حمود نے پارک کی ہوئی تھی اسے بھی اندر آنا پڑا' وہ ایجنسی کی جانب بڑھ چکی تھی' گیٹ کھلا ملا تھا' راحمہ سلام کرتی ہوئی اندر گھسی تھی' حمنی بھی اس کی تقلید میں اندر گھسی تھی' منتہیٰ نے چونک کے نئے چہرے کو دیکھا' پیچھے حمود بھی تھا۔
"بہت شوق تھا حمنی بھابی کو آپ سے ملنے کا"۔
"بھابی......" منتہیٰ نے چونک کر حمنی کا حلیہ دیکھا جو ٹراؤزر اور شرٹ میں ملبوس خاصی ماڈرن اسٹائل میں تھی' حمود کی نگاہ نہیں اٹھ رہی تھی۔
"حمنی! چلو آؤ"۔
"حمود! جب ہم آئے ہیں تو کچھ دیر بیٹھ کے تو جائیں گے"۔ حمنی نے منتہیٰ کے سادہ سے سراپے کو دیکھا۔ سمینہ اور حکمت بھی آ گئی تھیں جبکہ حمود کی شرمندگی سے نگاہ نہیں اٹھ رہی تھی۔
"ابھی شادی ہوئی نہیں ہے"۔ حمود نے جھٹ بتایا۔ منتہیٰ کو اس لمحے جانے کیوں حمنی کو دیکھ کر کچھ جلن سی ہوئی مگر وہ واضح نہیں کرنا چاہ رہی تھی' سمینہ نے خاطر مدارت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔
"یہ حمود تو مجھے لا ہی نہیں رہا تھا"۔ وہ نزاکت سے بسکٹ اٹھا کر کھا رہی تھی۔ حمود کو اس وقت اپنی حالت بگڑتی ہوئی لگ رہی تھی کیونکہ منتہیٰ نے ایک دو بار اچٹتی نگاہ اس پر بھی ڈالی تھی جو خفیف سا سنگل صوفے پر بیٹھا تھا۔ حمنی مسلسل اپنی زبان کو بریک دیئے بغیر چلائے جا رہی تھی' حکمت اور منتہیٰ اس کی ہی سن رہی تھیں' تہذیب 5 بجے کے بعد ہی آفس سے آتی تھی ورنہ وہ بھی حمنی کو دیکھ کر ضرور حمود کی خبر لے لیتی اور وہ اسی کوشش میں تھا کہ اس کے آنے سے پہلے ہی یہاں سے حمنی کو لے کر نکل لے۔
"حمنی! چلو کافی ٹائم ہو گیا ہے' راحمہ کو پڑھنا بھی ہے"۔ حمود نے یکدم ہی ریسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔
"اوہ...... سوری مجھے یاد ہی نہیں رہا' او کے میں پھر آؤں گی"۔ حمنی اٹھلا کر اپنے شولڈر کٹ بالوں کو دونوں ہاتھوں سے سنوارتی ہوئی اپنا اسٹائلش سا شولڈر بیگ اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔ اس وقت تہذیب بھی سب کو سلام کرتی ہوئی چلی آئی' حمود تو بوکھلا ہی گیا جبکہ تہذیب کا انداز حمنی کو دیکھ کر ٹھٹکی اور پر تجسس سا تھا۔

"حمود بھائی! کہاں چلیے تو......" تہذیب تو اسے اپنا نوٹس نہ لیتے پا کر پکار بیٹھی۔
"دراصل میں جلدی میں ہوں ضروری کام ہے' کیسی ہو تم؟" جلدی سے خیریت پوچھنے کا کام انجام دیا۔
"میں تو ٹھیک ہوں آپ کہاں بھاگ رہے ہیں اور یہ کون ہیں؟" وہ تو ویسے بھی ہر بات کی تفتیش ضرور کرتی تھی۔ مگر حمود حمنی کو لے کر تیزی سے نکل گیا اور تہذیب کو اس لمحے اس پر حیرانگی بھی ہوئی کہ حمود سالار اسے اگنور کر کے کیوں گیا ہے۔ اس نے منتہیٰ پر جانچتی نگاہیں ڈالیں جو اب راحمہ کو پڑھانے میں لگ گئی تھی۔
"یہ حمود بھائی کے ساتھ لڑکی کون تھی؟"
"بھائی کی منگیتر"۔ راحمہ نے جھٹ بتایا۔
"تہذیب! تم جاؤ اندر میں چائے وغیرہ بناتی ہوں' تم فریش ہو"۔ منتہیٰ نے اسے ٹالا کیونکہ اس کے سوالات شروع ہو سکتے تھے۔

☆☆☆

اس دن سمیرا کچھ شاپنگ وغیرہ کے لئے مارکیٹ گئی ہوئی تھیں' پارلر میں ان کی ورکرز تھیں' دشا اپنی پڑھائی میں مصروف تھی جبکہ عنایہ کی کچھ طبیعت سست سی ہو رہی تھی وہ معارج کے کوچنگ جانے کے بعد لاؤنج میں ہی صوفے پر لیٹ گئی تھی اور پھر اس کی آنکھ بھی لگ گئی مگر ڈور بیل کی وجہ سے اس کی پھر آنکھ ہڑبڑا کے کھلی' وہ سمجھ گئی تھی کہ سمیرا آ گئی ہوں گی' وہ اپنا بلیک پرنٹڈ دوپٹہ سنبھالتی ہوئی باہر آ گئی اور بغیر پوچھے ہی گیٹ کھول دیا' سامنے محریب کو بلیو ڈریس پینٹ پر اسکائی بلیو شرٹ میں دیکھ کر وہ چونک گئی' جھٹ دوپٹہ شانوں پر برابر کیا اور جز بز سی ہو کر سائیڈ پر ہو گئی۔
"گیٹ پوچھ کر کھولا کرو کہ کون ہے"۔ وہ کچھ برہم ہوا اور اندر آ گیا۔
"میں سمجھی کہ امی ہوں گی"۔ وہ خجل ہو گئی۔ محریب اندر چلا گیا اور عنایہ کا دل دھک دھک کر رہا تھا کیونکہ ایک تو وہ آیا تھا دوسرا اسے امی کے آنے کا بھی خدشہ تھا۔
"چاچو ہیں گھر میں؟" وہ سنگل صوفے پر بیٹھ گیا۔
"ابو تو چھ بجے تک آتے ہیں آفس سے"۔ وہ اس کے سامنے نگاہ جھکائے بول رہی تھی۔ محریب اسے دیکھنے سے گریز کر رہا تھا جو بلیک کپڑوں میں اپنی کھلی کھلی رنگت میں لگ رہی تھی کہ وہ کسی کمزور لمحے کی زد میں نہیں آنا چاہتا تھا اور پھر اس کی خفگی بھی ہنوز برقرار تھی' وہ اسے اب نظرانداز کر کے غلطی کا احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ کتنے لوگوں کا دل توڑ رہی تھی۔
"ٹھیک ہے میں رات کو آؤں گا"۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ عنایہ نے تشکر بھرا سانس لیا کہ وہ جانے کے لیے کھڑا ہو گیا ورنہ اسے محریب کے بیٹھنے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ابو کا انتظار کرے گا۔
"کچھ چائے وغیرہ چلے گی؟" میزبانی نبھانے کا بھی خیال آیا۔
"جی نہیں تھینکس' آپ بس اتنا کیجیے گا کہ چاچو سے کہہ دیجیے گا کہ ہوٹل میں نے بک کروا دیا ہے' میں ان کے سیل پر ٹرائی کر رہا تھا مگر لگتا ہے نیٹ ورک کا مسئلہ ہے"۔ وہ گویا ہوا۔
"کون سا ہوٹل بک ہوا ہے؟" اتنا پوچھا۔
"اور ہاں کہہ دیجیے گا کہ میں نے ایڈوانس بھی دے دیا ہے"۔ وہ ٹیرس کا دروازہ کھول کے پورچ میں نکل چکا تھا۔
عنایہ کو اس کی سرد مہری اور بے نیازی اس لمحے رلانے لگی تھی۔

"آپ آ کر خود کہہ دیجیے گا نا مجھ سے کیوں کہہ رہے ہیں"۔ اسے بھی غصہ آ گیا۔

"خاصی لمبی زبان ہو گئی ہے تمہاری ورنہ تو سب بہت معصوم سمجھتے ہیں آپ کو"۔ قہقہاتی انداز میں طنزیہ کہا۔

"میں آپ کی بات پر کہہ رہی ہوں"۔ وہ سلگ گئی۔

"اوکے میں چلتا ہوں"۔

"رکیے ایک منٹ"۔ عنایہ کو اس کا یہ انداز خاصا گراں گزر رہا تھا۔

"میرے پاس ٹائم نہیں ہے"۔ وہ اس کی جانب متوجہ ہوا جو دھواں ہوئے چہرے کے ساتھ لب بار بار کچل رہی تھی۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے"۔

"سوچ لو آپ کی امی آ سکتی ہیں"۔ وہ پھر طنز کر گیا۔ عنایہ نے غراتی اور گھورتی نگاہ اس پر ڈالی جو لگتا تھا اسے سارے جلانے اور تپانے کے طریقے آزما رہا تھا۔

"آپ اندر آیئے"۔ محریب اندر آیا اور دوبارہ اس سنگل صوفے پر بیٹھ گیا' وہ خود بھی سامنے والے بڑے صوفے پر ٹک گئی وہ اس کی جانب مکمل طور پر متوجہ تھا۔

"عنایہ! میں تمہارا مسئلہ سمجھ گیا ہوں تم......"

"پلیز! آپ پہلے میری بات سنیے"۔

"شروع سے تم باتیں ہی سناتی آ رہی ہو' خاندان میں ایک میں ہی تمہیں اتنا بڑا بے وقوف مل گیا ہے تم جیسے دل چاہتا ہے چلانا چاہتی ہو' دادی جان کی تمہیں سپورٹ حاصل ہے' میرے گھر والوں کی حاصل ہے' بس اسی کا تم فائدہ اٹھا رہی ہو"۔ عنایہ نے افسردہ اور حسرت بھری نگاہیں اوپر اٹھائیں جو اتنا طنزیہ اور کٹیلا لگ رہا تھا کہ وہ حیران تھی وہ ایسی دل جلانے والی باتیں بھی کر سکتا ہے۔

"جلدی بولیے محترمہ! آپ کو جو بولنا ہے"۔

"نہیں بولنا مجھے آپ سے' نہیں کرنی آپ سے مجھے کوئی بات"۔ وہ تو روہانسی ہو گئی۔

"اوکے جیسے آپ کی مرضی"۔ وہ شانے اچکاتا ہوا کھڑا ہو گیا' اسے عنایہ کے روہانسے لہجے پر بھی کوئی بے چینی نہیں ہوئی' وہ مکمل اس کی جانب سے سرد مہر اور لاتعلق بن گیا تھا۔

"اوکے چلتا ہوں رات کو آؤں گا"۔ یہ کہہ کر وہ رکا نہیں تیزی سے نکل گیا۔ عنایہ کے آنسو رخسار بھگونے لگے' محریب آج اسے کتنے فاصلوں پر دکھائی دیا تھا جو اسے دیکھ کر خوش ہوتا تھا آج وہ اس کی کوئی فکر ہی نہیں کر رہا تھا۔

"میں کیا کروں' کیسے میں آپ کو بتاؤں کہ آپ میرے لیے کیا ہیں' مجھے آپ کی بے رخی رلا رہی ہے' میں آپ کے بغیر بھی نہیں رہ سکتی"۔ وہ آج آنسوؤں کو بہنے دے رہی تھی۔

"جانے کہاں مجھ سے غلطی ہوئی ہے کہ مجھے یہ سب برداشت کرنا ہے"۔ وہ اشک پونچھنے لگی۔

"آپ کو میں دیکھنا ایک دن منا لوں گی آپ کو روٹھنے ہی نہیں دوں گی میں صرف آپ کی ہوں ہمیں کوئی جدا نہیں کرے گا مجھے اللہ تعالیٰ پر یقین ہے ہمارا ملن ضرور ہو گا"۔ وہ خود کو بھی یقین دلاتی رہتی تھی۔

اسی وقت پھر ڈور بیل ہوئی تو جلدی سے چہرہ صاف کیا کیونکہ اسے توی امید تھی کبیرا ہی ہوں گی اور وہ چہرے سے ایسا کوئی تاثر نہیں دینا چاہتی تھی کہ کچھ ہوا ہے۔ گیٹ کھولا تو وہی تھیں' خاصا سامان ساتھ تھا' وہ حیران بھی تھی کہ کبیرا اور اتنی شاپنگ۔

"گیٹ جلدی بند کر دیا کرو"۔ وہ ڈانٹ کے بولی تھیں۔ عنایہ نے گیٹ بند کیا' وہ مڑ ہی رہی تھی کہ نگاہ زمین پر گرے پیپر پر پڑی جو شاید محریب کی پاکٹ سے گرا ہو گا' دیکھا تو ہوٹل بک جو کروایا تھا اس کی سلپ تھی' ہوٹل کا نام بھی PC لکھا تھا۔

..........☆☆☆..........

"آؤ تہذیب بیٹا!" نزہت نے اسے دیکھا تو مسکرا کے گویا ہوئیں' وہ جھجک کے کوریڈور میں رک گئی۔

"وہ آنٹی! مجھے محریب بھائی سے کچھ بات کرنی ہے' وہ ہیں گھر میں"۔ وہ جھٹ اپنا مدعا بیان کر گئی۔

"ابھی آیا تو ہے اپنے کمرے میں ہے' بیٹھو تو جاؤ کیا کھڑے کھڑے بات کرو گی"۔ انہوں نے ڈرتی جھجکتی تہذیب کا ہاتھ پکڑا اور ہال کمرے میں لے آئیں جہاں سارے ہی موجود تھے' وہ اور بھی جھجک گئی' فائق نے چونک کے استفہامیہ نگاہوں سے اس پر اچٹتی نگاہ ضرور ڈالی مگر مائرہ کی وجہ سے جلدی سے اپنی نگاہوں کا زاویہ ٹی وی اسکرین پر جمالیا۔

"مائرہ! چل جا بھائی کو بلا کر لا' کہنا تیری بہن آئی ہے"۔ انہوں نے مائرہ کو حکم دیا جو میوزک لگا کے اس پر جھوم رہا تھا۔ بڑا ہال کمرہ جہاں جدید طرز کا فرنیچر بڑے بڑے صوفے درمیان میں خوبصورت سا قالین اس پر بڑے بڑے ایک سائیڈ پر فلور کشن رکھے تھے ایک کونے پر بڑا سا سی ڈی پلیئر سامنے بڑی اسکرین کا ٹی وی درمیان میں قیمتی فانوس جس کی پیلی پیلی روشنی سب کے چہروں پر پڑتی ہال کمرے کو اور خوبصورت بنا رہی تھی۔ وہ جھجک کے کونے کے صوفے پر بیٹھ گئی' بیٹی ادھر نہیں تھی ورنہ وہ اس سے باتوں میں ضرور لگ جاتی' رافع کے ہاتھ میں ٹی وی کا ریموٹ تھا' فائق بڑے صوفے پر نیم دراز تھا بلیک پینٹ پر بلیو شرٹ میں ملبوس ڈیسنٹ لگ رہا تھا' تہذیب نے ایک چور نگاہ ضرور ڈالی وہ جانے کیوں فائق کی شخصیت سے اتنی متاثر ہوئی تھی کہ وہ چاہ کے بھی اسے دل سے نہیں نکال پا رہی تھی' نزہت دوبارہ کچن میں چلی گئی تھیں۔

"اوہو ہماری گڑیا سی بہن کو آج فرصت مل گئی بھائی سے بات کرنے کی"۔ محریب پردا ہنستا ہوا چلا آیا تھا' وہ کچھ دیر پہلے ہی تو جواد احمد کی طرف سے ہو کر آیا تھا اسے رات کو پھر جانا تھا۔ تہذیب نے سلام کیا جواب میں محریب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"وہ مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے"۔ وہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔

"ہوں...... کہو میں سن رہا ہوں"۔ وہ بھی سامنے والے سنگل صوفے پر بیٹھ گیا۔ فائق کو اس کی آواز نہیں آ رہی تھی مگر تجسس بھی تھا کہ آخر ایسی کون سی ضروری بات اسے کرنی ہے جو وہ یوں اچانک ہی چلی آئی تھی۔ مائرہ بھی وہیں بیٹھ گیا' محریب نے اسے دیکھا تو وہ جز بز سا ہو کر اٹھا۔

"میں تہذیب کے لیے چائے لے کر آتا ہوں"۔

"نہیں میں چائے وغیرہ سب پی کر آئی ہوں پلیز یہ تکلف نہ کریں"۔ وہ جھٹ بولی۔

"دیکھو لڑکی! ہمارے گھر میں لڑکی صرف ایک ہے ہماری والدہ کو ماسی سے کچن کا کام کروانا قطعی پسند نہیں ہے اس لیے چائے میں خود بنا کر لاؤں گا' بیٹی' ندرت آپی کی طرف گئی ہوئی ہے"۔ اس نے بتایا۔

"اس نے کچھ پوچھا جو تم اسے بتا رہے ہو"۔ محریب کو اس کی فضول گوئی بری لگی۔

"بھائی جان! میں اسے اس لیے بتا رہا ہوں کہ اتنی دیر سے میں امی سے چائے کا کہہ رہا ہوں مگر امی کہہ رہی ہیں کہ بنانی ہے تو خود بنا کر پیو میں کام کر رہی ہوں' یہ کچن میں جائے گی تو ہمارے لیے بھی چائے بنا کے لے آئے گی"۔

مائز بھی ایک شرارتی تھا۔ محریب اور تہذیب کو ہنسی آ گئی' فائق بھی سن رہا تھا۔

"دیکھا تہذیب باجی! ہمارے مائز بھائی کی چالاکی' آپ کو دیکھ کر انہیں کیا خیال آیا"۔ رافع نے لقمہ دیا۔

"تم چپ کرو' ہاں تو تہذیب چائے ابھی بناؤ گی یا بعد میں؟" وہ اس کے سامنے بیٹھے پر بازو لپیٹ کر پھر مخاطب ہوا' تہذیب مسکرانے لگی۔

"وہ کام سے آئی ہے"۔ محریب نے مائز کے ٹھوکا مارا۔

"بھائی جان! یہ رشتے سے ہماری بہن ہے اور اس کا فرض ہے کہ ہم بھائیوں کا خیال کرے' چلو تہذیب پہلے چائے بناؤ"۔

"آپ فکر نہ کریں چائے وغیرہ سب بنا دوں گی' مجھے پہلے محریب بھائی سے بات کرنے دیں"۔ وہ اجازت طلب نظروں سے گویا ہوئی۔

"تہذیب باجی! آپ چائے تو بنائیں گی ہی پلیز ایک پراٹھا بنا دیجیے گا بھوک لگ رہی ہے اور امی اور تائی امی تو ابھی رات کے کھانے کی تیاری میں لگی ہوئی ہیں' مجھ معصوم کا کسی کو خیال نہیں ہے"۔ رافع نے معصوم سی صورت بنا کے دہائی دی۔

"فائق! تو بھی اپنی فرمائش بتا دے موقع اچھا ہے"۔ مائز نے معنی خیز لہجے میں بولتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"جی نہیں شکریہ"۔ وہ روکھا تو پہلے ہی تھا۔ تہذیب کو اس کی رکھائی پر غصہ بھی آیا مگر وہ ضبط کر گئی کیونکہ جہاں دلوں کے رابطے ہی نہ ہوں تو یہ سب سوچنا بھی بے کار تھا۔

"یار! فائدہ اٹھالے"۔ مائز اسے چھیڑنے سے باز نہیں آ رہا تھا۔

"فضول کم بولا کرو"۔ وہ ڈانٹ کے بولا۔

"تہذیب! تم بولو کیا کہنا ہے یہ تو ایسے ہی لقمے دیتا رہے گا"۔ محریب کچھ اکتا کے بولا تھا۔ تہذیب پھر سیدھی ہو کر بیٹھی کیونکہ اسے تو حمود اور حمنی کے سلسلے میں بات کرنی تھی جب سے راحمہ سے اسے تفصیل ملی تھی اس نے ساری بات محریب کو بتا دی۔

"ہاں وہ حمنی نیاز' حمود کی منگیتر ہے"۔

"منگیتر تھی ہے نہیں محریب بھائی! آپ اپنے دوست کو سمجھا دیں کہ اگر انہوں نے منتہیٰ باجی کو چھوڑنے کی غلطی کی نا میں پھر انہیں نہیں چھوڑوں گی"۔ اسے بہت ہی غصہ آ رہا تھا۔ رافع اور مائز تو ہال کمرے سے چلے گئے تھے جبکہ فائق جما ہوا بیٹھا تھا۔

"تم فکر نہیں کرو' حمود حمنی سے شادی کبھی نہیں کرے گا"۔

"مگر ان کے والد صاحب نے اسو شطی بلیک میل کیا تو؟" وہ بولی۔

"حمود سالار کو کوئی نہیں ہلا سکتا' وہ ایسے پریشر میں بالکل نہیں آئے گا اور ہاں تم اپنے دماغ پر اتنا بوجھ مت ڈالو حمود پٹھان قبیلے سے ہے جو بات اس نے کہہ دی تو کہہ دی' منتہیٰ اس کی بیوی ہے وہ اسے ایک دن گھر لے کر ہی جائے گا"۔ وہ اسے یقین دلانے لگا۔

"مگر آپ کو پھر بھی ان سے بات کرنی ہے کہ وہ حمنی کے چکر میں نہ آ جائیں"۔

"نہیں آئے گا"۔ وہ مسکرایا۔

"اچھا پھر میں چلتی ہوں"۔ وہ کھڑی ہو گئی۔

"ارے ایسے کیسے جا سکتی ہیں' آپ چائے بنا کر پلایئے اور ہاں وہ پراٹھا"۔ رافع جیسے اس کے فارغ ہونے کا ہی انتظار کر رہا تھا۔

"رافع! یہ کیا بدتمیزی ہے؟" فائق نے سرزنش کی۔

"میں نے ایسی کون سی بدتمیزی کر دی' صرف چائے پراٹھے کی فرمائش کی ہے"۔ وہ بُرا مان کے گویا ہوا۔

"پلیز گڑیا! ایک کپ چائے میرے لئے بھی"۔ محریب نے بھی مسکرا کے فرمائش کی اور پھر وہ اپنے اس بھائی کی تو کوئی فرمائش رد ہی نہیں کر سکتی تھی' رافع کی ہمراہی میں وہ کچن میں آ گئی جہاں نزہت اور ناظمہ رات کے کھانے کی تیاریوں میں لگی تھیں۔

"بہت ہی بدتمیز ہیں یہ لڑکے' باز نہیں آئے' میں نے کہا بھی تھا میں ایک گھنٹے بعد چائے بناؤں گی' سنتے ہی نہیں ہیں"۔ نزہت بولیں۔

"آنٹی! کوئی بات نہیں اپنا سمجھ کے ہی مجھ سے کہا ہے میں اتنا تو کر سکتی ہوں آپ کی بیٹی نہیں ہوں"۔ وہ بولی۔

"گڈ! یہ ہوئی ناں بات تہذیب باجی ہال کمرے میں لے آیئے گا"۔ وہ بولتا ہوا چلا گیا۔ وہ پہلے چائے بنانے رکھ چکی تھی' رافع کے لئے پراٹھا بھی بنایا' سب کچھ تیار کر کے وہ ٹرے اٹھا کے کچن سے نکلی' ہال کمرے میں وہ تینوں ہی بیٹھے تھے۔

"مائز بھائی! یہ محریب بھائی کو چائے دے آیئے"۔ اس نے مائز سے کہا۔

"چل رافع بھاگ کے جا بھائی جان کو جواد چاچو کی طرف پھر جانا ہے"۔ مائز نے اسے حکم دیا۔

"تہذیب! چائے مزے دار بنائی ہے تم نے"۔ مائز نے چائے کا سپ لیا اور کن انکھیوں سے فائق کو دیکھا جسے چائے ابھی تک نہیں دی تھی۔

"واؤ خوشبو پراٹھے کی اچھی ہے"۔ رافع آ کر بیٹھا۔

"یہ چائے آپ کے بھائی کے لیے ہے"۔ وہ رافع کو اشارے سے کہہ کر چلی گئی۔ رافع اور مائز نے کھانا شروع کر دیا' فائق نے جواب میں دونوں کو گھورا مگر چائے پھر بھی نہیں لی کیونکہ مائز کی نگاہیں ہر وقت اس پر جورہتی تھیں' وہ اٹھا اور ہال کمرے سے ہی نکل گیا' وہ اسے پھر کچن میں نظر آ گئی' جب سے یونیورسٹی سے آیا تھا اسے بھی چائے نہیں ملی تھی کیونکہ شام کی چائے یمنیٰ بنائی تھی اب وہ روٹیاں پکانے میں مصروف ہو گئی۔

"چائے پی تم نے"۔ ناظمہ نے اس کی جھنجلائی ہوئی صورت دیکھی' گرے پینٹ پر آف وائٹ شرٹ میں خاصا سوبر لگ رہا تھا۔

"وہ دل نہیں کر رہا تھا"۔ اس نے تہذیب پر بھول کے بھی نگاہ نہ ڈالی۔

"تہذیب! تو سب کی چائے لے کے گئی تھی"۔ وہ سنک میں پڑے برتن دھو رہی تھیں۔ فائق کی غیر ارادی نگاہ تہذیب کے ہاتھوں پر تھی جو روٹیاں اتنی نفاست اور سلیقے سے نقل کے پکا رہی تھی۔

"تم کب سے مانگ رہے تھے اب پی کیوں نہیں رہے؟"

"دل نہیں کر رہا تھا بول تو رہا ہوں"۔

"فائق! میں تمہارے مزاج سے پریشان ہوں' جانے کیوں پل میں کچھ پل میں کچھ ہوتے ہو"۔ وہ بے زاری سے گویا ہوئیں۔

"چلو پھر کھانا کھا لینا' تہذیب روٹیاں پکا لے تو"۔ وہ بولتی ہوئی کچن سے جانے لگی تھیں۔ تہذیب کی پشت تھی

اور وہ وہیں موجود تھا وہ اس گھر کی فرد نہیں تھی مگر کچن میں کام ایسے کر رہی تھی کہ جیسے برسوں سے یہاں رچی بسی ہو۔

"سارے جہان کا درد لے کر گھومتی ہو تم"۔

"جی"۔ وہ چونکی۔

"تمہیں کیا فرق پڑتا ہے حمود سالار کسی سے بھی شادی کرے"۔ وہ طنز کرنے لگا۔

"مجھے دوغلے مرد سخت بُرے لگتے ہیں"۔ وہ بھی تڑخ کے بولی۔

"بہت مردوں کے بارے میں جانتی ہو"۔ پھر ایک تیر اُچھالا۔

"آخر آپ کو پرابلم کیا ہے؟" وہ ہاتھ میں بیلن لے کر سیدھی ہوئی' فائق کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

"اس وقت تو تم مجھے بیوی لگ رہی ہو"۔

"کک ...... کیا ......" تہذیب تو اچھل ہی گئی۔

"بیلن سے ہر شریف آدمی ڈرتا ہے اور شوہر تو سب سے زیادہ"۔ وہ معنی خیز لہجے میں بولا۔

"شکل دیکھی ہے اپنی' شوہر"۔

"اے لڑکی کس خوش فہمی میں ہو' میں خود کو شوہر نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ تمہیں بول رہا ہوں کہ بیوی کے اسٹائل مار کے بات کر رہی ہو"۔ لمحوں میں اس نے تمسخر اڑایا' تہذیب تو جز بز سی ہو گئی اور فائق کو اس لمحے اس کی حالت پر مزا آیا۔

"کیوں میرے بارے میں کیا کبھی کچھ سوچا ہے؟"

"شٹ اپ' مجھے کیا ضروری پڑی ہے آپ کے بارے میں سوچنے کی"۔ وہ پھر اسے سلگانے لگا تھا۔

"ویسے اتنا بُرا بھی نہیں ہوں' سوچ لو کیونکہ ایک دو سال تو مجھے سیٹ ہونے میں لگیں گے ہی"۔ وہ اسے ہر طرح سے آزما کر دیکھنا چاہ رہا تھا کہ وہ بھی اور لڑکیوں کی طرح تو نہیں ہے جہاں کسی لڑکے نے اہمیت دی اور خوش فہمی میں پڑ گئیں۔

"آپ کو چاہے دس سال لگیں' مجھے آپ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور آپ انتہا سے زیادہ خود پسند' خوش فہم آدمی ہیں اور ایسے آدمی مجھے سخت زہر لگتے ہیں"۔

"اچھا دوغلے بھی بُرے لگتے ہیں اور ایسے بھی کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں ایسا ہوں"۔ وہ دونوں ہاتھ پشت پر جما کر گویا ہوا۔

"آپ کی باتوں سے اور ہر انداز سے"۔

"اتنا غور سے دیکھتی ہو مجھے"۔ وہ لب بھینچ کے ہنسی روکنے لگا۔

"آپ ...... آپ ......" وہ تو تھک گئی۔

"جا رہی ہوں میں"۔ وہ روہانسی ہو گئی۔

"ارے روٹیاں تو پوری پکا دو"۔ وہ اس کے پیچھے دوڑا۔ مگر تہذیب کو اس وقت زبردست غصہ آیا تھا' فائق کو ہنسی آ رہی تھی کیونکہ اس کا جلنا کڑھنا اور تنک کے جواب دینا اس کا انداز کتنا منفرد سا تھا' بالکل بناوٹ سے عاری تھی نہ اور لڑکیوں کی طرح اس میں اتراہٹ تھی مگر وہ ابھی تک بھی اپنے جذبوں کو اس پر عیاں نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی کرنا چاہتا تھا۔

............☆☆☆............

آج اسے حمنی نے اتنا گھمایا تھا کہ وہ جان ہی نہ چھڑا پایا تھا' فیکٹری تک نہ جا سکا کیونکہ حمنی نے بابا سے اجازت لی ہوئی تھی' ڈنر بھی زبردستی باہر کیا حالانکہ حمود کا دل بالکل نہیں کر رہا تھا' ذہن و دل تو پریشان تھا کہ پتہ نہیں منتہیٰ اس کے بارے میں کیا سوچ رہی ہو گی بلکہ وہ تو خوش ہو رہی ہو گی شاید کہ جان چھوٹ جائے گی۔

"مگر میں تم سے دستبردار تو کبھی نہیں ہوں گا تم میری عزت ہو اور عزت کو گھر کی عزت بنایا جاتا ہے اُسے چھوڑا نہیں جاتا"۔ وہ بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا۔ اسے خود اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ یہ بے کلی اور بے چینی کیوں ہوتی ہے جتنا وہ منتہیٰ کو سوچتا تھا اس کے دل میں ایک دھڑکن میں بسا نام محسوس ہوتا تھا' وہ تو اتنا لاابالی تھا کہ کبھی محبت کو نہ سمجھا اور جانا تھا مگر آج اپنے اندر کی بے کلی اور بے قراری کو وہ کوئی نام نہیں دے پاتا تھا جب جب مل کے آتا وہ کھویا کھویا رہتا اور آج کے بعد تو وہ اور ہی انداز میں سوچ رہا تھا' چینج کر کے وہ واش روم سے باہر آیا تو کلثوم بانو دودھ کا گلاس لے آئی تھیں۔

"آج سارا دن ہی حمنی کے ساتھ پھرتے رہے تم"۔ انہوں نے مسکرا کے پوچھا۔

"امی! میں تنگ آ گیا ہوں جان کا عذاب ہو گئی ہے پلیز جان چھڑایئے میں اسے افورڈ نہیں کر سکتا"۔ وہ اتنا بے زار اور پریشان لگ رہا تھا کہ وہ فکر مند سی ہو گئیں۔

"بیٹا! میں تمہارے بابا کے آگے کچھ بول نہیں سکتی ہوں"۔

"پھر ٹھیک ہے مجھے ہی کچھ کرنا ہو گا"۔ اسے بھی جیسے ضد سوار ہو گئی تھی۔

"کیا کرو گے تم"۔ گلاس اس کے ہاتھ میں تھمایا۔ حمود نے اے سی کی کولنگ بڑھا دی۔

"ایک شادی بابا کی پسند کی اور ایک میری پسند کی ہو گی"۔

"کیا ......؟" کلثوم بانو کو بیٹے کی دماغی حالت پر حیرانگی کے ساتھ شبہ ہوا۔

"بابا کو اپنی پارٹنر شپ عزیز ہے انہیں یکی بھی کرنی ہے ٹھیک ہے حمنی سے کر لوں گا میں شادی بھی مگر ایک میری پسند کی ہو گی"۔ حمود نے دودھ کا گلاس خالی کیا اور رائٹ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

"اپنے بابا کو جانتے ہو' اتنے جوتے ماریں گے بلکہ وہ تو بندوق نکالنے کو تیار رہتے ہیں"۔ وہ ڈر گئیں۔

"اس بار میں ان کی بندوق سے بھی نہیں ڈروں گا کیونکہ اپنی پسند سے شادی کرنے کا مجھے بھی حق ہے"۔ وہ نگاہ چراتے ہوئے بول رہا تھا۔

"اس عمر میں مجھے بھی گھر سے نکلوائے گا کیا؟"

"تو پرابلم مائی مام! آپ کا بیٹا اتنا قلاش نہیں ہو گا' اپنے قدم وہ جما رہا ہے' ساتھ رہیں گے آپ اور میں اور ساتھ میں آپ کی بہو"۔

"حمود بات مذاق میں اڑانے کی نہیں ہو رہی ہے"۔ انہوں نے دو تھپڑ اس کی پشت پر جما دیئے۔

"امی اصل تو بعد میں آئے گا' گھر والی اور باہر والی کے ساتھ"۔ وہ کورنش بجا کے بولا۔

"گدھے اگر اپنے بابا کی گولی سے بچے گا تو اپنی پسند سے بھی کرے گا شادی"۔

"میری ماں اتنی پریشان مت ہوں مگر پلیز مجھے اس حمنی چڑیل کے ساتھ بالکل نہیں رہنا"۔ وہ اپنے بال نوچ کے بولا۔

"میں کیا کر سکتی ہوں اس سلسلے میں؟"

"کیوں ...... آپ بابا سے اَڑ جایئے کہ میں بہو اپنی پسند کی لاؤں گی"۔ وہ کلثوم کو جوش دلانے لگا۔

"بہت آسان ہے نا ان سے اَڑ کے بات کرنا' باہر کا راستہ دکھا دیں گے ساتھ ہی مجھے بھی"۔ وہ ویسے ہی ان کے

غصے سے ڈرتی تھیں۔

"او کے پھر مجھے کرنے دیں جو کرنا ہے"۔

"کسی لڑکی کو دیکھ کے رکھا ہوا ہے؟" وہ اسے جانچتی نگاہوں سے دیکھنے لگیں۔

"ہوں...... یہی سمجھ لیں لیکن ابھی لڑکی راضی نہیں ہے منانے کے لئے مجھے پاپڑ بیلنے پڑ رہے ہیں"۔

"بیلنے پڑ رہے ہیں"۔ وہ زیر لب بول کے ہنسیں۔

"ہاں بیل تو لئے ہیں بس بیلنے ہیں"۔ لہجہ اس کا معنی خیز اور شرارتی بھی تھا۔

"حمود امیری کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے"۔

"آپ جا کے آرام کریں صبح کا انتظار کریں ناشتے پر ملیں گے"۔ اس نے کلثوم بانو کو شانوں سے پکڑ کے اٹھایا ان کی پیشانی پر پیار کیا۔

"میری بات سن پہلے وہ حمنی نے وہاں منتہیٰ کے سامنے کیا زیادہ کچھ الٹا سیدھا بولا ہے؟"

"وہ ہے نا آپ کی صاحبزادی راحمہ سالار اس کی کم زبان چلتی ہے پورا تعارف کروایا ہے کون ہے کیا لگتی ہے حمنی"۔ وہ بولا۔

"ویسے بچی اچھی ہے"۔ کلثوم بانو کی نگاہوں میں منتہیٰ کا ملیح چہرہ گھوم گیا۔

"کون سی بچی......؟" وہ حیرانگی سے پوچھنے لگا کیونکہ حمنی کی وہ تعریف کر ہی نہیں سکتی تھیں۔

"میں منتہیٰ کی بات کر رہی ہوں ایسا لگتا ہے جیسے میں اسے جانتی ہوں"۔ حمود چونک گیا کہ کہیں انہیں کچھ شک تو نہیں ہو گیا فوراً ہی سنبھل گیا اور خود کو نارمل کر کے گویا ہوا۔

"اس سے تو آپ پہلی بار ملی ہیں"۔

"ہوں...... مگر ایسا لگتا ہے جیسے مل چکی ہوں منتہیٰ نام بھی بھلا سا ہے"۔ انہیں اپنی رشتے کی بہن یاد آ گئی۔

"میں تو کہتی ہوں کہ وہ یہاں ہی پڑھانے آ جایا کرے"۔ وہ بولیں۔

"مشکل ہے کہ آئے"۔ وہ بولا۔

"ویسے راحمہ وہاں جا کر پڑھے تو اچھا ہے ورنہ یہاں وہ پھر دوسرے جتنے بھی ٹیوٹر آئے ہیں اس نے سوائے ان میں کیڑے نکالنے کے کیا کیا ہے"۔ وہ خود ہی پھر نفی بھی کرنے لگی تھیں۔

"تم سو جاؤ صبح پھر بات کرتی ہوں تم سے کہ تم نے آخر کس لڑکی کو پسند کیا ہے"۔ وہ اس کا ماتھا چوم کے کمرے سے نکل گئیں۔ حمود کچھ بوکھلاہٹ کا شکار بھی ہو گیا کہ انہوں نے پوچھا تو کیا جواب دے کس لڑکی کو بتائے اور ابھی وہ منتہیٰ کا نام لینا نہیں چاہ رہا تھا اور اسے یہ بھی یقین تھا کہ حمنی بھی ضرور کوئی نہ کوئی فساد کھڑا کرے گی کیونکہ آج وہ سارے راستے بھی بولتی رہی تھی۔

"منتہیٰ کو گھر بلاؤ اور راحمہ کو ٹیوشن پڑھواؤ"۔ حمود کو منتہیٰ کی عزت زیادہ عزیز تھی وہ اسے یوں حقارت سے تو کسی کو دیکھنے نہیں دے گا وہ اس کی ہونے والی بیوی تھی۔

(جاری ہے)

☆☆☆

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 12

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

کل سے وہ بھاری تھی، اسے فائق پر غصہ آئے جا رہا تھا جو اسے ستانے کا کوئی بھی موقع اور طریقہ ہاتھ سے خالی جانے نہیں دیتا تھا۔ دل کے اندر تو وہ اسے بسا ہی چکی تھی مگر اب دل سے نکالنا بہت مشکل اور ناممکن تھا۔ وہ اس کے سامنے کبھی اپنے انداز سے یہ ظاہر نہیں کرتی تھی کہ وہ اس کو کتنا چاہنے لگی ہے مگر وہ بھی ڈرتی تھی اور اپنی حیثیت جانتی تھی اور خود کو بھی جانتی تھی کہ شاید جانتا بھی نہ ہو۔ شاید وہ اس بات سے بھی ڈرتی تھی، دل میں اپنا بنا رکھنا ہے۔ پھر یہ محبت ایک دم اچانک کیوں ہو جاتی ہے، کیوں اس کو دل میں جگہ دے کر گھر میں بھی کہیں نہیں آتی۔ پھر اس کا یہ کہنا تو تھا کہ وہ غریب تھی اسے کوئی یہ سوچنے نہیں دیتا تھا کہ کیوں وہ ایسے خواب دیکھے یا کسی محل میں خود کو دیکھے۔ لڑکیاں بھی کتنی معصوم ہوتی ہیں پل میں خواب خود ہی بن لیتی ہیں اور پھر بعد میں خود ہی ان خوابوں کو بکھیرتی ہیں کیونکہ وہ صرف خواب دیکھ سکتی ہیں چاند کی تمنا تو کر سکتی ہیں مگر اسے پا نہیں سکتیں پھر اس تک جانا ان کے اختیار میں نہیں ہوتا کچھ لڑکیاں اسی طرح اپنی خواہشات اندر ہی اندر دبائی رہتی ہیں کیونکہ حقیقت وہ جانتی ہیں۔

"کاش ——— فائق احمد تم مجھے اپنی زندگی میں شامل کر لو، کاش کوئی انہونی ہو جائے، کاش کوئی معجزہ ہو جائے اور تم مجھے خود اپنے دل سے اپنی زندگی کا حصہ بنا لو، کاش ——— " وہ آج لان میں ٹہل رہی تھی اس کا دل اکتا گیا تھا اور بے کلی ہوا کر وہ عشاء کی نماز پڑھ کے انیکسی سے باہر آ گئی تھی۔ ہرا بھرا لان سائیڈ پر بڑے بڑے درخت اور پودے گملوں میں گیٹ کے رائٹ سائیڈ پر چوڑی سی کیاری جس میں رنگ برنگے مختلف پھول لگے تھے۔ روش پر بیل لگے تھے جس میں وہ دھیا اور بیلی لائٹس آن تھیں بڑا سا بنگلہ بھی پیچھے کا حصہ پڑا تھا بیک گراؤنڈ والی جہاں اندر کا تو نہیں نظر آتا تھا لیکن اندر سے باہر کا سب نظر آتا تھا وہ نگاہیں اٹھا کر اس محل کا جائزہ لے رہی تھی۔

"آہ، مجھ جیسی غریب لڑکیاں ایسے محلوں کے خواب تو دیکھ سکتی ہیں مگر اس محل میں رہ نہیں سکتیں۔" وہ چہل قدمی کرنے کے بعد چیئر پر بیٹھ گئی لان میں خاموشی تھی گیارہ بج رہے تھے اور وہ اتنے ٹائم تو کبھی بھی انیکسی سے باہر نہیں نکلتی تھی۔

"ارے آپ ادھر؟" رافع باہر سے آیا تو اسے دیکھ کر چونک گیا۔

"ہوں ——— آں" وہ کچھ گڑبڑا سی گئی۔

"ارے آپ تو ڈر گئیں میں ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔" اس نے تہذیب کو بلیو اور مرجنٹا کنٹراسٹ کے پرنٹڈ کپڑوں میں دیکھا جو دوپٹہ سر تک اوڑھے ہوئے تھی۔

"وہ میرا دل گھبرا رہا تھا۔"

"پھر آپ اندر چلی جاتیں ناں امی اور تائی امی کے پاس۔" وہ بولا۔

"لان میں اچھا لگ رہا تھا۔"

"ویسے کل کی چائے اور پراٹھے کا شکریہ۔"

"اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔" تہذیب کو اس کا شکریہ ادا کرنا شرمندہ کر گیا۔

"پھر وہ ناشتے میں آپ سے فرمائش کروں گا۔"

"کیوں نہیں مگر اس کے لیے تمہیں کیا چھ بجے اٹھنا پڑے گا کیونکہ آٹھ بجے مجھے آفس نکلنا ہوتا ہے۔" اسے رافع کی بے تکلفی اچھی لگی۔

"رافع تم کسی کام کے نہیں ہو گیٹ تو کھول دیتے میں کب سے ویٹ کر رہا ہوں۔" فائق کی جھنجلائی ہوئی سی آواز آئی تو دونوں ہی گڑبڑا گئے۔ رافع نے گیٹ ہی کھولنے آیا تھا کہ وہ تہذیب کو دیکھ کر بات کرنے لگا۔ رافع نے گیٹ کھولا، فائق گاڑی اندر لایا، پیچھے گاڑی میں حکمت آپی کے گھر سے لے کر آیا تھا ساتھ کچھ سامان بھی تھا تہذیب ان تینوں کو ہی دیکھ رہی تھی۔ فائق بلیک پینٹ پر براؤن شرٹ میں آنکھوں پر گلاسز لگائے گاڑی سے سامان نکلوانے میں مصروف تھا۔ حکمت نے اپنے اور بچوں کے کپڑوں کے بیگ بھیجے تھے کچھ اپنی شاپنگ بھی ان کے ساتھ کرنے گئی تھی۔

"کیسی ہو تہذیب؟" حکمت اس سے ملی۔

"ٹھیک ہوں، لگتا ہے کافی شاپنگ کی ہے۔"

"ہوں ——— بہت ساری، تمہاری اور حکمت کی بھی ہے۔" وہ بتانے لگی۔

"ارے میری کس لیے کر لی؟" وہ حیرانگی سے پوچھنے لگی۔ فائق گاڑی لاک کر رہا تھا اور رافع سارے شاپر اٹھا کے اندر لے جا رہا تھا۔

"کیوں اپنے بھائی کی شادی پر نہیں پہنو گی۔" وہ مسکرا کے گویا ہوئی۔

"میں نے اور حکمت نے بنا لیے ہیں کپڑے۔"

"بٹ یہ ہماری طرف سے بلکہ محریب بھائی اور مائزہ بھابی کی طرف سے ہیں انہوں نے ہی بھیجے ہیں بنانے ہیں تم دونوں کو مگر تم تو ہمیشہ کی ہی رہتی ہو۔" وہ ڈانٹ کے بولی۔

"آؤ اندر آؤ تم حکمت کو بھی بلا کے لے آؤ ساری شاپنگ دکھاتی ہوں۔" وہ تہذیب کو کہتی ہوئی اندر جانے لگی۔

"تم چلو آتی ہوں۔" مسکرا کے جواب دیا۔

فائق کو اندازہ تھا اسے کل سے غصہ بھی ہے اس نے اتنی سیدھی گفتگو نہیں کی تھی مگر تہذیب کو دیکھ کر وہ شوخ اور مستی پر اتر آتا تھا۔

"آج محریب بھائی اور مائزہ کی بہن بنی ہو، کل اسی گھر کے کسی لڑکے کی بیوی بن جاؤ گی۔" وہ اس کا راستہ روک کے معنی خیزی سے گویا ہوا۔ تہذیب نے اپنی خوبصورت غزالی نگاہیں اوپر اٹھائیں، دانت بھی بھینچ رہی تھی مٹھیاں تک بھینچ لیں۔

"شٹ اپ آخر آپ اتنی فضول باتیں مجھ سے ہی کیوں کرتے ہیں۔"

"وہ اصل میں کوئی لڑکی مجھے تمہاری جیسی بے وقوف ملی ہی نہیں کہ اس سے ایسی باتیں کروں۔" سینے پر بازو لپیٹے مخمور اور سحر انگیز نگاہیں گلاسز سے جھانک رہی تھیں اونچا لمبا فائق جس کا نام بھی بالکل ٹھیک ہی رکھا تھا ماشاءاللہ فائق بھی تھا۔

"بے وقوف ضرور ہوں مگر آپ کی طرح کی فضول گفتگو نہیں کرتی ہوں۔"

"اوہ ——— بے وقوف ہو تم اتنی چالاک ہو گئی مجھ سے پوچھے سوشل ورکر ہو گئے لوگوں کو تم سمجھاتی ہو۔"

"پلیز! آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا میری ذاتیات میں بولنے کا، میں کیا ہوں کیا کرتی ہوں۔" شہادت کی انگلی اٹھا کے اسے روکا۔ فائق نے ہاتھ بڑھا کے اس کی انگلی ہی پکڑ لی وہ حواس باختہ ہو گئی اس کی اس حرکت پر وہ اپنا ہاتھ چھڑانے جا رہی تھی مگر فائق نے جکڑا ہوا تھا۔ دل کر رہا تھا یہ لمحے رک جائیں تہذیب کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں اسی طرح رہے وہ اسے گدگداتا رہے اپنے جذبے ابھی اندر سنبھال کے رکھے ہوئے تھے۔

"چھوڑیں میرا ہاتھ کیا بدتمیزی ہے۔" وہ اسے گھورتی ہوئی غصے بھری آواز میں چیخی۔
"کبھی کھول کے سن لو تمہاری اوقات بس اتنی ہی ہے میری ضرورت ہو تم سمجھیں تم" کرخت اور درشت لہجہ [illegible]
اسے اور اندر کیا۔
"آپ نے کیا سمجھ رکھا ہے مجھے؟" ہاتھ چھڑانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ فائق نے اور زور سے [illegible]
پکڑ رکھا تھا۔
"میں۔۔۔" وہ عجیب سا مسکرایا۔
"مجھے بس ایسی ہی چھوڑ دیں ورنہ آپ کا تو کچھ نہیں جائے گا مجھے رسوا کروا دیں گے" وہ [illegible]
آواز میں بولی۔ خود کو بھلا اس کے سامنے مضبوط اور پُراعتماد ظاہر کرتی تھی مگر وہ اتنا ہی پست پڑنے لگی تھی [illegible]
پہلے وہ اس کی تمنا کرتی تھی مگر یہ شخص تو لگتا تھا محبت اور پیار کے مفہوم سے بھی آشنا ہی نہیں ہوا تھا صرف [illegible]
ہوس اور اپنی حکومت جتانے کا شوق تھا۔
"یعنی آپ جیسے لڑکے لڑکیوں کی بے بسی سے فائدہ اٹھانے کے چکر میں رہتے ہیں میں اس طرح کی [illegible]
نہیں ہوں فائق احمد جیسا آپ سمجھتے ہیں۔"
"ویٹ ذرا میں آپ جیسے لڑکے؟" فائق کے تو دماغ پر جا لگی تہذیب گھبرا گئی ہونٹوں پر لب پھیرے [illegible]
ایک دم مشتعل ہو گیا تھا۔
"اور ذرا بتاؤ کہ میں تمہیں کس طرح کی لڑکی سمجھتا ہوں؟"
"پلیز آپ میرا ہاتھ چھوڑئیے۔" وہ روہانسی ہو گئی اسے فائق کا یہ روپ ہوتا بھی ڈرانے لگا۔
"چھوڑ دیتا تمہارا دل ہے بچوں میں تو ذرا بھائی ہو یہ تم سوشل ورکر بن کیسے گئی ہو؟" اس نے طنز بھی کیا۔
"ہر بات میں آپ کو اعتراض ہے۔"
"تم پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے کیا سمجھا ہے؟" وہ اپنی بات پر اڑا ہوا تھا یہ تک بھول گیا تھا کہ کوئی [illegible]
بھی سکتا ہے۔
"آپ کو تو اگر کوئی بات کہہ دو تو اپنی جان مشکل میں ڈال لو۔" وہ اپنا ہاتھ چھڑا کے غصے سے بولی۔
"میں بندہ بھی ایسا ہی ہوں اگر کوئی مجھے الٹا سیدھا کچھ بولے تو میں اس کے پیچھے پڑ جاتا ہوں۔" ایک ایک [illegible]
چبا چبا کے اسے جتا رہا تھا۔
"میرے علاوہ آپ کو کوئی اور نہیں ملی جو میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"
"کیا تمہارے پیچھے محترمہ ہوش میں تو ہو میں اور تمہارے پیچھے ابھی مجھ پر اتنا برا وقت نہیں آیا ہے کہ تمہارے
پیچھے پڑوں اور مجھے ضرورت بھی نہیں ہے لڑکیاں خود میرے آگے پیچھے پھرتی ہیں۔" وہ آج دل کھول کر جلا رہا [illegible]
تہذیب کا چہرہ اہانت اور تضحیک سے سرخ پڑ گیا تھا دل میں اتنا شور ہوا تھا کہ لب بھینچ لیے تھے۔ وہ تو اسے دل [illegible]
بیٹھی تھی اور وہ اتنی نفرت و حقارت سے اس سے پیش آ رہا تھا۔ وہ اتنی بے وقعت ہے کہ فائق اسے [illegible]
[illegible]
"لگتا ہے میرے خواب دیکھنے لگی ہو۔" پھر نیا تیر پھینکا۔
"سنو اے [illegible] دیکھنا تمہیں تو پہلے جاب سے نکلواؤں گا پھر اس ایجنسی سے نکلوا کر دیکھنا تمہیں [illegible]
کہاں پہنچاتا ہوں۔"

"بیٹھ کر ہی بچی ہوں؟" وہ دھاڑی۔
"دل تو یہ کرتا ہے تمہیں کہیں بند کر دوں اتنی تم ہو کام اسے بیٹھے بیٹھے کرنے لگی ہو سنو ابھی تمہیں خوب سمجھ
چکا ہوں تم مجھ پر اپنا جادو چلانا چاہ رہی ہو ہاں۔"
"مسٹر فائق احمد [illegible] ہوئی ہے کسی پر الزام لگانے کی اگر میں کچھ برداشت کر رہی ہوں تو صرف غریب
بھائی کی وجہ سے۔"
"ورنہ پھر کیا کر لو گی تم؟ تو پہ سے اور اوپچا" وہ دونوں ہاتھ پشت پر باندھے اس سے بڑا کا انداز میں
[illegible] تھا۔
"دل تو بھی کر رہا ہے" وہ روہانسی ہو کر تیزی سے بھاگ لی۔ فائق نے اپنی نظروں میں بکھرا ایک جھکے وہ اس کا
ظرف اور برداشت دیکھ رہا تھا کہ کتنی ہے کب تک وہ اس سے مقابلہ کرتی ہے کب تک وہ اپنے کردار پر انگلی اٹھانے
والے کو ایسے ہی برداشت کرتی ہے۔
"کتنی مختلف ہو تم تہذیب اور ابھی تو خوش فہم نہیں ہو میرا انداز لگ جاتا ہے تمہارا" کی رنگ گھماتا ہوا وہ بھی
[illegible] بڑھ گیا۔

☆☆☆

"پاپا بیٹے تمہیں کہاں جانا ہے؟" ہشام سالار کے پیچھے جوتوں اٹھے وہ ناخنوں میں مصروف تھے۔
"بابا میرے دوست کے بھائی کی شادی ہے اسی کے ساتھ کچھ شاپنگ وغیرہ ہے اس کی اور کچھ کام بھی ہیں
ضروری" وہ کھسیا گیا۔
"تم گھر کر دو گھنٹے کا جاتے ہو اور چھ گھنٹے میں واپس آتے ہو" انہوں نے [illegible]
اپنے خوبرو بیٹے کو بغور دیکھا جو بلیک پینٹ کوٹ میں خاصا ڈیشنگ لگ رہا تھا۔
"کام ہی ایسے نکل آتے ہیں۔"
"ایسے کون سے کام ہوتے ہیں" وہ جرح پہ جرح کر رہے تھے۔
"ہوتے ہیں کچھ کام ایسے جو بتانا ضروری نہیں ہیں۔"
"اپنے باپ کو بھی......" لہجہ ان کا درشت تھا۔
"سوری میں آپ کو بھی نہیں بتا سکتا اور ہاں میں جا رہا ہوں چھ گھنٹے میں ہی واپس آ جاؤں گا" وہ مضبوطی سے کہہ گیا۔
"ہوش میں تو ہو"
"اس وقت تو ہوں" وہ اپنا موبائل اور والٹ اٹھانے لگا۔ ہشام سالار کو اس کی اسی بات پر غصہ آتا تھا
کہ وہ منتا نہیں تھا۔
"تمہاری لگام کسنی پڑے گی۔"
"لگام چاہے جتنی کسیں آپ مگر تمنیٰ سے میں شادی بالکل نہیں کروں گا۔" وہ الٹی پٹی سے بولا۔
"دفع ہو تم یہاں سے" حمود بھی رکا نہیں ان کے کیبن سے نکل گیا آج اس نے تمنیٰ کو کچھ شاپنگ کروانی
تھی کیونکہ بابر کی شادی سر پر تھی ایک گھنٹہ تو اسے منانے میں لگتا پھر راحمہ کو بھی لانا تھا ورنہ وہ تو خوشی کے لیے
[illegible] ہو گی۔
گھر آیا تو دیکھا تمنیٰ آئی ہوئی تھی اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا تمنیٰ کے چہرے پر اسے دیکھ کر چمک سی آ گئی۔

"مجھے پتہ تھا تم ضرور اسی ٹائم گھر آتے ہو اسی لیے میں پہلے سے ہی آ کر بیٹھ گئی"۔ حسبِ معمول وائٹ اور
پرپل کلر کی شرٹ پر پنک سی اسکارف پہنے ہوئے تھی۔
"راحمہ آج تم ٹیوشن کی چھٹی کر لو کیونکہ مجھے ضروری کہیں جانا ہے"۔
"بھائی جان انہیں آج رہنے دیں ابھی بھائی کے ساتھ جا رہی ہوں"۔
"کیا کوئی ضرورت نہیں ہے اس کے ساتھ جانے کی"۔ وہ تو بگڑ گیا۔ کلثوم بانو نے سر پیٹ لیا کیونکہ محمود احمد کی
ناراضگی کی قدر وہ واقف تھیں کہ اگر جتنی نے شاہ سالار سے اس کی شکایت کر دی تو غضب ہی ہو جائے گا۔
"کیوں میں کیوں نہیں جا سکتی ان کے ساتھ تم بھی تو ہو گے آج پھر ہم دونوں گھومیں گے پھریں گے" وہ ذرا بچی
باہر کریں گے"۔ وہ تو خوش ہو کے بولی۔
"نہیں تمہیں مجھے کہیں جانا ہے"۔ اس نے جتنی کا ہاتھ جھڑک دیا۔
"مجھے بھی زیادہ ضروری ہے"۔ وہ خفگی سے گویا ہوئی۔
"ہوں"۔ وہ لے بیگ اٹھاتا ہوا اوپر چلا گیا۔
"دیکھا آپ نے محمود کتنا مجھے اگنور کرنے لگا ہے"۔ وہ روہانسی ہو کر ان سے شکایت کرنے لگی۔
"بیٹا انہیں اسے سمجھاؤں گی ہو سکتا ہے اسے کہیں ضروری جانا ہو آج راحمہ چھٹی کرے گی"۔ وہ خود ہی بات کو
سنبھالنے لگی تھیں۔
"امی میرے ٹیسٹ ہونے والے ہیں"۔ راحمہ نے آج پہلی بار پڑھائی میں دلچسپی ظاہر کی تھی۔
"جب وہ منع کر رہا ہے تو نہیں جاؤ"۔
"ڈرائیور کے ساتھ چلی جاتی ہوں"۔ وہ ضد سے بولنے لگی۔
"جب تمہیں منع کر دیا ہے تو کیوں ضد کرتی ہو گھر میں پڑھائی کر لو"۔ وہ چینج کر کے آ گیا تھا بلیو جینز پر وائٹ
پنک چیک کی شرٹ میں ملبوس خاصا سوبر بھی لگ رہا تھا۔ جتنی منہ بنائے سنگل صوفے پر بیٹھی تھی وہ اسے بھی اگنور کر
چکا تھا آج تو اسے جتنی کو لے کر ضرور جانا تھا۔
"امی آپ بیچ کو گھر ہی بلوایا کریں"۔ راحمہ نے ناراضی دکھائی۔
"محمود آخر تمہیں اعتراض کیا ہے تمہیں اگر جانا ہے تو تم چلے جاؤ میں ڈرائیور سے کہہ دیتی ہوں وہ چھوڑ آئے
گا"۔ کلثوم بانو کو بھی اس کا منع کرنا سمجھ نہیں آ رہا تھا۔
"عریب کا میرے پاس فون آیا تھا وہ سب کہیں گئے ہوئے ہیں"۔ اس نے خود ہی جھوٹ گھڑ کے بتایا۔
"میں بیچ کے نمبر پر کال کرتی ہوں"۔ راحمہ کھڑی ہو گئی۔
"بیٹھ جاؤ آرام سے ہر بات کی جاسوسی کیا کرو"۔ محمود نے ڈانٹ دیا۔
"مجھے آپ کی سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ کیوں جانے سے منع کر رہے ہیں"۔
"چپ کر کے گھر میں پڑھائی کرو"۔ وہ ڈپٹ کے بولا۔
"آؤ جتنی تمہیں میں گھر ڈراپ کر دوں گا"۔ اس نے سوچا کہ راستے میں اسے بھی اتار دے گا۔
"میں ٹیکسی میں خود چلی جاؤں گی"۔ ناراضی دکھائی۔
"او کے جیسے تمہاری مرضی"۔ شانے اچکاتا ہوا وہ تیزی سے کوریڈور عبور کر گیا کیونکہ جلدی پہنچنا بھی تھا۔

☆☆☆

وہ کچھ ضروری چیزوں کی شاپنگ کرنے شاہین کے ساتھ آئی تھی کیونکہ وہ تو پڑھائی میں مصروف تھی اور امی آج
کل اسلام آباد گئی ہوئی تھیں۔
"کتنی چیزیں اور رہ گئی ہیں"۔ شاہین نے اس کے ہاتھ میں لسٹ دیکھی۔
"ساری ہی چیزیں آ گئی ہیں"۔ اس نے لسٹ اپنے بیگ میں رکھی اور سینٹرل ٹیبل سے چائے کا کپ اٹھا
کے پینے لگی۔
صبح سے وہ آئی ہوئی تھی وہ تقریباً ساری ہی تیاری کر رہی تھی بس چھوٹی چھوٹی چیزیں رہ گئی تھیں جو وہ آج شاہین کے
ساتھ جا کر لے آئی تھی۔
"عنایہ! ایک بات پوچھوں؟" شاہین نے قدرے توقف کے بعد پوچھا۔
"ضرور ان کے متعلق پوچھنی ہو گی"۔
"ہوں... عریب بھائی کے متعلق ہی پوچھنی ہے بتاؤ صلح ہوئی تم دونوں میں؟"
"لڑائی کب تھی"۔ وہ چپ لیتے ہوئے گویا ہوئی۔
"اس دن پارک والی لڑائی بھول گئی ہو"۔
"بھابی! میری سمجھ میں یہ نہیں آتا ہے کہ یہ سارے مرد اتنے عقل کھرے کیوں ہوتے ہیں"۔ وہ کپ ٹیبل پر رکھ
کے ذرا تیز لہجے میں بولی۔
"غلط بات کر رہی ہو عقل کھری تم لڑکیاں ہوتی ہو"۔ احد نے اس کی بات سن لی تھی۔ وہ جھل سی ہو گئی کیونکہ
احد کے سامنے تو وہ ویسے بھی سنبھل کے بولتی تھی۔
"دیکھا بھابی! سائیڈ لینے آ گئے ہیں"۔
"ظاہری بات ہے میں اپنے بھائی کی سائیڈ لوں گا"۔ وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا عنایہ نے پہلو بدلا۔
"اصل میں عنایہ تم عریب کو نہیں سمجھ رہی ہو"۔
"احد بھائی! وہ مجھے نہیں سمجھ رہے ہیں آپ کو میں کیا بتاؤں کتنا طنز کرنے لگے ہیں مجھ پر"۔ وہ نگاہ جھکا کر افسردہ
سے لہجے میں بولی۔
"میں مانتا ہوں وہ کرتا ہو گا طنز مگر تم یہ بھی تو سوچو کہ وہ اور تم ساتھ مل کر بھی تو میرا ہی کو منا سکتے تھے"۔ وہ
سمجھانے لگا۔
"اگر اتنا آسان ہوتا تو میں راضی ہو جاتی اور ویسے بھی میں راضی ہو گئی تھی پھر وہ کیوں انکار کر کے چلے گئے"۔
وہ لب کچلنے لگی۔
"تم زبردستی دباؤ ڈالنے پر ہوئی تھیں اور عریب زبردستی کا قائل نہیں ہے"۔
"پھر ان سے بولیے مجھ پر طنز بھی نہ کریں"۔ وہ کچھ کڑوی سی ہو گئی۔
"او کے عنایہ! تم اطمینان رکھو ہم دونوں ہی عریب بھائی کو سمجھائیں گے کہ وہ تم سے اس طرح تو بات نہ
کریں"۔ شاہین نے تسلی دی۔
"ابھی میں نے عریب کو بلایا ہے تاکہ تم دونوں اپنے دل کی غلط فہمی دور کر لو"۔
"جی... آپ نے انہیں یہاں بلایا ہے"۔ عنایہ تو بیٹھے سے کھڑی ہو گئی۔
"ہاں کیونکہ آج موقع بھی ہے امی اور ابو دونوں نانی جان کی طرف گئے ہوئے ہیں"۔

"احد بھائی! انہیں مجھ سے کوئی غلط فہمی ہو رہی ہے وہ بات نہیں کرتی ہے اور اب تو کوئی بات ہی نہیں کرتی ہے"۔ وہ دو دن پہلے کی تبدیلی وہ کب بھولی تھی کیسی حالی کی ستائے گیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں محراب آ گیا مگر حجاب کو دیکھ کر وہ ناگواری سے آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئی۔

"محراب! یار کہاں چلے؟" احد نے پکارا۔

"تم بھیجو مجھے ضرورت ہے کیوں بلاتے ہو نہیں ہے آفس میں کتنا بزی تھا تمہیں فضول کی باتیں سوجھتی ہیں"۔ وہ غصہ کرنے لگا حجاب پہلی بار ہی تھی جبکہ شاہین باری باری دونوں کے ایکسپریشن دیکھ رہی تھی۔

"پتہ ہے مجھے کتنا بزی آدمی ہے شادی کے بعد سمجھتا ہوں کیسے دل لگتا ہے آفس میں ہر وقت میں حجاب کو فون کرتا رہے گا۔"

"احد اتر رہا ہو گی بات تمہاری فضول کی بکواس"۔ وہ غصہ میں تو پہلے ہی تھا اور حجاب کے سامنے تو اسے اور ہی غصہ آ رہا تھا۔

"محراب بھائی! بیٹھے تو"۔ شاہین نے اسے پھر کھڑے ہوتے دیکھا۔

"میں نے اس لیے بلایا ہے کہ تم حجاب سے اپنی غلط فہمی دور کرنے ناراضی ختم کر یار"۔ وہ بولا۔

"میری کوئی ناراضی نہیں ہے اور نہ میرے پاس ایسا فالتو وقت ہے کہ یہاں بیٹھ کے برباد کروں"۔ اس نے حجاب پر ایک نگاہ ڈال کے طنزیہ جملہ اچھالا۔ وہ اپنی کم مائیگی پر اندر ہی اندر آنسو اتارنے لگی کیونکہ اس سے کچھ بول کے وہ مزید بات کو بڑھانا نہیں چاہتی تھی۔

"یار بس کرو کچھ تو اس کی حالت دیکھ لو"۔ احد اس کی توجہ حجاب کی جانب کروانے لگا۔

"محراب بھائی! ایک منٹ بیٹھ کے آپ دونوں بات تو کر لیں"۔

"سوری بھائی! مجھے لمبی لمبی باتیں کرنی نہ پہلے آتی تھیں اور نہ اب آتی ہیں اب جبکہ سب کچھ ان کے کہنے کے مطابق ہو رہا ہے تو بات کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے"۔ وہ بولا۔

"یار حجاب کے ساتھ تو زیادتی کر رہا ہے"۔

"میرے ساتھ کسی کو نظر نہیں آتی یہ مظلوم ہیں محترمہ کیونکہ پورے خاندان کی پسندیدہ جو ہیں"۔ وہ گھورنے لگا۔ حجاب کا دل کر رہا تھا کہ وہ یہاں سے بھاگ جائے مگر کہاں کوئی ایسی جگہ بھی تو نہیں تھی کہ وہ چھپ کر بیٹھ جائے۔

"سب سے صابر و شاکر لڑکی ہے یہ ہمارے خاندان میں"۔ احد نے تفاخر دو انداز میں کہا۔

"پھر ان سے کہو کہ صابر و شاکر بن کے بیٹھی رہیں"۔

"آپ ان دونوں کو یہاں تنہا چھوڑیں پھر ہی یہ دونوں بات بھی کر سکتے ہیں"۔ شاہین کو خیال آیا تو احد کو ٹوکا۔

"بھائی! آج آپ ایسی کوئی بھی حرکت نہیں کریں گی کیونکہ مجھے کوئی بھی بات نہیں کرنی ہے مجھے جلدی بھی ہے"۔ وہ اٹھا۔

"عجیب سر پھرے آدمی ہو کب سے میں تم سے آرام سے بات کر رہا ہوں کوئی بات سمجھ ہی نہیں رہے ہو"۔ احد کو محراب کی اکڑ پر غصہ آنے لگا۔

"مجھے سر پھرا ہی رہنے دو اور خبردار جو آئندہ مجھے یہاں ایسے فضول کسی کام پر بلایا تو"۔ وہ یہ کہہ کر مڑا ہی تھا کہ عقب سے گرنے کی آواز آئی۔

"حجاب! حجاب!"۔ شاہین اور احد گھبرا گئے۔ محراب نے دیکھا وہ رونے لگی تھی اور ہچکیوں ہچکیوں رو رہی تھی اسے

سخت گراں گزر رہا تھا اس کا یوں رونا۔

"ہاں یار دراصل شیر بنا گئی ہو تمہارے ساتھ تو خوش نہیں ہے کیا ہے"

"یار کیا بد تمیزی ہے ایک تو وہ رو رہی ہے اور تم بجائے اس کے؟" وہ الٹا اس پر برسنے لگا۔

"مجھے اس کے رونے پر بہت غصہ آ رہا ہے اور تم اسے الٹا سپورٹ کر رہے ہو۔"

شاہین اسے شانے سے لگا کر چپ کرانے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس کے آنسو تھے کہ بند کھول کے بہہ جا رہے تھے۔ وہ جھنجھلانے لگا۔

"روتی رہو مجھے کوئی پروا نہیں ہے کیونکہ بہت پروا کی ہے میں نے تمہاری"۔ وہ رکا نہیں چلا گیا۔

"عجیب ہو گیا ہے یہ دیا"۔ احد تاسف و دکھ سے کہتا رہ گیا۔

دیا تھا کب سے وہ اس کی بے اعتنائی سرد مہری سب ہی برداشت کر رہی تھی اس کے ایک ایک لفظ نے اندر تک گھائل کر دیا تھا اتنا سخت کیوں بن گیا تھا اس کے رونا سے منع کرنے پر۔

"حجاب! بس کرو"۔ شاہین نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔

"بھابی! میں اتنی بری ہو گئی ہوں کہ وہ جب دل چاہے گا مجھے باتیں سناتے رہیں گے"۔ وہ دکھ و کرب سے بولی۔ احد زیان کو اٹھا کے باہر چلا گیا تھا اسے بھی آج محراب کے رویے پر غصہ آ رہا تھا۔

"محراب بھائی اول کے برے نہیں ہیں ان کا وقتی غصہ ہے تم دیکھنا جلد ہی سب اتر جائے گا جب تم ان کی دلہن بن کے سامنے جاؤ گی"۔ وہ مسکرا کے اسے سمجھا رہی تھی۔

"پتہ نہیں بھابی! وہ یہ رشتہ برقرار بھی رکھیں گے یا نہیں"۔ اسے یہ بھی تو ڈر تھا۔

"ارے مجال ہے کہ وہ کوئی ایسی ویسی حرکت کریں یہ رشتہ برقرار رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ"۔ اس نے حجاب کا سر اپنے شانے سے لگایا۔ حجاب اندر ہی اندر سسک رہی تھی۔

☆☆☆

جیسے ہی اس نے اندر قدم رکھا تھا ہال کمرے میں حمود کو دیکھ کر چونک گیا پورے راستے وہ کھولتا ہوا آیا تھا مگر غصہ اس کی سرشت میں نہیں تھا خود کو ذرا سنبھال بھی لیا تھا۔

"شکر ہے یار تم آ گئے کب سے بیٹھا ہوں"۔ حمود نے اس سے ہاتھ ملایا۔

"خیریت تو ہے؟" محراب نے سوالیہ نگاہوں سے پوچھا۔

"ہاں خیریت ہی ہے یہ بتاؤ تم آ کہاں سے رہے ہو؟"

"احد نے بلایا تھا وہاں گیا تھا"۔ اس نے بتایا۔

"اچھا تم نے کچھ ٹھنڈا وغیرہ بھی لیا یا نہیں میں پوچھتا ہوں"۔

"میں سب کچھ لے چکا ہوں آنٹی نے کر دی تھی"۔ اس نے محراب کو روکا۔

"سن یار! وہ منی کو میں شاپنگ پر لے جانے کے لیے آیا ہوں تم آنٹی سے کہو کہ وہ اسے راضی کریں میری بات نہیں مان رہی ہے"۔ خاصا پریشان اور متفکر سا لگ رہا تھا۔

"میں آنٹی کی بھی نہیں مانی؟"

"یار کمرے کا دروازہ بند کر کے بیٹھی ہوئی ہے آنٹی ادھر وہاں بیٹھ کے آ گیا ہوں"۔ وہ بتانے لگا۔

"تم ابھی سے کہہ دیتے"۔

"وہ مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا تم بولو جا کر کہ وہ اسے سمجھائیں"۔

ہی دیر میں نزہت چلی آئی تھیں۔ محمود انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اوکے میں کہتا ہوں"۔ وہ اٹھ کر چلا گیا۔ کچھ ہی دیر میں نزہت چلی آئی تھیں۔ "ارے یہ تو آپ لوگ مجھ سے پہلے پہنچ گئے۔ واہ تم بھی تم نے برباد کیا"۔ وہ حیرانگی سے بولی تھیں۔ محمود عجیب سا گیا۔

"میں ابھی آ رہی ہوں"۔ وہ چلی گئی تھی۔

"یار! عجیب سر پھری لڑکی ہے"۔ محمود بولا۔

"یہ ساری سر پھری تو ہم لڑکیوں کی ہی کیوں ہوتی ہے"۔ محریب نے مسکرا کے پوچھا۔

"یہ ساری سر پھری تو ہم لڑکیوں کی ہی کیوں ہوتی ہے اور توجہ سے تو وہ کچھ اترانے لگتی ہیں اس لیے بھی میں سوچتا ہوں شاید اس لیے بھی کہ کوئی انہیں زیادہ اہمیت اور توجہ دے تو وہ کچھ اترانے لگتی ہیں اس لیے وہ شخص یہ کرتی چاہیے کہ زیادہ اہمیت نہ دو تو پتا چلے کہ ان کو پتا آتی ہیں"۔ محمود بولا رہا تھا اور محریب کا دھیان عتاب کے گرد گھومنے لگا۔

"ہوں۔۔۔" وہ بس اتنا ہی بولا۔

پھر سے پہ داری نا گواری اٹھے لیے وہ بلیک چادر اوڑھے چلی آئی تھی۔

"چلو اب تم دونوں"۔ نزہت نے مشعل کا ہاتھ پکڑ کے آگے کیا۔

"یہ کیا بات ہے بیٹا شوہر کو اسے نخرے نہیں دکھاتے ہیں"۔ انہوں نے سمجھایا۔ محمود نے تشکر بھرا سانس لیا کہ وہ آ گئی تھی۔

"شکریہ آنٹی"۔

"اس میں شکریہ کی کیا بات ہے بیٹا یہ تمہاری اور مجھے سب سے زیادہ یہ خوشی ہے کہ تم اس کا خیال رکھتے ہو"۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر تھپکی دی۔

"اب جلدی اسے گھر بھی لے جاؤ"۔

"جی انشاء اللہ تعالیٰ لے جاؤں گا"۔ وہ جھٹ بولا۔

وہ ان دونوں سے اجازت لے کر نکل گیا تھا مشعل کا تو غصے کے مارے برا حال تھا مگر وہ لبوں کو لگتا تھا کہ وہ جانے بیٹھی تھی۔

"آج کیا بات ہے خلیل جبران کی روشنے والی خاموش کیوں ہے؟" گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے وہ شوخ سے لہجے میں بولا۔

"جب رشتے سنبھالے نہیں جاتے ہیں تو انہیں چھوڑ کیوں نہیں دیتے"۔ وہ پھٹ پڑی۔

"کون سے رشتے؟" وہ انجان بنا۔

"آپ کا اور میرا رشتہ"۔

"اوہ۔۔۔" وہ مسکرایا۔

"محمود سالار صاحب ایک عام سی لڑکی سے زندگی بھر کا رشتہ قائم رکھنا آپ امیر مردوں کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے"۔ وہ گاڑی کی ونڈ سکرین سے باہر دیکھ رہی تھی۔

"امیر ہونے کے لیے دل کا امیر بھی ہونا چاہیے میں ان امیر مردوں سے بالکل مختلف ہوں عورت کی عزت کرتا ہوں اور کرنا بھی جانتا ہوں"۔ اس نے گاڑی وہیں سے شاپنگ مال کے سامنے روکی۔

"کیوں خود کو میرے لیے برباد کر رہے ہیں پلیز آپ اپنے قدم موڑ لیں میں آپ کو کچھ نہیں دے سکتی"۔ لب

رکتے ہوئے وہ فرنٹ ونڈو سے باہر دیکھتے آنسو روکتے ہوئے گویا ہوئی۔ محمود نے اسٹیئرنگ پر اپنے دونوں مضبوط ہاتھ جما کر رکھے ہوئے تھے وہ اس کے بلیک چادر سے جھانکتے ہالے سے چہرے کو دیکھنے لگا۔

"مجھے کچھ چاہیے بھی نہیں کیونکہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا سب کچھ ہے بس تمہاری تھوڑی سی توجہ اور اپنائیت چاہیے"۔ اس نے مشعل کے دائیں ہاتھ پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھا جو اس نے گھبرا کے فوراً ہی پیچھے کر لیا اس حد تک بے تکلفی کی تو وہ امید بھی نہیں رکھتی تھی۔

"توجہ اور اپنائیت آپ کو میں اسی صورت میں دے سکتی تھی اگر ان حالات میں میں آپ سے شادی نہ کرتی میں آپ کی انسلٹ کے برابر ہوتی"۔

"یہ فضول بات کرتی ہو یہ انسلٹ کیا ہوتا ہے تمہاری نظر میں شرافت کچھ نہیں ہوتی میں تمہیں کیا دھوکے باز نظر آتا ہوں"۔ وہ غصے میں آ گیا۔

"دھوکا تو میرے ساتھ ہوا ہے زندگی میں اتنے دھوکے ملے ہیں کہ اب تو ہر چیز پر سے اعتبار اٹھ گیا ہے"۔ نگاہ اس نے اپنے ہاتھوں پر جمالی۔

"تم بھول رہی ہو تم نے کہا تھا کہ آپ مجھے سب سے الگ لگے ہیں آپ کی آنکھوں میں وہ سب نہیں ہے جو میں نے اور مردوں میں دیکھا ہے"۔ وہ اسی کی کہی بات یاد دلا کر اسے لاجواب کر گیا۔ مشعل نے چونک کر اس کی گہری بڑی آنکھوں میں دیکھا جہاں اتنی معصومیت اور سادگی ہوتی تھی کہ حیران ہوتی تھی کہ وہ کتنا مختلف ہے اور مردوں کی طرح اسے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ہوس تک کا کوئی ہوش نظر نہ آتا تھا جب بھی ملاقات کرتا محبت کا رچاؤ اور اپنائیت کے رنگ لیے کرتا اس کی سرد مہری کے باوجود بھی وہ اس سے ہر دفعہ بڑے سلوک کے ساتھ ملتا تھا کبھی کسی بات پر نہیں ہوتا تھا۔

"آپ پلیز میری بات کو سمجھئے میں اس وجہ سے آپ کے لیے کوئی مسئلے کھڑے نہیں کرنا چاہتی ہوں اور پھر میں نے آپ کی منگیتر بھی دیکھ لی ہے کتنی اچھی پیاری لڑکی ہے آپ سے پیار بھی بہت کرتی ہے"۔ وہ نگاہ چرا کے بولی محمود کو کچھ غصے میں جتا کر رہی تھی۔

"وہ پیار کرتی ہے میں تو نہیں کرتا مجھے ایسی لڑکیاں بہت بری لگتی ہیں جو کھلم کھلا اپنی محبت اور پیار کا اظہار ہر ایک کے سامنے کرتی رہتی ہیں"۔

"حیرت ہے ورنہ لڑکے تو خوش ہوتے ہیں کہ کوئی لڑکی ان سے ہر وقت محبت کا اظہار کرتی رہے"۔ وہ اس کے تیز لہجے پر طنز کرنے لگی۔

"میں کوئی دو عمر لڑکا نہیں ہوں جو ایسی باتوں کو پسند کرتا ہوں میچور شخص ہوں اور لوگ بھی ایسے ہی پسند کرتا ہوں"۔ سنجیدہ انداز میں بولتا ہوا اسے جتانے لگا۔

"زندگی گزارنے کے لیے میچور مرد و عورت کا ہونا ضروری ہے اگر ایک بھی ان میچور ہوگا تو زندگی مشکل ہو جاتی ہے خود کے لیے بھی اور عورت کے لیے بھی"۔ کتنی گہرائی سے اس نے مشاہدہ بتایا۔

"زندگی ایسی بھی نہیں گزر سکتی مرد تو حیثیت میں اونچا اور عورت اس کے ملازموں کی حیثیت رکھنے والی"۔ بحث تو وہ آسانی سے کر سکتی تھی۔

"مجھے پتہ ہے زندگی میری بہت اچھی گزرے گی بلکہ میں اور تم اپنے دو تین پیارے پیارے بچوں کے ساتھ ہی گزاریں گے"۔ وہ بے باکی سے کچھ موڈ کو شوخ بنا کے بولا۔ مشعل نے جھینپ کے لب بھینچ لیے دل کی دھک دھک

وہ جی گالوں پر سرخی جھلک پڑی پلکوں کی جھالر جھک رہی تھی۔

"جو چیز تم میں ہے وہ کسی میں نہیں ہے۔" اس نے منتہی کے چہرے کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے [illegible] سے کہا۔

"غلط بات مت کریں جمی کے پاس سب کچھ ہے دولت ہے خوبصورتی ہے اور میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔" وہ خود کو بے اعتبار کرانے کی کوشش کرنے لگی۔

"منتہی میری سوچ کے مطابق نہیں ہے جو مجھے چاہیے تھی وہ میرے سامنے ہے۔" اس نے آج پہلا اظہار کیا تھا۔ منتہی تو حیرت و انبساط میں گنگ اسے دیکھنے لگی۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں جو مجھے چاہیے تھی وہ تم ہو۔" وہ مسکرایا۔

"مجھے ابھی آپ کی کسی بھی بات کے فریب میں بالکل نہیں آؤں گی۔"

"تمہیں فریب دے کون رہا ہے بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"جب تک آپ میرے پیچھے خود کو خوار کریں گے میں کبھی بھی آپ کو قبول نہیں کروں گی اور نہ آپ کے ساتھ زندگی گزاروں گی۔" وہ ضدی لہجے میں بولی۔

"اچھا ابھی تو یہ بحث ملتوی کرو آخر جلدی شاپنگ رہ جائے گی تمہاری۔" وہ ڈرائیونگ ڈور سے اترا اور فرنٹ ڈور کھول کے اسے اترنے کا اشارہ کیا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اتری مگر چہرے پر اتنا تناؤ اور ناگواریت تھی کہ [illegible] تھی یہ سب بھی وہ اس لیے کر رہی تھی کہ محمود کے بابا کے بارے میں جو کچھ اس نے سنا تھا اس کے بعد وہ [illegible] کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی اس نے صرف کاغذی تحفظ چاہا تھا اس سے آگے وہ کچھ نہیں سوچتی تھی اور [illegible] وقت اپنی ماں کا خیال بھی آ جاتا تھا کہ پتہ نہیں وہ کن حالوں میں ہوں گی۔ محمود نے شاپنگ میں کوئی کسر نہیں رکھی تھی سب اپنی مرضی اور پسند سے دلایا تھا۔

"میرے پاس پہلے کا بھی بہت کچھ ہے۔" منتہی نے واپسی میں کہا۔

"یہ سب میں نے ماہرہ کی شادی کے فنکشنز میں پہننے کے لیے دلایا ہے کیونکہ میرا ابھی دل ہے میری بیوی سب سے اچھی نظر آئے اور پھر امی بھی آئیں گی۔" وہ بول رہا تھا اور منتہی اس کی سوچ سب جانتی تھی وہ کیوں ایسا کر رہا تھا۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں آپ کی امی مجھے پسند کر لیں گی؟"

"آف کورس۔" اس کے لہجے میں یقین تھا۔

"آپ کے بابا انہیں بھول سکے ہیں اور پھر وہ بھی؟" اس نے یاد دلایا۔

"وہ میرا مسئلہ ہے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ بڑی مستعدی سے گاڑی چلا رہا تھا آخر کار [illegible] پہنچے اور [illegible] جلدی گھر بھی پہنچ گئے۔

"سارے کپڑے جلدی ٹیلر کو دے دینا تمہاری تیاری میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔" وہ ساتھ ہی ہدایت دے رہا تھا۔

"کپڑے میں خود ہی سی لیتی ہوں اتنے پیسے دینے سے پہلے ہی آپ کا اتنا خرچہ ہو گیا ہے۔" وہ معصومیت [illegible] محمود کو قہقہہ لگانے پر مجبور کر گئی وہ بڑی حیرانی انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"ارے تم محمود سالار کی بیوی ہو، تمہیں خرچے کی بالکل فکر نہیں کرنی چاہیے آرام سے بے دریغ خرچ کرو۔" وہ بولا۔

"جی نہیں مجھے فضول خرچی ذرا پسند نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ بھی نہیں پسند کرتا ہے آپ پیسہ محنت سے کماتے ہیں لٹانے کے لیے نہیں۔" اس کی ماں آج سے پہلے تو کبھی نہیں ہوئی تھی محمود کی بصارت اور سماعت یقین نہیں کر پا رہی تھی اس نے جھٹکے سے گاڑی سائیڈ پر روکی۔

"کیا کہا تم اتنا کچھ سوچتی ہو میرے بارے میں یار تاقی کیوں نہیں ہو دیکھا میں ٹھیک کہتا ہوں اس کی جو تم میں ہے وہ کسی میں نہیں ہے۔" وہ اتنا خوش ہو رہا تھا کہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا منتہی کی پیشانی چوم لے مگر اس نے اپنی خوبصورت حرکت کو روکے رکھا منتہی جھینپ گئی۔

"بیوی وہی اچھی جو شوہر کی کمائی کا بھی خیال رکھے تھینکس کہ اللہ نے مجھ پر اتنا کرم کیا ہے۔"

"زیادہ خوش بھی مت ہوں جتا رہی ہوں میں نے ایک بات کی ہے میں کوئی آپ کا خیال نہیں کر رہی ہوں۔" جھٹ سے بولی گئی۔

"کچھ بھی کہو سچ تو عیاں ہو ہی گیا تمہارے ہر انداز سے۔" وہ پھر گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا سڑکوں پر دوڑتا ہوا ایک اور محمود کی گنگناہٹ یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ کتنا خوش ہے۔

"سنو تمہیں زیادہ سے زیادہ امی کے ساتھ وقت گزارنا ہے میں امی کو ہر فنکشن میں لے کے آؤں گا۔"

"آپ کو کیا ہو گیا ہے کیوں آپ اپنی اور میری شامت بلا رہے ہیں۔" وہ تو انجانے وسوسوں اور وہموں سے ڈر رہی تھی۔

"ایک بات کہوں میری ماں بہت اچھی ہیں بابا بھی اچھے ہیں مگر ان کی اور میری اکثر لڑائی بھی ہو جاتی ہے پھر بعد میں منا بھی لیتا ہوں تم دیکھنا جب گھر آؤ گی تو۔"

"مجھے کوئی ارمان نہیں ہے دیکھنے کا اور نہ گھر آنے کا۔"

"مگر مجھے تو ہے کہ میں اپنی بیوی کو اپنے گھر میں دیکھوں۔" وہ ترنگ میں بولتا ہوا منتہی کو شرمانے پر مجبور کر رہا تھا پھر وہ پورا راستہ بولی ہی نہیں کیونکہ اس کی ہر بات میں شوخی سی [illegible] اور وہ بے باک تھی۔

"آج میں نے تمہارے ساتھ بہت اچھا وقت گزارا ہے اور کل پھر ملاقات ہو گی [illegible] کو جب لے کر آؤں گا۔" سارا سامان دے کر وہ جا رہا تھا کہ اس سے سرگوشی میں بولا۔

"راحمہ کا فون آیا تھا وہ پوچھ رہی تھی کہ آج ٹیوشن کیوں نہیں پڑھا رہی ہیں۔" اس نے تھوڑے سے توقف کے بعد کہا۔

"کیا کہا تم نے؟" چاند کی روشنی میں منتہی کا چہرہ [illegible] لگ رہا تھا کہ وہ دلچسپی سے دیکھے گیا۔

"میں نے کہا کہ میری طبیعت خراب ہے اور مجھے قریب بھائی کی طرف بھی جانا ہے۔" اس کی محویت توڑ کے بولی۔

"محمود کل ضرور تم اسے بتا دینا اللہ حافظ۔" وہ مسکرا کر اس پر ایک نگاہ ڈال کے چلا گیا منتہی نے [illegible] جاتے ہوئے دیکھا [illegible] آج کتنا [illegible] اس کے لیے بالکل نیا [illegible] حقیقی میں کیا قرار کر گئی۔

☆☆☆

"امی ابھی [illegible] بہت تیز بخار ہو گیا ہے محمود بابا پوچھ رہے تھے۔" [illegible] سے مخاطب تھی۔

"ظاہری بات ہے ساری ذمہ داری [illegible] کسی کام میں [illegible] شادی میں [illegible] کام تھے [illegible] گزر رہا تھا۔"

"وقت کے ساتھ سب ختم ہوں گے؟" اسے بھی فکر سوار ہوئی۔

"جس دن ابی کی باتیں ہے اسی دن آخری پیپر بھی ہے۔" وہ بتانے لگیں۔ زرمینہ اماں جی کے لیے دودھ گرم کر کے کچن سے نکلی تھیں، زرمینہ ان کے پیچھے پیچھے نکلا۔

"مجھے بھائی کا خیال آ رہا ہے بے چاری کو کتنا کچھ کرنا پڑ رہا ہے۔"

"ہوں... بڑی ہمت ہے کرنا تو پڑے گا۔" وہ کمرے میں چلی گئیں اور وہ سوچوں میں گم کوریڈور میں پڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔ عریب اسٹڈی روم سے نکلا تھا اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"ماہ رخ کیا ہوا خیریت تو ہے؟" وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"جی... آں... ہاں۔" وہ چونک گیا۔

"تم ابھی تک جاگ رہے ہو خیریت تو ہے؟" اسے حیرانگی بھی ہوئی کیونکہ بارہ بجے سے پہلے وہ سو جاتا تھا کیونکہ صبح اسے یونیورسٹی بھی جانا ہوتا تھا۔

"آپ کو خبر ہے بھابھی بیمار ہیں۔"

"اسی وجہ سے تم اتنے فکر مند سوچوں میں گم بیٹھے ہو۔" اس نے گویا اس کی بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔

"بھائی جان اجداد چاچو بتا رہے تھے وہ بہت تیز بخار میں ہیں۔"

"تم ذہن پر بوجھ نہ ڈالو کام کا بوجھ ہے اسی وجہ سے تھکن سے ہو گیا ہوگا۔" عریب بھی سن کے کچھ بے کل اور بے چین ہوا مگر انا اور خفگی کی وجہ سے وہ اس سے لاتعلق بنا رہا تھا۔

"آپ کم از کم ان کی کچھ خبر لے لیا کریں بالکل ہی جانا چھوڑ دیا ہے۔" وہ شکوہ کرنے کے ساتھ خفا ہونے لگا۔

"فضول کی بات نہ کرو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے خبر لینے کی۔" وہ اسے ڈانٹ کے بولا۔

"ایک تو آپ سے کچھ بولنا ہی فضول ہے ہر وقت دادا جان بن کے ڈانٹنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔" وہ بھی ناراضی دکھاتا ہاتھ جھٹکتا ہوا چلا گیا۔ عریب نے لب بھینچ لیے اگر وہ بیمار تھی تو وہ کیا کرے اس نے کیا ہے یا وہ اس کی اتنی پروا کرتی ہے کہ وہ بھی جا جا کے اس کی پروا کرے نہ ساری خبر خیر رکھے۔

"محترمہ اب جیسا تم چاہتی ہو ویسا ہی کر تو رہا ہوں اور کیا چاہیے مجھے پتہ ہے یہ تمہاری بیماری کیوں ہوئی ہے میری ٹینشن سوار ہے ناں۔" وہ سوچتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔

اس نے بچپن سے اسے چاہا تھا اور اتنا چاہا تھا کہ امریکہ جیسے ملک میں بھی تو اس کی یاد سے فراموش نہ رہا تھا کتنا خوش خوش یہاں آیا تھا کہ اب اس کا ملن ہو جائے گا مگر یہاں تو ساری کایا ہی پلٹی ہوئی تھی اور وہ لڑکی جسے ہمیشہ ڈرا سہما اور گم گو دیکھا وہ اتنی بڑی اعتماد اور اپنے فیصلے مسلط کرنے والی ہو گئی تھی کہ اسے ذرا پروا نہیں تھی اور اگر تھی تو صرف اپنی ماں کی۔ وہ کمرے میں ٹہل رہا تھا دل مضطرب بھی تھا اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار بھی تھا اس سے وہ بات کرنا نہیں چاہتا تھا اب بس چپ کی مار مارنا چاہتا تھا کہ اسے احساس تو ہو کہ اس نے کتنا غلط کیا ہے۔

"محترمہ غصہ میری سرشت میں شامل نہیں ہے میں تمہیں اپنے غصے مزاج کی ہی مار ماروں گا دیکھتا ہوں کب تم خود سے کتنی دور کر کے مجھے اپناتی ہو۔" وہ آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا رات دھیمے دھیمے انداز میں سرک رہی تھی مگر اس کے ضمیر پر بھی ایک بوجھ بھاری تھا۔ شاید محترمہ کی بے چینی اور درد اسے اندر سے بلا رہا تھا کہ وہ بے قصور ہے وہ تو سب کو خوش کر رہی ہے تم کیوں اس معصوم کو روند رہے ہو عریب احمد۔"

(جاری ہے)

☆☆☆

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 13 -

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

اسے 103 بخار تھا۔ وشہ ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھ رہی تھی۔ جواد احمد، سمیرا بیگم اور معارج سب ہی اس کے پاس تھے وہ مسلسل ہذیانی بھی ہو رہی تھی۔ سمیرا بیگم اس کی زرد پڑتی رنگت دیکھ رہی تھیں، کتنی جلدی وہ کملاسی گئی تھی مگر ابھی تک ان کے رویے میں لچک نہ آئی تھی انہیں اولاد سے زیادہ اپنی انا عزیز تھی۔

''اتنے کام اس پر ڈال دیے تم نے اور چھوٹی کی پہلے شادی کر دار ہے ہو یہ سب نہیں سوچتی ہو گی وہ''۔ وہ جواد احمد سے ختی ہی بولیں۔

''کبھی تو سوچ سمجھ کر بھی بول لیا کرو وہ یہ سب اگر سوچتی تو آج اس کی شادی ہو رہی ہوتی''۔

''پلیز امی اور ابو آپی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ دونوں جھگڑا تو نہیں کریں''۔ معارج بے زاری اور فکر مندی سے بولا کیونکہ وہ خود اتنا پریشان تھا اس کے لیے جو کب سے بخار میں پھنک رہی تھی۔

''تمہارے باپ کو عادت ہے، جھگڑنے کی''۔ سمیرا جھناتی ہوئی بیڈ پر بیٹھی تھیں اور وشہ کے ہاتھ سے پٹیاں لیں اور خود رکھنے لگیں، وہ اس سے بھی تو بات چیت نہیں کر رہی تھیں جب سے شادی کی تاریخ رکھی تھی۔

''ہاں میں ہی کرتا ہوں''۔ وہ انہیں گھورنے لگے۔

دو گھنٹے تک اس کے ماتھے پر پٹیاں رکھی تھیں جب کہیں جا کر عنایہ کا بخار اترا تو سب اپنے اپنے روم میں جا کر لیٹے تھے۔ وشہ کی پھر بھی آنکھ نہیں لگی تھی کیونکہ عنایہ بار بار آنکھ کھول کے اسے دیکھ رہی تھی۔

''وشہ! سو جاؤ''۔

''آپ سو جائیے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے''۔ اس نے عنایہ کا سر دبانا شروع کر دیا۔

''تمہیں صبح پڑھنا بھی ہو گا، سو جاؤ میری طبیعت اب ٹھیک ہے''۔ اس نے وشہ کا ہاتھ ہٹایا۔

وشہ اس کے برابر میں ہی لیٹ گئی مگر بے آواز وہ رو رہی تھی، اسے سمیرا کے بات نہ کرنے کا بھی دکھ تھا اور دوسرا عنایہ کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا بھی دکھ تھا، مار تو دونوں طرف سے عنایہ کو پڑ رہی تھی، محریب اس سے جو ناراض ہو گیا تھا اس نے لاؤنج میں کھڑے ہو کر ساری ان دونوں کی گفتگو سنی تھی جس دن محریب شام کو آیا تھا پھر اسی رات کو دوبارہ بھی آیا تھا، وہ جانتی تھی عنایہ کو یہ بھی دکھ تھا مگر اس کی بہن اس سے کچھ نہیں کہتی تھی۔

''وشہ! صبح یاد سے آنی کو فون کر دینا، وہ اسلام آباد سے آ گئی ہیں''۔ عنایہ کو ثمینہ کا خیال آیا تو اسے یاد دلایا کیونکہ ثمینہ کے آنے سے وہ کچھ اپنے دل کا بوجھ ہلکا ہی کر لیتی تھی۔

''جی کر دوں گی آپ سونے کی کوشش کریں''۔ اس نے ماتھے پر بازو دھرتے بغیر ہی اسے کہا تا کہ عنایہ اسے روتا ہوا نہ دیکھ لے۔

لڑکیوں کے لیے زندگی بھی کتنی عجیب ہوتی ہے، بس قربانیاں ہی دیتے رہو، کبھی کسی کی خوشی کی خاطر تو کبھی کسی کی خاطر۔ اس نے کبھی یہ خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اس کی اتنی جلدی شادی بھی ہو جائے گی، اسے سوچ سوچ کے گھبراہٹ ہو رہی تھی، اسی گھبراہٹ اور ٹینشن کی وجہ سے اس کا کوئی بھی پیپر اچھا نہیں ہوا تھا، اسے کتنا شوق تھا کہ وہ انگلش میں ایم اے کرے گی اور کسی بھی کالج میں پڑھائے گی، سارے خواب اس کے ادھورے رہ گئے، اب صرف اسے گھر سنبھالنا تھا، شوہر اور شاید بعد میں بچے بھی۔

''میں بچے کیسے سنبھال سکتی ہوں، مجھے تو لینا بھی نہیں آتا''۔ اب نئی فکر لاحق ہوئی۔

''نہیں اتنی جلدی تو قطعی نہیں''۔ ذہن اس کا جانے کیا کیا سوچ رہا تھا۔

''وہ مائرا احمد بدتمیز انسان کتنی کھلی گفتگو کر رہا تھا بعد میں تو وہ اور ہی بے لگام ہو گا''۔ وہ گھبرا کے اٹھ گئی۔

''کیا ہوا اٹھ کیوں گئیں؟'' عنایہ شاید سوئی نہیں تھی چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

''وہ مجھے نیند نہیں آ رہی ہے، میں ایسا کرتی ہوں تھوڑی دیر پڑھ لیتی ہوں نیند آئے گی تو سو جاؤں گی''۔ وہ بیڈ سے اتر گئی اور اپنی رائٹنگ ٹیبل پر جا کر بیٹھ گئی، پڑھتی وہ خاک دل تو اس کا دھڑکے جا رہا تھا، عجیب وحشت سوار ہو رہی تھی، کاش وہ کہیں چھپ سکتی، مگر وہ صرف سوچ کے رہ گئی، ساری رضامندی جواد احمد کی خوشی کی وجہ سے دی پھر اسے سمیرا بیگم کا بھی پتہ تھا جانے اپنے غصہ میں اسے کسی ایسے ویسے کے ہاتھ جھونک دیا تو پھر تو وہ بالکل ہی اکیلی رہ جائے گی، کم از کم وہاں سارے اپنے تو ہیں، دل کو خود ہی پھر تسلی بھی دی۔

☆☆☆

''ایسے تم نے کون سے کام نمٹانے تھے جو تم پرسوں مجھے ڈاج دے کے نکل گئے تھے اور حمنی بھی تمہاری شکایت کر رہی تھی''۔ ہشام سالار نے اسے آج ناشتے پر گھیر لیا۔ حمود نے کچھ گڑبڑا کر سلائس دانتوں سے کاٹا کیونکہ وہ سنجیدہ اور درشت سے لگ رہے تھے۔

''میں نے آپ کو بتایا تو تھا محریب کے بھائی کی شادی ہو رہی ہے اسی سلسلے میں محریب کے ساتھ گیا تھا''۔ وہ اطمینان سے فریش موڈ کے ساتھ انہیں بتانے لگا۔ کلثوم بانو دونوں کے آگے چائے سے بھرے کپ رکھنے لگی تھیں، رحمہ سات بجے اسکول کے لیے نکلتی تھی کیونکہ اس کی دین وقت سے پہلے آتی تھی اور باقی کے یہ تین افراد آٹھ بجے تک ہی ناشتہ ایک ساتھ کرتے تھے۔

''حمنی کو تم کیوں اگنور کرنے لگے ہو؟''

''بابا! آپ کو پتہ ہے میرا مزاج کتنا مختلف ہے، مجھ سے نہیں لے کر پھرا جاتا اسے جگہ جگہ، وہ آخر مجھے اپنی ملکیت کیوں سمجھتی ہے''۔

''یہ مت بھولیے حمود سالار! وہ اس گھر کی بہو بننے جا رہی ہے''۔

''جب تک میں نہیں کہوں گا کیسے بنے گی''۔ وہ ترکی بہ ترکی بولا۔

''نامعقول انسان میں باپ ہوں تمہارا، حواسوں میں رہ کر مجھ سے بات کیا کرو''۔ وہ اس کے لاابالی پن پر اکثر اسی طرح اشتعال میں آ جاتے تھے اور حمود کو جیسے مطلق پروا نہیں ہوتی تھی۔

''کول بابا کول، میں حواسوں میں ہی ہوں آپ سے ابھی وقت مانگتا ہے''۔ وہ کچھ ڈر سا گیا۔

''ہاں کچھ دن رُک جائیں''۔ کلثوم بانو بھی ڈرتے ڈرتے گویا ہوئیں۔

''ہاں سر پر بٹھالو اسے تم''۔ وہ چائے کا کپ اٹھا کر سپ بھرنے لگے۔

''یار بابا! آپ بات کو تو سمجھئے''۔

''نامعلوم انسان، باپ کو یار بول رہا ہے''۔ وہ تو بیٹھے سے کھڑے ہو گئے۔

''اوہ...... سوری بابا! میری بات کو آپ سمجھئے جو آپ کہتے ہیں وہ ہو گا ضرور مگر کچھ دن رُک کر''۔ اس نے تھوک نگلا پھر کلثوم بانو کی خشمگیں اور تنبیہی نگاہوں نے اسے مزید کچھ کہنے سے روکا تھا۔

''کتنا روکوں، نیاز مجھ سے روز روز بول رہا ہے کہ منگنی کی رسم کر دیتے ہیں''۔

''کر دیجیے گا میں منع کب کر رہا ہوں مگر کچھ دن رُک کر''۔ جلدی جلدی ناشتے سے وہ فارغ ہوا، عجلت میں تو اکثر وہ رہتا تھا جیسے اس کی کہیں ٹرین ہی تو چھوٹ رہی ہو۔

''آرام سے بیٹھو اور مجھے آج سیدھی طرح جواب دو کہ تم حمنی سے اختلاف کیوں کر رہے ہو، اچھی خوبصورت

پڑھی لکھی اور ماڈرن لڑکی ہے' تم لڑکوں کی پسند بھی یہی ہوتی ہے"۔

"بالکل ایک زبان ہے سسر اور بہو کی"۔ وہ بڑبڑایا جو بہت واضح تھی' ہشام سالار نے بغور سنا۔

"کون سی بہو؟"

"وہ میرا مطلب ہے کہ بالکل ہو بہو آپ نے لڑکوں کی پسند کا وہی نقشہ کھینچا ہے مگر افسوس بابا! وہ میرے معیار پر نہیں اترتی ہے"۔

"تم گھاس تو نہیں چر گئے' میں نیاز سے رشتہ پکا کر چکا ہوں' تم دونوں کی منگنی کی ڈیٹ کا دن سیٹ کرنا ہے اور لگتا ہے کہ مجھے ہی کوئی ڈیٹ رکھنی پڑے گی"۔

"ٹھیک ہے منگنی بھی آپ ہی کروا لیجیے گا"۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ کلثوم بانو نے اپنا ماتھا ہی پیٹ لیا کیونکہ وہ جب بھی بحث پر اڑتا تھا یہ تک بھول جاتا تھا کہ کس سے بات کر رہا ہے۔

"دیکھ رہی ہیں آپ اپنے لاڈلے کو' کیا بکواس کر رہا ہے"۔ وہ تو غضبناک اور درشت لہجے میں بولے۔

"حمود...!" وہ دبی دبی آواز میں چیخی تھیں۔

"سوری بابا! میں مجبور ہوں مجھے ایسی لڑکیاں قطعی پسند نہیں ہیں"۔

"سوری کے بچے' میں باپ ہوں تیرا' میری لات ہو گی اور تیری بات ہو گی' نیاز کے سامنے مجھے شرمندہ کروائے گا"۔ وہ سرخ سرخ آنکھوں سے اسے گھور رہے تھے۔ حمود انہیں یہ بتا کر اپنی شامت نہیں بلا سکتا تھا کہ اس نے تو شادی جیسا فریضہ انجام دے لیا ہے مگر اسے پہلے انہیں ٹھنڈا کرنا تھا' حسنی کا معاملہ بھی رفع دفع کروانا تھا۔

"آپ کہیں تو میں معذرت کر لیتا ہوں' حسنی کو اور بہت سے اچھے لڑکے مل جائیں گے"۔ وہ مسلسل اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔

"دماغ چل گیا ہے تمہارا' تو میں نے یہ رشتہ طے کیا ہوا ہے اور اگر تم نے میرے فیصلے سے ٹکرانے کی کوشش کی تو میں عقل ٹھکانے لگا دوں گا"۔ وہ اسے وارننگ دینے لگے۔

"زیادہ سے زیادہ آپ کیا کریں گے' مجھے عاق کر دیں گے' گھر سے چلتا کر دیں گے' اس کے لیے میں بالکل تیار ہوں"۔ وہ اکڑ کے بولا۔

"میں ایسا بالکل نہیں کروں گا بلکہ تمہیں اس گھر کی چار دیواری میں قید کر دوں گا' دیکھتا ہوں کیسے میرے فیصلے سے انکار کرتا ہے"۔

"واہ میرے بابا کی کیا لوجک ہے' میں تو تیار تھا کہ آپ نکالیں گے' خیر آپ کے ارادے تو مجھ سے بھی زیادہ الگ ہیں"۔ وہ استہزائیہ انداز میں شوخ لہجے میں بولا۔

"بکومت' گدھے بھول جاتا ہے کس سے بات کر رہا ہے"۔ ہشام سالار نے اسے ڈپٹ کے کہا۔

"یاد رہتا ہے اپنے باپ سے بات کر رہا ہوں جو کافی بڑے بزمین مین ہیں' پٹھان قبیلے سے تعلق ہے مگر سوچیں بڑی ماڈرن ہیں' امی کیا بابا نے آپ کو بھگا کے شادی کی تھی"۔ وہ پھر مذاق اڑانے لگا۔

"لاحول ولا قوۃ' ایسی اولاد بے شرم و غیرت سب اٹھا کر بیچ دی ہے"۔ ہشام سالار نے اس کے بازو پر دو ہتھڑ لگائے۔ کلثوم بانو اپنی ہنسی روک رہی تھیں کیونکہ حمود بحث کرتے ہوئے ایسے چٹکلے چھوڑتا تھا کہ وہ ہنستی ہی رہتی تھیں۔

"میرا باپ رومینٹک تو میں کیوں نہیں ہوں گا"۔ وہ شان تفاخر سے اپنے کالر اکڑا کے بولا۔

"دیکھی تم نے اس کی بے ہودگی' پتہ نہیں کہاں جانے لگا ہے"۔

"ہاں الزام لگا دیں کوٹھے پر جانے لگا ہے' نمبر ی محبت میں بیٹھنے لگا ہے اور ڈرنک بھی کرنے لگا ہے"۔ مزید آگے سے لقمے اس نے دیے تھے۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے' پاگل کر دینے والی اولاد ہے"۔ وہ سر تھام کے جیسے بے زار ہو گئے ہوں۔

"اسی لیے تو آپ کو وارن کر رہا ہوں جیسا میں ہوں اگر مجھ جیسا دوسرا پیدا ہو گیا تو آپ کی تو ناک کٹ جائے گی"۔ وہ سرگوشی میں بولا۔

"ہاں اس عمر میں باپ کے اور بچے کروائے گا"۔ وہ سلگ گئے' کلثوم بانو جھینپ کر حمود کو گھورنے لگیں۔

"جی نہیں اپنی بات کر رہا ہوں' اگر میری اولاد مجھ جیسی ہی پیدا ہو گئی تو سوچیے کیا ہو گا' لوگ آپ کو ہی کہیں گے بیٹے اور پوتے نے ناک کٹوا دی"۔

"اسے دفع کر دو یہاں سے ورنہ میں اپنی بندوق لے آؤں گا اور بھول جاؤں گا کہ یہ میرا بیٹا ہے"۔ وہ جلبلا رہے تھے۔ حمود اپنی ہنسی روک رہا تھا' آج وہ انہیں پھر روکنے میں کامیاب ہو گیا تھا' اس نے فتح سے مکا ہوا میں لہرایا۔ کلثوم نے سر ہلا کر اس کی بحث پر آنکھیں بند کی تھیں۔

"کہاں چلے' میرا فیصلہ سن کے جاؤ"۔ ہشام سالار نے پھر اسے پکارا' وہ ایڑیوں کے بل گھوما' ٹریک سوٹ میں ملبوس ان کے سامنے وہ کھڑا تھا۔

"تم حسنی کو ایک بار اور سوچ سمجھ کے پرکھ لو' اچھی لڑکی ہے تمہارے ساتھ سوٹ کرے گی اور خدارا یہ بھی سوچ لے گدھے' نیاز نے اگر پارٹنر شپ توڑ دی تو کتنا نقصان ہو گا"۔ وہ اب اصل موقف پر آئے۔

"سوری مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں' میں نے آپ کو پہلے بھی کہا تھا آپ پارٹنر شپ نہیں کریں مگر آپ نے مانی کب"۔ وہ انہیں ان کی غلطی کا احساس دلانے لگا۔

"کچھ بھی ہو شادی تمہیں پھر بھی حسنی سے کرنی ہے"۔

"ٹھیک ہے میری بھی ایک شرط ہے"۔ وہ موقع سے فائدہ اٹھانے لگا کیونکہ ایسے موقع پر ہی تو اپنا پتا پھینک کر بازی اپنے موافق کی جا سکتی تھی۔

"کیا شرط ہے؟" لہجہ اپنا کچھ نرم بنایا۔

"میں حسنی سے بھی شادی کر لوں گا' اگر آپ کو اعتراض نہیں ہو تو میں......" وہ کہتے ہوئے جھجک بھی رہا تھا اور ڈر بھی رہا تھا۔

"آگے بکو کیا شرط ہے"۔ وہ اس کے رکنے پر چڑ ہی گئے۔

"رہنے دیں ابھی سے آپ کو غصہ آنے لگا ہے"۔ وہ گھوما۔

"گھامڑ آدمی میں تیرا باپ ہوں کوئی دوست نہیں جو مجھ سے فضول کے نخرے کر رہا ہے"۔

"یار بابا! آپ میرے دوست بھی ہو' اس سے انکار نہیں کریں آپ"۔ وہ فوراً سعادت مند بن کے انہیں جذباتی بلیک میل کرنے لگا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے بولو کیا شرط ہے"۔ وہ بولے۔

"میں ایک اپنی پسند سے شادی کروں گا"۔ جھٹ بولا۔

"کیا تیرے باپ نے بھی کبھی کی ہے پسند سے شادی جو ایک تو اپنی پسند سے کرے گا"۔ وہ تو سن کے آگ بگولا ہی ہو گئے۔

"حمود! پاگل تو نہیں ہو گئے ہو"۔ کلثوم بانو تو ڈر ہی گئیں۔

"پلیز امی! آپ کچھ نہیں بولیں گی' یہاں بات میری زندگی کی ہے اور پسند کی ہے' اگر آپ اپنی پسند سے میری شادی کروا سکتے ہیں جبکہ حمنی مجھے پسند بھی نہیں ہے' اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی پارٹنر شپ نہیں ٹوٹے تو ایک شادی میں اپنی پسند سے کروں گا"۔ وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا اپنی بات پر اڑ گیا۔ ہشام سالار سوچ میں پڑ گئے اور وہ لب بھینچے کے انداز میں کیے ان کے تاثرات دیکھنے لگا۔

"نہیں نہیں بالکل نہیں' حمنی بالکل برداشت نہیں کرے گی اور نیاز علی کو بھی یہ نہیں برداشت ہوگا"۔

"بابا! انہیں بتائے گا کون' آپ یا میں بتائیں گے تو پتا چلے گا انہیں"۔ وہ ان کے سامنے والی چیئر پر بیٹھ گیا اور خوش بھی ہو گیا کہ وہ اس کی باتوں میں آ گئے تھے۔

"ارے حمود بیٹا! اتنی بڑی بات کسی سے چھپ سکتی ہے جو تو اسے آسان سمجھ رہا ہے"۔ کلثوم بانو کو تو اس کی باتوں سے خوف ہی آنے لگا اور حمنی جیسی جنونی لڑکی کو بھی جانتی تھیں وہ کتنی شدت پسند اور بدتمیز لڑکی تھی اگر اسے پتہ چل گیا تو وہ طوفان بھی مچا سکتی ہے۔

"ہم چھپائیں گے کیونکہ میں حمنی کو اسی صورت خوش رکھ سکتا ہوں' اگر میں نے اپنی پسند سے شادی نہیں کی تو حمنی سے میری ایک دن بھی نہیں بنے گی' سوچ لیں آپ"۔ وہ دونوں ہاتھوں کو آپس میں جکڑے ہوئے انہیں کن انکھیوں سے دیکھنے لگا۔

"میری بھی پھر ایک شرط ہے"۔ ہشام سالار چہرے پر سختی لے کر گویا ہوئے۔

"میں آپ کی ہر شرط ماننے کو تیار ہوں' پہلے آپ بتائیے میری شرط منظور ہے"۔ وہ بولا۔

"ہوں"۔ انہوں نے اتنا کہا۔

"تم جس کسی بھی لڑکی سے شادی کرو گے وہ میری نگاہوں کے سامنے نہیں آنی چاہیے' نہ اسے تم بھول کے یہاں لے کر آؤ گے"۔

"او کے مجھے سب منظور ہے"۔ اس نے جیسے ہتھیار ڈال دیے۔

"تمہاری پسند کی شادی میں' میں بالکل شریک نہیں ہوں گا اور نہ تمہاری ماں"۔

"او کے"۔ اطمینان سے گویا ہوا۔ کلثوم بانو نے اس کا اطمینان اور دیدہ دلیری حیرت و انبساط سے دیکھی' کتنی آسانی سے وہ اپنے باپ کو باتوں میں لے چکا تھا۔

"تمہاری ہونے والی اولاد کا میری جائیداد میں کوئی حصہ نہیں ہوگا"۔

"کم آن بابا! یہ بعد کی بات ہے"۔ وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔

"اگر حمنی سے شادی کے بعد تم نے ذرا بھی حمنی کو اگنور کیا تو سوچ لینا کتنا بُرا کروں گا"۔ وہ سخت تیزی سے کہتے ہوئے اسے وارننگ دینے لگے۔

"آپ اطمینان رکھیے' ایسی کوئی کہانی نہیں ہوگی"۔ وہ مسکرایا اور اپنے کپڑے جھاڑ کے اٹھا' کتنا ہلکا پھلکا ہو گیا تھا وہ یہ معرکہ سر کر کے ورنہ تو اسے لگ رہا تھا کہ بابا کو کبھی نہیں منا سکے گا۔

"کون لڑکی ہے وہ؟" انہیں جاننے کا بھی تجسس ہوا' اسے پھر مخاطب کیا وہ رک گیا۔

"بے معصوم سی سادہ سی جیسی مجھے چاہیے تھی"۔ وہ آنکھوں میں منتہیٰ کی شبیہ لا کے مسکرا کے بولا اور پھر پرسوں سے وہ کتنا خوش بھی تھا کہ پہلی بار منتہیٰ کے انداز سے لگا تھا کہ وہ اس کے لیے اہمیت رکھنے لگا ہے۔

"معصوم تھی جب ہی تمہیں پھانس لیا"۔ وہ دانت پیسنے لگے۔

"خیر ایسی تو کوئی بات نہیں' تو شکی کی رہنے والی ہے"۔ اس نے بیک گراؤنڈ بتایا۔

"کوئٹہ سے تعلق ہے' کون ہے پھر؟" وہ چونکے۔

"اتفاق دیکھیے بابا! آپ کے بیٹے کو اگر پسند آئی بھی تو وہ پٹھان قبیلے کی ہی پسند آئی ہے"۔ وہ فخر سے بتانے لگا۔

"کہاں ملی تھی؟" وہ پوری چھان بین کر رہے تھے۔

"جب میں سائیٹ کی فیکٹری دیکھنے گیا تھا واپسی میں ملی تھی بہت پریشان اور مجبور تھی"۔ اس نے آدھا سچ اور آدھا جھوٹ ملا کے تفصیل بتا دی تا کہ انہیں یہ شک نہ رہے کہ وہ کسی غلط لڑکی کے چنگل میں پھنسا ہے۔ ہشام سالار نے بغور اس کی کہانی سنی تھی' کلثوم بھی خاموشی سے سن رہی تھیں کیونکہ اس نے تعریفیں بھی بہت کی تھیں' انہیں ملنے کی بھی خواہش ہوئی' نام بھی اس نے فرضی بتایا تھا ورنہ کلثوم بانو ہو سکتا تھا کہ پہچان لیتیں اور وہ منتہیٰ کو ابھی کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

............☆☆☆............

اسے آج سے پہلے خود سے اتنی گھبراہٹ نہیں ہوئی تھی جتنی اب ہونے لگی تھی' اسے ڈر تھا کہ اس کے اندر کا چور اس کی آنکھوں سے عیاں نہ ہو جائے اور اگر فائق کو ذرا بھی اندازہ ہو گیا تو وہ سر اٹھانے کی نہ رہے گی کیونکہ جتنی اپنے لیے اس کے لب و لہجے سے چہرے سے ناگواریت اور نخوت دیکھتی تھی وہ اپنا آپ اس کے سامنے پامال نہیں کر سکتی تھی چاہے وہ اسے ملے ہی ناں' مگر وہ اسے ساری زندگی اپنے دل میں چھپائے رہے گی' اسے پہلی بار کسی مرد کی مضبوطی اور اعتماد اتنا تحفظ کن لگا تھا' وہ اسے بھول نہیں پا رہی تھی کیونکہ ہر بار وہ اسے بچانے کے لیے موجود ہوتا تھا اور وہ جواب میں ہمیشہ لڑتی تھی مگر اسے فائق کا رویہ بھی سمجھ نہیں آتا تھا' اس کی گفتگو کبھی تو اتنی معنی خیز ہوتی کہ اسے خوش گمانی ہوتی مگر دوسرے ہی پل زمین پر وہ پٹخ دیتا تھا' اس کی ذرا پروا نہیں کرتا تھا۔

"جو باتیں تم اتنی آسانی سے بے باکی سے کہہ دیتے ہو کاش وہ سچ میں ایک دن کہہ دو"۔ وہ سوچ رہی تھی اور جانے کیا کیا سوچ رہی تھی۔

آج نزہت نے سب کو ہی یہاں جمع کیا ہوا تھا ایک رونق سی لگی ہوئی تھی' کچھ دن بعد مہندی کا فنکشن تھا جو جواد احمد نے اور ریحان احمد نے کمبائن ہی رکھ دیا تھا کیونکہ ایک ہی گھر کی تو شادی تھی۔

"سب کے لیے بن گئی چائے"۔ ندرت نے اسے کپوں کی تلاش میں سرگرداں دیکھا جو سارے کیبنٹ کھول کھول کے دیکھ رہی تھی۔

"ج...... جی...... ہو گئی"۔ وہ چونک کر ڈر ہی گئی۔

"ارے تہذیب اتم ڈر گئیں"۔ ندرت نے خود ہی کیبنٹ سے کپ نکالے اور کاؤنٹر پر رکھے۔

"جی وہ میں گہری سوچ میں تھی تو ڈر گئی"۔ وہ جھینپ گئی۔

"ابھی رافع کی فرمائش آنے والی تھی' وہ تو امی نے اسے ڈانٹ کے بٹھا دیا کہ یہ رات کے بارہ بجے پراٹھے کھانے کی کیا تک ہے جبکہ کھانا کھا چکا ہے"۔ وہ بھی اس کے ساتھ چائے نکالنے میں مدد کرنے لگی۔

"ارے تو کیوں منع کر دیا' دیر ہی کتنی لگتی' میں بنا دیتی ہوں"۔ وہ فوراً بولی۔

"بس رہنے دو تمہارا دماغ خراب کرتا رہے گا"۔

"کوئی بات نہیں' آپ اسے بھیجیے میں بنا دیتی ہوں"۔ فریج سے آٹا نکالنے جانے لگی تو ندرت نے اسے

پھر ڈانٹ دیا۔

"چھوڑو آؤ وہاں آ کر بیٹھو"۔ وہ اسے ساتھ ہی لے کر گئی۔ تہذیب اس لمحے فائق کی طنزیہ اور گھورتی نگاہوں سے بچنا چاہتی تھی جو آج تو اس پر جیسے ٹکا کر بیٹھا تھا۔

"چلو تہذیب! سب کو چائے کے کپ تھماؤ"۔ ندرت' مائرہ کے ساتھ والے فلور کشن پر بیٹھ گئی۔ حکمت اور یمنی تو گانے سننے میں لگی ہوئی تھیں البتہ منتہیٰ نہیں آئی تھی' مبینہ کچھ دیر بیٹھ کے چلی گئی تھیں' ان تینوں بہن بھائی کو مائرہ نے ہی زبردستی روکا تھا۔

"حمزہ! یہ چائے کا کپ انہیں دو"۔ اس نے فائق کا نام لینے سے گریز کیا اور اشارہ کر دیا۔

"تہذیب! تم فائق سے کیا ڈرتی ہو"۔ مائرہ تو اب ان دونوں پر اپنا فوکس فٹ کیے بیٹھا تھا کہ کب دونوں رنگے ہاتھوں پکڑے جائیں اور وہ فائق کی بات بھی سیٹ کروا دے۔

"میرا بھائی کیا بھوت ہے جو تہذیب ڈرتی ہے"۔ ندرت بُرا مان کے بولی۔

"یہ تو کوئی مجھ سے پوچھے بھوت سے کم ہیں"۔ تہذیب سوچ کے ہی رہ گئی۔ حمزہ نے چائے کا کپ اسے تھمایا اور خود پھر فائق کے ساتھ ہی بیٹھ گیا' فائق اس سے باتیں کرنے لگا تو تہذیب کو کچھ سکون ہوا کیونکہ اس کی تنقیدی نگاہیں تہذیب کو نروس جو کر رہی تھیں۔

"لگتا تو یہی ہے بے چاری کی رنگت تک اڑنے لگتی ہے"۔ مائرہ کو مزا آیا فائق کا موضوع گفتگو بننا اور اسے تو موقع ہی چاہیے تھا۔

"فضول کی مت ہانکا کرو"۔ فائق جھینپ گیا۔ جبکہ تہذیب بھی خجل سی ندرت کے برابر میں بیٹھ گئی مگر فائق وہاں بھی اسے واضح نظر آ رہا تھا اور وہ کچھ نروس سی بھی ہو رہی تھی' رافع الگ اپنے بھائی اور تہذیب کو جانچتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"پوچھ لو تہذیب سے' بے چاری تمہیں دیکھ کر کانپنے لگتی ہے"۔ اسی وقت فائق نے کارنر ٹیبل پر رکھا چھوٹا سا لوہے کا پیپر ویٹ اٹھا کر نشانہ بنا کر پھینکا جو سیدھا تہذیب کی ناک کی خبر لے گیا اور وہ ہڑبڑا گئی' مائرہ کا قہقہہ پڑا' رافع کی بھی ہنسی چھوٹ گئی' ندرت دھیمی ہنسی ہنسنے لگی جبکہ تہذیب پیپر کو ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگی۔

"تم بھی چالاک ہو کہہ نہیں سکے مگر ناک کے تیر تہذیب کو خوب مارا ہے"۔ وہ چھیڑنے سے باز پھر بھی نہیں آیا معنی خیز اس کی نگاہیں تھیں۔ تہذیب کے الگ پسینے چھوٹ گئے' فائق نے پیپر پر جو نگاہ ڈالی تو خود کو ہی ملامت کرنے لگا کیونکہ مائرہ کو تو ویسے بھی فسانہ بنانے میں مہارت حاصل تھی۔

"فضول کی بکواس میرے ساتھ مت کیا کرو"۔ وہ ویسے بھی خود کو موضوع گفتگو بنانا پسند نہیں کرتا تھا۔

"پھر اکیلے میں کیا کروں؟" وہ ہنسا۔ تہذیب تو اٹھ کر ہی وہاں سے چلی گئی کیونکہ فائق کا غصہ ہی اتنا تھا کہ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ گھور گھور کر اسے سالم نگل لے گا۔

"بہت ہی خبیث ہو تم' بے چاری کو بھگا دیا"۔ ندرت' مائرہ کو سناتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ وہ تو شکر تھا کہ حمزہ کچھ دیر پہلے ہی اٹھ کر باہر نکلا تھا کیونکہ اسے مبینہ نے بلایا تھا۔

"ارے تہذیب! تم تو گھبرا کے چلی آئیں"۔ ندرت مسکرا رہی تھی اور وہ لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئی تھی جہاں وشہ کی برِی کا سارا سامان اور کپڑے پھیلے تھے۔

"جی وہ نہیں تو......" اسے شرمندگی بھی ہونے لگی نگاہ اس کے سامنے اٹھ ہی نہیں رہی تھی' جانے وہ کیا سوچ رہی ہوں

گی اور وہ اپنے سے متعلق کوئی بھی فسانہ بنوانا نہیں چاہتی تھی اور نہ اپنی عزت ان سب کی نظروں میں گرانا چاہتی تھی۔

"ارے یہ مائرہ ایسے ہی مذاق کرتا ہے' پتہ ہے فائق ایسی باتیں پسند نہیں کرتا پھر بھی اسے چڑاتا رہتا ہے"۔ اسے تہذیب کے حواس باختہ چہرے کی رنگت اڑتی ہوئی لگ رہی تھی۔

"میں فائق کو اچھی طرح جانتی ہوں کس مزاج کا ہے"۔

"وہ میں چلتی ہوں کافی دیر ہو گئی ہے' حمزہ بھی چلا گیا ہے"۔ اسے کچھ نہیں آیا تو وہ جانے کے لیے پَر تولنے لگی۔

"تم مائرہ کی باتوں سے گھبرا کے جا رہی ہو"۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے وہ صبح پھر آفس کے لیے اٹھنا ہوتا ہے"۔ وہ عذر پیش کرنے لگی۔

"کل سنڈے ہے تم کیا بھول گئی ہو اور آج ہم سب نے جاگنے کا پروگرام بنایا ہے' ارے گپیں ماریں گے مزا آئے گا"۔ ندرت نے اسے یاد دلایا۔

"اصل میں ندرت باجی! وہ منتہیٰ باجی بھی گھر میں ہیں وہ بور ہو رہی ہوں گی"۔

"میں نے تو اسے بھی بلوایا تھا مگر عجیب لڑکی ہے آئی ہی نہیں"۔ وہ خفگی سے گویا ہوئی۔

"وہ کچھ تنہائی پسند سی ہیں"۔ اس نے حمایت لی۔

"کچھ بھی کہو' انسان کو اپنے خول سے بھی باہر نکلنا چاہیے' جتنا تنہائی میں رہو اتنا انسان افسردہ اور مایوس ہوتا ہے"۔ وہ اپنی گہری سوچ سے آگاہ کرنے لگی۔

"میں خود اتنا سمجھاتی ہوں"۔ وہ تاسف سے بولی۔

"اچھا جو بھی ہے تم آج ادھر ہی رُکو گی' تائی امی نے مبینہ آنٹی سے کہہ دیا ہے"۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے زبردستی ہال میں لے آئی جہاں سب اپنی اپنی باتوں میں لگے تھے' بزرگ حضرات دادی جان کے کمرے میں تھے' عروب بھی وہیں تھا۔ فائق نے گرین کپڑوں میں تہذیب کا گھبرایا ہوا چہرہ دیکھا جو صاف لگ رہا تھا کہ زبردستی لائی گئی ہے۔

"آپی! عروب کو آپ نے کیا سلا دیا ہے؟" فائق نے پوچھا۔

"عروب ہاں سو گئی تھی' امی کے کمرے میں ہے"۔ اس نے بتایا۔

"ندرت باجی! آپ نے پتہ کیا بھابو کا بخار کم ہوا یا نہیں"۔ مائرہ کو یکدم ہی عنائبہ کا خیال آیا۔

"ہاں تائی امی نے پوچھا تو تھا فون پر' سوچ رہی ہوں میں کل دیکھ آتی ہوں"۔ وہ بولی۔ فائق گلاسز کے اندر سے تہذیب کو کا ہے بگا ہے دیکھے جا رہا تھا جو اب یمنی اور حکمت کے پاس جا کر بیٹھ گئی تھی' دونوں سی ڈی پلیئر پر سونگ سن رہی تھیں۔

"ارے مجھے ایک ضروری بات یاد آ گئی' میں ذرا دادی جان کے کمرے میں جا رہی ہوں"۔ ندرت کو یاد آیا۔

"کیا ضروری بات ہے ہمیں بھی بتایئے"۔ مائرہ کو زیادہ ہر بات جاننے کا تجسس ہوتا تھا۔

"ابھی تم لوگوں کے بتانے کی نہیں ہے"۔ وہ معنی خیزی سے مسکرائی۔

"ایسی کون سی بات ہے جو آپ ہمیں نہیں بتا سکتی ہیں"۔ وہ تو اڑ گیا۔

"ہے ایک ضروری بات"۔ وہ اپنا دوپٹہ سنبھالتی ہوئی چلی گئی۔ اب وہاں وہ لوگ ہی بچے تھے' تہذیب گھر جانے کے لیے پَر تول رہی تھی' کیونکہ فائق کے سامنے گھبراہٹ ہو رہی تھی جو مسلسل تنقیدی لگ رہا تھا اور وہ ایک دم ہی کھڑی ہو گئی' رُکی نہیں' یمنی نے پکارا بھی مگر وہ تیزی سے نکل گئی اب حکمت کو بھی اٹھنا پڑا کیونکہ تہذیب جو چلی گئی تھی۔

..........☆☆☆..........

آج وہ فجر کی اذانوں کے ساتھ ہی اٹھی تھی نماز پڑھ کے وہ صحن میں تخت پر آ کر بیٹھ گئی تھی ذہن اس کا آج بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ گھر سے نکلے ہوئے اسے دو ماہ کا عرصہ ہو گیا تھا اور اس نے کوئی جا کے خیر خبر نہ لی تھی کہ اماں کا کیا حال ہے۔ حمود سالار سے ٹکرانا' اسے نکاح کے لیے مجبور کرنا' کتنا مختلف ہے یہ شخص جس نے ہمیشہ کے لیے اس کی ذمہ داری اٹھانے کا سوچ لیا تھا مگر وہ اسے اپنی وجہ سے کسی مشکل میں بھی نہیں ڈالنا چاہ رہی تھی۔

حمود کی محبت اور پیار سے لبریز میٹھی نگاہیں' وہ جب بھی اسے دیکھتا تھا خود پر یقین نہیں آتا تھا کہ وہ کسی کے لیے اتنی اہمیت رکھتی ہے' وہ بھی کسی کو پیاری لگتی ہے وہ بھی محبت کے لیے' کوئی اس کے لیے سب کچھ برداشت کرنے کو تیار تھا اس کی ہر بات میں پریم تھا ہر بات اتنی پیاری ہوتی تھی کہ وہ پہروں گنگ سی رہ جاتی تھی۔

''حمود سالار! نہیں کرو مجھ سے اتنی محبت تم ورنہ پچھتاؤ گے' میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتی' میں تمہیں تمہارے گھر والوں سے ٹکرانے نہیں دوں گی'' ۔اس نے سوچتے ہوئے آسمان پر ہلکی ہلکی ہوتی روشنی کو دیکھا۔ ایسی روشنی حمود نے بھی اس کے اندر کر دی تھی کتنی خود سے بے زار ہوگئی تھی اور صرف ایک شخص نے اس کی ذات کو ایسا سمیٹا' اسے یہ بتایا کہ وہ کوئی بیکار اور فالتو چیز نہیں ہے بلکہ ایک جیتی جاگتی دل رکھنے والی انسان ہے' وہ کسی کے دل میں بسنے لگی ہے۔

پل پل محبت کا اظہار کرتی آنکھیں' الفاظ کی معنی خیزیاں اور وہ وارفتگی' والہانہ پن سب اسی کے لیے ہوتا تھا' وہ جب بھی اس سے بات کرتا یا دیکھتا تھا ایسا لگتا تھا کہ وہ اطراف سے بالکل بیگانہ ہو گیا ہے اور وہ اس کے سامنے چھوئی موئی سی بنی اپنے دھڑکتے دل کو سنبھال کر بڑے اعتماد بننے کی کوشش کرتی تھی' ایسی گمبھیر اور گہری باتیں کرتی تھی کہ وہ بالکل نہیں جھنجھلاتا بلکہ مسکرا کے اسے بس اتنا کہتا تھا۔

''خلیل جبران کی رشتے دار ہو تم تو'' ۔لب اس کے مسکرانے لگے۔ کتنا وہ اس کا خیال رکھتا تھا' فون پر خبر لیتا رہتا تھا اسے پتہ بھی نہیں چلتا تھا اور وہ بیلنس اس کے موبائل میں لوڈ کروا تا رہتا تھا۔ ایک اچھا پیار کرنے والا شوہر بننے کی وہ ہر ممکن کوشش کر رہا تھا مگر وہ اس کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کرتی تھی' صرف اس لیے کہ وہ خود کو اس کے قابل نہیں سمجھتی تھی۔ کتنی جدو جہد میں لگا ہوا تھا کہ وہ اسے اپنے گھر لے آئے گا' رحمہ کا اس کے قریب کرتا اور پھر خود بھی روز آتا یہ سب اس کی محبت اور پسندیدگی ہی تو واضح کر رہا تھا اور اب اس نے مائرہ کی شادی پر پہننے کے لیے دنیا جہان کی چیزیں دلائی تھیں' بے دریغ اس نے پیسہ خرچ کیا تھا' ایک سے ایک قیمتی چیزیں میک اپ' جیولری' کپڑے' جوتے سب کچھ ہی دلایا تھا' وہ جتنا بھی خود پر ناز اں ہوتی کم تھا مگر اس کے دل کو اطمینان ہی نہیں تھا اور نہ بے فکری تھی کیونکہ اس نے جب سے حمنی کو دیکھا تھا لگی تھی اس دن سے خود کو اور ہی روک لیا تھا۔

''حمنی جیسی لڑکیوں کا نصیب ہوا کرتے ہیں ایسے مرد مجھ جیسی غریب اور معمولی شکل وصورت والی لڑکی کا نہیں''۔ وہ اٹھ کر صحن میں چہل قدمی کرنے لگی' مبینہ بھی فجر کی نماز پڑھ کے کچن میں چلی گئی تھیں۔ آج سنڈے تھا سب ہی دیر سے اٹھتے تھے مگر وہ اور مبینہ کا فجر کے وقت ہی روز اٹھنے کا معمول تھا۔

''رات تہذیب اور حکمت دیر سے آئی تھیں'' ۔اس نے مبینہ سے پوچھا' وہ ناشتہ اس کے لیے اور اپنے لیے نکال کے لاؤنج میں لے آئی تھیں' دونوں ساتھ ہی ناشتہ بھی کرتی تھیں۔

''ہاں ایک بج گیا تھا حمزہ تو پہلے ہی آ گیا تھا''۔

''تم بھی چلی جاتیں''۔ قدرے توقف کے بعد اس سے پھر کہا۔

''مجھے اچھا نہیں لگتا ہے خالہ جان!'' وہ افسردگی سے گویا ہوئی۔

''بیٹا! اس طرح اگر تم لوگوں سے کٹتی اور چھپتی رہیں تو تم بالکل ہی لوگوں سے ڈرنے لگو گی''۔ وہ سمجھانے لگیں۔

''مل کے کیا کروں گی' ایک دن مجھے یہاں سے چلے ہی جانا ہے''۔ افسردگی اور حسرت سے گویا ہوئی۔

''وہ تو جانا ہے مگر رخصت ہو کے حمود کے گھر''۔

''خالہ جان! پتہ نہیں میں نے ٹھیک بھی کیا ہے یا نہیں اور پھر میں اپنی حقیقت جانتی ہوں میں کس قابل ہوں' کیسے ان کے گھر والے مجھے قبول کریں گے''۔ اسے یہی فکر اور احساس تو مارے ڈال رہا تھا۔

''کیوں قبول نہیں کریں گے' تمہارے ساتھ وہ لڑکا مجھے سلجھا ہوا لگا ہے' وہ سمجھتا ہے کہ کیا کرتا ہے''۔ انہوں نے اسے تسلی دی۔ جو مایوسیوں اور محرومیوں میں ڈوبی رہتی تھی۔

''ان کے سلجھے ہونے سے کیا ہوگا' ان کے والدین تو مجھے قبول نہیں کریں گے اور پھر میں انہیں اپنی وجہ سے کسی مشکل میں بھی نہیں ڈالنا چاہتی ہوں''۔ وہ ناشتے کے بعد ٹرے اٹھا کے کچن میں لے گئی' برتن وغیرہ دھو کے وہ باہر آ گئی تھی' مبینہ صحن میں ہی تخت پر بیٹھ گئیں' وہ بھی ان کے پاس ہی بیٹھ گئی' صبح کی سپیدی پورے میں پھیل چکی تھی۔

''حمود جب خود کہہ رہا ہے کہ میں ہوں تو ساری مشکلات کا سامنا کرنے کو' تم کیوں گھبراتی ہو اور پھر اس کا ساتھ تمہارے لیے سب سے ضروری ہے''۔

''ان کا ساتھ ہونے سے کیا فائدہ' جس دن بھی ان کے والدین کو پتہ چل گیا ایک قیامت آئے گی اور پھر آپ کیا حمنی سے نہیں ملی ہیں' کتنا وہ ان کے معاملے میں ٹچی ہے''۔ اسے یہ بھی تو دکھ تھا کہ کوئی لڑکی حمود پر اتنا مرتی ہے' اور وہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی حمود کے لیے کچھ نہیں اور حمنی کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی بہت کچھ ہے۔

''حمنی جیسی لڑکیاں کبھی بھی حمود جیسے لڑکے کے ساتھ رہ نہیں سکتیں کیونکہ حمود سادہ مزاج کا لڑکا ہے اور وہ اتنی ماڈرن سی اتنا بڑھ بڑھ کے بولنے والی لڑکی ہے اُف توبہ''۔ انہوں نے اپنا سر ہلایا۔

''حمنی کو ان کے والدین نے ہی تو پسند کیا ہے اور پھر جب ان کے والدین راضی ہیں تو وہ بھی کچھ نہیں بول سکتے ہیں''۔ وہ بولی۔

''کچھ بھی ہو مجھے پورا یقین ہے اور اللہ پر بھی یقین ہے وہ تمہیں تمہاری منزل پر ضرور پہنچائے گا کیونکہ تمہاری شادی جس انداز میں ہوئی ہے یہ بھی اوپر والے کی مرضی اور حکم سے ہوئی ہے' تمہارا جوڑ حمود سے ہی اللہ تعالیٰ نے جوڑا ہے''۔ انہوں نے اس کے ہاتھ دبا کے دعا کے ساتھ تسلی بھی دی۔ منتہیٰ نے دل سے آمین کہا' کیونکہ وہ تو خود اس انسان کو انجانے میں پسند کرنے لگی تھی جس نے اس کا کتنا ساتھ دیا اور آج ساری ذمہ داری بھی اٹھا رہا تھا' اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھ رہا تھا۔

''ہو گئی صبح تمہاری''۔ جب تک وہ تینوں اٹھے منتہیٰ نے سب کا ناشتہ تیار کر لیا تھا' وہ یہاں آ کر ایسے رچ بس گئی تھی کہ جیسے اسی گھر میں برسوں سے رہ رہی ہو۔

''اٹھا ہی نہیں جا رہا تھا' بہت تھکن ہو رہی ہے مجھے ابھی بھی''۔ تہذیب اپنا ناشتہ لے کے کمرے میں آ گئی' منتہیٰ سلائی مشین کھول کے بیٹھ گئی تھی کیونکہ حمود کے دلائے ہوئے کپڑے بھی سینے تھے جو اسے مائرہ کی شادی میں پہننے تھے۔

''منتہیٰ باجی! آپ کو شاپنگ حمود بھائی نے زبردست کروائی ہے' کیا خوبصورت چیزیں ہیں بالکل آپ کی طرح''۔ اس نے سی گرین جھلملاتے کپڑوں پر نگاہ ڈالی جسے منتہیٰ نے سلائی کے لیے نکالا تھا۔

''بس اتنا جھوٹ مت بولا کرو''۔ وہ جھینپ گئی۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں' آپ اتنی خوبصورت ہیں کہ ہاتھ لگاؤ تو میلی ہوں' لگتا ہے بچپن میں آپ نے اخروٹ بادام بہت کھائے ہیں''۔ وہ چھیڑنے لگی۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے"۔ وہ مشین میں دھاگا لگانے لگی۔

"ویسے میں نے جتنے بھی پٹھان دیکھے ہیں ان کی بیٹیاں خوبصورت ہوتی ہیں' اب آپ رحمہ کو ہی دیکھ لیں' اس کے رخسار ایسے لال ٹماٹر لگتے ہیں کہ بس"۔ وہ مسرانے لگی تھی۔

"مگر وہ تمنی بالکل بھی ان کے خاندان میں میچ نہیں کرتی ہے"۔ وہ بیڈ پر بیٹھی ناشتہ بھی کر رہی تھی اور باتیں بھی کیے جا رہی تھی۔ حکمت صفائی کرنے لگی تھی' حمزہ کو مبینہ نے دوپہر کے پکانے کے لیے سبزی وغیرہ لینے مارکیٹ بھیجا ہوا تھا۔

"تمہی بات ہے کسی کی برائیاں نہیں کرتے ہیں"۔

"ایک تو مجھے آپ کی سمجھ نہیں آتی' ذرا آپ تمنی کو دیکھ کر جیلس نہیں ہوتیں' اگر ہوتی نا میں آپ کی جگہ اپنے میاں سے لڑلڑ کے ان کا پیچھا چھڑا لیتی"۔ وہ غصے میں بولی۔ منتہٰی نے حیرانگی کے ساتھ مسکرا کے اسے بھڑکتے ہوئے دیکھا۔

"ارے اس میں جیلس ہونے کی کیا بات ہے' وہ ان کی منگیتر پہلے سے ہے' میں بعد میں آئی ہوں اور بعد میں آئی ہوئی چیزوں کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی جتنی پہلے سے موجود چیزوں کی ہوتی ہے"۔ یہاں بھی وہ اپنا فلسفہ جھاڑ گئی۔

"ٹھیک کہتے ہیں آپ کو حمود بھائی خلیل جبران کی رشتے دار پتہ نہیں کیا کیا بول دیتی ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا ہے"۔ وہ کھسیا کر بےزاری سے گویا ہوئی۔

"اچھا چلو ناشتہ کر چکی ہو ذرا جا کر تم آٹا گوندھ کے رکھو میں روٹیاں بنالوں گی"۔ وہ بولی۔

"پہلے آپ مجھے اپنی ساری چیزیں دکھایئے جو آپ کو شاپنگ کروائی ہے"۔ اس نے اب تک ساری اس کی چیزیں نہیں دیکھی تھیں کیونکہ آفس سے آ کے وہ ایسی لیٹتی تھی کہ عشاء کے وقت ہی اٹھتی تھی' پھر صبح جلدی نکل جاتی تھی اس لیے دیکھنے کا موقع بھی نہیں ملا رات بھی محریب کی طرف چلی گئی تھی اس لیے دیکھنے سے رہ گئی تھی۔

"وہ الماری کے ساتھ بیگ پڑے ہیں نکال کر دیکھ لو"۔ وہ اشارے سے بتانے لگی۔ تہذیب نے بیڈ کی رائٹ سائیڈ پر زمین پر رکھے بیگ اٹھائے اور اس کے پاس ہی نیچے لا کر بیٹھ گئی' ایک ایک چیز نکال کر دیکھنے لگی۔

"واؤ منتہٰی باجی! کیا زبردست پسند ہے حمود بھائی کی' کپڑے بھی اچھے ہیں اور یہ سینڈل کتنی خوبصورت ہے"۔ اس نے ہائی ہیل کی گولڈن نگوں کی سینڈل کو خود بھی پیر میں ڈال کے دیکھا۔

"مجھ سے تو یہ پہن کے چلا بھی نہیں جائے گا"۔ منتہٰی نے سینڈل پر نگاہ ڈالی۔

"آپ چھوٹی ہیل کی لے لیتیں"۔ وہ بولی۔

"کیسے لیتی' خود ہی اپنی ہر بات میں چلا رہے تھے تہذیب اگر میں گر گئی تو کیا ہوگا"۔ اسے ڈر بھی لگ رہا تھا۔

"آس پاس حمود بھائی ہوں گے سنبھالنے پہنچ جائیں گے آپ فکر مند نہ ہوں اور آرام سے گریے گا"۔

"بدتمیز لڑکی یہاں میری جان نکلی جا رہی ہے تمہیں مزے سوجھ رہے ہیں"۔ اس نے تہذیب کے ٹھونگا مارا۔

"ارے تو آپ اتنا فکر مند کیوں ہوتی ہیں' گھر میں پہن کے پریکٹس کریں' شادی میں ابھی ہفتہ دس دن ہیں"۔ وہ اطمینان سے بولی۔

"اچھی مصیبت مجھے دلا کر چلے گئے ہیں"۔ وہ بڑبڑائی۔

"منتہٰی باجی! ایک بات پوچھوں"۔ وہ ساری چیزیں دیکھنے کے بعد واپس بیگ میں رکھنے لگی۔

"ہوں......" مشین کو وہ سیٹ کر چکی تھی۔

"حمود بھائی آپ سے محبت بھرے جملے بولتے ہیں؟" اس نے شرارت سے پوچھا۔

"بہت ہی بدتمیز ہو رہی ہو"۔ وہ جھینپ گئی۔

"مجھے بہت شوق ہے جاننے کا"۔

"تمہاری ہوگی سنتا تم اپنے میاں سے محبت بھرے جملے"۔ اس نے بات کو ہی ٹال دیا۔ تہذیب نے جھینپ کے لب بھینچ لیے کیونکہ فائق جو ذہن میں آ گیا تھا۔

...........☆☆☆...........

اس کی کچھ طبیعت بہتر ہوئی تو وہ اٹھ کر بیٹھی تھی' ندرت' یمنیٰ اسے دیکھنے آئی ہوئی تھیں' سمیرا بیگم کا حسب معمول نخوت زدہ انداز اور چہرہ تھا' مارے باندھے ہی ان دونوں کے سلام کا جواب بھی دیا تھا' ثمینہ بھی آئی ہوئی تھیں اپنی بیٹی سمیت' گھر میں رونق سی لگ گئی تھی۔

"اب تو بستر چھوڑ دو' بہن کی شادی قریب ہے"۔ ندرت نے اس کے زرد اور بےتاثر چہرے کو دیکھا جو چپ سی بھی ہو گئی تھی۔

"اب تو عنایہ باجی بالکل ٹھیک ہیں"۔ نشاء نے چہک کے کہا۔

"عنایہ! تائی امی نے تمہارے کپڑے بھیجے ہیں' تم نے مہندی سے لے کر ولیمہ تک میں سارے وہی کپڑے جیولری اور سینڈلز پہننے ہیں"۔

"ندرت باجی! میں نے تو سب کچھ اپنا بنا لیا ہے"۔ عنایہ جھٹ بولی۔

"ہم کیا کریں تائی جی چاہتی ہیں کہ ان کی بڑی بہو بالکل اسی طرح بڑی بن کے شرکت کرے ادھر سے بھی اُدھر سے بھی"۔ اس نے معنی خیزی اور شرارت سے کہا' عنایہ نے جھینپ کے سر جھکا لیا۔ وہ اسے کیا بتاتی کہ جس سے رشتہ جڑا ہوا ہے وہی لاتعلق اور سرد مہر بن رہا ہے اس کا کیسے دل چاہے گا کہ وہ اُدھر سے بھی بڑی بن کے شرکت کرے' اس نے وہ مان اور غرور ہی اس کا چکنا چور کر دیا ہے۔

"مائز تو یہاں آنے کو مچل رہا تھا وہ تو تایا ابو نے اور محریب نے ڈانٹ کے بٹھا دیا ورنہ تو یہاں ہوتا روز"۔ ندرت بتانے لگی۔

"مائز بھائی کو آپ کی اتنی فکر ہے کہ کیا بتاؤں"۔ یمنیٰ نے بھی بتایا۔ عنایہ سر جھکائے سن رہی تھی' جب دل ہی خوش نہیں ہو تو کوئی بات خوشی نہیں بخشتی ہے' جب دل کا مکین روٹھا ہوا ہو ناراض ہو' بےکلی کیوں بڑھ جاتی ہے' وہ چاہے اس سے بات نہیں کرے مگر اس کی بےرخی زیادہ مارتی ہے۔ عنایہ نے انہیں رات کے کھانے پر زبردستی روک لیا تھا پھر جواد احمد بھی آ گئے تو جانے نہیں دیا' ثمینہ اور نشاء تو پہلے کی آئی ہوئی تھیں۔

"عنایہ باجی! محریب بھائی بھی آئے ہیں"۔ وہ کھانا لگوا رہی تھی کہ نشاء نے اس کے کان میں آ کر خبر دی۔

"وہ آئے ہیں تو تم اتنا خوش کیوں ہو رہی ہو؟" ڈائننگ ٹیبل پر ساری چیزیں وہ رکھ چکی تھی' وشہ بھی ساتھ لگی ہوئی تھی۔

"میں نے تو دیکھا ہی انہیں قریب سے آج پہلی بار ہے"۔ عنایہ نے اس کے ہاتھ میں سلاد کی ٹرے تھمائی کہ وہ ٹیبل پر رکھ دے۔

"ایک بات بتاؤں' یہ تو بہت ہی ہینڈسم ہیں بالکل آپ کی ہی طرح ہیں"۔ وہ محریب کو دیکھنے کے بعد زیادہ ہی خوش ہو رہی تھی۔

"اچھا تم اندر جا کر سب کو بلاؤ کہ کھانا لگ گیا ہے"۔ وہ خود پھر کچن میں گھس گئی' ثمینہ نے ہی پلاؤ چکن کڑاہی بنائی تھی' عنایہ کو انہوں نے کچھ کرنے ہی نہیں دیا' پہلے ہی طبیعت ٹھیک نہیں تھی مگر عنایہ سے زیادہ آرام بھی نہیں کیا

جاتا تھا' وہ خود کو کام میں مصروف رکھتی تھی۔ سب کھانے کے لیے بیٹھ گئے تھے' سمیرا بھی مارے باندھے آ گئی تھیں' عنائیہ کا اور محریب کا ایک بار بھی آمنا سامنا نہیں ہوا تھا' مگر پھر جواد احمد نے اسے پکارا تو کچن سے نکلنا پڑا۔

"بیٹا! آپ کے ہاتھ کی چائے پینے کا دل کر رہا ہے"۔ وہ گویا ہوئے' محریب نے بھولے سے بھی نگاہ نہیں ڈالی تھی' وہ سر جھکائے کھانے میں مصروف رہا تھا۔ چائے وہ بنا رہی تھی' وشہ کپ وغیرہ ترتیب دینے لگی' پھر چائے تیار کر کے اس نے وشہ کو ہی بھیجا کیونکہ وہ محریب کا سامنا نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔

"محترمہ میں بھی کچھ اکڑ ہے"۔ محریب چائے کے سپ لیتے ہوئے سوچنے لگا' وہ تو ندرت اور یمنی کو لینے آیا تھا' دل میں بھی یہ خواہش ابھری کہ اسے ایک نظر دیکھ ہی آئے جو بیمار ہے۔

"محریب! عنائیہ کی طبیعت تو پوچھ لو جا کر"۔ ندرت نے چلتے وقت سرگوشی میں ہی کہا۔

"چپ کر کے چلو"۔ اس نے ندرت کو گھور کے ڈانٹ دیا' وہ لب بھینچ کے رہ گئی کیونکہ اس سے بھی بڑا تھا تو کچھ اپنا رعب بھی رکھا ہوا تھا' گیٹ تک وہ ضرور آئی تھی۔ محریب نے کن انکھیوں سے دیکھا کافی کمزور اور چپ چپ سی لگ رہی تھی مگر وہ ندرت اور یمنی سے باتوں میں لگی رہی تھی۔ محریب کو اس کی یہی بے گانگی اور بے تاثر چہرہ اور غصہ دلاتا تھا مگر خود پر پھر وہ کنٹرول کر کے رہ جاتا تھا' پورے راستے وہ عجیب جھنجلاہٹ کا شکار رہا تھا' وہ چاہ کر بھی اس سے بات نہیں کر سکا تھا' مگر دل کہہ رہا تھا کہ کچھ بھی ہے وہ تمہارے لیے بہت کچھ ہے' تم یوں اگنور نہیں کر سکتے ہو۔

............☆☆☆............

"آج نیاز کے ساتھ میری کہیں میٹنگ ہے تم آفس میں ہی رہنا"۔ ہشام سالار نے اسے جاتے ہوئے یاد دلایا۔

"مجھے یاد ہے مگر پلیز نیاز انکل سے کہہ دیجیے کہ تمنی آفس میں مجھے ڈسٹرب کرنے بالکل نہیں آئے"۔ وہ ایڑیوں کے بل گھوما اور ان سے تیز لہجے میں مخاطب ہوا۔

"یہ مت بھولا کرو تمہیں اس سے شادی کرنی ہے"۔ وہ اسے گھورنے لگے' حمود نے دانت پیسے کیونکہ تمنی کا نام تک اسے سننا گوارا نہیں ہوتا تھا اور کجا یہ شادی۔

"اور سوچ لو اگر تم نے فضول کی کوئی بکواس کی تو میں پھر تمہاری کوئی شرط نہیں مانوں گا' سمجھے"۔ انہوں نے فوراً اسے شرط یاد دلائی۔ حمود نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر دھڑ سے ڈور بند کیا' ہشام سالار بھی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے تھے' آفس دونوں ساتھ ہی جاتے تھے۔

"پلیز بابا! آپ صبح صبح اس کا نام لے کر میرا موڈ خراب نہیں کیا کریں"۔ اس نے گاڑی جیسے ہی اسٹارٹ کی چوکیدار آہنی گیٹ کھول چکا تھا۔

"میں موڈ خراب کر رہا ہوں یا تمہیں یاد دلا رہا ہوں"۔ انہوں نے تیز لہجے میں کہا۔ حمود نے اپنے سیدھے ہاتھ کو بند کیا اور پشت سے اپنے ہونٹوں پر لگا لیا' ذہنی رو اس کی بھٹک رہی تھی' سامنے دیکھ کر وہ گاڑی چلا رہا تھا تمنی کے بارے میں تو وہ بھول کے بھی سوچنے کی غلطی نہیں کرتا تھا' ہر وقت اسے منتہیٰ کا خیال ہی دل و دماغ میں رہتا تھا' جو مکمل طور پر اس کے دل کے ایوانوں کو کھولتی ہوئی اندر آ چکی تھی۔ جسے محبت و پیار جیسے جذبے کا پتہ ہی نہیں تھا اب یوں اچانک کسی کا زندگی میں شامل ہو جانا اسے سوچنے' اس کی ہر ادا اور ہر بات میں کھو جانا' یہ سب اسے محبت و پیار کے مفہوم ہی تو سمجھا گئی تھی' وہ کب سمجھ رہا تھا اپنے اس جذبے کو' منتہیٰ کا گریز بے رُخی یہ سب اسے اور قریب کرتی جا رہی تھی آفس میں بھی سارا دن اتنا ڈسٹرب رہا کہ اس پر مزید جلتی پر تیل کا کام کرتی تمنی آ گئی اور وہ کوفت میں مبتلا اس کی بے باکیاں برداشت کرتا رہا۔

"حمود! تم مجھ سے کبھی سیدھے منہ بات تک نہیں کرتے ہو"۔ وہ روٹھ کے خفگی دکھانے لگی۔ حمود کے ہاتھ میں موبائل تھا' وہ منتہیٰ سے بات کرنا چاہ رہا تھا مگر تمنی یہاں سے جانے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

"خیر ایسی تو کوئی بات نہیں ہے"۔ اس نے خود کو نارمل کیا اور تمنی پر نگاہ ڈالی جو اسٹائلش سے ٹراوزر پر اسٹائلش ہی موتیوں سے بنی کام کی شرٹ میں ملبوس اپنے لیئر اسٹیپ کٹنگ بالوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بار بار پیچھے کیے جا رہی تھی' اتنے ماڈرن انداز میں وہ رہتی تھی کہ حمود کو گراں گزرتا تھا جبکہ وہ خود شوخ اور اسٹائلش رومینٹک تھا مگر اسے لڑکیوں کا یہ انداز بہت ناگوار گزرتا تھا۔

"تم تو شادی کے بعد بھی مجھے لگتا ہے ٹائم نہیں دو گے"۔ وہ پھر قدرے توقف کے بعد منہ بسور کے گویا ہوئی۔

"شادی کے بعد تو خیر تمہیں اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے"۔ وہ صوفے سے کھڑا ہو گیا اور گلاس ونڈو کے پردے ایک ڈوری کھینچ کے کھسکائے اور نیچے دوڑتی بھاگتی زندگی پر نگاہ ڈالی' ٹریفک کا ایک اژدھام رواں دواں تھا۔

"حمود! میں کیوں نہیں کروں فکر' پتہ ہے میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں' اگر تم نے مجھے بھول کے بھی اگنور کیا تو سچ کہہ رہی ہوں تمہیں جان سے مار دوں گی"۔ اس نے حمود کا کوٹ کالر سے پکڑ کے جھنجوڑا' وہ حیرانگی سے اس کی شدت پسندی پر گنگ رہ گیا' تمنی کی آنکھوں میں بھی اسے غصے کے لال ڈورے نظر آ رہے تھے۔

"اگر تمہارے اور میرے بیچ میں کوئی بھی آیا حتیٰ کہ تمہارے مام اور پاپا' میں انہیں بھی برداشت نہیں کروں گی"۔ وہ حمود کے سینے سے لگ گئی' اسی وقت وہ کرنٹ کھا کے بدک کے پیچھے ہوا۔ تمنی بے باک تھی مگر اتنی' اس نے سوچا نہیں تھا اس کا تو دماغ سن سا ہو گیا۔

"پلیز حمود! تم کیوں اتنے بیک ورڈ ہو' کبھی تو مجھے اپنی مضبوط بانہوں کا سہارا دے کر یہ یقین دیا کرو کہ میں ہی تمہارے لیے پاگل نہیں ہو رہی ہوں' تم بھی ہو میرے لیے"۔ وہ روہانسی ہو کر شکوہ کرنے لگی۔ حمود نے لب بھینچ لیے' اس نے کبھی اس کے بارے میں سوچا ہی کب تھا' ہر لمحہ اس نے منتہیٰ کو اپنے آس پاس دیکھا تھا۔

"میں ایسی فضول حرکتیں کر کے تمہیں یقین دلانا ضروری نہیں سمجھتا"۔ چہرے اور لہجے میں تلخی سمو کے گویا ہوا۔

"بٹ وائے حمود! ہم اتنے ماڈرن زمانے میں رہتے ہیں' تم ایسی باتیں کر رہے ہو"۔

"ماڈرن زمانے میں تم رہتی ہو' میں نہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ محبت کو وقت آنے پر اگر واضح کرو تو زیادہ اچھا ہے"۔ کچھ مسکرا کے ذومعنی لہجے میں بولا۔

"یعنی تم مجھ سے محبت کرتے ہو ناں"۔ تمنی تو اس کے اتنا کہنے پر خوش ہو گئی۔

"میں محبت ہاں کرتا ہوں اتنی کہ شاید تم سوچ بھی نہیں سکتیں کیونکہ میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ میں محبت کرنے لگوں گا"۔ منتہیٰ کو ذہن میں لا کر روانی میں جذب سے بولا' تمنی کو خوش فہمیوں میں مبتلا کر گیا۔

"تھینکس حمود! آج تم نے مجھے یقین دلا دیا"۔ وہ اس کے بازو سے لپٹ گئی۔ حمود خفیف سا ہو گیا اور حواسوں میں بھی آ گیا کہ وہ ضرور خود کو تصور کر رہی ہے جبکہ جو کچھ اس نے بولا وہ منتہیٰ کو خیالوں میں مخاطب کر کے بولا تھا۔

"سنو! شادی کے بعد ہمارا ہنی مون پیرس میں ہو گا"۔

"پیرس میں' یہ تو میں نے اس سے پوچھا ہی نہیں"۔ وہ بے ساختہ چونک کر بولا۔

"کس سے نہیں پوچھا"۔ تمنی نے حیرانگی سے پوچھا۔

"وہ کسی سے نہیں' خود سے نہیں پوچھا میں نے"۔ گھبرا کے بات سنبھالی۔

"سنو ساری شاپنگ وہاں سے کروں گی اور سنو میک اپ سارا لندن سے لوں گی"۔

"تم ابھی لے لو نا جا کر بعد کا کیا انتظار کرتی ہو"۔ طنز میں جل کے بولا۔

"نہیں تمہارے ساتھ زیادہ مزا آئے گا"۔ ابھی سے وہ تصوراتی محل میں چلی گئی تھی۔ حمود نے کڑوا سا منہ بنایا جو وہاں سے جانے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی' بابا کی اور نیاز انکل کی میٹنگ تھی وہ حمنی کو یہاں سے خود سے جانے کا بھی نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ یہ آفس اس کے باپ کا بھی تو تھا۔

"سنو حمود! میں دو تین سال تمہارے ساتھ گھوم پھر کے انجوائے کروں گی' اس کے بعد ہم بچوں کے بارے میں سوچیں گے"۔

"اُف مائی گاڈ!" حمود نے لمبی سانس بھر کے اس کے بے باک جملے پر گرم گرم گھونٹ اندر اتارے' اسے تو شرم نہیں آتی تھی' وہ بے چارہ پسینے پسینے ہونے لگا اس کی گفتگو سے غصہ میں۔

"حمنی! تم بہت زیادہ کھلی گفتگو نہیں کر رہی ہو"۔

"کم آن حمود! ہم دونوں ماڈرن پیرنٹس بنیں گے' سمجھے"۔ وہ اٹھلائی' اسی وقت حمود کا موبائل بجا تو اس نے صد شکر ادا کیا۔

"جی امی! خیریت تو ہے؟" وہ کلثوم بانو کی آواز پر چونکا۔

"جی میں آنے ہی والا تھا کیونکہ پانچ بج گئے ہیں"۔ اس نے اپنی ریسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔

"مجھے پتہ تھا وہ کسی دن بھی اکڑ کے بیٹھے گی"۔ وہ بولا۔

"میں آتا ہوں"۔ اس نے موبائل آف کر دیا اور اپنا والٹ وغیرہ' کی رنگ اٹھانے لگا کیونکہ آفس وغیرہ تو وہاں کا اسٹاف بند کر کے جاتا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو؟" وہ اس کے پیچھے پیچھے دوڑی۔

"مجھے کسی کے پاس ضروری پہنچنا ہے"۔ وہ گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔

"رُکو تو حمود! میں بھی آ رہی ہوں"۔ وہ بھی اپنی گاڑی کی سمت بھاگی تھی مگر حمود نے مڑ کے اسے نہ دیکھا تھا۔

..........☆☆☆..........

"آج تیسری چھٹی کی ہے رحمہ نے"۔ منتہیٰ تین روز سے اس کا انتظار کر رہی تھی مگر وہ آ ہی نہیں رہی تھی' جب سے حمود اسے شاپنگ پر لے کر گیا تھا اس دن کے بعد سے رحمہ ٹیوشن پڑھنے نہیں آ رہی تھی۔

"آپ حمود بھائی کو کال تو کریں"۔ حکمت نے یاد دلایا۔

"وہ میں......" وہ حمود کے نام سے ہی گھبرانے لگتی تھی۔

"جی آپ منتہیٰ باجی! آپ تو فوراً ہی ڈرنے لگتی ہیں' نکالیے موبائل حمود بھائی کے موبائل پر کال کریں جلدی"۔ وہ اس کے پیچھے پڑ گئی۔ منتہیٰ کا دل تو حمود سالار کا نام سن کے ہی دھک دھک کرنے لگتا تھا' اس کا چہرہ نگاہوں میں جیسے ہی آتا وہ اپنے دل کی سرگوشیوں سے اور پریشان ہو جاتی تھی۔ حکمت نے اس کا موبائل تلاش کر ہی لیا اور پھر اس کے ہاتھ میں تھمایا' منتہیٰ چونک سی گئی اور غائب دماغی سے موبائل کو دیکھا۔

"کال کیجیے نا"۔ حکمت نے اشارہ کیا۔ منتہیٰ نے جھجکتے ہوئے فون بک نکالی اور نمبر پریس کیا' حکمت کمرے سے نکل گئی تاکہ وہ ایزی ہو کر بات کر سکے۔ مسلسل بیل جا رہی تھی مگر وہ ریسیو ہی نہیں کر رہا تھا' وہ متفکر بھی ہو گئی کیونکہ کال کٹ چکی تھی' دوبارہ نمبر پریس کیا تو پھر بیل جا رہی تھی۔

"ریسیو کیوں نہیں کر رہے کال"۔ وہ واہموں میں پڑ گئی' فوراً ذہن منفی رخ پر چلا گیا۔ بالآخر اس نے تھک ہار کر

موبائل سائیڈ پر رکھ دیا اور کمرے میں مضطرب اور فکر مندی ٹہلنے لگی۔ ایسا تو کبھی ہوا ہی نہیں تھا کہ اس نے کال کی ہو اور حمود نے ریسیو نہ کی ہو' دل کی دھڑکنوں میں دھک دھک بڑھ گئی' عجیب سی اس کی حالت ہونے لگی' گھبراہٹ بھی ہونے لگی دوبارہ اس نے چیئر پر پڑا موبائل اٹھایا اور نمبر پریس کیا۔

"اُف...... اللہ کیوں ریسیو نہیں کر رہے ہیں' کہاں چلے گئے' ان کے بابا کو تو پتہ نہیں چل گیا"۔ موبائل بند کیا اور سر تھام لیا۔

"کیا ہوا بات ہوئی؟" حکمت اندر آئی۔

"آں...... نہیں' پتہ نہیں وہ کال ریسیو نہیں کر رہے ہیں' ہو سکتا ہے مصروف ہوں کہیں"۔ خود ہی تسلی بھی دی اور پھر کمرے سے باہر نکل گئی۔ دل میں وہ کوئی خوش گمانی تو پالنا ہی نہیں چاہتی تھی مگر جب کوئی خوشبوؤں میں بسی اور رنگوں میں ڈوبی باتیں کرتا ہو تو دل ایک دم ہی خوش فہم ہو جاتا ہے اور خود کو اس کی سنگت میں دیکھنے لگتا ہے' وہ تو حقیقت پسند لڑکی تھی اس کے ساتھ تو اتنا کچھ ہو چکا تھا کہ اب دل ڈرنے لگا تھا' صرف وہ زمانے کی ہوس زدہ نظروں سے بچنا چاہتی تھی اس سے زیادہ تو کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی مگر حمود سالار جیسا شخص جو اسے چھوڑنے کو تیار ہی نہیں تھا کب اس نے دل کا تعلق باندھا تھا جو وہ اس کے لیے اتنا کچھ کر رہا تھا۔

"منتہیٰ باجی! حمود بھائی کی کال ہے"۔ حکمت اس کا موبائل لے کر باہر آئی' وہ خیالوں و سوچوں سے باہر آئی' لپک کے موبائل لیا اور اندر کمرے میں چلی گئی۔

"السلام علیکم مسز حمود سالار!" دوسری جانب سے وہ شوخ لہجے میں مخاطب تھا۔ منتہیٰ جھینپ کے لب بھینچ کے رہ گئی' کتنا ہشاش بشاش اس کا لہجہ اور آواز تھی' وہ تو ذرا سی دیر میں جانے کیا الٹا سیدھا سوچ چکی تھی۔

"میں تو خوشی سے مرنے کے قریب ہی ہو گیا تھا کہ میرے سیل پر تمہاری اتنی مس کالز"۔ وہ بہت خوش بھی لگ رہا تھا۔

"ریسیو کیوں نہیں کر رہے تھے"۔ منتہیٰ جھٹ بولی' اس کے رخساروں پر شرم و حیا کی لالی بکھر گئی تھی۔

"میٹنگ میں تھا موبائل میرا سائلنٹ پر تھا' تم بابا کو تو جانتی ہو کہتے ہیں کہ جب بھی آفس کی میٹنگ ہو موبائل سائلنٹ پر رکھو یا آف لیکن میرا موبائل ٹیبل پر میرے سامنے پڑا تھا اور مسلسل نگاہ بھی اٹھ رہی تھی مگر سوری یار مجبور تھا"۔ وہ تفصیل بتانے کے ساتھ معذرت بھی کر رہا تھا۔

"ابھی آپ کہاں ہیں؟" اس نے پھر پوچھا۔

"ابھی میں میٹنگ روم میں ہی ہوں"۔

"سب کے سامنے آپ بات کر رہے ہیں"۔ وہ گھبرا گئی۔

"میٹنگ ختم ہو چکی ہے' سب جا چکے ہیں البتہ میں تم سے بات کرنے کی وجہ سے یہاں بیٹھا ہوا ہوں"۔ وہ فوراً اسے ریلیکس کرنے لگا۔

"وہ میں کال اس لیے کر رہی تھی کہ......"

"کہ آج میں بڑے موڈ میں ہوں' اگر حمود سالار آپ کو آنا ہے تو آ جایئے میں حاضر ہوں"۔ اس نے منتہیٰ کی بات پوری ہی نہ ہونے دی بلکہ درمیان سے ہی کاٹ کر چہک کے اپنا جملہ مکمل کر دیا۔

"اگر آپ نے ایسی ہی باتیں کرنی ہیں تو میں موبائل بند کر رہی ہوں"۔ وہ تو شرم سے آگے کچھ بول ہی نہیں پا رہی تھی۔

آوازیں آرہی تھیں۔

"امی! میں اس کی ٹیچر کو آج اور ابھی لے کر آتا ہوں! بالکل پڑھائی سے جی چراتی جارہی ہے اور پلیز ممی کو منع کردیجیے گا کہ جس وقت یہ پڑھ رہی ہو وہ بالکل اس ٹائم نہ آئے"۔ اتنا سخت اور بھنایا ہوا لگ رہا تھا کہ رحمہ ایک لمحے کو سہم سی گئی۔

"میں تو اسے کچھ نہیں کہہ سکتی"۔ کلثوم بانو نے جھٹ منع کیا کیونکہ وہ ممی کے مزاج کو بھی اچھی طرح جانتی تھیں بات کا بتنگڑ بنانا اسے بھی آتا تھا زیادہ ہی ماں باپ کی سرچڑھی تھی۔

"پھر مجھے ہی کہنا پڑے گا"۔

"خدارا تم کچھ مت کہنا' تمہارے بابا سے وہ شکایت لگادے گی"۔ وہ اسے روکنے لگیں۔

"لگادے مجھے پرواہ نہیں"۔ وہ بولا۔

"آپ سن لیں مجھے نہیں پڑھنا"۔ رحمہ نے دونوں ہاتھ پشت پر ٹکا کر اسے دوبدو جواب دیا۔

"تمہارے تو اچھے بھی پڑھیں گے"۔ دونوں بہن بھائی لڑتے بھی خوب تھے تو پھر بنتی بھی خوب تھی۔

"سوری حمود سالار رحمہ سالار نہیں پڑھے گی"۔ وہ انگوٹھا دکھانے لگی۔ کلثوم بانو نے سر ہی پیٹ لیا کیونکہ ان کی محاذ آرائی جو ہو رہی تھی۔

"حمود بیٹا! تم منتہیٰ کو کہہ دو آنے کا کیونکہ اس لڑکی کا پتہ ہے یہ جاکر پڑھنے والی نہیں ہے"۔ وہ بھی جیسے تنگ ہی آگئی تھیں۔

"آپ کو میری پڑھائی سے اتنی دلچسپی کیوں ہے' نہیں پڑھتی میں"۔

"مجھے تمہاری پڑھائی سے دلچسپی اس لیے ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میری بہن پڑھی لکھی کہلائی جائے جاہل نہیں"۔ حمود نے اسے گھورا۔

"جب مجھ سے نہیں پڑھا جاتا تو کیوں آپ سب میرے پیچھے پڑے رہتے ہیں"۔

"حمود! میرے بس کی نہیں ہے یہ لڑکی' کیونکہ مجھے تو ایسے ایسے بہانے بنا کرتاتی ہے میں تو حیران ہوتی ہوں"۔ وہ تھک کے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"اسے تو دیکھیے گا میں سیدھا کرتا ہوں"۔

"آپ کی شکایت بابا سے بھی لگا سکتی ہوں میں"۔ وہ دھمکی دینے لگی۔

"ٹھیک ہے لگاؤ میں تمہیں ہاسٹل میں بھجوا سکتا ہوں"۔

"ہمارے خاندان میں بلکہ پٹھان قبیلے میں لڑکیاں گھر سے باہر نہیں رہا کرتی ہیں"۔ رحمہ نے اترا کے لاجواب کیا۔

"لیکن ہم اتنے بیک ورڈ نہیں ہیں"۔ وہ گویا ہوا۔

"بابا سے بول کے تو دیکھیں"۔ وہ اسے چڑانے لگی۔

"رحمہ! تم ہی چپ کر جاؤ بڑا بھائی ہے ذرا لحاظ نہیں کرتی ہو بحث کیے جارہی ہو"۔ کلثوم بانو نے رحمہ کو ایک تھپڑ لگایا' حمود بھی منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ہوا اندر کی طرف بڑھ گیا کیونکہ اسے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا' منتہیٰ ہی اسے ٹھیک بھی لگی تھی جس کی ابھی تک رحمہ نے کوئی برائی نہیں کی تھی ورنہ اب تک جتنے بھی ٹیوٹرز سے اس نے پڑھا تھا سب میں اتنے کیڑے نکالے تھے کہ ہشام سالار نے ہی انہیں چھڑا دیا تھا کیونکہ رحمہ کو ٹھیک جو نہیں پڑھا رہے تھے مگر حمود اپنی بہن کو خوب سمجھتا تھا۔ (جاری ہے)

☆☆☆

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 14

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

"کتنی خوشی کی بات ہے بلکہ مجھے تو رات دن کی فکر تھی اس کی"۔ ناظمہ نے شکر ادا کیا کیونکہ یمنیٰ' وشہ کی ہم عمر تھی' اس کی شادی ہونے والی تھی اور یمنیٰ کی منگنی بھی نہیں تھی۔

"ناظمہ تم تو ایسے فکر مند ہو رہی تھیں اور پھر ہماری یمنیٰ کی عمر نہیں نکلی جا رہی تھی"۔ نزہت کو ان کی یہ بات پسند نہ آئی۔

"بھابی! پھر بھی وشہ کی تو عمر کی ہے نا' پھر جتنی جلدی لڑکی بیاہی جائے اچھا ہے"۔ وہ گویا ہوئیں۔

"چلو اچھا ہوا' ہمیں فراج اچھا لگا ہے اور پھر ہماری ندرت بھی تو ٹھیک رہ رہی ہے' اچھا ہے دونوں بہنیں ایک ہی گھر میں ہوں گی"۔

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے تائی امی!" ندرت نے بھی تائید کی۔

"پھر میں گھر فون کر دوں کہ امی مٹھائی لے کر آ جائیں کل ہی یمنیٰ کا منہ میٹھا کر دیں گے کیونکہ فراج ابھی آیا ہوا ہے جو بھی رسم کرنی ہے ہم مائز کی شادی کے دوران ہی کر لیں گے"۔ ندرت کو زیادہ جلدی تھی' اس کی تو خواہش بھی یہی تھی کہ اس کی بہن بھی اچھے گھر جائے اور وہ اچھا گھر اس کی سسرال ہی ثابت ہوا تھا کیونکہ ندرت کی شادی کو پانچ سال ہو گئے تھے' آج تک کوئی اس کی سسرال میں تو تو' میں میں نہ ہوئی تھی' دہاج اور فراج دو ہی تو بھائی تھے' ایک ساس' گھر میں کوئی ایسا بکھیڑا بھی نہ تھا' ساس کو یمنیٰ ہی پسند آئی تھی۔ فراج انگلینڈ میں ہوتا تھا اس نے ایم بی اے کیا تھا وہیں اس کی جاب بھی سیٹ تھی' آنا جانا رہتا تھا' ندرت کی بھی اپنے دیور سے کافی بنتی تھی۔

"اتنی بھی جلدی کیا ہے ندرت! تھوڑا ہم سوچ تو لیں"۔ نزہت جھٹ بولیں۔

"تائی امی! اس میں سوچنے کی کیا بات ہے' فراج کو سب ہی جانتے ہیں اور کوئی بُرائی بھی نہیں ہے"۔ وہ بولی۔

"پھر بھی کچھ تو پتہ کرنا چاہیے' کہیں تمہارے دیور نے وہاں کر نہ رکھی ہو شادی"۔

"ارے حد کرتی ہیں امی آپ بھی' اول تو ایسی کوئی بات ہوگی نہیں"۔ محریب کو اپنی ماں کے انداز پر حیرانگی ہوئی۔

"کچھ بھی ہو ہم لڑکے کی چھان بین ضرور کروائیں گے"۔

"تائی امی! کیا ہو گیا ہے آپ کو' فراج اس مزاج کا لڑکا نہیں ہے اور پھر اسے اگر کرنی ہوتی تا وہ ہم سے یہ کبھی نہ کہتا کہ آپ لوگوں کی پسند سے کروں گا"۔ ندرت کو ان کی باتیں اچھی نہیں لگ رہی تھیں۔

"ندرت! میں کہہ رہا ہوں تم اپنی ساس کو جا کر کہو کہ وہ آ جائیں ہماری یمنیٰ کا منہ میٹھا کروانے' میں ذمہ داری لیتا ہوں اس رشتے کی"۔ محریب نے اشارے سے اسے اٹھنے کو کہا۔

"محریب! دماغ تو درست ہے تمہارا' یہ شادی بیاہ کوئی کھیل نہیں ہے' ہم پہلے ہی دیکھ بھال کر لیں تو زیادہ بہتر ہے"۔ انہیں غصہ ہی آ گیا۔ ناظمہ الگ چپ بیٹھی تھیں کیونکہ شک کے اُبال انہیں بھی اٹھ رہے تھے۔

"محریب! ٹھیک کہہ رہا ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہو سکتی' فراج آیا ہوا ہے محریب خود اس سے سوال جواب کرے گا"۔ ریحان احمد نے بھی تائید کی' کافی بحث و تکرار کے بعد معاملہ یہاں تک پہنچا کہ ابھی کچھ دن کے لیے روک دیتے ہیں تا کہ محریب اپنے طور پر معلومات کر لے۔

"امی! آپ فضول میں ڈر رہی ہیں"۔ محریب پھر گویا ہوا۔

"بھابی ٹھیک تو کہہ رہی ہیں' دہاج کو ہم دیکھ بھال چکے ہیں اور وہ یہاں رہتا تھا ہمیں اتنی فکر نہ تھی مگر فراج وہاں پردیس میں رہتا ہے"۔ ناظمہ بھی قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی تھیں۔

"ٹھیک ہے آپ سب کی جو مرضی' میں اسی طرح کرتا ہوں"۔ محریب نے سب کو ہی مطمئن کر دیا تھا۔

نزہت بیگم خاصی دور اندیش اور پھونک پھونک کر قدم رکھنے والی عورت تھیں اور پھر بیٹی کے معاملے میں وہ بہت زیادہ محتاط تھیں کیونکہ شادی بیاہ کوئی کھیل تو ہوتا نہیں ہے کہ جو بار بار کھیلا جائے' پھر یمنیٰ کی کوئی ایسی عمر بھی نہیں نکلی جا رہی تھی کہ ہتھیلی پر سرسوں جما کے بیٹھ جائیں۔

"محریب! مجھے نہیں لگتا کہ تائی امی یہ رشتہ ہونے دیں گی"۔ ندرت کو افسوس بھی ہو رہا تھا۔

"ارے ڈونٹ وری' میں ہوں نا' تم دل خراب نہ کرو' کرتا ہوں میں کچھ"۔ اس نے ندرت کو تسلی دی۔ کیونکہ وہ اس گھر کا بڑا بیٹا تھا اور وہ اپنی ذمہ داری بھی سمجھتا تھا اس نے ہی یہ معاملہ ہینڈل کرنا تھا' اس نے سوچ لیا تھا کہ کل کا سارا وقت وہ فراج سے ملے گا تا کہ اس کی باتوں سے اندازہ ہو کہ وہ کس نیچر کا ہے' سب کے دل جو ڈر رہے ہیں انہیں سنبھالنا بھی تو تھا۔

............☆☆☆............

اس نے بڑی امی کے بھیجے ہوئے سارے کپڑے نکال کر دیکھے جو بہت خوبصورت بھرے ہوئے تھے' ایک غرارہ سوٹ' دوسرا حیدر آبادی سوٹ اور دو سمپل قمیض شلوار جو بھرے ہوئے کام کے تھے' میچنگ جیولری اور سینڈلز تک تھیں' عنایہ یہ سب دیکھ کر حیران بھی تھی کیونکہ اسے آج اور اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ان سب کے لیے کتنی اہم ہے۔

"آپی! آپ کے تو سارے ہی ڈریس زبردست ہیں"۔ نشاء تو ایک ایک سوٹ کو رشک بھرے انداز میں دیکھ رہی تھی۔

"کون سا ڈریس آپ کب پہنیں گی"۔ وہ ہینگر اٹھا کر کپڑوں کا جائزہ لینے لگی مگر سامنے لگی چٹ پر لکھا دیکھ کر حیرت سے چیخ نکلی۔

"عنایہ آپی! ہر ڈریس پر لکھا ہے آپ کو کون سا کب پہننا ہے"۔ اس نے فیروزی کلر کا غرارہ سوٹ کا ہینگر اس کے سامنے لہرایا' بڑا سا سوٹ کا کامدانی دوپٹہ تھا جو جھلمل کر رہا تھا۔

"اس پر لکھا ہے کہ یہ آپ نے وشہ باجی کی شادی میں پہننا ہے"۔

"اور یہ حیدر آبادی ڈریس ولیمے پر"۔ وہ باری باری سب دیکھ کر بتانے لگی۔ عنایہ بھی حیرت زدہ تھی' وشہ کو اپنی بہن پر رشک آنے لگا' کتنی وہ سب کے لیے اہم تھی۔

"عنایہ بیٹا! تم نے عشاء کی نماز پڑھ لی؟" ثمینہ دو دن سے رُکی ہوئی تھیں کیونکہ گھر کے کچھ کام ایسے تھے جو انہیں کروانے پڑ رہے تھے ورنہ بمیرا کو تو کوئی فکر ہی نہ تھی۔

"جی آنٹی! بس ابھی پڑھوں گی"۔ وہ کپڑے سمیٹنے لگی۔

"امی! عنایہ آپی کے کپڑے دیکھیں کتنے اچھے ہیں"۔ وہ ثمینہ کو دکھانے لگی' کل سے تو سوٹ کیس بند ہی پڑا تھا' نشاء نے ہی زبردستی کھلوایا تھا کیونکہ اسے ہر چیز دیکھنے کا زیادہ شوق ہو رہا تھا۔

"بیٹا! مجھے تو جلدی گھر جانا ہے میں نے اسی لیے نماز پڑھ لی ہے"۔

"آنٹی! آپ آج اور رُک جایئے ناں"۔ وشہ پھر ضد کرنے لگی۔

"نہیں وشہ! گھر میں کافی کام ہیں پھر نشاء کی کچھ تیاری ہے' فرزان کو بھی مسئلہ ہو رہا ہے' تمہارے انکل نے مجھے صرف دو دن کی اجازت دی تھی"۔ وہ بولیں۔

"امی! آج اور رُک جائیں ناں"۔ نشاء ضد کرنے لگی۔

"لڑکی اسکول کی دو چھٹیاں کر لی ہیں تم نے اور تمہارے ابو بہت ناراض ہوتے ہیں اسکول کی چھٹی کرنے پر"۔

وہ اسے ڈانٹنے لگیں۔

"آنی! عمران ماما اور نانی بھی تو آرہی ہیں"۔ وشہ نے بتایا۔

"ہاں تمہاری شادی تک شاید پہنچ جائیں"۔ وہ بولیں۔

"وہ ماما اپنے فلیٹ پر تو نہیں آئیں گے ناں"۔ عنایہ پوچھنے لگی۔

"تمہیں پتہ ہے عمران بھائی کو بہنوں کے گھر رہنا کبھی اچھا نہیں لگا ہے' مجھے انہوں نے فون پر پہلے ہی کہہ دیا ہے تم جا کر فلیٹ کی صفائی وغیرہ کروا دینا"۔ وہ بتانے لگیں۔

"یہ ماما بھی الگ ہی مزاج کے ہیں"۔ وشہ منہ بسورنے لگی۔

"اچھا تم اپنا دل خراب نہیں کرو' سارا سامان سمیٹو اور باہر آجاؤ' سمیرا بیٹھی ہوئی ہے لاؤنج میں"۔ وہ ان دونوں کو الرٹ کرنے لگیں۔

"آنی! امی تو مجھ سے بات ہی نہیں کر رہی ہیں"۔ وشہ کو یہ فکر الگ تھی۔

"سب کرے گی تم اتنا نہیں سوچو"۔ انہوں نے اس کے سر پر تھپکی دی۔ نشاء نے اور عنایہ نے سوٹ کیس اٹھا کر بیڈ کے نیچے کھسکا دیا اور باہر آ گئی تھیں۔ سمیرا بیگم ٹی وی دیکھ رہی تھیں' اپنی دونوں بیٹیوں کا استفہامیہ نگاہوں سے جائزہ لیا' دونوں ہی جز بز سی بیٹھ گئی تھیں۔

"سمیرا! وہ عمران بھائی اور امی تو اپنے فلیٹ پر ہی رکیں گے"۔ ثمینہ نے انہیں بتایا۔

"ہاں عمران بھائی کہہ رہے تھے"۔ وہ آج خلاف توقع نرم لہجے میں بولیں' عنایہ نے چونک کے نگاہ اٹھائی۔

"امی کو میں نے کہا ہے کہ یہاں شادی تک رک جائیں"۔ وشہ اور عنایہ نے حیرانگی سے ایک دوسرے کو دیکھا جیسے یقین ہی نہیں آرہا ہو کہ سمیرا بیگم بھی شادی کی بات کر سکتی ہیں۔

"ہاں امی ہو سکتا ہے رک جائیں گی"۔ ثمینہ نے بھی تائید کی کہا۔

"ان کے باپ نے پتہ نہیں کیا کھڑاک پھیلا لیے ہیں' وشہ کی کیا عمر نکلی جا رہی تھی جو شادی کرنے کی پڑ گئی"۔ ان کی پھر وہیں تان آ کر ٹوٹی۔

"سمیرا! شکر ادا کرو کہ تم جلدی بیٹیوں کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤ گی"۔

"بس بس رہنے دو' میں خوب جواد احمد کو جانتی ہوں' سب مجھے نیچا دکھانے کے پلان بنائے جا رہے ہیں"۔ وشہ اور عنایہ لب بھینچ کے رہ گئی تھیں کیونکہ اپنی ماں کی بدگمانی تو وہ دونوں دور کرنے میں ناکام ہو گئی تھیں۔

"سمیرا! کبھی تو عقل سے سوچ لیا کرو' کیوں پلان بنائیں گے"۔

"تم نہیں جانتیں جواد احمد کے گھر والوں کو' جانے اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں وہ' جس سے وشہ کی شادی طے کی تم دیکھنا بعد میں اس کے رنگ ڈھنگ"۔ ناگوار اور نخوت زدہ انداز تھا۔ وشہ سے برداشت کرنا مشکل ہوا تو وہ اٹھ کر چلی گئی' سمیرا بیگم اس کی تلملاہٹ دیکھ چکی تھیں۔

"کوئی نہیں ہے وہ ایسا لڑکا' بہت عزت کرتا ہے بڑوں کی"۔ انہوں نے نفی کی۔

"ارے تمہیں نہیں پتہ' کتنا منہ پھٹ ہے وہ اور دوسرا وہ رافع اس کی زبان بھی ایسی چلتی ہے کہ سوچ سوچ کے حیرانگی ہوتی ہے' جواد کو تو بعد میں عقل آئے گی جب ان کے بھائی کے بچے ان کی بیٹیوں سے بدلے نکالیں گے"۔

"تم ہمیشہ غلط سوچتی ہو"۔ ثمینہ کو ان کی ایک بھی بات اچھی نہیں لگ رہی تھی' دو دن سے وہ رہ رہی تھیں' ان کی کتنی ہی بحث و تکرار بھی ہو گئی۔

"تم اب غلط سوچنا چھوڑو' بیٹیوں کی فکر کرو"۔

"ہاں تم بھی مجھے بولنا' یہ سب تم جھیلتیں تو میں دیکھتی کہ تم کیا کرتیں"۔ وہ بھڑک گئیں۔

"جس کے جو نصیب میں ہوتا ہے سمیرا! اسے وہی ملتا ہے' تم نے ہمیشہ سے خوبصورتی مانگی ہے' تمہیں ملا پھر کیوں اتنی ناشکری والی باتیں کرتی ہو"۔ ثمینہ ان کی کسی بات کا کبھی برا نہیں مناتی تھیں۔

"جواد بھائی میں کیا کمی ہے جو تم آج تک خوش نہیں ہو"۔

"اس آدمی میں عقل کی کمی ہے اپنے آگے کسی کو سمجھتا ہی نہیں ہے"۔ وہ دانت پیسنے لگیں۔ عنایہ سے بھی اب اور نہیں سنا گیا کیونکہ سمیرا بیگم جب بولنے پر آتی تھیں بالکل انداز ان کا جاہلوں والا ہو جاتا تھا اور یہ عنایہ کو کسی طور گوارا نہیں تھا کہ اس کی ماں ایسے لب و لہجے میں بات کرے۔

☆☆☆

خود اچھا بننے کے چکر میں انسان اپنا نقصان کر جاتا ہے یا شاید اس لیے کہ وہ اپنے لیے جینا چھوڑ چکی تھی' اسے اپنے اطراف میں رچے بسے لوگوں کی زیادہ فکر تھی' وہ سب کی پرواہ کرتی تھی اور وہ تو کوشش کرتی تھی کہ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے مگر اس کے دل کو تکلیف کتنی تھی اس کی ماں نے اپنا دل اتنا مضبوط بنا لیا تھا کہ اسے ذرا بھی اپنی بیٹیوں کی فکر نہ تھی۔ وہ تو اپنی ماں تک کا احساس کر رہی تھی اور اس کی ماں اتنا حقی اور غلط کیوں سوچتی تھی۔ زندگی میں سب کو خوش رکھ کر اور سب کو راضی رکھ کر بھی تو ہم خوش رہ سکتے ہیں مگر صرف وہی ایسا سوچتی ہے یا ہر کوئی اس کی طرح سوچتا ہے۔ اس نے کبھی اپنی زندگی کو برا نہیں کہا تھا اور نہ کسی اور کو غلط بات بولنے دیتی تھی' اپنے چھوٹے بہن بھائی کو اس نے ایسا رکھا ہوا تھا کہ جیسے وہ خود بہت بڑی ہو اور وہ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے ہوں۔ تیاری میں اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی حتیٰ کہ اپنی ماں تک کے کپڑوں کی تیاری کر کے اس نے رکھی ہوئی تھی' ہر چیز کے ساتھ جو جیسا وہ پسند کرتی تھیں اس نے ان کی پسند کا مکمل خیال رکھا تھا۔

اپنے بارے میں تو سوچنا ہی نہیں چاہتی تھی اور اس نے کیا بھی یہی تھا' وشہ کی شادی پر پہننے کے لیے اپنی ابھی تک تیاری نہیں کی تھی مگر کچھ لوگ جو اس کی طرح دوسروں کی پرواہ کرتے ہیں' تائی امی نے اس کی تیاری کر کے سوٹ کیس میں بھر کے سب سامان بھیج دیا تھا' وہ حیران تھی کہ وہ تو خود کو بھلائے ہوئے تھی مگر کچھ لوگوں نے اسے بھلایا نہیں تھا' اگر بھلایا تھا تو محریب احمد نے جو اس سے بات کرنا تو دور کنارہ دیکھنا تک گوارا نہیں کرتا تھا۔

"آپی! کیا بات ہے آپ کب سے سوچوں میں بیٹھی ہیں"۔ وشہ نے متعجب ہو کے استفسار کیا۔

"آں...... ہاں کچھ نہیں"۔ وہ چونک گئی اور چیئر سے کھڑی ہو گئی۔

"آپی! بات کیا ہے؟" وہ اپنی پھولوں سی نازک بہن اور پیاری سوچوں والی بہن کے لیے فکر مند بھی ہو جاتی تھی۔

"کچھ نہیں' وہ کچھ تھکن سی ہو رہی تھی"۔

"ابھی آپ بیماری سے پوری طرح اٹھی کب ہیں' کام میں لگ گئی ہیں اور مجھے بھی کچھ نہیں کرنے دیتی ہیں"۔ وہ خفگی سے گویا ہوئی۔

"میں اگر کام نہیں کروں گی تو بیمار پڑی رہوں گی اور تمہارے پیپرز ہو رہے ہیں' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ باقی کے پیپرز بھی خیریت سے گزر جائیں' کام تو تم وہاں جا کر بھی کرتی رہو گی"۔ مسکرا کے اس نے وشہ کا چہرہ تھپتھپایا۔ وشہ کے دو ہی پیپرز رہ گئے تھے اور اس کے پاس صرف ایک ہفتہ تھا' لاسٹ پیپر کے دوسرے دن اسے مایوں بیٹھ جانا تھا۔

"بات گھمانا تو کوئی آپ سے سیکھے"۔ وہ پیپر دے کر آئی تھی کچھ دیر آرام کرنے لیٹ گئی تو اس کی آنکھ لگ گئی مگر

جیسے ہی کھلی اس نے عنایہ کو سوچوں میں غلطاں دیکھا تھا۔

"میں بات کو کب گھما رہی ہوں، تمہیں سمجھا رہی ہوں تم آرام کرو میں ذرا دیکھتی ہوں امی نہ آ گئی ہوں"۔ وہ جانے لگی۔

"مجھے تو اس دن سب سے زیادہ خوشی ہو گی جب آپ کی شادی ہو گی"۔ وشہ نے اپنی بہن کے دونوں ہاتھ محبت و پیار سے دبائے۔

"آخر تم سب کو میری شادی کی اتنی فکر کیوں ہے؟"

"اس لیے محریب بھائی اور آپ خاندان کے دو فرد ایسے ہیں جنہیں اپنی مرضی سے جہاں چاہے موڑ دو اُف تک نہیں کریں گے کیونکہ آپ دونوں کو ہی میں نے باقاعدہ نوٹ کیا ہے، کبھی بھول کے بھی ایک دوسرے کو مخاطب نہیں کرتے ہیں کجا اپنی شادی کے متعلق کسی سے کہہ سکتے ہیں"۔

"اچھا اچھا زیادہ فضول مت ہانکو"۔ وہ جھینپ گئی۔

"کاش...... کوئی ایسی انہونی ہو جائے کہ آپ کی شادی مجھ سے پہلے ہو جائے"۔ وہ دونوں ہاتھوں کو جکڑ کے آنکھیں بند کر کے دل سے دعا کرنے لگی۔

"جس کا جب وقت مقرر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جب ہی ان کے نصیب کے دروازے کھولتا ہے اور مجھے یقین ہے میرے ساتھ بہت اچھا ہو گا، تم فکر نہیں کرو"۔ وہ افسردہ سی لگی۔

"آپی! پھر بھی مجھے آپ کے سامنے شرمندگی ہوتی ہے، باری آپ کی تھی اور شادی میری ہو رہی ہے"۔ وہ مغموم اور رنجور سے لہجے میں گویا ہوئی۔

"میں نے ابھی کیا کہا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کا وقت مقرر کیا ہوا ہے، تم ایسا کیوں سوچتی ہو"۔

"پھر بھی آپی! آپ کو دیکھ کر مجھے اتنی فکر ہوتی ہے، پتہ نہیں امی آپ کو بعد میں کتنا سنائیں گی"۔

"کوئی بات نہیں وہ امی ہیں ہماری اور ماں کبھی بھی اولاد کو دل سے بُرا نہیں کہتیں، کیا ہوا اگر سنائیں گی سن لوں گی"۔ اس نے تسلی دی۔

"میرا دل کتنا دکھتا ہے، وہ مجھ سے بات تک نہیں کرتی ہیں، میرا بھی دل چاہتا ہے کہ امی میرے لاڈ اٹھائیں جیسے اور لڑکیوں کی شادی ہوتی ہے ان کی امی اٹھاتی ہیں"۔ وشہ کے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے، عنایہ نے اسے اپنے حصار میں لے کر بھینچ لیا، وہ خود بھی اپنی آنکھوں سے نکلتے ہوئے آنسوؤں کو لب بھینچ کے رونے لگی۔

"آپ نے شروع سے بڑا ہونے کے میرا اور معارج کا خیال کیا ہے، امی نے تو آج تک ہمیں پیار سے اپنے پاس تک نہیں بٹھایا"۔ وہ روئے جا رہی تھی۔

"کیا ایسی ہوتی ہیں مائیں، ان کا دل خراب ہوتا ہے تو وہ کیا سب سے ناراض ہو جاتی ہیں، انہیں اولاد کی محبت تک نظر نہیں آتی"۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہے، تم اتنا غلط نہیں سوچو، ہماری امی بھی ہم سب سے بہت پیار کرتی ہیں"۔ اس نے وشہ کے آنسو پونچھے۔

"آپ خود سوچیں، مجھے یہاں سے ایک ہفتے بعد رخصت ہو جانا ہے، امی کو ابھی بھی میرا ذرا خیال نہیں ہے، انہیں تو دادی جان کے سب گھر والوں سے نفرت ہے تو اپنی بیٹیوں سے بھی کرنے لگی ہیں"۔

"کچھ وقت آزمائش کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے، تم صبر شکر سے گزارو، دیکھنا انشاء اللہ

ہماری امی خود ہی قائل ہو جائیں گی"۔ مدبرانہ انداز میں سمجھاتی ہوئی عنایہ عمر سے پہلے ہی اتنی سوبر اور سمجھدار تھی کہ وہ اپنی بہن پر حیران ہوتی تھی، ابھی وہ زیادہ عمر کی تو نہیں تھی مگر اس نے گھر کو، بہن بھائی کو، ابو کو سب کو سنبھالا ہوا تھا۔

"پتہ نہیں امی کو کب خیال آئے گا ہم سب کا، ابو سے ہر وقت لڑنے کے بہانے تلاشتی رہتی ہیں"۔

"تم ذہن پر اتنا بوجھ مت ڈالو تمہارے دو ہفتے رہ گئے ہیں ان پر ذہن لگاؤ، فضول سوچوں کو دور کرو میں چاہتی ہوں میری بہن اپنی شادی پر اتنی پیاری اور خوبصورت لگے کہ مائر بے ہوش ہو جائے"۔ عنایہ نے موضوع بدل کر شوخ سی معنی خیز بات کی۔

"آپی کیا ہے؟" وہ روتے روتے جھینپ سی گئی۔

"ارے میں تو دعا دے رہی ہوں کہ تم خوش رہو ہمیشہ مائر کے ساتھ"۔

"آپ دیکھیے گا ہماری اتنی لڑائیاں ہوں گی شادی کے بعد، سب تنگ آ جائیں"۔ وہ روٹھ کے بولی۔

"وشہ پلیز! میری بہن تم بعد میں اس سے لڑائی اور بحث مت کرنا، تم نے اچھی بیوی اور بہو بننا ہے، سمجھیں، تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ ماں باپ نے تربیت اچھی نہیں کی"۔

"آپ کو کیا میں ایسی لگتی ہوں"۔ وہ خفیف سی ہو کر قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔

"مجھے پتہ ہے ایسی تم ہو نہ لگتی ہو مگر میں تمہاری بڑی بہن ہوں، سمجھانا میرا فرض ہے"۔ اس نے سنجیدہ سے لہجے میں کہا۔

"آپ دیکھیے گا میں کبھی بھی آپ کو اور ابو کو شرمندہ نہیں ہونے دوں گی کیونکہ میں یہ بھی نہیں کہلوا سکتی کہ جیسی ماں ویسی بیٹی"۔ وشہ بھی ساری بات سمجھتی تھی اور ہر بات کو سیریس ہو کر سوچتی بھی تھی، عنایہ کی طرح ہی اس کا دل بھی حساس تھا۔

"شاباش میری بہن تو ساری بات سمجھ گئی"۔

"کیوں نہیں سمجھوں گی، سمجھدار بہن کی بہن ہوں"۔ وہ بھی مسکرا کے گویا ہوئی۔

"واقعی......" عنایہ نے بھی تائیدی سر ہلایا۔

"اچھا بس بہت باتیں ہو گئی ہیں، مجھے کچن بھی دیکھنا ہے پھر معارج کو فون کرتی ہوں، یہ ہے کدھر"۔ وہ جلدی جلدی باہر آ گئی۔ معارج ٹی وی لگائے بیٹھا تھا، اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ کب آیا، ایک چابی گیٹ کی اس کے پاس بھی ہوتی تھی، وہ خود بھی کھول کر آ جاتا تھا۔

"اخاہ...... میرا بھائی تو آج جلدی گھر آ گیا"۔

"آپی! جلدی سے چائے بنا دیں سر میں درد ہو رہا ہے"۔ صوفے پر نیم دراز تھا۔

"آج کوچنگ نہیں جانا؟" اس نے لاؤنج میں آ کر پوچھا۔

"آج سر میں درد ہے نہیں جاؤں گا"۔

"میں تمہارے سر میں تیل کی مالش بھی کر دوں گی کیونکہ کافی دنوں سے تم نے تیل بھی نہیں لگوایا ہے"۔ اس نے معارج کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ کچن میں چلی گئی، رات کے کھانے کی بھی تیاری کرنی تھی۔ سیمرا بیگم کو لگتا تھا پارلر سے ابھی فراغت نہیں ملی تھی جو سات بجنے کے باوجود بھی ابھی تک نہیں آئی تھیں، جواد احمد کا اکثر آفس کے بعد دادی جان کی طرف آنا جانا لگا ہوا تھا، کبھی کبھی معارج بھی چلا جاتا تھا، وہ ابھی تک نہیں گئی تھی پھر کچھ طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی، ندرت اور یمنیٰ تو اسے دیکھنے آ چکی تھیں، بڑی امی، تائی امی نے فون پر اس کی خیریت پوچھی تھی، اور اگر نہیں پوچھی تو

محریب نے نہیں پوچھی کتنا اس کا انتظار تھا، پھر اس دن کی باتیں بھی اسے نہیں بھول رہی تھیں جب گھر آیا تھا کتنا روکھا اور اکھڑا لگ رہا تھا، جھڑک کر گیا تھا۔

............☆☆☆............

اس نے آج آفس کی چھٹی کی تھی کیونکہ کچھ خریداری کرنی تھی جو اس کی اور حکمت کی رہ گئی تھی، تہذیب مبینہ کو لے کر بازار جا رہی تھی، منتہیٰ، حکمت اور حمزہ گھر میں ہی تھے۔ دونوں لان میں آئی تھیں اس نے دیکھا فائق اور مائز روش پر کھڑے باتیں کر رہے تھے فائق کی نگاہ بھنک کے دھانی کلر کے کپڑوں میں ملبوس تہذیب پر پڑ گئی مگر مائز کی وجہ سے جھٹ نگاہوں کا زاویہ بدل گیا، مائز بھی نظر کا کافی تیز تھا وہ تو باقاعدہ ان دونوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ارے بھئی کہاں کی تیاری ہے؟" مائز نے مسکرا کے پوچھا۔ تہذیب جھینپ سی گئی فائق پر اس نے پھر بھی نگاہ نہیں ڈالی جو بلیک پینٹ پر گرے شرٹ میں آستینوں کو فولڈ کیے آئی گلاسز میں ہمیشہ کی طرح ڈیشنگ اور سوبر لگ رہا تھا۔

"وہ بازار سے کچھ لینا ہے ان لڑکیوں کو آج تہذیب نے چھٹی کی ہے نا"۔ مبینہ تو سادگی سے سب کچھ ہی بیان کر دیتی تھیں۔

"آنٹی! پھر کیسے جائیں گی؟" مائز نے پوچھا اور اس وقت اس کی پوری کوشش تھی کہ فائق کو ان کے ساتھ پھنسا دے پھر اسے پتہ نہیں کیوں فائق اور تہذیب میں ایسا کچھ لگ رہا تھا کہ جیسے دونوں ہی چھپا رہے ہوں، وہ دونوں کو رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتا تھا۔

"رکشے سے جائیں گے"۔ تہذیب جھٹ بولی کیونکہ اگر بس کا نام لیتی تو ضرور زبردستی گاڑی میں چھوڑنے کا کہتا اور وہ اپنی وجہ سے مزید انہیں تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی۔

"اتفاق سے ہم دونوں بھی جا رہے تھے آپ کو کون سے بازار جانا ہے؟"

"مائز! میں ابھی نہیں دیر سے جاؤں گا"۔ فائق نے تو جھٹ انکار کیا۔ تہذیب کو اس کا انکار ایسا لگا کہ جیسے وہ کوئی موذی چیز ہو جس سے فائق بچ رہا ہو۔

"جانے یہ انسان اتنا مغرور اور بد دماغ کیوں ہے"۔ وہ جل کے سوچنے لگی۔

"یار! ابھی تو کہہ رہے تھے اچھا ہم بھی ہو آتے ہیں جلدی آ جائیں گے"۔ مائز گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کے تہذیب اور مبینہ کو بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگا۔

"یار! میں ابھی یونیورسٹی سے آیا ہوں، نہایا بھی نہیں ہوں"۔ فائق کو مائز کے بولنے پر غصہ آنے لگا۔

"ارے بیٹا! رہنے دو ہم خود چلے جائیں گے"۔ مبینہ نے خود ہی منع کر دیا اور تہذیب کا بازو پکڑ کے مین گیٹ کی سمت بڑھ گئیں۔

"آنٹی! رکیے تو میں لے چلتا ہوں"۔ مائز کو شرمندگی بھی ہوئی۔ فائق بھی شرمندہ ہو گیا، گویا انہوں نے اس کی ناگواری محسوس کی تھی، وہ تو محض تہذیب کی وجہ سے منع کر رہا تھا کہ مائز کو باتیں کرنے کا موقع مل جائے گا، مائز نے زبردستی دونوں کو گاڑی میں بٹھایا اور خود لے کر چلا گیا۔ فائق کے دل پر ایک بوجھ سا آ گیا کیونکہ مبینہ آنٹی پتہ نہیں کیا سوچ رہی ہوں گی اور تہذیب اس کے چہرے سے بھی لگ رہا تھا بُرا لگا ہے اُسے۔ پورا دن وہ بے مزا سا پھرتا رہا، وہ اتنا ال مینرڈ تو بھی نہ تھا، پھر کیوں وہ تہذیب کو سب کے سامنے دیکھ کر روڈ اور اکھڑ بن جاتا تھا جب بھی وہ تنہائی میں ملی تھی اس نے معنی خیز اور شوخ گفتگو سے اسے تنگ کیا تھا، وہ آہستہ آہستہ اس کے دل میں جگہ بناتی جا رہی تھی، پہلے وہ خود کو بے مصرف سمجھتا تھا مگر آج اس لڑکی سے ہمدردی کے ساتھ اپنائیت اور محبت کا جذبہ بھی پروان چڑھ رہا تھا،

کتنی ہی بار وہ خود کو ڈانٹ چکا تھا، محبت کی نفی کرنے والا آج محبت کی چاندنی میں خود کو بھیگتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

اسے خبر تھی محبت کا موسم اس کے دل و دماغ پر کبھی چھا ہی نہیں سکتا، وہ کبھی بھی راتوں کو بے کل ہو ہی نہیں سکتا مگر آج دل کے جذبات اسے شکست دیتے ہوئے لگ رہے تھے، وہ اکثر اپنی اس بدلتی ہوئی کیفیت پر جھنجلایا بھی تھا کیونکہ مائز اس کا کتنا ریکارڈ لگائے گا اس نے کہا بھی تھا۔

"مجھے تو انتظار ہے تجھے بھی کسی سے محبت ہو جائے"۔

فائق اپنی سوچوں پر اپنے الفاظ پر شرمندہ بھی تھا کل تک دعوے کرتا تھا اور آج وہ ہار گیا، محبت کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے، وہ بھی اس سفر پر چل نکلا تھا مگر اسے یہ نہیں پتہ تھا کہ اسے منزل ملے گی بھی یا نہیں اور وہ لڑکی جسے اس نے زچ ہی کیا تھا اپنے لیے اس کی آنکھوں میں بہت کچھ دیکھا تھا وہ تو اس کی اول روز سے آنکھیں پڑھ رہا تھا اور اسے یک گونا سکون بھی حاصل تھا کہ وہ بھی اس کے لیے نرم جذبات رکھتی ہے مگر کبھی بھی اس کے انداز سے اظہار نہیں دیکھا اور اس نے بھی تو کبھی اظہار کی یا پسندیدگی کی ذرا بھی جھلک نہ دکھائی تھی، شام تک وہ اپنے کمرے میں بند رہا تھا۔ اس کا تعلیم کا آخری سال تھا، اس کے بعد تو اسے بھی بزنس اور آفس میں لگ جانا تھا۔ وہ شام چھ بجے سو کر اٹھا تو گھر میں ایک شور سا سنائی دیا، وہ کمرے سے باہر آیا، ریلنگ پر دونوں ہاتھ جمائے اور نیچے ہونے والے شور کو حیرانگی سے دیکھ رہا تھا، مبینہ رو رہی تھیں، گھر کے افراد بھی سارے جمع تھے دھڑ دھڑ تین چار سیڑھیاں پھلانگ کے نیچے آیا۔

"آنٹی! کیا ہوا؟" وہ گھبرا بھی گیا جبکہ شام میں اس نے کوئی اچھا رویہ تو ان کے ساتھ نہیں رکھا تھا۔

"تہذیب جانے نہیں کہاں بازار میں رہ گئی، مبینہ ڈھونڈ ڈھونڈ کے تھک گئی تو گھر آ گئیں"۔ نزہت بیگم نے بتایا۔ فائق چونک گیا کیونکہ فاطمہ والا کیس ابھی کلیئر ہی کب ہوا تھا، اس کا شوہر بھی تو دھمکیاں دیتا رہتا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔

"کون سے بازار گئی تھیں؟" فکر مند اور بے چین ہو گیا۔

"حیدری گئی تھیں"۔ یمنیٰ نے بتایا۔ مائز بھی ابھی تک گھر نہیں آیا تھا، ایک گاڑی تو مائز لے کر گیا ہوا تھا دوسری میں وہ نکلا کیونکہ دو گاڑیاں گھر میں رہتی تھیں، محریب کی الگ تھی، تایا ابو اور ابو آفس کی گاڑی میں آفس جاتے تھے۔ وہ پریشان سا ڈرائیو کر رہا تھا، کسی سے کچھ نہیں پوچھا تھا کہ کہاں سے کھوئی، کیا ہوا تھا، حیدری کے روڈ پر آیا اور پارکنگ ایریا میں گاڑی پارک کر دی مگر ابھی وہ پارکنگ ایریا سے کیبن بنے حصے میں آیا ہی تھا کہ اس نے نگاہ اٹھائی، وہ ڈبل روڈ کراس کر رہی تھی، وہ پیچھے سے ایسے دوڑا کہ جیسے وہ گم ہی نہ ہو جائے۔

"کہاں تھیں تم؟" وہ اس تک پہنچ چکا تھا۔ تہذیب نے حیرت سے اسے دیکھا جو گرے قمیض شلوار میں ملبوس اپنی سوبر شخصیت کے ساتھ اتنا فکر مند نظر آ رہا تھا جو آج سے پہلے شاید کبھی نظر نہیں آیا تھا۔

"آ...... آپ......"

"کہاں چلی گئی تھیں تم، پتا ہے مبینہ آنٹی کتنی فکر مند ہیں"۔

"امی گھر پہنچ گئی ہیں؟" من کے سکون سا دل کو آیا مگر تائید کے لیے دوبارہ گویا ہوئی۔

"جی پہنچ گئی ہیں، چلو گھر سارے گھر والے پریشان بیٹھے ہیں"۔ وہ تیز تیز قدم بڑھا رہا تھا اور وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی فائق نے فرنٹ ڈور کھولا، وہ اندر بیٹھ گئی حیران سی۔

"آنٹی کو چھوڑ کر کدھر چلی گئی تھیں؟" درشت اور سخت لہجے میں وہ پوچھ رہا تھا۔

"میں نے ایک سوٹ خریدا تھا وہ دکان پر رہ گیا تھا، امی سے کہہ کر بھی گئی تھی کہ آپ جایئے گا نہیں میں سوٹ لے کر آئی تو امی کو میں نے جہاں کھڑا کیا تھا وہاں تھیں ہی نہیں"۔ وہ آہستہ آہستہ اسے بتا رہی تھی اور وہ سامنے دیکھ کر

گاڑی بڑی مستعدی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

''میں سمجھا کہ آج خدانخواستہ فاطمہ کے مسیٹڈ نے تو کچھ......'' بولتے بولتے وہ رک گیا' تہذیب نے چونک کر سر اٹھایا یعنی وہ ابھی کچھ بھی نہیں بھولا تھا' کتنی دلچسپی لے رہا تھا یہ شخص اس کی ذات میں مگر چہرہ اتنا سپاٹ اور طنزیہ کیوں لگتا تھا' کبھی تو اس پر خوش گمانیوں کے بادل چھانے لگتے اور وہ خود کو ایسی پھوار میں بھیگتا ہوا محسوس کرتی کہ جیسے وہ فائق احمد کے جذبوں کو جان گئی ہو مگر وہ پل میں ایسے رنگ بدلتا تھا کہ وہ اپنا دل مسوس کر رہ جاتی تھی' کیا وہ کسی کے لیے چاہے جانے کے قابل نہیں؟ کیا حسن ہی اس دنیا کے لوگوں کا معیار ہے؟ کیا اس کے اندر کے باطن کو کوئی نہیں جانتا کہ کتنا اُجلا' صاف اور سادہ ہے؟ کیا اسے خواہشات کرنے کا حق حاصل نہیں ہے؟ کیا امیروں کے نصیب میں ہی سب لکھا ہوا ہے؟ کیا غریبوں کے نصیب میں امیروں کے خواب دیکھنا ممنوع ہے؟

''تم یہ جاب چھوڑ کیوں نہیں دیتی ہو''۔ اس کی سوچوں کو گمبیر آواز نے یکلخت ہی بکھیرا اور وہ حواس میں آ گئی۔

''جی''۔

''کہاں کھو گئی تھیں؟'' اس نے سگنل پر گاڑی روک کے اس کے پریشان کن چہرے کو دیکھا جو ہونقوں کی طرح اسے وارفتگی سے دیکھ رہی تھی۔

''لگتا ہے آج تم کچھ حواسوں میں نہیں ہو' کیا اپنے حواس بھی کسی شاپ پر بھول کے آ گئی ہو''۔ معنی خیزی سے کہتے ہوئے فائق نے مسکرا دیا۔

''جی...... نن...... نہیں تو''۔ فوراً ہی نگاہ پھیر لی اور سامنے اسکرین سے روڈ پر جانے والی دوڑتی بھاگتی گاڑیوں کو دیکھنے لگی۔

''پھر میں نے جو کہا کچھ سنا تم نے''۔ سگنل کھلتے ہی اس نے گاڑی آگے بڑھائی تھی۔

''سنا''۔ اتنا ہی بولی۔

''جاب چھوڑ دو''۔

''سوری میں جاب بالکل نہیں چھوڑوں گی کیونکہ جاب میری ضرورت ہے''۔ قطعی لہجے میں ہمیشہ کی طرح جواب دیا۔

''نقصان میں پڑو گی' دیکھو تم کوئی اور جاب کر لو یہ ٹھیک نہیں ہے''۔ فائق جب بھی ملتا یہی کہتا کیونکہ وہ اس کے لیے نرم جذبات رکھتا تھا۔

''زندگی میں جو لوگ شامل ہیں ان کی کچھ تو پرواہ کرو''۔

''میں اپنی زندگی میں شامل لوگوں کی پرواہ ہی کر رہی ہوں' جاب میری ضرورت ہے اور مجھے اپنے لوگوں کی فکر بھی بہت ہے''۔ کٹیلا انداز اور روکھا ہو گیا۔ فائق لب بھینچ کے رہ گیا' وہ اسے کیسے کہے کہ مان جائے۔ اظہار کا وہ ابھی قائل نہیں تھا اور اس کا ایسا ارادہ بھی نہیں تھا جب تک اپنے پیروں پر مکمل طور پر کھڑا نہیں ہو جاتا اس وقت تک اپنی خواہش زبان پر لانا نہیں چاہتا تھا۔

''انتہا سے زیادہ بے وقوف اور سر پھری لڑکی ہو' سیدھی طرح تمہیں کوئی بات سمجھ ہی نہیں آتی ہے''۔ وہ بھنا گیا۔ گھر قریب آنے والا تھا' تہذیب نے فہمائشی اور تنقیدی نگاہوں سے اس کا انداز دیکھا۔

''زیادہ خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا' میں صرف اس لیے خیال کر رہا ہوں کہ آج میں نے مبینہ آنٹی کو بہت فکرمند دیکھا ہے''۔ اس نے جھٹ کہا کیونکہ ابھی تو وہ اسے کسی بھی خوش کن خیال میں مبتلا نہیں ہونے دینا چاہتا

تھا۔ کچھ جذبوں کا اظہار کرنے کے لیے وقت بھی درکار ہوتا ہے اور وہ اس وقت ہی ان جذبوں کو الفاظ میں ڈھالے گا جب وہ اس کے پاس ہو گی۔

☆☆☆

وہ ٹیوشن پڑھانے جانے کے لیے تیار بیٹھی تھی کیونکہ صبح ہی تو حمود نے اسے حکم دیا تھا کہ پانچ بجے وہ خود لینے آئے گا مگر جب سے تہذیب کی گمشدگی کا پتہ چلا تھا اس کا دل ہی نہیں کر رہا تھا' پانچ بھی بج چکے تھے' حمود کسی بھی وقت آنے والا تھا وہ صحن میں ٹہل رہی تھی اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی وہ چونک گئی۔

''منتہیٰ باجی! لگتا ہے حمود بھائی آ گئے ہیں' گاڑی کے ہارن کی آواز آئی ہے''۔ حکمت اندر کمرے سے نکل آئی اور گیٹ بھی کھول دیا۔ تہذیب اور مبینہ اندر چلی آئی تھیں دونوں کو ساتھ دیکھ کر منتہیٰ کی جان میں جان آئی تھی۔

''کہاں رہ گئیں تھیں؟'' حکمت نے فوراً پوچھا۔

''ارے بس ذرا سا مڑ کے دوسری دکان سے اپنا سوٹ لینے گئی تھی وہ وہیں چھوڑ آئی تھی' امی آگے چل پڑیں''۔ تہذیب نے شاپرز حکمت کو دیے۔

''میری تو حالت ہی خراب ہو رہی تھی' بھلا ہو اس بچے کا' فائق ہی لے کے آیا ہے اسے''۔ مبینہ نے چادر اتار کے منتہیٰ کو دی جو تہہ کر کے اندر کمرے میں رکھ آئی تھی۔

''منتہیٰ باجی! اب میں امی کو لے کر نہیں جاؤں گی آپ کو لے کر جاؤں گی' امی تو خود بھی گھبراتی ہیں اور دوسروں کو بھی گھبرا دیتی ہیں''۔ تہذیب نے کہا۔ حکمت دونوں کے لیے پانی لے آئی تھی' منتہیٰ کافی پریشان سی ان دونوں کے سامنے تھی اسکائی بلیو پلین سوٹ پر نفیس سی ریشم کی کڑھائی تھی جو حمود نے ہی دلایا تھا اسی کو زیب تن کیا تھا۔

''حمود آیا نہیں ابھی تک''۔ مبینہ نے حیرانگی سے پوچھا۔

''کہہ تو رہے تھے پانچ سوا پانچ تک آؤں گا' ابھی تک تو نہیں آئے''۔ وہ فکرمندی سے بولی۔

''تم مجھے پریشان سی لگ رہی ہو''۔

''خالہ جان! مجھے جاتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے' اگر ان کے بابا کو ذرا بھی شک ہو گیا تو وہ تو ان کی شامت لے آئیں گے''۔

''ارے یہ مسئلہ حمود کا ہے تم اتنا کاہے کو پریشانی لیتی ہو حمود سمجھدار ہے کچھ سوچ سمجھ کے ہی تمہیں لے جا رہا ہے وہ''۔

''کسی کو وہ سب تو نہیں پتہ ہے نا''۔ وہ منمنائی۔

''ایک دن پتہ تو چلنا ہی ہے اور یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے''۔ وہ اسے سمجھاتی رہتی تھیں۔ تہذیب تو حکمت کو سوٹ دکھانے میں مگن تھی۔

''جہاں جاتی ہوں میں مسئلے ہی پیدا ہو جاتے ہیں میں ایسا تو نہیں چاہ رہی ہوں کیوں وہ اپنی زندگی کو مشکل بنا رہے ہیں''۔ اسے سب سے زیادہ یہی فکر تھی کہ اگر حمود سالار کے والد کو پتہ چل گیا کہ یہ ان کے بیٹے کی منکوحہ ہے وہ تو ہاتھ پکڑ کے باہر کا رستہ دکھا دیں گے۔

''زندگی اس کی بھی ہے اور وہ کچھ سوچ سمجھ کے ہی تمہیں گھر لے جا رہا ہے' تم اوپر والے پر شاکر رہو' دیکھنا ایک دن تمہیں وہ تمہاری منزل دے گا''۔ انہوں نے منتہیٰ کو اپنے شانے سے لگا لیا۔ ماں کو تو وہ چھوڑ آئی تھی انہی میں وہ اپنی ماں کا لمس محسوس کرتی تھی' راتوں کو اٹھ کر بیٹھ جاتی تھی کیونکہ اپنی ماں جو یاد آتی تھی' مڑ کے واپس بھی نہیں جا سکتی تھی۔ جانے کب تک وہ خاردار راستوں پر خود کو بچاتی چلتی رہے گی کب تک وہ اندھیروں میں رہے گی جانے کب

روشنی اس کا مقدر بنے گی کہ وہ بھی اس روشنی میں موجود لمحوں کو محسوس کرے جو آج اس کا سب کچھ بن گیا کب وہ اس کے پاس استحقاق سے جاسکے گی۔

حمود کی جذبے لٹاتی نگاہیں' الفاظ' انداز سب اس کے لیے ہوتا اور وہ اسے ابھی تک کچھ نہیں دے پائی تھی' شروع سے اس کے لیے مسئلے ہی کھڑے کیے تھے جانے کب وہ ان مسئلوں سے نکلے گا' کل تک اس پر غصہ کرنے والا اسے بے نقط سنانے والا آج شدت سے اس کا تمنائی تھا حتی کہ اپنے گھر تک لے جانے کے لیے وہ جان پر کھیل رہا تھا' وہ تجاہب کر رہا تھا اور وہ کبھی بھی تو اس کے ساتھ نہیں تھی' ذرا بھی تو اس کے جذبوں کی قدر نہیں کر رہی تھی اور نہ ہی اسے اس کی پروا تھی۔

کیا وہ اس کے لیے اتنی اہم ہو چکی تھی کہ اس نے اپنی روایات سے اپنے باپ سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا تھا اور وہ کیا ایسا چاہ سکتی تھی کہ ایک بیٹے کو اپنی خاطر اس کے گھر سے ماں باپ سے جدا کر دے' اتنی تو سنگدل وہ کبھی نہیں رہی تھی۔

............☆☆☆............

"میں آج پھر تم سے پوچھ رہی ہوں محریب' تمہیں کوئی ٹینشن ہے؟" وہ تو ماں تھیں اولاد کے چہرے سے اندازہ لگانے والی تھیں۔ محریب بیڈ پر نیم دراز دایاں بازو ماتھے پر رکھے ہوئے آنکھیں بند کیے لیٹا تھا' وہ تو اپنی کوئی بات بھی ان سے یا کسی سے بھی شیئر نہیں کرتا تھا' کافی دنوں سے احد کی طرف بھی چکر نہیں لگایا تھا اور نہ ہی احد آیا تھا۔

"جی امی!" وہ بازو ہٹا کے حیرانگی سے ان کے پُرفکر چہرے کو استفہامیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"میں دیکھ رہی ہوں تم اُلجھے اُلجھے سے نظر آتے ہو، نہ اب دوپہر میں گھر آتے ہو کھانے کے لیے۔"

"آپ کو پتہ ہے نا کتنی بڑی ذمہ داری میرے کندھوں پر ہے اب آپ خود دیکھیے دس دن بھی نہیں رہے ہیں مائز کی شادی میں"۔ وہ بشاشت ظاہر کر کے اٹھ کے بیٹھا۔

"یہ تو مجھے بھی خبر ہے مگر نہ جانے کیوں مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرا بیٹا ایسا کچھ سوچ رہا ہے جو مجھے بھی نہیں بتا رہا ہے"۔

"امی! آپ کیا سوچ پال کے بیٹھ گئی ہیں میں ایسا کچھ نہیں سوچ رہا"۔ وہ مسکرایا۔

"میں نے کچھ سوچ کے ایک فیصلہ کیا ہے"۔ وہ قدرے توقف کر کے بولیں۔

"کیسا فیصلہ؟" اس نے اچنبھے سے استفہامیہ انداز میں سوال کیا۔

"یہی کہ جس دن مائز کا ولیمہ ہوگا اس دن تمہارا اور عنائیہ کا نکاح کر دیتے ہیں"۔

"جی نکاح......" وہ تو گھبرا کے اُچھل ہی گیا۔

"امی! ایسا کچھ آپ نہیں سوچیے اور میں اس کے لیے تیار بھی نہیں ہوں"۔

"کیوں میرے بیٹے کی کوئی ایک تو خوشی میں دیکھ لوں' میرا حق نہیں بنتا"۔ وہ روہانسی ہو گئیں۔

"آپ ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں آپ انشاء اللہ تعالیٰ میری بھی ساری خوشیاں دیکھیں گی اور میرے بچوں کی بھی دیکھیں گی"۔ اس نے اپنی ماں کو اپنے شانے سے لگا کے نرم سی آواز میں انہیں اطمینان دلایا۔

"مجھے حالات بگڑتے ہوئے لگ رہے ہیں"۔

"کوئی حالات نہیں بگڑے"۔ اس نے ان کے ہاتھ تھامے۔

"محریب! جانے کیوں مجھے ایسا لگتا ہے کہ تو اُکتانے لگا ہے کچھ بے زار رہنے لگا ہے"۔

"آپ یہ سمجھ رہی ہیں کہ میری شادی نہیں ہو رہی ہے تو میں اس لیے اُکتایا ہوا اور بے زار رہنے لگا ہوں"۔ وہ ان کے ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں دبائے مسکرا کے بولا۔

"مجھے ایسا ہی لگتا ہے کیونکہ پہلے تو کتنا خوش رہتا تھا' اپنی دادی جان کے پاس بھی گھنٹوں بیٹھتا تھا اور اب تو سلام

دعا اور خیریت سے زیادہ ان کے پاس بیٹھتا نہیں ہے"۔

"صرف اس لیے کہ وہ جب بھی مجھے دیکھتی ہیں رونے لگتی ہیں' عنائیہ کا بار بار ذکر کرتی ہیں اور مجھ سے ان کا رونا نہیں دیکھا جاتا' پھر امی! مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے میں کمزور پڑ رہا ہوں ان کے آنسو مجھے دکھ دیتے ہیں' سمیرا چچی کی وجہ سے وہ شروع سے روتی رہی ہیں اور اب عنائیہ کی وجہ سے"۔ وہ بولتے بولتے اتنا سنجیدہ اور غمگین سا ہو گیا کہ نزہت لب کچلنے لگی تھیں۔ ان کا تو بس نہیں چل رہا تھا اپنے بیٹے کو ہر خوشی دے دیں مگر صرف حسرت بھری مغموم نگاہ ڈال کے اس کے رخسار پر ہاتھ رکھا۔

"میں صرف اسی وجہ سے چاہ رہی ہوں کہ تمہارا نکاح ہی کر دیتے ہیں"۔

"میری ماں واقعی بہت ہی بھولی اور حساس دل کی ہے' ارے امی! جب میں نہیں ایسا سوچ رہا تو آپ کیوں سوچتی ہیں' جس کام کو جس وقت ہونا ہے ہو کر رہے گا"۔ اس نے نگاہ چرائی۔

"جانے کیوں مجھے وسوسے تنگ کر رہے ہیں"۔

"میری طرف سے کر رہے ہیں کہ میں کہیں انکار نہ کر دوں"۔ وہ جیسے ان کی سوچ جان گیا تھا۔

"مجھے تو رونا اس بات پر آتا ہے کہ میرا ایسا نرم مزاج کا بیٹا اس کی زندگی میں ہی اتنی پریشانیاں کیوں آ رہی ہیں' مجھ سے کہاں غلطی ہوئی ہے جو میرے بچے کو اس کی سزا مل رہی ہے"۔ وہ رونے لگیں' محریب سر پکڑ کر بیٹھ گیا کیونکہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا انہیں تسلی کے کون سے الفاظ بولے کہ وہ اطمینان سے ہو جائیں۔

"کوئی غلطی نہیں کی ہے آپ نے' آزمائش ہے ہم سب کے لیے' کیا پتہ اللہ تعالیٰ نے کوئی مصلحت رکھی ہو' میرا چچی ہم سب سے صلح کر لیں"۔ محریب کے لہجے میں یقین بھی اور دعا بھی تھی۔

"ادھر وہ بچی پریشان ہے"۔

"کون بچی؟" محریب انجان بنا۔

"میں عنائیہ کی بات کر رہی ہوں"۔ وہ کھسیا کر جھنجلا کر گویا ہوئیں۔

"امی! اب وہ اتنی بھی بچی نہیں ہے"۔ اس نے بات مذاق میں اڑا کے ماحول کی افسردگی کو دور کرنا چاہا۔

"میرے لیے تو بچی ہی ہے"۔

"خیر اب آپ یہ موضوع بند کر دیں' سچ امی! میں اُکتا گیا ہوں"۔ وہ کھسیائی ہوئی صورت بنا کے منمنایا۔

"میں تو جب بھی عنائیہ کو اور تمہیں دیکھتی ہوں میرا دل پریشان ہو جاتا ہے"۔

"آپ صرف دعا کرتی رہیے انشاء اللہ تعالیٰ وہی ہوگا جو ہم سب کے لیے بہتر ہوگا' یہ آپ ہی کہتی ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔ وہ انہیں سمجھانے کے ساتھ اطمینان دلانے لگا۔

"کتنی میری خواہش تھی' کیا کیا سوچ کے رکھا تھا کہ تو امریکہ سے واپس آئے گا تو تیری شادی کروں گی"۔ آنچل سے آنسو صاف کرنے لگیں۔

"اوپر والے پر یقین رکھیے' آپ کی ساری خواہشات وہ پوری کرے گا"۔

"اُس کا ہی تو آسرا ہے' دل کو پھر سکون آ جاتا ہے"۔ وہ کھڑی ہو گئیں۔

"آج آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ کبھی بھی میری وجہ سے اتنا افسردہ نہیں ہوں گی اور نہ یہ بولیں گی کہ محریب تیری شادی ہوتی پہلے"۔

"ویسے ہونا تو یہی تھا' یہ مائز بیچ میں آ گیا"۔ وہ بولیں۔

"مائر بھی آپ کا بیٹا ہے اگر اس نے سن لیا تو آپ جانتی ہیں دماغ اس کا الٹا ہوتے دیر نہیں لگتی ہے"۔ وہ آہستگی سے گویا ہوا۔

"میرا وہ بچہ بھی خوامخواہ ابھی سے ذمہ داریوں میں پڑ جائے گا"۔ انہیں یہ بھی احساس بار بار مار رہا تھا۔

"آپ مجھے یہ بتایئے دشا آپ کو اچھی نہیں لگتی کیا؟"

"ارے دشا اور عنایہ تو میری بچیاں ہیں' میں نے تو شروع سے یہی سوچا تھا کہ عنایہ کے بعد دشہ کو بھی میں اپنے مائر کے لیے جواد سے مانگ لوں گی مگر مجھے کیا پتہ تھا یہ سب اتنی جلدی اچانک سے ہوگا"۔

"یہ سب اوپر والے نے ایسے ہی لکھا تھا' ہمیں راضی برضا رہنا ہے کیونکہ ایک خواہش تو آپ کی پوری ہو رہی ہے' دوسری بھی پوری ہو جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ"۔ مدبرانہ انداز میں بولتا ہوا نزہت کو حیرت و استعجاب میں مبتلا کر گیا' کتنا سوبر تھا وہ اور نرم دل کا بھی' ہر ایک کا درد سمجھنے والا۔ انہوں نے دل کی گہرائیوں سے اسے دعا دی۔

"آج سے رونا دھونا بند"۔ وہ مسکرایا۔

"میرا بچہ"۔ انہوں نے اس کا ماتھا چوم لیا۔

"امی! آپ کا بچہ اب خاصا بڑا ہو چکا ہے' اس چھوٹے بچے کی طرف بھی نگاہ کر لیں"۔ مائر کی شوخ سی آواز پر دونوں ہی چونک گئے۔

"تمہیں ضرور خبر ہو جاتی ہے"۔

"وہ تو میں اپنی ماں کی خوشبو سونگھ کے چلا آیا ہوں"۔ مائر نے جانچتی اور تفتیشی نگاہوں سے جائزہ لینا شروع کر دیا۔

"کیا دیکھ رہا ہے؟" نزہت پھر بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

"یہ دیکھ رہا ہوں کہ میری ماں کی آنکھوں میں سیلاب آیا تھا"۔ مائر نے شوخی و شرارت سے ان کی آنکھوں میں جھانکا۔

"فضول مت ہانکا کرو"۔ انہوں نے مائر کے ٹھونکا لگایا۔

"بھائی جان! مجھے جلدی بتایئے میری ماں کی آنکھوں میں سیلاب کیسے آیا؟" اس نے مسکرا کے تائید چاہی۔

"مجھے اپنے دونوں بچے ہی عزیز ہیں' اگر ایک اداس ہوگا تو میری آنکھوں میں آنسو تو آئیں گے ہی"۔

"ضرور بھابو کو یاد کیا جا رہا ہوگا"۔ وہ محریب کو چھیڑنے لگا۔

"تمہاری بھابو کے علاوہ بھی کچھ اور یاد کیا جا سکتا ہے"۔ محریب کی نگاہ موبائل پر پڑی' کال آ رہی تھی۔

"یونیورسٹی سے تو کب آیا؟" نزہت نے اس سے پوچھا۔

"کچھ دیر پہلے' سب جگہ آپ کو دیکھا پھر یمنی نے بتایا کہ آپ کو بھائی جان کے روم کی طرف جاتے دیکھا تھا"۔ وہ دونوں ہی کمرے سے نکل گئے۔

محریب موبائل پر بات کرنے لگا تھا' وہ آج شام میں ہی گھر آ گیا تھا کیونکہ اسے تھکن سی ہونے لگی تھی' سوچا تھا کہ کچھ دیر آرام کرے گا تو فریش ہو جائے گا' نزہت پھر اس کے کمرے میں چلی آئیں تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

............☆☆☆............

جب یہ سوچنا شروع کیا جاتا ہے کہ کوئی مشکل نہیں ہے نہ ہی کوئی پریشانی مگر دل میں ایک دم ہی عجیب بے چینی ہو جاتی ہے' وسوسے دل کو ڈراتے ہیں' کہیں کچھ ایسا نہ ہو جائے کہ جو خوشیاں اس کے قریب آنے والی ہیں وہ ایک دم سے غائب نہ ہو جائیں' دوسروں کو تسلیاں دیتی تھی اطمینان دلاتی تھی مگر خود اندر سے کتنی ٹوٹی اور بکھری ہوئی تھی اس کے دل کی حالت عجیب تھی۔

اپنی بہن کی ساری تیاریاں اس نے خود کی تھیں اور دل سے ہمیشہ خوش رہنے کی دعائیں بھی دے رہی تھی مگر اپنے لیے اس نے ابھی تک کچھ نہیں مانگا تھا۔ جس سے دل کا رشتہ جڑا تھا اور سب لوگوں نے اپنی رضامندی سے منسوب بھی کر دیا تھا مگر اسے یہ ڈر جانے کیوں ایسی لگ رہی تھی کہ کمزور پڑ رہی ہو کیونکہ جس سے دل کا رشتہ باندھا تھا وہ اس رشتے کی اہمیت کو شاید سمجھ نہیں رہا تھا یا پھر نظرانداز کر رہا تھا۔

"کاش محریب! میں آپ کو اطمینان دلاتی کہ عنایہ نے صرف بچپن سے جو ایک نام اپنے نام کے ساتھ سنا ہے اس شخص سے دل و دماغ کا رشتہ باندھ لیا ہے' میری سوچوں میں صرف محریب احمد تمہارا گزر ہے"۔ آنکھوں سے دو موتی پھسل کر اس کے رخساروں کو بھگونے لگے۔ رات کی تنہائی میں اکثر وہ روتی' دشہ تک سے چھپائے ہوئے تھی کہ وہ اندر سے بکھر چکی ہے' اب تو صرف خالی وجود ہی بچا ہے کیونکہ محریب احمد نے اپنے سرد رویے سے اس وجود کو خالی ہی کر دیا تھا۔ دل اس سے دستبردار ہونے کو کسی طور راضی نہیں تھا۔

"محریب احمد! چاہے تم مجھے اگنور کرتے رہو مگر تمہیں میں کبھی نہیں کروں گی' مجھے تمہاری زندگی میں جانا ہے"۔ بیک کراؤن سے ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ دشہ کا ایک پیپر رہ گیا تھا آج وہ جلدی سو گئی تھی اور وہ خود عشاء کی نماز پڑھ کے ابھی تک جاگ رہی تھی' سمیرا بیگم کو تو جیسے کسی کام سے کوئی دلچسپی ہی نہ تھی' جواد احمد نے پل پل کی خبر رکھی ہوئی تھی۔

وہ بیڈ سے اتری اور سامنے کیبنٹ کے پاس چلی گئی' بیچ کی دراز کھول کے محریب کی تصویر نکالی جو ریان کی سالگرہ پر کھینچی گئی تھی' شامین نے اسے دے دی تھی۔

"تم اپنے پاس رکھو جب دل چاہے نکال کے دیکھتی رہنا' محریب بھائی لگ کتنے ڈیسنٹ رہے ہیں"۔ شامین کا شوخ سا جملہ سماعتوں سے ٹکرایا تو وہ بغور تصویر کو دیکھتی رہی۔

"مجھ میں تو اتنی بھی ہمت نہیں ہے کہ آپ کو ایک پل بھی بغور دیکھوں' نجانے کیوں ایسا لگتا ہے کہ میں اگر آپ کے سامنے رہی تو ضرور بکھر جاؤں گی"۔ جلدی سے تصویر واپس اس نے اندر رکھ دی کہ اگر دشہ کی آنکھ کھل گئی تو اسے الگ شرم محسوس ہوگی۔

"میں بھی دیکھتی ہوں آپ مجھ سے کب تک اس طرح روٹھے رہیں گے' مجھے یقین ہے اور اللہ پر بھی شاکر ہوں آپ خود میری طرف آئیں گے"۔ وہ خود سے ہمکلام ہوئی۔

دشہ کی مایوں میں زیادہ دن تو نہیں تھے' وقت رک ہی نہیں رہا تھا' پر لگا کر ایسے بھاگ رہا تھا کہ وہ خود حیران تھی' ساری ہی تیاریاں اس نے کر لی تھیں۔ ثمینہ الگ تیاریوں میں لگی تھیں' فلیٹ کی صفائی وغیرہ انہوں نے کروائی تھی کیونکہ بڑے ماما اور نانی جان جو آنے والے تھے' ماما ہمیشہ اپنے فلیٹ پر ہی رکتے تھے' ثمینہ آج کل مصروف تھیں تو عنایہ کی بات چیت صرف فون تک ہی محدود تھی یا پھر معارج چکر لگا آتا تھا۔

وہ بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی' ابھی صرف بارہ ہی بجے تھے' اتنی جلدی تو وہ سوتی نہیں تھی کیونکہ وہ کتابوں کے پڑھنے کا بھی شوق رکھتی تھی' خواہ اسلامی ہوں یا ناولز' ہر قسم کی کتاب وہ پڑھ کے ضرور سوتی تھی' ابھی بھی اس نے ناول اٹھا لیا اور کھول کے بیٹھ گئی کیونکہ وہ اپنا ذہن محریب کی سوچوں سے ہٹانا چاہتی تھی۔ وہ محریب کے بارے میں کچھ بھی غلط نہیں سوچنا چاہتی تھی۔

کیا ہوا جو وہ اس سے خفا ہے' ہے تو وہ اس کے آس پاس ہی' ہر وقت ہر لحظہ وہ اسے سوچتی تھی کیونکہ بچپن سے اسے ہی سوچا تھا مگر کبھی اپنے جذبوں کا اظہار کسی انداز سے بھی نہ کیا تھا۔ (جاری ہے)

............☆☆☆............

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 15

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

کافی دنوں سے اس کی منتہیٰ سے بات ہی نہیں ہوئی تھی! ایسے وہ مصروف تھا فیکٹری کے کاموں میں کہ اسے خود کی بھی خبر نہ تھی! آج وہ جلدی فارغ ہو کے گھر آ گیا تھا کھانا بھی جلدی کھا لیا تھا کیونکہ اس کا ارادہ منتہیٰ سے بات کرنے کا تھا' گھر تو جا نہیں سکتا تھا اور نہ ہی وہ کہیں جا کر مل سکتا تھا سوچا کہ کچھ موبائل پر ہی بات کر لے گا مگر بابا نے آج فائلز کھول کے اسے گھیر ہی لیا تھا۔

"بابا! ہم کل آفس میں ڈسکس کر لیں گے' مجھے کچھ تھکن ہو رہی ہے"۔ اس نے تھکی ہوئی صورت بنانے کا تاثر دیا۔ ہشام سالار نے استفہامیہ اور فہمائشی انداز میں اس کا جائزہ لیا' حمود کچھ گڑبڑا سا گیا۔

"رات گئے تک ٹی وی دیکھتے رہتے ہو الٹی سیدھی چیزیں"۔

"بابا! خدا کو مانیے' مجھے کیا ضرورت پڑی ہے الٹی سیدھی چیزیں دیکھنے کی"۔ وہ جھٹ اپنے دفاع میں بولا۔

"اتنی رات گئے تک تمہارے کمرے سے ٹی وی کی آواز آتی رہتی ہے"۔

"کتنی رات تک"۔ وہ تن کے بولا۔

"ہاتھ نیچے کرو میں تمہارا باپ ہوں تو نہیں ہے میرا"۔ ہشام سالار تو بھڑک ہی اٹھے۔ کلثوم بانو اشاروں میں حمود کو بحث کرنے سے روک رہی تھیں مگر وہ قان کلر کے لائٹ ایزی سے کمیش شلوار میں ملبوس خاصا بے زار بھی لگا۔

"بابا! غلط بات نہیں کیا کریں"۔

"میں غلط بات کرتا ہوں"۔ وہ بھڑک اٹھے۔

"پلیز بابا! میں اس وقت کوئی فائلز پر ڈسکس نہیں کروں گا' میں دن بھر بھی آفس میں دماغ کھپاتا ہوں' گھر میں تو مجھے ریلیکس کر دیا کریں"۔ جھنجلا کر بولا۔

"جاؤ آرام کرو جا کر"۔ حمود بھی جیسے انتظار میں تھا فوراً ہی لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اپنے کمرے کی سمت بڑھ گیا۔ اتنا اچھا رومینٹک خوشگوار موڈ بنا کے گھر آیا تھا مگر سارا موڈ بابا نے فائلز پر ڈسکس کر کے خراب کر دیا تھا' وہ اپنا موبائل لے کے اپنی مخصوص جگہ ٹیرس پر پڑے بیٹھ کے صوفے پر لیٹ گیا' سوا بارہ بج رہے تھے ایک کال وہ شام میں کر کے بول چکا تھا کہ رات کو کال کرے گا موبائل کو چارج کر کے رکھنا' فون بک سے نمبر نکال کے ملا چکا تھا' دو تین بیل کے بعد ریسیو کر لیا تھا۔

"جی"۔ اونگھتی ہوئی آواز آئی۔

"تم سو رہی تھیں؟" حمود کو کچھ غصہ آیا' یعنی وہ اتنا اس سے بات کرنے کے لیے دن بھر بے قرار رہا اور وہ سو رہی تھی۔

"وہ ابھی آنکھ لگی تھی' میں انتظار تو کر رہی تھی آپ کی کال کا"۔ وہ کھسیا کے بولی۔ حمود سنبھل کے لیٹ چکا تھا' وہ اپنے کمرے میں بات اس لیے بھی نہیں کر رہا تھا کہ امی آ سکتیں تھیں۔

"نیند بہت آتی ہے تمہیں"۔

"صبح فجر میں اٹھتی ہوں' دن بھر پھر کام کی وجہ سے لیٹنا نہیں ہوتا ہے"۔ وہ بتانے لگی۔

"آپ کل لینے کیوں نہیں آئے' میں تیار بیٹھی تھی"۔

"میرے لیے تیار بیٹھی تھیں' سچ"۔ حمود اپنی پرانی ٹون میں لوٹ آیا۔

"میرا مطلب ہے کہ آپ مجھے رحمہ کو ٹیوشن پڑھوانے کے لیے لینے آنے والے تھے اس کی بات کر رہی ہوں"۔ جھٹ واضح کیا۔

"مجھے خوش بھی نہیں ہونے دیتی ہو' کیسی بیوی ہو"۔ وہ خفگی سے گویا ہوا۔

"آپ کو قدم قدم پر مایوسی ہوگی آپ رستہ بدل لیں"۔

"چلو پھر شروع ہو گئی یہ لڑکی"۔ وہ اکتا کے بولا۔

"حقیقت سے آگاہ کر رہی ہوں"۔ لہجے میں افسردگی تھی۔

"حقیقت سے تم آنکھیں چراتی ہو ورنہ حقیقت میں وہ سب نہیں ہوتا جو تم سوچ رہی ہو' وہ ہوگا جو میں سوچتا ہوں"۔

"لگتا ہے آپ نے زندگی کو چیلنج سمجھ لیا ہے یا مجھے سمجھ لیا ہے"۔ لہجہ اس کا افسردہ اور ٹوٹا ہوا تھا۔

"زندگی میرے لیے کبھی نہ چیلنج رہی ہے اور نہ بناتا ہوں' ہاں یہ الگ بات ہے کہ زندگی میں جو چیلنج آتے ہیں میں انہیں فیس کرنے کی طاقت ضرور رکھتا ہوں"۔

"پھر میں آپ کے لیے چیلنج ہی ہوئی ناں"۔ وہ اسے ہر طرح سے زچ کرنا چاہ رہی تھی۔

"یعنی تم نے یہ سوچ لیا ہے کہ میری اور اپنی پوری رات خراب کرو گی"۔ وہ تیز لہجہ میں گویا ہوا۔

"کیا پوری رات آپ بات ہی کرتے رہیں گے"۔ اتنی معصومیت سے چونک کے بولی تھی کہ حمود کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

"بات کرنے کے علاوہ بھی کچھ آگے کا ارادہ ہے جو موبائل پر تو ممکن نہیں ہے"۔ شوخ سی آواز میں معنی خیزی تھی۔

"جی میرا یہ بولنے کا مطلب نہیں تھا"۔ وہ جھینپ گئی۔

"جو بھی مطلب ہو میں آدمی ذرا دوسرے مزاج کا ہوں' پھولوں کی رنگوں کی موسموں کی بہاروں کی باتیں پسند کرتا ہوں مگر میری قسمت بیوی مجھے اللہ نے فلاسفر دے دی ہے"۔ وہ شرارت سے باز نہ آیا۔ کچھ لمحوں کے لیے منتہیٰ خاموش ہی ہو گئی یا پھر اس کے پاس لفظ نہیں تھے یا پھر وہ حمود کی شوخیوں سے کچھ نروس ہو گئی تھی۔

"مسز حمود! کدھر گئیں کچھ تو بولیے"۔ لہجہ مخمور اور ترنگ لیے ہوئے تھا۔

"آپ مجھے یہ بتا دیں کہ مجھے کل لینے کیوں نہیں آئے' رحمہ نے نہیں پوچھا"۔ اس نے بات ہی گھما دی۔

"بنتی دلیر ہو مگر فوراً گھبرا بھی جاتی ہو"۔ وہ اتنے آرام سے لیٹا ہوا تھا کہ جیسے آج وہ منتہیٰ سے بات کر کے سارے دنوں کی کسر نکالنا چاہتا ہو' پھر وہ اس کے خیالوں سے غافل کب رہتا تھا' ذہن تو ہر وقت اسے گھر لانے کے لیے پلان تیار کرتا رہتا تھا' امی کو منانا مشکل نہ تھا بابا کو بھی مشکلوں سے منا ہی لے گا مگر کبھی کبھی حسنی کی جنونی کیفیت سے ڈر لگتا۔

"رحمہ کو حسنی اپنے ساتھ کہیں لے گئی تھی اس لیے پھر تمہیں لینے ہی نہیں آیا' کال اس لیے نہیں کی کہ فرصت نہیں ملی' بابا کے ساتھ لمبی بحث چل رہی تھی"۔ وہ تفصیل بتانے لگا۔

"آپ اپنے بابا سے اتنی بحث کیوں کرتے ہیں' کچھ تو لحاظ کیا کریں"۔ وہ سمجھانے لگی۔

"لو جی محترمہ ابھی سے سسر جی کی حمایت کرنے لگیں"۔ حمود نے خوشدلانہ طنز کیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے' ماں باپ کی عزت و احترام اولاد پر فرض ہے آپ کو اپنے بابا کا خیال کرنا چاہیے"۔

"کیا خیال کروں' میری زبردستی شادی حسنی سے کروا دیں گے میں چپ چاپ کیسے کر لوں"۔ وہ چڑ گیا۔

"لڑکی اچھی خوبصورت اور پڑھی لکھی ہے آپ کی فیملی کی پسند ہے آپ کے ساتھ اور گھر میں ایڈجسٹ

ہو جائے گی"۔

"مجھے جس کے ساتھ ایڈ جسٹ ہونا ہے اس سے میرا نکاح ہو چکا ہے اور میں اس سے بات بھی کر رہا ہوں"۔ حمود نے جیسے اس کی بات کو اہمیت ہی نہ دی ہو۔

"فضول کی بات نکال کے میرا موڈ خراب نہیں کرو' پورا دن وہ لڑکی میرے سر پر سوار رہتی ہے"۔ منتہیٰ پھر چپ ہو گئی' وہ بھی کچھ لمحوں کے لیے خاموش ہوا مگر اسے منتہیٰ کی سانسوں کی آواز آ رہی تھی۔

"یہ بتاؤ ساری تیاری کر لی مائرہ کی شادی کی"۔ اس نے خود ہی خاموشی توڑی۔

"ہوں"۔ بس اتنا بولی۔

"کیا ہوں...... ٹھیک سے جواب دو مجھے"۔ وہ غصہ سے گویا ہوا۔

"ہو گئی ہے ساری تیاری اور کچھ"۔

"ہاں اور کچھ چاہیے تو اگر تم دینا چاہو تو......؟" وہ پھر خفگی کو دور کر کے شوخ و شنگ لہجے میں بولا۔

"آپ کو صبح اٹھنا نہیں ہے' مجھے بہت نیند آ رہی ہے"۔ منتہیٰ نے پھر اس کی بات کاٹی۔

"آج چاہے ساری رات گزر جائے تم سے ہی باتیں کرنی ہیں"۔

"بیلنس ختم ہو سکتا ہے"۔ اس نے یاد دلایا۔

"انتظام ہے تم فکر نہیں کرو"۔ آج وہ واقعی فرصت میں تھا۔

"مجھے صبح فجر میں اٹھنا ہوتا ہے"۔ وہ منمنائی۔

"او کے کوئی بات نہیں' آج فجر میں بھی پڑھ لوں گا"۔ وہ بولا' کیونکہ دن بھر وہ اتنا مصروف رہتا تھا کہ نماز اور قرآن کی طرف تو وہ توجہ ہی نہیں دیتا تھا' امی اور بابا تو پڑھتے تھے مگر وہ جمعہ تک کی بھی نہیں پڑھتا تھا' آج اس نے کیسے روانی میں کہہ دیا تھا۔

"میں آپ سے ایک بات پوچھوں؟" منتہیٰ نے فوراً ہی سوال کر دیا۔

"ہوں پوچھو جان!" وہ پھر بے باکی سے بولا۔

"آپ نماز روز پڑھتے ہیں؟"

"نہیں"۔ جھوٹ وہ بولتا نہیں تھا۔

"آج سے آپ وعدہ کریں روز نماز پڑھیں گے"۔ وہ سنجیدہ تھی۔

"وہ اصل میں یار! بات یوں ہے کہ فجر میں' میں اٹھتا ہی نہیں ہوں' ظہر کی جب ہوتی ہے میں اس ٹائم آؤٹ ڈور ہوتا ہوں' عصر اور مغرب کی راستے میں ہی نکل جاتی ہے اور عشاء کی مجھے پڑھنے میں سستی آتی ہے"۔ وہ سادگی سے اپنی ساری خامی اسے بتاتا چلا گیا۔

"آج سے آپ وعدہ کریں کہ سب ٹائم کی نماز پڑھیں گے"۔

"محترمہ! کیا آپ مجھ پر شرط لگا رہی ہیں"۔ وہ بولا۔

"جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

"میری بھی ایک بات مانو گی؟" وہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوا۔

"جی بولیے"۔

"پانچوں ٹائم تم مجھے کال کر کے یاد دلاؤ گی کہ نماز پڑھ لیں"۔

"میں یہ بات کیوں نہیں مانوں گی' ضرور کروں گی کال آپ کو"۔ منتہیٰ خوش ہو گئی۔

"چلو پھر اسی بات پر مجھے آئی لو یو بولو"۔ وہ پھر شرارت پر اتر آیا۔

"جی نہیں"۔

"کبھی تو بولو گی نا"۔

"پتہ نہیں"۔ وہ اتنا ہی بولی۔

"تھینکس گاڈ! یہ لڑکی کہیں تو چپ ہوئی ورنہ ایسا فلسفہ بولتی ہے کہ مجھے تو بدہضمی ہونے لگتی ہے"۔ مضحکہ خیز انداز میں بولا' منتہیٰ کی کھنکتی ہوئی ہنسی موبائل سے سنائی دی' حمود کچھ کھو سا گیا' رات کے اس پہر کتنی اچھی لگی تھی دل کے تاروں کو چھیڑتی ہوئی' جذبے اُسے اکسانے لگے کہ جا کر اس کا وجود بانہوں میں لے کے گھما ڈالے۔

"اچھا اب پلیز کال بند کر دیں' میں صحن میں بیٹھی ہوں' ڈر بھی لگ رہا ہے"۔

"کس سے؟" بے ساختہ بولا۔

"آپ سے"۔ جھٹ بولی۔

"صرف موبائل پر بات کر رہا ہوں اور ابھی تک کوئی حرکت میں نے ایسی نہیں کی کہ تم مجھ سے ڈرو"۔ وہ ہنسا۔

"پلیز کال بند کر دیں"۔ لہجہ ملتجی تھا۔

"او کے بند کرتا ہوں لیکن فجر میں کال کر کے جگانا ہے تمہیں"۔

"نیک کام میں اور اچھے کام میں مجھے خوشی ہوتی ہے اللہ حافظ"۔ اس نے خود ہی کال کٹ کر دی تھی' حمود کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی کہ اس نے منتہیٰ کو جیسے فتح کر لیا ہو' وہ اس لڑکی کی خاطر ہر وہ کام کرے گا جس سے وہ خوش ہو' نماز وہ پڑھتا نہیں تھا اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے لگا مگر دل میں سکون بھی اتر گیا کہ کوئی تو ہے جو اسے چاہتا ہے' اوپر والے کو اس کی کوئی خوبی ہی پسند آئی تھی کہ جو منتہیٰ جیسی سادہ لوح لڑکی اس کی جیون ساتھی بنائی تھی' اس کا بھی فرض بنتا تھا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا' جس نے بن مانگے ہی انمول خزانہ دیا تھا۔

"تھینکس اللہ تعالیٰ! میں گناہگار بندہ' آپ نے مجھے اتنا دیا' میں نے ایک ٹائم کی نماز پڑھ کے بھی شکر ادا نہ کیا"۔ وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا' دل اس کا آج بہت مطمئن تھا' منتہیٰ نے جیسے اس کے اطراف میں روشنی بکھیر دی ہو۔

............☆☆☆............

جب سے آنی نے اسے سمجھایا تھا کہ اسے اپنا رویہ سب سے ہی اچھا رکھنا ہے اور خاص طور پر محریب کی کسی بات کو نہ سیریس لینا ہے اور نہ ہی بُرا ماننا ہے کیونکہ کہتے ہیں اگر ایک شخص خائف ہو اور ہو بھی وہ شخص جس سے زندگی کی ڈور بندھی ہو اس سے محبت بھی بے حساب کرتے ہوں تو ہر اچھی اور بُری بات کو ہنس کے برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ روٹھا ہوا اور ناراض تھا تو اسے ایسا کوئی تاثر قائم نہیں رکھنا تھا' ہمیشہ مثبت سوچ اور اللہ تعالیٰ مثبت اور اچھا ہی کرے گا۔ وہ اگر اس سے دور جائے گی تو دل کی بے چینی بڑھ جاتی' جب وہ دل میں موجود ہے تو اس کا ہر نخرہ بھی برداشت کرنا ہے' اس وقت تک جب تک حالات اس کے موافق نہ ہو جائیں۔ اسے ناراضی دکھا کے اس رشتے کو کمزور نہیں کرنا تھا بلکہ مضبوط سے مضبوط تر بنانا تھا تاکہ کہیں بھی توڑنے کی گنجائش نہ نکلے۔

وہ روٹھا تھا ناراض تھا یہ اس کا حق بھی تھا' اس نے ابھی تک محریب کو ایسا کوئی جملہ بھی ادا نہیں کیا تھا کہ وہ

اس کے سہارے ہی امیدیں باندھے رکھے وہ شروع سے ہی ناپ تول کے گفتگو کرنے والا تھا' اسی طرح یہ بھی تھی' دونوں کے مزاج ایک ہی تھے۔ دل اگر کچھ کرنے کو اکساتا بھی تھا تو وہ رک جاتی تھی کیونکہ وہ ہوتا ہی اتنا لاتعلق تھا۔

"وہ اس سے کیسے کہہ دے کہ میں تمہیں اتنا چاہتی ہوں اتنا پیار کرتی ہوں محریب احمد کہ تم تصور بھی نہیں کر پاؤ گے"۔ عنائبہ کے جذبے سوچیں صرف اس کے لیے تھیں۔ وہ سرد مہری بے نیازی دکھا رہا تھا تو کیا ہوا وہ اس سے ایسا کوئی رویہ نہیں رکھے گی' اگر وہ آگ برسائے گا تو وہ بارش بن جائے گی' ایسی بارش جو صرف دور رہ کر اسے بھگوئے گی' اپنی ایسی باتوں سے جس کا محریب تصور بھی نہیں کرے گا' وہ اس کے دل کا بھی خیال کرے گی تاکہ وہ بعد میں تو شکوہ نہیں کرے گا' وہ بھی سرد مہر بن گئی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا خود کو نارمل انداز میں پیش کرے گی' نہ کسی سے اس کی سرد مہری کی شکایت کرے گی اور نہ ہی افسوس کرے گی کیونکہ محریب احمد اور عنائبہ جواد کو ایک دن ایک ہونا ہی ہے۔ یہ اس نے آج سے سوچنا شروع کر دیا تھا' محریب احمد کے سامنے وہ خود کو بدل کے لائے گی' وہ رشتوں کا احترام بھی کرتی تھی اور اہمیت بھی دیتی تھی۔

آج اس نے آنکھیں بند کر کے صرف اللہ تعالیٰ سے خود میں ہمت اور حوصلے کی بھیک مانگی تھی' آنی کا ایک ایک لفظ اس کے دل و دماغ کو کھولتا جاتا' وہ جو بھی تعلیم لیتیں اسے ضرور بتاتیں اور ہمیشہ اچھی بات پر عمل پیرا ہونے کا سبق دیتی تھیں۔ کتنی مختلف تھی اس کی ماں اپنی بہن سے' وہ صرف اپنی دنیا میں مگن تھیں اور آنی اس دنیا میں مگن رہنے والوں کی بھی فکر کرتی تھیں' ہر ایک کی دل جوئی کرنا اپنا فرض سمجھتی تھیں۔

"کتنی اچھی ہیں آنی جو سب کی فکر کرتی ہیں"۔ کبھی کسی محفل میں ان کے سر سے آنچل ڈھلکا ہوا نہ دیکھا تھا' اپنی سسرال میں مشہور تھیں' ملنسار' ہمدرد اور حسن اخلاق کی وجہ سے۔ اور اس کی ماں پورے خاندان میں بد دماغ اور لڑاکا مشہور تھیں' کتنا اس کا دل روتا تھا اپنی ماں کی وجہ سے' کیوں وہ ایسی تھیں' کیوں اتنی بے حس تھیں۔

"عنائبہ بیٹے! کیا سوچ رہی ہو؟" جواد احمد نے اسے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے دیکھا جو شاید چاول چن رہی تھی آج سنڈے تھا جواد احمد گھر پر ہی ہوتے تھے۔

"جی ابو! وہ کچھ نہیں"۔ وہ جھینپ سی گئی اور سر جھکا کے چاول چننے لگی۔

"بیٹا! کیا سوچ رہی تھیں؟" وہ فکر مندی سے چیئر گھسیٹ کے بیٹھ گئے۔

"کچھ نہیں' سوچ رہی تھی کہ بریانی بناؤں یا دال چاول"۔ مسکراتے ہوئے اس نے بات ہی گھما دی۔

"بریانی اور دال چاول کے لیے میرا بیٹا اتنا سوچ رہا تھا"۔

"ابو! آپ کو پتہ ہے نا معارج دال چاول پر منہ بناتا ہے اور میں یہ سوچ رہی تھی کہ بریانی میں ٹائم لگے گا کیونکہ ایک بج رہا ہے' ناشتے میں ہی اتنا ٹائم لگا ہے"۔ وہ کچھ منمنائی۔

"تم وہ بناؤ جو آسان لگے' زیادہ سر مت چڑھایا کرو"۔

"ابو! آپ ایسے تو نہیں بولیے' میرا چھوٹا سا ایک ہی تو بھائی ہے"۔ عنائبہ نے خفگی سے کہا۔

"مگر اس کے آگے تم دونوں میرے لیے اہم ہو"۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"ہاں یاد آیا' کل آپ کے ماما اور نانی کی فلائٹ ہے' میرا تو کل ایئرپورٹ جائے گی' جانا تو مجھے بھی پڑے گا اس لیے میں آج ہی تمہاری دادی جان کی طرف چکر لگا آؤں کیونکہ وشہ کی مایوں میں صرف ایک ہفتہ ہے"۔ وہ بولے۔

"آپ ابھی جائیں گے؟" اس نے پوچھا۔

"ہوں...... ابھی جا رہا ہوں تمہاری ماں کو تو اپنے دھندوں سے فرصت نہیں ہے' اسے بول کے جاؤں تو کوئی فائدہ نہیں"۔

"ابو! ایک بات کہوں آپ بُرا تو نہیں مانیں گے؟" اس نے کن انکھیوں سے انہیں دیکھا جو ٹیبل پر دونوں ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو رہے تھے۔

"ہوں کہو"۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگے۔

"ابو! آپ ایسا نہیں کر سکتے کہ امی سے آپ فرینڈلی انداز میں بات کریں' کیا پتہ ان کی ساری بدگمانی اور غصہ ختم ہو جائے"۔ رُک رُک کے بول رہی تھی مگر نگاہ جھکی ہوئی تھی اپنے باپ کو اتنی بڑی بات جو کہہ دی تھی۔

"میں تو خود بیٹا ایسا ہی چاہتا ہوں مگر جیسے وہ مجھ سے بات ہی نہیں کرنا چاہتی ہے"۔ لہجے میں ان کے افسردگی اور حسرت پنہاں تھی۔

"میرا بھی دل چاہتا ہے وہ مجھ سے اچھے انداز میں کبھی تو بات کرے' جانے اس نے دل میں کیا ٹھانی ہوئی ہے' کچھ بھی اچھا سوچنا اور بات کرنا ہی نہیں چاہتی ہے"۔

"ابو! میں اس لیے کہہ رہی تھی کہ اگر ہم سب ہی اپنا رویہ بدلیں گے تو امی کا بھی بدلے گا اور پھر نفرت کو محبت سے کاٹا جائے تو اچھا ہے"۔

"میری بیٹی جیسی سمجھدار کاش ماں بھی ہوتی"۔ جواد احمد رشک سے بولے کیونکہ عنائبہ میں وقت سے پہلے ہی اتنی سمجھداری آ گئی تھی کہ وہ بھی کبھی سوچتے تھے کہ ان کی یہ بیٹی ان حالات میں اکنور ہی نہ ہو جائے۔

"زندگی کے پل اگر ہم چاہیں تو اچھے بھی بنا سکتے ہیں اور بُرے بھی' مگر میرا زندگی کو سمجھ ہی نہیں رہی ہے' کتنا وقت اس نے ایسے ہی الگ سفر کرتے ہوئے گزار دیا ہے اور اس سفر میں وہ تنہا ہے کوئی بھی تو اس کے ساتھ نہیں ہے"۔ وہ آبدیدہ سے ہو گئے۔ عنائبہ دکھ و تاسف سے لب کچلنے لگی' ہمیشہ اس نے اپنے ابو اور امی کو الگ الگ سمتوں میں جاتے دیکھا تھا' کبھی بھی امی نے سمتیں ملانے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

"ابو! ہم ایک کوشش تو کر سکتے ہیں نا"۔

"ہوں...... کر سکتے ہیں لیکن مجھے پتہ ہے تمہاری ماں کا دماغ اُلٹا ہی چلتا ہے پھر بولے گی کہ کوئی غرض ہوگی"۔ وہ گویا ہوئے۔ عنائبہ نے ان کے اندر کے دکھ کو سمجھا ہوا تھا اس کی یہی کوشش تھی کہ اس کی ماں کو خود ہی احساس ہو جائے کہ وہ تنہا ہیں انہیں اس طرح کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو رہا تھا' سب کچھ ان کی مرضی کے خلاف ہی ہو رہا تھا' کیا تھا وہ راضی و رضا ہو کر ہر کام میں شامل ہوتیں تو کچھ بھرم رہ جاتا۔ وشہ کو رہ رہ کے امی کی سرد مہری پر رونا آتا' عنائبہ کو اس کی بھی فکر تھی جانے بعد میں وہ وہاں کیسے سب سنبھال لے گی' غصہ کی کچھ تیز بھی تھی مگر وہ تو سمجھاتی رہتی تھی تو کچھ وشہ کے مزاج میں نرمی آ گئی تھی۔

"کاش...... سب کچھ جلدی ٹھیک ہو جائے"۔ عنائبہ نے آنکھیں میچ کے دل سے ہی دعا کی کیونکہ لب تو ہر وقت دعائیں کرتے رہتے تھے' کیا پتہ کون سا وقت قبولیت کا ہو اور دعا قبول ہو جائے جلدی۔

☆☆☆

جب جب دل کی بے کلی بڑھتی دل کے اندر کی خواہش سر ابھارتی کہ کوئی فیصلہ تو کرلو اگر یہ سرد مہری برقرار رہی تو شاید وہ اور دور بہت دور ہوتی جائے گی' جب ہر وقت سرد مہری ناراضی طاری رکھو تو انسان دور بھاگنے لگتے

اپنی اور پھر ایک ایسا انسان جو دل کا سرور ہے' جسے سوچنے سے دل اور دماغ معطر سے محسوس ہوتے ہیں' ایک دم زندگی اتنی اچھی لگنے لگتی ہے کہ دل چاہتا کہ وہ سامنے ہو اور زندگی کے خوبصورت لمحوں کو انجوائے کرے صرف اس کی سنگت میں' مگر جب دل کا مکین اور وہ محبوب فاصلوں پر ہو تو یہ سب پھر ممکن نہیں ہوتا' جب فیصلے کا اختیار اس پر تھا' اس نے چپ نہ کیا مگر اب دل کی بے چینی اضطرابی ایسی بڑھتی جارہی تھی کہ دماغ میں آگ بھرنے لگتی' ایک دم دل کرتا سب کچھ ختم کردے مگر صرف وہ خود کو روکتا کیونکہ یہ سب کرتا ہوا وہ کسی کو اچھا نہیں لگے گا۔ وہ جو دل کا ساز تھی۔ جینے کی امنگ تھی۔ وہ اتنے لوگوں میں اتنی منفرد اور سادہ تھی۔ وہ جو سب کی پرواہ کرتی فکر کرتی مگر جانے کیوں وہ اس کی جانب سے اتنی بے پرواہ تھی۔ اب خود کو بھی ویسا ہی بنانا چاہا' اسے بھولنا چاہا' اگنور کرنا چاہا' اتنا ہی اس کی شخصیت میں بے زاری اور اکتاہٹ بڑھ رہی تھی۔

کبھی دل کرتا کہ اسے جھنجھوڑ کے پوچھے اسے وہ کیوں نظر نہیں آتا' اتنے سالوں سے وہ دل میں رکھ کے اسے چاہ رہا ہے کیوں اتنی بے حس ہے کیوں وہ اس کے ساتھ ایسا کررہی ہے' اس نے کب اس کے ساتھ بُرا کیا ہے۔ جب جب اسے سوچتا سوچوں میں خیالوں میں طغیانی آجاتی' خود پر ایسا لگتا کہ جذبات کا طوفان آگیا ہو اور اگر کبھی وہ اس طوفان میں تباہ ہوگیا تو کیا ہوگا' اسی لیے تو سامنا کرنا چھوڑ دیا تھا۔

''عنائیہ! تم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا' میں بس زندگی گزار رہا ہوں بے مقصد سی''۔

آج دل بہت بے کل تھا' سنڈے تھا مگر صبح سے نکلا ہوا تھا' سوچا کہ احد سے مل لے' اس دن کے بعد سے تو کوئی رابطہ ہی نہیں رکھا تھا اور نہ ہی احد اس سے بات کررہا تھا' اکثر اگر آتا بھی تو ملے بغیر چلا جاتا' محریب سے برداشت نہ ہوا تو چلا آیا۔

''یہ منہ پر بارہ کیوں بج رہے ہیں''۔ احد کبھی دل میں ناراضی نہیں رکھتا تھا اور وہ صرف اگر اس سے بات نہیں کر رہا تھا تو اس لیے کہ اسے یقین تھا محریب ایک دن خود ہی آئے گا۔

''اتنے دن میری کوئی خیر خبر لی تو نے؟'' وہ الٹا اس سے شکوہ کرنے لگا۔

''کیا خبر لیتا' میرے ساتھ تو سلوک کیسا کرتا ہے یاد کر''۔ احد کو بھی آج سنانے کا موقع مل گیا۔ محریب تھل سا سنگل صوفے پر ٹیک لگائے اسے بغور دیکھنے لگا' لبوں کو بھی مسکرانے پر مجبور کردیا' شاید پچھلے دنوں کی کمی زائل کررہا تھا۔

''ایسے اجنبیوں کی طرح میرے سامنے سے گزرتا ہے تو میری ہمت پڑتی' میں نے بھی پھر چھوڑ دیا''۔

''یہ تو ہمیشہ جانتا ہے صلح کرنے میں پہل میں ہی کرتا ہوں''۔ اس نے احد کے بجھ کتے انداز پر گویا اپنے اس جملے سے پانی چھڑکا کہ وہ اپنا غصہ کم کردے۔

''کیا بات ہوا گر آپ یہ پہل عنائیہ جواد سے بھی کرلیں''۔

''پھر بے وقت کی راگنی شروع' میں محض اسی وجہ سے تم سے بات نہیں کرتا''۔ ایک دم ہی اس کا موڈ خراب ہونے لگا' کچھ لمحوں پہلے کتنا عنائیہ کے خیالات اور سوچوں سے الجھ رہا تھا' صرف اسی وجہ سے یہاں کا رخ کیا تھا۔

''یہ بے وقت کی راگنی نہیں ہے تم نے عنائیہ کے ساتھ جو سلوک رکھا ہوا ہے سوچا اگر جواد ماموں کو پتہ چلے گا تو کتنا احساس کریں گے''۔

''یہ اچھا ہے سب اس کی پرواہ کریں میری کوئی نہیں کرتا میں کیا چاہتا ہوں کیا سوچتا ہوں''۔ وہ کھسیا کے چڑ

کے گویا ہوا۔

''فیصلہ تمہیں دیا تو تھا پھر کیوں تم نے منع کردیا''۔

''فیصلہ مجھے دیا تھا' یار احد! تم سوچو اگر وہ میری زندگی میں آ بھی جاتی تو کیا ایڈجسٹ ہوجاتی' ہر وقت اسے اپنی امی کا خیال رہتا''۔

''شروع کی بات ہوتی جب تمہارے بچے کی ماں بنتی تو سب بھول جاتی''۔ احد اسے ہر طرح سے سمجھاتا رہتا' پھر اس سے اپنے مسئلے شیئر کرتا تھا' محریب کے مزاج کو بھی وہ خوب سمجھتا تھا۔

''جیسے بہت آسان ہوتا ہے یہ سب''۔ محریب نے تمسخر اڑایا۔

''کیوں کیا مشکل بات ہے' صرف نکاح ہونے کی دیر ہوتی ہے ساری لڑکیاں پگھلنے لگتی ہیں''۔

''مجھے پگھلی ہوئی موم بتی اٹھانے کا کوئی ایسا تجربہ نہیں ہے کیونکہ اس موم بتی کو اگر میں نے ٹھیک بھی کرنا چاہا تو وہ بار بار پگھلتی ہی رہے گی کیونکہ نہ تو مجھے وہ طریقے آتے ہیں جو عام مردوں کو آتے ہیں کہ اسے سیدھا اور ٹھیک کیسے رکھا جاتا ہے''۔ محریب اتنی گہری اور ذومعنی بات کہہ رہا تھا کہ احد تو متحیر سا اسے دیکھ رہا تھا۔

''واہ جی واہ مسٹر محریب احمد کو تو فلسفہ بھی آتا ہے''۔

''یار! بکواس نہیں کیا کرو ہر وقت مذاق کے موڈ میں رہتے ہو''۔ وہ جھینپا۔

''سن میرے بھائی' تیرے قدم اٹھانے کی دیر تھی تو نے کیوں اس کا خیال کیا جب جواد ماموں راضی تھے کہ تمہاری اور عنائیہ کی شادی ہو اور پھر عنائیہ نے بھی رضامندی دے دی تھی''۔ وہ سنجیدہ ہوگیا۔

''ایسی رضامندی سے میں نے انکار ہی کیا''۔

''میری یہ سمجھ نہیں آتا کہ تم اب چاہتے کیا ہو؟'' احد کی سمجھ کچھ تھک سی گئی۔

''میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے سامنے نہیں آیا کرے کیونکہ جب میں اسے دیکھتا ہوں میرے اندر کی محرومی بڑھنے لگتی ہے' یار! میں ایسا تو نہیں تھا صرف اس لڑکی کی وجہ سے میں الجھ کے رہ گیا ہوں' گھر میں امی الگ میری وجہ سے پریشان رہتی ہیں' دادی جان کے پاس بھی کم بیٹھنے لگا ہوں کیونکہ انہیں اپنی پوتی یاد آتی ہے' یار میں کس کس کا خیال رکھوں' کیا کروں ایسا کہ میرے یہ اتنے چاہنے والے خوش رہیں''۔ بے زار سا اپنا سر ہاتھوں میں تھام کے بیٹھ گیا۔

''جب تک تم خوش نہیں رہو گے دوسروں کو بھی خوش نہیں رکھ سکتے''۔

''یار! کبھی کبھی دل کرتا ہے سب چھوڑ چھاڑ کے واپس امریکا چلا جاؤں''۔ وہ لب کچلنے لگا۔

''بڑی مامی تمہیں جانے دیں گی''۔

''مسئلہ امی کا ہے ویسے اتنی فکرمند رہتی ہیں پھر تو انہیں یقین ہوجائے گا میں فرار حاصل کررہا ہوں''۔

''تمہارے یہاں سے جانے سے بھی مسئلے حل نہیں ہوں گے وہ جوں کے توں رہیں گے' عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ تم یہاں سامنے رہ کر سب فیس کرو''۔

''مجھ میں ہمت ہی جیسے ختم ہورہی ہے''۔ وہ افسردہ غمزدہ و رنجور منتشر ذہن کے ساتھ تھا۔

''عنائیہ کو دیکھ کر تمہیں کیا سب سے زیادہ محسوس ہوتا ہے؟'' احد آہستہ آہستہ اسے گھیرنے میں کامیاب ہوگیا کیونکہ محریب کم ہی اس سے اپنی کوئی ایسی بات شیئر کرتا تھا۔

''دیکھ کر مجھے غصہ آنے لگتا ہے''۔

''غصہ کے علاوہ''۔ وہ پھر گویا ہوا۔

''ترس بھی آتا ہے خیال اس کا ہر وقت میرے دل و دماغ پر رہتا ہے کہ میں نے اس سے اپنا سرد اور ناراضی والا رویہ کیوں رکھا ہوا ہے''۔ وہ قدرے توقف کے بعد شرمندگی سے بولا۔

''یار محریب! تم اس کی بھی مجبوری سمجھو''۔

''میں سب سمجھتا ہوں' جانتا بھی ہوں مگر مجھے اس سے یہی شکایت ہے کہ میری اس کی نظر میں ذرا سی بھی اہمیت نہیں ہے' کچھ نہیں سوچتی ہے''۔ روہانسا اور بکھرا بکھرا ہوا وہ احد کو بہت ہی قابل رحم لگا۔

''میرے پاس مسئلے کا حل ہے اگر تم مانو تو''۔

''رہنے دو وہ حل مجھے بھی پتہ ہے مگر میں یہ سب نہیں چاہتا''۔ وہ اس کی اگلی بات سمجھ کے گویا ہوا کہ وہ کیا کہنے والا ہے۔

''میری بات سن تو لو''۔

''نکاح کرنے کو کہو گے' امی سے میں پہلے ہی منع کر چکا ہوں' مجھے قسطوں میں نہیں ایک دم ہی وہ لڑکی چاہیے''۔ نگاہ چرا کے وہ بول رہا تھا' احد کی حیرانگی سے آنکھیں پھیل گئیں' لب بھی مسکرا اٹھے۔

''واہ کیا بات کہی ہے' قسطوں میں نہیں ایک دم......''

''کیوں کیا غلط بات کہی میں نے''۔ وہ اسے گھورنے لگا۔

''بالکل ٹھیک بات کہی ہے''۔

''مجھے وہ ابھی بکھری بکھری نہیں چاہیے' میرے پاس آئے تو صرف میرے خیال اور تصور کے ساتھ آئے' اسے پچھلی کوئی ٹینشن نہ ہو صرف مجھے سوچ کے آئے''۔ احد پر تو حیرانی کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے' محریب نے آج پہلی بار اپنے دل کی بات اور سوچیں شیئر کی تھیں۔

''میں تو سمجھتا تھا تم بس ایسے ہی رہو گے مگر تم تو خاصے رومینٹک بندے نکلے''۔ احد معنی خیزی سے چھیڑنے لگا۔

''فضول بکواس کوئی نہیں سنوں گا''۔

''محریب احمد! آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے مجھے اس قابل جانا اور سب کچھ کہہ دیا''۔

''سنو! اگر میری یہ باتیں شامین بھابی سے کہیں تو سوچ لینا اُسی دن سے بات کرنا تو دور کی بات تمہارا سامنا کرنا چھوڑ دوں گا''۔ محریب نے اسے وارننگ بھی دی کیونکہ شامین کی عنائیہ سے کافی دوستی تھی اور وہ یہی نہیں چاہتا تھا کہ اس کی کوئی بات عنائیہ کو پتہ چلے' اسی وجہ سے احد سے کوئی بات کرتا نہیں تھا کیونکہ احد کے مذاق اسے بہت غصہ دلاتے تھے۔

''اوکے اوکے ایسا کچھ نہیں کروں گا' تم بے فکر رہو میرے تم بھائی ہو اور میں راز ہی رکھوں گا''۔ اس نے محریب کو مسکرا کے یقین دلایا۔

''مائرہ کی شادی پر تو تم کچھ اپنے ایکسپریشن ٹھیک کر لینا''۔

''کوشش کروں گا''۔ محریب اسے بتانے کے بعد جیسے کچھ ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔

''کوشش نہیں' کرنا ہے اور کوئی نخرہ وغیرہ نہیں کرنا ہے سمجھے تم''۔

''یہ تو میرا دادا ابا کیوں بن کے ہدایتیں دے رہا ہے''۔ اس نے اپنے پیچھے سے کشن نکال کے اس پر نشانہ باندھ دیا۔

''اس لیے کہہ رہا ہوں کہ وہ بھی سامنے ہو گی اور میں نہیں چاہتا کہ مائرہ کی شادی میں کوئی ایسی تلخ بات تم دونوں کی وجہ سے ہو''۔ وہ مدبرانہ انداز میں سمجھانے لگا۔

''تم فکر نہیں کرو' اس بات کا مجھے بھی خیال ہے''۔ وہ کھڑا ہوا۔

''ارے بیٹھو تو' شامین سے کہتا ہوں کہ چائے کے ساتھ کچھ نمکین بھی لے آئے''۔ احد اٹھا۔

''نہیں یار! چلوں گا کیونکہ مجھے کچھ شاپنگ کرنی ہے''۔ وہ عذر پیش کرنے لگا۔

''کس کے لیے؟'' معنی خیزی سے پوچھا۔

''جس کا تم پوچھنا چاہتے ہو میری ماں نے پہلے ہی سب کچھ تیار کر کے سوٹ کیس بھیج دیا ہے''۔ وہ مسکرا کے بتانے لگا۔

''ہاں شامین اور ندرت بتا رہی تھیں''۔ احد کو یاد آیا' محریب پھر رکا نہیں۔

☆☆☆

زندگی نے اچانک ہی موڑ لیا تھا اور وہ حیران تھا پریشان متفکر' یا اس نے تو کبھی نہیں سوچا تھا کہ یہ وقت اس پر آئے گا اور جب وہ دل کے ایوانوں میں اندر آتی چلی گئی وہ جیسے خود پر پہرے نہیں بٹھا پایا' اکثر وہ اپنی اس کیفیت سے پریشانی اور فکر میں بھی مبتلا ہو جاتا۔ ابھی اسے اپنے سپنے اور خواہش سنبھال کے رکھنی تھی۔ جب تک وہ اس قابل نہیں ہو جاتا اس وقت تک وہ زبان پر بھی نہیں لا سکتا تھا۔ اسے مائرہ پر رشک آنے لگا ابھی تو اس نے سوچنا شروع کیا تھا اور اسے تعبیر بھی مل رہی تھی۔ فائق کا دل عجیب بوجھل اور بے کل سا ہونے لگا اس کے کمپیوٹر انجینئرنگ کے بھی آخری سال کے چند ماہ ہی تھے' لمبا چوڑا توانا فائق اس بری طرح ایک لڑکی کے آگے بے سدھ ہوا تھا کہ وہ خود سے ہی جیسے نظریں چرا رہا تھا۔

''فائق! کیا کر رہے ہو؟'' ندرت دروازہ کھولتی ہوئی اندر آ گئی۔ اس نے کچھ گڑبڑا کر اور حیرانگی سے ان کی جانب نگاہ اٹھائی۔

''خیریت تو ہے......'' اس نے تشویش بھرے انداز میں پوچھا۔ ندرت بھی جب سے مائرہ کی شادی کا سلسلہ چل نکلا تھا آتی جاتی رہتی تھی' کبھی رُک بھی جاتی۔

''ہاں خیریت ہی ہے' وہ فراج آیا بیٹھا ہے تم کچھ اس سے بات چیت کر و آ کر''۔ اس نے اس کا بازو پکڑا۔

''آپی! آپ نے تو مائرہ کی شادی کے بعد رکھا تھا یہ سلسلہ' پھر دوبارہ یوں اچانک کیوں؟'' اسے اس کی جلد بازی اچھی نہیں لگی۔

''میری ساس کو جلدی ہے اور پھر میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ دیکھ بھال تو لو تم بڑے بھائی ہو آ کر بیٹھو' محریب بھی وہیں ہے''۔ اس نے سمجھایا۔

''مجھے آپ کی یہ جلد بازی اچھی نہیں لگ رہی ہے' بعد میں آرام سے سوچ سمجھ کے بات کر لیتے' کون سا فراج ابھی جا رہا ہے''۔ وہ برہم ہونے لگا۔

''ہم یمنیٰ کو منائیں گے تو پھر تمہاری طرف آئیں گے''۔ وہ جھٹ بولیں۔

''کیا مطلب میری طرف آئیں گے؟'' وہ جیسے کچھ سمجھا نہیں۔

''ارے لڑکے تمہاری بھی کہیں تو بات چلانی ہی ہے نا''۔

''سوری میرا ابھی تین چار سال تک کوئی ارادہ نہیں ہے''۔ اس نے آئینے میں دیکھ کر اپنے بال درست کیے' بلیو

شرٹ کی فولڈ کی ہوئی آستینیں نیچے کیں' سنڈے تھا سب ہی گھر میں موجود بھی تھے۔

''فضول کی بات نہیں کرو''۔ ندرت غصہ میں آ گئی۔

''یہ فضول کی بات نہیں ہے آپ کو بتا رہا ہوں یہ میں ہوں مائنڈ نہیں کہ مان جاؤں''۔ حالانکہ تھا ندرت سے چھوٹا مگر رعب بڑے بھائیوں والا رکھا ہوا تھا۔

''مائنڈ کی تو مجبوری میں کرنی پڑ رہی ہے''۔ وہ نرم لہجے میں بولی۔

''جو بھی ہوا گر آپ نے کسی سے بھی میرے سلسلے میں کہیں بات کی تو اچھا نہیں ہوگا''۔ گویا وارننگ دی۔

''کوئی لڑکی پسند کر لی ہوگی تم نے اپنی یونیورسٹی میں''۔

''یہ فضول کی حرکتیں مجھے پسند نہیں ہیں کہ لڑکی پسند کرتا پھروں''۔ وہ غصے میں آ گیا۔

''اچھا اب تم آ تو جاؤ ڈرائنگ روم میں ہیں سب''۔ وہ اسے کہہ کر لب بھینچتی ہوئی چلی گئی' فائق نے بھی تقلید کی ڈرائنگ روم میں گھر کے مرد سب ہی موجود تھے۔ لمبا چوڑا سرخ و سپید رنگت کا فراج خاصا سوبر بھی لگا' فائق نے اس سے ہاتھ ملایا۔ محریب بھی ساتھ ہی بڑے صوفے پر بیٹھا تھا' بڑا سا ڈرائنگ روم جہاں تین خوبصورت سے جدید اسٹائلش صوفہ سیٹ سینٹرل میں دو خوبصورت سی کرسٹل ٹیبل اس پر چند ڈیکوریشن پیسز' وال پر پردے' دو بڑے بڑے فانوس روشنی بکھیر رہے تھے۔

فراج سے سب نے ہی بات کی تھی' معصوم طبیعت کا لگا تھا اس میں عام لڑکوں کی طرح کوئی شوآف بھی نہیں تھی' سر جھکائے مودب انداز میں سب سے ہی گفتگو کر رہا تھا' وہاج بھائی کی تو پوری کوشش تھی کہ ان کے بھائی سے ان کی سالی کا رشتہ طے ہو جائے۔ ندرت' فائق کو بھی نوٹ کر رہی تھی جو نارمل انداز میں ہی اس سے بات کر رہا تھا' ابو' تایا ابو سب ہی کچھ کچھ مطمئن بھی لگے۔ فائق اٹھ کر باہر چلا گیا ندرت کو فکر ہوئی وہ بھی فوراً ہی پیچھے آئی۔

''کیوں کیسا لگا فراج تمہیں؟'' ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''ٹھیک لگا ہے مگر ابھی کوئی بھی ایسی بات نہیں کریں گی آپ جو ارادہ ظاہر کرے' میں دو تین بار اور اس سے ملوں گا پھر ہی فیصلہ ہوگا''۔ وہ بالکل بڑے بھائیوں کی طرح بات کر رہا تھا' کبھی کبھی ندرت کو لگتا وہ اس سے بھی بڑا ہو''۔

''ابو اور تایا ابو کو تو پسند ہے''۔

''لیکن ابھی کوئی ہاں نہیں کی جائے گی' ابو اور تایا ابو سے میں خود بات کروں گا'' آپ کا تو بس نہیں چل رہا کہ یمنیٰ کو ابھی رخصت کر دیں''۔ نزہت کچن سے نکل رہی تھیں انہوں نے فائق کی بات پر غور کیا' وہ کہہ تو ٹھیک ہی رہا تھا۔

''فائق ٹھیک کہہ رہا ہے''۔ انہوں نے بھی تائید کی۔

''تائی امی! میری ساس تو پوچھیں گی مجھ سے''۔ کچھ روہانسی ہو کر بولی' اسے فائق کی ضد پر بھی غصہ آنے لگا۔

''اپنی ساس کو آپ خود ہینڈل کریں گی مگر فیصلہ اتنی جلدی نہیں ہوگا''۔ وہ قطعی انداز میں گویا ہوا۔

''اونہہ...... تم میں پتہ نہیں اتنی ضد کیوں ہے' ہر بات سے انکار کرتے ہو''۔ وہ خفگی اور ناراضی سے بولی۔

''آپی! آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں' زندگی بھر کے فیصلے اتنی جلدی نہیں کیے جاتے کہ بعد میں پچھتانا پڑے''۔

''جب ابو اور تایا ابو کی مرضی ہوگی تو تمہاری بھی نہیں چلے گی''۔

''مگر یہاں میری مرضی چلے گی' میں جو کہوں گا وہی ہوگا' رشتے جب قائم کیے جاتے ہیں تو سوچ سمجھ کے کیے جاتے ہیں''۔

''میں کیا بُری رہ رہی ہوں' فراج میں' میں نے ابھی تک کوئی برائی نہیں دیکھی ہے''۔ وہ تو اس سے بحث پر ہی آمادہ تھی۔

''جو بھی ہے میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ فراج میں کوئی برائی ہے مگر کچھ وقت تو درکار ہوتا ہے سوچنے سمجھنے کے لیے''۔ وہ کھسیاہٹ کا شکار ہو گیا۔

''ندرت مان لو بیٹی اس کی بات' یہ بھی غلط نہیں کہہ رہا ہے''۔ نزہت نے رسان سے کہہ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سمجھایا۔ وہ آنکھوں میں نمی لے کر پیر پٹختی ہوئی اندر چلی گئی' فائق نے تاسف سے اسے جاتے دیکھا' وہ بھی مجبور تھا صرف اس لیے کہ یہ رشتے اتنی جلدی بلا سوچے سمجھے تو جوڑے نہیں جاتے' جب تک وہ فراج کو پرکھ نہیں لے گا وہ کسی کو بھی کچھ کرنے نہیں دے گا' وہ اپنے بہن بھائیوں سے پیار بھی بہت کرتا تھا۔

رافع سیڑھیاں اتر رہا تھا فائق کو کوریڈور میں سوچوں میں غرق دیکھا تو وہ بغور جائزہ لینے لگا۔

''کیا ہوا ہے تمہیں؟'' فائق نے اسے گھورا۔

''وہ بھائی میں سوچ رہا تھا کہ آپ کھڑے کھڑے سو تو نہیں رہے ہیں''۔ اس نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

''بکواس''۔ اسے ڈانٹ کے وہ باہر نکل گیا' رافع شانے اچکا کے رہ گیا' وہ خود فائق سے بہت ڈرتا تھا مگر کبھی کبھی اپنی جولی طبیعت کی وجہ سے اسے چھیڑ بھی دیتا تھا۔

..........☆☆☆..........

وہ جیسے ہی آ کے بیٹھا نیاز علی' مسز نیاز اور حمنی وہاں پہلے ہی موجود تھے' اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا' سنڈے کو تو وہ زیادہ آرام کرتا یا پھر کہیں نکل جاتا' آج بھی سارا دن اوپر اپنے کمرے میں ہی رہا مگر پھر شام کے وقت طبیعت کچھ بےزار ہوئی تو نیچے چلا آیا۔

''اٹھ گئے تم''۔ حمنی تو اسے دیکھ کر ہمیشہ کھل پڑتی۔ حمود بلیک پینٹ پر ڈھیلی سی ٹی شرٹ میں ملبوس چہرے پر دنیا جہان کی بےزاری لیے بیٹھا تھا۔

''کیسے ہو بیٹا! طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟'' مسز نیاز نے مسکرا کے اس کی خیریت دریافت کی۔ نا چاہتے ہوئے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے آداب و اخلاق نبھائے' کلثوم بانو بیٹے کی بےزاری دیکھ رہی تھیں۔ ہشام سالار بھی تنقیدی نگاہوں سے اسے گھورنے لگے مگر انہیں دیکھ کر وہ مودب بن گیا۔

''بیٹا بہت کم نظر آتے ہو''۔ مسز نیاز نے شکوہ کیا۔ وہ بھی حمنی کی طرح ہی خاصی ایڈوانس تھیں' مطلب میک اپ فیشن میں بیٹی سے کم نہ تھیں مگر لباس وہ حمنی والے نہ پہنتی تھیں۔

''حمود بیٹے نے اپنی الگ فیکٹری بھی شروع کر دی ہے''۔ نیاز علی نے ستائشی انداز میں کہا۔ وہ پہلو بدل کر بیٹھ رہا تھا کیونکہ بیٹھنا اسے ناگوار بھی گزر رہا تھا۔

''گڈ!'' مسز نیاز نے تعریف کی۔

''مام! حمود کے ساتھ میں لانگ ڈرائیو پر ہو کر آتی ہوں''۔

''وہ دراصل حمنی! مجھے ابھی ایک کام سے نکلنا ہے' میری کہیں کمٹمنٹ ہے''۔ لحاظ کیے بغیر بالکل صاف انداز میں منع کر دیا۔

''آج سنڈے ہے تمہاری کہاں کمٹمنٹ ہے؟'' ہشام سالار نے نکتہ اعتراض اٹھایا' حمود کچھ گڑبڑایا' سٹپٹایا مگر پھر فوراً ہی خود کو سنبھال بھی لیا ورنہ بابا تو اسے گھیر بھی لیتے تھے۔

"محریب سے ملنا ہے بہت دن سے اس سے نہیں ملا ہوں اس نے اور میں نے آج ڈنر ساتھ کرنا ہے"۔ وہ عذر تراش کے بولا کیونکہ یہ سب کہانی اس نے ابھی تیار کی تھی۔

"بیٹا! کچھ دیر ہمارے ساتھ بھی وقت گزار لیا کرو آفس میں بھی تم اپنے کیبن میں ہی رہتے ہو"۔ نیاز علی کو تو اکثر اس سے یہی شکایت رہتی۔

"انکل! میری اس سے پرسوں ہی بات ہو گئی تھی ورنہ میں ضرور آپ کے ساتھ وقت گزارتا"۔ وہ فوراً ہی جان چھڑاتا ہوا کھڑا ہوا مگر بابا کی کھوجتی تنقیدی نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں، منتہیٰ الگ بدمزا سی بیٹھی تھی کیونکہ وہ تو موقع تلاشتی تھی حمود کے ساتھ وقت گزارنے کا مگر وہ ہاتھ بہت مشکل سے آتا تھا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا سیڑھیاں چڑھنے لگا، رحمہ نے اسے روک لیا وہ اوپر سے سیڑھیاں اترتی آ رہی تھی۔

"آپ کا موبائل کب سے بج رہا ہے کمرے سے آواز آ رہی ہے"

"اوہ......" وہ پھر تیزی سے آگے بڑھا۔ کمرے میں آیا تو موبائل بند ہو چکا تھا، اس نے جانے کی جلدی جلدی تیاری کی تاکہ بابا اسے نہ روک لیں، جھوٹ تو بول دیا تھا مگر لمحوں میں اپنا پروگرام بھی سیٹ کر لیا کہ آج ڈنر وہ منتہیٰ کے ساتھ کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں کرے گا، کم از کم کچھ پل اس کی سنگت میں گزارنے کو تو ملیں گے۔ گرے پینٹ پر آف وائٹ شرٹ میں ڈیسنٹ اور سوبر لگ رہا تھا، نفاست سے سنورے بال پرفیوم کی بھینی بھینی مسحور کن خوشبوؤں میں بسا وہ بیٹھا تھا، منتہیٰ نے جب دیکھا کہ وہ ڈنر پر ساتھ لے جانے آیا ہے اس کا تو دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا اور مسلسل اپنا انکار کہلوائے جا رہی تھی، حمود کو حکمت کی پریڈ پر ترس آیا جو کبھی اس کا پیغام اندر لے جاتی اور کبھی منتہیٰ کا پیغام اسے دے کے جاتی۔

"بیٹا! آپ خود ہی اس سے بات کر لو مجھے پتہ ہے وہ شرم میں منع کرتی رہے گی"۔ مبینہ نے اس کی گویا مشکل آسان کی، وہ اجازت ملتے ہی کھڑا ہو گیا۔ تہذیب کچن میں رات کے لیے کھانے کی تیاری کر رہی تھی۔ وہ جھجکتا ہوا اندر آیا، وہ جب بھی اندر آتا اسے جھجک ہی محسوس ہوتی کیونکہ وہ سب کیا سوچتی ہوں گی کہ پتہ نہیں کب منتہیٰ کو اپنے گھر لے کے جائے گا۔

"مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ؟" کچھ نرم اور دبی دبی آواز میں بولا تاکہ باہر آواز نہ جائے۔ منتہیٰ گڑبڑا کے چیئر سے کھڑی ہو گئی، پنک کاٹن کے لباس میں سر پر آنچل ڈالے ہوئے تھی۔

"کتنی دیر میں تیار ہو گی؟" وہ اس کا جائزہ لینے کے بعد سینے پر بازو لپیٹے پُرشوق نگاہوں سے دیکھتا ہوا اس کے بالکل مقابل آ گیا، وہ گھبرا سی گئی، ذرا سی دیر میں ہی اس کا اعتماد بھاگنے لگا۔

"مجھے ایسے اچھا نہیں لگتا چوری چھپے آپ کے ساتھ کہیں بھی آتے جاتے"۔

"یہاں سے تو ہم کسی سے بھی چھپا کے نہیں جا رہے، آنٹی کو بتا کر جائیں گے حتیٰ کہ محریب کو بھی پتہ ہے"۔ لہجہ مخمور بنا لیا۔

"آپ کے گھر میں تو کسی کو نہیں پتہ ہے ابھی کچھ بھی ہوا اور پھر میں خوش فہمیوں کے پل نہیں تعمیر کرنا چاہتی، میری جو حیثیت ہے میں جانتی ہوں زندگی میں بس آپ کے نام کا سہارا چاہیے تھا اس سے زیادہ کی مجھے کوئی تمنا نہیں ہے"۔ وہ ایک ایک لفظ جتا کر بولتی حمود کو افسردہ اور مایوس سی لگتی تھی، وہ اس کے واہمات خدشات سب سمجھتا تھا مگر وہ اس کے ڈر کو نکال کے اسے اسی طرح پُراعتماد دیکھنا چاہتا تھا جیسے پہلے دن ملی تھی، اسے یہ بھی فکر نہیں تھی کہ وہ اپنا دفاع نہیں کر سکے گی، وہ اتنی پُراعتماد تھی کہ سب فیس کر سکتی تھی۔

"انہیں اگر میں نے بتا دیا تو میرے بابا سب سے پہلے میرا اور تمہی کا نکاح کل ہی کروا دیں گے"۔ مسکرا کے شوخی سے کہا۔ منتہیٰ نے نگاہیں اٹھا کے اس کی آنکھوں میں دیکھا جو وارفتگی سے اسے دیکھ رہا تھا، گرمی شوخی سے اس کے رخسار کچھ دہک سے گئے۔

"جانم! تمہیں یہ سب سوچنے کی ابھی ضرورت بالکل نہیں ہے"۔ پھر شرارت سے گویا ہوا۔

"سوری میں ایسے طرز تخاطب کی بالکل عادی نہیں ہوں"۔ حمود کے رومینٹک انداز سے پہلے ہی پسینے آ رہے تھے اس پر اس کے ایسے ڈائیلاگ۔

"کیوں میرا طرز تخاطب اتنا بُرا ہے، میں اپنی بیوی سے کسی بھی انداز میں مخاطب ہو سکتا ہوں"۔ وہ مسکرانے لگا۔

"چلو جلدی سے تیار ہو جاؤ کیونکہ مجھے آج اپنی زندگی کے لمحوں کو اتنا یادگار بنانا ہے کہ ہم دونوں بعد میں یہ دن یاد کریں مگر مل کر ایک ساتھ جب تم میرے گھر میں آ جاؤ گی انشاءاللہ تعالیٰ وہ دن قریب ہے"۔ حمود نے اپنی باتوں میں جذبے اور یقین سمو کے اسے سمجھایا۔

"جس کی زندگی خود اتنی پھیکی اور بے رنگ ہو وہ کیا آپ کی زندگی کے لمحوں کو یادگار بنائے گی، سوائے اس زندگی میں غم فکر اور ٹھکرائے جانے کے"۔

"ہو گئی تمہاری یہ گفتگو یار! ابھی تو میرے حال پر رحم کر دیا کرو، فون پر بات کرو جب وہی اور سامنے ہو تو جب وہی حال ہے تمہارا"۔ وہ کھسیاہٹ کا شکار ہو گیا۔

"جب ہی تو کہتی ہوں کہ میرا پیچھا چھوڑ دیں ورنہ آپ کی زندگی کے رنگ بھی پھیکے پڑ جائیں گے"۔ نگاہ اس کی جھکی ہوئی تھی۔

"لگتا ہے مجھے اب تمہارے ساتھ سارے لحاظ اور مروت بالائے طاق رکھ کے تم سے حکم کے انداز میں بات کرنی پڑے گی"۔ وہ تھوڑا غصہ میں آ گیا۔

"پانچ منٹ کے اندر تیار ہو کے باہر آؤ ورنہ میں تمہیں ایسے ہی لے جاؤں گا اور مزید میرے دماغ کے کیڑے کلبلائے تو یہاں چھوڑ کے بھی نہیں جاؤں گا"۔ وارننگ دینے کے ساتھ لہجہ بھی معنی خیز ہو گیا، منتہیٰ نے اسے گھورا جو واپس پلٹ چکا تھا، اسے زبردستی تیار ہونا پڑا، تہذیب نے تو خوب ہی چھیڑا، گرین کپڑوں میں ملبوس بڑی سی چادر لپیٹ کے اس کے سامنے تھی، حمود نے اچٹتی نگاہ ڈالی۔

"آنٹی اجازت"۔ وہ ان سے رخصت لے کر نکل گیا۔ منتہیٰ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی، تہذیب اور حکمت گیٹ تک اسے چھوڑنے آئی تھیں، حمود کے چہرے اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی فرنٹ سیٹ پر وہ بیٹھی تھی حمود کے لب کچھ گنگنا رہے تھے، اسے جانے کیوں اس طرح حمود کے ساتھ جانا بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا، وہ کچھ نہیں بول رہی تھی، حمود اس کے تپے ہوئے چہرے کو دیکھے جا رہا تھا، اس کی نگاہ سامنے ونڈ اسکرین سے باہر لاتعلق سی تھی۔

☆☆☆

ریسٹورنٹ کا دھیما دھیما ماحول مدھم مدھم پیلی پیلی فانوس کی روشنی میں اس کا چہرہ ایسا چمک رہا تھا کہ حمود ٹیبل پر دونوں ہاتھ کی کہنیاں ٹکائے اس کے چہرے کو اپنی بھوری آنکھوں میں سمو رہا تھا۔

"آنکھوں کے جھروکے سے چپکے سے اجازت بنا لیے دل چرایا دھوکے سے
چپکے سے اور ساتھی میرے

میرے سپنوں میں تیرے خواب آتے ہیں......"

ایک دم ہی ماحول میں عدنان سمیع کی آواز میں مدھم مدھم سونگ نے ماحول کو اور سحر انگیز بنا دیا' منتہیٰ کے عارضوں پر سرخی بڑھنے لگی تھی' وہ حمود کو اپنی جانب وارفتگی اور کھوئے ہوئے انداز میں دیکھتے ہوئے وہ گھبرانے لگی' اس پر اس سونگ نے اور بہکنے کا سامان کر دیا تھا۔

"آپ کھا نہیں رہے؟" اس کی توجہ ٹیبل پر دھری انواع اقسام کی جانب کروائی جو حمود نے اتنا کچھ منگوا لیا تھا۔

"تم کھاؤ"۔ وہ آنکھوں میں خمار لیے آہستگی سے گویا ہوا۔ منتہیٰ نے اطراف میں نگاہ دوڑائی ٹیبلز پر موجود لوگ اپنی جگہ کھانے میں مصروف تھے۔

"اتنا کچھ میں اکیلی کھاؤں گی"۔ اس نے جھینپ کے کہا۔

"آج میں تمہیں کھانا کھاتے ہوئے دیکھوں گا"۔

"ٹھیک ہے پھر مجھے کھانا ہی نہیں ہے' کھڑے ہو جائیں مجھے گھر چھوڑ کے آئیے"۔ وہ مشتعل ہو گئی۔

"ارے ارے بیٹھو میں مذاق کر رہا تھا"۔ اس نے بٹھایا۔

"اتنے دنوں بعد تم سے مل رہا ہوں' دیکھ رہا ہوں' اتنا بھی حق نہیں میرا"۔ اس نے منتہیٰ کی پلیٹ میں چکن تکہ نکالا۔

"باقی چیزیں خود نکالو اور میری پلیٹ میں بھی نکالو"۔ فوراً خیال آیا تو اپنے دونوں ہاتھ سمیٹ کے چیئر سے ٹیک لگا کے بیٹھ گیا۔ منتہیٰ نے اسے گھورا' شرم و جھجک میں اس کی پلیٹ میں بھی اپنی پسند سے ڈال دیا۔

"کھائیے"۔ شہادت کی انگلی سے پلیٹ کی جانب توجہ دلائی۔

"دل کر رہا ہے آج تمہیں کھا لوں"۔ وہ معنی خیزی سے مسکرایا۔

"ہاں کھا لیں کیونکہ زندگی نے ہی مجھے اتنا کھا لیا ہے' اب کچھ طلب بھی نہیں"۔ اس کے لہجے اور بات میں ویرانی تھی۔

"اُف مائی گاڈ!" حمود نے اپنا سر ہی تھام لیا۔

"میرے سارے رومینٹک موڈ کو ایسے بے دردی سے ٹھوکر مارتی ہو کہ مجھے غصہ آنے لگتا ہے"۔ منتہیٰ کو ہنسی آ گئی' وہ لب بھینچ کے مسکراہٹ روکنے لگی اور پھر چکن تکہ کو توڑ کے منہ میں لقمہ لے جانے ہی لگی تھی کہ حمود اپنا مضبوط ہاتھ بڑھا کے اس کا ہاتھ پکڑ کے لقمہ اپنے منہ میں لے گیا اور اس کی انگلیوں کو بھی چاٹ لیا۔

"کیا کر رہے ہیں"۔ وہ گڑبڑا کے گھبرا گئی' اطراف میں کن انکھیوں سے دیکھا کہ کتنے لوگوں نے دیکھا۔

"کوئی نہیں دیکھ رہا ہے' سب اپنے آپ میں مگن ہیں"۔ حمود اس کی نگاہوں کا مفہوم سمجھ گیا۔

"آپ کو شرم نہیں آتی ہے"۔ پہلی بار اس نے کچھ کہا۔

"بالکل نہیں"۔ وہ اس کی حالت سے محظوظ ہوتا کھانے میں بھی مصروف تھا۔

"آپ نے اتنا کچھ منگوا لیا ہے مجھے تو دیکھ کر ہی ایسا لگ رہا ہے کہ میرا پیٹ بھر گیا ہے"۔ بریانی' چکن تکہ' چکن قورمہ' سلاد' میٹھے میں کسٹرڈ تھا۔

"مجھے اتنی کمزور اپنی بیوی نہیں چاہیے"۔ وہ پھر بولا۔

"پلیز! کچھ تو خیال کریں آپ"۔ اس نے دبی ہوئی آواز میں ٹوکا۔

"تم میرا خیال کرو کتنا مجھے تڑپاتی ہو اس پر سے اتنی ثقیل گفتگو"۔ اس نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ اسی اثناء میں حمود کا

ٹیبل پر رکھا موبائل بیپ دینے لگا' دونوں خاموش ہو گئے' حمود نے دیکھا حمنیٰ کی کال تھی۔

"ارے ریسیو کیجیے ناں"۔ منتہیٰ نے اشارہ کیا۔ وہ برے برے منہ بنانے لگا' اس بلا سے بچ کے تو یہاں آیا تھا' کچھ لمحوں میں اسے بھول بھی گیا تھا مگر پھر اسے ڈسٹرب کر دیا۔

"اٹھائیے تو دیکھیے کیا چاہ رہے ہیں"۔ وہ پھر ٹوکنے لگی۔

"میرا بالکل دل نہیں کر رہا ہے اس سے بات کرنے کو' خواہ مخواہ گلے پڑ رہی ہے"۔ موبائل اب بند ہو چکا تھا' کال اس نے ریسیو ہی نہیں کی' تشکر بھرا سانس بھرا۔

"آپ کو بات تو کر لینی چاہیے تھی"۔

"کیا بات کرتا' وہی شکوہ کرتی کہ ڈنر ساتھ نہیں کیا یہ وہ پتہ نہیں کیا پھر بولتی"۔ اس نے کھانا شروع کر دیا۔ دونوں نے جلدی جلدی کھانا ختم کیا' پھر لانگ ڈرائیو پر لے گیا' منتہیٰ کو نیند کے جھونکے آنے لگے' بارہ بجنے والے تھے۔

"مجھے نیند آ رہی ہے گھر چلیں اب"۔ وہ تھکی تھکی سی آواز میں بولی۔

"او کے"۔ حمود کو بھی جیسے ترس آیا۔ کچھ ہی دیر میں گاڑی باہر تھی وہ اترنے لگی۔

"سنو اترو کو پہلے میری بات سنو"۔ اس نے پکارا۔ منتہیٰ رُک کر اس کی جانب دیکھنے لگی' حمود کی نگاہوں میں خمار معنی خیز شرارت اور پھر خود پر اختیار نہ رکھ سکا' اس کی پیشانی پر لب رکھ دیے' اس کے مضبوط ہاتھ نے شانوں کو تھاما' لگتا تھا لمحے رُک گئے ہوں' اس نے جیسے لمحہ کو قید کرنا چاہا۔ حمود کے ہاتھوں کے لمس نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

"آئی لو یو"۔ حمود اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا مسکرا دیا۔

"جی"۔ اسے جیسے یقین نہ آیا ہو ان چمکتی نظروں میں خاص بات تھی۔

"یہ سچ ہے"۔ منتہیٰ کے اس طرح دیکھنے پر جانے کیوں مسکرا دیا۔

"دل نہیں کر رہا تمہیں رخصت کرنے کو مگر مجبوری ہے"۔ منتہیٰ اس سے پہلے کہ وہ مزید بہکے جھٹ فرنٹ ڈور کھول کے اتر گئی' دل کی دھڑکنوں نے بے ہنگم انداز میں شور مچانا شروع کر دیا تھا' وہ مڑی نہیں نہ دیکھا تیزی سے کھلتا آہنی گیٹ عبور کر گئی۔

"مجھے پتہ ہے تم اسی طرح بے یقین رہو گی' جب تک میں تمہیں اپنے ساتھ نہ لے جاؤں' وہ مقام نہ دلاؤں"۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ گیا۔

آج اس نے جتنے بھی لمحے اس کی سنگت میں گزارے وہ امر ہو گئے تھے' وہ تنہائی میں نہ بہکا تھا نہ ہی اس نے کوئی ایسی بے باکانہ حرکت کی تھی کہ وہ شرمندہ ہوتا وہ اس کی بیوی اور منکوحہ تھی' ہر چیز اپنے وقت پر حاصل ہو تو زیادہ خوشی ہوتی ہے اور اس سے دل پر بوجھ بھی نہیں رہتا' پھر اسے خود پر زیادہ نہیں تو کچھ تو کنٹرول حاصل تھا۔

(جاری ہے)

☆☆☆

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 17 –

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

ہر بار ان کی بیٹی کی زندگی کا مسئلہ حل ہو جاتا رہا اور آج پوری محفل میں وہ تماشہ بن گئی تھیں۔ اس کی زندگی میں کیا ہونے والا تھا وہ اللہ کو علم تھا مگر کتنے خوش تھے کہ اس وقت وہ اتنی مشکل سے منا کے لایا تھا تہذیب کو مگر یہاں کی تو کایا ہی پلٹ گئی تھی۔ نازک پیاری سی وہ گھنٹہ بھر رہا۔ وہ کیا ایک گھنٹے سے وہ چپ ہو گیا تھا اور عریب نہیں مان رہا تھا اور صاحب کا، وہ کے نڈھال تھا۔

"بھائی جان آخری بار کہہ رہا ہوں آپ ابھی بھی اس نکاح کے لیے تیار ہیں تو میں شادی کروں گا ورنہ میں چاہ رہا ہوں میری بھی شادی نہیں ہوگی۔" وہ جھٹکے سے ہی یہ فیصلہ لے کر اٹھا۔

"عریب امیر سے بیٹے مان جاؤ، مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے اسے دیکھنے کی۔" جو اماں نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔ عریب نے شرمندہ ہو کر ان کے ہاتھ تھام لیے۔ نازک کو خود الگ ان سب کا خیال آ رہا تھا کیسے نے اس تقریب کو اس نے اپنی ضد سے بے رونق کر دیا تھا۔ صرف اس نے پاس لے کیا تھا کہ بعد میں اس کے بھائی کو بھابی سے کوئی الگ نہیں کر سکتا وہ اتنا تو کر سکتا تھا کہ ان دونوں کو جوڑے۔

"چلو اب مجھے شرمندہ نہیں کریں۔"

"پھر مان جاؤ میری عزت کا خیال کر۔" وہ اتنے دکھی اور مظلوم سے تھے کہ آنکھوں میں ان کے نمی بھی ہو رہی تھی۔

"جیسے سب کی مرضی۔" اس نے مجبور ہو کے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اسے نازیہ بھی غصہ آ رہا تھا جس نے اسے ماں پر پہلے سے ہی اتنا تنگ کیا تھا کہ وہ مہندی والے دن کا ساڑھی پہنے گا کیونکہ وہ تماشا بن رہا تھا۔

اسے کچھ خبر نہ تھی اس نے کب ایجاب و قبول کیا۔ مٹھائی جب تقسیم ہوئی تو جب آپی نے اس کا ماتھا چوما اور پھر وہ آنسو پونچھتی ہوئی ہاتھ سے نکل گئی۔ ایک بار اس کا دل کیا وہ شادی کا انعام کرے سامنے کا شور ختم کر دے میری بیگم کی تو ہنسی کی گونج بھی یہاں پہلے ہی وہ سلمے میں، نازک نے اتنی بات سے ہی کی تھی آج اس نے ہاتھ سے سب کچھ حاصل کیا تھا۔

"تمہاری بہت بڑی ہی بات ہے ہوں۔" فائق نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ اس کے چہرے پر چھپی مسکراہٹ لیے اسٹیج پر بیٹھا تھا سب مبارک باد دے رہے تھے عریب تو غائب ہی ہو گیا تھا۔

"دل تو کر رہا تھا کہ تمہارا ابھی نکاح تہذیب سے کروا دوں۔"

"فضول بات نا کرو۔" اس نے نازک کو گھورا۔

"آپی وہ ہے کہاں؟"

"بھاڑ میں۔" وہ دکھ کے اسٹیج سے چلا گیا تھا۔ وہ مسکرا کے دیکھتا رہا عریب کو ڈھونڈ رہی تھی مگر وہ نکاح کے بعد سے کہیں غائب ہی ہو گیا تھا اور نازک بھی وہ نظر نہیں آیا۔ لڑکیاں وہ اس کے پہلو میں بٹھا دی گئی تھیں اب تو ان دونوں کو دعا کی ہوئے بیٹھے تھے۔

دولہن جان تو صاحب کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ صاحب ایک بار بھی نازک کے پاس نہیں آئی تھیں بلکہ اس کا دل تو اور بھی خراب ہو گیا تھا غصہ الگ آ رہا تھا کہ اس شرارت کے سب کے سامنے عزت دو کوڑی کی کر دی گئی۔ صاحب کے دل کی اتنی بڑی خواہش پوری ہو گئی تھی اس کی شادی کی تھی اسے یقین نہیں آ رہا تھا دل دھک دھک کر رہا تھا نازک اب تک ضد کر کے بیٹھے ہوں گے تو ضعفی کی بھی ہوگی۔

"نہیں یہ ٹھیک نہیں۔" وہ گھبرا گئی۔ مگر شکر ہے ہوا ایسا کچھ نہیں کیا گیا۔ سو دل میں تصویروں تک میں وہ بیٹھی تھی۔ شکل سے اس نے نیند کے مارے کہا ہوا۔

"اللہ سے شکر کرو ہیں۔"

"تمہیں نہیں پتا مجھے کتنی سب کے سامنے شرمندگی ہو رہی ہے۔" وہ سر جھکا کے بولی۔

"ارے جناب اس قسمت میں تمہاری ایسے ہی ہونا تھا۔" صاحب بھی کچھ نہیں بولیں وہ شروع سے ہی دکھی ہی تھی آنی اور ماں اس کے پاس آ کر پوچھ رہی تھیں۔ ساری محفل کا موڈ اس نے ایسے خراب کیا تھا۔ نازک کی اس ضد سے وہ دو کیا تھا صاحب کو عریب ایک بار بھی نظر نہیں آ رہا تھا کتنا تھا وہ گھر چلا گیا تھا۔

☆☆☆

"مجھے تو نازک کی ہمت اور بہادری پر حیرانگی ہے یار۔ آخر منہ کیوں لٹکائے ہوئے ہے۔" یہ اماں سے گھبرائے ہوئے بیٹا تھا۔ وہ رخصت ہو کر آ بھی گئی ساری خواتین نازک کے بیڈ روم میں تھیں اور نازک عریب کے بیڈ روم کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اسے پتا تھا اس کا بھائی اس سے خفا ہے۔

"یہ بہادری اور ہمت ہے کہ پوری محفل میں سر اٹھانے کا نہیں رکھا اس لڑکے نے مجھے۔" وہ اتنا غصے میں تھا کہ خود بھی گھبرائے ہوئے اندر جاتا۔

"اب تو ہو گیا جو ہونا تھا درست کر دو۔ پہلے اچھا نہیں کیا شادی چھوڑ کے وہاں سے آ گیا کیوں؟"

"کس سے پوچھتا؟" وہ پوچھا۔

"رکے سب بہت خوش تھے۔"

"یہ خوش ہونے والی بات ہے کہ نازک نے اتنی گھٹیا حرکت کی کہ اپنے نکاح سے پہلے کیا شرط رکھی۔" نازک نے اسے اندر آنے قدم رکھا عریب کی اس وقت نگاہ اٹھی مگر لمحے میں پھیر لی۔

"اب اس سے کچھ بھی نہ جائے۔"

"یار بھائی جان! آپ کی ناراضی وہ بھی غصے کے ساتھ آپ پر تو بالکل ہی سوٹ نہیں کرتی۔" نازک اپنی پرانی طبیعت کے ساتھ اس کے سامنے آیا عریب کی تفصیل نگاہ ہوئے اسے دیکھا تو مسکرا رہا تھا۔

"سوری بھائی جان البتہ ہو گیا نکاح۔"

"تم میرے کمرے سے نکل جاؤ۔ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی ہے۔" اس نے باہر کی جانب اشارہ کیا۔ اصطلاحات عجیب انداز میں دونوں بھائیوں کو دیکھے گا کیونکہ عریب ادھر ادھر تھا کہ وہ کسی کا بھی سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"یہ الگ بات ذکر کریں میری بات تو سنیں۔"

"بہت بڑے ہو گئے ہو نا کہ دوسروں کی زندگی کے فیصلے کرتے پھر رہے ہو۔" عریب مٹھیاں بھینچ کے اندر کے غصے کو روکے گا۔

"وہ میرے سامنے بیٹھی ہیں اور پھر میں نے ایسا کون سا غلط کام کیا۔" نازک بہت فکر مندی سے گویا ہوا۔

"مجھے تم سے شرم آ رہی ہے جو ایسا کر کیا ہے۔" وہ بیشتر پھر سے اسی طرح تیز لہجے میں بول رہا تھا۔ احمد نے اشارے سے نازک کو جانے کا اشارہ کیا مگر وہ کہتا تھا یہاں سے جانے کے سوا میں نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے آپ اسی طرح مجھ سے ناراض رہیں گے میں بھی اپنے بیڈ روم میں نہیں جاؤں گا۔" نازک نے اسے نرم کرنے کا آخری ہتھیار ڈالا۔

"کیا...؟" وہ اس وقت اپنے بالوں کے بل کھول رہا۔

"جی اگر میں غلط ہوں اور میں نے آپ کے ساتھ غلط کیا ہے تو کیا فائدہ پھر مجھے بھی اس شادی کے بندھن کو نبھانے کا۔" وہ جانے لگا۔

"پیا تمہاری آدھی شادی ہو گئی ہے۔"

"تمہیں یاد ہے میں نے تم سے کیا کہا تھا مجھے شعلوں میں پیار کی لپٹیں چاہئیں۔"

"مجھے یاد ہے اچھی طرح۔" اس نے اپنی مسکراہٹ روکی۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] فکر مند ہو گئے تھے۔

☆☆☆

شادی کے بعد سب اپنے [illegible] ایک [illegible] نے برداشت کیا [illegible] فراز کے [illegible] کوئی بات نہیں کر رہا تھا۔

"[illegible] کیا آپ نے ابھی تک فراز کو [illegible] کوئی الگ ہے کیا؟" [illegible]

[illegible]

"[illegible]" [illegible] سے کہا۔

"[illegible] مجھے [illegible] کہ تم [illegible] جواب نہیں دیا ابھی تک۔"

"آپ اپنی ساس سے پوچھیں [illegible] اتنی جلدی [illegible]" [illegible]

[illegible]

"[illegible] شادی [illegible]" [illegible]

"[illegible] ابھی [illegible] لگ رہا ہے۔"

"[illegible]" [illegible]

"[illegible]" [illegible]

"[illegible]" [illegible] سے بولی۔

"[illegible]" [illegible]

"[illegible]" [illegible]

"[illegible] بیٹا تم [illegible] بچے۔" [illegible]

[illegible] فائق [illegible] ساتھ [illegible] کیا۔

"کیا ہوا کیا بات ہے؟" [illegible] سے پوچھا۔

"بھائی [illegible] اور فراز کی بات [illegible] آئی ہے۔" [illegible] نے بتایا۔

"اس میں [illegible] کیا بات ہے۔"

"[illegible]" [illegible] نے فائق پر [illegible] کیا۔

"آپا [illegible] آپ کی [illegible] بھی [illegible]" [illegible]

[illegible]

"[illegible]" فائق کو غصہ آ گیا۔

"تم [illegible]"

"ٹھیک ہے [illegible]" [illegible]

"فائق [illegible]" [illegible]

"[illegible]"

"[illegible]" [illegible]

"[illegible]" [illegible]

"[illegible]" [illegible]

"[illegible]" [illegible]

"[illegible]" [illegible]

"فائق [illegible]" [illegible]

"اگر ابھی ساری معلومات ہو گئی تو فکر نہیں کریں [illegible] ہم دونوں کا رشتہ پکا۔" رحمان احمد نے [illegible] [illegible]

☆☆☆

جب کوئی [illegible] [illegible]

[illegible]

"[illegible]" [illegible]

"بھائی جان [illegible]" [illegible]

"[illegible]" [illegible]

[illegible]

"[illegible]" [illegible]

"آپ بھی تو [illegible]" [illegible]

"[illegible]" [illegible]

"[illegible]" [illegible]

"[illegible]" [illegible]

[illegible]

"مشکل بھی نہیں ہے بابی۔"

"رہنے دیجیے ابھی کیوں کیا ہوا؟" وہ مسکراہٹ روک کر بولا۔

"ابھی غور سے دیکھنے کا بہت مزہ ہے، آپ سے کہاں ... [illegible]" وہ ... [illegible]

وہاں سے ... [illegible] مسکراہٹ ... [illegible] بہت اچھا لگتا تھا۔

☆☆☆

... [illegible]

... [illegible]

"آپ ... وہ سمجھتا جاتا ہے۔" ... [illegible]

"مجھے بھی پتہ ہے تمہیں جانا ہے ... [illegible]"

... [illegible]

"آپ کے پاس ہوں گے ہی ہوں گی۔"

... [illegible]

"پھر ٹھیک طرح ... [illegible]"

"آپ تو ... [illegible]"

... [illegible]

"آپ کی طبیعت ... [illegible]"

"ہوں ٹھیک ہو گئی تمہیں دیکھ کر۔"

"پلیز آپ ... [illegible]" وہ ... [illegible]

... [illegible]

"ہر بات پر آپ ... [illegible]"

"ہاں تمہارے ... [illegible]"

نہیں۔" وہ بھی ... [illegible]

"رہنے دیں آپ کی طبیعت ... [illegible]" کہہ کر اس نے ... [illegible]

"آپ کا احساس ہے ... [illegible]"

... [illegible]

"پلیز آپ ہی مجھے ... [illegible]"

"میں ... [illegible]"

"پھر ٹھیک ہے آپ ... [illegible]"

... [illegible]

"لگتا ہے ... [illegible]"

"نہیں مجھے تمہارے ... [illegible]"

... [illegible]

"تم کب ... [illegible]"

... [illegible]

"کھڑی کیوں ہو ... [illegible]" وہ ... [illegible]

"آپ تو کم از کم سمجھیں۔" وہ دانت پیسنے لگی۔
"تم سمجھاؤ تو میں سمجھنے کے لیے تیار ہوں۔" وہ مسکرا کے اسے تپانے لگا۔
"کیوں آپ میرے لیے اور اپنے بیٹے کے لیے سوچ رہے ہیں؟ پہلے ہی میں اپنی بیٹیوں کی حالت دیکھ کر پریشان ہوں۔" وہ روہانسی ہونے لگی۔
"تم سوچتی غلط ہو سوچتی اتنا کیوں ہو؟" وہ اس کے قریب ہو کر بیٹھنے لگا۔
"وہ انہیں کیا کر رہے ہیں؟" وہ تو بک کے بیٹھنے سے کھڑی ہو گئی۔
"میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کرتی ہو؟" وہ احتجاجاً بھی تیز لہجے میں بولا۔
"کیا فضول بات کرتے ہیں۔"
"تمہارے ہی بھائی کی بہنیں ہیں۔" وہ پھر مسکرایا۔
"آپ تو کہیں ہی ہے یہ بات آپ سمجھ لیں اگر آپ نے کبھی کی تو میں بات نہیں کروں گی۔" اسے جیسے کلثوم اور طاہرہ کے ساتھ بھی آئی تو کرے میں کافی کچھ کھانا سمجھو کی پھر کچھ بھوک چمک گئی۔
"وعلیکم السلام، سب سے پہلے اپنا منہ دھو۔" وہ اپنا شروع ہو گیا۔
"بہ شیرازہ آئے تو کھانا دے دو پہلے۔" کلثوم اور بولنے لگی تو وہ کھانے میں لگ گیا اور صفی سے تو کچھ کھایا ہی نہیں جا رہا تھا مشکل سے سوپ لیا چائے پی اور کھڑی ہو گئی۔
"تو یہ صفی کیسی ہو؟" صفی کی شکل ہوئی آواز سے وہ ٹھیک ہوں کہہ کر وہاں سے غائب ہو گئی۔
"ٹھیک ہوں میں جلدی میں ہوں۔" وہ اس کے پیر کی تکلیف کو سمجھتی تھی مگر دل میں حسد اور جلن ہی ہونے لگی کہ وہ کیسے ہنس کر اس کے گھر میں بھی آ گئی ہے اور وہ جو اس سارے حقوق، صفی کی وہ ابھی تک دوسرا تھی ہے، صفی کی دل میں بے تکلفی رہ گئی اور وہ جانے کیوں اس کو جلانے لگا۔

☆☆☆

"مگر تم بھی کل چلی جاتیں تو کیا ہو جاتا اب تو اپنا غرور بیچ کر لو۔" جواد احمد نے کالی کوری اور قصہ کو دیکھا اے انہیں سرزنش کی۔
"میری دونوں بیٹیوں کو میری مرضی کے خلاف تم نے ٹھکانے لگا دیا۔" وہ اس دن سے تو اور بھی تپ رہی تھیں۔
"کیسی عورت ہو شکر ادا کیوں نہیں کرتی ہو کہ ہماری بیٹیاں خیر سے اپنے گھروں کی ہو گئی ہیں۔" وہ ان کی سوچ پر افسوس ہی کرتے رہ جاتے۔
"میرا دل بھی تو اچھا بھی سوچتا ہے کہ بیٹیاں تمہارے لیے پریشان رہتی ہیں اور تم ان کی دلجوئی نہیں کرتی ہو۔"
"میری بیٹیوں کو تم نے مجبور کیا ہے شادی پر۔" وہ جیسے کوئی بات نہیں جانتی تھیں۔
"تمہیں سمجھانا بہت مشکل ہے کہ تم کس طرح عورت ہو تمہیں سوچ میں نے مجبور کیا ہے۔ پھر سوچ کے ہی کہ تم دوسری طرح بھی ان کی شادیاں نہیں کرتیں۔" عمیرہ نے غراتی نگاہوں سے جواد احمد کو دیکھا جو ان کے سر پر کھڑے تھے۔
"عمر بن الحق کی بات کرتی نہیں جا رہی تھی۔" نگاہیں وہ گھورتی رہ گئی۔
"یہ ٹھیک ہے عمر بھی ہو گئی ان کی شادی اور جلد ہی ان کی رخصتی ہو گی میں کچھ ہی مہینوں میں کر دوں گا۔"
"کیا ہو گیا ہے تمہیں جواد احمد! کیوں بیٹیوں پر ظلم کر رہے ہو؟ کیوں ہمیشہ میری بیٹیوں سے لگے رہتے ہو۔"

رو یانسی ہو کر بیٹھ گئیں۔
"میں چاہتی ہوں کہ اپنی بیٹیوں سے ہوش میں تو ہو تم بھی ہو کر جو کچھ بھی کرتی ہو غلط کرتی ہو جواب میں تم سے اپنے ہو سکے لیے جا رہی ہو گے۔" وہ انہیں گویا جواب ہی کرنے لگے، عمیرہ ایک جھٹکے سے اٹھیں آتی دونوں کو جھگڑا گھر سے میں ہوا تھا وہ تو آگے کھانے کی شکل پر ہی ہوتا تھا وہ بھی پریشان ہو جاتے تھے۔
"تم کیا سمجھتے ہو تمہارے بھتیجے بہت شریف ہیں۔" اب انہوں نے بات کو دوسرے رخ پر لے جانا چاہا۔
"میرے بھتیجے بہت اچھے ہیں مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"
"ہاں تمہیں کیوں ہو گی شکایت تو مجھے ہے اس سازش کو میں نے چلائی وہ کیا بھائی کی تھی ساتھ کر دی۔" عمیرہ کو مائرہ پر تو پہلے ہی غصہ آتا تھا جب سے نکاح سے پہلے غریب اور عتاب کے نکاح کی شرط رکھی تھی ان کا تو حیرت سے دماغ ہی الٹ ہو گیا تھا۔ تھی مہارت اور چالاکی سے اس نے سب کروایا تھا اور انہیں آگے کی بھی مگر سنائے جا رہی تھی جانے وہ اور کیا کیا کرواتے وہ تو انہیں بھی کچھ دیر میں یاد آیا ہے۔
"ہونہہ اچھائی وہ اور نہ تو مجھے لگتا ہے کہ اب سے زیادہ بات بگڑ گئی۔" وہ جتنا بھی او پر والے کا شکر ادا کرتے وہ کم ہی تھا جس نے ان کا ساتھ دیا تھا۔
"عمر بن بھائی اور جمال کے بیانے سے پہلے میں بھائی صاحب کے گھر والوں کی دعوت کر رہا ہوں تم اپنا کام ڈال لینا۔" وہ کچھ نرم سے لہجے میں بولے۔
"کیوں؟" وہ ٹکا سے ہو گئیں۔
"مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ کے گھر والوں کی دعوت کرنے کا شادی بھی تم نے کی ہے جیسی دعوت کرنا۔" وہ صاف انکار کرنے لگیں۔
"کبھی تو عقل سے کام لو سوچا۔" وہ بھی جھنجھلائے۔
"میں نے تم سے جو کہا ہے اس پر عمل کرنا ہے۔"
"میں نہیں کروں گی۔" وہ اس روم میں چلی گئیں۔ جواد احمد تاسف سے سر ہلانے لگے جانے کیوں عمیرہ اتنی خود سری اور ضد آ گئی تھی کہ وہ کچھ بھی سمجھنا نہیں چاہتی تھیں جو اس بات کی تھی وہ کرتی آ رہی تھیں جس کو جواد احمد کہتے تھے۔ اپنی اولاد کی خاطر وہ شروع سے برداشت ہی کرتے آ رہے تھے گھر سے باہر آئے تو عمار کو ان کی بات کرتے دیکھا وہ کچھ گھبرا کے بھی کوئی بات وہ وحشت کر رہی تھی۔ جواد احمد لان میں چلے آئے کافی دن کریا دماغ میں اتنا ہو گیا تھا کہ وہ سو جانے لگے۔
"ابا طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟" وہ فکر مندی سے ان کے قریب ہی آ کے بیٹھ گئی۔
"ہاں۔۔۔ بس ایسے ہی لگی ہے۔" وہ ٹھک گئے۔ انہوں نے ایسے شخص کا تکیہ لگایا ہوا تھا ان کی پھر جتانے پر پلٹ کی جوان کے لیے بہت پریشان بیٹھے رہیں گے۔ بیٹی بھی ان کی خاموش بیٹھے وہاں سے ان کے پیچھے چکر لگاتی رہی۔
"آپ کے لیے چائے بناؤں؟"
"نہیں بیٹا اب تو کچھ بھی ہو رہا انہیں چھوڑو اب آپ کس سے بات کر رہی تھیں فون بند کر کے کیوں آ گئیں؟"
"وہ شاید اب کی رات دو چھوڑ دی گئی۔" عمر بھائی نے کال کی تھی۔
"ہوں۔۔۔ وہ بچی بھی وہاں کب تک سوتے رہو گے۔" کیونکہ ہماری ماں کی ان کی عادت بھی ختم نہیں ہو گی۔" ادا ان سے ان کی بیٹی کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔

"کہہ رہی تھی بہت خوش ہے"۔ جھوٹ بتایا کیونکہ وہ اپنے باپ کو کسی بھی ایسی فکر میں مبتلا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"بیٹا مجھے پتہ ہے وہ وہاں خوش بھی ہوگی اب ان کا خیال رکھتے ہیں مجھے سب خبر ہے مگر یہاں آ کر [illegible]
کوئی خوشی نہیں ہوئی [illegible] اس کی عادت کو جانتی [illegible]"۔

"آپ [illegible] کچھ بھی نہیں [illegible] سب جانتی ہے اور سب پتا تو نہیں ہے"۔ [illegible] نے انہیں [illegible]
وہ سب کی [illegible] گھر میں [illegible] ماں کی طرح [illegible] بچوں کو چھوڑ کے [illegible] کے لیے
تیار ہو جائے۔

"مجھے اس بات کی بہت ٹینشن ہو رہی ہے کہ [illegible] ابھی تک یہاں نہیں آیا [illegible] یہاں آ [illegible] تمہاری
ماں کے [illegible] اب اس گھر کے [illegible] کے سامنے کوئی بھی
ایسی بات نہیں [illegible] ہماری عزت میں کمی آئے گی"۔

"بابا آپ سب سمجھتے ہو [illegible] آپ کے [illegible] کو سب پتا ہی ہے"۔ وہ [illegible] جھینپی ہوئی بولی۔

"بیٹا زندگی میں ایسے پل بھی آتے ہیں کہ ہم کسی کو سمجھانا چاہتے ہیں وہ نہیں سمجھتا ہے تو بہت [illegible] اور دکھ
ہوتا ہے"۔ ان کی آواز [illegible] اداسی تھی۔

"جب کوئی [illegible] بات نہیں سمجھتا ہے تو وقت سب [illegible] سکھا دیتا ہے" [illegible]
کوئی [illegible] سکتی ہیں"۔

"بیٹا [illegible] میں دوبارہ [illegible] آ رہے گی"۔ وہ [illegible] بحث کر کے آنے کے
انہیں [illegible] لگی تھی۔

"[illegible] کرتا ہے کہ [illegible] یہاں سے [illegible] کر دوں"۔

"ہوں......" [illegible] نے چونک کر [illegible] سے انہیں دیکھا۔

"گھر میں [illegible] کیونکہ [illegible] مجھ میں ہے کیا [illegible] بھی تو......"

"بیٹا آپ ایسی کوئی بات نہیں [illegible] کیونکہ [illegible] نہیں چاہیں گے"۔ [illegible]

"سمیر نے شروع سے ہی [illegible] زندگی میں [illegible] تمہاری [illegible] کو شروع
سے [illegible] ہمیشہ اس کا ساتھ [illegible] کبھی اس نے [illegible] اہمیت نہیں دی [illegible]
ماں کا [illegible] سمجھا"۔ وہ [illegible] کے لیے رکے۔

"آپ نے کبھی [illegible] کو سمجھایا کہ وہ [illegible] ایسا کرتی ہیں"۔ وہ بولی۔

"میں نے اسے شروع سے ہی سمجھایا [illegible] ٹھیک سمجھتا ہے [illegible] آگے اسے کسی کی [illegible] برداشت نہیں [illegible]
ہے"۔ [illegible]
کیا [illegible] آج بھی [illegible] تھی۔

"ابو آپ فکر نہیں کریں [illegible] سب سے ٹھیک ہو جائے گا"۔ اس نے انہیں [illegible] جاتے ہوئے
دیکھا [illegible] کوشش کر [illegible]
کی بات [illegible] صرف [illegible] سوچا [illegible]

(جاری ہے)

☆☆☆

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 18

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

زندگی میں کبھی کسی نے اتنی تضحیک نہیں کی تھی اور نہ کبھی کسی نے اتنا گرا ہوا سلوک کیا تھا' نہ ہی وہ کسی کو اپنی جانب سے کوئی تکلیف دینے کا سوچ سکتی تھی' وہ لوگوں کی خدمت کر رہی تھی' زخمی دلوں پر ہمدردی کا مرہم رکھتی تھی' وہ تو کبھی ایسا کسی کے ساتھ کر ہی نہیں سکتی تھی پھر فائق احمد کا ایسا اہانت سے بھرپور انداز' آنکھوں میں ہر وقت تمسخر کیوں نظر آتا ہے۔ انجانے میں وہ دل کے ایوانوں میں اسے جگہ دے گئی تھی' وہ تو چاہ کے بھی نہیں نکال پا رہی تھی نہ ہی اس سے نگاہ چرا سکتی ہے مگر بھی جان بوجھ کے وہ نظر انداز کر کے نکلتی بھی ہے تو وہ راہ میں حائل ہو جاتا ہے۔

'فائق احمد! آخر تم چاہتے کیا ہو' کیوں تم ساری دنیا کو چھوڑ کے میرے پیچھے پڑ گئے ہو'۔ وہ اپنی چیئر سے کھڑی ہوئی' آفس پانچ بجے بند ہو جاتا تھا مگر آج سب ورکرز کی میٹنگ تھی تو کچھ دیر تک آفس میں بھی رُکنا پڑا تھا۔ میڈم فرحت کے نکلتے ہی وہ بھی باہر نکل گئی تھی' آج گاڑی بھی نہیں تھی جو اسے ڈراپ کرتی' ساری ورکرز خود ہی اپنی کنوینس سے گئی تھیں۔

اسٹاپ پر وہ کھڑی تھی سات بج گئے تھے' اذان ہونے والی تھی' اس نے دوپٹہ اچھی طرح اپنے سر پر جما کر اوڑھا ہوا تھا' کافی دنوں بعد وہ آج بس سے جا رہی تھی' فاطمہ کے کیس کے بعد سے تو وہ کچھ محتاط بھی ہو گئی تھی۔ اسٹاپ پر لوگ جمع تھے مگر اس کی مطلوبہ بس آنے میں بھی ٹائم لگ رہا تھا' اسے کوفت بھی ہو رہی تھی' ذہن پھر فائق کی طرف الجھ گیا' اکثر ہی وہ راستے میں بھی مل جاتا تھا' اس کے آفس کے سامنے روڈ سے ہی بس ملتی تھی وہ ابھی تک کھڑی تھی۔

کہتے ہیں کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے' اب جانے دل کو راہ تھی یا یہ محض اتفاق تھا ابھی سوچا اور وہ بوتل کے جن کی طرح حاضر' ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہارن بجا رہا تھا' بُری طرح اچھل ہی گئی۔

''فوراً بیٹھو' گھر میں سب کو پھر تم نے پریشان کر کے رکھا ہوا ہے''۔ طنزیہ تیز لہجہ میں گویا ہوا اور فرنٹ سیٹ کا ڈور کھول دیا۔ تہذیب حیرانگی سے گنگ اسے دیکھے گئی کہ ابھی اس نے صرف سوچا ہی تھا کہ وہ حاضر۔

''آپ......'' غصہ میں آواز گھٹی گھٹی نکلی۔

''ہاں میں' فوراً بیٹھ جاؤ سوال جواب گاڑی میں بیٹھ کر کرنا''۔ وہ اس کی ناگواری اپنے آئی گلاسز سے دیکھ چکا تھا' وہ زیادہ بحث کرنے کے موڈ میں نہیں تھی جلدی سے مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق فرنٹ سیٹ پر بیٹھی اور دھڑ سے ڈور بند کیا۔

''آہستہ بند کرو یہ تمہارے میاں کی گاڑی نہیں ہے جو غصہ دکھا رہی ہو''۔ وہ طنز میں کہتے ہوئے اسے سلگانے لگا' تہذیب نے خونخوار نظریں دانت پیستے ہوئے اس کی جانب کیں' وہ اطمینان سے گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔

''آپ انتہا سے زیادہ فضول انسان ہیں اور فضول کی بات کرتے ہیں''۔ گرم گرم گھونٹ اندر اتارے۔ جانے کس نے اسے کہہ دیا جو اس پر اور اس کی پشتوں پر احسان کرتے ہوئے اسے لینے پہنچ گیا تھا۔

''اطلاع پرانی ہے''۔ نگاہ اس نے سامنے اٹھائی ہوئی تھی' فائق تو اسے تنگ کرتے ہوئے خاصا محظوظ بھی ہوتا تھا' جب اس نے اپنے دل میں بسا لیا تو اتنا تو حق رکھتا ہے کہ اسے تنگ بھی کرے وہ سمجھتا تھا' تہذیب اس سے خائف بھی ہے مگر اکثر اس کی چوری بھی پکڑ لیتا تھا' جب وہ اسے کبھی کن انکھیوں سے دیکھتی تھی مگر تاثر ایسے دیتی تھی کہ وہ ذرا اسے پسند نہیں کرتی ہے۔

''ہوں وہ فاطمہ کے کیس کا کیا ہوا؟'' بات بدلنے کو پوچھا۔

''میں آپ کو ضروری نہیں سمجھتی کہ بتاؤں کیا ہوا اور یہ ایک فاطمہ کا ہی مسئلہ نہیں ہے بہت لڑکیوں کے ہم کیس ہینڈل کرتے ہیں''۔ اس نے تیکھا سا ہی جواب دیا۔

''خاصی بدمزاج ہو گئی ہو''۔ اس پر جیسے کوئی اثر نہ ہوا تو پھر گویا ہوا۔

''آپ کا مزاج کیا بہت اچھا ہے؟'' ترکی بہ ترکی بولی۔

''ہوں...... خاصا خوش مزاج ہوں' تم ابھی تک واقف نہیں ہوئی ہو''۔

''مجھے واقف ہونے کی ایسی خاص ضرورت بھی نہیں ہے''۔ فیروزی دوپٹے کے ہالے میں اس کی شہابی رنگت غصے کی وجہ سے تمتما رہی تھی' فائق کے ہونٹوں پر شوخ سی مسکراہٹ تھی۔

''فرض کرو کبھی واقف ہونا پڑ گیا تو......؟'' وہ معنی خیزی سے بولتے ہوئے موڑ کاٹنے لگا۔

''اللہ نہ کرے کہ مجھ پر ایسا بُرا وقت آئے کہ آپ کے مزاج سے مجھے واقف ہونا پڑے اور میں آپ کے مزاج سے کافی حد تک واقف بھی ہوں''۔ طنزیہ انداز تھا۔

''اچھا کیسے؟'' وہ مسکرانے لگا۔ ٹریفک رواں دواں تھا' گاڑی کے شیشے بند تھے فل اے سی چل رہا تھا باہر کا شور اندر ذرا بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

''آپ انتہا سے زیادہ مغرور اور خود پسند انسان ہیں''۔

''اوہ...... یہ نئی اطلاع ہے میرے لیے''۔ زوردار قہقہہ لگایا۔

''مجھے آپ یہ بتا دیں کہ آپ کیوں لینے آئے' کیوں احسان کرنے چلے آتے ہیں مجھ پر''۔ وہ کھسیا کر رہ گئی۔

''آپ کی والدہ صاحبہ پریشان سی ہماری طرف آئی تھیں' محریب بھائی گھر پر تھے نہیں مجھ سے رہا نہیں گیا تو پوچھ لیا' بس پھر میں نے کہا کہ میں لے آتا ہوں''۔ وہ نرم سے لہجے میں بتانے لگا۔

''مجھے راستہ بھی پتہ ہے اور روز آتی جاتی ہوں' آج بس نہیں آ رہی تھی جو آپ لینے چلے آئے''۔ برہم سی ہوتی ہوئی بولی۔

''وہ کیا ہے احسان کرنے کی عادت ہے' چلو تم وقت پڑنے پر اتار دینا احسان مگر اچھے انداز میں''۔ وہ معنی خیزی سے بولتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ تہذیب نے گھبرا کے نگاہ چرائی' جانے کیوں فائق کے لہجے میں باتوں میں کبھی کبھی اتنی معنی خیزی ہوتی کہ وہ خوش فہمی میں پڑنے لگتی مگر وہ ایسا چاہتی بھی نہیں تھی۔

''ہم غریب لوگ آپ لوگوں کا احسان اتار بھی نہیں سکتے ہیں''۔ تہذیب دکھ اور افسردگی سے گویا ہوئی۔ فائق نے چونک کر اسے دیکھا جو ونڈو سے باہر دیکھ رہی تھی' نگاہ وہ ملاتی نہیں تھی' فائق کو اس کی یہ ادا بھی اچھی لگتی تھی۔

''احسان اتارنے کے لیے امیر ہونا ضروری نہیں ہوتا ہے' البتہ یہ انسان پر خود ڈیپنڈ کرتا ہے کہ وہ کیسے اتارے''۔ اسے تہذیب کا ایسا انداز کچھ پریشان کر گیا۔

''جب ہم آپ کے برابر نہیں ہوں گے تو احسان کیسے اتار سکتے ہیں؟''

''احسان مختلف طریقوں سے اتارے جا سکتے ہیں مثلاً تم روز ہمارے گھر آ کر امی اور تائی امی کا کچن میں ہاتھ بٹاؤ اور میرے ہفتے بھر کے کپڑے پریس کر کے جاؤ''۔

''جی......'' وہ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی۔ کیونکہ کچن میں امی اور تائی امی کے ہاتھ بٹانے پر اسے حیرانگی نہیں بلکہ فائق نے جو آخری بات کی اس پر حیرانگی ہوئی۔

"میں آپ کی نوکر نہیں ہوں"۔ جھٹ صاف انکار کیا۔

"کتنی بُری بات ہے' تائی' امی تمہارا کتنا خیال کرتی ہیں تم ان کی بھی مدد کرنے نہیں آؤ گی"۔ فائق نے اسے شرمندہ کرنا چاہا۔

"میں آنٹی کا ہاتھ بٹانے کے لیے ہمیشہ تیار ہوں مگر آپ کے کپڑے تو کیا میں آپ کا ایک کام بھی نہیں کروں گی"۔ صاف انکار کیا۔

"کیوں تمہیں پریس کرنے نہیں آتے ہیں"۔

"جی بالکل ٹھیک سمجھے' مجھے کوئی تجربہ نہیں ہے مردوں کے کام کا کیونکہ میرا بھائی خود چھوٹا ہے وہ اپنے سارے کام خود کرتا ہے اور جب ابو زندہ تھے ان کے سارے کام امی کرتی تھیں"۔

"کتنی نکمی ہو' تم نے نہ اپنے ابو کا اور نہ ہی بھائی کا خیال رکھا"۔ فائق اسے شرم دلانے لگا۔ گاڑی جھٹکے سے گیٹ کے آگے رُک گئی تھی' تہذیب نے دیکھا کہ گھر آ گیا ہے تو فرنٹ ڈور کھول کے اترنے لگی' گیٹ تک کھلنے کا انتظار نہیں کیا اور چھوٹے گیٹ سے اندر چلی گئی۔ فائق کے ہونٹوں پر بڑی مسرور سی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی' چوکیدار نے گیٹ کھول دیا تھا اور وہ گاڑی اندر لے کر آ گیا' دیکھا تہذیب لان میں ہی رُک کے کھڑی ہو گئی جہاں حمزہ اس سے کچھ بات کر رہا تھا۔

"تہذیب! مجھے تمہارا یہ تیکھا انداز بہت اچھا لگتا ہے' دل کرتا ہے تمہیں چھیڑتا ہی رہوں"۔ وہ مسکراتے لبوں سے آنکھوں میں محبت لیے اسے وارفتگی سے دیکھ رہا تھا۔

..........☆☆☆..........

محریب کا میٹنگ کے دوران سخت موڈ خراب تھا کیونکہ چند ایمپلائز نے چھٹی کر لی تھی اور ساری شپ منٹ کی تفصیل ان کے پاس تھی' میٹنگ روم سے باہر آیا تو اس کا سیل بیپ دینے لگا' کافی دیر تک وہ بج بج کر اپنی موجودگی کا احساس دلاتا تھا مگر محریب کے مزاج میں اور زیادہ سنجیدگی آ گئی تھی اور غصہ بھی فوراً آنے لگا تھا۔ سیل دوسرے ہاتھ میں منتقل کیا' جواد احمد کی کال تھی اس نے فوراً پھر ریسیو کی اور مودب بن کر سلام دعا کرنے لگا' ان سے جب بھی بات کرتا تھا مودب انداز میں کرتا۔

"بیٹا! کل تو آپ فارغ ہو گے کیونکہ سنڈے ہے؟"

"جی چاچو! خیریت"۔ وہ چونکا بھی کہ وہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔

"بیٹا! میں ابھی دوپہر میں اماں جی کی طرف گیا تھا سب کی کل رات کے کھانے پر دعوت ہے' سوچا کہ تم بڑے داماد ہو تمہیں خاص طور پر کال کر کے کہوں"۔

"ارے چاچو! آپ ایسی بات کیوں کر رہے ہیں"۔ فوراً ہی بولا حالانکہ کچھ لمحوں پہلے اس کا موڈ کتنا خراب تھا۔

"پھر بھی بیٹا! میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں تم سے کیسے مخاطب ہوں"۔

"چاچو! میں آپ کا بھتیجا ہوں اور بھتیجا بیٹے کی طرح ہوتا ہے اس لیے آپ کو مجھ سے مخاطب ہونے کے لیے اتنا سوچنا نہیں چاہیے"۔ وہ مودب انداز میں بڑے فریش موڈ میں ان سے بول رہا تھا' وہ ان پر ایسا کوئی تاثر نہیں دینا چاہتا تھا کہ اسے کچھ برا لگا ہے یا وہ عنائیہ سے نکاح ہونے پر خوش نہیں ہے' عجیب پریشانی میں بھی مبتلا تھا اسے صرف شکایت اور غصہ عنائیہ سے تھا۔

"ہوں......" بس اتنا ہی بولے۔

"پھر بیٹا کل آ رہے ہو ناں تم؟"

"جی چاچو! ضرور آؤں گا"۔ آواز کو خوشگوار بنایا۔ وہ موبائل آف کر چکا تھا اور جلد از جلد گھر پہنچنا چاہتا تھا کیونکہ خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کر رہا تھا' گاڑی کبھی بھی اتنا ریش ڈرائیو نہیں کرتا تھا مگر آج ہوا میں اڑانے کو دل کر رہا تھا' ذہن بھی منتشر تھا' دوڑتی بھاگتی گاڑیوں پر آج تو وہ توجہ بھی نہیں دے رہا تھا کیونکہ جب دل و دماغ میں بہت زیادہ غبار ہو تو اطراف کی کسی بھی چیز کی آواز نہیں آتی۔ گھر پہنچا تو دادی جان کی طبیعت خراب ہو رہی تھی' سب ان کے پاس ہی جمع تھے وہ بھی گھبرا کے ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"ڈاکٹر سے چیک اپ بھی کروانا تھا آپ کا دو دن بعد' آج ہی چلیں"۔ وہ ان کے نحیف سے ہاتھ تھام کے پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہوں میں کیوں تم سب ایک دم اتنا پریشان ہوتے ہو' کچھ گھبراہٹ ہو رہی تھی"۔ وہ کمزور اور نقاہت زدہ سی آواز میں بولیں۔

"بڑی دلہن نے گلوکوز دیا ہے اب بہتر ہے' جاؤ بھئی تم لوگ اپنا کام کرو' کیوں اتنا پریشان ہوتے ہو"۔ انہیں سب کے فکرمند چہروں پر ترس بھی آنے لگا جو ان کی دلجوئی کے لیے فوراً ہی ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے۔

محریب کافی دیر تک ان کے پاس بیٹھا ان کا دل بہلاتا رہا جبکہ خود بھی وہ کافی ٹینشن میں آیا تھا' آفس میٹنگز پھر جواد چاچو کی کال' پورا راستہ سوچتے ہوئے گزر رہا تھا۔ وہ کوریڈور سے گزر کے کچن میں جا رہا تھا کہ مائز اور وشہ کی تیز تیز آوازیں آ رہی تھیں' دونوں کچن میں ہی موجود تھے وہ آواز سن کے باہر ہی رُک گیا۔

"تمہارے ساتھ پرابلم کیا ہے جو فضول کی بات نکال کے لڑائی کر رہی ہو"۔

"پرابلم آپ جانتے ہیں پھر پوچھ رہے ہیں"۔ وہ بھنا ہی گئی۔

"بہت ہی بے وقوف ہو تم"۔ مائز چیخا۔

"مجھے جب نہیں پسند تو آپ یہ جوائن نہیں کریں گے"۔ وہ بھی رعب و دھونس سے بول رہی تھی۔

"میری سلیکشن ہو چکی ہے' تمہاری میں ایک نہیں سنوں گا"۔ وہ بھی اپنے نام کا ایک ضدی ہی تھا۔

"میں بڑے ابو سے کہوں گی"۔ وہ روہانسی ہو گئی۔

"جاؤ جا کر کہہ دو مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے' یہ میرا شوق ہے کوئی پروفیشن نہیں ہو گا"۔ وہ چیخا۔

محریب کے خاک بھی پلے نہیں پڑ رہا تھا کہ دونوں آخر بحث کر کے لڑ کس بات پر رہے ہیں۔

"مجھے پتہ ہے سب لڑکیوں کے چکر میں کر رہے ہیں"۔

"پھر فضول بکواس"۔ وہ گلاس پٹخ کے بولا۔ محریب وہاں سے ہٹ گیا مگر اسے تجسس تو ہو رہا تھا کہ آخر ایسی کون سی بات ہے جو مائز اور وشہ میں جھگڑا ہو رہا ہے' ابھی شادی کو صرف پندرہ دن ہوئے ہیں' چینج کر کے وہ وائٹ قمیض شلوار میں ملبوس نیچے ہی آ گیا۔ وشہ فون پر بات کر رہی تھی' مائز کہیں نظر نہیں آ رہا تھا پھر اس نے مائز سے بات چیت بھی بند کی ہوئی تھی۔

"آخر پوچھوں تو کس سے' امی سے پوچھوں' نہیں ان سے بھی نہیں"۔ کیونکہ اگر ان سے پوچھتا تو وہ سمجھتیں کہ مائز کی فکر ہے' بات نہ کر کے صرف ڈرایا ہوا ہے۔

"محریب بھائی! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے"۔ وشہ نے اسے پکارا' اس کے باہر جاتے قدم رُک گئے' آج پہلی بار اس نے مخاطب کیا تھا۔

''وہ مائز FM ریڈیو جوائن کر رہے ہیں''۔ سر جھکائے وہ گلابی کپڑوں میں پہلے سے سو بری لگ رہی تھی۔

''پھر......'' اتنا ہی بولا۔

''آپ انہیں منع کریں''۔ اسے محریب سے بات کرتے ہوئے جھجک سی ہو رہی تھی۔

''اس کا شوق ہے تو کرنے دو''۔ سرد مہری اور رکھائی سے جواب دیا' وشہ نے لب بھینچ کے جز بز ہو کر اسے دیکھا' کتنا لاتعلق سا رہنے لگا تھا ان لوگوں کے ساتھ بھی نہیں بیٹھتا تھا۔

''مگر مجھے نہیں پسند''۔

''جو تمہارے شوہر کو پسند ہے کرنے دو' میں کیا بول سکتا ہوں''۔ وہ جانے لگا۔

''محریب بھائی! آپ کی ناراضی مجھ سے بھی ہے میرا تو کوئی قصور نہیں ہے مجھ سے کیوں آپ نگاہ چرا کے چلے جاتے ہیں''۔ وہ افسردگی سے شکوہ کرنے لگی۔

''میری ناراضی تم سے نہیں ہے''۔ اس نے جھٹ کہا اور باہر نکل گیا' وشہ کو اس کا یہ انداز اچھا نہیں لگا تھا۔

..........☆☆☆..........

وشہ رات میں ہی گھر چلی گئی تھی' شادی کے بعد پہلی بار وہ رُکنے گئی تھی پھر اس کے ماموں اور مامی بھی واپس جا رہے تھے ان سے بھی نہیں ملی تھی' مائز کو کچھ عجیب سا لگ رہا تھا' کمرے سے باہر آیا تو فائق کے کمرے میں نظر ڈالی' دونوں کے ایگزام بھی چند دنوں میں ہونے والے تھے' اس کے بعد تو دونوں ہی فارغ ہوں گے۔

''کیا سوچا ہے تم نے پھر؟'' مائز نے اسے مخاطب کیا۔ فائق کے ہاتھ میں بک تھی وہ کچھ پڑھ رہا تھا پیپرز اور پین بھی ساتھ ہی پڑے تھے۔

''کس بارے میں؟'' فائق نے اپنے گلاسز کو شہادت کی انگلی سے سیدھا کیا۔

''ارے ریڈیو جوائن کرنے کے بارے میں' میرا تو سلیکشن ہو گیا ہے پر وشہ گڑبڑ کر رہی ہے''۔ مائز اس کے ساتھ بیڈ پر کہنی ٹکا کر نیم دراز ہو گیا۔

''تو پھر مت کرو''۔

''کیوں نہیں کروں' میرا شوق ہے میں اس کی خاطر اپنا شوق چھوڑ دوں''۔ مائز چہک کے بولا۔

''پھر وشہ سے جھگڑے ہوتے رہیں گے''۔ فائق نے بک بند کی اور سائیڈ پر رکھ لی۔

''بیوی ہے ہینڈل کرلوں گا''۔ وہ مسکرایا۔ فائق نے چتون اٹھا کے اس کا بغور جائزہ لیا جو شادی کے بعد سدھرتا ہوا نہیں لگا تھا' جو ٹھان لی کر کے چھوڑتا تھا۔

''تم نے کیا سوچا ہے تم جوائن نہیں کرو گے؟''

''ہوں کروں گا ابو سے تو کہہ دیا ہے وہ بھی اعتراض نہیں کر رہے''۔ فائق کو بھی ریڈیو پر VJ بننے کا شوق ہو گیا تھا۔

''تمہاری والی کو تو اعتراض نہیں ہے''۔ مائز نے قدرے رُک رُک کے معنی خیز اور شرارتی لہجے میں پوچھا۔ فائق نے چتون فوراً ہی تیکھے کیے اور اسے گھورنے لگا مگر تاثر ایسے دیا جیسے وہ کچھ سمجھا ہی نہیں ہو۔

''کیا فضول ہانکتے ہو''۔

''کیوں تہذیب کا میں نے نام لیا''۔ مائز پر جیسے اس کے گھورنے کا بھی کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

''مائز! میں ایسی فضول قسم کی کوئی بھی بات اپنے سے متعلق پسند نہیں کرتا ہوں' تم مسلسل ہانکتے رہتے ہو''۔ وہ

ناگواری لیے برہم ہو رہا تھا۔

''تم سے متعلق تو میں نے کچھ بھی نہیں کہا ہے' تہذیب کے بارے میں کہا ہے اسے تو اعتراض نہیں ہے''۔ وہ لب بھینچ کر مسکراہٹ روکتے ہوئے مسلسل اسے زچ کر رہا تھا۔

''میرے ریڈیو جوائن کرنے سے تہذیب کو کیا اعتراض ہو گا؟'' وہ کڑے تیوروں کے ساتھ اس سے مخاطب ہوا۔

''یار! میری زوجہ کو تو اس لیے اعتراض ہے کہ میں کسی لڑکی کے چکر میں نہ پڑ جاؤں''۔ وہ سادگی سے بتانے لگا' یہ مائز میں اچھی بات تھی ہمیشہ صاف گوئی سے ہر بات کہہ دیتا تھا اور نہ جھوٹ بولتا تھا اور نہ ہی کسی کا جھوٹ برداشت کرتا تھا بقول وشہ کے۔

''آپ تو جھوٹ پکڑنے کی مشین ہیں''۔ مائز کو غصہ بھی ہمیشہ اسی بات پر آتا اگر کوئی جھوٹ بولتا تھا۔

''اگر پڑ گئے؟'' فائق نے سوالیہ نگاہ ڈالی۔

''اتنے سال کالج اور یونیورسٹی کی لائف گزاری' جب نہیں پڑا تو اب کیسے پڑ سکتا ہوں جبکہ جس لڑکی پر نگاہ تھی اب وہ میری بیوی ہے''۔ اس نے اطمینان سے کہا۔

''تو بول تہذیب کا کیا ہو گا؟''

''مائز! جتنا میں تمہاری ایسی باتوں سے بچتا ہوں تم اتنا ہی بکواس کرتے ہو''۔ وہ بھنا گیا۔

''مجھے تو بے وقوف سمجھتا ہے دوڑ دوڑ کے اسے لینے جاتا ہے' کبھی شاپنگ سینٹر سے ڈھونڈ کے لاتا ہے تو کبھی اس کے آفس لینے پہنچ جاتا ہے' میں نے خود تجھے اس سے بات کرتے بھی دیکھا ہے' مجھ سے جھوٹ کیوں بولتا ہے''۔ مائز بھی تیز لہجے میں بولتے ہوئے اسے گھیرنے لگا' فائق گڑبڑا ہی گیا کیونکہ اس نے لاجواب جو کر دیا تھا۔

''وہ تو مبینہ آنٹی پریشان تھیں' امی اور تائی امی نے مجھ سے کہا' اس وقت اتفاق سے کوئی بھی گھر پر نہیں تھا''۔ وہ صفائی دینے لگا۔

''فائق! تو جتنا بھی خود کو بچالے مگر یاد رکھنا میں تیرا یہ جھوٹ پکڑ کے رہوں گا اور تو یہ میری بات لکھ کے رکھ لے تو شادی بھی اسی سے کرے گا''۔ مائز کا لہجہ پُر یقین اور وثوق لیے ہوئے تھا۔ فائق کچھ گھبرا گیا کیونکہ اتنی صاف اور کھلی گفتگو وہ بھی اس کے سامنے ڈٹ کے صرف مائز ہی کر سکتا تھا ورنہ تو اس نے اپنے بہن بھائی پر رعب رکھا ہوا تھا جب کہ امی تک بھی کبھی اس سے ڈرتی تھیں مگر مائز ایک ایسی شخصیت تھا نہ کبھی اس کی کسی بات کا بُرا مانتا اور نہ کبھی ناراض ہوتا' ہمیشہ اسے آڑے ہاتھوں ہی لیتا تھا۔

''میرا شادی کا کچھ عرصے تک ارادہ نہیں ہے کیونکہ میں انٹرن شپ کروں گا''۔ وہ بک کھول کے اس کے صفحے آگے پیچھے کرنے لگا۔

''ہماری یونیورسٹی ختم ہونے میں ایک ماہ ہے اس کے بعد رزلٹ پھر تمہاری یہ فضول سی بات' اس کے بعد تو چچا جان اور چچی جان بھی چاہیں گے کہ تمہاری شادی ہو جائے''۔

''تمہیں میری شادی سے اتنی دلچسپی کیوں؟'' فائق تنگ گیا۔

''اس لیے کہ تو اکیلا پھرتا ہے تو مجھے جلن ہوتی ہے''۔

''پھر کیوں کی شادی' نہیں کرتے''۔ وہ جھٹ بولا۔

''ٹائم تھا ہو گئی' ویسے راز کی بات بتاؤں اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کرو تو لائف زیادہ اچھی لگتی ہے''۔ معنی خیزی

سے بول کے مسکرانے لگا۔

''اب تمہاری فضول کی راگنی شروع ہوگئی ہے' نکلو یہاں سے اور پڑھائی کرلو نیکسٹ ویک سے پیپرز ہیں''۔ وہ اس کی گفتگو سے بچنے لگا۔

''میری تیاری کمپلیٹ ہے''۔

''یار! مجھے تو پڑھنے دو''۔ وہ کھسایا۔

''نیچے تہذیب آئی ہوئی ہے''۔ مائز نے نئی اطلاع دی۔ فائق ہنوز نارمل انداز میں بیڈ کی بیک کراؤن سے ٹیک لگا کے بیٹھا رہا' ایسے بن گیا جیسے سنا ہی نہیں ہو۔

''امی نے اسے بلایا ہے کل جانے کے لیے کہہ رہی ہیں جواد چاچو کی دعوت میں جانے کے لیے' میں کافی دیر تک تو سنتا رہا وہ انکار کیے جا رہی تھی پھر میں اوپر اپنے کمرے میں آ گیا' وشہ کے بغیر دل نہیں لگا تو تمہیں جھا نک کے دیکھا''۔

''مائز! آخر تم اتنی تفصیل سے کیوں بولتے ہو''۔ وہ عاجز آ گیا۔

''اس لیے کہ میری عادت ہے''۔ مسکرایا۔

''لگتا ہے مجھے ہی اٹھنا پڑے گا''۔

''ہاں ہاں جاؤ تہذیب ہے ابھی نیچے' دیدار کرلینا''۔ مائز مسلسل اسے تنگ کیے جا رہا تھا' فائق واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

''بہت خبیث آدمی ہو تم''۔

''یار! تو کبھی مجھ سے نارمل انداز میں بھی بات کرلیا کر' ہر وقت ناراض غصہ میں رہ کر بولتا ہے''۔ مائز کو اس کے مزاج پر غصہ بھی آتا تھا۔

''اس لیے کہ تم کبھی نارمل انداز میں بات ہی نہیں کرتے ہو''۔ فائق نے سنجیدگی سے کہا۔ مائز کا موبائل بیپ دینے لگا' وہ چونک گیا' پینٹ کی پاکٹ سے نکالا وشہ کی کال تھی۔

''وشہ ہے''۔ فوراً موبائل کان سے لگایا' فائق پہلو بدل کے اپنی بکس میں مصروف ہوگیا۔

''ہائے میری جان کیسی ہو؟'' فائق نے اسے گھورا جو جگہ تک بھول گیا تھا کہاں بیٹھا ہے اور کس سے بات کر رہا ہے۔

''مائز یار! ادھر سے نکل کے بات کرو تم''۔ فائق کو عجیب سا لگ رہا تھا جبکہ مائز جان بوجھ کر اسے سنانے کو وشہ سے ایسے انداز میں مخاطب ہو رہا تھا۔

''یار وشہ! یہ فائق روکھا پھیکا آدمی ہے اس کے روم میں ہوں' اچھا اپنے روم میں جا کر کال کروں گا''۔ کہہ کر موبائل آف کر دیا۔

''اپنی بیوی سے بات کر رہا تھا کسی گرل فرینڈ سے نہیں''۔ مائز بیڈ سے اٹھا۔

''انداز تمہارے تو ایسے ہی تھے''۔ فائق نے طنز کیا۔

''تیری ہوگی شادی تو دیکھوں گا کیسے مخاطب ہوگا اور مجھے پتہ ہے تہذیب سے رومینٹک موڈ میں ہی بولے گا''۔

''مائز......!'' فائق دانت پیس کے چیخا۔

''جا رہا ہوں مگر یہ بات ذہن میں رکھنا تو شادی تہذیب سے ہی کرے گا یہ مجھے پتہ ہے''۔ مائز تو اس کے

پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا تھا' فائق اس کی درگت بنانے کے لیے اٹھنے لگا تھا وہ تیزی سے بھاگ لیا' فائق کو مائز کی ایسی بے باک باتوں سے پسینے سے آنے لگے تھے۔

☆☆☆

جب وہ اسے سوچنا نہیں چاہتی اس کی قسمت میں وہ ہے ہی نہیں تو کیوں قسمت پھر بار بار اسے سامنے کرتی رہتی ہے' ہر بار خود کو روکتی کہ اس شخص کو نہیں سوچنا ہے مگر ہر بار نئے انداز اور نئی باتوں کے ساتھ سامنا کرنا جتنا وہ بچتی وہ اتنا اس پر مسلط ہوتا جا رہا تھا۔

''اللہ کرے فائق احمد تمہیں مجھ سے محبت ہو جائے' دیکھنا کیسے میں تمہیں تنگ کروں گی''۔ بے ساختہ ہی دل سے دعا کی مگر دل ایک دم دھڑک اٹھا' آنکھیں جھٹ سے کھول لیں' ابھی صرف محبت ہو جائے کہا تھا دل کی دھڑکنوں میں بے ہنگم ارتعاش پیدا ہو گیا تھا' عجیب بے کلی بے چینی سوار ہوگئی' سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کرے۔

''آج میں یہ کیا سوچنے لگی' لعنت ہے تہذیب تجھ پر' خود کو تو دیکھ وہ کہاں اور تو اس کی ملازماؤں کی طرح''۔ خود ہی خود کو لعنت ملامت کی تھی۔

''کیا ہم غریب لڑکیوں کا اچھے اور اونچے خواب دیکھنے کا حق نہیں' یہ خواب ہی تو ہوتے ہیں جو ہم لمحوں میں بننے لگتی ہیں' چاہے وہ خواب پورا ہو یا نہ ہو بس دیکھے جاتی ہیں''۔ دل افسردہ اور اداس ہوا ایک دم ہی اٹھ کر بیٹھ گئی' آج وہ لیٹ بھی جلدی گئی تھی' منتہیٰ عشاء کی نماز لاؤنج میں پڑھ رہی تھی' وہ بھی ابھی تک کمرے میں نہیں آئی تھی' حکمت تو بے خبر زمین پر بچھے گدے پر سو رہی تھی' امی اور حمزہ ایک ہی روم میں سوتے تھے جبکہ وہ تینوں مشترکہ ہی کمرے میں سوتی تھیں' وہ بے زاری روم سے باہر نکلی' منتہیٰ کی شاید آنکھ لگ گئی تھی وہ صوفے پر ہی لیٹی ہوئی تھی۔

''منتہیٰ باجی!'' تہذیب نے آہستگی سے اسے جگایا تاکہ وہ گھبرا کے کھڑی نہیں ہو جائے۔

''ہوں......'' اس نے آنکھ کھول کے صرف یہی کہا۔

''میں سمجھی کہ آپ ابھی تک نماز پڑھ رہی ہیں''۔

''ہاں وہ تسبیح پڑھتے پڑھتے آنکھ لگی ہے''۔ وہ نیند سے بوجھل آنکھوں کو بمشکل کھول رہی تھی۔

''آج ابھی تک حمود بھائی کی کال نہیں آئی' ایک بج رہا ہے''۔ تہذیب کو تشویش ہوئی تھی۔

''آئی تھی میں نے بات ہی نہیں کی''۔ وہ بالوں کو سمیٹنے لگی۔ تہذیب نے لاؤنج کی لائٹ آف کی' دونوں ہی روم میں آ گئیں' وہ اور منتہیٰ بیڈ پر سوتی تھیں جبکہ حکمت زمین پر گدا بچھا کر سوتی تھی۔

''ارے کیوں نہیں کی بات آپ نے؟'' تہذیب نے چونک کر حیرانگی سے استفہامیہ اور تشویش بھرے انداز میں پوچھا۔

''انہوں نے آج عشاء کی نماز نہیں پڑھی میں نے غصہ میں کال کاٹنے کے بعد موبائل آف کر دیا''۔ وہ لیٹ گئی کیونکہ نیند ہی بہت آ رہی تھی۔

''منتہیٰ باجی! آپ حمود بھائی کے ساتھ بہت زیادتی کرتی ہیں' وہ بے چارے آپ کا ہر طرح سے خیال کرتے ہیں' کتنی محبت کرتے ہیں کہ روز کال کرتے ہیں رات میں' دن کا مجھے پتہ نہیں کتنی بار کرتے ہوں گے''۔ تہذیب بھی لیٹ گئی لائٹ آف کر کے زیرو کا بلب آن کیا تھا' ہلکی ہلکی روشنی پھیل گئی تھی۔

''انہوں نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی آپ نے کال کاٹ دی''۔

''ٹھیک کیا میں نے' آج سبق تو مل گیا ہوگا آئندہ چھوڑیں گے تو نہیں''۔ وہ روز ہی حمود سے نماز اور قرآن پاک کا ضرور پوچھتی تھی' صبح فجر میں پڑھا تھا یا سو گئے تھے۔

''کتنی ظالم ہیں ان کی بات تو سن لیتیں' کیا پتہ کوئی وجہ ہوگئی ہو''۔ تہذیب کو حمود پر ترس آنے لگا۔

''مجھے پتہ ہے اِدھر اُدھر کی باتوں میں گھما دیتے ہیں اصل بات کو' میں نے موقع ہی نہیں دیا''۔ وہ کروٹ لیے ہوئے تھی جبکہ اس وقت سے پریشان اور فکر مند تھی حمود کے ساتھ اس نے اچھا نہیں کیا' وہ بے چارہ اس کی ہر بات مان رہا تھا اور وہ اس کے ساتھ کتنا بُرا سلوک کرتی ہے۔

''آپ کو شکر ادا کرنا چاہیے کہ اتنی محبت کرنے والا شخص ملا ہے' مجھے آپ پر رشک آتا ہے''۔

''رشک آتا ہے دماغ تو درست ہے تمہارا''۔ منتہٰی کو جیسے اس کی یہ بات پسند نہیں آئی ہو۔

''بہت مشکل ہے آج کے دور میں سچی محبت ملنا اور حمود سالار تو اتنی سچی محبت کرتا ہے آپ سے کہ ہر ایک سے ٹکرانے کو تیار ہے''۔ تہذیب منتہٰی کو شرمندہ کرنے کو بولی۔

''مجھے تو نہیں لگتا یہ سچی محبت کرنے والا شخص ساری زندگی مجھ سے رشتہ نبھائے' تہذیب! وہ اپنے بابا کے حکم کے آگے تو کچھ نہیں کر سکتے ہیں''۔

''میں پہلے حمود بھائی کو لااُبالی اور لاپرواہ سمجھتی تھی مگر میں نے ان میں ذمہ داری دیکھی ہے' آپ سے وہ غافل نہیں ہیں' آپ کی ضرورت کا خیال رکھا ہوا ہے اور تو اور گھر میں بھی آپ چلی گئی ہیں چاہے رحمہ کو پڑھانے مگر وہ لے تو گئے ہیں نا' اس لیے کہ وہ آپ کو وہاں ہی رکھنا چاہتے ہیں''۔

''تہذیب! سو جاؤ پھر مجھ سے فجر میں اٹھا نہیں جائے گا''۔ وہ حمود کے موضوع سے ہٹنا چاہ رہی تھی کیونکہ تہذیب جتنا اس کا دل کر رہی تھی اسے شرمندگی ہو رہی تھی۔

''جانے کیا کر رہے ہوں گے' غصہ تو نہیں آ گیا ہوگا''۔ وہ سوچنے لگی۔

''آپ ہمیشہ بات کاٹ دیتی ہیں''۔ وہ خفگی اور ناراضی سے گویا ہوئی۔ منتہٰی نے کوئی جواب نہیں دیا' تہذیب بھی کروٹ بدل کے لیٹ گئی' وہ خود کب سے فائق کی طلسماتی شخصیت میں الجھی ہوئی تھی اور خود کو خوابوں و خیالوں میں فائق کے ساتھ دیکھ بھی چکی تھی۔

''اگر تمہاری زندگی میں فائق احمد کوئی دوسری لڑکی آ گئی تو میں کیسے برداشت کروں گی کیونکہ مجھے پتہ ہے تم میرے نصیب میں نہیں ہو مگر مجھے یہ بھی گوارا نہیں ہوگا کہ تم کسی دوسری لڑکی کی سنگت میں زندگی گزارو''۔ محبت پر کب کسی کا اختیار ہوا ہے وہ اندر ہی اندر اسے چاہے جا رہی تھی' اس کی شخصیت کے سحر سے ایسا لگتا تھا بچنا اب ممکن ہی نہیں ہے۔

''فائق احمد! کاش تم میں مروت ہوتی' احساس ہوتا' تم کچھ تو میرا خیال کرتے''۔ دل سے یہ خواہش ہو رہی تھی کہ فائق احمد صرف اسے چاہے اسے اہمیت دے۔ زندگی ضروری تو نہیں جو چاہا جائے وہ مل بھی جائے' اگر مل گیا تو وہ چاہے گا جسے ہم چاہ رہے ہیں اس لیے ایسی چاہت کو آرزو نہ بناؤ ورنہ سوائے ٹوٹ پھوٹ کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

''کاش اللہ میاں مجھے تو نے غریب نہیں بنایا ہوتا تو آج میں شاید فائق کے لیے کچھ تو اہمیت رکھتی''۔ اس کا ذہن آج پتہ نہیں کیا کیا سوچ رہا تھا جس سے حاصل اسے کچھ ہونے والا نہیں تھا۔

..........☆☆☆..........

قضا نماز ادا کی اور بیڈ پر آ گیا' نمبر دوبارہ پریس کیا موبائل پھر آف تھا' حمود نے مایوسی سے موبائل بیڈ پر ڈالا اور دراز ہو گیا۔

''یعنی محترمہ مجھ سے بات تک کرنا نہیں چاہتیں' اوکے''۔ آنکھیں بند کرنے لگا' فوراً خیال آیا فجر کے وقت کا الارم لگایا تا کہ پھر فجر کی نماز نہیں نکل جائے۔

''اللہ میاں ٹھیک اذانوں کے وقت آنکھ کھل جائے اور منتہٰی موبائل آن کر لے''۔ وہ باقاعدہ دعا کرنے لگا۔

آفس میں اسے دیر ہو گئی' ٹریفک اتنا تھا کہ نماز بھی نکل گئی' سوچا تھا گھر جا کر قضا نماز پڑھے گا مگر اس سے یہ غلطی ہو گئی کہ منتہٰی کو کال پہلے کر لی' اس نے سنا تو موبائل آف کر دیا۔

نئی فیکٹری تھی اور پھر آفس بھی اسے دیکھنا پڑ رہا تھا' رات کو اکثر دس گیارہ بج جاتے تھے' آج کل تو حمنی تک کو نولفٹ کیا ہوا تھا' اگر مصروفیت میں بھی یاد رکھتا تو منتہٰی کو' دن میں بھی کئی بار کال کر لیتا تھا' پوری رات نیند خاک آتی' جاگتا رہا' دل نے کہا کہ تہجد بھی پڑھ لو' جب یہ موقع اللہ تعالیٰ نے نصیب کیا ہے تو مانگ لے اس ذات سے اور اسے جس نے اسے اتنا سنوار بھی دیا تھا' تہجد پڑھ کے وہ فجر کی اذانوں کا انتظار کرتا رہا' کبھی گلاس ونڈو سے پردے ہٹا کے باہر لان میں نظارہ کرتا تو کبھی اپنا سیل فون اٹھا کے منتہٰی کو ٹرائی کرتا' اتنے میں دور سے اذانوں کی آواز آئی فوراً وضو کرنے واش روم میں چلا گیا' وضو سے فارغ ہو کے دراز سے ٹوپی نکالی' سلیپر پاؤں میں پھنسائے اور اپنے روم سے نکل گیا' آج اس کا ارادہ فجر کی نماز مسجد میں پڑھنے کا تھا ورنہ تو عموماً وہ گھر میں ہی پڑھتا تھا' نیچے آیا فانوس کی پیلی پیلی روشنی ہال کمرے میں پھیلی ہوئی تھی' امی کے کمرے کی جانب دیکھا وہ بھی نماز کے لیے اٹھتی تھیں مگر اس ٹائم پہلی بار حمود فجر میں نیچے آیا تھا کوریڈور سے نکل کے باہر آیا' پورچ اور لان میں بھی سناٹا پھیلا تھا' واچ مین کی تلاش میں اس کے کوارٹر کی طرف آیا وہ باہر ہی چارپائی پر چادر تان کے بے خبر سو رہا تھا۔

''یار! گیٹ کھولو''۔ اس نے آہستگی سے شہزاد کو اٹھایا۔

''کون ہے کون ہے؟'' وہ ہڑبڑا کے اٹھ گیا۔

''یار! آہستہ تو بولو میں ہوں''۔ حمود تیز لہجے میں بولا۔

''اوہ..... حمود صاحب! آپ اس وقت''۔ وہ اچنبھے اور حیرانگی سے اسے دیکھنے لگا کہ وہ اس ٹائم یہاں کیا کر رہا ہے۔

''میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں گیٹ بند کر لو وہاں سے پھر جاگنگ پر بھی جاؤں گا' امی پوچھیں تو بتا دینا''۔ وہ ہدایت دے کر فوراً ہی گیٹ سے باہر نکل گیا' ٹراؤزر اور ٹی شرٹ میں ملبوس تھا۔

مسجد میں قدم رکھتے ہی حمود سنجیدہ ہو گیا' جب بھی وہ مسجد میں نماز با جماعت ادا کرتا اسے بہت سکون ملتا' پھر جب سے اس نے نماز کی پابندی کی تھی کتنا ہلکا پھلکا سا رہنے لگا تھا' بڑی خشوع و خضوع سے اس نے دعائیں بھی مانگی تھیں' نماز سے فارغ ہو کر وہ جاگنگ پر نکل گیا تقریباً سات بجے وہ گھر آیا تھا' امی رحمہ کو اسکول بھیج رہی تھیں اس کی وین سوا سات پر آتی تھی۔

''امی! ناشتہ ملے گا بہت بھوک لگ رہی ہے''۔ وہ اخبار لے کر ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا۔ کلثوم بانو صبح ناشتہ ملازمہ سے اپنی نگرانی میں ہی بنواتی تھیں۔

''بھائی! آپ فجر سے باہر تھے''۔ رحمہ کو حیرانگی ہو رہی تھی۔

''میرا بیٹا بہت اچھا ہو گیا ہے' نماز باقاعدگی سے ادا کرنے لگا ہے''۔ کلثوم بانو حمود کی اس عادت سے بہت خوش ہوئی تھیں کہ وہ نماز پڑھنے لگا ہے۔

''وہ پتہ نہیں امی رات کو نیند ہی نہیں آ رہی تھی''۔ اخبار دوسری چیئر پر رکھا اور سلائس اٹھا کر دانتوں سے کاٹنے لگا۔ رحمہ کی وین آ گئی تو وہ اپنا بیگ اٹھا کر تیزی سے بھاگی تھی۔

''آج رات کو سر میں تیل کی مالش کروا لینا تھکن ہو جاتی ہے تو نیند نہیں آتی ہے''۔ وہ بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھیں۔

''بیٹا! مجھے تم سے کچھ بات بھی کرنی تھی''۔ کلثوم بانو قدرے توقف کے بعد گویا ہوئیں۔ حمود نے نگاہ اٹھا کر پُرسوچ چہرہ ان کا دیکھا' وہ جانتا تھا وہ کچھ بات کیا ہو سکتی ہے اس کا حلق تک کڑوا ہونے لگا۔

''آپ یقیناً پھر میری شادی کا ٹاپک نکالیں گی''۔ وہ بدمزہ سا ہوا۔

''ظاہر ہے مجھے یہی بات کرنی ہے بیٹا! مجھے بھی اپنی بہو کی ضرورت ہے' کم از کم میرے ساتھ گھر میں تو ہو گی' سارا دن میں اکیلی ہوتی ہوں''۔ انہوں نے نئے طریقے سے اسے الجھانا چاہا تا کہ وہ کسی طرح تو مان جائے کیونکہ نیاز علی کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا اور ہشام سالار نے الگ انہیں حکم دیا ہوا تھا کہ حمود کو کسی طرح بھی قابو کر کے شادی کے لیے کہیں۔

''آپ کیا سمجھتی ہیں جس لڑکی کو آپ بہو بنانا چاہتی ہیں وہ گھر میں آپ کے ساتھ رہ لے گی''۔ اس نے چائے کے سپ لیے۔

''میں اسے پیار ہی اتنا دوں گی''۔

''امی! وہ لڑکی پیار سے ماننے والی نہیں ہے اور پھر مجھے نہیں لگتا وہ میرے ساتھ یا اس گھر میں ایڈجسٹ ہو''۔ حمود کو تو حمنیٰ کی بے باکیاں بہت ہی بُری لگتی تھیں۔

''پھر مجھے بتا دے تو کیا اپنی پسند سے جو کرے گا وہ یہاں تو نہیں رہ سکے گی' اپنے بابا کی باتیں بھول گیا ہے''۔ کلثوم بانو کو اس کی ضد سے کبھی کبھی بہت ڈر لگتا تھا۔

''مجھے سب یاد ہے آپ اطمینان رکھیں' بہو آپ کی پسند کی آئے گی اس گھر میں مگر حمنیٰ نیاز علی نہیں''۔

''آہستہ بول اگر تیرے بابا نے سن لیا نا تیرے ساتھ مجھے بھی نکال باہر کریں گے''۔ وہ ہشام سالار کے غصے سے ڈرتی تھیں۔

''نو پرابلم' دونوں ماں بیٹا الگ رہیں گے اس کا بندوبست ہے میرے پاس''۔ بات تو شوخی سے وہ لمحوں میں اُڑا تا تھا۔

''فضول مت ہانکو''۔ انہوں نے سرزنش کی۔

''پھر کب تک ایسے چلے گا' نیاز بھائی کو جلدی ہے کہ ان کی بیٹی کی منگنی وغیرہ تو ہو جائے''۔

''نیاز انکل کو بھی میں اپنے طریقے سے سمجھا لوں گا مگر میری بھولی ماں آپ اتنی فکر نہیں کریں' میں شادی کر چکا ہوں''۔

''کیا کر چکا ہوں''۔ وہ تو حیرانگی سے چیخی تھیں۔

''میرا مطلب ہے کہ شادی کر چکتا اگر مجھے میری پسند مل جاتی''۔ روانی میں سچ بول گیا تھا' وہ بوکھلایا بھی مگر فوراً خود کو قابو کیا۔

''جلدی معاملہ سنبھال لو کیونکہ حمنیٰ روز میرا دماغ کھانے آ جاتی ہے''۔ وہ حمنیٰ سے بھی پریشان تھیں جو روز ہی کسی بھی ٹائم آ جاتی تھی۔

حمود جلدی سے ناشتے سے فارغ ہوا اور اٹھ گیا' مبادا امی دوبارہ یہی ٹاپک لے کے نہیں بیٹھی رہیں اور پھر بابا آ گئے تو نئی بحث شروع ہو سکتی ہے۔

............☆☆☆............

سب ہی کچھ عنایہ نے اور شامین نے مل کر تیار کر لیا تھا' اب شامین نے ہی عنایہ کو بھی تیار ہونے کا کہا تھا' وشہ تو دوپہر بھر سوئی پھر شام میں اٹھ کر نہائی' اب کافی دیر سے نظر بھی نہیں آ رہی تھی۔

''عنایہ! یہ وشہ کدھر ہے؟'' شامین نے اس کی بابت پوچھا' وہ بھی ریان کا پیمپر وغیرہ چینج کر کے تیار کرنے لگی۔ عنایہ پنک جارجٹ کے پرنٹڈ دوپٹہ شلوار پر پلین قمیض پر ہلکی سی ایمبرائیڈری میں لائٹ سا میک اپ کرنے میں لگی ہوئی تھی' آج اس کا بھی دل چاہنے لگا کہ وہ بھی اہتمام سے تیار ہو۔

''پتہ نہیں' جس وقت میں نہانے جا رہی تھی وہ چوڑیاں پہن رہی تھی ادھر ہی' ہو سکتا ہے مائرہ کی کال آ گئی ہو' ڈرائنگ روم میں بیٹھی بات کر رہی ہو گی''۔ اس نے اپنے بالوں میں برش چلانا شروع کیا۔

''ارے اب یہ کون سا ٹائم ہے بات کرنے کا' آنے ہی والا ہو گا مائرہ بھی''۔ شامین نے ہنستے مسکراتے ریان کو تیار کر کے بیڈ پر لٹایا۔

''ہوں......'' وہ اتنا بولی۔

''مائرہ اور وشہ کی لگتا ہے کافی بن گئی ہے''۔

''ارے کیوں نہیں بنے گی' شادی ہو گئی' سب جھجک ختم''۔ شامین معنی خیزی سے کہہ کر مسکرائی۔

''بھابی! آپ تو تشریح کرنے لگتی ہیں''۔ عنایہ جھینپ گئی۔

''سچ ہے یہ بات' دیکھنا تمہاری بھی سب ختم ہو جائے گی''۔

''آپ سے تو بات کرنا دوبھر ہے''۔ وہ تو گھبرا گئی۔ آنچل شانوں پر برابر کیا' وارڈروب بند کی۔

''آج تو آپ رکیں گی ناں؟''

''رُکنا تو پڑے گا کیونکہ اتنا کچھ سمیٹنا بھی تو ہو گا' تم کہاں اکیلی کر سکو گی پھر ثمینہ آنٹی بھی نہیں آ سکی ہیں''۔

''آنی کو کسی شادی پر جانا تھا اس لیے منع کر دیا تھا''۔ اس نے بتایا۔

''آپ تیار ہو جائیں میں وشہ کو دیکھتی ہوں''۔ وہ کمرے سے نکل کر اس کی تلاش میں باہر آئی' لاؤنج سے لے کر ڈرائنگ روم تک میں دیکھ لیا کہیں نہیں تھی۔

''یہ وشہ گئی کدھر''۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔

آٹھ بجنے والے تھے وہ سب کسی وقت بھی آنے والے تھے' سمیرا حسب معمول اپنے پارلر میں ہی تھیں' اسی وقت ڈور کھول کے وشہ ڈارک بلیو سوٹ میں جھلملاتے آنچل کے ساتھ نک سک سے کیے میک اپ میں چلی آئی' آج تو وہ بہت ہی پیاری لگ رہی تھی میک اپ میں' شادی کے بعد اس نے پہلی بار دیکھا تھا عنایہ کی ستائشی نگاہیں اس پر تھیں۔

''کیسی لگ رہی ہوں آپی؟'' اس نے تعریفی کلمات سننے کے لیے اسے مخاطب کیا۔

''ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہو''۔ اس نے دل سے اپنی بہن کی تعریف کی تھی۔

''آج میں امی کے پارلر میں گھس گئی' میک اپ میں نے وہیں کروایا ہے ورکرز سے''۔ وہ بولی۔

''امی نے منع نہیں کیا''۔ وہ حیرانگی سے پوچھنے لگی۔

''کہہ تو رہی تھیں کیا ضرورت ہے اتنا کچھ کرنے کی' میں نے کہا اب تو شادی ہوگئی ہے امی کچھ برائی بھی نہیں ہے''۔ وہ اپنا آنچل سمیٹ کے شانوں پر درست کرنے لگی۔

''میں نے مائز سے کہا ہے واپسی پر گجرے ضرور لے آئے گا''۔

''کیا مائز سے کہا؟'' عنائیہ اس کی بے تکلفی اور شوخی پر متحیر ہو رہی تھی۔

''آپی! کیا ہوگیا وہ میرے ہسبینڈ ہیں' میں ان سے کہہ سکتی ہوں''۔ اس نے مسکرا کے کہا۔

جواد احمد' معارج بھی آ گئے' شامین تیار ہو کر آ گئی تھی' ریان کو معارج نے گود میں اٹھا لیا تھا' نو بجے سب لوگ آئے تھے' عمران احمد اور صفیہ بھی' سب ہی اسی وقت آئے تھے گھر میں ایک رونق سی لگ گئی تھی' اگر ابھی تک نہیں آیا تھا تو محریب ہی تھا' عنائیہ کا دل اداس ہوگیا تھا کیونکہ وہ ابھی تک اپنی مصروفیت میں لگا ہوا تھا۔

''آپ فکر نہیں کریں بھائی جان بھی آ رہے ہیں''۔ مائز نے شوخی سے اس کے کان میں سرگوشی کی' وہ جواب میں اسے گھورنے لگی۔ وشہ موتیوں کے گجرے دونوں کلائیوں میں پہنتے ہوئے وہیں چلی آئی۔

''کیسے لگ رہے ہیں؟'' اس نے مائز سے پوچھا۔

''چڑیل کو بھوتنی نے پہلی بار دیکھا ہے' اچھی لگ رہی ہو چڑیل''۔ اس نے حسب معمول وشہ کو چڑا لیا۔

''کیا میں چڑیل ہوں؟'' وہ چیخی۔

''وشہ! آہستہ تو بولو''۔ عنائیہ نے اسے سرزنش کی' وہ ڈائننگ ٹیبل پر برتنوں کی سیٹنگ کرنے آئی تھی مائز بھی پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔

''یہ روز مجھے چڑیل کہتے ہیں''۔ وہ بُرا مان کے مائز کی شکایت کرنے لگی۔

''جھوٹ تو مت بولو تعریف بھی کرتا ہوں''۔ عنائیہ کے جاتے ہی وہ اس سے معنی خیز لہجے میں بولا' وشہ نے جھینپ کے دیکھا اور وہاں سے چلی آئی' سب ہی لاؤنج میں بیٹھے تھے' دادی جان نے تو عنائیہ کو اپنے پاس ہی بٹھایا ہوا تھا' آج تو حیرانگی کی بات تھی سمیرا بھی وہاں موجود تھیں صرف اپنے بھائی بھاوج کی وجہ سے ورنہ بھائی تو پوچھ پوچھ کے انہیں زچ کرتی رہتی۔

''محریب بھائی کو کال کر کے پوچھا کب تک پہنچیں گے''۔ شامین نے احد سے پوچھا۔ وہ اور عنائیہ پھر کچن میں چلی آئیں تو احد بھی وہیں چلا آیا تھا' عنائیہ کو سب کے سامنے آج بہت شرم بھی آ رہی تھی۔

''کہہ تو رہا تھا پہنچنے والا ہوں''۔ عنائیہ کا دل دھڑک رہا تھا مگر محریب کی لاتعلقی پر بھی دل ایک دم اداس ہو جاتا تھا۔

''ایسا کرو عنائیہ! تم کال کر کے پوچھو شاید زیادہ اثر ہو انہیں' جلدی آ جائیں وہ''۔ شامین نے شرارت سے کہا۔

''جی م...... میں' کیا ہوگیا ہے''۔ وہ گھبرا گئی۔

''میں پوچھتا ہوں پھر''۔ احد موبائل پر اس کا نمبر پریس کرتا ہوا کچن سے نکل گیا تھا۔

سب ہی محریب کا انتظار کر رہے تھے' گھر سے سب ہی آئے تھے سوائے فائق کے' ندرت کو بھی بلایا تھا مگر اس کے بچوں کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی وہ نہیں آ کی تھی' بہت انتظار کرنے کے بعد نزہت بیگم کے کہنے پر ہی کھانا لگوا لیا گیا کیونکہ گیارہ بجنے والے تھے' دیر بھی کافی ہوگئی تھی' انہیں محریب کی لاپرواہی پر غصہ بھی آ رہا تھا اور شرمندگی بھی ہو رہی تھی' جواد احمد الگ فکرمند سے تھے ان کا وہ اب داماد بن گیا تھا وہ جتنا اس کا خیال کر رہے

تھے وہ اتنا ہی لاتعلق تھا۔ سب ہی اپنی خوش گپیوں میں لگے تھے' عنائیہ کو ایسا لگ رہا تھا کچھ بھی اچھا نہیں ہوا' ابو کا پریشان اور فکرمند چہرہ اسے اور بے چین کر رہا تھا۔

وہ بھی امی کی وجہ سے پریشان تو اب اس کی وجہ سے' جب تک رخصتی نہیں ہو جاتی انہیں چین تو نہیں آئے گا' سب لوگ ہی چلے گئے تھے' عنائیہ بھی فارغ ہو کر کمرے میں آ گئی' شامین کو اس نے روک لیا تھا' وشہ بھی چلی گئی تھی' اس کے جانے کے بعد سے تو وہ اور بھی تنہائی محسوس کرتی تھی' ابو آفس میں اور معارج کالج میں ہوتا' دوپہر کے بعد ہی گھر آتا تھا' تھوڑی دیر آرام کرتا پھر سات بجے کوچنگ چلا جاتا تھا' امی اپنی دنیا میں مگن تھیں وہ اکیلی بولائی بولائی پھرتی تھی۔

''عنائیہ! کیا سوچ رہی ہو؟'' شامین واش روم سے نکلی' اسے سوچوں میں گم دیکھا جو بیڈ کی بیک سے ٹیک لگائے ہوئے تھی۔

''جی کچھ نہیں''۔ وہ سنبھل گئی۔

''مجھے پتہ ہے تمہیں محریب بھائی کی آج کی حرکت بُری لگی ہے''۔

''بھابی! ابو اتنے پریشان تھے میں ان کا چہرہ تو نہیں بھول سکتی''۔ وہ افسردگی سے گویا ہوئی۔

''احد ان کی کلاس لیں گے' آخر آئے کیوں نہیں وہ جبکہ مجھے ان سے یہ امید نہیں تھی کہ وہ ایسا بھی کر سکتے ہیں''۔ وہ ریان کو ٹھیک سے لٹانے لگی جو کروٹیں بدل رہا تھا۔

''اب تو سارے اختیار رکھتے ہیں کچھ بھی کریں انہیں کوئی ٹوکے گا تھوڑی مگر مجھے یہ انسلٹ ہی لگی ہے' ابو سارا وقت ان کا انتظار ہی کرتے رہے ہیں اور انہیں ذرا احساس نہیں''۔ آنکھوں میں نمی آ گئی' محریب پر آج سے پہلے کبھی اتنا غصہ نہیں آیا تھا مگر اس نے سوچ لیا تھا اس انسلٹ پر اسے سنائے گی ضرور' آخر وہ اتنا اکڑ کیوں رہا ہے۔

..........☆☆☆..........

''پیپرز کے بعد جوائن کرو گے؟'' ریحان احمد نے پوچھا۔

''جی ابو! سلیکشن تو ہوگیا ہے ایگزام سے فارغ ہو لوں''۔ مائز نے انہیں بتایا۔ وشہ پہلو بدل کر رہ گئی' اس نے مائز کو گھورا بھی جو نارمل انداز میں بیٹھا ہوا تھا' وہ جیسے وشہ کی ناراضی کا کوئی نوٹس ہی نہیں لے رہا ہو۔

''پریزنٹنگ کو پروفیشن مت بنانا' تمہیں آفس جوائن کرنا ہے''۔

''جی ابو! میں صرف شوق کی وجہ سے کروں گا''۔

''بڑے ابو! یہ شعبہ اچھا تو نہیں ہے''۔ وشہ سے رہا نہیں گیا تو وہ مداخلت کر ہی بیٹھی۔ فائق کے چتون اٹھے وہ بھی وہیں بیٹھا ٹی وی کے چینلز سرچ کر رہا تھا' رافع موبائل پر گیم کھیل رہا تھا' گھر کی خواتین کوئی نہیں تھیں۔

''بیٹا کرنے دو شوق ہے اس کا' یہ پروفیشن نہیں بنائے گا''۔ انہوں نے وشہ کو تسلی دی۔

''تم خوامخواہ اتنی فکر نہیں کرو''۔ مائز نے بھی اطمینان سے کہا' وشہ نے اندر گرم گرم گھونٹ اتارا' وہ بڑے ابو کے سامنے مائز سے جھگڑا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''مائز! پڑھائی پر بھی توجہ دو''۔

''تایا ابو! وشہ باجی کو ان کے میکے روانہ کر دیں''۔ رافع نے بے تکی ہانکی۔

''کیا......؟'' مائز نے حیرانگی سے کہا' وشہ نے بھی چونک کر رافع پر نگاہ ڈالی' فائق نے اپنا موبائل اس سے

لے لیا تھا۔

''وہ اس لیے کہ خوامخواہ دونوں لڑتے رہیں گے پڑھائی خاک ہوگی''۔

''رافع! تم فضول کی بکواس نہیں کیا کرو ہر وقت''۔ فائق نے خشمگیں انداز میں اسے سرزنش کی' وہ لب بھینچ کے رہ گیا' یہ تو بھول ہی گیا تھا وہ بھی یہاں موجود ہے۔

''تمہارا مطلب ہے میں لڑاکا ہوں''۔ وشہ الٹا ہی بُرا مان گئی۔

''وہ وہ وشہ باجی میں تو مذاق کر رہا تھا''۔ ریحان احمد مسکرانے لگے کیونکہ شرارتی حاضر جواب رافع بھی گڑبڑا گیا' وشہ تو باقاعدہ اسے آڑے ہاتھوں لے چکی تھی' فائق کو ایسی باتوں سے بے زاری ہوتی تھی وہ اٹھ کر چلا گیا۔

''دیکھ رہے ہیں بڑے ابو اسے''۔ وہ روہانسی ہو کر شکایت کرنے لگی۔

''توبہ ہے مائز بھائی! آپ کی بیوی تو لڑاکا طیارہ ہے جہاں کچھ کہا میزائل گرانا شروع''۔ وشہ اس کی خبر لینے اٹھی ہی تھی کہ وہ بھاگ لیا' وہ دونوں ہنسنے لگے' وشہ کا منہ پھول گیا تھا مگر مائز اسے منٹوں میں منا بھی لیتا تھا۔

''کہو میری جان کیسے مانو گی' پیار کروں یا گانا گاؤں''۔ وہ شرارتی اور معنی خیز انداز میں بولتا ہوا اس کے قریب ہونے لگا' ریحان احمد کے جاتے ہی اس کی شوخی وظرافت عود کر آئی تھی' وشہ نے کشن اٹھا کر اسے مارا۔

''یہ انداز مجھے آپ کا بہت بُرا لگتا ہے''۔ وہ کچھ حیا سے سمٹ گئی۔

''چلو پھر زرد ذرا انداز دیکھنا ہے تو بیڈروم میں چلو''۔

''کیا......'' وہ چیخی۔

''دن ہے''۔ وہ برجستہ بولا۔

''اگر میں نے کسی دن بھی آپ کو موبائل پر کسی لڑکی سے بات کرتے دیکھا تو......''

''لڑکی سے رشتہ پکا کر دو گی''۔ اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی وہ درمیان میں بول پڑا۔

''آپ کو گنجا کر دوں گی''۔ اس کے بازو پر زوردار چٹکی لی۔

''یعنی تم ایک نائی کی بیٹی ہو' ارے کیا بات کر دی تمہاری امی حجام تھیں' نائی ہیں' بال بھی تو کاٹتی ہیں''۔ مائز کا دماغ اتنا زرخیز تھا وشہ کو اس کی بے ساختگی پر حیرانگی ہوتی۔

''خبردار میری امی کے بارے میں کچھ بولا تو''۔ فوراً ہی اس کے تیور بدل گئے۔

''میں تو بولوں گا''۔ وہ بھی اکڑ گیا۔

''پھر ٹھیک ہے''۔ وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے وارننگ دینے لگی۔

''کیا پھر ٹھیک ہے بولو' دیکھو جان! صاف بات کیا کرو کیا ٹھیک ہے میں یا وہ''۔

''شٹ اپ''۔ وہ تو لاجواب سی ہو کر پسینے میں سرخ ہوتی ہوئی اٹھ گئی کیونکہ مائز کی گفتگو بے لگام ہوتی جا رہی تھی۔

(جاری ہے)

☆☆☆

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 19

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

تین دن ہو گئے تھے حمود کی کوئی کال نہیں آئی تھی' وہ رحمہ کو پڑھانے بھی مسلسل جا رہی تھی اس وقت بھی وہ گھر میں نظر نہیں آتا تھا' منتہیٰ کو فکر بھی ہوئی کہ اس دن کی حرکت پر وہ ناراض تو نہیں ہو گیا ہے' رحمہ کو پڑھا تو رہی تھی مگر اس کا ذہن اور دل نہیں لگ رہا تھا' بار بار بھٹک کے حمود کی طرف ہی جا رہا تھا۔ آج سے پہلے اتنی فکر مند ہوئی بھی نہیں تھی' ایک دن بھی وہ بات کے بغیر رہتا نہیں تھا مگر اب تو تین دن ہو گئے تھے۔

"نہیں ایسا نہ ہو منتہیٰ تم اس سے لاتعلقی دکھاتی رہو اور وہ بدل گیا تو تم تو کہیں کی نہیں رہو گی اور پھر تم بھی تو اسے چاہنے لگی ہو' مان کیوں نہیں لیتی ہو"۔ اندر سے یہ آوازیں اسے تنگ کرتی رہتی تھیں۔

کیا قسمت پائی تھی کچھ بھی تو اپنا نہیں تھا' یہ زندگی بھی اور جو اپنا ہوتے ہوئے بھی اپنا نہیں تھا اس پر کسی اور کا حق تھا' جو حق نہیں رکھتی وہ حقدار تھی اور جو حق رکھتی ہے وہ اپنے حق سے ابھی تک محروم تھی۔

"منتہیٰ! مجھ سے تو اچھی تم ہو جو اس گھر میں روز آ سکتی ہو اور حمود کے پاس بیٹھ بھی سکتی ہو' میری تو کوئی حیثیت ہی نہیں"۔

"مس! آج آپ میتھس سمجھائیں گی"۔ رحمہ کی آواز نے اسے سوچوں سے باہر نکالا جو اتنی کھوئی ہوئی تھی کہ ایسا لگ رہا تھا وہ یہاں موجود ہی نہیں ہو' ہمت نہیں پڑی تھی کہ رحمہ سے ہی حمود کے بارے میں پوچھ لے۔

"ہاں آج نہیں کل کا رکھ لو' کل سمجھاؤں گی"۔ آہستگی سے گویا ہوئی' لائٹ پرپل پرنٹڈ لان کے کپڑوں میں ملبوس سر پر اچھی طرح دوپٹہ اوڑھے ہوئے بیٹھی تھی۔

"ٹھیک ہے"۔ وہ بدستور اپنے کام میں لگی رہی۔

"رحمہ! مجھے عصر کی نماز پڑھنی ہے' میں جب تک گھر پہنچوں گی مغرب کی ہونے لگے گی پھر عصر کی نکل جائے گی"۔ وہ بولی۔

عموماً وہ عصر کی پڑھ کے نکلتی تھی مگر جب سے ٹائم بدلنا شروع ہوا تھا اذان دیر سے ہوتی تھی' کبھی جلدی بھی آ جاتی تھی مگر آج رحمہ کا کام زیادہ تھا وہ یاد کر رہی تھی جو منتہیٰ کو سن کے چیک کرنا تھا۔ کلثوم بانو نے اسے رحمہ کے ساتھ اس کے کمرے میں ہی بھیج دیا تھا' بڑا سا کشادہ کمرہ' درمیانے سائز کا بیڈ' کھڑکی دروازوں پر لائٹ کلرز کے پردے' بک شیلف' وارڈروب' کمپیوٹر سب ہی بہت قیمتی تھا' منتہیٰ کو رحمہ پر رشک آیا۔

"جائے نماز میں آپ کو بھائی کے کمرے سے لا کر دیتی ہوں"۔

"کیوں تم نہیں پڑھتی ہو نماز؟" منتہیٰ وضو کر کے دوپٹہ باندھ رہی تھی۔

"جی وہ نہیں مگر اب میں بھی پڑھا کروں گی"۔ وہ جائے نماز لینے چلی گئی۔ دل سے خواہش ہوئی کہ حمود کا بیڈ روم بھی دیکھے کیسا ہے کیونکہ اوپر آتے ہوئے سب سے پہلا بیڈ روم اسی کا تھا۔ جائے نماز رحمہ نے بچھا دی تھی وہ پڑھنے کھڑی ہو گئی تھی' رحمہ پھر وہیں بیٹھ کے پڑھنے لگی۔

"رحمہ' رحمہ"۔ حمود کی بھاری گھمبیر آواز نے چونکایا' اس کی نیت بندھی ہوئی تھی حمود نے اندر قدم رکھا' وہ اس حسن کے شاہکار کو نماز پڑھتے دیکھ کر رک گیا' حوروں جیسی پاکیزگی تھی' کتنی پیاری لگ رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟" رحمہ کھڑی ہو گئی۔

"آں...... ہاں وہ امی نیچے نہیں ہیں"۔ وہ پوچھنے لگا۔

"ہاں وہ شہزاد کی بیوی کو دیکھنے گئی ہیں' بھائی بڑا پیارا بیٹا ہے اتنا موٹا ہے"۔ وہ اشتیاق سے بتانے لگی۔

"میں نے صرف امی کا پوچھا ہے' تم بلا کر لاؤ مجھے ان سے کام ہے"۔ وہ حکم دینے لگا' رحمہ فوراً ہی اٹھ گئی۔ حمود

ابھی بھی چوکھٹ پر ہی کھڑا تھا اور ٹکٹکی باندھے اسے دیکھے جا رہا تھا' بلیک ڈریس پینٹ پر لائٹ آف وائٹ شرٹ میں ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ منتہیٰ نے سلام پھیرا' اسے دیکھ کر وہ خفیف سی ہو گئی' دعا بھی مانگی نہیں جا رہی تھی کیونکہ حمود اتنے اعتماد سے کھڑا تھا۔ جلدی جلدی دعا مانگ کے جائے نماز تہہ کی' بیڈ کے سرے پر رکھی' دوپٹہ کھول کے نارمل انداز میں اوڑھا۔ وہ جلد از جلد اس کے سامنے سے جانا چاہ رہی تھی مگر وہ راہ میں کھڑا تھا۔

"پلیز راستہ تو چھوڑیئے"۔ پہلی بار غصے سے کہا۔

"اس دل میں تو سارے راستے تم تک جاتے ہیں"۔ وہ مسکرا کے بولا۔

"مگر کچھ راستوں کا تعین سوچ سمجھ کے کرنا پڑتا ہے کہ یہ ہمارے لیے مناسب ہیں یا نہیں یا جس راستے پر ہم اگر چل پڑے تو وہاں سے گرنے کا ڈر نہ ہو"۔ وہ پھر اپنا فلسفہ جھاڑنے لگی۔

"تم چاہے مجھ سے تین دن بات نہ کرو میں نے دیکھ لیا ہے سڑیل ہی انداز میں بولنا سڑیل لڑکی' کبھی تو پیار پر فلسفہ بول دیا کرو"۔ وہ سینے پر بازو لپیٹ کے اس کے قریب ہوا' منتہیٰ کی نگاہ جھکی ہوئی تھی اسے دیکھ کر کوئی بے چینی ظاہر نہیں کی تھی کہ وہ تین دن سے کتنی اس کے لیے پریشان ہے' رات دن صرف اسے ہی سوچ رہی ہے۔

"اگر سڑیل ہوں تو جان کیوں نہیں چھڑا لیتے' کیونکہ میں پیار پر کچھ نہیں بول سکتی کیونکہ پیار جہاں ہوتا ہے وہاں دشواریاں بھی بہت ہوتی ہیں"۔

"اچھی ایک بات میں دوسری بات کا جواب فوراً حاضر رکھتی ہو"۔

"ان دشواریوں کو ختم کرنے والا تمہارے سامنے موجود ہے' اس پر اعتبار نہیں ہے"۔ اس نے منتہیٰ کا جھکا سر اپنی شہادت کی انگلی سے اٹھایا۔

"مجھے اپنی قسمت پر اعتبار نہیں ہے"۔

"دراصل تمہیں ہر بات نیگیٹو کرنے کی عادت ہے' عجوبہ لڑکی ہو نماز کی ترغیب دیتی ہو اور خود بھی پڑھتی ہو مگر باتیں مایوسی والی کرتی ہو' کفر کرتی ہو تم' پتہ ہے یہ سب ناشکری ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس پر شکر کیوں ادا نہیں کرتی ہو"۔ حمود کو اس پر غصہ آ رہا تھا۔

"میں اللہ تعالیٰ سے شکوہ تو نہیں کر رہی ہوں ہاں مگر کسی کا حق بھی نہیں مار سکتی"۔ وہ پھر نکلنے لگی' حمود پھر راہ میں آ گیا۔

"کیا کر رہے ہیں' رحمہ آ جائے گی' آپ کی امی بھی آ سکتی ہیں"۔ وہ کھسیا گئی۔

"رحمہ اتنی جلدی واپس آئے گی نہیں کیونکہ اسے چھوٹے بچے دیکھنے کا بہت شوق ہے"۔ وہ معنی خیزی سے مسکرایا۔

"پھر مجھے گھر جانے دیں"۔

"آج اتنی خفا کیوں لگ رہی ہو"۔ وہ سمجھ گیا تھا تین دن سے کال نہیں کی ہے اسی لیے ناراض ہو رہی ہے۔

"میں آپ سے راضی ہی کب ہوں جو خفا لگ رہی ہوں"۔ لہجہ میں بے رخی اور بے گانگی ہنوز رکھی۔

"نہیں بات تو یہی ہے جو میں بول رہا ہوں کیونکہ آج وہ انداز نہیں ہے"۔ وہ جانچتی نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے لگا' منتہیٰ کو اس کے دیکھنے سے بہت گھبراہٹ ہوتی تھی' وہ جتنا اس کے آگے سے نکلنا چاہ رہی تھی وہ اسی طرف جا کر اس کے جانے کا راستہ روک رہا تھا' ہونٹوں پر تبسم بھی تھا۔

"پلیز جانے دیں آپ کی امی آ گئی ہوں گی"۔

''مجھے پتہ ہے رحمہ نے ابھی تک امی سے کہا ہی نہیں ہوگا' جس دن سے ہمارے چوکیدار کا بیٹا ہوا ہے امی کو میری شادی کا بہت شوق ہو رہا ہے اور صبح ناشتہ پر یہی ٹاپک ہوتا ہے''۔ وہ اسے تنگ کرنے لگا' منتہیٰ کے رخسار گرمی شوق سے سرخ ہونے لگے۔

''تو کرلیں منع کون کر رہا ہے''۔

''کر تو لی ہے تم سے''۔ وہ پھر مسکرایا۔

''میں آپ کی باتوں کا کبھی کبھی مطلب نہیں سمجھ پاتی ہوں''۔

''ارے یہ تو مجھے کہنا چاہیے' خیر میں سب سمجھ لیتا ہوں اور اس وقت بھی تمہیں سمجھ رہا ہوں' تمہاری آنکھیں تمہارے لہجے کا ساتھ نہیں دے رہی ہیں''۔ وہ پوری چوکھٹ گھیر کے کھڑا تھا۔ وہ اب تیزی سے اس کے رائٹ سائیڈ سے نکلنے لگی' حمود اس سے ٹکرا گیا اور پھر کمر میں بازو بھی حمائل کرلیا' وہ تو سر سے پیر تک لرزنے لگی' حمود نے آج دوسری بار اسے چھوا تھا۔

''اب تم آ ہی گئی ہو تو اپنا بیڈ روم دیکھ کر نہیں جاؤ گی''۔ اس نے منتہیٰ کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔

''لگتا ہے آپ کو یہ آسائشیں بری لگ رہی ہیں یا دل بھر گیا ہے جو مجھے بیڈ روم دکھانے لے جا رہے ہیں' اگر بابا آ گئے تو سوچ لیں در بدر ہو سکتے ہیں''۔

''ارے میری بھولی بیوی اتنی فکر کا ہے کی ہے''۔

''کیا فضول گفتگو کر رہے ہیں''۔ اس کی طبیعت پر گراں گزر رہی تھی' حمود نے اس کی ایک نہیں سنی' بازو پکڑا اور اپنے بیڈ روم میں لے آیا' منتہیٰ حواس باختہ حیران پریشان نئی افتاد پر بوکھلا گئی۔ ساری لائٹس حمود نے آن کر دی تھیں روم جگمگانے لگا تھا' وسیع و عریض بیڈ' بڑی سی گلاس ونڈو جس پر انتہائی دلکش فان کلر کے پردے' بڑی اسکرین کے ساتھ ہی ٹی وی بھی رکھا تھا' ایک سائیڈ پر صوفہ کم بیک' کرسٹل کی گول ٹیبل' ونڈو کے ساتھ ہی وارڈ روب' درمیان میں لٹکا گولڈن فانوس غرض ہر چیز سے ہی امارت ٹپک رہی تھی' وہ خواب کی سی دنیا میں موجود سب دیکھ رہی تھی۔

''باقی کی سیٹنگ تم آ کر کرنا' کچھ چینج کروانا ہو فرنیچر وغیرہ''۔ حمود نے اس کی محویت توڑی۔

''سوری جب یہ سب میرا ہے ہی نہیں تو کیوں مجھے یہاں لے کر آئے ہیں' خود کو بھی دھوکا دے رہے ہیں اور مجھے بھی''۔ وہ فوراً ہی سنبھل گئی تھی' وہ کوئی بھی سپنا نہیں سجانا چاہ رہی تھی۔

''میں نہ خود دھوکے میں ہوں نہ تمہیں رکھ رہا ہوں' یہ میرا تم سے وعدہ ہے تم ایک دن اس گھر میں میرے بیڈ روم میں میرے ساتھ ہو گی''۔ اس کے لہجے میں وثوق اور یقین ہمہ وقت رہتا تھا۔

''زندگی کو چیلنج نہیں بنایئے''۔

''میں صرف تمہیں جیتنا چاہتا ہوں' محبت سے' پیار سے اور کچھ نہیں چاہیے''۔ اس نے منتہیٰ کو پیار بھری نگاہوں کے حصار میں لیا وہ سمٹ کر رہ گئی مگر اپنے کسی بھی انداز سے حمود کو خوش فہمی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''ارے بیٹھو تو ادھر''۔ یکدم اسے یاد آیا۔

''جی نہیں اب مجھے چلنا ہے کیونکہ رحمہ کا لگتا ہے موڈ نہیں ہے وہ ابھی تک آئی بھی نہیں ہے''۔ اسے وقت گزرنے کا احساس ہو رہا تھا مغرب بھی ہونے والی تھی۔

''مجھے بھی یہی لگتا ہے چلو میں چھوڑ آتا ہوں''۔ وہ بھی ساتھ نکلا۔

''آپ رہنے دیں آپ کو شاید جانا ہے''۔ اسے یاد آیا۔

''ہاں جانا تو ہے نئی فیکٹری اسٹارٹ کی ہے اسٹاف کے لوگوں کے لیے میں نے آج ہوٹل میں ڈنر رکھا ہے''۔ وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے بتا رہا تھا۔ منتہیٰ اپنی سابقہ جگہ پر آ کر بیٹھ گئی' حمود نے فریدہ (ملازمہ) کو کہا کہ وہ امی کو بلا کے لائے۔

''مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ کو ترقی دے رہا ہے''۔

''ہوں یہ دی نا دعا تم نے جم کر میرا دل خوش کر دیا''۔ اس نے پرجوش طریقے سے منتہیٰ کو سراہا' وہ جھینپ گئی۔

''آج تو بزی ہوں گا فون نہیں کر سکوں گا مگر کل رات بک ہے میری تمہارے ساتھ''۔

''جی''۔ وہ اس کے کہنے پر اچھل گئی۔

''وہ میرا مطلب ہے کل رات کال کروں گا ابھی میری قسمت کہاں کہ رات بک کرلوں تمہیں''۔ اس نے سرگوشی میں کہا' منتہیٰ نے گھورا تو شانے اچکا کر مسکرانے لگا۔

کلثوم بانو اور رحمہ آ گئی تھیں' حمود تیار ہونے چلا گیا تھا اس نے جان بوجھ کر خود کو وہاں سے ہٹا لیا تھا۔

☆☆☆

عمران ماما' مامی اور نانی بھی ایک ہفتے بعد روانہ ہو گئے تھے' عنابیہ نے اتنے دن صبر سے کاٹے تھے کیونکہ اس نے سوچ تو لیا تھا کہ محریب سے بات تو کرنی ضروری ہے' آخر وہ آیا کیوں نہیں اور اوپر سے معذرت کا بھی کوئی فون نہیں آیا' اس نے کئی بار باتوں باتوں میں ابو سے پوچھا بھی تھا' وہ بھی مغموم اور اداس سے ہو گئے تھے' وشہ بھی اسے فون پر بتاتی رہتی تھی' محریب نکاح کے بعد مائز سے تو بات ہی نہیں کرتا تھا اور اس سے کرتا تو تھا مگر مائز کو دیکھ کر نظر انداز کر کے چل دیتا تھا۔

''یار انجی اگر آپ کی مجھ سے بے' غصہ ہے مجھ پر تو مجھ پر ہی کیجیے' سب کو کیوں سزا دیتے ہیں''۔ وہ بہت پریشان تھی۔ دل کی دنیا تو بے کل تھی ہی مگر اس کی دنیا میں رہنے والے لوگ بھی سب ہی فکر مند اور مضطرب تھے۔

وہ محریب سے ملنا چاہتی تھی مگر کیسے وہاں جائے' خود سے بولے گی تو اچھا نہیں لگے گا اور کہیں دل ہی نہیں سکتا۔ اس نے پھر مکمل فیصلہ کرلیا دادی جان کی طرف چکر لگانے کا' اسی بہانے ہی وہ محریب سے بات بھی کر سکے گی۔

''آپی! آپ کا فون ہے''۔ معارج اس کے کمرے میں جھانک کے ہانک لگا کے بولا۔

''آتی ہوں''۔ وہ ابھی فون پر شامین تھی جو اس کی خیر خیریت پوچھ رہی تھی۔

''عنابیہ! یہاں محریب بھائی آئے تھے' احد نے تو انہیں خوب ہی سنایا''۔ اس نے فون شاید یہی بتانے کے لیے کیا تھا۔

''بھابی! سنانے سے کیا فائدہ' انہیں اپنی غلطی کا احساس کب ہوا ہوگا''۔ وہ محریب کی جانب سے کافی بددل سی ہو گئی تھی۔

''وہ کہہ رہے تھے کہیں ضروری کام میں پھنس گئے تھے''۔

''بھابی! کال کر کے بتایا بھی جا سکتا تھا کہ وہ کام میں بزی ہیں' معذرت بھی بہت کچھ ہوتی ہے''۔ اس کے لہجے میں تلخی اور ناگواری تھی۔

''کہہ رہے تھے وہ خود کسی دن بھی جا کر جواچاجو سے سوری کریں گے''۔

''بھابی! ایک بات کہوں''۔ اسے شامین کا محریب کی طرفداری میں بولنا کافی گراں گزر رہا تھا۔

''ہوں......''

"آپ مسلسل ان کی طرفداری میں بول کے صفائیاں دے رہی ہیں"۔ اسے غصہ آ گیا۔

"عنائبہ! ایسی تو کوئی بات نہیں ہے میں تو تمہیں بتا رہی تھی"۔

"لیکن بھابی! آپ کیوں بتا رہی ہیں انہیں خود بتانا چاہیے ان کی غلطی ہے وہ مانیں"۔ وہ گویا ہوئی۔

"ہوں لیکن تم بے فکر رہو میں نے بھی خوب خبر لی ہے آئندہ ایسی غلطی نہیں کریں گے"۔ وہ اسے خوش کرنے کو بولی۔

"اچھا چھوڑیے یہ باتیں گھر میں سب خیریت تو ہے حسنہ پھپھو اور بھیا جی؟" اس نے خود ہی بات کو بدل دیا۔

"اللہ کا شکر ہے بس آج کل میری کچھ طبیعت ٹھیک نہیں ہے"۔

"کیا ہوا خیریت تو ہے؟" وہ فکرمندی سے پوچھنے لگی۔

"ریان رات میں اتنا تنگ کرتا ہے نیند پوری نہیں ہوتی ہے اوپر سے احد کی ناراضی بھی سہنی پڑ رہی ہے"۔ وہ بتانے لگی۔

"احد بھائی مجھے ایسے لگتے تو نہیں ہیں کہ آپ سے ناراض ہوں"۔ عنائبہ کو حیرانگی بھی ہوئی۔

"میرے ساتھ کیسے ہیں یہ میں ہی جانتی ہوں"۔ عنائبہ کافی دیر تک اس سے باتیں کرتی رہی پھر ریان کی رونے کی آواز پر شاہین نے خود ہی فون رکھ دیا تھا۔

عنائبہ کا پھر بھی غصہ کم نہیں ہو رہا تھا' جب تک وہ خود محریب سے بات نہیں کرے گی اسے سکون نہیں ملے گا۔ اسے ابو کا اداس چہرہ زیادہ پریشان کر رہا تھا' محریب پہلے بھی کون سا اتنا یہاں آتا تھا مگر ابو سے تو اس کی کافی بات چیت تھی مگر جب سے رشتہ بنا تھا اسے زیادہ محسوس ہو رہا تھا کہ محریب کی ایک ایک حرکت وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

............☆☆☆............

اسے ابو نے اچھا خاصا ڈانٹا تھا' وہ سر جھکائے ان کے سامنے کھڑا تھا' امی الگ اس سے ناراض تھیں جس نے ان کی بات کو بھی اہمیت نہیں دی تھی اور وہ جواد احمد کے اتنے اصرار اور محبت سے بلانے پر بھی نہیں گیا تھا۔ وہ خاموش تھا ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا کیونکہ وہ اگر دعوت پر نہیں گیا تھا تو اس کی وجہ بھی وہ لڑکی تھی جسے سب اب بھی ہمدردی کے قابل سمجھ رہے تھے' اسے تو بلیک میل کیا تھا اور کیا بھی کس نے اس کے بھائی نے' کسی نے بھی اسے نہیں ڈانٹا تھا نہ ہی مائز کو یہ کہا تھا یہ کیا کر رہے ہو سب ہی شامل ہو گئے تھے اسے ہی سب بار بار یہ کہہ رہے تھے۔

"محریب! مان جاؤ کچھ تو خیال کرو محفل کا"۔ اور وہ سب کی صورتیں ہونقوں کی طرح دیکھ رہا تھا' اس کے دل سے کوئی واقف نہیں تھا۔ وہ عنائبہ کو جتنی بار بھی دیکھتا اس کے اندر کی محرومی اور بے بسی اسے منہ چڑانے کھڑی ہو جاتی تھی۔ اس نے تو احد سے پہلے ہی کہا تھا وہ قسطوں میں نہیں چاہیے مکمل چاہیے اور اب اس کا بڑا بول ہی اس کے آگے آیا تھا۔ پتہ نہیں کب تک اس کی اور عنائبہ کی زندگی دو کناروں پر ایک دوسرے کو دیکھتے گزرے گی' اس نے ایسی لامتناہی سوچوں سے کسی کو بھی آگاہ نہیں کیا تھا حتیٰ کہ احد کو بھی نہیں کیا تھا' آج بھی وہ حسنہ پھپھو کی طرف چلا گیا تھا' احد اور شاہین نے بھی خوب خبر لی تھی' پورا وقت شاہین تو عنائبہ کی حمایت میں ہی بولتی رہی تھی۔ محریب غصہ میں بھرا ہوا تھا مگر احد نے بھی الگ اتنا سنایا تھا کہ وہاں سے بھی بدمزا ہو کر گھر آیا تو ابو اور امی کی عدالت میں اس کی پیشی ہو گئی' وہ ابھی بھی کچھ نہیں بولا۔

"تمہاری سوچ کیا ہے محریب! آخر کیوں تم ایسے ہو گئے ہو؟" ابو نے دلگرفتہ ہو کر اس کی حالت کو دیکھا۔

"میں ایسا کچھ نہیں سوچ رہا' میں سچ کہہ رہا ہوں بزی تھا"۔ کب سے سب کو ہی صفائیاں دے رہا تھا۔

"تم بزی تھے یہ ہم سب مانتے ہیں مگر بیٹا اس دن تم کچھ دیر کے لیے ٹائم نکال تو سکتے تھے مگر تم نے اہمیت دی ہو تو سوچتے"۔

"ایسا کون سا اب میں اتنا اہم ہو گیا ہوں کہ آپ سب کو ہی میرے نہ آنے پر اتنا اعتراض ہو رہا ہے' سب خفا بھی ہو رہے ہیں"۔ اس نے اطمینان سے جواب دیا۔ امی کا تو دل دُکھتا تھا وہ سب سے ہی اتنا دور ہوتا جا رہا تھا' نہ شکایت میں کچھ بولتا اور نہ ناراضی دکھاتا مگر مائز سے وہ بالکل بات نہیں کر رہا تھا۔

"تم اب جواد کے داماد ہو' ظاہری بات ہے سب کو ہی تمہارا انتظار تھا"۔

"سوری آئندہ شکایت کا موقع نہیں دوں گا"۔ وہ شرمندگی سے سر جھکائے بولا اور پھر کمرے سے نکل گیا' دل بہت ملول تھا' سب کو آج بھی اسی لڑکی کی فکر تھی کسی کو بھی اس کی فکر نہیں تھی۔

"بھائی جان!" مائز نے اسے پکار لیا۔ محریب کے اوپر اٹھتے قدم رُکے مگر اس نے مڑ کے نہیں دیکھا تھا' وہ چلتا ہوا اس کے پاس آ گیا۔

"بھائی! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے"۔

"میں تھکا ہوا ہوں"۔ وہ ریلنگ پر ہاتھ رکھ کر سیڑھیاں پھلانگنے لگا۔ مائز نے بھی اس کی تقلید کی' وہ ہنوز ناراضی رکھے ہوئے تھا' ہینڈل گھما کے کمرے کے اندر قدم رکھا مائز بھی اندر آ گیا۔

"آپ چینج کریں میں آپ کا ویٹ کر رہا ہوں"۔ اس کے بیڈ پر آرام سے لیٹ گیا' مائز نے نگاہ اٹھا کر اسے تنقیدی انداز میں گھورا جو اطمینان سے ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے نیم دراز تھا۔

"مائز پلیز! میں تھکا ہوا ہوں مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی ہے"۔ وہ تیز لہجے میں بولا۔ مائز نے استفہامیہ انداز میں اپنے ناراض سے بھائی کو بغور دیکھا جو روز بروز سنجیدہ سے سنجیدہ تر ہوتا جا رہا تھا۔

"مگر میں تو کر کے ہی جاؤں گا"۔ وہ بدستور اپنے پُرشوق سے لہجے میں بول رہا تھا۔

"ہر وقت بچے مت بنا کرو' جب میں کہہ رہا ہوں کہ میں تھکا ہوا ہوں تو بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے"۔ وہ ڈانٹ کے گویا ہوا۔

"آپ کو پتہ ہے میں آپ سے چھوٹا ہوں' میں بڑا کیسے ہو سکتا ہوں"۔

"فضول مت ہانکا کرو"۔ اس نے وارڈ روب کھولی' اپنا نائٹ سوٹ نکالنے لگا' مائز جز بز سا ہو کر بیڈ سے اٹھا۔ محریب اور اتنے غصہ میں' اسے یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی کیونکہ محریب تو کبھی غصہ کرتا ہی نہیں تھا۔

"جاؤ یہاں سے مجھے سونا ہے"۔ بے رُخی اور سرد مہری وہ جتنی دکھا رہا تھا مائز کو اور افسوس میں مبتلا کر رہا تھا۔

"بھائی! آپ کی یہ ناراضی کب تک چلے گی؟"

"ایک تو کام غلط کرتے ہو اور الٹا مجھ سے پوچھ رہے ہو' دل کر رہا ہے رکھ کے چھانپڑ لگاؤں"۔ وارڈ روب بند کر کے وہ اس کی سمت مڑا تھا' وہ چہرے پر سنجیدگی طاری کیے کھڑا تھا۔

"جتنے چھانپڑ لگانے ہیں لگالیں مگر پلیز آپ مجھ سے ناراضگی تو ختم کریں"۔ وہ حسرت بھرے لہجے میں بولا تھا۔

"تم نے پتہ ہے کیا کیا ہے' بہت بڑا میرا نقصان کیا ہے"۔

"سوری بھائی! اپنے اس چھوٹے بھائی کو معاف نہیں کریں گے"۔ وہ معصوم سی صورت بنا کے شرمندگی سے بول رہا تھا۔

"مائز! اس وقت میرا دماغ کھول رہا ہے مہربانی کر کے یہاں سے چلے جاؤ"۔ وہ جتنی اجنبیت اور رُکھائی دکھا

رہا تھا مائزہ کو پتہ تھا اس کا بھائی اس سے تو کبھی ناراض نہیں ہو سکتا۔

''مجھے پتہ ہے آپ کی یہ ساری ناراضی اور غصہ سب بناوٹی ہے''۔ محریب کپڑے لے کے واش روم میں جا رہا تھا' مائزہ کی بات پر ایک لمحے کو رُکا مگر ایسا بن گیا جیسے سنا نہیں۔ مائزہ کا ارادہ پھر بھی جانے کا نہیں تھا وہ اس کا انتظار کرنے لگا محریب چینج کر کے نکلا اسے موجود دیکھ کر حیران رہ گیا۔

''مائزہ! کیوں مجھے اتنا مجبور کر رہے ہو کہ میں تمہارے ساتھ سخت رویہ رکھوں''۔

''میں نہ! پھر بھی نہیں مانوں گی مگر پلیز بھائی! بھابو سے کیوں ناراض ہیں' اب تو وہ آپ کی ——''

''شٹ اپ' ہر وقت بکواس کرتے رہا کرو' چلے جاؤ یہاں سے''۔ اس نے باہر کی سمت اشارہ کیا۔ مائزہ کی بات درمیان میں ہی رہ گئی تھی کیونکہ محریب کا انداز اتنا غضبناک کبھی نہیں دیکھا تھا' اس کے چہرے کے رنگ پھیکے پڑ گئے' ساری شوخی ختم ہو گئی۔

''بھائی! میں نے اتنی بڑی غلطی بھی نہیں کی ہے کہ آپ مجھے معاف بھی نہیں کر سکتے''۔ لہجہ اس کا دھواں دھواں تھا۔

''میں تو آپ کو خوشی دینے چلا تھا مگر مجھے یہ نہیں پتہ تھا کہ آپ اتنا سخت ناراض ہوں گے''۔

''تم نے بھری محفل میں مجھے تماشا بنایا ہے''۔ یہ اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا' اس وقت کتنا وہ مجبور ہو گیا تھا۔

''یہاں سے چلے جاؤ میرا سر درد کرنے لگا ہے''۔ اس نے مٹھیاں بھینچ کے اپنے اندر کے غصہ کو کنٹرول کیا۔

''آپ یہ نہیں سمجھئے گا کہ میں آپ کو آپ کے حال پر چھوڑ دوں گا' جب یہ نکاح ہوا ہے تو رخصتی بھی ضرور ہو گی' یہ میرا آپ سے وعدہ ہے''۔ وہ اسے دوٹوک انداز میں کہہ کر باہر نکل گیا۔ محریب نے دانت پیسے کیونکہ رخصتی تو بالکل نہیں ہونے دے گا چاہے عنایہ ساری زندگی وہاں بیٹھی رہے۔

''بہت محبت ہے تمہیں اپنی ماں سے' کرتی رہو محبت مگر اس بار میں تمہاری خوشی اور مرضی پر بالکل نہیں چلوں گا''۔ اسے بھی ضد ہو گئی تھی۔

دھڑ سے بیڈ پر لیٹا وہ عنایہ کو سوچنا نہیں چاہتا تھا مگر اب تو وہ ہر لمحہ اس کی سوچوں میں ہی رہنے لگی تھی' جذباتی رو بہنے کو تیار تھی مگر وہ اتنا کمزور نہ پہلے تھا اور نہ اب پڑے گا۔

وہ زندگی میں ہمیشہ دوسروں کی خوشی میں خوش رہا' سب کا خیال کیا' مگر جس سے زندگی وابستہ تھی وہ کیوں اسے اہمیت نہیں دیتی تھی' وہ کل بھی انجان تھی اور آج بھی اتنی ہی انجان تھی۔

''عنایہ! مجھے تمہارا ساتھ بغیر جذبوں کے نہیں چاہیے بلکہ مجھے تمہاری محبت بھی چاہیے' اس دل کو تمہاری تمنا ضرور ہے مگر تمہارے دل میں بھی میرے لیے محبت ہو''۔ وہ اتنا خود غرض ہو کے سوچ رہا تھا' عنایہ کے رویہ نے اسے خود غرض بنا دیا تھا۔

''محریب احمد نے عنایہ سے محبت کی ہے شدتوں سے اس لیے جواب میں مجھے بھی وہ شدتیں چاہئیں''۔ وہ آنکھیں موندے اسے ہی سوچے جا رہا تھا' دل کی حالت یہ تھی کہ بے رُخی رکھ کے بھی وہ بے کل تھا اور اسے سوچوں میں شامل کر کے بھی بے کل تھا' وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کیوں ایسا ہو رہا ہے۔

..........☆☆☆..........

اس دن وہ شام میں پھر گھر آ گیا' دیکھا تو بابا بھی تھے وہ حیران ہوا جبکہ وہ اپنی فیکٹری سے شام میں گھر کا چکر ضرور لگاتا تھا چاہے اسے منتہیٰ کی جھلک ہی دیکھنے کو ملے۔ منتہیٰ' راحمہ کو ڈائننگ روم میں بیٹھی پڑھا رہی تھی آج جگہ

کا انتخاب راحمہ نے کیا تھا ورنہ عموماً وہ ہال کمرے میں پڑھتی تھی' ہشام سالار لاؤنج میں بیٹھے تھے آج تو منتہیٰ کا بھی سامنا ہو گیا تھا وہ بہت گھبرائی بھی تھی مگر وہ اس کے سلام کا جواب دے کے لاؤنج میں چلے گئے تھے منتہیٰ کو ایسا لگا جیسے سانس رک رہی ہو' وہ خاصے بارعب اور لمبے چوڑے تھے۔

''اب کہاں جا رہے ہو؟'' ہشام سالار کی تیز آواز پر وہ کوریڈور پھلانگتا ہوا تیزی سے جا رہا تھا کہ رُک گیا۔ منتہیٰ کو بھی آواز سنائی دی تھی' وہ چونک گئی' ڈائننگ روم سامنے تھا اور لاؤنج بھی سامنے تھا' درمیان میں ہال کمرہ تھا' ڈائننگ روم سے لاؤنج کا نظارہ بھی ہو رہا تھا مگر تھا کافی فاصلے پر اس لیے سامنا نہیں ہو رہا تھا۔

''بتایا تو تھا میٹنگ ہے''۔ حمود نے خود کو مضبوط بنا کے جواب دیا۔

''تمہارے آفس کی روز ہی میٹنگ کیوں ہوتی ہے''۔ انہوں نے نکتہ اعتراض اٹھایا' حمود بلیک ڈریس پینٹ پر لائٹ پرپل شرٹ میں ملبوس نکھرا نکھرا ان کے سامنے کھڑا تھا۔

''بابا! کیا ہو گیا ہے اب تو پورے بیس دن بعد رکی ہے میں نے''۔

''جو بھی ہے مجھے تم سے بات کرنی ہے بیٹھو ادھر''۔ انہوں نے حکم دیا۔

''مجھے پتہ ہے آپ کا ٹاپک وہی ہو گا منگنی شادی''۔ وہ چڑ گیا۔ منتہیٰ کے کان کھڑے ہو گئے کہ دونوں میں بحث ہونے والی تھی' دل بھی تیز دھڑکنے لگا تھا حمود کی منگنی شادی کا سن کر۔

''میں نے نیاز کو نیکسٹ ویک کا کہہ دیا ہے منگنی کا' حسنیٰ انگلینڈ سے واپس بھی آ جائے گی جب تک''۔

''اس سے بولیں وہیں منگنی کر لے کسی سے''۔ حمود کا حلق تک کڑوا ہو گیا' اس نے نگاہ ترچھی کر کے ڈائننگ ہال کی سمت دیکھا منتہیٰ متوجہ تو نہیں ہے۔

''گدھے ہی رہنا کبھی ڈھنگ کی بات نہیں کرنا''۔

''ڈھنگ کی بات پہلے ہی کر چکا ہوں' ایک شادی میں اپنی پسند کی کروں گا''۔ وہ آج بھی اپنی ضد پر قائم تھا۔

''پھر کب کر رہے ہو شادی''۔ انہوں نے ناگواری سے پوچھا۔

''جب وہ مان جائے گی''۔ منتہیٰ تو پہلو بدل کے رہ گئی' اتنا دلیر تھا حمود کہ اپنے بابا سے بحث کر رہا تھا۔

''پھر اُسے اِدھر کا رُخ بھول کے بھی نہیں کرانا''۔

''کیوں نہیں کراؤں' یہ میرے باپ کا گھر ہے آئے گی دس بار وہ''۔ اس نے قطعیت بھرے لہجے میں رعب و دھونس سے کہا۔

''مت بھولو باپ میں ہوں''۔ وہ گویا ہوئے۔

''یار بابا! فضول کی بحث شروع ہو جائے گی''۔

''اس لیے کہہ رہا ہوں انسانوں کی طرح تیار ہو کے آ جانا' نیکسٹ سنڈے کو نیاز علی نے اور میں نے تم دونوں کی منگنی رکھی ہے''۔ انہوں نے اسے جتایا' منتہیٰ کو تو پسینے آنے لگے' راحمہ نے کام کرتے کرتے سر اٹھایا۔

''سنیں آپ نے بابا اور بھائی کی باتیں''۔

''تم کام کر رہی ہو یا باتیں سن رہی ہو''۔ اس نے راحمہ کو سرزنش کی۔

''مشکل ہے کام ابھی میں نہیں کر رہی''۔ انگڑائی لی۔ منتہیٰ نے بغور اس کی یہ حرکت فہمائشی انداز میں دیکھی' وہ ذرا کھسکا کے اٹھ چکی تھی۔

''اپنے باپ سے بحث کرو گے''۔ ہشام سالار کی گرجدار اور دھاڑتی آواز پر دونوں ہی سہم کر ادھر دیکھنے لگیں۔

"بابا! آپ بات کو اور مسئلے کو الجھا رہے ہیں' آپ میری بات سمجھیں تو"۔ حمود نے نرم سے لہجے میں نہایت آہستگی سے انہیں ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"کیا سمجھوں' کتنے مہینے ہو گئے ہیں تم ٹال رہے ہو"۔

"جب تک میری پسند کی وہ لڑکی مان نہیں جائے گی میں حمنی سے منگنی بھی نہیں کروں گا یہ آپ سن لیں"۔

"کیا اپنے باپ کو کہہ رہا ہے سن لیں"۔ ہشام سالار تو آگ بگولہ ہی ہو گئے۔

"میری بھی بات دماغ میں گھسا لو نیکسٹ سنڈے کو تمہاری منگنی ہے"۔

"سوچ لیں بابا! گھر سے بھاگ بھی سکتا ہوں اگر زبردستی کی تو"۔ اس نے دھمکی دی۔

"دیکھتا ہوں کیسے بھاگتے ہو میں بھی باپ ہوں تمہارا"۔

منتہیٰ حیرانگی سے دونوں کا جھگڑا دیکھ بھی رہی تھی اور سن بھی رہی تھی' اسے حمود پر افسوس ہو رہا تھا جو اپنے بابا سے اتنی بحث کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے آپ منگنی رکھیں اس دن میں گھر سے بھاگ لوں گا"۔ وہ ہال کمرے سے نکلا۔

"حمود! سوچ لو میں عاق کر سکتا ہوں اس گھر سے اور تمام جائیداد سے"۔ انہوں نے وارننگ دی۔ حمود کے قدم رک گئے اسی وقت وہ مڑا اور ان کے غضبناک چہرے کو دیکھا جو واقعی سنجیدہ لگ رہے تھے' منتہیٰ ہکا بکا سی سنتی رہ گئی وہ کیا کہہ رہے تھے۔

"ارے بس! یہ روز کی لڑائی ہے آپ دیکھتی جایئے اور سنتی جایئے' بھائی بابا کو کیسے شیشے میں اتارتے ہیں' جیت بھائی کی ہی ہوتی ہے"۔

"مگر راحمہ! یہ اچھی بات تو نہیں ہے آپ کے بھائی آپ کے بابا سے اتنا جھگڑا کر رہے ہیں"۔ اس نے دکھ اور تاسف سے کہا۔

"بھائی اور بابا میں ہمیشہ جنگ ایسی ہی ہوتی ہے' آپ اتنی فکرمند کیوں ہو رہی ہیں دونوں دوست بھی ہیں"۔ وہ مسکرا کے اس کے حیران پریشان نازک سے مکھڑے کو دیکھنے لگی۔

"واٹ...... آپ مجھے عاق کریں گے' یہ تو اور بھی اچھی بات ہے کم از کم مجھے اس حمنی سے منگنی تو نہیں کرنا پڑے گی' کم آن بابا! جلدی عاق کریں سچ میں تھک گیا ہوں یہ روز روز کے ٹاپک سے"۔ وہ چہرے پر ناگواری طاری کر کے گویا ہوا۔

"گدھے' گھامڑ آدمی میں عاق کرنے کی بات کر رہا ہوں اور تو منگنی کو لے کر بیٹھا ہے"۔

"پلیز عاق کر دیں مجھے"۔ وہ التجا کرنے لگا۔ منتہیٰ کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں' حمود کو ذرا فکر نہیں تھی بابا نے کیا کہا ہے اور وہ ان سے الٹا ضد کر رہا تھا۔

"کبھی مر کے بھی نہیں کروں گا تجھے عاق' منگنی شادی سب تمہاری حمنی سے ہو گی"۔ وہ واپس اپنی بات پر آ گئے۔

"اف...... بابا! کتنی میں نے آپ کو سلگانے میں محنت کی کہ آپ عاق کر دیں اور میں یہاں سے نکلوں' کم از کم حمنی سے جان تو چھوٹے گی"۔ وہ تھک کے دھڑ سے صوفے پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھا' کلثوم بانو ان دونوں کی آوازوں پر دوڑی آئی تھیں۔

"آ جایئے دیکھئے اپنے لاڈلے کو"۔

"آپ بھی وقت دیکھتے ہیں نہ موقع شروع ہو جاتے ہیں"۔ ان کا اشارہ منتہیٰ کی سمت تھا جو ڈائننگ روم سے ا

گئی تھی۔ اسے یہاں رو کے گھبراہٹ ہونے لگی تھی' چہرے کے رنگ بھی اڑے ہوئے تھے' حمود نے اچٹتی نگاہ ڈالی' ہشام سالار جز بز سے ہو گئے۔

"آنٹی! مجھے گھر جانا ہے"۔ وہ جھٹ بولی کیونکہ مزید رک کر وہ حمود کو بابا سے جھگڑتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی۔ ہشام سالار کی گہری اور پرسوچ نگاہوں نے گھبرائی ہوئی منتہیٰ کا جائزہ لیا' دھانی کلر کے پرنٹڈ کاٹن کے کپڑوں میں ملبوس دوپٹہ سر سے اوڑھ کے اچھی طرح خود کو ڈھانپا ہوا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے' حمود! دیکھ تو جا کر شہزاد ہے یا نہیں"۔ انہوں نے جان بوجھ کے حمود کو وہاں سے ہٹانا چاہا تاکہ معاملہ کچھ تو ٹھنڈا ہو۔

"شہزاد ہے"۔ وہ خود ہی بولا۔

"کہہ کر آؤ منتہیٰ کو چھوڑ آئے گا"۔ وہ بھی چاہ رہی تھیں منتہیٰ چلی جائے کیونکہ کافی دیر سے دونوں باپ بیٹے جھگڑنے میں مصروف تھے' وہ منتہیٰ کی موجودگی بھی یکسر بھلا چکے تھے۔

"شہزاد بلا رہا ہے انہیں"۔ حمود نے نگاہ دوسری جانب کر کے کہا۔

"اور ہاں امی! میں بھی میٹنگ میں جا رہا ہوں"۔

"میری بات پوری نہیں ہوئی ہے"۔ ہشام سالار تیز لہجے میں بولے' منتہیٰ اپنا پرس اٹھا کے تیزی سے وہاں سے نکل گئی' وہ تو بہت ہی ڈر رہی تھی ہشام سالار کے غصے سے مگر حمود اتنا ہی اطمینان سے تھا۔

"او کے باقی بات کل کر لیجیے گا"۔ وہ انہیں اطمینان سے کہہ کر نکل گیا' منتہیٰ مین گیٹ تک آ گئی تھی' گاڑی تھی ہی نہیں بس ایک گاڑی بلیک کلر کی باہر کھڑی تھی جو حمود کی تھی۔

"جلدی آؤ میں تمہیں ڈراپ کر دوں گا"۔ عقب سے آ کر اس کے کان میں کہا' وہ اچھل گئی حمود نے بازو پکڑا اس کا اور فرنٹ ڈور کھول کے اسے بٹھا دیا' کیونکہ گھر کے کسی ملازم نے اسے دیکھ لیا تو ٹھیک نہیں تھا' وہ تو شکر تھا راحمہ بھی آج پورچ تک نہیں آئی تھی' وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔

............☆☆☆............

اس کی مشکل خود ہی آسان ہو گئی تھی' دادی جان نے اسے بلایا تھا اور فائق اسے لینے آیا تھا' اس نے شکر ادا کیا کیونکہ تقریب سے وہ کسی طرح تو باز پرس کر سکے گی' جب سے آئی تھی دادی جان کے ہی روم میں تھی مگر اسے اس وقت باہر آنا پڑا جب ندرت کی ساس بمعہ مٹھائی کے چلی آئی تھیں' سب ہی گھر والے حیران تھے کیونکہ ابھی تک بھی ان لوگوں نے جواب نہیں دیا تھا' فائق جانے کیا سوچے بیٹھا تھا۔ یمنیٰ کو ندرت کی ساس نے مٹھائی کھلا کے منہ میٹھا کرا دیا' سب کچھ بول ہی نہیں پائے تھے۔

"میں ندرت سے کب سے کہہ رہی ہوں ہم خود ہی جا کر منہ میٹھا کرا آئیں گے"۔ وہ بڑی خوش تھیں کیونکہ کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا تھا۔ فائق تو خود ہی کچھ دن میں امی کو کہنے والا تھا کہ وہ فراج کا رشتہ قبول کر لیں مگر وہ خود ہی چلی آئی تھیں۔

"میں فائق کی وجہ سے نہیں آ رہی تھی کیونکہ اعتراض اسے تھا"۔ ندرت نے سامنے بیٹھے فائق پر طنز کیا۔

"آپی! ویسے بھی میں امی سے کہنے والا تھا ہاں جواب دے دیں' وہ تو آپ خود آ گئیں ورنہ ایک دو دن میں فون میں خود ہی کرتا"۔ وہ بھی شرمندہ بالکل نہیں ہوا تھا۔

"تم نے روکا کیوں تھا؟" ندرت کو ابھی تک یہ بات سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''اس لئے فراج سے ذاتی طور پر میں کئی بار باہر مل چکا ہوں' میں نے اسے ہر لحاظ سے پرکھا ہے' اچھا اور سلجھا ہوا لڑکا ہے''۔ فائق نے بھی آج پہلی بار ستائش بھرے انداز میں کہا۔

''فراج نے تو ہمیں کبھی نہیں بتایا''۔ ندرت حیران بھی ہوئی۔

''وہ بھی سمجھدار شخص ہے' جیسی میری سوچ تھی وہ بھی ویسا ہی نکلا اس لیے خاصی اچھی طرح اس کی اور ہماری مختلف اوقات میں بات چیت ہوئی ہے' یہ اس کی عقلمندی ہے کہ اس نے سب کو نہیں بتایا''۔ فائق نے عروب کو اپنی گود میں اٹھایا جسے گود میں لینے تک تو کیا بات کرنے تک پر بھی پابندی لگائی ہوئی تھی۔ ندرت نے اسے گھورا جو عروب سے کھیل میں لگ گیا تھا' فائق کے انداز میں اتنا ٹھہراؤ تھا کہ وہ حیران ہوتی تھی غصہ کرتا تھا مگر جس کام کے پیچھے پڑ جائے وہ کر کے چھوڑتا تھا مگر اسے اپنے ایکسپریشن چھپانے میں بھی کمال حاصل تھا اسی لیے اس کی اکثر محریب سے بھی سنجیدہ گفتگو رہتی تھی' مائز اور وہ ہم عمر ہی تھے' مائز بہت زیادہ شوخ تھا مگر فائق کی اور اس کی دوستی پھر بھی بہت تھی۔

''عنائیہ! تم نے تو دیکھا ہے فراج کو' کیسا لگا؟''

''ارے ندرت آپی! آپ بھابو سے کیوں پوچھ رہی ہیں' ان کو جو اچھا لگتا تھا اس سے ان کا نکاح ہو گیا ہے''۔ مائز نے بھی ان کی محفل جوائن کی' وہ سب لاؤنج میں جمع تھے اور بزرگ حضرات کی محفل دادی جان کے کمرے میں تھی۔ عنائیہ نے مائز کے بازو پر چٹکی لی' اسے سب کے سامنے بولنے پر شرم بھی آئی۔

''آج بھائی بھی گھر میں ہیں' اگر ڈیٹ مارنے کا ارادہ ہو تو سیٹ کر دوں کہیں ملنے کی جگہ''۔ مائز نے شوخی سے اس کے کان میں کہا۔

''مائز سدھر جاؤ''۔ اس نے آنکھیں نکال کے وارننگ دی۔

''مشکل ہے''۔ اس نے منہ بنا کے کہا۔

''مجھے تو یہ حیرت ہوتی ہے محریب بڑ' کبھی ہم لوگوں کے درمیان آ کے کیوں نہیں بیٹھتا ہے' جہاں سب بڑے ہوتے ہیں وہاں یہ بیٹھا ہوتا ہے''۔ ندرت کو بھی اکثر اعتراض ہوتا تھا۔ عنائیہ نے لب بھینچ کر تائیدی انداز میں ندرت کو دیکھا کیونکہ یہ جھوٹ بھی نہیں تھا' محریب کم ہی ان سب کے درمیان بیٹھتا تھا۔

''مجھے تو لگتا ہے محریب بھائی میں کسی بزرگ کی روح گھس گئی ہے''۔ رافع نے بھی اپنی مداخلت ضروری سمجھی۔

''تم سب ہی فضول سوچتے ہو' ظاہری بات ہے محریب بھائی اس گھر کے بڑے بیٹے ہیں' وہ سنجیدہ مزاج کے ہیں اسی لیے وہاں زیادہ ضروری سمجھتے ہیں خود کو''۔ فائق گویا ہوا۔

''پھر ایسا کرو تم بھی وہاں بیٹھا کرو کیونکہ تم میں خود سو سالہ بوڑھے کی روح ہے''۔ مائز تو موقع چاہتا تھا اسے ہر بات میں لپیٹنے کا۔

''ہر بات مجھ پر لے آیا کرو''۔ فائق نے ترش روی سے کہا اور اٹھ کر جانے لگا مگر مائز نے بازو پکڑ کر واپس کاؤچ پر بٹھا دیا۔

''ہر وقت غصہ سے مت جواب دیا کرو' جسٹ مذاق کیا ہے میں نے''۔ مائز کو اس کی یہی عادت بری لگتی تھی۔

''تم ہر وقت فضول کی ہانکتے رہو میں تمہاری سنتا رہوں اور مسکراتا رہوں''۔

''ارے بھئی کیا ہو گیا ہے فائق! حد ہوتی ہے کسی بات کی' کبھی تو اپنا موڈ سیدھا کر لیا کرو''۔ ندرت نے بھی اسے ٹوکا۔

''آپ سب بے تکلم گفتگو کریں میں آپ سب کی طرح مسکراتا رہوں''۔ وہ بھی تنک کے گویا ہوا۔

''تم اپنے آپ کو کیا کسی ملک کا شہزادہ سمجھتے ہو جو نمایاں بننے کے چکر میں پڑے رہتے ہو' سیدھے سیدھے رہا کرو کیا اپنا رعب سب پر ڈالا ہوا ہے''۔ ندرت کو بہانہ چاہیے تھا اسے گھیرنے کا کیونکہ اس پر بھی تو اپنا رعب رکھا ہوا تھا وہ ڈرتی بھی تھی مگر آج پُر اعتماد بن کر اسے آڑے ہاتھوں ہی لیا۔

''ندرت باجی! ارے آپ تو سیریس ہونے لگیں''۔ دشہ کب سے ان سب کی باتیں سن رہی تھی' جب ماحول کو سنجیدہ ہوتے دیکھا تو بول ہی پڑی۔ فائق کا چہرہ غصہ کی وجہ سے تمتمانے لگا' وہ کچھ بولا نہیں تیزی سے تملاتا ہوا وہاں سے نکلا تھا' سب ہی خفیف سے اور جز بز سے ہو گئے تھے کیونکہ سب کو پتہ تھا ندرت کو جب کسی کی کوئی بات بُری لگتی وہ اپنا بیگ سنبھالتی اور گھر جانے کو تیار ہو جاتی۔

''آپی! آپ کو کیا ضرورت تھی ان سے الجھنے کی' موڈ خراب ہو گیا''۔ رافع کو بھی ناگوار گزرا تو بولے بنا نہ رہ سکا۔

''چپ کرو تم بھی بہت اس کی سائیڈ لیتے ہو''۔ وہ بھی کڑی ہو گئی' عنائیہ نے ہی اسے پھر سنبھالا' کیونکہ وہ جانے کے لیے تیار ہونے لگی تھی' اچھا خاصا گھر کا ماحول اتنا شوخ ہو رہا تھا ذرا سی بحث و تکرار کی وجہ سے وہاں پر افسردگی چھا گئی تھی۔ مائز ایک گہری سوچ میں گم بیٹھا تھا' وہ جانتا تھا اگر اس وقت جا کر اس نے فائق کو کچھ بھی سمجھانے کی کوشش کی تو وہ بھی اسے اتنی سنائے گا کہ چپ کرانا مشکل ہو جائے گا کیونکہ وجہ وہی تھی اس چھیڑ چھاڑ اور مضحکہ خیز انداز کی وجہ سے بات اتنی آگے بڑھ گئی تھی' پھر سب اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے۔ عنائیہ الگ الجھن کا شکار ہو گئی کیونکہ محریب سے اس کا ابھی تک بھی سامنا نہیں ہوا تھا' اب تو شام کے سات بجنے والے تھے اور اسے رات میں چلے جانا تھا' کسی طرح تو محریب سے بات کرنا چاہتی تھی۔

☆ ☆ ☆

''تہذیب اور [illegible] اپنے بابا سے بحث ہی کیے جا رہے تھے''۔

''منتہیٰ باجی! آپ [illegible] کے پیچھے لگی ہوئی ہیں آپ [illegible] کن کر ذرا بھی فکر نہیں ہو رہی ہے اور نہ ہی غصہ آ رہا ہے وہ منتہیٰ نیازی سے ناطہ [illegible] رہے ہیں''۔ تہذیب کو اس پر حیرانگی تھی جو یہ بات جیسے سوچ ہی نہیں رہی تھی اسے منتہیٰ پر ترس بھی آ رہا تھا۔

''تہذیب! مجھے اس کی کوئی فکر نہیں ہے' وہ اس سے [illegible] کر لیں''۔ وہ یہ کس دل سے کہہ رہی تھی وہی جانتی تھی۔ تہذیب نے چونک کر دیکھتی اور تفتیشی نگاہیں اس کے چہرے پر جمائیں جو سر جھکا کر رہ گئی تھی۔

''منتہیٰ باجی! اتنی مضبوط نہیں بنیں آپ' مجھے یہ بالکل گوارا نہیں ہے کہ آپ اپنا حق کسی دوسری لڑکی کی جھولی میں ڈالنے کو کہتی رہیں' آپ ان کی بیوی ہیں آپ کو ذرا دکھ نہیں ہو گا کہ حمود سالار اس سے منگنی کر لے''۔ تہذیب کو اس پر غصہ ہی آنے لگا۔

''میرے لیے کیا ہے اور کیا نہیں میں نے اپنی حد کا تعین پہلے ہی کر لیا ہے' میں نے کبھی اپنی آنکھوں میں سپنے سجائے ہی نہیں ہیں کیونکہ جب میری کوئی منزل ہی نہیں ہے تو سپنے کیوں سجاؤں''۔ وہ افسردگی اور مایوسی میں گھری ہوئی بول رہی تھی۔

''پتہ ہے تہذیب! اگر پہلے سے ہی اپنے دل و دماغ کو تیار کر لو تو پھر بعد میں اتنی تکلیف نہیں ہوتی ہے''۔ تہذیب بھی سوچ میں پڑ گئی کیونکہ جو بات بھی اس نے کہی تھی اسے بھی آگہی دے رہی تھی' وہ بھی تو اسی جگہ پر کھڑی تھی جہاں منتہیٰ تھی' فرق صرف اتنا تھا منتہیٰ کا نکاح اس شخص سے ہو چکا تھا جس کو اس نے چاہا نہیں تھا نہ سوچا تھا نہ ہی اس کے سپنے سجائے تھے مگر جس شخص سے نکاح ہوا تھا اس کی چاہت اب منتہیٰ بن گئی تھی اور وہ جس کے سپنے بھی دیکھتے

ہوئے ڈرتی تھی کیونکہ اس شخص کی وہ چاہت ہی نہیں تھی مگر اس کے دل کی چاہت فائق احمد بن گیا تھا۔

''اگر آپ حمود سالار کا ساتھ دیں تو یقیناً حمنیٰ نیاز کی جگہ آپ وہاں ان کے گھر میں ہوں گی''۔

''جب مجھے سب حالات واضح اور صاف نظر آ رہے ہیں میں بھول کے بھی نہیں سوچنا چاہتی کیونکہ مجھے پتہ ہے ان کے بابا مجھے کبھی بھی قبول نہیں کریں گے''۔

''فرض کریں اگر آپ کے چھوٹا سا پیارا سا بے بی ہو جائے پھر تو ضرور قبول کر لیں گے''۔ وہ بے ساختہ ہی بولی' منتہیٰ نے جھینپ کے لب بھینچ لیے' پھر اسے حمود کی اس دن کی باتیں ذہن میں آ گئیں جب وہ شہزاد کے بچے کا ذکر کر رہا تھا۔

''فضول نہیں بولا کرو''۔ وہ اٹھنے لگی کیونکہ اسے رات کے لیے روٹیاں بنانی تھیں۔

''گھر جاتی ہیں تو حمود بھائی گھر میں تو ضرور ہوتے ہوں گے''۔ دونوں ہی کچن میں آ گئیں۔

''ہوتے ہیں کبھی اور کبھی خاص طور پر اس ٹائم آ جاتے ہیں''۔ اس نے چولہے پر توا رکھا تھا۔

دروازے پر ایک دم ہی متواتر دستک ہوئی دونوں ہی چونک گئیں' مبینہ تو اندر سلائی کر رہی تھیں حکمت اور حمزہ' محریب کی طرف گئے ہوئے تھے کیونکہ وہاں عنایہ آئی ہوئی تھی اور یمنیٰ کا رشتہ بھی تقریباً آج ہی پکا ہو گا۔ ایک رونق سی لگی تھی' مائرہ نے ان دونوں کو بلوا لیا تھا' تہذیب نے دروازہ کھولا حمزہ کھڑا تھا۔

''کیا ہو گیا تمہیں؟'' اس نے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''وہاں حمود بھائی آئے ہیں' آنٹی نے منتہیٰ باجی کو بلایا ہے''۔ اس نے اطلاع بھی دی اور پیغام بھی پہنچایا۔ منتہیٰ چونک گئی' حمود کے نام پر دل دھڑک گیا' روٹی وہ بیل رہی تھی۔

''چلیے آپ کا بلاوا آ گیا ہے''۔ تہذیب نے مسکرا کے معنی خیزی سے کہا۔

''یہ کوئی ٹائم ہے بلانے کا''۔ منتہیٰ کو ناگواری ہونے لگی۔

''آپ ان کی بیوی ہیں جب دل چاہے بلا سکتے ہیں''۔

''لو جی آپ کا سیل بھی بیپ دے رہا ہے''۔ تہذیب اندر کی جانب بڑھی سیل لے کے آئی' حمود کی کال تھی۔

''لیجیے کال بھی آ گئی''۔ وہ مسکرائی۔ منتہیٰ نے سیل لیا اور کچن سے باہر آ گئی' تہذیب بقیہ روٹیاں بنانے لگی تھی۔

''جس حلیے میں بھی ہو فوراً تیار ہو کر آ جاؤ' میں محریب کے گھر بیٹھا ہوں''۔ حمود نے خاصی عجلت میں کہہ کر اس کا آگے سے جواب سنے بغیر ہی سیل آف کر دیا۔

☆☆☆

''ہوں تو آ رہی ہیں بھابی؟'' محریب نے اس سے پوچھا تھا۔

''یار! کہہ تو دیا ہے اب آنے میں دیکھو کتنا ٹائم لیتی ہے''۔ حمود خاصا بے چین اور فکر مند سا بیٹھا تھا۔ وہ دونوں ڈرائنگ روم میں تھے' گھر میں بھی آج یمنیٰ کا رشتہ طے ہونے پر ایک رونق سی لگی ہوئی تھی۔

''عنایہ بھابی بھی آئی ہوں گی' ان کی آوازیں آ رہی ہیں''۔ حمود نے مسکرا کے معنی خیز انداز میں اسے چھیڑا' محریب لب بھینچ کر اسے دیکھنے لگا' تائید میں سر ہلایا کیونکہ ابھی تک اس نے عنایہ کا سامنا نہیں کیا تھا' دادی جان کے روم میں بیٹھا تھا کہ رافع نے اطلاع دی حمود آیا ہے۔

''آئی ہوئی تو ہے مگر ابھی تک سامنا نہیں ہوا ہے''۔ وہ صوفے پر ٹیک لگائے اطمینان سے بیٹھا تھا۔

''نکاح کے بعد سے اب تک تم دونوں میں بات چیت بھی نہیں ہوئی''۔ حمود کو حیرانگی کا جھٹکا لگا۔

''ضرورت ہی پیش نہیں آئی''۔ سپاٹ سے لہجے میں بولتا ہوا حمود کو بہت بڑا الگ رہا تھا۔

''یہاں میں اپنی والی سے ملنے کے لیے ہر وقت بے قرار رہتا ہوں اور رات میں دو گھنٹے بات ہوتی ہے پھر بھی دل نہیں بھرتا ہے''۔ وہ اسے اپنے بارے میں بتانے لگا۔

''تم میں اور مجھ میں بہت فرق ہے اور پھر تمہاری والی اور میری والی میں بھی بہت فرق ہے' وہ کم از کم تمہارا خیال تو کرتی ہے اور میری والی سب کا کرتی ہے میرا نہیں''۔ محریب نے حسرت بھری آواز میں کہا۔

''مجھے نہیں لگتا کہ وہ تیرا نہیں کرتی ہو''۔ حمود نے اس کی بات کی نفی کی۔

''میں جو کہہ رہا ہوں سچ ہے''۔ اس نے زور دے کر کہا۔

''پھر تو رخصتی کا بول جلدی کروا''۔

''رخصتی اس وقت ہی ممکن ہو سکتی ہے جب محترمہ اپنی والدہ کا دامن چھوڑیں''۔

''ہوں تیرا تو یہ بھی مسئلہ ہے''۔ حمود نے سر ہلایا۔

''اچھا یہ بتاؤ تمہارا آج کہاں کا پروگرام ہے''۔ محریب نے موضوع بدلا۔

''آج کچھ آؤٹنگ پھر ڈنر کا پروگرام ہے مگر یار! محترمہ کا موڈ بھی دیکھنا ہے' کل اس نے میری اور بابا کی بحث بھی سن اور دیکھ لی ہے' کل سے مجھ سے بات بھی نہیں کی ہے اسی لیے میں تمہاری طرف آیا کہ ساتھ لے جاؤں گا تو دماغ کو ٹھنڈا کر سکوں گا''۔ وہ پریشان بھی ہو رہا تھا۔

''وہی حمنیٰ نیاز علی سے شادی پر بحث ہوئی ہو گی''۔

''ہاں یار! نیکسٹ سنڈے بابا نے منگنی سیٹ کر دی ہے وہی جھگڑا منتہیٰ نے سنا ہے''۔

''تمہارا ابھی مسئلہ خاصا گھمبیر ہے''۔ محریب نے کہا۔ منتہیٰ آ گئی تھی' وہ اندر آتے ہوئے جھجک رہی تھی ساتھ عنایہ بھی تھی' نزہت بیگم بھی تھیں۔ عنایہ کو دیکھ کر حمود نے جھٹ سلام کیا' وہ بھی محریب کو دیکھ کر نروس سی ہونے لگی' دونوں کی نگاہوں کا تصادم بھی ہوا۔

''اچھا ہے تم دونوں نے ہی جانے کا پروگرام بنا لیا' وہ تو مجھ سے مائرہ نے کہا کہ بھائی بھی بھابو کو لے کر جائیں گے''۔ نزہت بیگم بہت خوش ہو رہی تھیں' محریب نے کچھ تو اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ جبکہ محریب' مائرہ کی اس حرکت پر اندر ہی اندر پیچ و تاب کھانے لگا' اسے غصہ بھی آنے لگا مگر امی اور منتہیٰ کی وجہ سے وہ اپنے تاثرات سے کچھ بھی واضح کرنا نہیں چاہتا تھا۔

عنایہ نگاہ جھکائے نروس سی ہو رہی تھی اسے بھی عنایہ کے انداز سے لگ رہا تھا وہ جب سے نکاح ہوا ہے کچھ اس کے لیے سوچنے لگی ہے ورنہ تو بالکل ہی جذبات سے عاری لڑکی لگنے لگی تھی۔

''یار محریب! تم نے خود ہی پروگرام سیٹ کر لیا مجھے بھی نہیں بتایا''۔ حمود نے بھی سن کے اسے شوخ سے لہجے میں کہہ کر چھیڑا۔

''آں...... ہاں''۔ محریب سے جواب نہیں بن پڑا تھا۔ نزہت بیگم نے جانچتی اور پُرتشویش استفہامیہ نگاہوں سے اس کے تاثرات پر غور کر رہی تھیں۔

''عنایہ بیٹا! ذرا تم میرے ساتھ تو چلو اتنے میں محریب اچھی طرح سوچ لے جانا کہاں ہے''۔ وہ گہرا طنز کرتی ہوئیں عنایہ کا ہاتھ پکڑ کے ڈرائنگ روم سے لے جانے لگیں۔

''امی! میں نے سوچا ہوا ہے آپ عنایہ کو یہیں چھوڑ دیں''۔ وہ سمجھ گیا امی ناراض ہونے لگی ہیں تو وہ فوراً

ہی سنبھل بھی گیا۔

''حمود! تم تو جاؤ کیونکہ تمہیں بھی میری وجہ سے دیر ہوگی' ابھی مجھے کچھ کام بھی کرنا ہے''۔ اس نے حمود کا حیرت سے کھلا منہ دیکھ کر اسے اشارے سے جانے کا کہا۔ منتجی فان کلر کی ریشم کی کڑھائی کی چادر میں خود کو چھپائے کھڑی تھی۔

''اچھا ہاں''۔ وہ خجل سا ہوا' پھر وہ اجازت لے کر سلام کرتا ہوا منتجی کو لے کر نکل گیا۔

''تمہارا پروگرام ہے جانے کا یا نہیں؟'' نزہت بیگم نے تیز لہجے میں اس سے پوچھا جو ابھی تک خاموش کھڑا تھا' عنائیہ جز بز سی ان کے ساتھ ہی کھڑی تھی۔

''جی''۔ بس اتنا کہا تھا۔

''پھر جاؤ دیر کس بات کی' میں نے جواد کو فون کروا دیا ہے عنائیہ آج ادھر ہی رُک جائے گی''۔ وہ بولیں۔ محریب کو اس لمحے اپنے مزاج کے خلاف ان کی اس بات کو ماننا ہی پڑا کیونکہ آج کل جتنی وہ اس کے لیے پریشان رہتی تھیں یہ وہی جانتا تھا' مائرہ سے بھی اس نے بات چیت بند کی ہوئی تھی۔

''میں کمرے سے والٹ وغیرہ لے کر آتا ہوں''۔ وہ عنائیہ پر نگاہ ڈالے بغیر نکل گیا۔

''تم محریب کے رویہ کی وجہ سے اپنا دل چھوٹا نہیں کرنا' کچھ مزاج کا الگ ہے تمہیں اسے کسی طرح تو منانا ہی ہے''۔ وہ اسے سمجھانے لگیں۔

''بڑی امی! میں ایسا کچھ نہیں سوچ رہی ہوں' آپ کیوں ایسی باتیں کر رہی ہیں''۔ اس نے شرمندہ ہو کر انہیں تسلی دی۔ اس نے بھی اب عقلمندی سے ہر کام اور بات سوچ سمجھ کر کرنی تھی کیونکہ جتنی ان دونوں کی وجہ سے خاندان میں ٹینشن ہوئی تھی اب مزید وہ خاص طور پر اپنی وجہ سے ایسی بات بھی نہیں کرنا چاہتی تھی مگر یہ سب اسی وقت ممکن تھا جب محریب سے دو بدو ہو کر بات کرے گی۔

☆☆☆

گرے قمیض شلوار میں ملبوس پشاوری سینڈل اس پر ہلکی ہلکی بڑھی شیو چہرے پر سنجیدگی اسے اور بھی ڈیسنٹ اور سوبر بناتی تھی' خاموشی سے وہ ڈرائیو کر رہا تھا' عنائیہ کاسنی جارجٹ کے کپڑوں میں ملبوس شرمائی گھبرائی اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی' گاڑی میں مکمل خاموشی تھی اس نے بھول کے بھی عنائیہ پر اچٹتی نگاہ تک نہیں ڈالی تھی۔ پتہ نہیں وہ جا کہاں رہا تھا جو کب سے گاڑی چلا رہا تھا' عنائیہ تذبذب کا شکار تھی کہ بات کہاں سے شروع کرے۔

''آپ اس رات کھانے پر کیوں نہیں آئے؟'' عنائیہ نے ہمت کر ہی لی' بغیر تمہید باندھے اسے مخاطب کر ہی لیا۔ محریب کے چتون سکڑے تھے' گاڑی کو ٹرن لیا دیکھا تو سامنے ایک ریسٹورنٹ تھا۔

''میں نے جواد چاچو کو فون پر بتا دیا تھا' میں آفس میں بزی تھا''۔ نارمل لہجے میں کہا۔

''لیکن ابو تو رات تک آپ کی راہ دیکھتے رہے تھے''۔

''کاش عنائیہ! تم کہتیں کہ میں راہ دیکھتی رہی تو شاید میں خوش بھی ہو جاتا مگر نہیں تمہیں صرف اپنے گھر والوں کی فکر ہے''۔ نگاہ ونڈ اسکرین سے باہر تھی' عنائیہ پر وہ نگاہ تک ڈالنا نہیں چاہ رہا تھا۔

''کچھ مصروفیت آ گئی تھی''۔ لہجہ سخت بنا لیا۔

''میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں''۔

''کتنی بار کہنا چاہو گی' شروع سے تمہاری ہی سن رہا ہوں''۔ انداز تروشا اور سرد مہر سا تھا۔

''ہم دونوں سب کے سامنے کیا نارمل انداز میں نہیں رہ سکتے''۔ وہ جھٹ بولی۔ محریب کی فہمائشی نگاہ اس پر اٹھ ہی گئی جو اس کی جانب ہی مخاطب تھی' دونوں کی نگاہیں مل رہی تھیں۔

''نارمل انداز میں مطلب میں سمجھا نہیں' آپ سمجھانا پسند کریں گی''۔ وہ طنزیہ اور ترش روئی سے بولا۔

''ہمارے گھر والوں میں ہماری وجہ سے ایک ٹینشن سی آ گئی ہے' کیا ہم دونوں سب کے سامنے ایک دوسرے سے نارمل ہو کر بات نہیں کر سکتے''۔ عنائیہ کا دل دھک دھک بھی کر رہا تھا جانے جواب میں وہ اسے کیا کہے گا کیونکہ مزاج کا تیکھا بھی وہ بہت ہو گیا تھا۔

''تم آخر خود کو سمجھتی کیا ہو' پورے خاندان کو تو اپنے کہنے پر چلا رہی ہو مجھ سے بھی ایسا ہی چاہتی ہو''۔ وہ منہ گھما کر ناگواری سے گویا ہوا' عنائیہ کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا' جب بھی کوئی جملہ ادا کرتا اتنا کٹیلا ہوتا دل کے آر پار ہو جاتا۔

''آپ مجھے غلط کیوں سمجھتے ہیں''۔ وہ روہانسی ہو گئی' بے بسی سے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

''میں تمہیں غلط کب کہہ رہا ہوں بلکہ خود کو غلط کہہ رہا ہوں''۔ وہ استہزائیہ انداز میں طنز کر گیا۔

''سوری''۔ وہ آنکھوں میں نمی لیے بولی۔

''کس لیے؟'' محریب نے اپنے آپ کو مکمل سپاٹ کر لیا تھا۔

''میں شاید آپ کا دل دُکھا جاتی ہوں مگر پلیز آپ اتنا تو کر سکتے ہیں کہ سب کے سامنے مجھ سے اتنے ناگوار انداز میں تو پیش نہیں آیا کریں''۔

''یعنی سوری کرنے کا مقصد ہی یہی ہے کہ میں تمہارا کچھ خیال کروں''۔ وہ طنزیہ ہو گیا۔

''میں اگر کہوں تم بھی میری بات مانو تو مانو گی؟'' محریب بھی ایک دم ہی بولا۔

''جی بولیے''۔ وہ اتنی رنجور اور افسردہ ہو گئی تھی اس کے جواب پر۔

''اپنی امی کو چھوڑ کے میرے پاس آ جاؤ''۔ اب عنائیہ کو تنگ کرنے کی باری اس کی تھی' شروع سے اس نے کیا تھا اب وہ اسے زچ کرنا اور اس کی برداشت دیکھنا چاہتا تھا۔

''جی''۔ متوحش زدہ سی بے یقینی سے بول اٹھی۔

''رخصتی وغیرہ کی فارملیٹیز چھوڑو آج ہی سمجھ لو کہ تم رخصت ہو کر آ گئی ہو''۔ وہ اسے دیکھنے لگا۔ عنائیہ گھبرا سی گئی' کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا جواب دے' اس نے تو توقع بھی نہیں کی تھی کہ محریب اسے ایسے گھیرے گا۔

''بولو راضی ہو؟'' وہ پھر بولا۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں' اتنے سمجھدار ہیں آپ اور ایسی بات کہہ رہے ہیں''۔ عنائیہ کی تو سماعت یقین نہیں کر پا رہی تھی۔

''جب ہی تو کہہ رہا ہوں' اب تو کوئی مسئلہ بھی نہیں ہے نکاح ہمارا ہو چکا ہے''۔

''مجھے آپ سے ایسی امید نہیں تھی کہ آپ مجھے یہ بھی بول سکتے ہیں''۔ وہ اے سی کی کولنگ میں بھی پسینے پسینے ہو گئی کیونکہ اس سے جواب نہیں بن رہا تھا۔

''ٹھیک ہے پھر تم راضی نہیں ہو تو جو تم چاہتی ہو وہ بھی ممکن نہیں ہے''۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی اور ڈنر کا ارادہ بھی ترک کر دیا' آج اس نے سوچ لیا تھا عنائیہ کو زچ کرتا ہی رہے گا۔

''پلیز آپ ایسے تو نہیں کریں''۔ وہ روہانسی ہو گئی۔

(جاری ہے)

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 20

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

''تم ایسے ہی سب کرتی رہو میری بے رخی پر اتنی تکلیف ہو رہی ہے تمہیں''۔ محریب نے اس کی گھنیری پلکوں کا لرزنا دیکھا جو کبھی اب بھیگی تھی تو کبھی بھیگی۔

''معاذ! آج تک میں تمہیں جتنا سمجھا ہوں ٹھیک سمجھا ہوں' مگر تم شاید مجھے کبھی سمجھ پائی ہو ابھی تک بھی''۔ اس نے رخ دوسری طرف پھیرتے ہوئے باہر نگاہیں مرکوز کی ہوئی تھیں' گاڑی وہ بڑی آہستگی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

''تم اپنی بات پر بھی راضی ہو گی اور... سچ اتنی ہو میں تمہارے کہنے پر چل رہا ہوں''۔

''محترمہ! تم مجھے کچھ کیا ہو اپنی بات کہہ رہی ہو''۔ قدرے توقف کے بعد پھر گویا ہوا۔

''میں نے ایسی غلط بات تو نہیں کہہ دی ہے جو آپ مسلسل مجھ پر طنز کیے جا رہے ہیں''۔ سامنے دیکھا اور افسوس ہوتے اگا محریب اکتا رہا تھا اور سر دھما جھٹک رہا تھا۔

''اچھا طنز بھی سمجھتی ہو' میں سمجھا میں ہی سمجھتا ہوں''۔ اس نے پھر تمسخرانہ انداز طنز کی آمیزش شامل کر کے۔

''میں یہ پوچھوں کہ آپ ہوائی باتیں کر رہے ہیں اس کا مقصد کیا ہے؟'' وہ جھنجلا گئی۔

''مقصد میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں اگر راضی ہو تو میں سب سے اچھے طریقے سے بات کروں گا''۔ محریب اتنا شدید تو کبھی نہیں تھا جتنا آج ہو اتنا ذرا ہو اتھا' معاذ ہنوز کو یقین نہیں آ رہا تھا وہ ایسا بھی کر سکتا ہے۔

''اگر آپ کو مجھ سے شکایت ہے تو مجھ سے بولیں' باقی لوگوں کو ناراض کیوں دکھا رہے ہیں''۔ لہجہ گھر والی میں جھکا ہوا تھا وہ محریب کو سب اکٹھا کرنا چاہتی تھی' ہر وقت اور ہر لمحہ اس کی یاد میں' رہتی تھی نکاح کے بعد سے تو اس میں کافی تبدیلی بھی آ گئی تھی پہلے صرف اپنی اپنی کو سوچتی تھی گھر والوں کا خیال رہتا تھا اب محریب کو اس کے دل و دماغ میں رہتا تھا۔

''تم سے کس نے کہا تمہاری وجہ سے ناراضی دکھا رہا ہوں سب سے''۔ وہ چپ ہوا۔

''ہم کیا لڑائی ختم کر کے صلح نہیں کر سکتے؟'' اس نے خود کو جھکا لیا۔ محریب کو وہ یہاں بھی خود غرض صرف اپنے گھر والوں کا خیال کرتی ہوئی لگی اس کا تو پھر بھی کوئی احساس ہی نہیں تھا' وہ لاکھ اتوں کو بے یقین ہو رہا تھا اس کی بے رخی پے بھی اتنا اسے غصہ دلاتی تھی وہی جانتا تھا ہر وقت جھنجلایا ہوا کھسیایا ہوا بے زار سا رہتا تھا۔

''اگر تمہیں میری بات منظور ہے تو میں بھی تمہاری مان لوں گا''۔ وہ پہلے سے انداز میں کہہ کر جتنی بے رخی دکھا سکتا تھا دکھا رہا تھا آج بھی تو اسے موقع ملا تھا معاذ کو اپنا غصہ اور سرد مہری کا رویہ دکھانے کا۔

''آپ زندگی کو کیوں اتنا بے رنگ بنا رہے ہیں''۔ افسردگی سے گویا ہوئی۔

''اچھا میں زندگی کو بے رنگ بنا رہا ہوں''۔ طنز سے گویا ہوا۔

''زندگی کو تم نے بے رنگ بنایا ہے' شروع سے تنگ کیا ہوا ہے تم نے' تم سے میری زندگی جس دن سے منسوب ہوئی ہے میں سکون سے نہیں ہوں اور سارے الزام مجھے دیتی ہو''۔ وہ چھت پر گاڑی گھر کے آہنی گیٹ کے سامنے روک دی تھی معاذ نے کہا کہ اسے بالکل بھی رو گی پر کیا کہہ رہا تھا۔

''تم سے جس دن سے میری زندگی منسوب ہوئی ہے سکون سے نہیں ہوں''۔

''کان کھول کے سن لو جو تم چاہتی ہو وہ میں نہیں کروں گا' تم ہر ایک کو بے وقوف بنا سکتی ہو مجھے نہیں' تمہارے کہنے پر میں کسی سے بھی اپنا رویہ ٹھیک نہیں کروں گا''۔ اب فوراً گاڑی سے اتر جاؤ مجھے کہیں اور جانا ہے''۔ جتنا کھلا اور کڑوا اس کا لہجہ تھا معاذ کے دل کے آر پار ہو گیا' وہ اتنا بے مروت کیوں ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

''تم مجھے ایک بات سے بے وجہ کیا سلوک کر رہی ہو''۔ وہ اسے لاکر اسے ریسٹورنٹ میں لے آیا تھا جہاں وہ پہلے بھی لے کر آیا تھا مقصد خفگی مٹ جائے ابھی تک ایسے ہی بیٹھی تھی۔

''منتہیٰ احمد تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں''۔ اس نے ٹیبل کے نیچے سے اس کے پاؤں پر اپنا زور سے جوتا مارا۔ اس نے جو گوار قہر کی نگاہوں سے اسے گھورا کیونکہ اس وقت اس کے آنے کا بالکل موڈ نہیں تھا اور اس نے ملنے انداز میں پہلے کال کی اور پھر ضد سے بلوانے بھیج دیا تھا۔

''تم آج راستے کو پڑ جانے کیوں نہیں آ گئیں؟''

''آپ کی جو کل کی میں نے حرکت دیکھی ہے تو مجھے پڑھانے آنا چاہیے تھا؟'' وہ تیز لہجے میں برہم ہونے لگی۔

''جو کچھ تم نے دیکھا ہے تم سب جانتی ہو پھر انجان کیوں بن رہی ہو''۔

''میں انجان نہیں بن رہی ہوں آپ بن رہے ہیں' کیوں پاپا سے آپ نے بحث کی اس سے آپ نے بدتمیزی بھی کی ہے''۔

''میں نے کوئی بحث نہیں کی ہے اور نہ ہی بدتمیزی کی ہے میں اور پاپا ہمیشہ ایسے ہی گفتگو کرتے ہیں''۔ وہ اس بات پر اپنی کوئی بھی غلطی ماننے کو تیار نہیں تھا۔

''آپ کے پاپا جو کہتے ہیں اس پر عمل کریں' اسمٰی اچھی لڑکی ہے جو لڑکی آپ کو اتنا چاہ سکتی ہے وہ خوش بھی رکھے گی''۔ اس نے افسردہ سے لہجے میں نگاہ پھیر کے کہا۔

''مجھے جو لڑکی قبول رکھے گی میں اس کے سامنے بیٹھا ہوں''۔ وہ بھی ایک اڑیل گھوڑا تھا اس نے بھی ٹھان لی تھی منتہیٰ کا دل جیت کے رہے گا اسے تمام تر جذبوں اور محبتوں سے حاصل کرے گا۔

''پھر فضول کی بات کر رہے ہیں''۔

''میں کوئی فضول نہیں بول رہا ہوں' جلدی جلدی کھانا شروع کرو عشاء کی نماز نکلے گی تم پھر مجھ پر خفا ہو گی اور میں اس بار تمہاری خفگی نہیں سہہ سکتا ہوں''۔ اس نے لقمہ منہ میں رکھا۔

''نماز کیا آپ صرف میرے کہنے پر پڑھتے ہیں اور میری خفگی کی آپ کو فکر رہتی ہے اللہ کی نہیں کہ وہ ناراض ہو جائے گا نماز قضا کرنے پر''۔ وہ اسے لاجواب کرنے لگی۔

''اللہ تعالیٰ مجھ سے دکھو راضی ہی تو ہے جب ہی تو اس نے مجھے تم جیسی کومل نرم و نازک سی لڑکی دی

کے طور پر دی ہے"۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں مخمور انداز سے دیکھتے ہوئے بولنے لگا۔ عینی نے جھینپ کے نگاہ اپنی پلیٹ پر جمادی جہاں وہ چاولوں کو چمچ سے آگے پیچھے کر رہی تھی۔

"اس مالک کا احسان ہے کہ مجھے سب کچھ دیا ہے بس کچھ پر سفر ہیں چند دن کی دیکھنا تم اور میں کتنے خوش رہیں گے"۔ اس نے پرسوچ انداز میں مسکرا کے کہا۔

"سنو... ہنی مون کہاں کا رکھنا ہے فرانس امریکا لندن جو تم کہو"۔

"پلیز آپ بھی تو سنجیدہ ہو جایا کریں میں بات آپ سے کیا کرتی ہوں اور آپ شروع کہیں اور کی کر دیتے ہیں"۔ وہ کھسیا کے جز بز ہونے لگی۔

"کیا کروں جانم جب تک میں تمہیں اپنی تمام پلاننگ کے ساتھ چھوٹی چھوٹی باتوں کا میں ایسی ہی ادھر ادھر کی کرتا رہوں گا"۔

"مجھے آپ سے بات ہی نہیں کرنی ہے گھر چلیں"۔ وہ زچ ہو گئی۔

"مجھے تو تم سے بار بار بات کرنی ہے مائی لو"۔ حمود خاصا ریلیکس ہو رہا تھا۔ عینی کو اس کے ایسے انداز سے شرم و گھبراہٹ سی ہونے لگی۔

"کیوں آپ خوابوں کی دنیا سجائے بیٹھے ہیں دیکھئے آپ کے پاس آکر نہیں بے ہوائے سراب کے کیوں خود کو خوار کر رہے ہیں جو منزل ہے اسے حاصل کریں میں صرف چاہتا ہوں جو ٹوٹ کر بکھرے گا"۔

"اُف مائی گاڈ... تم کیسی بیوی ہو اپنے شوہر کو کسی غیر لڑکی کے حوالے کر رہی ہو"۔ حمود کو اس پر حیرانگی ہوتی تھی۔

"اس لئے کہ میں اپنی حیثیت کا تعین کر چکی ہوں"۔ وہ لب کچل کر بولی۔

"جب تم میری گاڑی میں گھس کے بیٹھی تھیں جب تعین کر کے نہیں بیٹھی تھیں"۔ اس نے لاجواب کیا۔

"جب مجھے صرف اپنی عزت کا تحفظ چاہیے تھا"۔

"زندگی بھر کا تحفظ دینے کا وعدہ کیا ہے محبت و پیار بھی اتنا ہی دوں گا کہ تم گھبرا جاؤ گی"۔

"کل کی باتیں بھول گئے پاپا کی آپ کی نگہت سنڈے کو منگنی ہے"۔

"ہاں یہ ہے آ جانا تم بھی"۔ وہ جیسے سیریس لینا ہی نہیں چاہ رہا تھا یا پھر اہمیت دینا نہیں چاہتا تھا۔

"مجھے کوئی ضرورت نہیں پڑی ہے آپ کی منگنی میں آنے کی"۔

"صاف کہو جلن ہو رہی ہے شوہر کی دوسری لڑکی سے منگنی کرنے پر"۔ حمود اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا کہ وہ کہے۔

"سو سالار میرا دل اتنا بڑا نہیں ہے"۔

"شکر ہے ملی کی بچی ہو تمہیں کوئی فکر ہی نہیں ہے کہ میری منگنی میرے پاپا کروا رہے ہیں"۔ اس نے نگی... میں کیا ہو وہ اس ہاتھ ہتھیلی پر رکھتے۔

"اسی لئے تو کہہ رہی ہوں جو بابا کی مرضی ہے اسی پر سر جھکا کر راضی ہو جائیں۔" منتہیٰ کو اندازہ تھا کہ اس عالم وہ اندر ہی اندر جھنجھلا رہا ہوگا اس نے اپنی نگاہ چرائی تھی۔

"اور میری آنکھوں میں ریتی رکھ کر تم بھی یہی چاہتی ہو کہ میں تم سے منگنی کر لوں۔"

"یہ فضول کی باتیں مت کریں جو حقیقت ہے کیوں آپ انجان بن کے بیٹھے ہوئے ہیں پتہ ہے اگر آپ نے منگنی نہیں کی تو آپ کے بابا ایک قیامت کھڑی کر دیں گے میں نے سب اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔" اس نے سمو کو تیز لہجے میں کہتے ہوئے گھورا۔

"میری مرضی میں منگنی کروں یا نہ کروں تم کیوں مجھے اتنا فورس کر رہی ہو۔" وہ بھی ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

"آپ بات کو سمجھتے تو بس آپ کی خوشی میں ہی بھلائی ہے کیوں آپ کچھ نہیں سمجھ رہے ہیں۔" وہ رو دینے کو ہونے لگی کیونکہ وہ اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔

"چپ کر جاؤ میرا دماغ خراب کرنے لگا ہے تمہاری ان فضول کی باتوں نے اٹھو چلو تمہیں ڈراپ کر دوں۔" اسے شاید زیادہ ہی غصہ آ گیا تھا جو ایک دم ہی کھڑا بھی ہو گیا تھا۔

"پہلے کھانا کھا لیں پھر ڈراپ کر دیں گے۔"

"شٹ اپ ۔۔۔ میرا دماغ مت گھماؤ سمجھیں۔" منتہیٰ کھسیانی ہو گئی ویٹر کو اشارے سے بلایا اور بل پے کیا کیونکہ ان دونوں نے ابھی تک کھایا نہیں تھا۔

"ابھی ہم نے کھانا کب کھایا ہے سب اسی طرح رکھا ہوا ہے۔" اسے بے فضول پیسے دینے پر اعتراض ہوا کیونکہ جتنا بھی کھانا منگوایا تھا وہ جوں کا توں پڑا تھا البتہ سمو نے اپنی پلیٹ میں چاول نکالے تھے مگر بس منہ میں ایک لقمہ بھی نہیں رکھا تھا۔

"تمہارا شوہر بہت پیسے والا ہے تم اسی طرح میری کمائی ضائع کرواتی رہنا بعد میں بچوں کے جہیز میں بھیج کرنا۔" غصہ میں بھی وہ شوخی سے باز نہیں آتا تھا منتہیٰ نے جھینپ کر لب بھینچ لئے۔

"بیٹھئے کھانا کھائے بغیر نہیں جائیں گے ہم۔"

"تمہاری ایسی باتوں سے میرا کھانا ہضم ہو گیا کیونکہ تم میری بات کو سمجھ ہی نہیں رہی ہو ٹھیک ہے تم سے منگنی تو کیا شادی بھی کر لوں گا اب مجھ سے کسی اچھے کی امید نہیں رکھنا۔" اتنا درشت اور روٹھا ہوا انداز آج سے پہلے سمو کا کبھی نہیں دیکھا تھا ناراض تو وہ ہوتا ہی نہیں تھا مگر اس وقت وہ بہت سنجیدہ تھا۔

"پلیز ۔۔۔ بیٹھئے نا۔" اسے سمو کی سنجیدگی سے ڈر بھی لگا اگر یہ بالکل ہی لاتعلق ہو گیا تو وہ کیا کرے گی اس نے جینے کی راہ دکھائی تھی یہ شخص پھولوں اور رنگوں کی سی باتیں کرتا تھا اور وہ سپنوں میں بہت دور تک اس کا ہاتھ تھام کر چلتی چلی جاتی تھی مگر اب پیچھے مڑ کر اپنی زندگی میں موجود لوگوں کا خیال آتا تو دل اضطراب کا شکار ہو جاتا تھا اماں کا خیال راتوں کو بے چین کرتا تھا چچا نے پتہ نہیں ان کو کیسے رکھا ہوا ہوگا۔

"نہیں کھانا تم کھاؤ اور چلو میرا دماغ مت کھاؤ۔" وہ اٹھا اور سامنے کے موڈ میں تھا ہی نہیں منتہیٰ نے بھی کچھ نہیں کہا خاموشی سے اس کے پیچھے چلتی گئی سمو اس سے کوئی بات نہیں کر رہا تھا گاڑی چپ چاپ انداز میں ڈرائیو کر رہا تھا منتہیٰ کا دل اور بے چین ہو گیا تھا اگر وہ خفا رہا تو زندگی بھی روٹھ جائے گی۔

"آپ ۔۔۔ مجھ سے بالکل اچھے نہیں لگتے ہیں۔" اس نے آج پہلی بار خود ساختہ حرکت کی تھی سمو کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھا۔ سمو کو جیسے کرنٹ کا جھٹکا لگا تھا مگر وہ پھر بھی بے تاثر سامنے دیکھ کر گاڑی چلاتا رہا۔

"لڑکی ایسی اوور ڈوز دے کر مت مروتے ہوں میں آ سکتی ہیں۔" دل خوش ہونے لگا۔ وہ باتیں کرتی رہی مگر سمو نے ایک بات کا جواب نہیں دیا اسے اتار کر ایک دم ہی گاڑی ڈرائیو کر کے گیا منتہیٰ افسردہ اور مغموم سی ہو گئی۔

☆☆☆☆☆

"میں کیوں خیال اس بردہ مری اور بے زاری کی آگ میں جلوں تم بھی برابر کی جلو گی کیونکہ میں نے تمہارا بہت خیال کیا ہے اب تک۔" وہ اس کا راستہ روک کے پھر اس سے دور جا رہا تھا حنا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اتنے نرم اور پیار سے انسان کو ایسا تکلیف دہ اب اپنی جگہ دیکھ رہی تھی جو ایسا سفاک بن گیا تھا۔

"شروع سے تم اپنی چالاکی آئی ہو اب میری بیٹی کی قسم ہو جاؤں گا وہ ہو گا کیونکہ جتنی میں نے خاموشی اختیار کی ہوئی تھی تم سب کو اپنے کہنے پہ چلاتی جا رہی تھیں۔" اس کے چہرے پر غصہ اور ناگواریت چھلک رہی تھی۔ حنا نے سر اٹھا کے تک کی دیکھتی رہی تھی وہ تک سے بھی پہلے والا پیار بھری نگاہوں سے دیکھنے والا شخص نہیں لگ رہا تھا۔

"تم کیوں ہر بار مجھ سے ایسا چاہتی ہو کہ میں تمہارا تمہارے گھر والوں کا خیال رکھتا رہوں تم اگر ایک اشارہ کرو تو میں سر جھکا دوں تم اگر انکار کرو تو رشتہ توڑ دوں تم اگر چاہو تو دونوں خاندانوں کو اپنے کہنے پر چلاتی رہو نہیں اب ایسا میں بالکل نہیں ہونے دوں گا کیونکہ تم نے میری ماں کو میری دادی کو صرف اپنی مظلومیت اور معصومیت ان کے جال میں الجھا کے رکھا ہوا ہے تاکہ وہ تمہارے گرد سے نکل ہی نہیں پائیں لیکن اب ایسا بالکل نہیں ہوگا کیونکہ اب کچھ بھی تمہارے کہنے پر نہیں میرے کہنے پر ہوگا سمجھی تم۔" وہ ایک ہی سانس میں ایسے جملے اور الفاظ بول گیا تھا جو حنا کے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ گئے دل کی دنیا میں بالکل ایک طوفان آ گیا تھا عمر یب کے ایسے تیکھے انداز آج سے پہلے کبھی اس نے نہیں دیکھے تھے۔

"اب اگر تم نے کوئی بھی فضول کی شرط رکھی یا یہ نکاح کو توڑنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا حنا یہ عمر یب احمد ایسی یہ بھول جاؤں گا کہ تم میرے لئے پہلے کیا تھیں اور کیا ہو۔" وہ مٹھیاں بھینچے ہوئے اسے ایک ایک لفظ چبا رہا تھا۔

"میری زندگی کو تم نے تماشا بنا دیا ہے میری خاموشی کا تم نے فائدہ اٹھایا یہ بات اس کا پیچھا کر تم نے

میرا دماغ سٹھیا گیا ہے کیونکہ کبھی تم شادی کیلئے ہاں کرتی ہو اور آتی لوگوں کے دباؤ میں آ کر تو کبھی تم انکار کرتی ہو۔ سمجھا کیا ہے تم نے مجھے، میں کچھ نہیں بولوں گا برداشت کرتا رہوں گا"۔ جتنا وہ اسے آج اگلنا چاہتا تھا وہ اگل رہا تھا کیونکہ گاڑی میں بیٹھ کر راستے میں تو وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال ہی نہیں پایا تھا۔

رات کو جب وہ جانے کو کہنے لگی تو ابو نے ہی کہا کہ وہ اسے ڈراپ کر آئے' وہ تو ویسے بھی اس کام سے آگ بگولا ہوا تھا اسے خود کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیوں اسے اتنا غصہ آ گیا' کیسے اپنا کنٹرول کھو دیا' وہ تو اسے دکھ دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا مگر آج سارے بند کیوں توڑ دیئے؟ پھر کہتے ہیں زیادہ چاہتے ہیں جب وہ حد سے زیادہ اگنور کرنے لگے تو وہ برداشت نہیں ہوتا ہے اور پھر یقیناً اس صورت میں یہی انجام ہے۔

"ہمارا نکاح ہوا ہے شادی ہوئی ہے سمجھیں! یہ دماغ میں بٹھا کر رکھنا اور جس انداز میں بھی ہوئی ہے مجھے پتہ ہے تم تو بے حد حق ہی راضی ہوئی ہو گی کیونکہ تمہیں تو دونوں خاندانوں کو ملانا ہے! اپنی امی کو راضی کرنا ہے پھر ہی تم اپنی زندگی کی شروعات بھی کرو گی ہے ناں"۔ وہ طنزیہ انداز ہو گیا تھا۔ کمرے کا دروازہ اس نے لاک لگا کے رکھا ہوا تھا کیونکہ کوئی بھی آ سکتا تھا اس نے یہ موقع گنوانا نہیں تھا۔

"مگر اب چاہے میرا اچھی راضی ہو بھی جائیں تو میں نہیں راضی ہوں گا"۔ محریب نے آج سنگدلی کی اور سفاکی کی حد کر دی تھی۔

"یاد رکھنا ہر بار تمہاری نہیں چلے گی"۔ عنایہ کی حالت ایسی ہو گئی کہ اب گری تو تب گری مگر خود کو سنبھالے ہوئے کھڑی تھی۔

"ایک بات بھی تم نے شاہین بھابی کو بتائی یا مدد ہی حاصل کرنے کی کوشش کی تو مجھ سے اچھے کی امید نہیں رکھنا"۔ شہادت کی انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔ ڈرائنگ روم کی چیزیں عنایہ کو گھومتی ہوئی لگ رہی تھیں کوئی چیز بھی آس پاس سہارے کیلئے نہیں تھی کہ وہ تھام سکتی۔

"اب مجھے تمہاری پروا نہیں' تم مجھ سے کیسا ہی برتاؤ کرتی رہو یا غصہ دکھاتی ہو"۔

"آپ مجھے ایسا کیوں بول رہے ہیں"۔ حسرت بھری آواز بھیگی بھیگی تھی۔

"میں نے صرف آپ سے یہی کہا تھا کہ سب کے سامنے میرے ساتھ اپنا بی ہیو ٹھیک رکھیں آپ اتنا [illegible] جانے لگے ہیں"۔

"میں سناؤں گا بار بار سناؤں گا' تم ہوتی ہو میری اور کمی ہو گی ہر بات"۔ وہ پشت پھیر کے کھڑا ہو گیا کیونکہ اب وہ تم عنایہ کی صورت دیکھ کر اس کا دل بے ایمان ہو رہا تھا وہ چند شانوں سے اس کا حلقہ تھا اور نکلی بالوں کی چوٹی آگے پڑی تھی پر وہ نے سے سرخ ہو گیا تھا۔

"شروع سے تم نے مجھے اگنور کیا ہے"۔

"پتہ ہے"۔ وہ دھیمے سے بولی

"میں پاگل ہوں یا میری آنکھیں نہیں ہیں"۔ اس نے بازو پکڑ کے کھینچا وہ ڈال کی طرح اس کی باہوں کے حصار میں آ گئی محریب کے سینے سے لگ کے پھوٹ پھوٹ کے رو دی اسے محریب کا یہ رویہ ذرا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ محریب بوکھلا گیا وہ ہچکیوں سے اس کا گریبان پکڑے ہوئے رو رہی تھی وہ کب ایسی سچویشن پر تیار تھا۔

"عنایہ! کیا پاگل پن ہے کیوں اتنا رو رہی ہو"۔ اسے شرمندگی بھی ہونے لگی کہ اس نے اتنا کچھ سنایا بے چاری اس کا ردعمل تو یہ ہونا ہی تھا۔

"جب اتنی مضبوط نہیں ہو تو کیوں مضبوط بننے کے ارادے کرتی ہو"۔ محریب کو اس کے آنسو کوفت اور غصہ میں مبتلا کرنے لگے۔ وہ روئے جا رہی تھی ابھی تک اس کے شانے سے لگی ہوئی تھی آج تو وہ اپنے سب یکجا کر کے اس کے پہلو میں تھی اور محریب کو اس لیے عنایہ کا نرم و نازک سا وجود مضبوط حصار میں محتاج جاں کی طرح لگ رہا تھا۔

"عنایہ اسٹاپ اٹ"۔ اسے چپ کرانے کا اس کو کوئی تجربہ بھی نہیں تھا۔ عنایہ کو احساس ہو گیا کہ کیسی پوزیشن میں اس کے اتنے قریب تھی فوراً ہی اس کے شانے سے الگ ہوئی شاید رشتہ بندھنے کے بعد وہ سب کچھ بھول گئی تھی۔

"اب کیا مسئلہ ہو گیا ہے"۔ وہ دیکھتا گیا۔

"سب سے بڑا مسئلہ آپ خود ہیں جب آپ کا دل ہی راضی نہیں ہے تو ایسے رشتے کا کوئی فائدہ نہیں ہے"۔ دکھ کم سے وہ بول رہی تھی۔

"محترمہ ابھی جلدی آپ کو خیال آ گیا"۔ ٹشو اس کے سامنے بڑھاتے ہوئے طنز سے کہا۔ بھیگی ہوئی آنکھوں سے اس کے چہرے سے نظریں ہٹا کر اس کے ہاتھ کی طرف دیکھا تھا ٹشو دیکھ کر ایک دم حیران ہوئی پھر ایک دم سے غصے سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ محریب نے قہقہہ لگانے کے بعد دوبارہ ہاتھ آگے کر دیا اس نے بے رخی سے دوبارہ جھٹک دیا۔

"مجھے نہیں چاہیے آپ کی یہ مہربانی رکھیں اپنے پاس"۔ آنچل سے آنسو پونچھ لئے اور جانے لگی دونوں اس کا کام ڈرائنگ روم میں تھے کیونکہ وہ اسے گھر ڈراپ کرنے جا رہا تھا اور ڈیوڑھی سے نکلتے ہوئے مین گیٹ کے ساتھ ڈرائنگ روم تھا محریب کو پہلے ہی غصہ تھا وہ اسے زبردستی یہاں لے آیا تھا۔

"اس کا یہ کیسا پیار تھا
کیسی وہ محبت کرتا تھا
جو خیال کر رہا تھا
مگر جیسے کبھی نکار رہا تھا
وہ پل پل اس کیلئے تڑپ رہی تھی"

"معاذ! تم بھی بھی میری بات نہیں سمجھتی ہو میں کیا چاہتا ہوں کیا میری سوچیں ہیں"۔ وہ اتنا جھنجھلایا ہوا تھا کہ معاذ کا یا انداز بالکل اس کا نشانہ رہا تھا۔

"تم میری بات کبھی بھی نہیں سمجھو گی اس میں پہلے تمہارے بیٹے کو چھوڑ دوں کیونکہ جس طرح تم رو رہی ہو مجھے غصہ آ رہا ہے گا"۔ وہ دروازہ دکھولنے لگا۔

"ساری گڑ آپ میں ہے تو میں پھر کیسے سمجھ سکتی ہوں"۔ آنسو آنکھ سے پونچھ لئے۔

عریب نے باہر دیکھا شکر ہے کوئی نہیں تھا تو اسی راہداری میں نکل گیا وہ بھی اس کی تقلید میں نکل گئی تھی۔ سارے راستے پھر دونوں میں بات نہیں ہوئی۔ معاذ کو تیراکی کا جنون تھا وہ اندر رنگ چھوڑنے آیا تھا معاذ نے تکلف انہ نگاہ اس پر ضرور ڈالی تھی جو وہ احمد سے بھی وہ مودب انداز میں بات کر رہا تھا سعارج سے بھی کچھ ہلکی پھلکی گفتگو کی تھی۔

☆☆☆☆☆

وہ دونوں اپنی پڑھائی میں کافی مصروف تھے مازنہ سورش کا اکثر جھگڑا ابھی ہو جاتا تھا جھگڑا اکثر اس بات پہ ہوتا کہ وہ لائٹ آف کر دیتی اور وہ آن کر کے پڑھتا تھا کتنا ہی کہتی اسٹڈی روم جا کے پڑھے مگر وہ بھی نہیں سنتا۔ مگر اس ان ویشے اچھی خاصی تجربہ ہوئی تو وہ جو اسے اسٹڈی روم میں آ گیا جہاں عریب بھی آفس کی فائلز پھیلائے بیٹھا تھا۔ مازنہ کی استفہامیہ نگاہیں اٹھیں جبکہ عریب کی بھی پرسوچ اور تشویش بھری نگاہ اس پر اٹھی کاک پہ لگو اپنی دو بج رہے تھے۔

"آپ آفس کا کام کر رہے ہیں"۔ مازنہ نے مخاطب کیا۔

"ہوں بہت ضروری ہے"۔ وہ بدستور خود کو مصروف ظاہر کرتے ہوئے بس اتنا ہی بولا۔

"وہ بھائی لوٹنے آ گئے پھر ..."

"تم چپ کر کے اپنی پڑھائی کرو مجھے بھی کام کرنے دو"۔ اس کا جملہ پورا بھی نہیں ہونے دیا درمیان میں ہی ٹوک دیا۔

"کچھ تو بولنے دیا کریں"۔ وہ خفا ہو کے بولا۔

"ٹھیک ہے تم بولتے رہو میں جا رہا ہوں"۔ اپنی فائلیں سمیٹ کر اپنے کپڑے جھاڑتے چہرے پر تنی لئے جانے لگا۔

"پلیز بھائی اب بس کر دیں ناراضگی لمبی ہو گئی ہے"۔ عریب اس کی بات سنے بغیر ہی نکل گیا مازنہ نے لب بھینچ لئے پڑھائی میں اس کا دل خاک لگتا وہ اٹھا اور عریب کے پیچھے ہی آ گیا وہ اپنے کمرے میں جا رہا تھا۔

"بھائی پلیز! ابھی تو بات کر لیا کریں"۔ اس نے دہائی دی۔

"تمہارا دماغ تو درست ہے اس ٹائم کیا بات کرنی ہے پڑھائی کرو جب کر کے پتہ ہے وہ اسے نا پسند ہے

پتہ تھا"۔ اس نے ساتھ ہی سرزنش کی کیونکہ جانتی وہ اس سے ناراض تھا مگر اس کی فکر بھی تھی۔

"مجھے پتہ ہے اگر میں اور آپ یونہی باتیں کرتے رہیں تو دیر ہی جانی تو نہیں ہے"۔

"فضول کی تاویلیں مت دیا کرو پڑھائی کرو جا کر"۔ وہ کمرے میں چلا گیا۔ مازنہ اپنے بھائی کی ناراضگی سے ستائی گئی تھی۔

"آپ مجھے پوری رات ایک ٹانگ پر کھڑا ہونے کو کہہ دیں مگر پلیز ناراضگی کو ختم کر دیں"۔ وہ مسکین سی صورت بنا کر اس کے سامنے آ گئی۔

"مازنہ ہر بات کی حد ہوتی ہے کیوں تم ہر وقت غیر سنجیدہ رہتی ہو"۔ وہ جھنجھلا کے بیزاری سے بولا۔

"آپ مجھ سے کب تک ایسے ہی ناراض رہیں گے؟"

"تم اپنی حرکت جانتے ہو"۔ عریب نے چتون سیکھے کئے مازنہ نے اسے بغور دیکھا جو سنجیدہ بھی تھا۔

"اب تو ہو گئی ہے ختم کریں سب ناراضگی آپ دیکھئے بھابو کتنی خوش ہیں وہ تو ذرا بھی مجھ سے ناراض نہیں ہیں"۔

"تمہاری بھابو صرف مجھ سے ناراض رہتی ہے"۔ عریب نے تیزی سے کہا کیونکہ معاذ کا ذکر اسے کچھ گراں گزرا۔

"خیر آپ سے ناراض ہو کر وہ کہاں جائیں گی بے چاری آپ کا نام سن کر کانپنے لگتی ہیں"۔ مازنہ نے مسکراہٹ انداز میں کہا تاکہ عریب کا موڈ کسی طرح ٹھیک ہو جائے۔

"تمہاری بھابو کو ڈرانے بہت آتے ہیں"۔ وہ اپنا نائٹ سوٹ اٹھا کر واش روم میں جانے لگا۔

"خیر آپ کے سامنے تو ان کے ارادے سارے نکل جائیں گے اگر آپ کہیں تو ان کے لئے کچھ پلان کروں"۔ مازنہ نے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے قدرے توقف کے بعد رک کر اسے دیکھا۔

"اگر کوئی بھی فضول حرکت کے بارے میں تم نے سوچا تو یاد رکھنا مازنہ میں واپس امریکہ واپس چلا جاؤں گا پھر ڈھونڈتے رہنا تم سب مجھے مڑ کے نہیں دیکھوں گا"۔ وہ اتنا غصہ میں آ گیا تھا مازنہ کا سارا رنگ اڑ گیا۔

"بھائی! آپ اتنا غصہ کبھی کرتے تو نہیں تھے اب آپ کو اتنا کیوں آنے لگا ہے"۔ مازنہ کی آواز میں حسرت اور افسردگی تھی۔

"اچھا بھی مجھے کسی نے غصہ دلایا نہیں ہے میری مرضی کے خلاف مجھے بلیک میل کیا تم نے میری محفل میں میرا اتنا تماشا بنایا تم نے اور جو پیچ تم بنانا چاہتے ہو"۔ اس نے کپڑے بیڈ پر ڈالے اور چہرے پر درشتی لئے اس پر برہم ہو رہا تھا۔

"آپ دادی جان کی خوشی کا احترام نہیں کرتے یا پھر آپ کو بھابو سے محبت نہیں ہے"۔ اس نے جھٹ پوچھا۔

"دادی جان کیلئے میری جان بھی حاضر ہے مگر تمہاری بھابو نے جو سلوک میرے ساتھ شروع سے رکھا ہوا

ہے تم بھول گئے ہو"۔

"میں نے صرف اسے ہی دیکھتے ہوئے انکار یا اسٹیپ لیا تھا کیونکہ آپ بھی جانتے ہیں میرا اچھی سے کچھ بھی بعید نہیں ہے' وہ شادی رہی تھی وہ تو مجھ سے خار کھاتی ہیں' جانے کیا سمجھتی ہیں وہ مجھے"۔ اس نے محریب کو نرم پڑتے دیکھ کر بات کو آگے جاری رکھا تاکہ آج دونوں بھائیوں میں [illegible] کی فضا تو قائم ہو جائے۔

"وہ جو سمجھتی ہیں میں سب جانتا ہوں مگر مجھے تو افسوس تمہاری عادت پر ہے' اس نے مجھے کیا سمجھا ہوا ہے' اپنے فیصلوں پر چاہتی ہے میں سر جھکاتا جاؤں اور کچھ نہیں بولوں"۔ اسے عادت پر جتنا غصہ آ رہا تھا نازیہ بھی جانتا تھا۔ اس نے صرف یہی سب سوچ کے دونوں کو نکاح جیسے مضبوط بندھن میں باندھا تاکہ کوئی بھی انہیں الگ نہیں کر سکے ہی کر یہ دونوں تو بھی۔

"ارے اب تو ہونے کے دن آنے ہیں آپ کے بولیے آنکھ کی چوٹ پر بولے بلکہ ایسا کریں کسی دن بغیر رخصتی کے ہی بھابھی کو گھر لے آئیے"۔ ماڑنہ کی شوخی عود کر آئی۔

"فضول مت بکا کرو"۔ اس نے گھورا اور جھینپ بھی گیا۔ ماڑنہ خفیف سا ہو گیا مگر پھر خود کو سنبھال بھی لیا کیونکہ محریب کا موڈ شکر ہے کچھ تو ٹھیک ہوا تھا۔

"آپ نکلو یہاں سے اور دفع ہو جاؤ مجھے نیند آ رہی ہے"۔ بیڈ سے اٹھ کر اپنا نائٹ ڈریس اٹھایا واش روم میں چلا گیا۔ ماڑنہ کے لب مسکرانے لگے اس کے بھائی نے بالآخر اس سے اپنے دل کی بات شیئر کی تھی۔

"کیسے نہیں تم --- کاریڈنگ پر اپنا موبائل رکھتے گا۔

"او کے چلتا ہوں اب تو تمہارا سکتی قصہ ختم ہوا"۔ اس نے محریب پر [illegible] سے پیچھے سے بازو [illegible] جانیہ بھی چاہی۔

"بس بس نکلو یہاں سے"۔ اس نے ہاتھ پکڑا اور باہر نکال دیا۔

☆☆☆☆☆

اس دن کے بعد سے وہ اور بھی بے چین اور بے سکون ہو گئی تھی' کسی بھی کام میں دل نہیں لگتا تھا' ہر وقت محریب حواسوں پر سوار رہتا تھا' وہ اس سے کتنا بدگمان ہو گیا تھا' محریب کی ایک ایک بات اور درشت انداز سب کتنا الگ رہا تھا۔ کب سے کر وہ محسوس کر رہی تھی پہلے صرف ایک فکر تھی اپنی نارسائی ہیں اور اب اس کا مجازی خدا اس کی پریشانی اور غصے پر اور دکھ سے در پا تھا۔

"میں کیسے آپ کو سمجھوں میری خود سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ آپ کیا چاہتے ہیں اور سوچتے ہیں مگر آپ میرے متعلق بہت غلط سوچ رکھتے ہیں"۔ وہ خود سے دل ہی دل میں ہمکلام تھی۔

محریب کے ایک ایک جملے میں اتنی آگ اور غرور تھی' اس کو لگ رہا تھا کسی دن بھی وہ کوئی انتہائی قدم نہیں اٹھالے۔

"کیا کروں اگر کچھ ویسا ہی کر دیا"۔ گھبرا کے اٹھ کر بیٹھ گئی' دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش پیدا ہو رہا تھا' کل تک صرف وہ سوچوں میں شامل تھا آج وہ آس پاس آگیا' ہر وقت محسوس ہوتا تھا جیسے کانوں میں پھر اٹھا کے بیچ کے بول رہا ہے اور وہ گھبرا کے اٹھ جاتی تھی۔

"میں کیا کروں؟" سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

کروٹیں بدلے جا رہی تھی ویسے بھی جب سے وہ شادی کی [illegible] ل تھی اپنے کمرے میں دل نہیں لگتا تھا وہاں کا کمرا' ہر چیز اس سے باتیں بھی کرتی رہتی تھی اور [illegible] رے ہی ال الف کے پیچ [illegible] اطراف میں کبھی کبھی اٹھتے ڈ [illegible] ہوتے کہ وہ گھبراہٹ کا شکار ہوتی۔ میرا بیگم اپنے پارلر میں [illegible] گزرتی تھیں' جواد احمد آفس میں اور سعارج کراچی پڑھائی کی وجہ سے کم ہی آتا [illegible] یونیورسٹی پھر کوچنگ' رات کو بھی جلدی سو جاتا تھا' واحد چھٹی کے دن وہ پھر تھوڑی [illegible] پھر دادی جان کی طرف چلا جاتا تھا۔

زندگی ایسے لگتا ہے کہ جیسے بے مصرف گزر رہی ہے' وہی گردش دوام [illegible] زندگی گئی تو دادی جان کے گھر کی گئی تھی' وہاں جب بھی جاتی وہ سب بھول جاتی تھی [illegible] دل کی ویرانی ہوتی تھی' میرا بیگم کے مزاج میں ابھی تک بھی تبدیلی نہیں آئی تھی [illegible] بھی تو دوات رہتی تھی۔ جواد احمد الگ [illegible] سانس بھر کے رہ جاتے تھے اپنی [illegible] انہوں نے پرسکون گزاری ہی کب تھی' رہ آئے دن کے جھگڑے ہی چلتے تھے اور وہ [illegible] لڑنا جھگڑنا رہتی تھی وہ جب ہی سے تو اسے کم گو ہی ہوتی گئی' اس کی بچپن کی تمام یادیں وہیں دادی جان سے میں تھیں' یہاں بس تھا تو دکھ اور ویرانی اور نفرت ہی تھی' کبھی وہ سب مل کر بیٹھ ہوتے ہی نہیں تھے' [illegible] وشکل بھی شادی ہو گئی تھی تو انکل ہی میرا بیگم نے گھر میں تہہ دیا چھوڑ دی تھی [illegible] پورے گھر کی [illegible] داری تھی' کبھی کبھی وہ سوچتی تو اور زیادہ فکر ہوتی' اگر اس کا بھی اچانک کسی دن بھی رخصتی ہو گئی تو اس گھر کو کون سنبھالے گا' اسے اپنی ماں کی عادت کا پتہ تھا وہ تو اپنے پروفیشن کو کبھی چھوڑیں گی ہی نہیں' جواد احمد کب [illegible] تک گئے ہے کہ اپنا پارلر بند کر دو۔

"مجھے تم پر اعتبار نہیں ہے جواد احمد اگر بھی مجھے تم نے طلاق کر دیا تو میں کس کے آگے ہاتھ پھیلاؤں گی"۔

"میرا اعتم بھی تو ابھی بات سوچ لیا کرو' بیٹیاں جوان ہو گئی ہیں کچھ گھر پر توجہ دو' اپنا یہ شوق ختم کرو میرا بزنس ہے کوئی قلاش آدمی نہیں ہوں کہ تمہیں کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے دوں"۔ وہ تو غصہ میں آگئے تھے۔

وہ بھی یہی چاہتی تھی میرا بیگم یہ کام بند کر دیں' وہ بھی گھر کی ذمہ داریوں کو سمجھیں مگر انہیں تو ضد ہی سوار ہو گئی تھی کہ جواد احمد نے ایک دن نہیں لینا ہے' وہ کچھ بھی کماتی تھیں اور اپنی ہی طرح خرچ کرتی تھیں' گھر پر سب موجود تھا مگر میرا بیگم ان چیزوں کو ہاتھ تک نہیں لگاتی تھیں' جواد احمد اور بیٹیاں ہی انہیں اپنی بچی [illegible]

رہتی تھی جو غصہ کی آگ اور نفرت میں کہیں اچھا سوچتی ہی نہیں تھیں۔

☆☆☆☆☆

"وہ کافی دیر سے کروٹیں بدل رہا تھا جب پریشان ہو گیا تو اٹھ کر باہر آ گیا۔ آفس سے آج وہ سات بجے آ گیا تھا طبیعت میں بے زاری اور بوجھل پن محسوس ہو رہا تھا۔

"دادی جان سو رہی ہیں کیا" اس نے پکارا۔

"نہیں میرے بچے آ جا۔" وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ محریب سعادت مندی سے مسکراتا ہوا ان کے پاس ہی پلنگ پر بیٹھ گیا آج اسے کافی دنوں بعد دادی جان کے پاس فرصت سے بیٹھنے کا موقع ملا تھا ورنہ تو اس نے ان کے پاس بھی بیٹھنا کم کر دیا تھا کیونکہ نکاح کے بعد سے اس کے مزاج میں چڑچڑاہٹ در آئی تھی۔

"میں تو تیری صورت کو ترس گئی ہوں میرا بھی خیال کرنا چھوڑ دیا ہے۔" انہوں نے اپنے لاڈلے پوتے پر پیار بھری نگاہ ڈالی جو ان کے ہاتھ تھام کے بیٹھا تھا۔

"مجھے سب سے زیادہ آپ ہی کا تو خیال ہے دادی جان آپ اب ایسے تو نہیں بولئے۔" وہ کچھ شرمندہ بھی ہو گیا۔

"پھر شکل تک سے تو کیوں ترسا رہا ہے۔"

"چلئے آج میں آپ کے پاس ہی ہوں بولئے آپ۔" وہ دونوں پاؤں اوپر کر کے بیٹھا۔

"یہ بتائیے اب تو آپ خوش ہیں ناں آپ کی لاڈلی پوتی اس گھر میں رخصت ہو کے آ جائے گی۔" محریب نے اپنا لہجہ کچھ شوخ بنا کے کہا۔

"ہاں اب تو مجھے کچھ فکر بھی کم ہوئی ہے کم از کم میرا اب تو اپنی نہیں چلائے گی۔"

"کہئے تو ابھی رخصت کرا کے لے آؤں۔"

"اب میں ایسا بھی نہیں چاہتی ہوں باقی کام راضی خوشی ہوں تو زیادہ اچھا ہے۔" دادی جان نے محبت سے کہا۔

"بات بھی کرتا ہے تو مناہب سے یا نہیں؟"

"دادی جان! پوری رات کرتے ہیں۔" ماہ نزہ نے لقمہ دیا جو اس نے بھی اندر آتے ہوئے سن لیا تھا۔ محریب نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا کیونکہ ماہ نزہ کی زبان کو لگام دینا اب مشکل ہی تھا۔

"ارے بچے تو رات کیوں خراب کرتا ہے اپنی بھی اور اس کی بھی۔" وہ تو کچھ اور ہی سمجھ گئی تھیں۔ ماہ نزہ کو ہنسی آ گئی جبکہ محریب جھینپ گیا۔ ماہ نزہ کو کڑے تیوروں سے دیکھا۔

"ابھی کہاں رات خراب ہو رہی ہے دادی جان بعد میں کریں گے۔" وہ بے باکی سے ہنسی تو محریب دانت پیستے ہوئے غرایا۔

"ماہ نزہ فضول کی بکواس بند کرو۔" وہ تو شکر تھا شاید دادی جان نے سنا نہیں تھا کیونکہ اسی وقت رافع

کارڈ لیس لیے اندر آیا تھا۔

"دادی جان! آپ کی لاڈلی پوتی کا فون ہے ہم تو ہیں ہی کار تیں سارے۔" اس نے کارڈ لیس انہیں دیا۔ محریب سمجھ گیا مناہب کا فون ہوگا دادی جان نے کان سے لگایا تھا وہ باتوں میں لگ گئیں۔

"ماہ نزہ حد ہوتی ہے بے ہودگی کی۔"

"آپ شرماتے کیوں ہیں اتنا؟" وہ جیسے شرمندہ ہونا جانتی ہی نہیں تھی۔ رافع آنکھوں کے زاویے گھما گھما کے دونوں کو باری باری دیکھ رہا تھا۔ ماہ نزہ کو ڈانٹ پڑے اور وہ خوش نہ ہو ایسا کب ہوا ہے۔

"تمہاری طرح فضول کی حرکتیں کرتا رہوں۔"

"کیوں میری حرکتوں میں کیا خرابی ہے جلدی بتایئے۔" ماہ نزہ امان کے بولا۔ دونوں دبی آواز میں بات کر رہے تھے ماہ نزہ نے ایک زوردار مکا رافع کی پشت پر جڑ دیا۔

"اف... امی... مر گیا۔" وہ تڑپ گیا۔

"تم کیا یہاں کھڑے تماشا دیکھ رہے ہو۔" ماہ نزہ کو اس وقت رافع پر بس چلا تو اس پر چلا دیا۔

"کیا ماہ نزہ بھائی ابھی ہماری ہاتھ ہے آپ کا۔" وہ پشت پر بمشکل اپنا ہاتھ لے جا کے سہلانے لگا۔

"ماہ نزہ انسانوں کی طرح بات کیا کرو۔" محریب نے بھی سرزنش کی۔

دادی جان نے بات کر کے کارڈ لیس رافع کو دیا وہ دوبارہ سے متوجہ ہو رہا تھا۔

"مناہب میری طبیعت پوچھ رہی تھی۔" وہ خوش ہو کے بتانے لگیں۔

"دادی جان انہوں نے بھائی جان کو پوچھا؟" ماہ نزہ اپنی عادت سے باز نہیں آ رہا تھا۔

"سب کی خیریت پوچھ رہی تھی اب کیا وہ نام لے کے پوچھتی۔" وہ ہنسی تھیں۔ محریب کے گھورنے کا ذرا بھی ماہ نزہ پر اثر نہیں ہو رہا تھا وہ کمرے سے نکل گیا۔ مناہب کا ذکر دل کے اندر ایک بے کلی بڑھا رہا تھا اس نے اپنے آپ کو روک کے رکھا ہوا تھا۔ جانے اس کی سرشت میں اتنا غصہ کیوں ہو گیا تھا مزاج میں چڑچڑاہٹ بھی بہت آ گئی تھی۔

"مناہب! ایک دن آنا تو تمہیں میرے پاس ہی ہے دیکھنا کیسے میں تم سے بدلے لوں گا تم نے مجھے بہت ستایا ہے۔" کھڑکی میں آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ جب وہ آسانی سے مل رہی تھی وہ راضی نہیں تھا اور اب مکمل طور پر اس کی بن گئی تھی تو خود راضی نہیں ہے وہ اسے تمام تر جذبوں سمیت حاصل کرنا چاہتا تھا اسے خالی ہوئی مناہب نہیں چاہیے تھی۔

وہ جب اس کے پاس ہو تو صرف اس کی فکر کرے اسے چاہے وہ محبت کے معاملے میں کچھ خود غرض ہو گیا تھا۔ سارے جہان کا وہ واحد ارتکاز تھی مگر اسے اگنور کیا ہوا ہے اور اب وہ اسے اگنور کر رہا تھا سارے حساب برابر کرنا چاہتا تھا جتنا اسے تڑپایا ہے وہ بھی ویسی کرنا چاہتا تھا تاکہ اسے احساس ہو کہ محبت جب دور رہتی ہے تو دل کتنا دکھتا ہے۔

پر وہ چونوار کے وہ کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا۔ امین وہاں منتظر تھے زیادہ وقت اس نے خود کو آفس میں مصروف کر رکھا تھا احمد تک کے پاس بھی کافی دنوں سے نہیں گیا تھا وہ بھی کئی بار گھر آیا تھا مگر محریب سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی احمد نے تنہا اسے سخت سست سنائی تھی۔

☆☆☆☆☆

وہی ہوا پاپا نے اپنی من مانی کی تھی منگنی کا فنکشن سب ارینج کیا جا چکا تھا دعوت نامے بھی لوگوں میں بانٹے جا چکے تھے محمود اندر ہی اندر جھنجلا رہا تھا جبکہ منی کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا منگنی پر وہ اتنی سائیٹ کر رہی تھی اوپر سے بشام سالار کا آرڈر تھا کہ وہ بھی اس کے ساتھ جائے اور محمود کو منی کی بے زاری کا پتا ہی تھی فون تک ریسیو نہیں کر رہی تھی وہ بے بس ہراساں پریشان سا پھر رہا تھا ایسے میں اسے محریب کا ہی سہارا لینا پڑا وہ اس کے آفس پہنچ گیا۔

”اگر ہمت ہے تو انکل سے صاف بات کرلو۔“ محریب ریوالونگ چیئر پر ٹیک لگائے بلیک جینز پر وائٹ شرٹ میں ملبوس محمود کو ترحم بھری نگاہوں سے دیکھا۔

”ہاں... جیسے بہت آسان ہی ہے نال۔“ محمود چڑ کے گویا ہوا۔

”اگر میں نے پاپا کو بتا بھی دیا تو زیادہ سے زیادہ یہی کریں گے گھر میں قید کر دیں گے یا پھر گھر سے نکال دیں گے۔“ وہ اپنے پاپا کو جانتا تھا کہ وہ اولاد کو ان کے حال پر چھوڑنے والے باپ نہیں تھے۔

”میں گھر سے نکال بھی دیا جاؤں گا تو مجھے یہ پکی امید ہے کہ پاپا کا غصہ جب ختم ہوگا اور مجھے بلا لیں گے۔“

”پھر تم یہی کرو۔“ محریب جھٹ بولا۔

”مگر... وہ... منی مان جائے گی کبھی نہیں یار! وہ اتنی ضدی ہو جاتی ہے کبھی کبھی ایسا تو وہ مانے گی کبھی نہیں۔“

”پھر تم چاہتے کیا ہو؟“ محریب بے زاری سے گویا ہوا۔

”میں یہ چاہتا ہوں کہ کل میری منگنی ہے تو صاحب بھائی کو ساتھ لائے اور صاحب بھائی سے بولے کہ منی کو بھی ساتھ لائیں۔“ وہ ایسے بولا جیسے بہت آسان کام ہو۔

”تم تو ایسے بول رہے ہو جیسے بہت آسان کام ہو۔“ وہ صاحب کے نام پر سنبھل گیا۔

”میں کچھ نہیں جانتا اور ہاں... ابھی بھی کہہ رہی تھیں محریب سے کہنا کہ اپنی بیوی کو ساتھ لائے۔“ وہ اکتاہٹ سے دوڑ میں نہیں تھا۔

”منی کی بات تو میں امی سے کہہ کر راضی کرلوں گا مگر یار! صاحب کو نہیں لاؤں گا۔“ وہ چاہتا ابھی نہیں تھا سامنے والے کے...

”انشاءاللہ میں تو تمہیں... (باتھ) سے میں کچھ نہیں جانتا۔ یار! ابھی تو دونوں ایک ہی...

کے ساتھ وقت گزاروگے تو محبت میں شدت آتی ہے۔“ وہ ذہن میں منی کو لا کر چپ سے...

”ساتھ گزارنے سے نفرت بھی بڑھتی ہے۔“ وہ اپنی ہی جگہ اڑا رہا۔

”تم تو کیا عجیب آدمی ہو یار نہیں خود کو افلاطون کہتے ہو اور سے پاگل... کیوں کو ذرا سے پیار... پتا لانے لپٹ کر بے تکاؤ نہیں آتی ہیں۔“

”کیوں تم منی بھائی کو ایسے ہی بات کرتے ہو تو پھر اپنی منگنی پر بھی بلاؤ۔“ اس نے خوشدلی سے...

”میں یہاں مشکل میں پھنسا ہوں تمہیں مزے سوجھ رہے ہیں۔ (...) آخر آخر...

ماہ جبین کی تھی کل اسے دعوت نامہ دینے میں باہر ہی گاڑی میں بیٹھا رہا تھا۔“

”پھر کیا انکار کر دیا ماہ جبین نے کہ نہیں آئے گی؟“ محریب نے تجسس بھری نظروں سے... حالت اس کا تو تم ایسی تھی کہ وہ کاٹ کھانے کو بھی دوڑ رہا تھا کیونکہ بات بات پر جھنجلا رہا تھا۔

”ماہ جبین تیار ہی تھی وہ آئیں گی ان کے گھر کوئی مہمان آنے والے ہیں اور مجھے آنے کے بہانے۔“

”محمود یار تم ابھی تو سوچو وہ کتنے اپنے شوہر کو دوسری لڑکی کے ساتھ دیکھے گی کہ وہ منگنی کر رہا ہے اسے محمود کی بھی عقل پر پڑ گئی تھی کہ منی کس طرح سے نکلی آ جاتے۔

”گھر میں ابھی پاپا ہیں کیونکہ میرے ساتھ وہ یہ شرط ہے منی سے کوئی لڑکی ان سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔“ ایسے میں وہ سیدھا اور بے یقین تھا وہ منی کو ہی زیادہ قصور وار...

”منگنی پر بلا کر ہے چاری کو جلانے کے کام کرو گے تم۔“ محریب بولا... پاپا اور اس کی بحث ہوتے اس نے منی کی تو وہ محمود سے ...

”یار وہ مجھ سے سیل پر بھی بات نہیں کر رہی ہے۔“ محمود پریشان ہو کر بولا۔

”پھر اس کا ایک ہی حل ہے تم اپنی بیوی کو اور ماں دونوں کو لے کر پاپا کے پاس... جب ہر بات سامنے آ جائے تو واپس آ جانا۔“ محریب نے بڑی تیزی سے... (...) سے آگے... خیری کہہ کر اسے محمود نے ٹوکا۔

”ہمارے معاشرے میں ایسے رشتے جو تمہیں ہو تو اپنی والدہ کے ساتھ نہیں یا وہ... وہ چپ گیا۔

”دراصل میں میری والدہ کی آدتک یہ مجھ نہیں آتی ہے کہ وہ چاہتی ہیں اس لیے ان کو... کر رہے ہیں تمہاری والدہ ابھی بیمار ہیں۔“ وہ مسکرایا۔

”بہت عجیب آدمی ہو مجھے سمجھاتے ہو مگر میرا حل نہیں کرتے۔“ وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

”دیکھو کہاں جا رہے ہو اور ذرا زیادہ ہی گرم ہو رہے ہو۔“ اس نے چند سے ... اس کے لیے غلط اور پچھتانے کے لیے کسی تھوڑا وقت دیا تھا... وہ سنبھل اور رہا تھا۔

"میں جتنا حالات سدھارنے کی کوشش کر رہا ہوں مشی اتنا بگاڑ رہی ہے میری بات کو سمجھ ہی نہیں رہی ہے"۔

"اس نے زندگی میں دھوکے کھائے ہیں ظاہر ہے ڈر رہی ہے پھر اسے یہ بھی ڈر ہوگا کہ تم کہیں اچانک سے اسے چھوڑ نہ دو"۔

"میں ساری زندگی اس کے ساتھ گزاروں گا یار میں کتنی بار بلکہ بار بار اپنی محبت کا یقین دلاتا ہوں اور وہ جواب میں اتنا لمبا لیکچر وہ بھی فلسفہ بازی ہے کہ میرا دماغ گرم ہونے لگتا ہے"۔ محمود اللہ ذرا رک کے چپ ہو گیا۔

"اچھا اچھا اب خود کو ریلیکس کرو میں تمہاری فیلنگ سمجھ رہا ہوں کوشش کرتا ہوں کہ وہ تمہاری منگنی میں آ جائے"۔

"مگر عنایہ بھائی بھی ساتھ ہوں ورنہ سوچ لے ان کے بغیر تقریب اندر نہیں گھسنے دوں گا"۔

"واہ... یعنی اس کی اہمیت ہوئی میری نہیں"۔ تحریب تو غصہ میں آ گیا۔

"امی کا آرڈر ہے کہ تحریب کی بیوی کو بھی خاص طور پر بلاؤں"۔

"یار محمود مشکل ہے میں ابھی تک اس سے اتنے فری انداز میں بات نہیں کرتا ہوں کہ اس سے منگنی پر چلنے کو کہوں"۔

"یار ابوی ہے تیری تو ہر بات بول سکتا ہے فلک میں تو کہتا ہوں کہ بچوں کے بارے میں بھی پوچھ لو کتنے ہوئے چاہئیں کیونکہ آج کل ان لڑکیوں کو بچوں سے بہت الرجک ہے"۔

"فضول مت بات کرو"۔ تحریب جھینپ گیا۔

"میں نے تو سوچ لیا ہے تین بچے ہوں گے میرے"۔ محمود نے مسکرا کے کہا۔

"تمہاری طرح کی ایسی گفتگو مجھے نہ پسند ہے نہ کرتا ہوں"۔

"میں بھی گپ کرتا ہوں اگر کرنے لگا تو وہ تو مجھے اپنی صورت تک سے ترسا دے گی ابھی اگر کچھ رومانٹک سا جملہ بول بھی دیتا ہوں تو پسینہ آنے لگتے ہیں اسے"۔ محمود کو مشی کا شرمایا چہرہ یاد آ گیا۔

"تمہاری زبان کو لگام دینا بھی تو بے چاری کو مشکل ہوتا ہے"۔

"وہ یار میں نے خود کو بھی لگام دے رکھا ہے آگر بھی"۔

"میرے خیال میں تم یہ ٹاپک ختم کرو تم نے جو کہا ہے میں کوشش کروں گا مگر وعدہ نہیں کرتا کیونکہ عنایہ سے میں ابھی تک بات نہیں کر سکتا ابھی سے پہلے بلاؤں گا"۔ اس نے محمود کی بات کاٹ دی۔

"اور ہاں یار ذرا مشی کیلئے عنایہ بھابی سے کہنا اپنی امی کے پارلر لے جا کر اس کی ڈریسنگ پینٹنگ کروا دیں"۔ اسے یکدم یاد آیا۔

"کیا مطلب"۔ تحریب سمجھا نہیں۔

"ارے وہ لڑکیاں اپنے چہرے کو سنوارتی ہیں ان سے پوچھنا"۔ وہ اسے سمجھا نہیں پا رہا تھا۔

"تم بھی محمود پتہ نہیں کیا کیا سوچتے ہو"۔

"اور ہاں یار وہ وعدہ کا کارڈ تم دے دینا میرے پاس ٹائم نہیں ہے"۔ اپنے بیگ سے کارڈ نکالتے ہوئے کہا۔

"تم خود دے دینا ورنہ ناراض ہوگا وہ کہ تم کیوں نہیں آئے"۔ اس نے کارڈ ہاتھ میں لیا۔

"میں کال کروں گا اور ہاں آنا ضرور ہے تم سب نے میری قربانی دیکھنے"۔

"محمود یار فضول مت بولا کرو"۔ تحریب نے سرزنش کی۔

"میں صرف امی کی وجہ سے قربانی کا بکرا بن رہا ہوں ورنہ رسی تڑوا کر بھاگ سکتا تھا اس لئے نہیں بھاگ رہا کہ میری بیوی بڑی اصول پرست ہے ایسے تو وہ مجھے بھی قبول نہیں کرے گی"۔ اس نے مسکین سی صورت بنا کے کہا۔

"اب میں چلتا ہوں کیونکہ بابا کی کال مسلسل میرے سیل پر آ رہی ہے کچھ بعید نہیں کہ وہ مجھ پر وارنٹ نکلوا دیں کہ میں بھاگ تو نہیں گیا"۔ ٹشو سے ہاتھ صاف کر کے کھڑا ہوا۔

"اور ہاں... آنٹی سے کہئے آج ہی امی کو بتا دیں کہ وہ مشی کو سمجھائیں کہ مجھ سے بات تو کرے"۔

"ہن... پہلے تو امی جی مشی کا دن کریں گی تفتیش کریں گی"۔

"ہاں... مجھے بھی یہ ڈر ہے یار تحریب آنٹی وہاں گھر تو نہیں آ جائیں گی"۔ اسے ڈر ہوا۔

"میں امی کو بات سے سمجھاؤں گا کیونکہ وہ مشی بھابی کی حق تلفی کسی صورت گوارا نہیں کریں گی"۔

"یار تحریب تم مجھے آنٹی سے بھی بچا لینا بیچ میں پھنسا ہوا ہوں"۔ محمود کی شکل بہت پریشان سی ہو رہی تھی۔

"تو کے لڑکے... مگر صرف منگنی ہی رکھنا شادی تک مت کھنچنا"۔ اس نے بھی یاد دلایا۔

"شادی تک مجھے پہنچنا ہی نہیں ہے کسی دن بھی بابا ان میں سے کسی تاریخ کا کہہ دیں گے تم تو جانتے ہو"۔ اس نے پیچھے پلٹ کر پڑا ہوا بابا کا کال چیک کی۔

تحریب اس کے ساتھ ہی روم سے نکلا شام کے چھ بج رہے تھے وہ بھی آفس سے جلدی ہی نکلا کیونکہ امی سے کہا تھا عنایہ کو لے جانے کیلئے اور خود سے وعدہ کیا نہیں چاہتا تھا۔ مگر وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اب اسے تنہا اپنے سارے مسئلے خود ہی سلجھانے ہیں مزید گھر والوں کو اپنی وجہ سے تنگ نہیں کرے گا عنایہ سے جب کر لی ہے تو وہ بھی اس کی برداشت دیکھنا چاہتا تھا کتنی ہے۔ اب تو سوچ لیا تھا عنایہ کو اتنا تنگ کرے گا کہ اپنا پاؤں جمائے گا کہ اسے پچھتاوا ہو جائے کا کام ہی نہ مل سکے وہ اسی میں الجھ کے رہ جائے۔

"عنایہ! تمہیں میں اپنا عادی بناؤں گا"۔ اس سوچ کو پروان چڑھا رہا تھا۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 21 -

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

ڈور بیل پر ہاتھ رکھ دیا تھا' دو منٹ گزرے تھے گیٹ پر معارج تھا' اسے دیکھ کر وہ حیران بھی ہوا۔

''آیئے محریب بھائی......!'' وہ بہت خوش بھی ہو رہا تھا۔

کوریڈور عبور کر کے وہ اندر آیا' سامنے کوئی نہیں تھا' سمیرا بیگم تو اپنے پارلر میں ہی ہوتی تھیں۔

''بیٹھیے...... میں آپی کو بلاتا ہوں''۔

محریب لاؤنج میں ہی بڑے صوفے پر بیٹھ گیا' نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ بڑے بڑے صوفہ سیٹ' درمیان میں قالین' ٹی وی ٹرالی اور رائٹ سائیڈ پر کونے میں کارنر جس پر ڈیکوریشن پیسز رکھے ہوئے تھے۔ اس کی نگاہیں جائزہ لیتی رہیں۔

جب سے معارج نے اسے بتایا تھا محریب آیا ہے وہ تو گھبراہٹ کا شکار ہو گئی کیونکہ یوں اچانک نکاح کے بعد آج وہ پہلی بار آیا تھا۔

''پتہ نہیں کیا بات ہے' ابو بھی گھر پر نہیں ہیں''۔ وہ کاسنی پرنٹڈ دوپٹہ شانوں پر برابر کرتی گھبرائی ہوئی خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ محریب کی نگاہ اس پر جا کر ٹک گئی جو سراپا سوال بنی اس کے سامنے تھی' پلکوں کی لرزش واضح تھی' نگاہ صرف ایک بار ہی ڈالی۔ وہ بھرپور استحقاقانہ انداز میں اس کا ایک ایک نقش نگاہوں میں سمو رہا تھا۔ گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ میں سلام کرنا تک بھول گئی' جب محریب نے سلام کر کے اسے شرمندہ کرنا چاہا۔

''کیسی ہو؟'' آج تو سارے ہی انداز جدا تھے' نگاہوں میں بھی لگاوٹ اور لہجے میں بھی واضح تھی۔ عنائیہ نے چونک کر نگاہ اٹھائی' دونوں کی نگاہیں آپس میں ملی تھیں' اس نے پھر پزل ہو کر سر جھکا لیا۔

''ٹھیک ہوں''۔

''بیٹھو''۔ وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگا۔ عنائیہ پچھلی کوئی بات بھولی تو نہیں تھی' کتنے کاٹ دار جملے طنز کے ساتھ ادا کیے تھے۔

''چاچو نہیں ہیں گھر پر؟''

''جی...... وہ ابھی آفس سے نہیں آئے ہیں''۔ آہستگی سے گویا ہوئی۔

''ہوں......'' اس نے لمبا سانس لیا۔

''کل تم کہیں بزی تو نہیں ہو ناں؟''

''جی......'' پھر چونک کر سر اُٹھایا' محریب کی آدھی باتوں سے اکثر وہ ڈر جاتی تھی۔

''کل حمود کی منگنی ہے اس نے تمہیں بھی بلایا ہے''۔

''منگنی......'' وہ حیرانگی سے زیر لب بولی۔

''عمران کی تو شادی ہو گئی ہے منتہیٰ سے''۔

''وہ مجبوری میں کر رہا ہے' حالات تم جانتی ہو اس کے گھر کے کیسے ہیں' صرف اپنے بابا کی وجہ سے وہ

رہے گا''۔ وہ اسے تفصیل بتانے لگا۔ محریب آج اس سے نارمل انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔

''وہ منتہیٰ...... اس کا کیا ہوگا؟'' اسے یہ بات ذرا پسند نہیں آئی۔

''منتہیٰ اس کی بیوی ہے' ظاہر ہے اسے اپنی بیوی سے محبت ہے اسے چھوڑے گا تھوڑی''۔

''مجھے آپ مردوں کی لاجک سمجھ نہیں آتی ہے' دو دو بیویاں رکھ کر کیوں ان بیویوں پر ظلم کرتے ہیں''۔ نائیہ کا لہجہ ناگواری اور ترشی لیے ہوئے ہو گیا۔

''وہ افورڈ کر سکتا ہے' دو بیویاں کیا چار بھی افورڈ کر سکتا ہے''۔ اسے عنائیہ کو تپانے میں اب مزہ نے لگا۔

''پھر منتہیٰ کی کیوں زندگی برباد کی؟'' وہ مشتعل سی ہو گئی۔

''میرے خیال میں دو بیویاں رکھنے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے' جب ایک سکھ نہیں دے تو دوسری ے گی''۔

''اونہہ...... سکھ......'' دانت پیسنے لگی۔ محریب کو اس کی کیفیت کا اندازہ تھا وہ جواب میں اسے اور بھی کٹیلا ملہ بول سکتی ہے۔

''جب دل میں بسی ہو تو
اس کی ہر سانس اپنی
سانس سے ملی ہوئی لگتی ہے''

وہ خاموشی کا اگر سمندر تھی تو وہ اسی خاموشی کو توڑنا چاہتا ہے' آخر اس کے دل میں کیا ہے اس کیلئے' وہ جاننا اہتا تھا کہ وہ کتنی شدتوں سے اسے چاہتی ہے۔

''پھر آپ کو کس نے روکا' آپ بھی اسی پر عمل کریں جس پر آپ کے دوست عمل کر رہے ہیں''۔ نائیہ نہ چاہتے ہوئے بھی تلخی سے گویا ہوئی۔ محریب اس کی صورت بغور دیکھنے لگا' مبہم سا استہزائیہ تبسم ی بکھرا۔

''اگر ضرورت پڑی تو ضرور ایسا کروں گا''۔ عنائیہ نے حسرت بھری نگاہ اس پر ڈالی جو مسکرا رہا تھا' وہ ران رہ گئی محریب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ۔

''تم جیسی ہو ایسا پوز کیوں نہیں کرتی ہو' کیوں خود پر پردے ڈال کے بات کرتی ہو''۔

''میں صاف اور کھری بات کرتی ہوں آپ کو ہی سمجھ نہیں آتی ہے''۔

''یا پھر میں بے وقوف ہوں یا تم زیادہ عقلمند ہو''۔ طنز ہی کیا۔ عنائیہ لب بھینچ کے رہ گئی' وہ گھر آیا تھا وہ بھی ہلی بار جب سے دونوں نکاح کے بندھن میں بندھے تھے۔

''میں نے کبھی خود کو عقلمند سمجھا ہی نہیں ہے''۔

''جب ہی تو تم ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی ہو کہ کیا کرنا ہے' ادھر رہنا ہے یا اُدھر''۔ وہ

لاجواب کرنے لگا۔ عنایہ دل مسوس کے رہ گئی' محریب کتنی کھلی گفتگو کرنے لگا تھا کوئی بھی یقین نہیں کرے گا وہ کتنا کٹیلا ہوگیا ہے۔

''اینی ویز...... میں صرف اس لئے آیا تھا کہ تم کل آٹھ بجے تیار رہنا اور منتہیٰ بھابی کو میں دن میں ہی یہاں چھوڑ جاؤں گا' تم انہیں اپنی امی کے پارلر میں لے جا کر کچھ سنوار دینا' ایسا حمود نے کہا ہے جبکہ سنوارنے کیلئے پارلر کی ضرورت کیا ہے' زندگی سنوری ہو تو سب سنورا ہوا لگتا ہے''۔ وہ کھڑا ہوگیا۔

''لے آیئے گا...... مگر منتہیٰ کیوں جائے گی اور کس دل سے جائے گی' یہ آپ نے سوچا اس کے دل پر کیا گزرے گی''۔ اسے محریب پر غصہ آنے لگا۔

''یار! میں کیا کر سکتا ہوں جب اس کا شوہر کہہ رہا ہے تو''۔ عنایہ جھینپ گئی کیونکہ اس نے یار جو کہہ دیا تھا اور ایسی بے تکلفی' وہ توقع تو نہیں رکھ سکتی تھی۔

''کس دل سے وہ جائے گی''۔ عنایہ کو یہ بات اچھی نہیں لگی۔

''میں کیا کہہ سکتا ہوں' جب کہا اس نے ہے تو کیا کر سکتے ہیں ہم''۔

''مجھے جلدی ہے میں چلتا ہوں' کل آٹھ بجے تیار رہنا''۔

''میں پہلے ابو سے پوچھوں گی''۔ وہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔

''واٹ...... تم چاچو سے پوچھو گی' کیوں میں تمہیں خود اپنی مرضی سے کہیں نہیں لے جا سکتا''۔ وہ ایڑیوں کے بل گھوما۔

''میں نے جانے سے منع تو نہیں کیا''۔ نگاہ ڈرتے ڈرتے اٹھائی۔

''تم کبھی بھی نہیں سمجھنا مجھے' سمجھیں''۔

''آپ خوامخواہ اتنا مشتعل ہو رہے ہیں' میں اب ایسے تو نہیں کر سکتی کہ ابو کو بتاؤں بھی نہیں اور آپ کے ساتھ چل پڑوں''۔ عنایہ کو کبھی کبھی محریب نا سمجھ میں آنے والی چیز لگتا تھا۔

''میں نے جب اپنے گھر میں ذکر نہیں کیا کہ میں تمہیں لے کر جاؤں گا حمود کی منگنی میں تو تم کیوں مجبوری ظاہر کرتی ہو''۔

''آپ بات کو سمجھ تو لیا کریں' آپ کا صرف مجھ پر حق نہیں ہے میرے گھر والوں کا بھی ہے''۔ وہ تیز لہجے میں بولی۔ محریب نے بغور اس کا سپاٹ چہرہ دیکھا جو اس لمحے خاصی غصہ میں لگ رہی تھی' یہاں وہ موجود تھی تو کتنی اعتماد سے اس سے مخاطب تھی۔

''اونہہ......'' وہ گھورتا ہوا تیزی سے جانے لگا' عنایہ گھبرا گئی اور پیچھے دوڑی تھی۔

''سنیے...... بات تو سنیے......''

''کل آٹھ بجے تیار ہو جانا''۔ وہ گیٹ کھول کر نکل گیا تھا۔

محریب جتنا سمجھدار تھا اب وہ اتنا ہی غصے والا ہوتا جا رہا تھا۔ عنایہ کو دیکھ کر وہ خود پر قابو نہیں رکھ پاتا تھا۔ زندگی اسے ہی جانا تھا' وہ اس کی زندگی میں کتنی اہمیت رکھتی تھی مگر لگتا تھا وہ لاعلم ہی تھی' محبت وہ شدتوں ے کر رہا تھا' خود محبت ظاہر کرنا بھی نہیں چاہتا تھا مگر اس کی بے اعتنائی اسے بہت غصہ دلاتی تھی۔

گاڑی وہ اسٹارٹ کر چکا تھا' عنایہ نے اسے جاتے ہوئے کہا تھا' ایک لمحے کو مڑا تک نہیں تھا۔

☆

ایگزام تو دونوں کے ہی ہو رہے تھے' فائق نے ریڈیو جوائن کر لیا تھا' مائز نے ابھی نہیں کیا تھا کیونکہ وشہ ے کرنے ہی نہیں دے رہی تھی۔

وہ گلاسز کہیں رکھ کر بھول گیا تھا' یمنیٰ کو اس نے ڈھونڈنے میں لگایا ہوا تھا اور وہ خود جھنجلایا ہوا بیٹھا تھا' پردے کر آیا تھا تو شاید نیچے ہی بھول گیا تھا کیونکہ تھکن کی وجہ سے نیند بہت آ رہی تھی۔

''تم سے ایک کام کہا اور تم نے ابھی تک نہیں کیا''۔ وہ جھنجلایا ہوا یمنیٰ پر برہم ہونے لگا جو مسلسل اس ے گلاسز ہی ڈھونڈ رہی تھی اور اس کی ڈانٹ بھی سن رہی تھی۔

''رکھتے آپ ہیں اور غصہ بھی ہم پر کرتے ہیں''۔ وہ روہانسی ہونے لگی تھی۔

''جلدی ڈھونڈو میرا شو بھی ہے چھ سے سات کا''۔ وہ دھڑ سے صوفے پر بیٹھا تھا۔ یمنیٰ نے اس کا کمرہ' نج سب ہی دیکھ لیا تھا' ناظمہ بھی ڈھونڈنے میں لگی تھیں' فائق بےزار سا بیٹھا تھا۔

''کیا ہو گیا ہے یہ گھر میں اتنا بھونچال کیوں آیا ہوا ہے؟'' مائز نے حیرانگی سے ان کی حرکات و سنات دیکھی۔

''فائق بھائی کا گلاسز نہیں مل رہا ہے''۔

''اوہو...... آنکھیں رکھ کر بھول گیا میرا بھائی''۔ وہ شوخی سے بولا۔

''یار! دل رکھ کے تو نہیں بھولے''۔

''مائز! فضول کی بکواس ہر وقت نہیں کیا کرو''۔ اس کی سرگوشی پر وہ تپ گیا۔

''لیجیے مل گیا''۔ یمنیٰ کو بالآخر مل ہی گیا۔

''کہاں سے ملا؟'' فائق نے لپک کر لیا۔

''ڈائننگ ٹیبل پر رکھا تھا' آپ نے کھانا کھایا ہوگا وہیں رکھ کر بھولے ہوں گے''۔ وہ بولی۔

''آئندہ خیال سے رکھنا' یہ کیا بہن پر چیخنا شروع کر دیا''۔

''چچی جان یہ تو بہن ہے بیوی آئے گی تو اس پر تھوڑی چیخے گا''۔ مائز کو پھر شوخی سوجھی' وہ فائق کو یڑنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔

''ٹھیک کہہ رہے ہیں مائز بھائی آپ' ہوگا بھی یہی''۔ یمنیٰ تو پہلے سے ہی بہت تپی ہوئی تھی اس کی تائید نے لگی۔

''یمنی! تم بھی شروع ہوگئیں''۔ فائق کے چتون تن گئے۔

''امی! آپ ان کی جلدی شادی کیجیے گا' ہر بات میں ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں' استری ٹھیک نہیں کی' برتن ٹھیک سے نہیں دھلے' دیکھو ہر جگہ کتنی دھول ہے''۔ اسے بھی جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کا موقع ملا تھا۔ فائق کھسیا کر اٹھا کیونکہ اسے شو کرنے جانا تھا' تیار بھی ہونا تھا۔ جلدی سے فریش ہو کر وہ نیچے آیا تھا۔

''السلام علیکم......'' اس نے مبینہ کو دیکھ کر مودب بن کے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام! جیتے رہو''۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ بھی پھیرا' بڑی امی بھی وہاں بیٹھی تھیں' لگتا تھا کسی ضروری مسئلے کے ساتھ آئی تھیں۔

''میں محریب سے ذکر کردوں گی''۔ بڑی امی نے تسلی دی۔ فائق کے کان کھڑے ہوگئے کہ آخر ایسا کیا گھمبیر مسئلہ ہے' جس کا ذکر محریب سے کرنے کو کہا تھا۔

اس وقت تو وہ چلا گیا مگر ذہن اس کا الجھ گیا تھا کہ کہیں تہذیب کے رشتے وغیرہ کی تو بات نہیں کرنی ہے' شو بھی اس نے بہت بے دلی سے کیا تھا' بیک ٹو بیک اس نے زیادہ چلایا تھا۔ نو بجے رات کو گھر آیا تھا' سب اپنی سرگرمیوں میں مصروف تھے' اس کو کسی طرح بھی پوچھنا تھا کہ مبینہ آنٹی کیوں آئی تھیں۔

''یار فائق! مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی تھی''۔ محریب نے اسے دیکھا تو مخاطب کرلیا۔ فائق کچن کی سمت بڑھ رہا تھا' بھوک بہت لگ رہی تھی تو سوچا کھانا کھاتے ہی اپنے کمرے میں چلا جائے گا' دو پیپر رہ گئے تھے۔

''جی خیریت تو ہے؟'' اس نے اپنے گلاسز کو ناک پر شہادت کی انگلی سے سیٹ کیا۔

''تم کل منتہیٰ کو لیکر جواد چاچو کے ہاں چلے جانا''۔

''خیریت تو ہے؟'' وہ چونک کر پوچھنے لگا۔

''ہاں یار! وہ پارلر وغیرہ بھیجنا ہے' کل حمود کی منگنی ہے' ٹائم نہیں ہوگا' تم چھ بجے تک لے جانا''۔

''حمود بھائی کی منگنی''۔ فائق کو پتہ تو تھا کہ ہو رہی ہے اور کس سے یہ بھی وہ جانتا تھا۔

''یار! یاد سے چلے جانا کیونکہ مجھے کہیں بہت ضروری وزٹ پر جانا ہے''۔ اس نے فائق کے شانے ہاتھ رکھا۔ وہ جانے لگا فائق نے پھر اسے پکار لیا۔

''محریب بھائی! آپ سے مجھے ایک بات کرنی تھی مگر آج میں سوچ رہا ہوں کہ کر ہی لوں''۔ وہ کچھ قدرے توقف کے بعد جھجک کے گویا ہوا۔

''ہاں کرو''۔ وہ بغور فائق کا جائزہ لینے لگا جو کنفیوژ بھی ہو رہا تھا۔

''آپ تہذیب کو اس جاب سے منع کردیں''۔

''کیوں...... کیا ہوا؟'' وہ چونک گیا اس غیر موقع بات پر کہ فائق اور تہذیب کیلئے اتنا پریشا

یوں ہے۔ فائق نے پھر ساری بات بتادی' فاطمہ کا سارا کیس بھی بتادیا' محریب حیران رہ گیا کہ وہ یوں اتنا بے خبر رہا۔

''یار! یہ سب مجھے تہذیب نے کیوں نہیں بتایا''۔

''وہ مجھے ہر بار منع کرتی تھی میں آپ کو نہیں بتاؤں مگر محریب بھائی یہ بہت خطرے کی بات ہے''۔

''یار! تم تو مجھے بتاتے اُسی وقت' اتنا وقت گزر گیا اور تم مجھے اب بتا رہے ہو''۔ وہ سر پکڑ کے رمند سا ہوگیا۔

''پھر مجھے اس لڑکی کا بندوبست کرنا ہی پڑے گا کیونکہ آج مبینہ آنٹی آئی تھیں' کہیں سے اس کا شتہ آیا ہے' لڑکے کی دیکھ بھال کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی ہے جبکہ تہذیب شادی سے منع کر رہی ہے''۔ فائق تو ہکا بکا سا رہ گیا یعنی اس کا شک ٹھیک تھا' وہ سن کے پریشان ہوگیا کہ اس کا رشتہ؟ وہ بلو بدل کر رہ گیا۔

''کرتا ہوں کچھ''۔ وہ تو چلا گیا جبکہ فائق ٹینشن میں آ گیا' اتنی جلدی وہ کسی اور کی بنادی جائے گی اور می تو وہ ایگزام سے بھی فارغ نہیں ہوا تھا۔

☆

ساری تیاریاں اعلیٰ پیمانے پر کی گئیں تھیں' لان میں اتنی پھولوں کی لائٹس کی سجاوٹ تھی کہ ہر کونہ جگمگا رہا ا۔ درمیان میں راؤنڈ میں اسٹیج بھی بنایا گیا تھا وہ بھی بڑا خوبصورت طرز پر سجایا گیا تھا۔ حمود بھی نیوی بلیو ڈنر وٹ میں ڈیشنگ لگ رہا تھا' دحمہ بھی پنک کپڑوں میں جدید تراش خراش کے لباس میں خوش تھی مگر حمود کی ظریں گیٹ پر لگی تھیں کہ محریب اور عنایہ کے ساتھ منتہیٰ کو آنا تھا۔

مہمان بھی آنے شروع ہوگئے تھے' ڈریسنگ روم میں حمنی بھی آ کر پہلے ہی بیٹھ گئی تھی' وہ پریشان سا پھر رہا تھا۔ ایک گھنٹے سے اوپر ہوگیا تھا حمنی کو پھر اسٹیج پر بٹھا دیا تھا۔ حمنی بھی فیروزی لہنگے میں میک اپ اور جیولری ں بڑی خوش دکھائی دے رہی تھی' حمود نے بھولے سے بھی نگاہ نہیں ڈالی تھی۔

اس نے محریب کے موبائل پر بھی کال کی تھی مگر وہ بھی پک نہیں کر رہا تھا' اب وہ پریشان ہوا۔

''کہاں جا رہے ہو؟'' وہ فکرمندی سے پوچھنے لگیں۔

''امی! مجھے ضروری جانا ہے آتا ہوں میں''۔ وہ کلثوم بانو کو ساتھ لے کر پارکنگ ایریا میں آیا تھا اور گاڑی نی تیزی سے ڈرائیو کر رہا تھا کہ لگ رہا تھا وہ جہاز اڑا رہا ہو۔ وہ جانتا تھا منتہیٰ ہی نہیں آرہی ہوگی۔

''آئیے امی......'' کلثوم بانو اپنا آنچل سنبھالتی حیران پریشان سی اس کے ساتھ چل رہی تھیں کہ یہ ادھر لیوں آیا ہے۔

''حمود! مجھے بات تو بتاؤ؟'' انہوں نے حمود کا سنجیدہ چہرہ دیکھا جو منتہیٰ کے گھر کی بیل بجا چکا تھا۔ اتنے ں گیٹ کھلا سامنے مبینہ تھیں' وہ گنگ سی رہ گئیں' حمود اور اپنی ماں کے ساتھ سامنے تھا۔

''السلام علیکم!'' اس نے سلام کیا تھا' مبینہ نے اسے اندر آنے کیلئے کہا تھا۔

''آنٹی! منتہیٰ ہے یا نہیں؟'' کلثوم بانو نے چونک کر حمود کا چہرہ دیکھا جو بہت فکر مند اور تنا ہوا تھا۔

''ہاں بیٹا اندر ہے''۔

''آئی کیوں نہیں منتہیٰ' ہم نے تو اسے حمود کی منگنی پر بلایا تھا''۔ کلثوم بانو بولیں۔ حمود پر اعتماد انداز میں چلتا ہوا کمرے میں آ گیا تھا' منتہیٰ اپنی سوجھی ہوئی آنکھوں کے ساتھ بیٹھی تھی' اسے دیکھ کر متوحش زدہ سی رہ گئی۔

''کیوں تم اتنی ضدی ہو' مجھ پر یقین نہیں تھا یا میں آوارہ ہوں''۔ وہ منتہیٰ کو دیکھ کر پھٹ پڑا۔ کلثوم بانو کو ذرا سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ حمود کیوں اس سے ایسے لہجے میں بات کر رہا تھا۔

''یہی سوچ کے میں امی کو ساتھ لایا ہوں تا کہ تمہاری بے یقینی ختم ہو''۔ وہ کلثوم بانو کو آگے کر کے بولا۔ منتہیٰ گھبرا گئی' نگاہیں تک شرمندگی سے نہیں ملا رہی تھی' لگتا تھا چھت اس پر آن گری ہو۔

''حمود! ہوش میں تو ہو' کس لہجے میں تم اس سے بات کر رہے ہو''۔

''امی! میں بالکل ٹھیک لہجے میں بات کر رہا ہوں' آپ کی بہو کو اپنی چلانی آتی ہے''۔

''بہو......'' کلثوم بانو تو ہق دق سی رہ گئیں۔ حمود کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگیں جبکہ منتہیٰ کے تو پسینے چھوٹ گئے' اس کا سانس رُکنے لگا' وہ جانے لگی تو حمود نے اس کا بازو پکڑ کے روکا۔

''کہاں جا رہی ہو......؟'' حمود کے لہجے میں ایک اطمینان تھا۔

''امی! یہ آپ کی بہو ہے''۔

''حمود! تو کیا کہہ رہا ہے میری کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے''۔ وہ تو دل پکڑ کر بیٹھ گئیں تھیں کیونکہ وہ آج اس کی منگنی کی رسم کرنے جا رہیں تھیں اور وہ کیا کہہ رہا تھا۔

حمود نے شروع سے لے کر اب تک کے سارے ہی قصے انہیں سنا ڈالے' کیسے نکاح ہوا اور پھر منتہیٰ کی ایک ایک بات کہ وہ کس سوچ کی اور عادت کی ہے۔

''آنٹی! میں ان سے کہہ رہی ہوں کہ مجھے چھوڑ دیں' اپنے امی اور بابا کی خوشی سے ان کی مرضی سے شادی کر لیں''۔

''چپ کرو تم''۔ اس نے منتہیٰ کو ڈانٹ دیا۔ وہ لب بھینچ کے رہ گئی' کلثوم بانو کو تو ایسا لگ رہا تھا ان کا دماغ کام نہیں کر رہا ہو۔

''کیوں امی! آپ کو اپنی بہو پسند نہیں آئی......؟'' وہ الٹا سوال کرنے لگا۔

''گدھے! تو نے مجھے یوں اچانک اس کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا' میں کیا بولوں''۔ وہ منتہیٰ کو دیکھنے لگیں جو بجل بجل آنسو بہا رہی تھی' اس کے چہرے میں تو انہیں کسی اور کا چہرہ بھی نظر آتا تھا مگر کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ یوں ان کے سامنے ان کے بیٹے کی بیوی بن کے کھڑی ہو گی۔

''یعنی آپ کو اعتراض نہیں ہے' دیکھیے امی میں نے آپ کو بالکل سچ سچ بتایا ہے''۔ وہ منتہیٰ کا ہاتھ پکڑ کے امی کے سامنے لے آیا۔

''بیٹا! مجھے کچھ اعتراض نہیں ہے لیکن تیرے بابا...... تو ان کو تو جانتا ہے ناں''۔ انہوں نے منتہیٰ کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ منتہیٰ تو حیران تھی کہ انہوں نے نفرت بھرے جملے تک نہیں ادا کیے بلکہ اسے گلے لگا لیا تھا۔

''اتنے مہینے سے مجھ سے چھپایا تو نے''۔ انہوں نے منتہیٰ کے آنسو پونچھے' انہیں تو وہ پہلے بھی بُری کب لگی تھی' ڈری سہمی سی رہتی تھی' ان کا سامنا جب بھی کرتی تھی جھجکتی رہتی تھی' وہ سمجھ گئی تھیں۔

''دیکھا میری ماں کو' کتنی جلدی مان جاتیں ہیں' اب تو مجھ پر یقین ہے تا کہ میں تمہیں اپنے گھر لے کے جاؤں گا''۔ اس نے منتہیٰ کو مسکرا کے دیکھا' اُس نے جھینپ کے سر ہلایا۔

''بابا کو بھی منا لوں گا تم فکر نہیں کرو' اگر راضی ہو تو ان کا پوتا یا پوتی آ جائے' پوچھ لیں امی اپنی بہو سے''۔

''بے شرم لحاظ نہیں ہے ماں کے سامنے ایسے بول رہا ہے''۔ انہوں نے حمود کے شانے پر چپٹر لگایا۔

''اچھا جلدی کرو تمہارے بابا نے شور ڈال دیا ہو گا دونوں ماں بیٹے کہاں گئے؟'' انہیں وقت گزرنے کا خیال آیا تو وہ چونک گئیں۔

''اب چلو گی ساتھ یا نہیں''۔ اس نے منتہیٰ سے پوچھا۔

''گدھے! یہ کیوں جائے گی تیری منگنی میں' اپنے شوہر کو ایسے نہیں دیکھ سکتی کسی دوسری لڑکی کے ساتھ' منتہیٰ تم یہیں رہو''۔ کلثوم بانو نے خود ہی منع کر دیا' اس کی آنکھیں رونے سے سرخ ہو رہی تھیں۔

''جلدی چلو''۔ وہ بولیں۔

''سنو بیٹا! یہ میرا بھی تم سے وعدہ ہے کہ تم میری بہو ہو اور تمہیں اُسی گھر میں آنا ہے یہ ذہن میں رکھنا ہے''۔

''جی''۔ منتہیٰ حیران رہ گئی۔

''امی! آپ چلیے میں آتا ہوں''۔ وہ خوشبوؤں میں بسا سائیڈ پر ہوا' کلثوم بانو کمرے سے نکل گئی تھیں۔ حمود اس کے قریب آیا' منتہیٰ کے اطراف میں مسحور کن خوشبو پھیل گئی' دل پر جو ایک بوجھ تھا وہ بھی کم ہو گیا تھا۔ حمود اپنی بات کا پکا ہی تھا جب ہی تو اس نے اتنے خاص موقع کو بھی نہیں چھوڑا اور اپنی امی کو یہاں لے کے آ گیا۔

''اب تو یقین ہے نا مجھ پر''۔ آنکھوں میں اور لہجے میں شوخی سمو کے وہ پوچھنے لگا' منتہیٰ نے شرمائے دیے انداز میں سر ہلایا۔

''بابا کو بھی منا لوں گا پھر دیکھنا تمہیں کتنی شان سے اپنے گھر لے کے جاؤں گا''۔

''آپ بہت اچھے ہیں''۔ آج اس نے کہہ ہی دیا۔

''کیا کہا......'' وہ تو خوشی سے جھوم اٹھا۔

''حمود! آج تو آ جاؤ' بیوی سے کل آ کے مل لینا' کتنی بھی دیر لگا نا مگر ابھی چلو''۔ کلثوم بانو کی آواز پر دونوں ہی جھینپ گئے۔ دونوں مسکرانے لگے تھے' اس کے رخسار پر اپنی محبت کا احساس چھوڑ کے وہ چلا گیا تھا' منتہیٰ نے تو شکرانے ادا کیے تھے کیونکہ اس نے سوچا بھی نہیں تھا یوں اتنی جلدی حمود اس کیلئے یہ سب بھی کرے گا' سب نے ہی مبارکباد دیں تھی' محریب اسے کہنے آیا تھا چلنے کو مگر اسے بخار تھا تو اس نے منع کر دیا تھا۔

وشہ میکے رہنے چلی گئی تھی کیونکہ مائز کے ایگزام ختم ہو گئے تھے ورنہ اس کی سخت ڈیوٹی تھی اس کے ساتھ اسے بھی جاگنا پڑتا تھا' یہاں پر آ کر اس نے اپنی تھکن اتاری تھی۔

''پتہ نہیں کیوں دو دن سے میری طبیعت ست ہو رہی ہے''۔ وشہ ناشتہ کرتے ہوئے سمیرا بیگم سے بولی تھی۔

''ابھی سے بچے کے چکر میں مت پڑ جانا تم''۔ وہ جھٹ بولیں تھیں۔ وشہ تو جھینپ گئی' عنائیہ نے بھی استفہامیہ نگاہ سے اپنی امی کو دیکھا جو خاصی روکھی ہو رہی تھیں۔

''امی! ایسی تو کوئی بات نہیں ہے''۔

''اگر ایسی کوئی بات نہیں بھی ہے تو تم چلو میرے ساتھ' آج ڈاکٹر سے تمہارا چیک اپ کروالوں' تم تو اتنی بے وقوف ہو ابھی سے اس جھنجٹ میں پڑ گئیں تو سارا اپنا ستیاناس کر لو گی''۔ انہیں فوراً فکر ہوئی۔

''وہ تو مجھے تھکن ہو رہی ہے اس وجہ سے طبیعت خراب لگ رہی ہے''۔

''پہلے ایسا ہی ہوتا ہے' گھر جانے سے پہلے چیک اپ کروالو اگر ایسی بات ہے تو' کم از کم کچھ ہو تو سکتا ہے''۔

''امی! آپ بھی کیسی بات کر رہی ہیں''۔ عنائیہ کو امی کی بات بالکل پسند نہیں آئی۔

''ٹھیک کہہ رہی ہوں میں' یہ تو بے وقوفی میں پڑ گئی اس جھمیلے میں تو ہو گیا گزارا''۔

''امی! میں گھر سے چلی جاؤں گی''۔ وشہ ان کی ساری بات سمجھ رہی تھی اور اول تو یہ بات تھی ہی نہیں اور ان کے ساتھ تو کبھی نہیں جائے گی۔

''وہ سب تمہیں پاگل بنائیں گے' تم جان چھڑا کے جانا یہاں سے''۔ سمیرا بیگم تو جیسے ٹھان کے بیٹھی تھیں کہ ایسا کچھ وہ ہونے نہیں دیں گی۔

''جی' اول تو ایسی بات نہیں ہے آپ خوامخواہ فکر مند نہیں ہوں''۔ وشہ ناشتے سے فارغ ہو کر کھڑی ہو گئی۔ سمیرا بیگم نے اسے گھور کے دیکھا جو پروں پر پانی نہیں پڑنے دے رہی تھی۔ وشہ کو اب گھبراہٹ ہونے لگی کہ اس کی امی اتنی سطحی سوچ کی مالک کیوں ہیں' اپنی اولاد کی خوشی کا بھی خیال نہیں کرتی ہیں۔

عنائیہ کی کوشش تھی کہ وشہ گھر چلی جائے ورنہ امی تو زبردستی کر سکتی ہیں۔ وہ تو شکر ہوا مائز اس دن شام ںآ گیا۔ سمیرا بیگم کے چتون تن گئے جبکہ مائز نے انہیں بڑے مودب انداز میں سلام کیا تھا۔

''وشہ کو کچھ دن کیلئے اور رہنے دو یہاں''۔ انہوں نے مائز کو مخاطب کیا جو کھانے سے فارغ ہونے کے ملاؤنج میں جواد احمد کے ساتھ بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

''وہ امی! مجھے جانا ہے کیونکہ کافی دن ہو گئے ہیں مجھے یہاں آئے ہوئے''۔ وہ اپنا بیگ تیار کر کے وہاں لے آئی تھی۔ مائز تو حیران تھا کہ سمیرا بیگم اور اس سے مخاطب تھیں اور لہجہ بھی نارمل تھا' جواد احمد کی فہمائشی اہوں نے ان کے تاثرات جاننے کیلئے بغور دیکھا۔

''رُک جاؤ...... اگر سمیرا اچھی کہہ رہیں ہیں تو''۔ سامنے کھڑی بلیو کاٹن کے کپڑوں میں ملبوس وشہ کچھ یشان بھی تھی۔

''میں صرف ایک ہفتے کا کہہ کر آئی تھی''۔ وہ سمیرا بیگم کے ارادوں سے واقف تھی۔ عنائیہ ان سب کے لیے چائے بنا کے لائی تھی اس نے بھی ان کی بحث سنی تھی۔

''کیوں وہ سب تمہارے زیادہ رکنے پر دوبارہ نہیں آنے دیں گے جبکہ تمہارے شوہر نے بھی اجازت ے دی ہے''۔ وہ طنز کرنے لگیں۔

''کیوں ضد کرتی ہو جب وہ نہیں رُک رہی ہے تو''۔ جواد احمد کو بولنا ہی پڑا' وہ مائز کے سامنے کوئی فضول نٹ نہیں کرنا چاہتے تھے۔

''ساری زندگی تم باپ بیٹیوں نے مجھ سے ضد ہی کرنی ہے''۔ انہیں مائز کے سامنے اپنی توہین لگی۔

''ارے وشہ! تم کیوں اتنی ضد کر رہی ہو' رُک جاؤ تم اور کچھ دن''۔ مائز تو ان کے ارادوں سے بے خبر تھا' وہ بھی وشہ کو ڈانٹ کے بولنے لگا۔ وشہ بے بس سی لب کچلنے لگی مگر وہ اگر آج رُک گئی تو ضرور قصان اٹھا سکتی تھی۔

''جب مجھے نہیں رہنا تو آپ کیوں بولتے ہیں''۔ وہ مائز سے لڑ پڑی۔ سمیرا بیگم تو غصے میں بھری وہاں سے چلی گئی تھیں' مائز لب بھینچ کے رہ گیا تھا۔ وشہ کا بھی موڈ خراب ہو گیا تھا' وہ پھر زیادہ بیٹھا نہیں کیونکہ وشہ نے جلدی مچادی تھی۔

''یہ کیا حرکت تھی' تم کیوں پیچھے لگی ہوئی تھیں کہ وشہ رُک جائے''۔ جواد احمد چونک گئے تھے کیونکہ جانے کیوں کچھ گڑبڑ لگ رہی تھی۔

''بیٹی ہے میری' کیوں نہیں کہہ سکتی کہ وہ رُک جائے''۔ انہوں نے بھی تیز لہجے میں انہیں جواب دیا۔

''سمیرا! اب بس کرو' داماد والی ہو گئی ہو' کیوں تم اپنی بیٹیوں کو خود سے بدظن کر رہی ہو''۔ جواد احمد کو سمیرا بیگم پر ترس آتا تھا۔

''وہ مجھ سے کب ٹھیک سے بات کرتی ہیں' تم نے ہی انہیں میرے خلاف بھر بھر کے ایسا کر دیا ہے''۔

لہجے میں شکستگی اور محرومی' حسرت سب تھا۔

''ایسا تم سوچتی ہو جبکہ ایسی کوئی بات نہیں' بیٹیاں تم سے بہت پیار کرتی ہیں''۔ انہوں نے آج پھر انہیں نرم لہجے میں سمجھا کے ان کے دل کی بدگمانی دور کرنے کی کوشش کی۔

''ایسا تم سمجھتے ہو' تم نے دیکھا نہیں وشہ کیسے مائز کے سامنے مجھے نظر انداز کر کے اس کے ساتھ چلی گئی''۔

''تم غلط بات کر رہی تھیں کیونکہ وہ ایک ہفتے سے یہاں تھی' تم بھی تو کچھ عقل سے کام لو' مائز نے اتنے دن چھوڑ دیا یہ بھی بہت ہے' تمہاری مروت میں وہ بول رہا تھا وشہ سے رک جائے''۔ وہ انہیں سمجھانے لگے۔

''تم پھر روکنے کی وجہ بھی تو بتاتیں''۔

''سوچا تھا اس کا چیک اپ کروا دوں گی' اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی''۔ وہ بیڈ پر بیٹھی تھیں۔

''اگر ایسا کچھ بھی مسئلہ ہوگا وہاں سب ہیں' بھابی ہیں وہ کروا دیں گی' تم کیوں فکر کرتی ہو''۔ وہ ان کی عقل پر حیران تھے کہ اپنے جھمیلوں میں اس کی بھی سب خبر تھی۔

☆

تہذیب کا رشتہ تقریباً سیٹ ہی تھا' وہ لوگ رسم کرنا چاہ رہے تھے مگر تہذیب ماں کے نہیں دے رہی تھی۔ محریب نے لڑکے کی بھی چھان بین کر لی تھی' ایک پرائیویٹ فرم میں معقول تنخواہ پر جاب کر رہا تھا۔

وہ عجیب جھنجلائی ہوئی تھی' صبح سے موسم خراب تھا دو دن سے ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی' موسم کچھ سرد سا ہو گیا تھا۔ آفس میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا۔ سوچ سوچ کے سر درد کرنے لگا تھا۔ دل و دماغ سے فائق کو نکال ہی نہیں پا رہی تھی کہ یہ رشتہ قبول کر لیتی مگر جسے وہ پسند کرتی تھی وہ تو بے خبر ہی تھا' کب تک وہ ایسے خود کو خوار کرتی رہے گی۔

چلتے چلتے وہ مین روڈ پر آئی تو دیکھا بارش کچھ تیز ہونے لگی تھی' آفس کی گاڑی خراب تھی سب ورکرز خود ہی گئی تھیں۔ کاسنی کاٹن کا پرنٹڈ دوپٹہ اچھی طرح خود پر لپیٹ لیا تھا۔ سڑک پر بارش کا پانی جمع ہو رہا تھا' بادل بھی خاصے گہرے تھے' اس نے نگاہ اٹھا کر آسمان دیکھا' اسے ایسے موسم سے شروع سے گھبراہٹ ہوتی تھی کیونکہ سب ہی ایکٹیوٹیز ختم ہو جاتی تھیں اور سڑکوں پر کیچڑ پانی سے اسے چڑ بھی ہوتی تھی۔ مگر اللہ کی یہ رحمت تھی لوگ ترستے ہیں ایسے موسم کیلئے مگر وہ کہتی کہ بارش باعث رحمت بنے مگر زحمت نہ بنے' ہر سال لاکھوں کا نقصان بھی ہوتا تھا۔

وہ اسٹاپ پر آ کر کھڑی ہو گئی' شام بھی خاصی ہو گئی تھی' بارش رک نہیں رہی تھی' اس کا حشر بھی خراب تھا' رکشہ بھی کہیں نہیں تھا' بسیں ساری بھری ہوئی آ رہی تھیں۔ بےزاری سے ٹریفک کو دیکھا' وہ کوفت میں جیسے ہو کر پیچھے ہوئی' بلیک گاڑی اس کے قریب رک گئی تھی۔

''آ جاؤ جلدی''۔ فائق نے فرنٹ ڈور کھول دیا تھا۔ تہذیب نے چونک کر نا سمجھی میں اسے دیکھا' آج

پھر یہاں وہ لینے موجود تھا اور وہ جب ہی آتا تھا جب وہ بہت پریشان بےزاری سی کھڑی ہوتی تھی۔

''میں چلی جاؤں گی رکشہ مل جائے گا''۔ چہرے پر ناگواری لئے سرد مہری سے جواب دیا۔

''فضول کے نخرے نہیں کرو' موسم دیکھو کتنا خراب ہے''۔ اسے تہذیب کی اکڑ پر غصہ آیا کیونکہ مبینہ آنٹی پریشان سی ان کے گھر آئی تھیں' اسے ہی بڑی امی نے لینے بھیج دیا تھا جبکہ وہ آنا نہیں چاہ رہا تھا۔

''تہذیب! کھڑی ہو کر اپنا تماشا نہیں بناؤ' اپنا حلیہ دیکھو''۔ اس نے غصہ سے کہہ کر اس کے جسم پر چپکے کپڑوں کو طنزیہ دیکھا' وہ شرمندہ سی ہو گئی' دوپٹہ کھینچ کے ٹھیک کیا مگر شلوار بھی پنڈلیوں سے چپک کر نظارہ دے رہی تھیں' وہ یہ تو بھول ہی گئی تھی۔ پھر وہ فوراً ہی بیٹھ گئی مگر یہ کیا' دو نامعلوم افراد نے دونوں کو ریوالور دکھا کے گھیر لیا۔ تہذیب کی آنکھیں وحشت سے پھٹ گئیں' فائق الگ حواس باختہ ہو گیا' تہذیب بے ہوش ہونے کے قریب ہی تھی۔ پیچھے کا دروازہ کھول کے وہ دونوں آدمی بھی بیٹھ گئے۔

''گاڑی اسٹارٹ کرو اور چلاؤ''۔

''کون ہیں آپ لوگ؟'' فائق پھر گھبرا گیا۔ تہذیب تو ڈر کے مارے فائق سے لپٹ ہی گئی' بری طرح کانپ بھی رہی تھی' ان میں سے ایک آدمی کو پہچان گئی تھی وہ فاطمہ کے شوہر کے ساتھ بھی تھا۔

''چپ چاپ گاڑی چلاتے رہو' اگر ہوشیاری دکھائی تو یاد رکھنا اس کا بھیجا اڑا دوں گا''۔ اس خرانٹ اور خوفناک شخص نے فائق کو دھمکی دی۔ اس نے تہذیب کے لرزتے کانپتے وجود کو اپنے قریب دیکھا تو اسے تہذیب پر ترس آیا۔

''اے لڑکی! دور ہو کے بیٹھو اس سے''۔

''نن...... نہیں......'' اس نے بازو پکڑ لیا۔ فائق کو گاڑی چلانے میں مشکل ہو رہی تھی' وہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ دور ہو کے بیٹھے کیونکہ تہذیب ڈری اتنی رہی تھی۔

''تہذیب! ڈرو نہیں' میں ہوں ساتھ''۔ اس نے تسلی دی۔ اس کے نرم سے سرد ہاتھوں کو تھاما جو تہذیب نے بھی پکڑ لیے۔ فائق ان دیکھے راستوں پر گاڑی دوڑا تا رہا تھا۔

☆

''حمود! مجھے تو اس لڑکی میں پہلے ہی اپنائیت کی خوشبو محسوس ہوتی تھی''۔ کلثوم بانو جب سے منتہیٰ سے ملی تھیں ان کے احساسات ہی بدل گئے تھے' نرم و نازک' کم گو' شرمیلی مسکان والی منتہیٰ نے انہیں پہلے سے ہی اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔

''آپ کی بہو فلسفہ بہت بولتی ہے''۔ حمو سر کھجاتے ہوئے مسکرایا۔

''میرے سامنے تو ہمیشہ خاموش ہی رہتی ہے''۔

''آپ کو نہیں پتہ' کتنی مشکل اردو بولتی ہے''۔

''ٹھیک ہے کسی دن پورے دن کیلئے میں اسے بلالوں گی''۔ وہ ان کے کمرے میں تھا اور کتنی نڈر گفتگو بھی کررہا تھا اس لئے کہ بابا تو آفس میں تھے اور وہ آفس کا چکر لگا کے اپنے آفس جارہا تھا۔

''پورے دن کیلئے کیوں' پوری رات کیلئے بلالیں''۔ شرارتی اور معنی خیز اس کا لہجہ تھا۔ کلثوم بانو نے مسکرا کے اسے دیکھا جو انہیں کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔

''صاحبزادے! میں آپ کی بات سمجھ رہی ہوں مگر پوری رات کیلئے اگر بلالیا تو اس کیلئے مشکل کھڑی ہو جائے گی''۔

''ہاں بابا کو پتہ چل گیا تو......'' وہ زیرلب بولا۔

''تمہارے بابا نیکسٹ ویک کوئٹہ جارہے ہیں''۔ کلثوم بانو نے بتایا۔

''کوئٹہ اب کیوں جارہے ہیں؟'' حمود چونکا۔

''وہی زمین کا مسئلہ ہے' پتہ نہیں کب تک مقدمہ چلنا ہے''۔ وہ بے زاری ہوگئی تھیں۔

''بابا سے بولیں چھوڑیئے زمین کو' اتنا کچھ اللہ کا دیا ہے ہمارے پاس''۔

''زمین بہت زیادہ رقبے پر ہے' تمہیں پتہ ہے اور پھر وہ ان کے باپ دادا کی ہے' ایسے کیسے چھوڑ دیں جبکہ ناجائز اُن لوگوں نے قبضہ کیا ہوا ہے''۔ وہ بولیں۔

''آپ بھی ساتھ جائیں گی''۔ اس نے پوچھا۔

''ہاں...... سوچ رہی ہوں اس بار چلی جاؤں میں بھی' سالوں گزر گئے ہیں بہن کو دیکھے ہوئے' بہنوئی بھی اب تو اس دنیا میں نہیں ہے' پتہ نہیں کیسا رکھا ہوا ہوگا اس آدمی نے''۔ کلثوم بانو کے چہرے پر درد کی لہر دوڑ گئی' ان کی ایک رشتے کی بہن تھی جو سگوں کی طرح ہی تھی۔ ان کی بہن پر دیور نے ظلم کے پہاڑ توڑے ہوئے تھے یہ خبر انہیں ملتی تھی پھر ان کی خود کی زمین پر بھی قبضہ کرکے بیٹھا ہوا تھا تب سے کلثوم بانو نے کوئٹہ کا رُخ کرنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

''زرینہ کی ایک بیٹی بھی تھی پتہ نہیں کیسی ہوگی' اب تو جوان ہوگی''۔ ان کا ذہن ماضی میں چلا گیا۔

''حمود! میں جب بھی منتہیٰ کو دیکھتی ہوں تو جانے کیوں وہ اتنی اپنی سی لگتی تھی''۔

''اس لئے کہ وہ آپ کی بہو تھی' اسی لئے اپنی لگتی تھی''۔ اس نے ان کے بکھرتے خیالات کو روکا اور ماضی سے باہر نکالا۔

''امی! مس کو گھر جانا ہے''۔ راحمہ دھم دھم کرتی اندر آئی تو دونوں ہی چونک گئے۔

''اچھا میں آتی ہوں''۔ وہ سنبھل گئی تھیں۔

''میں ڈراپ کردوں گا اسے' آپ شہزادے نہیں بولیے''۔ حمود نے راحمہ کے جانے کے بعد انہیں روکا۔

''حمود! تمہارے بابا کو ذرا بھی سن گن مل گئی تو مجھے ڈر ہے کہ نیا ہنگامہ نہ کھڑا ہو جائے کیونکہ حمنیٰ بھی تقریباً روز ہی آنے لگی ہے''۔ وہ خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھیں۔

''امی! آپ اتنا کیوں ڈرتی ہیں' اول تو ایسی کوئی بات نہیں ہوگی میں سنبھال لوں گا''۔ دونوں باتیں کرتے ہوئے ہال میں آ گئے۔ وہ گرین کاٹن کے پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس سر سے پیر تک چادر لپیٹ کے جانے کیلئے تیار تھیں۔

''تمہیں جانے کی بڑی جلدی رہتی ہے''۔ حمود نے تیز لہجے میں کہا' شکر تھا راحمہ وہاں نہیں تھی۔ کلثوم بانو مسکرانے لگیں جبکہ وہ شرم سے جھینپ رہی تھی۔

''سات بج گئے ہیں''۔ اس نے ٹائم کا احساس دلایا۔

''امی! آپ کی بہو ٹائم کا بہت حساب کتاب رکھتی ہے''۔ اس نے شکایت کی۔

''اچھا ہے ناں تمہیں تو ٹائم کی قدر ہی نہیں ہے' کوئی تو اس گھر میں ہوگا جو ٹائم سے چلے گا''۔ انہیں اس کی یہ عادت بہت اچھی لگی تھی' منتہیٰ لب بھینچے ہوئے تھی' اسے اب یہاں آتے ہوئے اور شرم آتی تھی۔

''آج رات دو بجے میں کال کروں گا' سمجھیں تم''۔ فرنٹ سیٹ کا ڈور کھولا' وہ اندر بیٹھی' خود بھی تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔

''مجھے جلدی نیند آتی ہے''۔ اس نے بے مروتی سے کہا۔

''مگر مجھے نہیں آتی ہے' تمہیں جاگنا ہوگا''۔

''مجھے پہلے آپ یہ بتایئے نمازیں پڑھ رہے ہیں؟'' اس نے الٹا سوال کیا۔

''الحمدللہ' ساری نمازیں پڑھ رہا ہوں''۔ اس نے اچٹتی نگاہ ڈالی جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''ہوں''۔ اس نے سر ہلایا۔

''نیکسٹ ویک امی اور بابا کوئٹہ جارہے ہیں''۔

''کوئٹہ''۔ منتہیٰ کے چہرے پر سایہ سا لہرایا' اسے اپنی ماں یاد آ گئی' چھ ماہ کا عرصہ بہت ہوتا ہے وہ ان سے اب تک ملی نہیں تھی۔

''سنیئے! مجھے اپنی امو جان سے ملنا ہے''۔ اس نے حمود کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھا' وہ اتنی بے چین اور بے قرار سی ہوگئی تھی۔

''ہوں چلیں گے''۔ وہ مسکرایا۔

''مگر نہیں...... وہ میرے چاچا آپ کو بھی نہیں چھوڑیں گے' نہیں...... نہیں جانا مجھے''۔ وہ ڈر کر سہم گئی۔

''کم آن منتہیٰ! کچھ نہیں ہوگا' میں ہوں ناں' میں بھی دیکھتا ہوں تمہارے چاچا کو کیا کرلیتے ہیں''۔

''آپ کو نہیں پتہ' امو جان کو کمرے میں بند کرکے رکھا ہوا تھا اور مجھے بھی ملنے نہیں دیتے تھے' بابا کی ڈیتھ کے بعد امو جان نے مجھے بہت سنبھال سنبھال کے رکھا ہے''۔ وہ افسردہ سی ہونے لگی۔

''تم پریشان نہیں ہو' کسی دن بھی ہم دونوں چلیں گے' پہلے بابا کوئٹہ سے ہوکر آ جائیں' ہماری زمین کا

مسئلہ چل رہا ہے کسی میران خان نے اس پر قبضہ کیا ہوا ہے''۔

''میران خان......'' منتہیٰ چونک گئی۔ یہ نام وہ کبھی نہیں بھول سکتی تھی' زندگی کی تھک کی ہوئی تھی' ڈرا ڈرا کے رکھا ہوا تھا اس نام نے' راتوں کو ڈرنے لگی تھی۔

''یہ بہت بگڑا ہوا آدمی ہے''۔ حمود بول رہا تھا اور اس کا ذہن کہیں اور پرواز کر رہا تھا۔

جل تھل موسم بھی اس کی توجہ اپنی جانب مبذول نہیں کروا رہا تھا' صبح سے بارش کا سلسلہ بوندا باندی کی صورت میں ہو رہا تھا' اس وقت بارش ہلکی تھی شام کی سیاہی بھی ابر آلود موسم میں زیادہ تھی' پڑھانے کا موڈ نہیں تھا وہ تو حمود ہی اسے لینے آ گیا تو مجبوراً آنا پڑا۔

''دیکھ کے آہستہ چلایئے' پانی بہت جمع ہے روڈ پر''۔ بریک لگنے سے اس کے خیالوں کا تسلسل ٹوٹا تھا۔

''پورا ٹریفک بلاک ہے''۔ وہ اسٹیئرنگ پر جھنجھلا کر دونوں ہاتھ مارنے لگا' اسے اپنے آفس بھی تو جانا تھا' لگتا تھا وہ بھی کینسل کرنا پڑے گا' موبائل نکالا اور بات کرنے لگا۔ منتہیٰ تو میران خان کے نام پر ابھی تک الجھی ہوئی تھی کیونکہ وہ بھی تو کوئٹہ میں تھے۔

''ضروری ہے وہی اس کے چاچا ہوں''۔ اپنی سوچ کی نفی بھی کی۔

''مغرب تو لگتا ہے یہیں ہو جائے گی' تمہاری اور میری نماز قضا ہی ہوگی''۔ آگے پیچھے دور تک گاڑیوں کا ہی رش تھا۔

''یہ میران خان کوئٹہ میں کہاں رہتے ہیں؟'' اس نے پوچھا۔

''نوشکی میں''۔

''نوشکی میں......'' وہ دل پر ہاتھ رکھ کر رہ گئی۔

''ضروری ہے وہ تمہارے چاچا ہوں' ارے نہیں وہ نہیں ہو سکتے''۔ حمود نے اس کا چہرہ دیکھا جو پھیکا پڑ رہا تھا۔

''منتہیٰ! کم آن تم اتنی سہم کیوں رہی ہو' یار میں ہوں ناں تمہارے ساتھ''۔ وہ اس کی جانب گھوم کے تسلی دینے لگا۔

''مجھے ڈر لگتا ہے اگر......؟''

''نہیں ڈرو' کیوں ڈرتی ہو' اللہ تعالیٰ ہے ناں ہمارے ساتھ' ایسا کچھ بھی غلط نہیں ہوگا''۔ حمود نے اسے تسلی دے تو دی تھی مگر ذہن اس کا بھی بھٹکا کیونکہ میران خان منتہیٰ کے چاچا بھی تھے' اب اسے پتہ لگانا تھا کہ وہی تو نہیں ہیں جنہوں نے منتہیٰ کی ماں کو بھی قید کر کے رکھا ہوا ہے اور اس کا تو کوئی رشتہ بھی نکلتا ہے' وہ منتہیٰ کو بغور دیکھے گیا کیونکہ کلثوم بانو پہلے ہی کہہ چکی تھیں اس لڑکی سے ضرور کوئی رشتہ ہے۔

''کاش ایسا ہو جائے''۔ حمود نے دل سے دعا کی تھی۔

☆

''ساری جگہ تلاش کر لیا ہے دونوں کا کہیں پتہ نہیں چلا''۔ محریب آخری کوشش کر کے بے بس سا بیٹھ گیا۔ سارے ہی فکرمند مغموم سے ہال کمرے میں جمع تھے' مبینہ کا رو رو کے برا حال تھا' تہذیب صبح کی آفس سے نکلی تھی وہ تو یہ کہنے آئی تھیں کہ محریب بارش کا موسم ہے وہ اسے لے آئے مگر محریب کو کہیں ضروری جانا تھا فائق کو لینے بھیج دیا تھا' اس کا بھی کوئی اتا پتا نہیں تھا' فائق کا موبائل آف جا رہا تھا۔

''ابو! فائق بھائی کے میں نے سارے دوستوں کو ٹرائی کر لیا ہے''۔ رافع بھی اس وقت سے اسی بھاگ دوڑ میں لگا تھا۔ گھر میں ایک دم سے ہی اداسی کا بسیرا ہو گیا تھا' ناظمہ کا خود فکر سے برا حال تھا۔

محریب کو کچھ دن پہلے ہی تو فائق نے فاطمہ کے کیس کا بتایا تھا اور اب اچانک ہی ایسا حادثہ اسے بھی برے برے وسوسے آ رہے تھے' وہ مبینہ آنٹی سے بول کے انہیں فکرمند نہیں کرنا چاہتا تھا' اس نے ایف آئی آر درج کروا دی تھی۔

''اگر مجھے پتہ ہوتا تو میں اسے آج جانے ہی نہیں دیتی''۔ وہ بولیں۔

''مبینہ! دعا کرو انشاءاللہ بچے مل جائیں گے' مجھے تو یہ بھی سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ فائق اسے لینے پہنچ بھی گیا تھا یا نہیں''۔ نزہت بیگم انہیں تسلی دینے کے ساتھ خود بھی پریشان تھیں۔

''آنٹی! آپ آرام کریں جا کر' کب سے بیٹھیں ہوئی ہیں''۔

''بیٹا! کیسے آرام کروں' پتہ نہیں میری بچی کہاں رہ گئی ہے' کیا ہوگا اب؟'' وہ تو روئے جا رہی تھیں۔

''سب ٹھیک ہوگا' اگر اس طرح روتی رہیں تو کچھ نہیں ہوگا' آپ سب دعا کریں میں بھی کوشش کر رہا ہوں''۔ محریب نے انہیں اطمینان دلایا۔

مبینہ کو نزہت بیگم زبردستی ان کے گھر تک چھوڑ کے آئی تھیں' منتہیٰ' حکمت بھی افسردہ اور غمگین سی تھیں' حمزہ بھی چپ ہو گیا تھا' کسی نے بھی کھانا نہیں کھایا تھا۔ منتہیٰ تو باقاعدہ دعائیں پڑھ رہی تھی تہذیب اور فائق کی سلامتی سے گھر واپس آنے کی۔ اس رات سب ہی جاگ رہے تھے' محریب الگ بے کل اور پریشان سا تھا' رات کے دو بجے پھر وہ باہر نکل گیا تھا' مائز نے بھی اپنی ساری کوششیں کر ڈالی تھیں مگر وہ بھی مایوس گھر واپس آیا تھا۔ محریب نے بھی جہاں تک ہو سکتا تھا تلاش میں لگا ہوا تھا وہ تو میڈم فرحت تک کے گھر چلا گیا تھا وہ اس کی ٹیچر بھی رہ چکی تھیں' ان سے ہی فاطمہ کے کیس کی بھی تفصیل لی تھی' ساری کہانی انہوں نے محریب کو بتا دی تھی' وہ اور ہی گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

بارش تھم گئی تھی مگر سڑکوں پر پانی جمع تھا' اس نے بارش کی بھی پرواہ نہیں کی تھی' ان دونوں کو ڈھونڈنے میں پوری رات تمام کر دی تھی' موسم میں ٹھنڈک سی ہو گئی تھی مگر کسی کو بھی چین نہیں تھا۔

(جاری ہے)

☆

کب سے وہ بے سدھ سی پڑی تھی' نہ ہی اس نے آنکھ کھول کے دیکھا تھا' ٹوٹا پھوٹا چھوٹا سا کمرہ تھا' ایک چار پڑی تھی جس پر وہ تھی' ایک چھوٹی سی ٹیبل جس پر پانی کا جگ اور گلاس بھی رکھا تھا' کچا فرش جو بارش کے پانی کی سے گیلا تھا' چھت بھی ٹپک رہی تھی۔ دروازہ بڑا سا لکڑی کا تھا جو فائق نے کئی بار کھولنے کی کوشش کی تھی مگر نا کامی تھی۔ دونوں ہاتھ پشت پر جمائے وہ تہذیب کو دیکھ رہا تھا' اس کے گیلے کپڑے کچھ خشک ہو گئے تھے' جس وقت گاڑی سے یہاں اندر آئے تھے وہ تقریباً بھیگ ہی گئی تھی۔

فائق اس کا ماتھا چھونے لگا جو بخار سے تپ رہا تھا' اس کے گلے سے دوپٹہ نکالا اور گلاس میں پانی لایا' دوپٹہ بھگو کے اس کے ماتھے پر رکھنے لگا تھا کہ کسی طرح تو اس کا بخار کم ہو۔ لانے والے تو انہیں یہاں بند کر کے بھول چکے جانے کتنے گھنٹے گزر گئے تھے' موبائل بھی یہاں کام نہیں کر رہا تھا۔ کتنی بار وہ کال ملا چکا تھا' موبائل اپنا سائلنٹ پر رکھ تھا تا کہ ان نامعلوم افراد کو پتہ نہیں چل جائے اور وہ یہ آس بھی اس سے چھین لیں۔

کب سے وہ اس کی تیمارداری میں لگا ہوا تھا' کسی طرح بھی اس کا بخار کم ہو۔ ڈر و خوف سے وہ بے ہوش حالت میں چلی گئی تھی۔ فائق اس کے چہرے کو بغور دیکھنے لگا' جو چند گھنٹوں میں کملا گیا تھا' بال بکھر کے اس چہرے پر پڑے تھے۔ کاٹن کا سوٹ ملگجا سا ہو گیا تھا' وہ اس کی زندگی میں ٹھیک طرح داخل بھی نہیں ہوئی تھی اسے پرایا کیا جا رہا تھا' ابھی تک بھی وہ کچھ نہیں بولا تھا کیونکہ جب وہ کسی قابل ہی نہیں تھا تو کیسے اپنی خواہش اظہار کرتا۔

تہذیب نے کسمسا کر سر ہلایا تھا' بان کی چارپائی پر وہ نقاہت زدہ پڑی تھی خود فائق کا حلیہ بھی خراب تھا بگڑ پینٹ اور گرے شرٹ کیچڑ اور پانی سے تقریباً خراب ہی تھے' بالوں کو اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے سنوارا۔

''امی...... امی......'' وہ بڑبڑا رہی تھی۔ فائق اس کے قریب آیا۔ گلاس ٹیبل پر رکھا' دوپٹہ کھول کے اس پر ڈا تہذیب نے بمشکل آنکھیں کھول کے اسے دیکھا' خالی خالی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی مگر جب ایک ایک کر تمام منظر یاد آیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

''تہذیب! پلیز اس طرح نہیں روؤ''۔ فائق گھبرا گیا۔ کبھی اس نے سوچا بھی نہیں تھا یہ حالات بھی ان دونوں آ سکتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کو تاک تاک کے طنزیہ جملے بولتے تھے۔

''کیوں لے آئے ہیں یہ لوگ ہمیں؟''

''ہمیں نہیں تمہیں...... میں تو فضول میں تمہاری وجہ سے مارا گیا ہوں''۔ فائق نے اس کا ذرا خیال نہیں کیا' طنز تیر پھینکا۔ تہذیب نے اس اکھڑ اور بد دماغ شخص کو ناگواری سے دیکھا۔ ایک تو بخار کی وجہ سے دل و دماغ کام نہیں رہے تھے اس پر فائق کی ایسی بات۔

''چھوڑ کر چلے جائیں' کیوں ہیں یہاں اب تک''۔ وہ اپنا آنچل شانوں پر برابر کرتی ہوئی اٹھی۔ فائق کو اس زرد چہرہ اور نقاہت زدہ وجود قابل رحم لگ رہا تھا' اس نے اپنی زندگی میں اسے جگہ دی ہوئی تھی مگر جب سے یہ خبر ہو کہ وہ کسی اور کی ہو رہی ہے وہ اور چڑچڑا سا ہو گیا تھا۔

''سب تمہاری ضد کی وجہ سے ہوا ہے' نہ تم یہ جاب کرتیں اور نہ ہی وہ فاطمہ کا شوہر ہمیں یوں کڈنیپ کرواتا''۔

''ساری مصیبت آپ کی وجہ سے آئی ہے' جب جب آپ میرے راستے میں آئے ہیں میرے ساتھ بُرا ہ ہے''۔ وہ بھی حساب برابر کرنے سے باز نہ آئی۔

''واٹ...... میری وجہ سے مصیبت آئی ہے...... ارے کتنی ناشکری لڑکی ہو' ہر بار میں تمہیں بچانے پہنچا ہوں''

ن کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔

''احسان جتایا ہے ہر بار آپ نے' نہیں چاہیے مجھے آپ کی کوئی مدد''۔ منہ ہی گھما لیا جبکہ کل سے ڈر ڈر کے اسے ر آ گیا تھا۔

''بکواس بند کرو اپنی''۔ وہ دھاڑا تھا۔ دونوں کافی دیر تک ایک دوسرے سے بحث کرتے رہے تھے۔ دروازہ کھلا تہذیب اس لمبی لمبی مونچھوں والے شخص کو دیکھ کر فائق کی پشت کے پیچھے کھڑی ہو گئی کیونکہ اس کی نگاہوں میں جو لت اس نے دیکھی تھی اسے جھرجھری کے ساتھ پسینہ آ گیا' فائق کی پشت پر اپنے گرم گرم ہاتھ رکھ دیے تھے' فائق ں پر حدت حرارت سے چونک گیا' وہ خاصی گرم ہو رہی تھی۔

''ہمیں کیوں رکھا ہوا ہے یہاں' کیا مقصد ہے؟'' فائق نے بے زاری اور غصہ سے پوچھا۔

''جو مقصد ہے وہ تو پورا کرنا ہے' مجھ سے ٹکر لی ہے' فاطمہ کو اس نے طلاق دلوائی ہے' تم دیکھنا کیا حشر کرتا ہوں اس ''۔ فاطمہ کا شوہر غراتا دھاڑتا ہوا اندر آیا تھا کیونکہ وہ کب سے موقع کی تلاش میں تھا' آج تہذیب اس کے چنگل ں پھنس گئی تھی۔

''دیکھو یہ لڑکی اکیلی نہیں تھی' یہ وہاں جاب کرتی ہے اس نے طلاق نہیں دلوائی ہے''۔ فائق نے جواب دیا۔ ہذیب کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔

''مشکور! نکال اسے باہر''۔ جاوید نے دھاڑ کے کہا۔ مشکور نے حکم کی تعمیل کی' ایک جھٹکے میں تہذیب اس کے دموں میں تھی' فائق بھی گھبرا گیا۔

''دیکھو تم آرام سے بات کرو' اس کا تو کوئی قصور نہیں ہے''۔ اس نے تہذیب کو اٹھایا' وہ فائق کو مضبوطی سے ھامے ہوئے تھی۔

''تم دیکھنا اس کا کتنا بھیانک انجام ہو گا' اس نے چوہدری جاوید سے ٹکر لی ہے''۔ وہ چیخا۔

''مشکور! اس لڑکے کو میری بات سمجھا دے''۔ جاوید نے اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرا' لمبا چوڑا حلیہ پورا بدمعاشوں والا تھا۔

''سن لڑکے! تجھے بس اتنا کرنا ہے اس لڑکی کی عزت تار تار کرنی ہے''۔

''نہیں''۔ تہذیب تو وحشت سے چیخنے لگی۔ فائق کی آنکھیں پھٹ گئیں' لب بھینچ کے اندر سانس لیا۔

''فضول بک رہے ہو''۔ وہ بولا۔

''مجھے پتہ ہے یہ تیرے گھر میں رہتی ہے' جب یہ لٹ کے یہاں سے جائے گی کوئی قبول نہیں کرے گا''۔

''نہیں...... نہیں'' تہذیب تو پاگل ہونے لگی۔

''تمہاری اس بے ہودہ سوچ پر میں لعنت بھیجتا ہوں' ایسا کچھ نہیں کروں گا''۔ فائق نے تہذیب کے ہاتھوں کو تھام کے اسے سنبھالا۔

''ٹھیک ہے پھر' چل مشکور لے کر چل' آج تیری رات رنگین کرواتا ہوں' صبح پھر تصویریں بھی چھپیں گی اس لیڈر کی' بہت حقوق دلواتی ہے ناں' دیکھتا ہوں بعد میں کیسے لڑتی ہے''۔ جاوید نے مکروہ ہنسی کے ساتھ تہذیب کا ہاتھ کھینچا۔

''بس کرو...... پلیز...... نہیں کرو...... میں ہاتھ جوڑتی ہوں''۔ وہ تو گرنے ہی لگی۔

فائق کو مشکور کے پیلے دانت اور جنگلیوں کے سے حلیے پر گھن آنے لگی' وہ کیسے گوارا کرلے اس کی محبت کو کوئی بے دردی سے زخمی کر دے۔

''یہ لڑکا تو مان نہیں رہا' کچھ تو کرنا ہے ناں''۔ وہ ہنسا۔

''تمہیں ایسے کروا کر کیا ملے گا؟'' فائق ڈرتے کانپتے لہجے میں بولا۔

''سکون...... کیونکہ اس لڑکی نے میری عزت دو کوڑی کی کروادی ہے' جب یہ دو کوڑی کی ہو کر یہاں سے گی تو اسے پتہ چلے گا''۔ مشکور' تہذیب کو گھسیٹنے لگا تھا۔

''پلیز...... چھوڑ دو اسے' تم میری بات تو سمجھو''۔ فائق کا وہ ہاتھ نہیں چھوڑ رہی تھی۔

''تم جب میری بات نہیں مان رہے تو ٹھیک ہے ہم ہی کچھ کرتے ہیں''۔

''اچھا ٹھیک ہے میں تیار ہوں''۔ فائق نے اندر گرم گھونٹ اتارا۔ تہذیب نے چونک کر اسے دیکھا؛ روکے ہوئے تھا' مشکور نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

''خاصے عقلمند ہو' جلدی مان گئے''۔ جاوید نے تمسخر کے ساتھ طنز ہی کیا۔

کیسے وہ اس غلیظ آدمی کو تہذیب کو چھونے دے جو پاکیزہ سی نرم و نازک سی تھی' کیسے سرد ہاتھوں کو؟ برداشت کرے۔

''نہیں...... تم ایسا نہیں کرو گے''۔ وہ فائق کا ہاتھ چھوڑ کے دور ہوئی۔

''تمہیں سبق ملنا چاہیے' میری بھی نہیں مانی تم نے' دیکھنا کیا حشر کرتا ہوں تمہارا''۔ اس نے بازو رہے دور پھینکا۔ فائق کی آنکھوں میں وہ سب کچھ گلاسز سے نظر آ رہا تھا جو تہذیب نے آج تک نہیں دیکھا تھا مگر آ وہ مضبوطی نہیں تھی۔

''چل مشکور! ہم تھوڑی دیر میں آئیں گے''۔ جاوید نے مشکور کو چلنے کو کہا۔

''فائق! دھوکے باز' نظر باز''۔ وہ جتنی گالیاں دے سکتی تھی دے رہی تھی' وہ دونوں چلے گئے تھے۔ فائ بازو گھسیٹ کے خود سے قریب کر لیا تھا' اپنے لب اس کی سلگتی ہوئی گردن پر رکھ دیئے تھے۔ تہذیب کو ایسا سانپ رینگ رہا ہو اور وہ لمحوں میں لہرا کے گرنے والی تھی' بروقت فائق نے تھاما تھا اور چارپائی پر لٹایا' تہذ آنکھیں بند ہو رہی تھیں' وہ اس کے ایسے قریب ہو کر لیٹا کی دروازے سے جھانکتی دو آنکھوں کو یہی تاثر دیا تہذیب کے قریب ہے' اس کے بعد فائق نے جلتے پیلے بلب پر اسٹیل کا گلاس دے مارا' جلتا بلب ٹوٹ کے بکھ اب کمرے میں گھپ اندھیرا تھا' دو نفوس کی سانسیں تھیں اور کچھ نہیں تھا' وہ پسینے پسینے ہو رہا تھا' ہاتھ کو ہاتھ سجھائی دے رہا تھا' تہذیب چیخ رہی تھی۔

''میں کچھ نہیں کر رہا' تم ڈرو نہیں''۔ سرگوشی کی تھی۔

☆

منگنی کو اس کی چار دن گزر گئے تھے' حمود نے جمنی سے اس دن سے کوئی رابطہ نہیں رکھا تھا' جہاں وہ کال کرتی کو مصروف ظاہر کر کے بات جلدی ختم کر دیتا تھا۔

''پتہ ہے نیاز تمہاری شکایت کر رہا تھا''۔

''میں نے منگنی کروا تو لی اب کیا پرابلم ہے انہیں''۔ وہ چڑ کے گویا ہوا۔

''جمنی سے بات کیوں نہیں کرتے ہو''۔

''میں مصروف ہوتا ہوں آپ جانتے ہیں' کبھی آپ کے آفس میں تو کبھی مجھے اپنی فیکٹری میں بھی جانا پڑ فارغ تو رہتا نہیں ہوں''۔ وہ تیز لہجہ میں ناگواری سے بولا' آج اتفاق سے دونوں باپ بیٹا ڈنر پر موجود تھے اور

ر کو ہمیشہ کھانے کا ٹائم ہی ایسا ملتا تھا کہ اسے گھیر کے بات کرتے تھے۔

''میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ جتنا تم دونوں ایک ساتھ وقت گزارو گے تم دونوں کی آگے کی لائف اچھی گزرے ۔ وہ نرم سے لہجے میں سمجھانے لگے۔

''مجھے پتہ ہے میری آگے کی لائف کیسی گزرنی ہے' بابا! آپ کیوں اتنی ٹینشن لیتے ہیں''۔ وہ انہیں اطمینان نے لگا۔

''حمود! مجھے تم پر آج کل کچھ اور ہی رنگ نظر آنے لگا ہے''۔ وہ پھر طنز سے اس کا جائزہ لینے لگے' وہ کچھ گڑبڑایا مگر فوراً ہی خود کو نارمل بھی کر لیا۔

''بابا! آپ کا بھی جواب نہیں ہے' مجھے ایسے بول رہے ہیں جیسے میں گرگٹ ہوں یا کوئی ایسی لڑکی جو نومولود کو جنم نے والی ہو جس کے رنگ بدلتے رہتے ہیں''۔ اس نے شوخی سے کہہ کر بات گھمادی۔

''دیکھا تم نے' کیسی فضول بکواس کرتا ہے وہ بھی اپنے باپ سے''۔ ہشام سالار کو غصہ آ گیا۔ کلثوم بانو کی دبی نسی نکلی تھی جبکہ وہ ٹی وی کا ریموٹ اٹھا چکا تھا' راحمہ نے چیخنا شروع کر دیا۔

''کب سے ٹی وی دیکھ رہی ہو اب مجھے دیکھنے دو''۔ چینلز سرچ کرنا شروع کر دیئے۔

''میں دیکھ رہی ہوں''۔ وہ منہ بسورنے لگی۔

''تم سے کتنا کہا ہے کم دیکھا کرو''۔ وہ کاؤچ پر بیٹھ گیا۔

''آپ اپنے روم میں جا کر دیکھیں''۔ اس نے ریموٹ جھپٹا۔ دونوں کی لڑائی طول پکڑتی' کلثوم بانو وہاں آ لگیں' حمود کو اشاروں میں کچھ کہنے لگیں تھیں' راحمہ نے ریموٹ لیا اور اپنا پسندیدہ چینل دوبارہ لگالیا۔

''مجھے تم سے بات کرنی ہے تم اپنے کمرے میں جاؤ''۔ وہ اسے تھپکی دے کر بولیں۔ حمود نے بغور ان کا پُرسوچ چہرہ دیکھا' فوراً حکم کی تعمیل کیلئے اٹھا تھا۔ کافی دن سے وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا تھا کیونکہ اتنی بڑی بات چھپانے کا جو بوجھ اٹھائے پھر رہا تھا۔

اس نے کپڑے وغیرہ چینج کرنے کے بعد حسب معمول موبائل پر کالز ضرور چیک کی تھیں' منتہیٰ کی مس کال تک نہیں تھی۔

''اتنی انا ہے اس لڑکی میں' مجال ہے کہ میری خود سے کبھی خیر خبر لے لے''۔ وہ منہ ہی منہ میں غصہ سے بڑبڑا کے رہ گیا۔

''ہوں...... تو بات ہو رہی ہے منتہیٰ سے''۔ کلثوم بانو نے مسکرا کے معنی خیزی سے اسے چھیڑا' وہ جھینپ کے موبائل کو سائیڈ پر رکھنے لگا۔

''یہ ٹائم محترمہ کی عبادت کا ٹائم ہے' بات نہیں ہو سکتی''۔ اس نے دیکھا گیارہ بج رہے تھے اور اس ٹائم وہ عشاء کی نماز پڑھتی تھی۔

''مجھے فخر ہے مجھے بہو صوم و صلوٰۃ کی پابند ملی' جس نے میرے بیٹے کو نمازی بنادیا''۔ انہوں نے اس کا چہرہ دیکھا تو وہ مسکرانے لگا۔

''میں اکثر یہ سوچتی تھی حمود اتنا پابند کب سے ہو گیا نماز کا کیونکہ میرا شیر بیٹا اب تو فجر میں بھی چلا جاتا ہے''۔

''جی ہاں وہ آپ کی بہو کی مس کال وہ بھی لمبی سی آتی ہے تو میں اٹھتا ہوں''۔

''یعنی خاصا سیدھا کر دیا ہے تمہیں''۔ وہ چھیڑنے لگیں۔

''اتنا سیدھا کہ خود اب سیدھی نہیں ہو رہی ہے''۔ وہ گویا ہوا۔
''آپ کو مجھ سے غالباً کچھ ضروری بات کرنی تھی''۔
''او ہاں...... یاد آیا......'' وہ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوئیں۔
''بیٹا! منتہیٰ کو تم اتنا اگنور نہیں کرو ورنہ بیٹا اگر تمہارے بابا اور نیاز بھائی میں جھگڑا ہو گیا منتہیٰ کی وجہ سے جائے گی''۔ وہ اسے آگاہ کرنے لگیں۔
''میں تو انتظار میں ہوں کسی طرح ہو تو سہی''۔ وہ اطمینان سے بولا۔
''حمود! بیٹا کیا بول رہے ہو''۔ وہ تو ڈر ہی گئیں۔
''امی! کیوں اتنا ڈر ڈر کے رہتی ہیں' میں نہیں ڈرتا نیاز انکل سے' کل کی ہوتی آج ہی پارٹنرشپ تو: بھی چاہتا ہوں''۔
''بیٹا! کیوں میرا دل ہولا رہا ہے''۔ وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سرزنش کرنے لگیں۔
''امی! آپ جانتی ہیں نہ منتہیٰ سے میں کسی بھی طرح شادی نہیں کروں گا''۔
''ارے وہ تو میں بھی جانتی ہوں مگر بیٹا ابھی تمہاری منگنی ہوئی ہے اور تم ذرا سنبھل کے رہو''۔ وہ اسے سمجھاتی رہی تھیں کیونکہ وہ ابھی ایسا کچھ نہیں چاہتی تھیں کہ حمود کے نکاح کے متعلق کچھ پتہ چلے۔
کلثوم بانو اسے کافی لیکچر دینے کے بعد اٹھنے لگی تھیں کہ موبائل اٹھا کے حمود نے کال ملائی تھی۔
''آج آپ بات کیجیے''۔ جب اس نے دیکھا کہ کافی دیر گزر چکی ہے تو کال ملائی تھی کیونکہ منتہیٰ سے سے بات بھی نہیں ہو رہی تھی۔
''کیوں کیا آپ نے' پہلے بتایئے عشاء کی نماز پڑھی''۔ چھوٹتے ہی دوسری جانب سے منتہیٰ کی مہین تھی' کلثوم بانو کے ہونٹ مسکرانے لگے۔
''بیٹا! میں ہوں حمود کی امی''۔
''جی وہ آپ......'' وہ تو گڑبڑا ہی گئی۔ حمود نے اسپیکر آن کر لیا تھا کیونکہ وہ بھی سننا چاہ رہا تھا' دبی د! اس کے ہونٹوں پر بھی تھی۔
''ہاں حمود نے عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھایا ہے اور اب اپنے روم میں ہے' تم سناؤ کیسی ہو؟'' وہ چال پوچھنے لگیں۔ منتہیٰ کی آواز ہی نکلنا جیسے بند ہو گئی تھی' کال کٹ چکی تھی' وہ دونوں ہی مسکرانے لگے۔
''یعنی نماز کے معاملے میں اتنی سخت ہے' اسے پتہ تھا تم ہو فوراً پوچھنے لگی''۔
''دیکھ لیں آپ''۔ وہ بھی جھینپ سا گیا۔
کلثوم بانو حسب معمول اس کی پیشانی چوم کے چلی گئی تھیں' حمود کو اس کی گڑبڑاہٹ سے بھرپور آوا: محظوظ کیا تھا۔

☆

وہ اتنی کمزور اور لاغر ہو گئی تھی کہ فائق کو اس پر ترس آنے لگا۔ وہ چارپائی سے اٹھا دروازے پر آیا' د: لگاتے ہی کھل گیا۔ یعنی کل رات وہ دونوں بند کرنا بھول گئے تھے۔ اس نے کھول کے دیکھا تو ننھا چھوٹا مکان: صحن اور اس میں پیڑ پودے سب تھے' صبح کی ہلکی ہلکی سپیدی نمودار ہو رہی تھی' پرندوں کی چہکار بھی تھی' مٹی کی کہیں سے سوندھی سوندھی خوشبو تھی۔ فائق واپس آیا تہذیب کو اٹھایا۔

''تہذیب! اٹھو پلیز...... آنکھیں کھولو دیکھو آج ہمیں رہائی مل گئی''۔ وہ اس کا چہرہ تھپتھپانے لگا۔
تہذیب کو دور سے آتی آواز لگ رہی تھی' اس نے بمشکل آنکھیں کھول کے دیکھا وہ اس پر جھکا ہوا تھا' اس کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ کہاں ہے کیونکہ کتنا بھیانک خواب اس نے دیکھا تھا۔
''اٹھو تہذیب ہمت کرو''۔ فائق نے اسے سہارا دے کر کھڑا کیا' وہ اس کا بازو تھام کے دقتوں سے کھڑی ہوئی' وہ آہستہ تھکے تھکے قدموں سے چلنے لگی۔
فائق نے اطراف میں نگاہ دوڑائی' سناٹا تھا' وہ مین گیٹ تک آیا وہ بھی پتہ نہیں کیسے کھلا تھا اور وہ اس کے ساتھ خود کو گھسیٹتی ہوئی چلتی چلی جا رہی تھی۔ بخار کی وجہ سے تہذیب پر نقاہت طاری تھی۔ فائق کوئی بھی خطرہ مول نہیں چاہتا تھا' وہ اسے لئے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ تہذیب کے حلق میں ایسا لگ رہا تھا کانٹے چبھ رہے ہوں۔ کافی ن علاقہ تھا جگہ کا بھی پتہ نہیں چل رہا تھا کہ ہیں کہاں؟
فائق نے تشکر بھرا سانس لیا تھا اور ایک جگہ پر جا کر رک گیا۔ تہذیب اس سے پہلے کہ چکرا کے گرتی فائق نے تھام لیا تھا۔ بمشکل اسے سنبھال کے وہ فٹ پاتھ پر بیٹھ گیا' کافی چوڑی اور ویران سڑک تھی' سائٹ کا علاقہ تھا' جا رہے تھے' صبح کی سپیدی نمودار ہو چکی تھی۔
فائق کی بھی حالت بھاگنے سے خاصی ابتر تھی۔ اس پر تہذیب کو سنبھالنا اسے اور مشکل لگ رہا تھا' وہ اسے اپنے لگائے ہوئے بیٹھا تھا' کوئی تو سواری ملے' مگر علاقہ ایسا تھا یہاں سواری کا دور دور تک نام و نشان نہیں تھا۔
''مجھ سے نہیں چلا جا رہا ہے' پانی......'' وہ آنکھوں کو بمشکل کھول رہی تھی' حلق میں کانٹے چبھ رہے تھے۔
''تہذیب! پلیز خود کو سنبھالو یہاں پانی بھی ملنا مشکل ہے''۔ اس نے تہذیب کے بال چہرے سے ہٹائے' اس وہ بالکل ہی موم کی گڑیا کی طرح اس کی گود میں تھی' اسے کچھ خبر نہیں تھی وہ کس حالت میں ہے' بے ہوشی کی وجہ سے وہ اپنا غصہ تک بھول گئی تھی۔
کوئی تو خدا کا بندہ ان کی مدد کرے وہ شاہراہ پر آتے جاتے ٹرکوں کو دیکھ رہا تھا۔ زندگی میں کبھی اس نے نہیں سوچا تھا کہ یہ سب بھی ہوگا' وہ جو ہمیشہ اس لڑکی کو جان بوجھ کر تنگ کرتا تھا' جھڑکتا' آج اسے اس حال میں دیکھ کر اسے کتنی تکلیف ہو رہی تھی یہ وہی جانتا تھا اور پھر کل رات کے اس پہر جو کچھ بھی اس سے سرزد ہوا وہ محض کسی مجبوری میں ہوا' وہ کب ایسا چاہتا تھا' کب اس نے ایسا سوچا تھا کہ جسے وہ گلاب کی کلی کی طرح سنبھال کر سرد اور گرم سے بچا کر رکھنا چاہتا تھا کل رات کیسی گرم اور تند ہوا چلی تھی' اس کا سارا غرور' خودداری سب اڑا کر لے گئی تھی۔ جب وہ ہوش میں آئے گی تو اسے سب یاد آئے گا۔
''تب کیا کروں گا میں''۔ اس نے تہذیب کا چہرہ دیکھا۔
''اس کے نازک وجود کو کیوں اس نے ایسے چھوا' کیوں ہوا اس کی محبت کے ساتھ ایسا' وہ اسے کیا معاف کرے گی یا اس کی شکل دیکھنا چاہے گی؟'' اسے تو سارے خدشے اور فکریں پریشان کر رہی تھیں۔
''اور وہ دو دن گھر سے غائب رہی' کون اس کی پاکیزگی پر یقین کرے گا' اگر وہ بولے گا بھی تو کون سنے گا''۔ اس کے دماغ کی رگیں پھڑپھڑانے لگی تھیں۔
صبح ہو چکی تھی' ایک گاڑی قریب آنے لگی فائق نے گلاسز پر سے دھول صاف کی اسی وقت بریک لگے تھے' دو لڑکیاں اور معمر شخص اس میں تھا' فرنٹ ڈور کھلا تھا اور وہ خراماں خراماں آتا ہوا شخص' فائق کو خوف آنے لگا' تہذیب نے اسی وقت چیخنا شروع کر دیا تھا' اس کے تو حواس اور خراب ہونے لگے۔

☆

فجر میں چچی جان' تائی امی جب اٹھتیں تو سوتی نہیں تھیں اور آج بھی ابھی تک وہ فائق اور تہذیب کیلئے پڑھ رہی تھیں کہ خیریت سے لوٹ آئیں۔

پتہ نہیں کہاں ہیں دونوں' ساتھ بھی ہیں یا نہیں؟'' ناظمہ کو تو ہول ہی اٹھ رہے تھے۔

کراچی میں بارشوں کا سلسلہ جاری ہی تھا صبح سے پھر شروع ہو گئی تھی' انہیں اور زیادہ فکر ہونے لگی' پتہ بھی خراب ہے کدھر ہیں تین دن بہت ہوتے ہیں۔

پورچ میں ایکدم ہی شور ہو گیا' بارش کا شور کم اور لوگوں کا شور زیادہ تھا۔

''کون ہے باہر؟'' نزہت بیگم نے گلاس وال سے باہر دیکھا تھا' ہلکی ہلکی صبح کی روشنی تھی ہائی رُوف ا: پھر ایک شخص اس کے بعد فائق ہی اگا۔

''ناظمہ! مجھے فائق لگ رہا ہے''۔ انہوں نے فوراً ہی پورچ کا دروازہ کھولا۔ کچھ لمحوں میں کمزور لاغر سی فائق اٹھا کر لا رہا تھا' صبح کے وقت گھر میں ہلچل سی مچ گئی۔

وہ بھلے لوگ ہی تھے جو فائق کو اپنی گاڑی میں گھر تک چھوڑ گئے تھے۔ تہذیب پر بخار کی وجہ سے نقاہت اسے ناظمہ نے اپنے کمرے میں ہی رکھا تھا۔ مبینہ تو روئے جا رہی تھیں' حکمت کا بھی بُرا حال تھا' حمزہ اپنی ذمہ دار بہن کو اس حالت میں دیکھ کر الگ لب کچل رہا تھا' محریب اسے تسلی بھی دے رہا تھا۔

ڈاکٹر کو صبح ہوتے ہی محریب لے کے آیا تھا' اس نے چیک اپ کیا تو نمونیہ کا اٹیک اور ڈر و خوف : انجکشن کے زیر اثر سوتی رہی تھی' بارش کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا تھا۔

فائق نہا دھو کر اپنے تھکے ہوئے اعصاب کے ساتھ دھڑ سے بیڈ پر لیٹا تھا کیونکہ تین دن جس اذیت میں تھے وہی جانتا تھا اور اُس پر اس سے ایسی غلطی' وہ خود سے نگاہ نہیں ملا رہا تھا۔ سب کو تو اس نے یہ کہہ کر مطمئن کہ کوئی ڈاکو تھے' تاوان مانگنے کے چکر میں تھے' اصل بات اس نے چھپائی تھی ورنہ ایک قیامت الگ ہو محریب کی جانچتی اور تشویش بھری نگاہوں سے وہ بہت الجھ گیا تھا' اگر اسے بھی نہیں بتایا تو کسے بتائے گا اور ضروری تھا۔

کمرے میں ٹھنڈک کا احساس ہوا تو اس نے چادر اوڑھی' ذہن بھٹک بھٹک کے تہذیب کی طرف ہی ج جب وہ مکمل ہوش میں آئے گی تو کیسا ہو گا اس کا ردعمل' کیا وہ برداشت کر پائے گی' اگر نہیں کر پائی تو کیا معاشرہ کب قبول کرے گا' وہ خود کو بھی کون سا قبول کرے گی' کچھ تو کرنا ہے کیونکہ وہ زندگی سے دور چلی بالکل ہی کہیں کا نہیں رہے گا۔

محبت ہوئی بھی تو اس لڑکی کا یہ حال ہو گیا' محبت سے وہ منہ نہیں موڑ سکتا تھا' اسے کچھ تو فیصلہ لینا ہو گا۔ ا کے اندر رچ سی گئی تھی' وہ دور نہیں کرے گا چاہے اسے اپنی اَنا کو کچلنا پڑے' اسے تہذیب کو قبول کرنا ہے۔ آنکھ رہی تھیں' وہ سونا چاہتا تھا' سکون چاہتا تھا مگر اس کے دل و دماغ میں جتنا شور تھا وہ گھبرا گیا تھا۔ تہذیب کا خیال چین ہی نہیں لینے دے رہا تھا' کروٹیں بدلے جا رہا تھا۔

اس کا لمس اپنے آس پاس ابھی بھی محسوس ہو رہا تھا' وہ اٹھ کر بیٹھ گیا' دونوں ہاتھوں سے اپنے بال جکڑ لئے

''تہذیب! مجھے معاف کر دینا' میں نے جس مجبوری میں کیا میں ہی جانتا ہوں''۔ وہ خود سے ہمکلام ہوا۔

''خدا گواہ ہے میں نے حد کراس نہیں کی ہے''۔

وہ دائیں بائیں کمرے میں موجود سناٹے کو محسوس کرنے لگا مگر اندر کے شور کی وجہ سے وہ کمرے کے سناٹے میں ہیں سو پار رہا تھا' اٹھ کر چہل قدمی کرنے لگا پھر جب تھک گیا تو بیڈ پر آ گیا۔

☆

''بھائی! کتنا زبردست موسم ہو رہا ہے' واؤ''۔ راحمہ ٹیرس پر کھڑی ہلکی ہلکی ہوتی پھوار کو دیکھ کر خاصی ایکسائٹمنٹ کا رتھی' اسکول سے آج اس کی چھٹی بھی جلدی ہو گئی تھی۔

امی اور بابا کوئٹہ جانے کی تیاری کر چکے تھے' حمود چاہ رہا تھا کہ راحمہ بھی ساتھ جائے تاکہ اسے گھر میں آزادی مل ئے۔

''بھائی! بابا سے ایک بار پھر سفارش کریں مجھے بھی لے جائیں کوئٹہ''۔ وہ اس کے بیڈ پر چڑھ کر بیٹھی۔

''بابا سے جتنی مجھے کوشش کرنی تھی کر لی' ان کی ناں ہاں میں نہیں بدل سکتی''۔ وہ موبائل کے بٹن دبائے جا رہا ۔ کیونکہ منتہیٰ سے بات کرنے کو بے قرار تھا اور راحمہ اس کے سر پر سوار تھی۔

''راحمہ! تم کچھ دیر کیلئے پلیز نیچے چلی جاؤ''۔ وہ جیسے تنگ ہی آ گیا۔

''ہاں میں نیچے چلی جاؤں تاکہ آپ موبائل پر بات کر لیں بھابی سے''۔ وہ بے ساختہ بولی۔

''بھابی سے......کون بھابی؟'' وہ گڑبڑا گیا۔

''حمنیٰ بھابی''۔ یہ کہہ کر کھلکھلا کر ہنس دی۔ حمود نے چتون تیکھے کیے اور بغور اسے دیکھا' جانے اسے ایسا کیوں لگا کہ وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی۔

''کیا ہوا ہے آپ اتنا گھور کیوں رہے ہیں؟'' وہ اس کے بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔

''تم سے میں نے کتنی بار کہا ہے حمنیٰ کا ذکر کر کے میرا موڈ خراب نہیں کیا کرو''۔

''کیوں ان کا ذکر تو ہو گا جب وہ آپ کی منگیتر ہیں''۔ وہ اطمینان سے بولی۔

''اونہہ......منگیتر' جب میں اسے پسند ہی نہیں کرتا تو میں منگیتر بھی نہیں سمجھتا''۔ واقعی وہ بدمزا سا ہو گیا' موبائل اٹھا کر سائیڈ پر ڈال دیا۔

''سوری بھائی! آپ ناراض ہو گئے''۔ راحمہ کو اس پر ترس آیا۔

''راحمہ! تم جاؤ پلیز' کچھ دیر میں پھر امی اور بابا کو نکل جانا ہو گا''۔ وہ آہستگی سے گویا ہوا۔

''آپ کا موڈ خراب ہو گیا ہے ناں' آپ کیا سمجھتے ہیں حمنیٰ مجھے بہت پسند ہے کیا؟'' وہ بھی منہ بسور کے بولی۔

''تم اس کے ساتھ بہت چپکتی ہو''۔

''وہ تو میں اس لئے ایسا کرتی ہوں کہ آپ بھی ان سے ہر وقت رُوڈ سے ہوتے ہیں' امی نے مجھ سے کہا ہے کہ میں حمنیٰ کے ساتھ اپنا رویہ ٹھیک رکھا کروں''۔ وہ بھی سنجیدہ ہو گئی۔

''اس وقت تم یہ حمنیٰ کا ٹاپک بند کر دو مجھے اکتاہٹ ہوتی ہے''۔ وہ بے زاری سے بولا۔

''بھائی! میرے پاس ایک آئیڈیا ہے' کیا زبردست ہے' آپ کی حمنیٰ نیاز سے جان بھی چھوٹ جائے گی''۔ وہ پرجوش انداز میں بولتی ہوئی دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑنے لگی۔

''کیسا آئیڈیا؟'' حمود نے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''آپ ایسا کریں امی اور بابا تو کوئٹہ جا رہے ہیں' ان کے پیچھے میری مس ہیں ناں منتہیٰ' ان سے شادی کر لیں''۔

''کک......کیا......؟'' حمود تو اچھل ہی گیا اس کی بات پر۔

''کیوں کیا ہوا منتہیٰ مس اچھی ہیں' مجھے تو پسند ہیں' کیوں آپ کو نہیں پسند......؟''

''راحمہ! تم پاگل تو نہیں ہوگئی ہو''۔ اسے تو پسینے آ گئے۔

''اس میں پاگل ہونے کی کیا بات ہے' کم از کم حمنی باجی سے جان تو چھوٹ جائے گی' معصومیت سے بول رہی تھی کہ حمود اسے جانچتی اور تفتیشی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا کہ اس نے ایسی بات کیسے کر دی۔

''تم کیا سمجھتی ہو تمہاری مس مان جائیں گی''۔

''کیوں نہیں' کیا کمی ہے میرے بھائی میں' ڈیشنگ ہے پڑھا لکھا ہے''۔ تفاخر زدہ لہجے میں ہاتھ نچا کر

''اس کے بعد بابا کیا حشر کریں گے' یہ سوچا ہے''۔

''زیادہ سے زیادہ آپ سے بات کرنا بند کر دیں گے مگر مجھے یہ پتہ ہے گھر سے نہیں نکالیں گے''۔ جانتی تھی بابا کو جو اپنی اولاد کو ایسی سزا دیتے تھے کہ وہ یاد رکھتی تھی مگر گھر سے کبھی نہیں نکالیں گے' یہ پتہ تھا۔

''تم کیا سمجھتی ہو بہت سیدھی ہے تمہاری مس''۔

''اتنا تو خیر مجھے پتہ ہے سیدھی تو بالکل نہیں ہیں' جب ہی تو بڑے بڑوں کو وہ سیدھا کر چکی ہیں' میں ہوں''۔ کن اکھیوں سے اسے دیکھتے ہوئے ذو معنی لہجے میں بولی۔

''کیا مطلب ہے؟'' وہ چونکا۔

''میرا مطلب ہے جیسے مجھے سیدھا کر دیا پڑھائی میں دل لگانے لگی ہوں اور نماز بھی شروع کروا دی نے میری''۔ اس نے بھی بتایا۔

''کیا تمہاری بھی......'' حمود روانی میں حیرانگی سے بے ساختہ بولا۔

''کیا تمہاری بھی' کیوں آپ کی نمازیں انہوں نے شروع کروائی ہیں''۔ اس نے ڈائریکٹ اٹیک کیا۔

''جی نہیں...... میں نے خود شروع کی ہے' میری کوئی تمہاری مس سے بات چیت نہیں ہے''۔ وہ نگاہ چرا۔

''اچھا نہیں ہے''۔ وہ مسکرائی۔

''وہ مجھے بتا رہی تھیں کہ آج کل ان کے سیل پر کوئی رانگ کال بہت آ رہی ہے' تنگ ہیں بہت''۔

''کب سے آ رہی ہیں؟'' حمود تو بیٹھے سے کھڑا ہو گیا۔

''کال کر کے خود پوچھ لیں''۔ یہ کہہ کر وہ تیزی سے بھاگ لی۔

حمود اس کی باتوں کے مفہوم کو سمجھتا رہا' راحمہ آج خاصی معنی خیز باتیں کر کے گئی تھی' کہیں اسے بھی خبر تو نہیں ہے' وہ پورا ٹائم پریشان ہی رہا تھا۔

امی اور بابا دوپہر بارہ بجے نکل گئے تھے۔ گھر میں ایک دم خاموشی ہو گئی تھی۔ راحمہ کو اور آزادی مل گئی تھی سنبھال لیا تھا' حمود کا پورا دن پھر آفس میں گزر رہا تھا۔ رات کو گھر آیا تو وہ سو چکی تھی۔ منتہیٰ کو اس نے کال کر لی تھی۔

''کل تیار رہنا' میں لینے آ رہا ہوں''۔ فوراً ہی کہہ دیا۔

''امی بابا چلے گئے؟''

''ہاں چلے گئے ہیں' امی مجھ سے کہہ کر گئی ہیں کہ تمہیں چند دن کیلئے گھر لے آؤں''۔ وہ بول رہا تھا' حمکر ۔ مہیں بھی بوجھل تھیں۔

راحمہ......''

راحمہ کا مسئلہ نہیں ہے تم فکر نہیں کرو''۔ اس نے خاصی دیر اسے سمجھایا کیونکہ وہ آنے کیلئے حامی نہیں بھر رہی تھی لگ رہا تھا اس بار خود کو روکنا مشکل تھا' کب سے وہ خود پر پہرے بٹھائے ہوئے تھا۔

وہ پورے تین دن بعد مکمل ہوش میں آئی تھی اور جو پھوٹ پھوٹ کے روئی تھی' مبینہ رونے لگی تھیں کیونکہ وہ کچھ نہیں بتا رہی تھی۔ محریب کے گھر سے سب ہی اس کی خیر خیریت پوچھنے آتے رہے تھے مگر تہذیب کو جینے نہیں تھی۔

جس سے محبت کی دل ہی دل میں وہ اس طرح کرے گا' دل اس کا چیخ رہا تھا' فائق سے اسے نفرت ہونے ی۔

اس کا یہ قدم مجبوری میں تھا مگر وہ فائق کو سوچنا نہیں چاہتی تھی مگر اس کا ایک ایک انداز اسے اشتعال دلا رہا تھا' لمس ابھی بھی محسوس ہو رہے تھے' وہ گرم سانسیں' وہ تنفس وہ کچھ نہیں بھول پا رہی تھی۔ اس کی محبت کی ایسی دھجیاں اڑیں گی اُسے خبر نہ تھی اس کے ساتھ ایسا بھیانک انجام ہوگا سوچا نہ تھا' وہ تو زندگی تھی مگر کیا خبر تھی انجانے میں اس سے زندگی چھین لی جائے گی' جو دوسروں کو روشنی کی کرن دکھاتی تھی آج اس کی ل سے وہ کرن معدوم تھی۔

اتنا بڑا نقصان وہ ابھی تک بھی کسی کو نہیں بتا پائی تھی' بس چپ تھی مگر دل ایسا لگ رہا تھا پھٹ جائے گا' اگر کو بتائے گی تو وہ صدمے سے ہی بے ہوش ہو جائیں گی' حکمت' حمزہ یہ اس کے چھوٹے معصوم بہن بھائی' کس کہے۔

''تہذیب! کچھ تو بولو' کیوں چپ ہو' مر جاؤ گی ایسے''۔ منتہیٰ اس کے پاس بیٹھی تھی۔ تہذیب نے اپنی چھائی ہوئی صورت سے منتہیٰ کو دیکھا جو اس کیلئے کتنی فکر مند تھی' تین راتوں سے اسی کے پاس تھی حتیٰ کہ حمود تک کو ور کیا ہوا تھا۔

''کیا اس کو بتا دے شاید دل کا بوجھ کم ہو جائے''۔

''تہذیب! میری بہن بولو تو......'' وہ بھی روہانسی ہو گئی۔

منتہیٰ باجی......!'' بس اتنا بولی۔

''ہاں ہاں بولو......'' وہ اس کے ہاتھ تھام کے بولی۔ تہذیب کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے' لب بھینچ لئے جیسے وہ سب اس سے شیئر کرے مگر اندر کے غبار کو کسی طرح تو کم کرنا تھا۔

''تہذیب! گڑیا بولو......'' وہ جیسے سمجھ گئی تھی کہ وہ کچھ کہنا چاہتی ہے' کسی طرح تو اس کے دل کے اندر کا غبار نکالنا تا کہ وہ نارمل ہو سکے کیونکہ تین دن سے صرف رو رہی تھی' کسی سے بھی نہیں بول رہی تھی۔

''منتہیٰ باجی! اب مجھے جینا نہیں چاہیے''۔ دکھ و کرب سے گویا ہوئی۔

''ایسی بات کیوں بولتی ہو تم' ہزاروں سال جیو خوشیوں میں''۔ اس نے تڑپ کے اس کے ہاتھوں کو دبا کر عادی۔

''آپ کو نہیں پتہ مجھ پر ایک قیامت گزر گئی ہے' کیسے میں سب کا سامنا کروں گی۔ منتہیٰ باجی! یہ دنیا نہیں جینے دے گی مجھے''۔ وہ پھر رونے لگی۔

"تم کچھ بھی ایسا غلط نہیں سوچو' ہمیں فائق نے بتا دیا ہے کوئی ڈاکو وغیرہ تھے وہ تاوان لینا چاہتے دونوں کو انہوں نے کڈنیپ کیا تھا"۔ وہ فائق کی بتائی ہوئی بات بتانے لگی۔ تہذیب نے وحشت سے آ پھیلا کر حیرانگی سے سنا۔

"نہیں یہ جھوٹ ہے' انہوں نے اور کچھ نہیں بتایا"۔ وہ غصہ میں آ گئی۔

"تہذیب! پھر کیا بات ہے؟" وہ شاکی ہو گئی کہ آخر ایسی بات پہ وہ اتنا غصہ میں کیوں آ گئی۔

تہذیب نے آہستہ آہستہ سب اسے بتا دیا' منتہیٰ متوحش زدہ سی رہ گئی' مبینہ اندر آ رہی تھیں انہوں نے کے اپنا دل تھام لیا' یہ سب انہوں نے کیا سن لیا' وہ گرتی پڑتی وہاں سے آ گئیں۔

تہذیب نے پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کر دیا' منتہیٰ تو سکتے میں تھی' وہ اسے کہے تو کیا کہے' مگر تہذیب کو دلاسے کی تسلی کی بہت ضرورت تھی۔

"تہذیب! پاگل ہو جو تم اتنا رو رہی ہو"۔

"منتہیٰ باجی! میرا تو نقصان ہو گیا ناں' مجھے نفرت ہو گئی ہے فائق سے' میں اس کی صورت تک نہیں دیکھنا چاہتی"۔

"اس نے حد تو پار نہیں کی ہے' تم یہ بھی تو سوچو' اس کا یہ اقدام ہی بہتر تھا جو تم بتا رہی ہو"۔ وہ اسے مطمئن کرنا چاہتی تھی۔

"نہیں...... اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا ہے"۔ وہ تو ماننے کو تیار ہی نہیں تھی۔ منتہیٰ چپ ہو گئی کیونکہ مزید بولتی تو تہذیب ضرور چیخنے لگتی۔

⟡ ⋯⋯ ☆ ⋯⋯ ⟡

گھر میں جتنی ٹینشن ہو گئی تھی محریب ہی جانتا تھا' سر پکڑ کے الگ بیٹھ گیا تھا کیونکہ تہذیب کا رشتہ ختم ہو گیا فائق کی ساری باتیں' فاطمہ کے شوہر نے انہیں کڈنیپ کیا تھا مگر فائق نے وہ سب کچھ کسی کو بھی نہیں بتایا تھا کہ اس کے ساتھ گزر چکا تھا۔ فائق کو بھی چپ سی لگ گئی تھی' محریب اسے نوٹ بھی کر رہا تھا مگر اب تک وہ جس نتیجے پر پہنچا تھا اس پر عمل لازمی تھا مگر ایسے میں دادی جان نے اسے اپنے پاس بلا لیا تھا کیونکہ ان کی طبیعت پھر خراب لگی تھی۔

"بیٹا! مجھے عنایہ کے پاس لے چل"۔

"دادی جان! آپ کو وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے عنایہ کو یہاں بلوا لیں"۔

"کون لے کے آئے گا...... تو؟" وہ آج خاصی ضدی ہو رہی تھیں اور محریب کا ذہن بوجھل ہو رہا تھا تہذیب کی اسے الگ ٹینشن سوار تھی۔

"ہاں میں لے کے آؤں گا' آپ اطمینان رکھیے"۔ وہ ان کے پاس بیٹھا انہیں تسلی دینے لگا۔

"ابھی لے کے آ"۔

"اچھا"۔ وہ کھڑا ہو گیا کیونکہ ان کا حکم کبھی نہیں ٹالتا تھا۔ وہ فان کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس سوچوں میں نکل گیا' جواد چاچو کے گیٹ پر پہنچ کے وہ کچھ سنبھلا تھا۔ نو بجے رہے تھے اور ایسے ٹائم پر وہ آیا تھا' سمیرا چچی سے ضرور ہونا تھا۔

اس نے جواد چاچو کو مودب انداز میں سلام کیا تھا' سمیرا چچی کچن میں تھیں' اس نے فوراً ہی جواد احمد سے

عا بیان کیا۔

"ٹھیک ہے بیٹا! لے جاؤ"۔ وہ رضامندی سے بولے۔

عنایہ کو جواد احمد کی ماننی پڑی مگر وہ محریب کے ساتھ جانا نہیں چاہتی تھی لیکن دادی جان کی طبیعت کا سن کے اسے ماننا پڑی۔ پنک کاٹن کے ایمبرائیڈری کے سوٹ میں ملبوس فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی' محریب نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی' عنایہ کو تشویش بھی ہو رہی تھی کہ آخر محریب ایسی کون سی پریشانی میں مبتلا ہے کہ اس نے اچٹتی نگاہ تک نہیں ڈالی۔

"آپ کچھ پریشان ہیں......؟" ڈرتے جھجکتے ہوئے لب کھولے۔

"آں...... ہاں...... نہیں تو......" آہستگی سے چونک کے بس اتنا بولا۔

"مجھے لگ رہا ہے آپ کچھ سوچ رہے ہیں"۔ وہ اسے بغور دیکھنے لگی۔

محریب نے حیرانگی سے نگاہ اٹھائی کہ اس نے اتنا تفصیلی طور پر جانچا کہ وہ اسے کچھ سوچتا ہوا لگ رہا تھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔ وہ مستعدی سے سامنے دیکھتے ہوئے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"دیکھئے اگر آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں تو کچھ شیئر کر سکتے ہیں"۔ محریب پر تو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ عنایہ اور اس کے لئے اتنی فکر مند ہو رہی ہے' آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

"شیئر ان سے کیا جاتا ہے جو دلوں کے قریب ہوتے ہیں"۔ لہجہ میں تلخی کے ساتھ طنز در آیا۔ عنایہ نے جز بز ہو کر لب بھینچ لئے کیونکہ وہ اتنی گہری بات کر رہا تھا کچھ تو دفاع میں بولنا تھا ورنہ یہ شخص بدگمان ہی رہے گا۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں میں اور آپ دلوں سے دور ہیں"۔ نگاہ میں حجاب مانع تھا۔

"دلوں میں بھی تو شاید نہیں ہیں"۔ تیزی سے موڑ کاٹا۔

"دلوں میں تو کوئی بہت پہلے سے ہی آ چکا ہوتا ہے جو مقابل کو پتہ بھی نہیں چلتا ہے کہ وہ کتنا دل کے اندر ہے"۔ محریب نے نگاہ ترچھی کی' اس کے صبیح چہرے پر حیرانگی سے نگاہ ڈالی جو سر جھکائے ہوئے کنفیوژ سی بھی لگ رہی تھی۔

"جو اندر آ چکا ہوتا ہے وہ احساس بھی مانگتا ہے"۔ وہ یکدم بولا۔

"یہ احساس کافی نہیں ہے کہ وہ آپ سے پوچھ رہا ہے کہ آپ کچھ پریشان ہیں"۔ وہ لاجواب ہو گئی۔

"میں آج سے پہلے بھی کئی بار پریشان ہوا ہوں' جب تو کبھی اتنی فکر نہیں ہوئی"۔ طنز کرنے سے باز نہیں آ رہا تھا۔

"کبھی میں نے آپ کو جتایا نہیں ہے مگر یہ سچ ہے کہ میں نے ہمیشہ آپ کی فکر کی ہے"۔ عنایہ آج سارے اقرار و اعتراف کر رہی تھی اس لئے کہ محریب کا خیال اسے ہر وقت رہتا تھا' اس کا ناراض ہونا' غصہ سب کچھ اسے یاد تھا۔

"ہوں"۔ اس نے لمبا سانس بھرا اور گاڑی ایک ریسٹورنٹ کے باہر روک دی۔ گیارہ بج رہے تھے ناشتہ وہ دیر سے کر کے نکلا تھا مگر کچھ دیر وہ عنایہ سے اکیلے میں بات کرنا چاہ رہا تھا' فرنٹ ڈور کھولا' اسے اترنے کو کہا۔ گاڑی لاک کر کے دونوں ریسٹورنٹ میں آ گئے' صبح کا ٹائم تھا اس لئے زیادہ رش نہیں تھا' ریسٹورنٹ کا ماحول کافی خاموش تھا' ٹیبل کا انتخاب کر کے دونوں بیٹھ گئے' عنایہ حیرانگی سے دیکھتی رہی تھی۔

محریب نے جوس کا آرڈر دے دیا تھا اب نگاہ عنایہ کے چہرے پر تھی جو جھینپی ہوئی بیٹھی تھی نگاہ تک نہیں ملا رہی تھی۔

''کتنی فکر کرتی ہو میری''۔ وہ پھر سوال کر بیٹھا۔ عنائیہ نے چونک کر سر اٹھایا وہ سنجیدہ تھا مگر چہرے پر ایک؛ جیسے وہ یقین نہیں کر رہا ہو۔

''عنائیہ! میں بھی انسان ہوں احساس چاہتا ہوں' بتاؤ کتنی فکر ہے میری''۔ لہجہ تیز تھا۔

''آپ جب بھی مجھ سے غصہ میں بات کرتے ہیں میں پوری رات سوتی نہیں ہوں' صرف یہی سوچتی ہو آپ کا غصہ کسی طرح کم کر دوں''۔ شرمائے ہوئے لہجے میں بولی۔ محریب کے لب مبسم سے مسکرائے' وہ کچھ مطمئ گیا تھا کہ وہ اس کی فکر کرتی ہے اسے سوچتی تو ہے۔

''آپ پریشانی بتانا پسند کریں گے''۔ وہ قدرے توقف کے بعد بولی۔

''یعنی تم جانتی ہو میں پریشان ہوں''۔ اس نے سر ہلایا۔ محریب نے پھر فائق اور تہذیب کا مسئلہ رکھ دیا' و سوچنے لگی۔

''میں ایک بات کہوں''۔ سننے کے بعد بولی۔

''ہوں کہو''۔ عنائیہ کو گہری نگاہوں میں وارفتگی سے دیکھ رہا تھا۔

''فائق کا رشتہ آپ لوگ تہذیب کے لئے لے کے جائیں کیونکہ تہذیب تین دن گھر سے غائب رہی ۔ اس کا رشتہ بھی ٹوٹ گیا ہے' اس کا یہی حل بھی ہے''۔ وہ رک رک کے گویا ہوئی۔

''کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو یہ تو میں نے بھی سوچا تھا مگر سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ٹھیک رہے گا یا نہیں''۔ وہ کے سپ لینے لگا۔

''اس سلسلے میں آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں''۔ جھٹ بولی۔

''تھینکس''۔ اس نے کہا۔

''آپ چھوٹی تائی سے بات کریں''۔

''کرتا ہوں آج ہی''۔ اسے عنائیہ کی بات معقول لگی تھی۔ آج پہلی بار دونوں اتنے دوستانہ ماحول میں چیٹ کر رہے تھے' دونوں ہی حیران تھے۔

☆

بڑوں کی جب محفل جمی تو اس میں عنائیہ بھی شامل تھی۔ رافع کو اعتراض تھا کہ آخر ایسی کون سی باتیں ہیں جو ہی ہیں۔ اتنے میں فائق کو بھی بلا لیا گیا۔

''مائز بھائی! آپ کو بے چینی نہیں ہو رہی ہے' اندر آخر کیا ہو رہا ہے؟'' سب ہی تایا ابو کے کمرے میں تھے دروازہ بھی بند تھا' رافع کئی بار کوشش کر چکا تھا کان لگا کر سننے کی۔

''جو بھی بات ہوگی پتہ چل جائے گی' تم اتنے پریشان نہیں ہو''۔ وہ اطمینان سے بولا' کان میں اس کے ہینڈ فری لگی تھی FM سن رہا تھا' وشہ بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھی اسے گھور رہی تھی کیونکہ FM کے شو کرتا تھا تو سنتا بھی تھا کہ PJ کیسا شو کر رہا ہے۔

''انہیں کیوں فکر ہوگی ریڈیو سننے سے فرصت ملے تو''۔ وشہ نے منہ بنا کے کہا مگر اسی وقت ایسی متلی ہوئی کہ تیزی سے اٹھ کر بھاگی' مائز نے فہمائشی نگاہوں سے دیکھا' ہینڈ فری کان سے نکالی اور کھڑا ہو گیا۔

''وشہ باجی کو کیا ہوا؟'' رافع بھی کچھ سمجھا نہیں تھا۔

مائز اسے ڈھونڈتا ہوا ڈائننگ ہال کی جانب آ گیا جہاں وہ واش روم سے باہر آ رہی تھی۔

''کیا ہو رہا ہے تمہیں' جب سے تم اپنے میکے رہ کے آئی ہو بار بار واش روم کیوں بھاگتی ہو''۔ وہ خاصا فکرمندی سے اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھنے لگا' وہ تھک کر ڈائننگ ٹیبل کی چیئر گھسیٹ کے بیٹھ گئی۔

''پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے''۔ وہ سمجھ تو رہی تھی پھر اپنی امی کی باتیں بھی دماغ میں گونج رہی تھیں۔

''تم اٹھو چلو میرے ساتھ' تمہارا چیک اپ ضروری ہو گیا ہے کیونکہ مجھے بھی کچھ شک ہو رہا ہے''۔ سیل کو پینٹ کی پاکٹ میں گھسایا اور اشارے سے اسے اٹھنے کو کہا۔

''کیا ہو گیا ہے آپ کو' FM سنئے' بڑی فکر کی آپ نے''۔ نا چاہتے ہوئے بھی جل کے طنز کیا۔

''وشہ! بات کو ٹالنے کی کوشش نہیں کرو' اٹھو''۔ زبردستی اسے لے گیا۔ وہ منع ہی کرتی رہ گئی' وہ تو قریب ایک کلینک تھا جس میں میاں بیوی دونوں ہی ڈاکٹر تھے' اس کا چیک اپ کروایا۔

مائز تو حیرانگی سے وشہ کی صورت ہی دیکھتا رہ گیا' وہ شرمائی ہوئی تھی۔

''اتنی خوشی کی خبر ہے' مجھے سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ کیا کروں''۔ وہ پورچ میں کھڑا اس کے شرمائے لجائے چہرے کو تکنے کے بعد گویا ہوا۔

''کچھ نہیں کریں اندر چلئے' جانے اندر کیا ہو رہا ہوگا''۔ وہ اپنا پنک آنچل سنبھالتی دروازہ کھول کے اندر چلی گئی۔ وہاں سب کو ہال کمرے میں جمع دیکھ کر ٹھٹک سی گئی کہ پہلے اندر محفل جمی ہوئی تھی' کسی کو بھی اندر آنے کی اجازت نہیں تھی۔

''مجھے لگتا ہے معاملہ کچھ گھمبیر ہے''۔ مائز اس سے سرگوشی میں بولا۔ وشہ کی آنکھیں اس وقت پھٹ گئیں جب عنائیہ اور محریب کو بات کرتے ہوئے دیکھا' وہ دونوں کوریڈور میں تھے۔

''دیکھئے ان دونوں کو''۔ وشہ کو خوشی بھی ہوئی اور حیرت بھی۔ مائز کی نگاہ بھی پہنچ گئی' دونوں بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

''جو تم دیکھ رہی ہو میں بھی وہی دیکھ رہا ہوں''۔ مائز نے وشہ سے پوچھا۔

''آج یہ دونوں باتیں کر رہے ہیں''۔ مائز آگے بڑھا۔

''ارے رکیے تو' جانے کی ضرورت نہیں ہے''۔ اس نے پکار لیا' مائز رک گیا۔

''یار! سننے تو دو آخر اتنی سنجیدگی سے دونوں باتیں کیا کر رہے ہیں''۔ مائز کو زیادہ تجسس ہوتا تھا ہر بات کا۔

''آپ کو تو ہر بات کا تجسس رہتا ہے''۔ وشہ اندر کی جانب بڑھ گئی۔ ان دونوں نے ابھی کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا بلکہ وہاں کے سنجیدہ ماحول کو تنقیدی اور جانچتی پُرتشویش نگاہوں سے دیکھنے لگے۔

''مائز بھائی! فائق بھائی کا پرپوزل تہذیب باجی کیلئے جانے والا ہے''۔ رافع نے کان میں سرگوشی کے انداز میں خبر دی۔

''کک...... کیا......'' وہ حیرت سے اچھل گیا۔ رافع تو کھسک گیا جبکہ مائز تو بے چین ہو گیا' ابو اور چچا جان الگ گفتگو میں مصروف تھے۔ چچی جان موجود نہیں تھیں' امی' دادی جان کے پاس بیٹھی تھیں۔ وہ اٹھا' اسے فائق کی غیر موجودگی کچھ سوچ میں مبتلا کر گئی تھی۔

''یار فائق! میں یہ کیا سن کے آ رہا ہوں؟'' وہ دھڑ سے دروازہ کھول کے اندر آ گیا' وہ سونے کی تقریباً تیاری کر رہا تھا' چہرے پر بےزاری اور اکتاہٹ کے آثار نمایاں تھے۔

''کیا سن کے آ رہے ہو؟'' وہ دھڑ سے بیڈ پر لیٹا۔

''تیرا پرپوزل تہذیب کیلئے جا رہا ہے جبکہ تو' تو کسی لڑکی کے چکر میں ہی نہیں پڑتا تھا''۔

''مائز! اس وقت مجھے بہت نیند آ رہی ہے پلیز تم چلے جاؤ مجھے سونا ہے''۔ بے مروتی کی وہ اکثر حد ہی کرد

''ضرورت سے زیادہ بدلحاظ اور بے مروت انسان ہو''۔

''جب پتہ ہے تو کیوں رات میں میرے روم میں آتے ہو''۔ وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا۔ مائز نے دونو پشت پر ٹکا کر اسے گھورا جو سیدھا لیٹا ہوا تھا۔

''تیرے روم میں اس وقت تک بے دھڑک آتا رہوں گا جب تک تیری شادی نہیں ہو جاتی''۔

''فضول بانکنے کیلئے تمہیں میں ہی نظر آتا ہوں''۔ اس حادثے کے بعد سے وہ بہت چڑچڑا ہو گیا تھا' طبیع بے زاری بھی آ گئی تھی' پورا دن روم میں پڑا رہتا تھا' پڑھائی بھی ختم ہو چکی تھی' جاب کیلئے اپلائی کیا ہوا تھا انٹر ش چاہتا تھا۔

''بعد میں بات کرتا ہوں تجھ سے''۔ مائز جانے لگا۔

''یار! سوری سچ بہت نیند آ رہی ہے''۔ اُس نے اس کی ناراضگی محسوس کی۔

''ابھی تجھے بخش رہا ہوں صبح سیدھا کرتا ہوں تجھے''۔ وہ تیزی سے کمرے سے ہی نکل گیا۔

فائق نے اپنے گلاسز اتار کے سائیڈ ٹیبل پر رکھے اور آنکھیں بند کر لیں۔ جب سے ابو اور تایا ابو کا فیصلہ تو سکتے میں آ گیا تھا کہ اس کی شادی تہذیب سے جبکہ یہ ضروری تھا' بے چاری کا رشتہ ختم ہو گیا لوگوں کی طرح کی باتیں کس کس طرح فیس کرے گی۔

فائق نے اصل بات ابھی تک بھی سب سے مخفی رکھی ہوئی تھی' وہ اتنی جلدی شادی کرنا بھی نہیں چاہتا تھا' کچھ اپنا مقام بنانا چاہتا تھا مگر یہ سب حالات اسے خبر نہیں تھی کہ یوں اچانک سے ایسی ہوا چلے گی کہ سب کچھ بکھ رہ جائے گا۔

تہذیب کی معصومیت' اس کی خودداری اسے سب عزیز تھی مگر سب کچھ چھین لے گیا وہ لمحہ جس لمحے اس۔ کڑا فیصلہ کیا تھا۔

''تہذیب! مجھے معاف کر دینا' میری نیت میں کھوٹ نہیں ہے' میں نے تمہیں سچے جذبوں سے چھوا میرے لئے وہ پھول ہو جو اپنی تازگی ہمیشہ برقرار رکھتا ہے اپنی خوشبو سے۔ تمہاری ایسی خوشبو ہے کہ میں اس کی جکڑتا چلا گیا ہوں''۔ وہ خیالوں میں اس سے مخاطب تھا۔

''زندگی بھر کا تم سے ناطہ جوڑنے کا تو سوچا ہوا تھا مگر ایسے حالات میں تو نہیں''۔ وہ گھبرا کے اٹھ بیٹھا۔

''میں اگر تمہیں اپنی محبت کا' پیار کا یقین دلاؤں گا تو تم کبھی یقین نہیں کرو گی' ہماری کب اچھے انداز بات چیت ہوئی ہے''۔ وہ اتنا ذہنی طور پر پریشان تھا کہ کسی سے بھی کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔ محریب اور عنایہ بھی اسے کتنا سمجھایا تھا کہ وہ اپنے دل پر کوئی بوجھ نہیں رکھے۔ مگر جب دل ہی بے کل اور پریشان ہو تو کسی پل نہیں ملتا ہے۔ پندرہ دن ہو گئے تھے اس نے تہذیب کو اس دن کے بعد سے ابھی تک نہیں دیکھ سب سے یہی خبر مل رہی تھی کہ ''تہذیب کو چپ لگ گئی ہے'' وہ جانتا تھا وہ شاک میں تھی اور اسے شاک نکالنا تھا۔

(جاری۔

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 23 -

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

ابھی اس نے لیٹنے کا قصد کیا ہی تھا کہ کال کی بیپ نے اسے چونکا دیا۔ اگلے ہی لمحے تہذیب کے قریب سے اٹھی، سنگت زمین پر بستر بچھا کے سوتی تھی جبکہ میں اور ماہ رخ ساتھ والے کمرے میں سوتے تھے۔

"وعلیکم السلام"۔ ڈرائنگ روم میں چلی آئی تاکہ یہاں ٹھیک سے بات ہو سکے۔

"بہر حال تم نے کال نہیں اٹھایا" کتنی کالز کر چکا ہوں"۔

"سوری ——— وہ تہذیب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' آپ سب جانتے ہیں پھر بھی بول رہے ہیں"۔ سعی کو غصہ آ گیا۔

"میں سب جانتا ہوں مجھے پتہ ہے مگر یار تمہارا ایک پیارا سا شوہر بھی ہے اس کے حال پر تمہیں رحم نہیں آتا"۔ وہ خفگی سے طنز کرنے لگا۔

"کہیں ہو گئے جلدی مجھے بہت نیند آ رہی ہے"۔ اس نے جماہی روکی۔

"سعی ابھی کچھ کہہ رہا ہوں تم سے"۔ وہ تیز لہجے میں بولا۔

"سنا ہے میں نے مگر اس وقت سچ کہہ رہی ہوں میں بہت تھکی ہوئی ہوں نیند بہت آ رہی ہے"۔ اس پر جیسے مسعود کی خفگی کا مطلق اثر نہیں ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے تم آرام سے سو جاؤ میں پھر فجر میں نماز کے بعد کروں گا"۔

"کیا بات ہوئی"۔ وہ بولی۔

"تمہیں نیند آ رہی ہے سو جاؤ میں روک نہیں رہا مگر مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں یہ ہے امی اور پاپا کو سمجھتے ہوئے ہیں اور تم کتنے دنوں سے ماہ رخ کو پڑھانے بھی نہیں آ رہی ہو"۔ اس نے لاڈ کے ساتھ ہی شکوہ بھی کیا۔

"تہذیب کی طبیعت بہتر ہو گی تو میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور آؤں گی"۔ وہ شرمندہ ہو گئی۔

"میرے لئے کب ٹائم نکالو گی تم"۔

"کچھ نہیں تو آپ میرے پاس آ جائیں تک کیلئے ٹائم نہیں ہے سوچ لیں راستہ یاد ہے"۔ وہ پھر اپنی بات پر آ گئی۔

"اپنی ساس کو دیکھا ہے تم نے بہت ہوشیار ہیں کہ ساتھ ہی میری بھی خیر نہیں ہو گی"۔

"پھر نہیں کیوں دل میں خوف پالے کا ڈر کے بیٹھے ہوئے ہیں"۔

"تم یا تمہیں کیوں نہیں پتہ ہوتی ہو خوف کے"۔ وہ مصنوعی خفگی انداز میں شوخی سے بولا۔

"آپ میری کسی بات کو کبھی سنجیدہ لیتے ہی نہیں ہیں"۔ وہ ناراض ہونے لگی۔

"تمہیں ساری زندگی کے لئے سنجیدگی سے اپنی زندگی میں شامل کر تو لیا ہے اور کیا چاہتی ہو کتنا سنجیدہ ہوں"۔ وہ ترکی بہ ترکی بولا۔

"مجھے آپ سے بات ہی نہیں کرنی ہے"۔

"ٹھیک ہے نہیں کرو مگر کل پانچ بجے تیار رہنا میں لینے آؤں گا ورنہ میں بالکل نہیں سنوں گا"۔ وہ اپنی بات پوری کر کے گویا ہوا۔

"کل؟ کچھ دن اور رک جائیں"۔ وہ منمنائی۔

"بالکل نہیں' یہاں میں تمہارے لئے اتنا بے چین ہوں اور تم ابھی بھی مجھے ترسانا چاہ رہی ہو"۔ وہ سعی تیزی سے بولتے ہوئے طنز کرنے لگا۔

"اور ماہ رخ کیا سوچے گی؟"

"کچھ نہیں سو جاؤ گی ویسے بھی جلدی سو جاتی ہے"۔ وہ بولا۔

"ایسے کیا اچھا لگے گا"۔ اسے چہرے پر شرم آنے لگی اور پسینے آنا شروع ہو گئے۔

"مجھے تو اچھا لگے گا مسعود کی جان"۔ وہ مخمور سا لہجہ بنانے لگا۔ سعی کو حیا سی آ جاتی جب بھی وہ ایسے ملتفت سا میں کوئی بھی بات کرتا تھا۔

"سنو! کل تم آؤ گی تو تمہارے لئے میں نے ایک گفٹ لے کے رکھا ہے جو میرے خیال میں کسی ہسبنڈ نے اپنی وائف کو کبھی نہیں دیا ہو گا"۔ وہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوا۔

"ایسا کون سا گفٹ ہے ———؟" وہ لجا کے گویا ہوئی۔

"یہ تو کل ہی پتہ چلے گا اور ہاں پلیز کوئی اچھا سا لباس زیب تن کر لینا جو میں نے تمہیں اتنا کچھ لا دیا ہے یاد سے استعمال تو کرو خاص میرے لئے تمہیں تیار ہو کے آنا ہو گا"۔ اس نے گویا عاشقانہ انداز میں جتایا۔

"ماہ رخ کو بھول گئے ہیں لگتا ہے"۔

"وہ بھی یاد ہے"۔ وہ مسکرایا۔

"اگر نہیں آ سکی تو ———؟"

"آ جائے وہ بھی میں نہیں روکتا"۔ وہ منہ اٹھا کر ہنس گیا۔

"پاپا کی بندوق یاد ہے کہاں رکھی ہے"۔ سعی اسے تنگ کرنے لگی۔

"وہ بھی یاد ہے"۔ وہ ذرا سا ہو گیا۔

"اچھا اب اجازت ہے مجھے سونے کی"۔ وہ پوچھنے لگی۔

"ایک شرط پر"۔

"کیسی شرط؟" وہ چونکی۔

"بولو مسعود کی جان کو سونے کی اجازت ہے"۔

"جی"۔ وہ تو گھبرا گئی۔

"بولو جلدی ———" وہ مصر تھا۔

"کیا ہو جاتا ہے آپ کو سیدھی طرح بات کرتے ہوئے ہیں ایک دم پٹری سے اتر جاتے ہیں"۔ وہ جھنجلا گئی۔

"کیونکہ تم پٹری کو سیدھا ہی نہیں رہنے دیتی ہو' اترنا تو پڑتا ہے"۔ وہ بھی جیسے آج تہیہ کیا ہوا تھا کہ ستا کے دم لے گا۔

"شاباش جلدی بولو"۔

"پلیز! کیا ہے اتنی رات ہو گئی ہے"۔

"سوچ لو میں کل میں ہی اپنا کام کر سکتا ہوں"۔ لہجہ معنی خیز تھا۔

"کیا مطلب ہے ———؟" وہ حیران بھی تھی اس کے ڈھیٹ پن سے۔

"سو کے اللہ حافظ"۔

"کون ہوں ——— بالکل نہیں"۔ وہ بولا۔

"اچھا کل"۔ وہ ٹالنے کو بولی۔

"یاد رکھنا کل کہا ہے"۔ وہ بھی خوش ہو گیا۔

"سو گئے"۔ حنفی نے جلدی سے کال بند کی اور لمبا سانس لیا۔
"ہائے میں نے کیا کہا، پاگل تو ان کے سامنے میں تو بول ہی نہیں پاؤں گی"۔ سوچ کے گھبراہٹ ہونے لگی۔
"حمود اتنا ہینڈسم اور ماڈرن ہے، میں کہاں عام سی سادہ سی لڑکی تمہارے ساتھ کیسے ہوں گی"۔
وہ ان ہی سوچوں پر سوار ہو گئی تھی۔ آج اس کا دل مکمل حمود کی طرف چلا گیا تھا جو اس سے ٹوٹ کے محبت کرنے لگا تھا اس کی ہر بات میں محبت کا رنگ، ہر لفظ میں محبت کا جادو، آنکھوں میں پیار، جسم سے چاہت کے خواب پر بھی اس کیلئے ... بند ہوتا تھا اور وہ تھی عام اور سادہ سی ہوگی اس کے ساتھ چلتے ہوئے دل جانے کیوں اور بھی بے کل اور پریشان ہو گیا تھا کیونکہ کل اس کے پاس جانا بھی تو تھا کیسے وہ کے گی اسے انجانے خوف ڈرا رہے تھے۔

فائق کا برا حال ہو چکا تھا اور فائق کو وہ خوشی نہیں تھی کہ یوں تہذیب اچانک سے اسے مل رہی تھی دل میں سکون نہیں تھا ... بار بار پھر تا تھا کوئی مصروفیت بھی نہیں مل رہی تھی اسے کہ وہ اپنا ذہن ہی لگا تا۔ FM پر بھی شو کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا وہاں بھی نہیں جا رہا تھا کیونکہ اسے غزلوں کا شو کرنے کا کتنا شوق تھا مگر شو لائی بھی تو اس سے منع کر دیا۔
اس میں وہ کب سے مکمل قید ہی کر رہا تھا شام کی سرخی بھی ڈھل گئی تھی وہ کیبن کی کھڑکی پر بیٹھا تھا اسی وقت چوکیدار نے گیٹ کھولا۔ حمود بلیک ویسٹ پر ہاف وائٹ شرٹ میں ملبوس اپنی ڈریسنگ پر سنجیدگی کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا اس نے چونک کر دیکھا تھا۔
"اوہ یار تم کیسے ہو؟" حمود نے پوچھا۔
"ٹھیک ہوں آپ سنائیں"۔ وہ مسکرایا۔
"مگر یہ بہت پریشان تھا تمہارے لئے کن لوگوں نے تمہیں تو یہ کیا تھا؟" حمود کی اس سے آج بات ہوئی تو وہ بھی سارا وقت پوچھے گا۔
"حمود بھائی اب تو سچ ہو گئی ہے ... سب تو"۔ وہ بے زاری سے بولا۔
"سوری یار میں بھی تمہارا پاگل ہوں جو ہم ہیں ... اس نے مجھے بتایا بھی تھا"۔ وہ قائل ہو گیا۔
"اب سارا بھی کمرہ فٹ جو ادھر نہیں کیا"۔
"میں ادھر شپ کرنا چاہتا ہوں پھر آفس جوائن کروں گا"۔ وہ بولا۔
"تو یار اپنے ... میرا آفس جوائن کرو مجھے ویسے بھی ضرورت ہے ایک بندے کی"۔ حمود نے جھٹ اسے آفر دی۔
"ٹھیک ہے میں سوچ کے بتاتا ہوں"۔
"یار سوچنے کی کوئی بات ہی نہیں ہے تم کل سے ہی آ جاؤ میرے آفس"۔ اس نے اپنا کارڈ اسے تھمایا کچھ سمجھایا بھی پھر ادھر کی طرف ہو گیا کیونکہ اسے حنفی کو لے جانے کی جلدی تھی۔
فائق کارڈ لے کے بیٹھا اسے بھی ضرورت تھی اپنے ماحول سے ہٹ کے کسی مصروفیت کی وہ خوش ہو گیا مگر تہذیب سے مشورہ کرنا پھر بھی ضروری تھا۔
تہذیب ابھی تک گھر نہیں آئی تھی حالانکہ اب تو رات بھی ہو چکی تھی گھر میں ایک عجیب سی خاموشی ہونے لگی تھی۔ اس کے انداز میں اور بھی کئی تبدیلیاں آ گئی تھیں پہلے اس کا ایک وقت تھا اور اب تو اس حادثے نے اس کی ساری طرف داری تک بدل دی تھی۔ پہلے

سب کے درمیان بیٹھ کے باتیں کرتا بھی اچھا لگتا تھا مگر اب تو ان سب سے ہی بچنے لگا تھا۔ اسی لئے اسے کتنی ہی باتیں کرنی تھیں کہ سب کے درمیان آ کے بیٹھا کرے مگر وہ سنتا ہی نہیں تھا۔
"کیا سوچ رہے ہو؟" مانزہ FM جانے کی تیاری کر کے لاؤنج میں اس پر نگاہ پڑی جو صوفے کی ٹیک سے ٹیک لگا کے بیٹھا تھا بلیک جینز پر وائٹ شرٹ میں ملبوس بکھرے بال لیے اسے اچھی لگی اینٹ بنا رہی تھی۔
"تم ہر وقت مجھ پر ہی کیوں ریسرچ کرتے رہتے ہو"۔ فائق چڑ کے بولا۔
"کیونکہ تمہارا ابھی تک کوئی سرا ہاتھ نہیں آیا ہے کہ تم اتنے سنجیدہ کیوں ہو گئے ہو حالانکہ تم پہلے بھی تھے مگر اب زیادہ ہو گئے ہو"۔ مانزہ اپنی شرٹ کی آستین فولڈ کر کے اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی فائق نے نگاہ سے پیچھے اور باہر کی طرف جاتے ہوئے راستے سے دیکھا۔
"میرا حال نہیں چاہتا فضول باتیں کرنے کو"۔
"فائق تم نے اس حادثے کو اپنے ذہن و دل پر سوار کر لیا ہے جبکہ تم ہم سب سے زیادہ ہو FM تک چھوڑ دیا حالانکہ تم جانتے ہو سارے لسنرز تمہیں کتنا پسند کرتے ہیں"۔ مانزہ اس کیلئے بہت ہی فکرمند تھا۔
"جب میرا دل ہی نہیں لگتا تو کیا کروں؟"
"تہذیب کے ساتھ دل لگ جائے گا"۔ اس کو بہت ہی غیر متوقع سوال کر دیا۔
"پتا نہیں"۔ وہ گڑبڑا گیا کیونکہ جب بھی تہذیب کو وہ سوچتا تھا اسے ہر بات کی اور گھبراہٹ ہو جاتی تھی جب سے شادی کا ذکر کیا تھا اور بھی زیادہ محسوس ہونے لگا تھا۔
"کیا پتہ نہیں مجھے بتاؤ فائق یار تم میرے بھائی بھی ہو مجھے پتہ ہے تم اپنی Feelings کسی سے شیئر نہیں کرتے ہو مجھ سے تو کر سکتے ہو کیا میں اس قابل بھی نہیں ہوں"۔ مانزہ اصرار کر کے بولا۔ فائق اسے دیکھے گیا اس وقت سنجیدہ تھا۔
"تم اب بھی سیریس بات پوچھتے ہو بے موقع پوچھتے ہوئے تو وقت دیکھتے ہو"۔ وہ نرم لہجے میں بولا۔
"پھر کب پوچھوں؟ رات میں تمہارے روم میں آتا ہوں تو تمہیں نیند آ جاتی ہے ابھی میں جانتا ہوں تم مجھے ٹالتے ہو"۔ وہ بولا۔
"سوری یار آج نہیں کل میں بتا دوں گا"۔
"سدھر جاؤ انسان بن جاؤ یہ میں ہوں جو تمہاری کسی بات کا برا نہیں مانتا ہوں"۔ مانزہ ریسٹ واچ پر نگاہ ڈالتے ہوئے اٹھا۔ وہ فائق سے پہلے ہی پہنچا تھا اس وقت دیر ہو گئے تھے۔
"اور میں پوچھوں گا ابھی مجھے جلدی ہے"۔ وہ یہ کہہ کر نکل گیا۔ فائق بھی کھڑا ہو گیا کارڈ اس کے ہاتھ میں موجود تھا سر پیر ہی پھر لگا ڈالا۔

"بتا میں تمہیں ڈیل ... ہوں تم اتنا کیوں ڈر رہی ہو"۔ حمود کو غصہ آ گیا حنفی جانے سے انکاری تھی اور دل میں کافی دیر سے بحث بھی ہو رہی تھی۔
"آپ بات کو خود نہیں سمجھ رہے ہیں حمود میں ہوئی کس طرح یہ سب چھپ سکتا ہے یہ ہو گا آپ سے؟" وہ انگلی سے ماتھے کو سہلانے لگی تاکہ وہ ٹھیک ہو سکے۔
"میں کہہ تو رہا ہوں سب سنبھال لوں گا پتہ ہے ای کے کل سے اب تک پانچ فون آ گئے ہیں پوچھتی ہیں وہ

صفی کو گھر کب لاؤ گے؟"

"امی کو آپ نے کہا نہیں رہنا اب میرے گھر میں"۔ وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اس لئے اس پر جھکی ہوئی تھی۔

"اس ظالم دنیا میں سے کسی کو بھی جی بھر کے نہ دو"۔ وہ اداس ہونے لگا تو کھڑکی سے باہر نگاہ کر لی۔

"میں نے کہا تھا آپ کو اور کہتی رہتی ہوں مجھے اپنی زندگی میں شامل کریں گے تو اپنے ہی پریشان رہیں گے چھوڑ دیں میرے حال پر مجھ کو نہیں دے سکتی آپ کو بہت بدنصیب لڑکی ہوں جہاں جاتی ہوں دکھ کھڑے ہو جاتے ہیں"

"تو کیا تم تقدیر پر یقین رکھتی ہو"۔ وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"یہ حقیقت ہے جو بیان کر رہی ہوں"۔ وہ جھجکتے ہوئے بولی۔

"ہر بار یہی بات ہوتی ہے تمہاری کوئی بات ماننا نہیں ہوتا کیوں میرا اور اپنا موڈ خراب کرتی ہو"۔

"میں آپ کو ہر بار اس لئے بتاتی ہوں کہ فیصلہ بدل لیں آپ اپنے بارے نہیں سوچ سکتے اس طرح چھپ چھپ کے کب تک رہیں گے آپ لوگ"۔

"کیا مطلب ہے چھپ چھپ کے"۔ حمود کے تو دماغ پر لگ گئی۔

"آپ کتنے لوگوں کو فیس کریں گے صفی کا معاملہ بگڑ گیا ہے کہ آپ کے گھر میں آپ میں اور بابا میں دوریاں آ جائیں گی بالکل۔۔۔ آپ مجھے بھول جائیں اور صفی کا خیال رکھیں کیونکہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ آپ کے گھر میں رہ سکوں"۔ آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کر کے آنچل سے آنسو چھپا لیے۔

حمود نے گہری اور تنقیدی نگاہیں اس کے چہرے پر ڈالیں اس کا چہرہ اتنا سادہ اور پُر خلوص تھا کہ وہ اندازہ نہیں لگا سکا۔

"تم کیا سمجھتی ہو میں اتنا بزدل ہوں جو سب کو فیس نہیں کر سکتا تم نے چیلنج کیا ہے پہلے بھی کیا تھا اور اب تو یہ کھلا چیلنج ہے"۔ اس نے اپنی بات پر زور دے کر کہا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں نے آپ کو چیلنج نہیں کیا ہے صرف آپ کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کیوں آگ کا دریا عبور کر رہے ہیں یا تو جل جائیں گے اور یا تو آپ کے کچھ نہیں آئے گا جو والدین کی خوشی ہے وہ کریں"۔ وہ رو دی گئی۔

"مجھے اتنا بے وفا کر دیا میری قابلیت نے ایسے تو میں تمہیں چھوڑ ہی نہیں سکتا کچھ تو انعام ملنا چاہیے"۔ وہ اسے اطمینان سے مسکرا کے بولا۔ صفی حیران تھی کہ اتنا کچھ سننے کے بعد بھی اس پر کچھ اثر نہیں ہوا تھا۔

"تم کیا سمجھی ہو میں ایسے ہی ہٹ جاؤں گا"۔ اس نے صفی کی ناک پکڑی۔

"سارے انتظام کر کے گئے ہیں امی کی جان"۔ وہ پھر ترنگ میں آ گیا۔

"کیسے انتظام۔۔۔؟" اس کی دھڑکنوں کی بڑھتی جا رہی تھی۔ صفی بولی۔

"یہ تو گھر چل کے دیکھنا"۔ ڈرائیونگ سیٹ سے باہر آیا فرنٹ ڈور کھول کے اسے ہاتھ پکڑ کے باہر نکالا۔ شام کا اندھیرا گہرا ہو گیا تھا خوبصورت وسیع و عریض لان میں برقی قمقمے آن تھے ہوا کا ٹھنڈا جھونکا آیا تو ہوا جسے پتا تو آواز پیدا کر گیا۔

"میری بات تو سنیے۔۔۔" وہ گڑبڑائی سٹپٹا گئی۔ مگر حمود نے اسے ہال کمرے میں لا کر بٹھا دیا۔ گھر میں

خاموشی تھی۔

"تم ریسٹ کرو میں تمہارا اپنا تحفہ لے کر آتا ہوں پھر کل میں تمہیں گھمانے لے کے جاؤں گا اسکول میں جو کیا تمہیں پتے تک نہیں آئی جہاں شام تک تم اور میں ہوں گے"۔ وہ جاتے جاتے کان میں سرگوشی کر کے گیا۔ صفی پر گھبراہٹ سوار تھی کیونکہ رات ہو چکی تو وہ اکثر جا کے چلی جاتی ہے تو آج اس شام وہ گھر آئی تھی۔

"لو یہ تمہارا تحفہ ہے میرا اچھا سا خیال ہے کسی اسپیشل نے اپنی والدہ کو ایسا تحفہ کبھی نہیں دیا ہوگا"۔ ایک خوبصورت سا پیپر میں لپٹا پیکٹ دیا وہ حیرانگی سے دیکھنے لگی۔

"اور پھر تم اس تحفے کے بعد کل مجھے چھوڑا یا نہیں کرو گی"۔ حمود نے صفی کی بڑی سرگوشی سے خوشگوار لہجے میں کہی۔

"اس میں کیا ہے۔۔۔؟" اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"یہ تم گھر جا کر دیکھنا کہ کیا ہے"۔ وہ مسکرایا۔

"واٹ اکم آن رہ رات"۔ وہ تو اندر روانہ ہو جانے لگا۔ صفی کو گھبراہٹ بھی ہونے لگی پیکٹ کو چھپا کے سائیڈ پر صوفے پر رکھ دیا۔

"بھائی آپ کا کمرہ کیوں لاک ہے؟" تانیہ اس سے پوچھنے لگی۔

"کیوں تمہیں کیا کام ہے؟" حمود چونک گیا کیونکہ اس نے دوران سے کمرے کو اپنے جانے کے بعد لاک کرنے کا شروع کیا تھا۔

"جب بھی آپ کے کمرے کے باہر سے گزرو بہت خوشبو آ رہی ہوتی ہے"۔ وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"یہ تو میں اسپرے کرتا ہوں خود پر آئی ہی ہوگی اور تم کیوں اتنا تجسس کر رہی ہو جو اتنے دن سے پوچھتی ہو تی ہے"۔ وہ صفی کو تنقیدی نگاہوں سے دیکھنے لگا وہ جھینپ سی گئی۔

"مس کیسی ہیں آپ، مجھے بتائیں آپ نے کی ہیں مجھ پر الزام بالکل نہیں آئے"۔ وہ منمنائی۔

"سوری میری وجہ سے بحث ہوئی ہے"۔ صفی بھی شرمندہ ہوئی۔

حمود وہاں سے ہٹ گیا کیونکہ صفی کافی نروس ہو رہی تھی پھر اسے تو کل کا انتظار تھا کہ وہ اس کے سامنے کیسے پیش آتی ہے جبھی تو اس نے اپنے کمرے کو سجانے میں کی تھی اس کی تیز کسی کو بتائی تھی پورا کمرہ مہک رہا تھا ہر طرف میں سب جگہ پھول ہی پھول تھے کل کے دن کو یادگار بنانا چاہتا تھا تاکہ صفی کے سارے وہم اور وسوسے ختم ہو جائیں۔

⟵ ☆ ⟶

آج انہیں پھر سارا دن گیا کافی دیر تک دونوں باتیں کرتی رہی تھیں مگر ہر بار وہ انہیں کی سوچ سے جاتی تھیں اب تو پریشانی یہ تھی کہ وہ تو مالی بیٹے والی تھیں جس دن سے یہ خبر ملی تھی وہ بیٹی سے کب کہیں اور آج سارا دن ہی کہہ دیا۔

"میرا ابھی تمہاری عمر ہی بیٹے کی کوشش ہے بیٹے مجھے پھولوں والیوں کی بہن بھی ہوں اتنی جلدی تو میں بھی ان کی شادی نہیں کروں گی ورنہ سب مجھے تو بدنام ہی کریں گے"۔

یقینی وہ بوڑھی ہو گئی تھیں جب سے وہ رشتے کے بارے میں خبر ملی تھی انہیں فکر بھی تھا کہ اس دن وہ انہیں جان کے بچی آئی اگر اسی وقت اس کا یہ معاملہ بھی نمٹا لیتیں تو ختم کر دیتیں تو سب کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ انہیں عجیب سے لگی اور ہو گی

تھی کہ کچھ کہہ نہیں پا رہا تھا کہ یہ انہیں کیا ہو رہا ہے۔

"یہ کیسی مائیں ہیں جو صرف اپنی سوچ رہی ہیں انہیں اپنی اولاد کی [illegible] دوسروں کے کہنے میں آ کر [illegible] سوچا کیوں نہیں۔" [illegible]

زندگی میں [illegible] پال کے تھے کہ وہ اس میں سے نکل کر آس پاس رہنے والوں کے بارے میں بھی [illegible] ان کی بیٹیاں ان کی ہر طرح سے خوشی کا بھی خیال رکھتی تھیں اور وہ جواب میں انہیں [illegible] کے تھے۔

ہر وقت جواد احمد سے [illegible] آ گئی تھی ان کے اپنے مزاج میں [illegible] رہتے تھے۔

"آج کیا بات ہے اپنی [illegible] کو کام نہیں دیا۔" جواد احمد نے [illegible] نگاہوں سے صبیرا بیگم کو خاموش دیکھا۔

"[illegible] آپ فکر کرنے کے بجائے دعا کریں۔" وہ [illegible] کر چپ ہو گئیں۔

"میں تو تمہیں یاد [illegible] ساری دنیا میں سب سے [illegible] ہی لگتا ہے۔"

"[illegible] کے موڈ میں نہیں ہوں۔" وہ [illegible] آج انہیں اپنے [illegible] میں لے آیا تھا [illegible] جھکی تھیں۔

جواد احمد کی [illegible] صبیرا بیگم اور آپی خاموش [illegible] کبھی بات ہی نہیں تھی [illegible] اور چپ ہو گئے۔

"صبیرا! کیا ہوا [illegible]؟" [illegible] انہوں نے [illegible] کرنے سے انکار کر دیا۔

"آہاں... کچھ نہیں۔" وہ [illegible] تھیں کیونکہ [illegible] رہی تھیں۔

"مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ [illegible] روم میں چلی گئیں۔ جواد احمد گہری سوچ میں مستغرق ہو گئے کیونکہ صبیرا بیگم [illegible] نہیں کر پا رہے تھے۔

"کوئی بڑا نقصان ہو گیا ہے [illegible]؟" انہوں نے [illegible] پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ [illegible] پلٹ گئیں۔

یعنی آج وہ [illegible] حیران تھیں [illegible] ڈال رہا تھا [illegible] کو بھول گئی تھیں۔

اور وہ [illegible] زندگی گزار رہی تھی [illegible] ان کی بیٹیاں چھوٹی تھیں شادی کی کون سی عمر تھی [illegible] کر چلی گئیں گی۔

"میں ابھی اپنی بیٹیوں کی شادی نہیں کروں گی [illegible]۔" آنکھوں سے آنسوؤں کی [illegible] کر لیٹ گئیں کہ جواد احمد کو [illegible]۔

[illegible] اپنی بیٹیوں سے [illegible] دونوں بیٹیاں اور بیٹے سے [illegible] زندگی گزر رہی تھیں [illegible]۔

[illegible] کہ ہمیشہ حسرت سے [illegible] اور جواد احمد انہیں [illegible] ساری [illegible] نہیں [illegible] تھیں۔

☆ ☆ ☆

یک اس نے جیسے ہی کھولا تھا وہ حیران تھی اس میں [illegible] نہیں آ رہا تھا کہ [illegible] ساتھ ہی ایک پرچا بھی تھا جو [illegible] کھولا۔

"منھو کی جان!

ہوگی با خبر [illegible]

کچھ نہیں آ رہا تھا کہ تمہیں [illegible] اسلامی کتب سے بھی [illegible] ایک دن میں ایک شاپ پر گیا تھا [illegible] مجھے [illegible] تمہیں بھی تک [illegible] کرتا ہوں [illegible] اور اختیارات رکھتا ہوں اس کی قسم [illegible] مرضی کے [illegible] نہیں۔

اس لیے ان دونوں کتب کا اچھی طرح مطالعہ کر لو [illegible] میاں بیوی کے کیا حقوق ہوتے [illegible] تمہاری [illegible] بیوی [illegible]۔

فقط صرف تمہارا [illegible]"

[illegible] کے بیچ پاتی تھی میں [illegible] سب سے [illegible] سارے لوگوں میں اب تو زندگی [illegible] لگی تھی۔

اس شخص پر اعتبار کرنے کو دل کرنے لگا تھا۔ [illegible] کے لیے [illegible] کے سوال [illegible] ان کتابوں [illegible] آ گئی۔ اس نے [illegible] کا نمبر [illegible] پڑھ چکا تھا۔

"[illegible]"

وہ رات اس نے واقعی دونوں کتابوں کو [illegible] پڑھتا [illegible] تھا۔

"ارے منھی ابھی تک تم [illegible] ساری رات۔" سعدیہ نے اسے سات بجے کے قریب اٹھایا تھا [illegible]۔

"خالہ جان [illegible] کی بیری۔"

"میں نے تمہیں [illegible] بار اٹھایا تھا مگر [illegible] تم [illegible]"

[illegible] کتابوں کو دیکھا تو چھپ سی گئی [illegible] کمرے میں آ گئی [illegible]۔

[illegible]

[illegible]

برش چلانے لگی تہذیب حیرانگی سے اس کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھ رہی تھی جو گل کے گلاب کی طرح کھل رہا تھا۔

"میری دعا ہے آپ ہمیشہ اسی طرح ہنستی مسکراتی رہیں۔" تہذیب نے دل کی گہرائیوں سے اسے دعا دی۔ [illegible]

"میری دعا ہے اللہ تعالیٰ سے تم بھی [illegible]" [illegible]

"آپ کی تیاری پوری ہو گئی؟" اس نے موضوع بدلا۔

"ہوں تقریباً۔" [illegible]

"خالہ جان! کیا یہ سب ٹھیک ہو رہا ہے؟" اس نے شرم و حیا سے جھجک کے پوچھا۔

[illegible]

[illegible]

"اور سب گھر والے خیال نہیں رکھتے ہیں اس کا؟" انہوں نے نگاہ چرا کے پوچھا۔

"اور سب تو بہت زیادہ خیال رکھتے ہیں۔" وہ خوش ہو کر بتانے لگی۔

"عریب کیوں یہاں نہیں آتا ہے؟" دوسرا سوال ہوا۔

"جی وہ شاید [illegible] نہیں آتے ہیں۔"

"تمہارے ساتھ اس کا رویہ کیسا ہے؟" [illegible]

"میرے ساتھ بھی سب کا بہت اچھا رویہ ہے۔" [illegible]

"عریب ٹھیک سے تو بات کرتا ہے تم سے؟" وہ اچھی طرح اپنے دل کی تسلی کرنا چاہ رہی تھیں۔

"جی... وہ بھی بہت اچھے طریقے سے بات کرتے ہیں۔" اسے عریب کے ذکر پر کچھ حیا سی آئی۔

"خیر تم آج وشہ کو فون کر کے کچھ دن کے لیے یہاں بلا لو۔" [illegible]

[illegible]

"آپی! [illegible] مجھے جلدی اٹھنا ہے۔"

"معارج! میں نے تمہارا ناشتہ [illegible] ہے۔" میرا بیگم کی آواز عقب سے آئی۔

[illegible]

"امی آپ نے میرے لیے ناشتہ بنا دیا ہے؟" معارج نے [illegible]

[illegible]

وہ تیار ہو کر نیچے آیا۔ محر یب سے تو اس نے محمود کے آفس میں کام کرنے کا کام چھوڑ ہی دیا تھا پھر اسے بھی کون سا مستقل وہاں کام کرنا تھا صرف تجربہ چاہتا تھا۔ مسٹرڈ پینٹ پہ بلیک شرٹ میں ملبوس وہ ٹک سک سے تیار ہو کر نکلا تھا۔
کل رات ہی تو اسے بتایا گیا تھا کہ تین چار روز میں ان کی شادی کی ڈیٹ رکھ دی گئی ہے۔

وہ لیونگ روم میں آیا۔ تہذیب کافی کا کپ ہاتھ میں لیے کسی گہری سوچ میں مستغرق تھی۔ فائق نے اس دن کے بعد سے مخاطب تو کیا دیکھا تک بھی نہیں تھا مگر جب سے یہ [illegible] وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کے قریب چلا آیا۔ تہذیب نے سامنے کو دیکھا اور [illegible] سی کھڑی ہو گئی۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟" اس نے بازو پکڑ کے واپس صوفے پر بٹھا دیا۔

"مجھے کیا آپ سے ڈر لگا ہے"۔ اس نے فائق کے ہاتھوں سے کلائی چھڑوا کر کے نخوت سے منہ پھیر لیا۔

فائق کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا آواز بھی ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ کتنی بدلی بدلی لگ رہی تھی اب پہلی والی آنکھ معصوم لگ رہی تھی وہ دل سے دیکھے گا۔

"کیسی ہو؟"

"بیچارے مار کے پوچھنے کی ادا آپ کی نرالی ہے فائق احمد۔" وہ بولی۔ ابھی تک بھی اس کا اپنا غصہ نہیں نکلا پائی تھی۔ وہ کھل سا ہو گیا نگاہ اس پر جما کے رکھا۔

"میرا وہ مطلب کوئی نہیں تھا بس یونہی سا ارادہ سے نکلا تھا۔" مشکل میں بولنے کیلئے الفاظ تک نہیں مل رہے تھے۔
"آپ کو میں نے شروع سے ایسے ہی دیکھا ہے میں آپ کی نا پسندیدہ ہوں گی آپ کو مجھ سے تو کوئی ہمدردی ہے نا بہت اچھا کیا ہے"۔

"تہذیب پلیز ایسا الزام مت لگاؤ تم میرے لیے کبھی ناپسندیدہ ہو ہی نہیں سکتی ہو"۔ اس نے تڑپ کے یقین دلایا۔

"تبھی میں ناپسندیدہ ہوں۔ آپ نے مجھ سے رشتہ جوڑ کے احسان کیا ہے فائق صاحب اور کیسے لگا کہ آپ سے ساری زندگی نفرت رہے گی"۔ اس کے لہجے میں آگ سی لگی تھی۔

وہ واقعی میں گھر اٹھا کے کیا پتہ تھا اچھا کرنے کے چکر میں اس کے خود کے ساتھ ہی برا ہو گا۔ اسے تو کسی سے محبت تھی اس کی سادگی نے اس کی خودداری نے اس کی نسوانیت نے اس کی اداؤں نے کبھی بھی دوسروں کی راہوں اور لڑکیوں کی طرح دھیان نہیں آئی تھی۔

"تہذیب ایسی تم سے محبت کرنے لگا ہوں"۔

"لیکن کیا" تہذیب بیٹھے سے کھڑی ہو گئی کیونکہ ایسی غیر متوقع بات فائق جیسے [illegible] سے تو توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

"یقین کرو تہذیب اتم سے ... آہستہ آہستہ آگئی ہو تم سے ہی میں نے محبت کرنا سیکھا ہے"۔

"جھوٹ بول کے اپنی غلطیاں پر پردہ ڈالنے کا کوشش شروع سے مجھے [illegible] اس کی مجھے کوئی بات پر یقین نہیں ہے"۔ وہ اسے ہٹا کر چلی جانے لگی مگر فائق نے اپنی مضبوط گرفت میں اس کا بازو پکڑ کر خود سے قریب کر لیا۔

کشتی والی لونوں کا بیڈ پر اس کے پاس ایسے سکتے کے جیسے وہ پھولوں پر کھڑی ہو۔

"محمود کی جان کیا ہو گیا ہے؟ آنکھیں کھولو تو دیکھو تمہارا بیڈ روم کتنا خوبصورتی سے میں نے اپنے ہاتھوں سے سجایا ہے"۔ اس نے بیٹھی کی اینڈ پر بٹھایا۔

"وہ آپ نے اتنا کچھ ... اگر کوئی آگیا تو؟" اس کے اندر ڈر اپنے جھمن پھیلائے بیٹھے تھے خوش ہوتے ہوئے بھی اسے ڈر لگ رہا تھا۔

"آج پورے گھر میں کوئی بھی نہیں ہے سارے ملازموں کو میں نے چھٹی دے دی ہے شہزاد بے صرف اور اس کی بیوی وہ بھی اپنے گاؤں گئے ہیں"۔ وہ اس کے قریب بیٹھ کے اسے ریلیکس کرنے لگا دونوں ہاتھوں کو محبت سے دبایا۔

"زاہدہ بھی تو آنے کی امید ہے"۔ اسے اب بھی کسی کی شرم و گھبراہٹ سے پسینے آنے لگے۔

"جب تو شاید ہم ترقی میں ... ہوں گے"۔ لہجے میں سچی خوشی تھی اور ارشاد سب ٹھیک تھا اس نے آنکھیں اٹھا کر اسے محبت سے دیکھنے لگے۔

"سب کی فکریں ہیں اس سوال کی اس کے تقاضوں کی فکر نہیں ہے"۔ اس کی نگاہ پھر جھک گئی آج اس کی ساری شائستگی اس کے سامنے جل رہی تھی اور بس وہ کچھ بول رہی تھی۔

محمود نے اسے خود سے قریب کر لیا آج کے دن کا اس نے کتنا انتظار کیا تھا وہ کشتی سے محبت کرتے لگا تھا اس کے بغیر رہنے کا وہ تصور بھی نہیں کرنا چاہتا تھا پہلے وہ محبت کو نہیں مانتا تھا کبھی اس بارے میں سوچا بھی نہیں حالانکہ کشتی کی شکل دیکھتے تو اکثر ہی اچھی لگتی تھی مگر جب اسے کسی سے محبت ہوئی تو سب پتا لگا اچھا لگنے لگا تھا کہ ہر چیز ہی اسے پیاری لگتی۔

"زیادہ شرماؤ ادارہ ادب کا لحاظ اور کھولو جا کر"۔ اس نے اداس ہو کر اسے خود سے الگ کر کے الماری کی سمت اشارہ کیا۔ کشتی تجزیاتی سے اسے دیکھنے لگی جیسے وہ کچھ نہیں پا رہی ہو۔

"کرنے جاؤ نا، کیوں دیر کر رہی ہو"۔ وہ مسکرا کے گویا ہوا۔

کشتی کو آگئی بے تکلف تھی کہ اس کے بیڈ روم میں یوں ہر چیز کو ہاتھ لگاتی۔ جھکتی ہوئی جھجکتی ہوئی الماری کی چابی گھما کے کھولا تو دیکھا آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

"ارے دیکھو کیا یہی ہو تمہارا ہوا آپ ... لیا ہے"۔ محمود نے پیچھے سے آ کر حصار باندھا وہ تو اچھل سی گئی۔ پنک رنگ کا بہت خوبصورت نوٹ کے ساتھ کیا ہارہ ... کے جواب کھل کے رو گئی۔

"جلدی کرو کتنا سوچو گی"۔ اس کے رخسار پر لب رکھ دیے وہ کسمسا کے پیچھے ہونے لگی۔

"میں نہیں ہوں اس قابل آپ کریں مجھ سے اتنا پیار"۔ وہ اس کی بے باک محبت پر ادا سی کی کیسی یہ تو اب تو نہیں ہے۔

"تم پھر شروع ہو گئیں کل کا بات بتا تھا"۔ غصہ میں کہا کرنے لگا۔

"آپ بھی کیا تو سوچتے کیا کر رہا پھر وہ گئی۔"

"تم کتنا جانتے ہو نہیں مانو گی"۔ محمود نے فکر سے ناک کی نال سے تھام لیا اور ہاتھ روم میں دھکیلا۔

"اگر اب بھی تم نہیں مانی تو تم ہی تو بیڈ روم میں زبردستی لے جاؤں اس کے بعد ..." آنکھوں میں شرارت بھلی تو تیری سے آگے بڑھا کشتی نے گھبرا کے اور اور ہو کر سے بند کر دیا۔

"تو کیا کہہ رہی ہو؟ کیا چاہتے ہو تم میرے پاس آ کر۔۔۔ کچھ بھی تو نہیں بچا ہے پھر بھی مجھے آنکھیں دکھا رہی ہو۔ ارے شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ کا اور احسان مانو جو تمہیں عزت کے ساتھ لے جانے والا مل گیا۔" عاتق اپنی ٹون میں واپس آ گیا کیونکہ اب اس نے تہذیب کی باتوں اور رویوں کو اچھی طرح جانچ لیا تو جان گیا کہ کبھی بھی انگلی کر کے نکالنا پڑے گا۔ تہذیب دہشت زدہ سی اس کی گفتگو سے بچا گئی آنکھوں میں دیکھتی رہ گئی وجود ساکت ہو گیا عاتق کی ایسی باتیں۔

"تم واقعی نہیں اس لائق کہ تم سے محبت کی جائے۔"

"مجھے پتہ تھا آپ کی نیت ہی ٹھیک نہیں تھی۔" وہ تو شدت غم سے حلق کے بل چیخی تھی۔ وہ تو شکر تھا ان میں اس وقت کوئی نہیں تھا۔

"اب تو پتہ چل گیا میری نیت کا باقی نیت کا شادی کے بعد پتہ چل جائے گا۔" آنکھوں میں شعلوں کی لپک لئے اسے جھٹکے سے چھوڑ کے آگے بڑھ گیا۔

تہذیب اب سسکی کے اندر کے طوفان کو روکے گی کہ آنسو بہتے جا رہے تھے۔ عاتق اسے ساری زندگی بھی جھیلنا ہے کا وہ کیسے برداشت کر سکے گی اس ظالم انسان سے اس نے چپکے چپکے محبت کی تھی اور وہ کیا کچھ کہہ گیا تھا۔

⟷ ☆ ⟷

وہ آج بہت خوش تھی۔ میرا بیگم کے مزاج میں تبدیلی جو آ گئی تھی۔ دشا کو سب سے پہلے پتہ چل رہی تھی۔ عشا کی نماز پڑھ کے وہ نکلی ہی تھی کہ پورے گھر میں سیل فون کی گھنٹی کا شور ہونے لگا۔ موبائل کے نام پر نظر ڈالتے ہی وہ ٹھٹک گئی۔ سب ہی کمروں میں تھے وہ دم سے گئی اور دراز میں رکھا فون اٹھایا۔

"ہیلو۔۔۔"

"جناب میں محبت بات کر رہا ہوں۔" وہ شاید کچھ گھبرایا ہوا تھا۔

"آپ۔۔۔" اس کی آنکھیں آواز سن کے حیران رہ گئیں۔

"کیسی ہو؟" کتنا رومانس بھرا اور حساب انداز اس پر تو شادی مرگ طاری ہو گئی۔

"ٹھیک ہوں اور آپ سب کیسے ہیں؟" دھیمی سی آواز میں آہستگی سے گویا ہوئی۔

"سب کو سمجھا دیتا تو ٹھیک ہیں۔ ادی جان کی طبیعت تو تمہیں پتہ ہے کچھ ٹھیک ہی نہیں رہتی ہے۔" وہ بتانے لگا۔ جناب کی اس لئے کچھ نہیں آ رہا تھا کیسے کیا بات کرے کیونکہ وہ خاموش ہو گیا تھا گویا اس کے بولنے کا منتظر تھا۔

"آگے بھی کچھ بولو۔" وہ ہلکی سی ہنسی کے ساتھ گویا ہوا۔

"فون تو آپ نے کیا ہے بولنے کا حق آپ رکھتے ہیں۔"

"ہاں۔۔۔ حق۔۔۔" اس نے "ہوں" کو لمبا کھینچا تھا۔

"میری خیریت تو پوچھی ہی نہیں۔" وہ اسے تنگ کرنے کو بولا۔

"میں نے آپ کی بھی پوچھی تھی۔" وہ گھبرا گئی تہذیب نے اس سے یونہی بات کرنے کے لئے کال کی ہے۔

"میں بھی الحمدللہ ٹھیک ہوں۔"

وہ پھر خاموش ہو گئی کبھی اس کو گفتگو تو کبھی بولنے کیلئے لب دراز تھی مگر پھر رک جاتی۔

"کیا کر رہی تھیں؟" اس نے ہی خاموشی کو توڑا۔

"ابھی عشا کی نماز پڑھ کے فارغ ہوئی تھی۔"

"میرے لئے دعا کرتی ہو؟" وہ آج گنگنا رہا تھا اور موڈ میں بھی تھا۔

"جی" وہ دھیمے سے بولی۔

"اچھا کیا کرتی ہو؟" بات کو وہ طول دینے لگا۔

"دعا میں بتانے والی نہیں ہوتی ہیں مگر ابھی دعا ہی کرتی ہوں۔"

"اچھی دعا تو اچھے لوگوں کیلئے کی جاتی ہے میں تو اپنے آپ کو بھی تمہارے حوالے میں اچھا نہیں سمجھتا۔"

"آپ کو کیا پتہ آپ اچھے ہیں یا نہیں یہ اللہ تعالیٰ کو پتہ ہوتا ہے اور پھر مجھے آپ کبھی برے نہیں لگے۔" شرم و حیا کے حصار میں یہ کہنا اسے اچھا لگا تھا۔

"سوچ لو۔ کبھی برا نہیں لگا جیسے پچھلے دنوں میرا رویہ رہا ہے اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں بولو گی۔" وہ پھر سے لگا کہ شاید اب وہ کچھ بولے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرے۔

"کہتے ہیں جو اپنی چیز ہوتی ہے اسی پر ہی اپنا حق اور اختیار رکھ کر اپنی بات منوا سکتے ہیں۔" اس نے آنکھ کی ری کی اور خاموش ہو گئی۔

"تم واقعی میری چیز ہو۔" وہ کسی قدر شرارت سے بولنے لگا۔

"کیوں اس میں شک کی گنجائش ہے۔"

"مجھے تو کوئی شک نہیں ہے مگر لگتا ہے تم مجھ پر شک کرتی ہو۔"

"جی۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" جھٹ اس کی نفی کی۔

"میرے کہنے کا مقصد ہے کہ تمہیں شاید مجھ پر شک ہوتا ہے کہ میں تم سے محبت نہیں کرتا۔"

"میرے خیال میں ہونا چاہئے کافی دیر ہو گئی ہے۔" اس نے تہذیب کی بات کاٹی۔ تہذیب کی ہنسی نے اسے چونکا دیا۔ وہ لطیف سی ہو گئی اتنی صاف گفتگو کر رہا تھا اس کی باتیں جھینپ محسوس کر رہی تھیں۔

"تنگ آ رہی ہے یا میری باتوں سے اکتا نے لگیں؟" شکوہ کیا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے میں تو اس لئے کہہ رہی تھی آپ جلدی سوتے ہیں یہاں پھر تو ٹائم کافی ہو گیا ہے۔" اس نے خود ہی بات بنائی۔

"ہاں۔۔۔ کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔" وہ پھر بولا۔

"کل رات پھپھو کے گھر آ گئی تھی؟" اس نے ایک دم ہی کہہ دیا۔

"کل۔۔۔" وہ لرز گئی۔

"مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں ایک پرابلم پیدا ہو گئی ہے۔" لہجہ گمبھیر تھا۔

"خیریت تو ہے کیا پرابلم ہے؟" وہ سن کے پریشان ہو گئی۔

"بات یہی ہے کل تم شام تک پہنچ جاؤ۔ بابا اور امی بھی ہوں گی کے وہ پرابلم حل کریں گے۔"

"پھر بھی بتا دیجئے تو کیا ہوا ہے آخر ایسا تہذیب ہو سکتا ہے؟"

"ارے نہیں ان کا تو معاملہ یہ ہے وہ مسعود کے گھر فساد ہو گیا ہے۔" تہذیب نے اس کے پریشان ہونے پر ہی بتایا۔

"ہوا کیا ہے مسعود بھائی کے گھر ان کو خبر ہو گئی شادی کی؟" وہ بولی۔

"وہاں سب کو خبر ہو گئی ہے۔" وہ بتانے لگا۔

"آپ مجھے ابھی بتا رہے ہیں" [illegible]

"کل تم وہاں آؤ گی تو سب بتا دوں گا" [illegible]

[illegible]

"کیا کہہ رہے ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے" [illegible]

[illegible]

"مجھے ابھی کچھ نہیں ہوا" [illegible]

[illegible]

[illegible]

"آپ سو جائیں مجھے بھی نیند آ رہی ہے میں کل آ جاؤں گی آپ فکر نہیں کریں" [illegible]

[illegible]

[illegible]

"بابا! آپ کی لڑکی محبت ہے اس میں منّی کا کیا قصور ہے" [illegible] کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"تم نے اتنی بڑی بات ہم سے چھپائی۔ کیا سمجھا تھا تم نے، اپنے باپ کو کیا سے بہلا کے مالو گے"

"میں آپ کو مناسب موقع ملتے ہی بتانے والا تھا" [illegible]

[illegible]

[illegible] بھول جاتے تھے۔

"آپ نے منّی کو کیوں قید کر رکھا ہے، اسے گھر جانے دیں" [illegible]

[illegible] سے ہجر میں مبتلا ہونی کہ اسے کچھ ہوش ہی نہیں تھا۔

"اس گھر کی وہ بہو ہے اور ہم پٹھان قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں [illegible] نہیں چھوڑا کرتے" انہوں نے ایک ایک لفظ چبا کے کہا۔

[illegible]

"میری آنکھوں کے سامنے یہ سب تماشا ہوتا رہا [illegible]"

"نہیں بابا! آپ منّی کو ایک لفظ نہیں بولیں گے، وہ بہت پاک صاف لڑکی ہے اور ہمارے ہی قبیلے سے تعلق ہے [illegible]"

"چپ کرو تم" انہوں نے ڈانٹ دیا۔

"میری نظروں کے سامنے سے دفع ہو جاؤ، تم نے جو کارنامہ انجام دیا ہے اس کے بعد جو طوفان آنے والا ہے [illegible]"

"شادی کی کوئی گناہ نہیں کیا ہے [illegible] اسلام میں یہ سب جائز ہے [illegible]"

[illegible]

[illegible]

"بابا! ابھی [illegible] ہم مسلمان ہیں" وہ کھسیا گیا۔

[illegible]

"مجھے کسی کی نہیں پروا" [illegible]

[illegible]

"بہت آسان سمجھ رکھا ہے تم نے" وہ چیخے۔

[illegible]

[illegible]

"میں نے منّی کو چھوڑنے کا کہا [illegible]"

[illegible]

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

محمود نے اسے سارا کام سمجھا دیا تھا۔ دوسرے دن سے ہی اس نے آفس جانا شروع کر دیا تھا آج دس دن سے محمود آفس ہی نہیں آ رہا تھا اس پر ساری ذمہ داری تھی۔ جس دن وہ بات کرنے گھر آیا تھا ایک بار تھا کیونکہ ہشام سالار اچانک ہی اس دن لوٹ کے آ گئے تھے وہ پھر زیادہ دیر بیٹھا بھی نہیں تھا۔ دوسرا دن تھا اس کا آفس میں کمپیوٹر کے آگے مسلسل بیٹھنے سے اس کی آنکھیں دکھنے لگی تھیں گردن میں بھی درد محسوس ہونے لگا تھا اس پر [illegible] پریشان کیے ہوئے تھا۔

"ارے فاطمہ! آپ سے فائق آیا ہوا ہے تم نے دیکھا تک نہیں۔" تائی امی کی نگاہ [illegible] جہاں وہ دو سویوں میں گم صم کاؤنٹر پر [illegible] تھا اس نے اب تو FM بھی چھوڑ دیا تھا کیونکہ اس طرف سے دل ہی بالکل ہٹ گیا تھا۔

"محمود بھائی! امیں ماں جی کے پاس بیٹھ گئی تھی۔" وہ بھی حیران تھیں کہ فائق کا انہیں بھی پتہ نہیں چلا۔

"فائق! چائے وغیرہ لاؤں؟" اس نے گھنگھریالے بالوں میں ہاتھ پھیر کے پوچھا۔

"آں ہاں ... [illegible]" وہ کچھ سستی [illegible] کر رہا تھا کیونکہ مسلسل [illegible] سے وہ کام ہی کر رہا تھا [illegible] ہوئی تھی۔

پھر جب اعصاب [illegible] اس [illegible] بات کرے کوئی [illegible] احساس [illegible]

آج میں [illegible] محمود بھائی کو [illegible] [illegible] گھنٹوں خاموش [illegible] بیٹھا رہا۔

"[illegible]" [illegible] بھابھی سے [illegible] اس گھر میں صرف [illegible] ایسی ہو رہی تھی۔

"[illegible]" [illegible] ان کی ساس کی بھی طبیعت ٹھیک نہیں تھی [illegible] دن" انہوں نے [illegible] ہاتھ ملا۔

"ان کی ساس فرزانہ کی شادی کا ایک [illegible] ہیں"۔ [illegible] جلد ہو سکے شادی ہو جائے۔

"[illegible] بھی بات ٹھیک ہے" کہہ رہی تھی [illegible] شادی بھی ساتھ ہی ہو جائے تو ٹھیک ہے۔"

"آپ ابھی کچھ [illegible] ہیں" [illegible] سوچ کے دماغ [illegible] زندگی [illegible] مشکل ہو جائے گا۔ [illegible] کر سکے گا۔

"[illegible]"

دونوں کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا اس میں کسی کا قصور نہیں تھا"۔ وہ اسے گویا سمجھا رہی تھیں۔

مگر فائق کو وہ لمحے جب یاد آتے تو وجود گھٹنوں کی [illegible] میں چلا جاتا [illegible] آگ کی طرح گزر رہے تھے وجود میں اس کے [illegible] باقی تھی وہ اسے [illegible] سامنے اس کی محبت کا [illegible] کرے۔

"تہذیب کو کچھ سمجھاتی ہوں"۔ اس نے [illegible] کہا۔

"سب سنبھل جائے گی یہاں آ کر" بہت [illegible] تہذیب [illegible] باتیں انہوں نے منسوب کی ہیں میں کیا [illegible]"۔ وہ [illegible] فائق کو اور شرمندگی ہوئی [illegible] [illegible] ہوا تھا۔

"تم [illegible] تمہارے [illegible]" ... [illegible] تمہاری بھی شادی کرنی ہے۔" انہوں نے [illegible] فیصلہ [illegible] فائق آگے سے کیا بولتا [illegible] وہ [illegible] کر سکتا ہے یہی سوچ کے وہ کھڑا ہو گیا۔

☆☆☆

شاہین نے [illegible] تہذیب نے بھی [illegible] شرمندہ ہو گئی تھی۔

"بھابی! [illegible] پریشان کن بات ہے"۔ وہ گہری سوچ میں [illegible]

"محمود بھائی کو اس بات کی [illegible] ہو گی ان کے [illegible] سے [illegible] ہے۔"

"یہ تو زیادتی ہے"۔ [illegible] نے تاسف سے کہا۔

"شادی بھی کہہ [illegible] محمود بھائی کی شادی کا سن کے"۔ شاہین [illegible] کو ٹھیک [illegible] کی کوشش کر رہی تھی۔

"[illegible] آ کر چائے وغیرہ تو بنا لو"۔ احمد اندر آیا۔ دونوں ہی چونک گئیں [illegible] پلنگ [illegible] سمیٹا۔

"یہ سوال نہیں [illegible]" شاہین نے ریان کو اٹھایا۔

"اسے ادھر کرو [illegible] تم دونوں [illegible] سر میں درد ہو رہا ہے"۔ وہ ریان کو گود میں لے کر باہر نکلا۔

"آج کل تمہارے اور تہذیب بھائی کے تعلقات ٹھیک جا رہے ہیں"۔ شاہین نے کچن میں آتے ہی چائے کا پانی [illegible] ٹیک لگا کے کھڑی ہو گئی تھی۔

"[illegible] صاحب کا [illegible] ٹھیک ہو گیا ہے جب ہی مجھے یہاں آنے کو بھی کہا"۔ وہ شاہین کی کام میں مدد کرنے لگی۔

دونوں باتیں بھی کرتی رہی تھیں چائے کے ساتھ [illegible] ڈرائنگ روم میں آ گئی تھیں تہذیب [illegible] [illegible]

"مبارک ہو تم دونوں کے بھی تعلقات بہت اچھے ہو گئے ہیں"۔ احمد [illegible] سے باز نہیں آیا۔

[illegible]

"ان لوگوں نے محمود بھائی کے مسئلے کے بارے میں کیا سوچا" [illegible]

"محمود بھائی شادی وہ بھی [illegible] سے قطعی نہیں کریں گے" [illegible]

"اس کا یہی حل ہے کہ محمود بھائی پہلے مشی کو وہاں سے لے آئیں [illegible] معافی مانگ لیں"

[illegible]

"اس کا یہی حل ہے کہ محمود بھائی شادی کی طرح بھی نہیں کریں [illegible]"

[illegible]

"تم کیا [illegible] اس طرح کرنے سے محمود کے گھر میں بھونچال نہیں آ جائے گا [illegible]"

"اس وقت تو [illegible] بہتر ہے [illegible]"

"محمود کو [illegible]"

"مشی کو وہاں ہی رہنے دیں [illegible]"

"ہاں [illegible] یہ تو ٹھیک ہے مگر [illegible] کسی طرح مشی کو وہاں سے لانا ہے"

"آپ محمود بھائی کو [illegible]"

[illegible]

"مجھے نہیں [illegible]"

"ایسی تو کوئی بات نہیں" سر جھکا ہوا تھا۔

"سب ہی دادی جان کی من پسند ہوتی ہو" عریب لگتا تھا آس پاس کے ماحول کو ہی بھول گیا تھا۔ [illegible]

"آپ بھی ان کے من پسند ہوتے ہیں" اس نے بھی جھٹ کہا۔

"پھر کیا خیال ہے تم دونوں کب لا رہے ہو [illegible]"

"کیا وہ [illegible]"

"فضول [illegible]"

"ویسے [illegible]"

[illegible]

☆ ☆ ☆

[illegible]

"امی ہم لوگ محمود بھائی کے گھر چلیں" [illegible]

"ویسے کیسے جا سکتے ہیں [illegible]"

"مگر امی مشی بھابی کو ایسے تنہا بھی نہیں چھوڑ سکتے ہم" [illegible] چکر میں پڑ جائے۔

"ایسے جانا بھی تو ٹھیک نہیں ہے"

"کچھ بھی ہے ہم مشی بھابی کو ایسے نہیں چھوڑ سکتے ہیں" [illegible]

"[illegible] ابھی کیا جلدی ہے میں ہوں تو ان کی خبر لینے [illegible]"

جائے گی کیونکہ وہ تو ساری باتیں سوچ رہا تھا پھر شادی اس دونوں کی جتنی جلد ہو سکے تو اچھا ہے کہیں تو سکون ہو۔ فراز کے آنے میں دو مہینے تھے اس کے بعد ہی کچھ ہو سکتا تھا گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے جانے وہ کتنی دور نکل گیا تھا۔

☆

کلثوم بانو نے ہشام سالار کو جانے کیا کچھ کہا تھا جب کہیں جا کے عشی کو اس کے بیڈ روم میں بھیجا تھا مگر ہشام سالار نے اسے اس گھر سے جانے کو کہنے سے منع کر دیا تھا۔

"کیا بات ہے میری جان ابھی بھی ناراض ہو؟" وہ اس پر جھکا ہوا بول رہا تھا۔ وہ دلہن بنی بال بیڈ پر کھلے تھے اسے دیکھ رہی تھی جو بیڈ پر تھا۔ بیٹھا ہوا تھا اس کو بہت ساری باتوں نے اداس کر رکھا تھا اور زندگی سے مکمل ہو گئی تھی۔

"منع کیا تھا آپ کو کہ مجھے زندگی میں شامل کریں گے تو اپنے مسئلے ہوں گے۔" اس نے لب بھینچ کے منہ گھما لیا۔

"جب سب کچھ ٹھیک ہو رہا ہے تو ابھی بھی مایوسی کی باتیں کر رہی ہو۔" اس نے عشی کا چہرہ ہاتھ سے پکڑ کے اپنی جانب کیا۔

"کیا سب ٹھیک ہو رہا ہے عشی نے خودکشی کرنے کی کوشش کی اور اس کے پاپا ہم سب تو ڈریں گے آپ کو وہ قربانیں دینی ہیں انہی سے وہ ناراض ہونے لگے۔"

"اس نے خودکشی کی کوشش کی تھی اور پھر بہت زیادہ کسی سے نہیں لگی جاتی کہ وہ بھی کرنے میں شروع سے اسے منع کرتا تھا میرا احترام کی اس میں دوبارہ کیا۔" وہ سنجیدہ ہو کر بیٹھ گیا۔

"پاپا شروع سے ہی تو کوئی بات نہیں مجھے سب خبر تھی وہ لوگ اس کے بعد میں نے اپنی ڈیوٹی لگائی ہے پھر سب حقیقت بیان کر دی ہیں تو پتا ہوا۔" وہ انہیں سب کچھ بتا کر ٹالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تم پلیز اپنا موڈ ٹھیک کرو کب تک اسی طرح رہو گی۔" وہ عشی سے پیار سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے پاپا کے سامنے جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔" وہ عشی کی ہوائی تو پہلے سے تھی۔

"پاپا کا غصہ مجھے پتا ہے کہ ان سے تمہیں زیادہ انکل کی کوشش ہے ان پر تم کی کی وہ عادت مجھے سب ٹھیک کر دے گی۔" وہ بولا وہ مطمئن تھا کہ پاپا کو منا لے گا۔

"میں ابھی عشی کے پاس آئی ہوں ابھی وہ سو رہی تھیں تم فریش ہو کر چینج کر لو تو کھانا کھا لیتے ہیں۔"

"آپ کی امی بہت اچھی ہیں مجھے ان سے ڈر لگ رہا تھا۔"

"تمہیں ابھی فرض ہے سب کا خیال رکھنا خاص طور پر پاپا کا دکھ تمہیں نہیں آپ اچھے دل سے عشی میں کرتا ہے۔" اس نے اس کے بیچ سے بالوں کو سمیٹا۔

"مجھے خالہ جان سے ملنا ہے تہذیب نے مجھے سب بتایا ہے وہ سب پریشان ہوں گے" ساتھ اس سب کی طرح اس کے بھی کوئی رابطہ ہی نہیں تھا تمہیں پیار دینا [illegible] اس پر مشتعل ہو گئی کہ کیسی بیوی نے ان کی زندگی آگ لگا دی۔

"سب میرے ساتھ میں ہیں گھر سب تو بتا دیتے ہیں۔" اس نے انہیں بتا دیا۔

"کتنی بری ہوں جہاں جاتی ہوں پریشانیاں کھڑی کر دیتی ہوں کیا ہوں میں؟ کیوں میں اب تک زندہ ہوں ابھی میں ---" اس کی چیخ یہ بات پوری ہونے سے پہلے ہی تیمور کے لبوں نے حرکت کی تھی وہ اس کی ساختہ ہو گئی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

"آپ جیسے تیمور بھائی نے ابھی تو وہ اکیلی نہیں جا سکتی کیونکہ میں نے گھر بھی نہیں دیکھا ہے ان کی بھی بہت ذرگی ہیں۔" وہ اتنا وضاحت سے اس سے مخاطب تھی۔ اب تو اس نے اسے تیرے جیسا ہی نہیں تھا کم از کم کسی کے تو رکھتا اچھا کر جائے کی وہ اسے پیار اور بھی زندگی سے خوشیاں ہی ملا کرتی تھیں کوئی اختلاف ہی نہیں رہی تھی۔ حالانکہ وہ اس دن کا سارا اور باتیں سوچ کے کمروں میں اس نے اس کی عزت کو وہ آزادی کا کر رہا تھا۔

"تہذیب اپنے پاپا مناسب نہیں ہے۔" وہ اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا کیونکہ تیمور کے گھر میں ہو بچے بیٹا ہے تیرے جو طرح لوگ کی خبر سے آگاہ کر رہا تھا کیونکہ تیمور نے ہی اسے پیار کی ساری حقیقت بتا دی تھی اور اس کے حالات اور خراب ہو گئے تھے عشی نے اپنی زندگی ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔

"آپ ابھی تیمور بھائی کی سائیڈ لیتے ہیں آپ جو مرد سب ایسے ہی ہوتے ہیں ہم لڑکیوں کو جلا کر یاں رکھتے ہیں۔" اس نے اپنے اندر کا غصہ وہ بھی عاقب کا اس پر نکال دیا۔

عرب ہم کیا کرتا ہے، کہتا وہ کیا کیونکہ تہذیب کے بچے سے لاک تک جواب دیا تھا اگر دل اور گھر سے تہذیب نے کبھی بات ہی نہیں کی تھی آج وہ جانے ایسے کیوں ہونے لگی تھی۔

"تہذیب آخر کیا ہو گیا تم اپنے کیوں سوچ رہی ہو؟" عرب نے اس کا ہاتھ پکڑا اور بیڈ پر بٹھا دیا۔ وہ اب بھی کے پیچھے آنسو اس کو روک رہی تھی اگر عرب نے تو تم بھائی جانتی ہو کہ وہ اس کا خیال رکھتا تھا جب بھی کبھی خیال کیا تھا اس کا رشتہ لائق ہے تیمور بھائی اور اس تو نہ شادی کے بعد میں کون کی ہے اس کا کہ اس کا سکتا ہے وہ ان سب کے احساسوں کے بوجھ کے باپ ہو گئی تھی۔

"عرب بھائی آپ ٹھیک ہیں پہ عشی ابھی بہت حساس ہیں ان کو وہ اپنا گئی تھی ہے۔"

"کرتے تیمور ہے ان وہ اس کی بیوی ہے تو کیسی ہیں ہو کی وہ دیکھو یقین تم جس کی بات سمجھ کی کوشش کرو ابھی جاؤ انکل بھی ٹھیک نہیں ہے وہ ان سمجھو مجھ کیا ہاں تو ہوا ہے ابھی ان سے ساتھ آگاہ ہو گئے ہیں۔" اس نے نرم لہجے میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"عرب بیٹا میں بھی اسے یہی سمجھا رہی تھی مگر یہ مانی نہیں۔" سعیدہ چائے کے ساتھ کچھ لوازمات بھی لے کے آئی تھیں۔

"آپی ابھی وہاں بہت پر انتشار ہے۔"

"اگر تیمور بھائی نے عشی باتوں کو چھوڑ دیا تو ---" تہذیب کو یہی فکر ستائے جا رہی تھی بے چاری تو بالکل اکیلی ہو جائیں گی۔

"ایسا کچھ نہیں کرے گا تیمور تم یقین رکھو۔" بڑی مشکلوں سے اس نے تہذیب کو سمجھا بجھا کے قابو کیا۔ وہ سمجھ گیا تھا تہذیب کیوں اتنی چڑچڑی ہو رہی ہے یہ اس کے ساتھ بھی تو ایک حادثہ گزر چکا تھا اور اس کا غم اب کھو ہی گئی۔ وہ نہ سوچ اندر ہی اندر وہاں سے اٹھ کر آ گیا تھا۔

ادھر گھر میں نزہت بیگم نے عرب کو کہا ہوا تھا کہ تیمور اور اسے باپ کے کہنے میں آ کر اگر دوسری شادی کی تو وہ بھی تیمور کو نہیں چھوڑیں گی وہ انکا پریشان تھا کہ آخر کس طرح میں اس کو دل نہیں لگ۔ اتنا اپنے میں اسے پھر حالات کا ہی خیال آتا اس سے بات کر کے دل کو احساس تو مٹی تھی ورنہ اب تک تمام پریشانیوں کو جو اٹھائے ہوئے تھا تھا۔

اس نے سوچا تھا کہ عاقب سے بھی بات کرے گا کہ تہذیب کو کوئی بلیک میل کرے اور وہ اس سے اور بدظن ہو

"یہ لو تم اب دیکھنا جیسے میں تمہاری باتیں بند کرتا ہوں"۔ آنکھوں میں شرارت لیے [illegible] کی شرم و حیا سے بھیگے بالوں کی [illegible] سب تو سارے استحقاق اور اختیارات مل گئے تھے۔ [illegible]

"ہاں ... اب بولو کیا کہہ رہی تھیں؟"

"نہیں بولنا مجھے کچھ"۔ محجوب ہو کر اس نے [illegible] پیچھے کر دیا تھا۔ صمد نے [illegible] مسکراہٹ لیے اس کے خوبصورت سراپے کو دیکھا تھا جہاں روشنیاں سی رقص کر رہی تھیں۔ [illegible] پر شرم و حیا کی [illegible] میں بے تاب انداز میں گھبراہٹ۔

"ایک خوشخبری سنانی ہے"۔ وہ [illegible] کے اس کے قریب ہی بیٹھا تھا اور وہ [illegible] ہوئی تھی [illegible] سے رہا تھا۔

"جی"۔ آہستگی سے گویا ہوئی۔

"امی تمہارے [illegible] سے ملنے آ رہی ہیں"۔

"کب آ رہی؟" وہ حیرانگی اور خوشی سے چیخ پڑی۔

"آہستہ بولو"۔ اس نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھا۔

صفی کی [illegible] سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ کتنا عرصہ ہو گیا تھا ان کو دیکھے اس کی آنکھوں سے [illegible] آنسو نکلنے لگے۔ [illegible] میں بند ہو گیا۔ صمد [illegible] کیونکہ وہ [illegible] رونے لگی تھی۔

"صفی! کیا ہو گیا ہے؟" صمد نے اسے اپنے حصار میں لے کر پوچھا۔

"مجھے ان کے پاس جانا ہے میں ان کو [illegible] بتا سکتی"۔ [illegible] یہاں [illegible] روتے ہوئے بتا رہی تھی۔ وہ کہہ گیا کہ [illegible] گی اس وقت [illegible] آنسوؤں سے [illegible] کیا تھا مگر ہر ایک بوجھ سمیٹ کر پیار کل [illegible] تھا۔

☆ ☆ ☆

سات بجے [illegible] میں [illegible] تھیں مگر آج جلدی آ رہی تھیں کیونکہ معصوم [illegible] ان کے [illegible] لان میں سے [illegible] کو [illegible] آ کر [illegible] کچھ وہاں سے [illegible] کے لیے گئے تھے [illegible] بے ہوش ہو گئی تھیں [illegible] ہو گئی تھیں تو [illegible] اور [illegible] کے پاس بیٹھا تھا۔

"عریب! تم حجاب کو تو یہاں سے لے ہی جاؤ کیونکہ اگر رونی رہی تو اس کی بھی طبیعت [illegible] ہے"۔ [illegible] احمد نے حجاب کی سمت اشارہ کیا جو صوفے پر بیٹھی مسلسل رو رہی تھی۔ [illegible] احمد اور [illegible] آئی سی یو کے باہر تھے [illegible] پوچھا گیا تھا کہ وہ وہاں جا سکتی ہیں۔

عریب اسے [illegible] کے [illegible] کا [illegible] سوچ رہی تھی [illegible] حال ہو گئی [illegible] لگ رہی تھی۔ [illegible] یہاں موجود تھیں۔

"پلیز مجھے یہاں ہی رہنے دیں"۔ وہ رو دی۔ عریب اسے شانوں سے تھامتے ہوئے گاڑی میں بٹھا رہا تھا وہ [illegible] رہی تھی اس کا دل [illegible] رہا تھا۔

"حجاب! اپنے [illegible] کی طرح تم [illegible] رو رہی ہو مجھے [illegible] تم [illegible] کمزور دل کی ہو گی"۔ وہ [illegible] ہیٹ پر بیٹھا اس کا [illegible] میں [illegible]

"میری امی جی میں کیسے نہیں روؤں"۔

"میرا [illegible] ہی دیر میں ہوش آ جانے کا ڈاکٹر نے تسلی دی تو ہے"۔ اس نے حجاب کے دونوں ہاتھ لے کر [illegible] سے تھامے۔

"تو [illegible] آنسو پونچھو"۔ حکمیہ انداز تھا۔ مگر اس پر کتنا زور ہونے والا نہیں تھا اسی طرح وہ روتی رہی تھی۔

"یار! کیا ہے حجاب اس طرح روؤ گے تو تم میری جان لے لو گی"۔ وہ جھنجلا کے گویا ہوا۔ حجاب کے رونے کو کچھ [illegible] اب پہلی [illegible] رہا تھا۔ [illegible] تھی۔ آنسو [illegible] آنکھیں رونے سے [illegible] ہو گئی تھیں [illegible] کیا تھا۔

"ایک آنسو نہیں گرنے دوں گا تمہاری ان آنکھوں سے ورنہ [illegible] یہ تم ان کی خوبصورتی [illegible] رہی ہو"۔ وہ اس کے [illegible] اپنی محبت کا احساس دلانے سے [illegible] کا تھا۔ حجاب نے [illegible] سے [illegible] عریب کا [illegible] اپنائیت بھرا انداز تھا [illegible] تو جانتی تھی وہ اس کے لئے بھی کتنی [illegible] ہو [illegible]

"[illegible]"۔ وہ مسکرا [illegible] گاڑی اسٹارٹ کر رہی تھی پھر راستے [illegible] کے بیچ [illegible] رہی تھی [illegible] جان کے پاس بٹھوا دیا [illegible] آغوش میں جا کر [illegible] رو دی۔

"دادی جان! آپ کی پوتی بہت تنگ کرتی ہے اب"۔

"جی نہیں ... میں نے تنگ کیا اب تو"۔ وہ جھٹ بولی۔ دادی جان کے لب مسکرائے تھے لیکن آنسو [illegible] آئے تھے [illegible] ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے دیکھا تھا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں [illegible] کچھ ہونے نہیں دوں گا تم [illegible] سے ہوش میں آ گئیں تو مجھے [illegible] ہو جائے گا"۔ [illegible] سے [illegible] میں [illegible]

وقت نے تائی امی نے [illegible] کھلوا۔ مغرب کے بعد [illegible] آ گئی تو [illegible] دادی جان کے پاس جا کر سو گئی تھی۔ سب ہی [illegible] بیگم کے لئے دعائیں [illegible] رب کی دعا میں ہی تھیں کہ [illegible] بیگم ہوش میں آ گئی تھیں۔ حجاب [illegible] کے جانے کے بعد [illegible] گی عریب [illegible] بیگم کا [illegible] کر گیا تھا۔

حجاب نے [illegible] بیگم کے [illegible] سے چہرے کو [illegible] سے دیکھا سب ہی آئی سی یو کے باہر جمع تھے مگر ایک [illegible] دیا تھا۔

"کیسی ہیں امی آپ؟" اس نے ان کے ہاتھ کو [illegible] تھا۔

"ٹھیک ہوں اب"۔ آنکھوں سے آنسو [illegible]۔

آج قدرت نے ان کے ساتھ [illegible] کیا تھا کہ وہ [illegible] سے [illegible] تھیں جنہیں اپنا دشمن سمجھتی تھیں آج وہی سب لوگ جمع تھے [illegible] کی [illegible] تھا مگر [illegible] میں خود کو [illegible] محسوس کر رہی تھیں۔ آج سب کو اپنے لئے اس طرح پریشان دیکھ کر [illegible] رہی تھیں۔ حجاب [illegible] وقت ان کے پاس رہی تھی دوسرے دن انہیں روم میں شفٹ کر دیا تھا۔ [illegible] بیگم ان کے لئے [illegible] سوپ [illegible] گھر سے [illegible] رہی تھیں سب ہی ان کی دلجوئی میں لگے تھے۔

"[illegible] اپنا [illegible] چاؤ گی"۔ [illegible] جا کر آرام کر لو۔ [illegible] سے [illegible] نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا [illegible]

"کہاں جا رہے ہو یہاں سے؟" وہ چیخ پڑی۔

"تم سے ملنے"۔ وہ اس کے اندر کے اضطراب اور غصے کو کسی طرح نکالنا چاہ رہا تھا کہ وہ چیخ چیخ کر سب کو اٹھا دے۔

"محمود! تم نے میری محبت کا مذاق اڑایا ہے میرے جذبوں کو کرچی کرچی کر دیا ہے"۔ وہ شدت غم سے رو پڑی تھی۔ محمود سے وہ پاگلوں کی حد تک محبت کرتی تھی۔

"نہیں! میں نے کبھی تمہاری محبت کا مذاق نہیں اڑایا۔ جب میں تم سے کرتا ہی نہیں تھا تو مجھے مذاق اڑانے کا بھی کوئی حق نہیں تھا"۔ وہ اسے ہر طریقے سے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اتنی بڑی بات تم نے چھپائی تم نے شمسی سے شادی کی ہوئی تھی مجھے آخر یہ کیوں نہیں بتایا"۔ دونوں ہاتھوں سے اس نے شدت کرب سے بالوں کو جکڑ لیا۔

"میں نے انکل کو ساری حقیقت بتا دی ہے صرف اس لیے کہ میں تمہارے ساتھ مزید ظلم نہیں کر سکتا تھا"۔ وہ افسردگی سے بول رہا تھا اسے شمسی پر بہت ترس آ رہا تھا وہ شرمندہ بھی تھا مگر اس نے کبھی اس سے محبت بھی تو نہیں کی تھی کبھی اس کی حوصلہ افزائی بھی نہیں کی تھی۔

"پھر وہ منگنی کا ڈرامہ کیوں کیا کیوں سب کے سامنے تماشا بنایا"۔

"منگنی کے لیے میں راضی نہیں تھا صرف ابا کے کہنے پر یہ سب ہوا تھا میں ایسا بالکل نہیں چاہتا تھا"۔ اس نے صاف کہا۔

"شمسی! میری بات ہمیشہ یاد رکھنا، محبت کبھی بھی کسی سے ہم زبردستی نہیں کروا سکتے ہیں اور یہ وہ جذبہ ہے جو خود بخود پھوٹتا ہے۔ تمہیں یاد ہو گا میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا"۔ وہ بولتے ہوئے آج بھی پرواہ نہیں کر رہا تھا کہ شمسی کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی وہ پاگل ہی کر رہی تھی۔

"ہاں یہ مجھے بھی پتا ہے"۔ اس نے آہستگی سے کہا۔

"شمسی! ہم اچھے دوست بھی تو بن کے رہ سکتے ہیں"۔

"محمود! تم اتنے اچھے ہو، کچھ ہونے کے بعد بھی چاہتے ہو کہ میں اتنی جلدی سب بھلا دوں، کیسے بھلا دوں، تمہیں تمہاری بیوی کے ساتھ دیکھ سکتی ہوں محمود! میرا دل اتنا بڑا نہیں ہے"۔ وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

محمود نے اب شمسی کے لیے کیونکہ وہ جانتا تھا شمسی جذباتی ہے اتنی جلدی تو کبھی نہیں بھولے گی اور اس کی وہ ساری باتیں۔

"محمود! ہم اچھے دوست بن کر رہیں گے"۔ شمسی کا جملہ اس کے کانوں میں گونجا۔

"مجھ سے محبت کر لو تو تمہیں میری خوشی کے لیے سب کچھ بھلانا ہو گا"۔

"محمود احمد... تم ابھی بھی مجھ سے یہ توقع رکھ رہے ہو تم اسے مشغلہ کیوں ہوا سارے عرصے میں مجھے تم نے ہر چال سے دور رکھا اور ابھی بھی تم چاہتے ہو میں تمہارا خیال کروں"۔ وہ چیخی۔

"پھر تم کیا چاہتی ہو یہ تو مجھے سوچ جانا چاہئے تھا میں نے تمہیں کبھی اس نظر سے دیکھا ہے، جس لڑکی کو میں نے اپنی زندگی میں شامل کیا ہے ہمیشہ اپنی سوچوں اور خیالوں میں اسے ہی ساتھ دیکھا ہے"۔ وہ بھی تیز لہجے میں بولا۔

"اسی دن تم نے ہم سب کو اندھیرے میں رکھا"۔

"میں نے کسی کو اندھیرے میں نہیں رکھا ایک دن مجھے یہ سب بتانا تھا اور پھر اس دن ابا گھر آ گئے تو ساری

کھلا رہی تھی۔

"میں آپ کو اپنے کیسے چھوڑ کے آرام کروں"۔ اس نے صاف انکار کر دیا۔

"دیکھو یہ تمہاری بچی ہے اور تم..." محمود احمد نے طنز کیا۔

"جو بس کوئی بھی ایسی تکلیف نہیں کرے"۔ وہ بولی۔

سمیرا بیگم اور شرمندہ ہو گئیں کیونکہ اپنے بچوں کو بھی پیار سے دیکھا تھا کب؟ ہمیشہ ڈانٹ ڈپٹ کر کے خود سے دور رکھا مزاج کو اتنا چڑچڑا بنا لیا تھا کہ اچھی بات بھی زہر لگتی تھی اور ان کی بے جا... پھر بھی ان کا خیال رکھتی تھی وہ ایسی بیٹی کی حقدار ہی کب تھیں۔ نہ اچھی بیوی بنیں، نہ بہو اور نہ ہی ماں بن سکی تھیں ہمیشہ اپنے سسرال والوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ جب سے انہیں ہوش آیا تھا صرف حسن، پھپھو اور نانا ابو سے ہی سامنا ہوا تھا۔

"پتا نہیں کیوں زندگی میری بچ گئی ہے"۔

"چلیں امی ایسی باتیں نہیں کریں ہم سب کو آپ کی زندگی کی بہت ضرورت ہے"۔ حنا نے تڑپ کے ان کے ہاتھوں کو تھاما تھا۔ کمرے میں ایک بیڈ، صوفہ سیٹ پڑا تھا، پرائیویٹ روم تھا تو بیٹھنے رکھنے میں بھی کوئی مشکل نہیں تھا۔

"کبھی میں نے تم لوگوں کے بارے میں سوچا ہی نہیں"۔

"سمیرا! چلو باتیں نہیں کرو تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے"۔ محمود احمد کو بھی اس پہ ترس آتے... انہوں نے ان کے چہرے پر اضمحلال افسردگی ندامت دیکھی تھی... نہیں کر رہا تھا کہ ان سے کسی بھی قسم کی تیمارداری کی جائے۔

حنا نے بھی انہیں زیادہ بولنے نہیں دیا۔ رات میں سب انہیں چھوڑ کر چلے گئے، پچھلے آتے رہتے تھے۔ وشہ کو زینت بیگم نے اس لیے منع کر دیا تھا کہ اس کنڈیشن میں وہ... تو اس کی طبیعت خراب ہونے کا بھی خدشہ تھا۔ پہلے ہی اسے کافی کمزوری لاحق تھی۔ سمیرا بیگم کسی سے بھی زیادہ بات نہیں کر رہی تھیں، زینت بیگم جبکہ ان کا دل بہلا رہی تھیں کہ وہ کچھ بھی الٹا سیدھا نہ سوچیں۔ مگر جب... تو ان سے آنکھیں ملانے سے بھی انہیں شرم آ رہی تھی۔ انہیں برا لگا آج وہی سب ان کے پاس ہو کر ان کا خیال رکھ رہے تھے۔

☆

وہ دونوں اس کے پاس آ رہا تھا جو کچھ دن سے گھر... آ گئی تو وہ پھر سے چلا گیا تھا۔ یار علی اور بیگم یار علی نے جواب میں اس سے خفگی روا نہیں رکھی تھی وہ حیران بھی تھا کہ انہوں نے اس سے اتنی نرمی کیوں برتی تھی۔

"کیسی ہو؟" وہ چیئر گھسیٹ کے اس کے پاس بیٹھا۔

"ٹھیک ہوں"۔ شمسی کے لب و لہجے میں دکھ، افسردگی اور طنز بھی تھا۔ محمود نے بیڈروم پر طائرانہ نگاہ دوڑائی، وسیع و عریض بیڈ، وال ٹو وال کارپٹ، صوفہ کم بیڈ پڑا تھا اور ڈریسنگ ٹیبل اور ٹی وی کیبنٹ سب اس کے سامنے ہی رکھا تھا۔

"کچھ بھی چاہئے تمہیں"۔ وہ مسکرایا۔

اسے کھل گئی جو بیوہ سے تھے بھی آ جاتی رہی"۔ وہ ہنس دیا تھا۔ ثمین نے اس پر حسرت بھری نگاہ ڈالی جس کے چہرے سے ذرا بھی پتا نہیں لگ رہا تھا کہ اس نے کچھ غلط کیا ہے۔

"اس کے بعد بھی تمہارے اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا ہے تو جو تمہاری مرضی ہے وہ کرو۔" اس نے سر جھکا لیا۔

"سعود! میں تمہارے بغیر کیسے رہوں گی۔ تم کبھی تمہارے بغیر..." وہ [illegible] جو اس کو پیارا سمجھا تھی وہ اس کا مستقبل بے اختیار نہیں رکھتی وہ اس کے لیے کچھ نہیں ہے۔

"میں چاہتا ہوں تمہارے حق میں دعا ہی کر سکتا ہوں۔" وہ کھڑا ہوا ثانیہ کو دیکھا تو جیسے ثمین کی بھی نظر تھی جانے اس کے پیچھے گیا اور پاپا کا تو غصہ ہی نہیں اتر رہا تھا۔

"سعود! رک جاؤ پلیز مت جاؤ۔" وہ بیٹے سے لگی اور اس کے پیچھے سے لگ گئی۔ اس کے نرم ہاتھوں نے سعود کی پشت پر حصار تنگ کر دیا تھا وہ تو جیسے گیا۔ ثمین بے یاری [illegible] ہوں کی طرح اسے اپنے اندر سمونے جا رہی تھی اور وہ اپنا آپ چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا جس کی سسکیاں اس کے اندر کو چھو رہا تھا۔

"ثمین! کیا پاگل پن ہے ہوش میں آؤ کیا کر رہی ہو تم؟" اس نے شانوں سے پکڑ کے اسے جھنجھوڑ دیا۔

"تم اتنی بے باک ہو جاؤ گی مجھے اندازہ نہیں تھا۔ پہلے میں تمہاری عزت کرتا تھا لیکن تمہاری اس حرکت نے مجھے بہت بری لگی ہے تمہاری یہ حرکت۔ میں ایک شادی شدہ مرد ہوں اور تم کسی نامحرم کے پاس ایسے [illegible] سکتی ہو۔ وہ تو دھاڑا تھا۔

"یہ تمہارا حق ہے ہی اسے محبت نہیں؟ اگر وہ سمجھتی ہے تو میری دوری کو دیکھ جو مجھ سے ایک بے نیازی ہو کر بھی اس نے ذرا سی بھی حد کر اس کی اور تم محبت کی اس طرح توہین کر رہی ہو مجھے افسوس ہے۔" وہ غصے سے مشتعل ہو گیا۔

"اگر تمہیں مجھ سے اتنی ہی محبت ہے تو ٹھیک ہے میں شادی کرنے کے لیے تیار ہوں مگر تمہیں میری پھر بھی حاصل نہیں ہوگی تمہیں میرے وجود سے خوشی ہوگی ٹھیک ہے تمہیں میں اپنے وجود کا حصہ دوں گا مگر محبت میری صرف ثمینہ کو ملے گی۔"

ثمین حق دق سی اس کی صورت دیکھے گئی اس کے چہرے کا رنگ یکلخت ہی بدل گیا تھا آنکھوں میں غصے سے شرارے نکل رہے تھے آواز میں اتنی تلخی تھی کہ وہ دروازے کے لاپ سے اس سے دور ہو گئی۔ کمرے میں چلی گئی۔

"تو سعود کو پہلے تم سمجھو کیا ہوتی ہے اگر تم مجھ سے محبت کرتا۔" وہ انتہائی مغرور اور طنزیہ انداز میں بولا۔

"میں نے صرف تمہیں دوست سمجھا ہے میری بات کل بھی صاف تھی اور آج بھی صاف ہے مگر مجھے یہ ساری زندگی افسوس رہے گا تم دوست بننے کے قابل بھی نہیں تھیں۔"

"سعود! پلیز ایسے تو نہیں بولو" اسے جھٹکا لگا تھا۔

"آج تم نے دوست بھی کھو دیا لیکن میں تمہاری خواہش کا احترام کروں گا میں تم سے شادی ضرور کروں گا۔" سعود نے اب ہر طرح سے اسے ذلیل کرنا چاہا تھا۔

"نہیں سعود! مجھے شادی نہیں کرنی ہے۔" وہ چیخی۔

یہاں آتے ہوئے اسے جھجک سی ہو رہی تھی مگر سعید نے کہا اسے کہا تھا کہ وہ شہر کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے سب ٹھیک ہو جائے گا آ کر جانا لازمی ہوا ہے۔ ان کی جان کی بھی دیکھ بھال ٹھیک نہیں ہو رہی ہے تو آئے وہاں جاتا ہے پھر نزہت بیگم نے حق سے کہہ کر بلا لیا تھا جب سے اس رشتے میں بندھی تھی اور وہ سعادت آج تھا وہ آج پہلی بار آئی تھی۔

نسیم بیگم تین دن بعد اچار ڈالنے کو گھر چلی گئی تھیں سارے ہی وہاں گئے ہوئے تھے وہ فائق جاں کے پاس تھی۔ ابھی وہ گھر سے گئی تھی کہ اسے بلی سے کھٹر پٹر کی آوازیں آنے لگیں اس وقت کچن میں کون ہے جس کے مارے آگے ہوئی۔ فائق برابر جا رہے کیا گرم کرنے لگا تھا کے بہت پریشان شرٹ میں ملبوس وہ اپنے کام میں مصروف تھا اسے اپنی پشت پر آہٹ محسوس ہوئی تو مڑ کے دیکھا اور چونک گیا وہ 27 سال کی ہو گی۔ عورتیں کان کے بالوں میں اس کی سب سے نمایاں رنگت تھی وہ رہی تھی۔

"لاؤ میں کر دوں ... سالن گرم کر کے اور مجھے روٹی بھی ڈال دے گی" اس آواز اتنا سکھ جو اور بارعب تھا کہ تہذیب اپنی بات پچھتائی۔

"میں آپ کی نوکر نہیں ہوں" وہ ان سنی کرتی ہوئی جانے لگی۔

فائق نے اس کا بازو پکڑا اور گھسیٹ کے کچن کے دروازے سے لگا دیا وہ اس بات پر بری طرح گھبرا گئی تھی۔

"حوصلہ زیادہ ہو گئی۔"

"بڑی بنے جا رہی ہو تم بیٹے ابھی سے کاموں کی عادت ڈال لو۔" اس نے تہذیب کی آنکھوں میں دیکھا وہ غصہ سے گھٹا جا رہی تھی۔

"مجھے جب آپ سے ہی کوئی دلچسپی نہیں ہے تو عادت کیوں ڈالوں۔"

"مگر مجھے تم سے بہت دلچسپی ہے کیا کروں ہم مردوں کو صرف ایک ہی کام چاہئے ہوتا ہے تم عورتوں سے۔" معنی خیزی سے کہتے ہوئے اس کے سراپے پر نظر ڈالی۔ تہذیب اس کی آنکھیں دیکھ کر بات سے مرتا جل گئی بار بار اسے وہ کل رات یاد آ رہا تھا اس کی بے عزتی کرتا تھا جب اس کی نظر میں کوئی قیمت ہی نہیں تو کیوں کر رہا ہے شادی مجھ سے۔

"چھوڑیں مجھے" اس نے فائق کے ہاتھ ہٹائے۔

"تمہاری اکڑ فضول ہے ہم بتا نہیں کتنی ناشکری کرتی ہو تم۔" وہ طنز کرنے لگا۔

"کس بات پر شکر ادا کروں اس بات پر کہ عزت پر ایک اتنا بے وقعت ہونا ہی بات ہے۔" اس کے الفاظ میں اتنی تلخی اور کاٹ تھی کہ اس کا رنگ ہی بدل گیا۔

"پلیز تہذیب! تم اتنا کیوں سوچتی ہو۔" وہ اچانک ہی ٹھنڈا پڑنے لگا۔ روز رات کو اسے بے چینی سے نیند نہیں آتی تھی وہ اب سے سعود کو آفس دیکھ رہا تھا سعود اس وقت تک مدد کرتا تھا لیکن اور سہارا مسئلہ ہو رہا تھا۔

"پھر کیا سوچوں ساری زندگی مجھے یہی سوچنا ہے کہ آپ..."

"اچھا اس بات کو ہم کسی اور وقت دیکھیں گے ابھی میں بہت بھوک لگی رہی ہے آج آفس میں بھی کچھ نہیں کھایا تھا" اس نے تہذیب کو اور اپنا آپ ہٹا کر شاید آنسو روک کر دیا کہ سالن جلدی گرم ہو کر روٹی ڈالنی تھی وہ تو تہذیب نظر اٹھا کر ادھر اس نے شکر ادا کیا کہ روٹی بھی مل جائے گی۔

"مجھے آپ کو دیکھ کر وہ سب یاد آتا ہے"۔ دکھ و کرب سے اس نے لب کچلے۔ واثق کی نگاہ اس کے سراپے میں ابھی پہلے جیسی اعتماد رکھتی تھی مگر جب سے وہ حادثہ ہوا تھا اس کی ساری خود اعتمادی کہیں غائب ہو گئی تھی۔ بچے سے ہر وقت بیزاری ہی نظر آتی تھی وہ کب چاہتا تھا کہ وہ اذیت میں رہے وہ تو محبت کرنا چاہتا تھا اسے [illegible] چاہتا تھا مگر وہ [illegible] ہو گئی تھی ابھی کوئی بات سننا ہی نہیں چاہتی تھی۔

"میں سمجھ سکتا ہوں"۔

"آپ نہیں سمجھ سکتے میں کیا سوچتی ہوں"۔ وہ چیخی۔

"تہذیب! تم مجھے مجبور کر رہی ہو کہ میں تم سے سخت لہجے میں بات کروں، میں اتنا تم سے نرمی برتنا چاہتا ہوں تم مجھے غصہ دلا رہی ہو"۔ اسے تہذیب کے اب رویے پر افسوس ہوتا تھا۔

"آپ یہ شادی روک دیں، مجھے آپ سے کیا کسی سے بھی شادی نہیں کرنی"۔ وہ وحشت بھرے لہجے میں یکدم ہی بولی تھی۔ واثق تو سکتے میں آ گیا وہ اس سے اتنی نفرت کرنے لگی تھی کہ اس سے وحشت تک محسوس کرنے لگی تھی، چہرہ اس کا دھواں دھواں ہو گیا تھا۔

"تم شروع سے ضدی ہو، کتنا میں نے کہا تھا تم ہوسٹل وغیرہ چھوڑ دو، تم نے نقصان اٹھایا اب دوبارہ نقصان اٹھاؤ گی"۔ اس نے بازو پکڑ کے اسے سیدھا کیا۔

"سب سے بڑا نقصان ہو تو گیا ہے اور سب نقصان میرے لئے کوئی معنی ہی نہیں رکھتے"۔ لہجے میں حسرت شامل تھی اور وحشت بھی تھی۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے تہذیب! کیوں کر رہی ہو شکر ادا کرو کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں قبول کر رہا ہوں"۔ اس نے اپنی جانب اشارہ کر کے جتلایا۔

"میں کیا دیکھتی نہیں تھی آپ کا سلوک شروع سے میرے ساتھ کیسا تھا، یہ پیار محبت اچانک سے کیسے ہو سکتا ہے"۔ وہ طنز سے بولی۔

"تمہیں کیا خبر میں تو شروع سے تم سے کرنے لگا تھا"۔ وہ اتنا ہی کہہ سکا، جتلانا تو اسے کبھی آتا ہی نہ تھا، اس کی بات ماننے پر تیار ہی نہیں تھی۔

"جھوٹ، یہ جھوٹ بول رہے ہیں آپ"۔ اس نے اس کی بات پر ناگواری سے کہا۔

"صرف آپ احسان کرنا چاہتے ہیں کیوں کہ اس معاشرے میں بے آبرو لڑکی کی کوئی عزت نہیں ہے، سکتا تو آپ مجھے قبول کرنے چلے ہیں"۔

"پلیز تہذیب! ایک لفظ نہیں بولو گی تم"۔ اس نے تہذیب کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"اس کا مطلب ہے میرا تم ایسے باتیں ہو گئی ہو تمہیں کیسے دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں، اتنا کہ اس وقت مجھے اس پر فخر ہوتا ہے کہ جو میں کر رہا ہوں وہ جائز ہے، میں تمہیں کسی اور کو چھونے دیتا، میری محبت کو کبھی کوئی ہاتھ لگا"۔ اس نے تہذیب کے دونوں ہاتھ تھام کر اپنے لبوں سے لگا لئے۔ وہ وحشت زدہ سی اس کی صورت دیکھے گئی [illegible] جانا ہی نہیں جاتا کہ اسے کوئی اتنا مخلص اور بے لوث چاہ رہا تھا کہ ہاں [illegible] سے سمجھتی آنکھوں میں نمی ہی آ گئی تھی۔

یہ اس کی محبت کا رنگ تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایسا ہوا تھا کہ اس کی باتوں پر یقین کر لے جو جذبے ساتھ میں حنا یاسمین آ گئی وہ یقین دلا رہا تھا اس کے ہاتھوں کی گرمی میں محبت کا پیار اور ربط تھی۔

"کیا تو تہذیب ابھی کیسے ہو، اگر وہ تمہیں کوئی چھو لے"۔ اس نے پلایا وہ چونک گئی۔

"میں نے محبت کی بھی کوئی کرم تو نہیں کیا تھا میرے ساتھ بھی تو یہ ظلم ہوا ہے ناں"۔ وہ بولی۔ واثق تہذیب کے لب ساکت تھے۔

"میں کیسے رہ سکتی آپ سب کے سامنے اس طرح زندہ میں مر جاؤں گی"۔ وہ رونے لگی وہ کیسے سب کی نظروں کا سامنا کرے گی وہ ماحول اور ان کا گھر یہ لوگ طرح طرح کی باتیں بنائیں گے کس کس کو جواب دیں گے ان کی اوقات ہی کیا ہے کہ کوئی اسے ایسے اذیت دے، وہاں سے نکل کر واثق نے تھک کے اپنے سر کو تھام لیا تھا کہ تہذیب کی بدگمانی دور کرنی تھی۔

☆ ☆ ☆

انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ اس طرح اپنی سب کی محبتوں کے آگے شرمندہ ہوں گی محبت و خیال کرنے والی ان کی سسرال تھی مگر انہوں نے شروع سے سب کو کبھی اہمیت ہی نہیں دی تھی وہ سب ان کی خوبصورتی سے جلتے ہیں ان کے حسن سے جلتے ہیں۔

مسز جواد احمد کی ماں کتنے لاڈوں سے انہیں بیاہ کے لائی تھیں اپنی تعریف میں وہ انہیں پسند آگئی تھیں بہت جلد جواد احمد کا رشتہ طے پایا تھا، تب وہ نوش بھی تھیں کیونکہ جواد احمد خوش شکل اور وجیہہ تھے، وہ خوبصورتی پر مرتی تھیں اور انہیں ہمیشہ ساتھی بھی خوبصورت ہی ملا تھا، پڑھے لکھے اور محبت کرنے والے شوہر تھے مگر انہوں نے جواد احمد کے ساتھ کیا کیا [illegible] ان کی ماں کو برا بھلا کہنا ان کی بھابیوں کو برا بھلا کہنا ان کی بھابیاں ان کی خوبصورتی سے جلتی تھیں جبکہ ایسی تو وہ بالکل نہیں تھیں، تجھیں بچوں کی پیدائش پر دونوں جیٹھانیوں نے کتنا خیال رکھا تھا۔ حنا پہ تو زیادہ تر اپنی دادی کے پاس رہتی تھی کیونکہ شادی اور معاشرے سے جو دے گئے تھے کہ تھیک سے وہ حنا پہ بھی توجہ نہیں دیتی تھیں اور پھر انہیں اپنے پارلر کھولنے کا شوق چڑھا۔

"بیگم دادی تم کو تو کبھی نہیں ہوگی ان بچوں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے اب تم کیا بیٹھ کر پارلر پر دھیان کم دیا کرو"۔ انہوں نے روتے ہوئے معاشرے کو بھی اٹھایا جواد کے پانی کا گلاس پکڑایا تھا۔

"تمہارا کیا مطلب ہے بچوں کی وجہ سے میں خود پر توجہ دینا چھوڑ دوں"۔ انہوں نے بھی تیز لہجے میں کہا۔ پانچ سالہ ہاشم کے جواد احمد کی آنکھوں سے آنسو چھلکی اور حنا پہ کونے میں سہمی ہوئی بیٹھی تھی اپنے ماں باپ کی روز کی لڑائیاں اس طرح سے دیکھ رہی تھی۔

"تم گھر کے کاموں میں دھیان کیوں نہیں دیتی ہو، تم وہ گھر کی عورت بھی ہو اور تم سوائے اپنی عیاشی کے [illegible] رہ جاتے ہیں، تب تک بچوں کا کیا بنے گا"۔

"ہاں تمہاری ان باتوں کا تو میں شروع سے عادی ہوں، کیوں کرتی ہیں بچوں کا خیال بھی"۔ وہ طنز سے بولی تھیں۔

"آہستہ بولو کیا تم چیخ رہی ہو"۔ انہوں نے سر پکڑ لیا۔

"جواد احمد انہیں کچھ نہیں جاتی یہاں سے مجھے اپنا پارلر کھولنا ہے کب سے میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی ہوں"۔ انہوں نے دوٹوک فیصلہ سنا دیا۔

"تم اپنی ماں اور بھائیوں کو چھوڑ دو یہی چاہتی ہو"۔

"بند کرو یہ اپنی بکواس میں آ گیا ہے تمہاری سمجھ میں"۔ انہوں نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ کچھ نہیں کر سکتے؟" [illegible]

[illegible]

"یہ آپ کیوں کہہ رہی ہیں؟" [illegible]

[illegible]

[illegible]

"میں یہاں سے چلی جاؤں گی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

"غلط بات مت سوچا کرو، میں بہو ہوں تمہاری، مجھے بھی بولنے دو ماں جی"۔

عنایہ کی روز کی روٹین شروع ہو گئی تھی، ماں جی سے معافی وغیرہ کر کے اس کی زندگی دوبارہ سے پٹری پر آگئی تھی اور خوش تھی۔

"سمیرا، انہیں ان سے زیادہ وہ ہو گئے ہیں، تم نے پیار بھلا دیا ہے تمہارے دل کا خلا آتے ہیں اور ان کو اکیلا چھوڑ دیا ہے"۔ وہ انہیں بتانے لگے۔

"اب میں پیار نہیں چاہوں گی، میں نے سب کچھ ان کا ختم کر دیا ہے"۔ انہوں نے جواب دیا۔

عنایہ نے حیرت و استعجاب سے انہیں دیکھا، جواد احمد کے اٹھتے قدم رک گئے، وہ سمیرا انجم کی سمت مڑے جیسے انہوں نے یکسر غلط سن لیا ہو۔

"ہاں ۔۔۔ مجھے پیار نہیں چاہیے اور مجھ سے پیار کی کوئی امید نہ رکھیں"۔ وہ اب تیکھی ہو گئیں۔

"سمیرا، پھر بھی میں اتنا ضرور کہوں گا تمہارے شوہر کے ناطے مجھے بھی اعتراض نہیں تھا مگر طریقہ تمہارا غلط تھا، تم ان کی بیٹی کی طرح تھیں، کیا پتا ہے آپ کو گھر کو سب کو اعتماد ہوتا"۔ جواد احمد کو جیسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ ایسی غیر متوقع بات کر سکتی ہیں، جیسے شوہر نے سنتے کے کچھ یاد ہی نہیں رہا تھا۔

"میری آنکھیں کھل گئی ہیں، میرا طریقہ غلط تھا"۔ وہ رونے لگی تھیں۔

عنایہ نے ماں جی کو وہیں کی منتقلی کرنے کا کہا کیونکہ ان کے سامنے کوئی کسی بات نہیں کر رہا تھا۔

"میں نے کبھی اپنی بیٹی پر توجہ ہی نہیں دی، یہ سب بار بار مجھے کہتی رہی، مجھے بھی اس کی عزت تک کی بھی پروا نہیں تھی، اب جب وہ اپنی زندگی میں خوش ہے تو مجھے احساس ہو رہا ہے"۔

"امی آپ رویئے تو نہیں"۔ عنایہ نے انہیں ساتھ والے صوفے پر بٹھایا۔

"جواد احمد نے کبھی اپنی اس بیٹی کا سوچا ہی نہیں، ہمیشہ اسے آگے کیا اور ہمیشہ میری جگہ سے دیکھا، ایک آنکھ سے دیکھتے رہے"۔ انہیں عنایہ کو دیکھ کر خیال آیا تھا ان کی رضامندی کے بغیر وہ اپنی زندگی کی شادی نہیں کر رہی تھی اور انہوں نے تو کبھی تک بھی اپنی بیٹی کو کچھ نہیں دیا تھا۔

"مجھے معاف کر دو، میری بیٹی! جانے مجھے کیا ہو گیا تھا کہ میں ماں ہو کر ایسی خود غرض بن گئی تھی"۔

"اب ایسی باتیں نہیں کریں، مجھے اچھا ہوتا ہے مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے"۔ اس نے ان کے بڑھے ہوئے ہاتھوں کو چوم لیا۔

جواد احمد نے اوپر والے کا شکر ادا کیا کہ آج ان کی زندگی میں دوبارہ سے خوشیوں کو بھیج دیا تھا، سمیرا سے وہ بہت محبت کرتے تھے، مگر ان کے منفی رویے کی وجہ سے وہ ان سے نظر انداز کرتے تھے۔

"سب ہو گیا بھول جاؤ، میں کبھی نہیں کہتا، اب تم اپنی شوق جاری رکھو مجھے کسی کو بھی اعتراض نہیں ہوگا"۔ انہوں نے پیار کیا۔

"لیکن ہوا یہ جب مجھے ان کی شادی کی حرمت ہی نہیں اس کی بات آپ کرتے تو دوسروں کو سمجھانا تھی مگر میں اخلاقی طور پر توجہ کرتے ہوئے تو اس کی تب ہی سمجھ آتی ہے"۔ وہ اعتراف کرتی ہوئیں دونوں کو حیران کر گئی تھیں، ندامت ان کے چہرے سے عیاں تھی۔

"آپ بہت پیاری ہیں امی، اتنی کہ کوئی آپ سے پوچھے"۔ اس نے ان کا ماتھا چوم لیا، وہ اپنی ماں کا وہ روپ اب پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

"میں نے دوسروں کے کہنے میں آ کر غلطی سوچا ہوا تھا"۔ انہیں اپنی کہی ساری باتیں یاد آ گئی تھیں جو بیٹی سے بے معافی تھیں، اور خود اپنے بچوں سے محبت کرتی تھیں انہیں پتا نہ تھا وہ کیا ہو رہا تھا، وہ بھی آنکھوں سے پٹی باندھے ہوئے ان کے لیے مشکل کرتی جا رہی تھیں۔

انہوں نے زندگی سے اکثر مرتبہ سبق سے لیا تھا کیونکہ زندگی اپنے قصے کا سبق ہر وقت دیتی ہے، انہیں اس کے قصے کا سبق مل گیا تھا جو بھی کیا زندگی میں ہی انہیں ادھورا مل گیا تھا۔

"جواد! تم بھی مجھے معاف کر دینا، میں تمہارا اور بچوں کا خیال نہیں رکھ سکی"۔ انہوں نے جواد احمد سے بھی معافی مانگی۔

"مجھے تمہاری معافی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا یہی بہت ہے"۔ انہوں نے بھی محبت کیا۔

"مگر اب کبھی بھی دوسروں کے کہنے میں آ کر اپنی زندگی کو جہنم مت بنانا کیونکہ یہ لوگ کسی کو کوئی بھی نہیں رہنے دیتے ہیں"۔ جواد احمد ان کی کئی سال کی باتوں سے واقف تھے، انہیں سسرال سے الگ کروانے میں بھی سائرہ کا ہی ہاتھ تھا۔

"ہوں ۔۔۔ تم نے ٹھیک کہا، کبھی اپنی پرسکون زندگی میں دوسروں کو داخل نہیں کرنا چاہیے، مجھے ابھی احساس مل گیا ہے"۔ انہوں نے بھی سر ہلا کر تائید کی۔

"اچھا اب میں آفس کے لیے نکلتا ہوں"۔ جواد احمد کو وقت گزرنے کا احساس ہوا تو رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے"۔ سمیرا نے انہیں پھر مخاطب کیا۔

"کہو، آفس کے لیے بھی دیر ہو رہی ہے"۔ وہ نرمی سے کہہ کر مسکرائے۔

عنایہ کو کبھی بھی اس طرح کی سمیرا انجم نے محبت سے نہیں دیکھا، آج وہ بھی ہنستے مسکراتے ہوئے کہتے اچھے لگ رہے تھے، ورنہ کئی برس دونوں میں مسکراہٹ کا تبادلہ ہی نہیں ہوا تھا، سچ ہی تھا کہ ظلم سے ہوتی تھی اور آج سچ مسکراہٹوں سے ہوئی تھی، کتنی اچھی لگ رہی تھی آج کی صبح۔

کتنی بڑی غلطی کرتی رہی تھیں، اپنے ہی ہاتھوں اپنی زندگی برباد کر رہی تھیں، وہ آج صرف ذرا سی غلطی مان لینے سے سب کچھ ٹھیک کر گیا تھا۔

"مجھے ماں جی سے ملنا ہے"۔ چند لمحے توقف کے بعد شرمندگی کے احساس میں جھجکتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"اماں جی کا بھی اب یہی ارادہ ہے کہ تمہیں اپنی بیٹی ہی سمجھ لیا جائے"۔

"کیا انہوں نے میرا پوچھا؟" وہ حسن کے حیران رہ گئیں، انداز بالکل بے ساختہ بچوں والا تھا، وہ مسکرانے لگے۔

"ظاہری بات ہے کیوں نہیں پوچھیں گی، اب تو رخصتی کی تاریخ سے بھی تم لے دیکھنے ہیں، کیونکہ دنیا میں سب اکیلے رہ گیا ہے"۔ وہ وضاحت دینے لگے۔

عنایہ، رخصتی کا ان کے قریب ہونے کی وجہ سے ہونے لگی، سمیرا انجم کو اپنی غلطی کا احساس اور صابر بیٹی پر پیار آیا، دونوں طرف بھی اور بیٹی کے سب منوا لیتی تھیں۔

"ہاں ۔۔۔ آپ دیکھنے کا بھی ارادہ رکھیں، عنایہ کی رخصتی کیسی شاندار ہوگی"۔ وہ اب ساری غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہتی تھیں، ان کی بیٹی نے تو کیا اس پر رخصتی نہیں کرائی، ان کو بھی فرض تھا اپنی بیٹی کو خوشیوں کے حوالے کریں۔

سارے لوگ عبید کے گھر میں جمع تھے۔ عشی کو بھی خوش خوشی [illegible] وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ حکمت تو بار بار بول رہی تھی۔

"آپ وہاں جا کر زیادہ خوبصورت ہو گئی ہیں۔" دونوں کچن میں لوازمات ترتیب دے رہی تھیں۔

[illegible]

"چپ کرو بد تمیز [illegible]" وہ جھینپ گئی۔

جلدی جلدی وہ سارے لوازمات ڈرائنگ روم میں لے آئی تھیں۔ [illegible] بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"تہذیب کو تو بلاؤ" [illegible] نے کہا۔

"نہیں آ رہیں آپی" حکمت [illegible]

[illegible]

"میں اس قابل تو نہیں [illegible]"

[illegible]

"عبید! تم ایسی بات سوچ بھی کیسے سکتی ہو" [illegible]

[illegible]

"تم کیا سمجھتی ہو [illegible] تہذیب میرے لئے میری بیٹی ہے [illegible]"

[illegible]

میں فرق ہی نہیں کیا تھا۔

"آج سے [illegible]"

[illegible]

[illegible] تائید کی۔

"ہماری عشی کی ساس نے [illegible]"

[illegible] چلی جائے گی۔" وہ بتا رہی تھیں۔

"اللہ تعالیٰ [illegible]"

[illegible]

"کیا بات ہے آپی [illegible]"

[illegible]

"کیا بات ہے کیوں ایسے بیٹھی ہو؟" عشی نے [illegible]

[illegible]

"تم ایسا مت سوچنا" اس نے سمجھایا۔

[illegible]

"میں یہاں آئی تم سب [illegible]"

ماننے لگے ہیں انہیں جواب میں پیار دوں"۔

"مگر مجھی بابی حاذق تو مجھے نہیں لگتا پیار سے لگے"۔ وہ واثق کی جیسے کسی بھی بات پر یقین نہیں کر پا رہی تھی۔

"تم اپنا پیار پھر دوسرے کا قرض چکا"۔

"میرا حال ابتدا ہے"۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کے بولی۔

"اس کا ہاتھ تھوڑے تھمی رہو گی تو تمہیں کچھ نہیں کرنے دے گا" اسے وہ کرو جیسا میں نے کہا ہے اس پر عمل کرنا"۔ اس نے تہذیب کو پیچھے ہاتھوں میں لیا اس لئے تہذیب چھوٹی سی بچی سی لگ رہی تھی جو ڈر اور خوف کی وجہ سے سمٹ کے بیٹھی ہو۔

"حاذق نے مجھے پھر امید دیا تو..." "ہم سب لئے ہو لئے کر گی۔

"تم چپ رہنا کچھ مت بولو، بے سے عورت کچھ کہنا" کر لیا تو بات ہے اور یہ تو ایک مرد کا ال ہے" تم اپنی چپ سے پیار سے اسے جیتنا وہ جو کچھ بھی کہے تم چاہتے ہوئے بھی اس کی نفرت سے سخت بات کو برداشت کرنا کیونکہ تہذیب وہ تمہیں عزت بھی دے دیا ہے"۔ وہ اسے سمجھاتی ہوئی اتنی پیاری لگ رہی تھی تہذیب کو لگا جیسے اس کی آگے کی راہوں کو وہ روشن کرتی جا رہی ہے راستوں پر روشنی کرتی جا رہی ہے وہ دو تو سارے امید کے چراغ گل کر چکی تھی۔

"آپ کو پتا ہے یہ عورت مرد کی طرح یہ مار تک سہہ گئی"۔

"مگر تمہاری یہ اعلیٰ ظرفی ہو گی تمہیں برداشت کے دور سے گزرنا ہو گا تہذیب اکچھ پانے کے لئے پہلے کھٹنائیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب کہیں جا کر راحت ملتی ہے مگر یقین رکھو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو وہ تمہارے ساتھ کل بھی تھا اور ہمیشہ رہے گا"۔

"ہوں ———" اس نے سر ہلایا۔

"تم بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ جس شخص کے ساتھ تم نے دو لمحے گزارے وہی تمہارا ہمسفر بھی بن رہا ہے"۔

یہ تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ اس موقع پر حلیمی آ رہی تھی تو حاذق نے اس کی بے بسی سے فائدہ اٹھایا جبکہ اس نے حاذق کی آنکھوں میں اپنے لئے کبھی ہوس نہیں دیکھی تھی جب بھی وہ نظر ملاتا پھر نیچی ہو جاتا تھا آنکھیں اس کی مسکراتی ہوئی تھیں مگر آج کل اس کی آنکھیں بہت اداس تھیں، لہجے کی سچائی اس کی آنکھوں سے عیاں تھی مگر وہ کیا کرتی تھی کہ وہ صرف مجبوری میں یہ رشتہ نبھائے گا۔

"کوشش کیا کرو تم بھی نہیں سوچا کرو مثبت سوچ کو تھکاوٹ کی تو رات خواب دیکھنے جائیں گے مگر یہاں صورت میں کر یقین ہو کر رہو گا، جو ہونا ہے وہ پھر ساتھ ضرور رہے گا"۔ اس نے آج تہذیب کو ہر بات اچھی طرح سمجھا دی تھی وہ نظر حسرت سے اس کے گلے سے لگ گئی، حلیمی نے بڑی بہن ہونے کا حق ادا کیا تھا۔

حلیمی نے پھر بھی سوچ لیا تھا کہ حاذق سے مل کر تہذیب کی بدگمانی شیئر کرے گی وہ صبح سے آفس میں تھا کام کرتا تھا کسی دن گھر بھی واپسی کی صورت ذکر کر کے۔

(جاری ہے)

شازیہ مصطفیٰ

آخری قسط -

سلسلے وار ناول

چاہت دل کی چاہت

نیاز علی نے سن کے فوراً ہی انکار کر دیا۔ ہشام سالار حیرانگی سے ان کا چہرہ دیکھنے لگے' وہ سن کے مشتعل ہوئے تھے نہ ہی کوئی غصہ دکھایا تھا۔

''نیاز! ہمیں حمنی کی فکر ہے خدانخواستہ وہ کوئی الٹی سیدھی حرکت نہیں کرے''۔ وہ جھٹ بولے۔ مسز نیاز علی نے پہلو بدلا تھا۔ آج ہشام سالار ان کے گھر بات کرنے چلے آئے تھے یہ بھی منتہٰی کے کہنے پر حمنی کی اسے بہت فکر تھی وہ جانتی تھی کہ جذباتیت میں کوئی غلط قدم دوبارہ نہ اٹھالے۔

جدید طرز پر ڈیکوریٹ کیا ڈرائنگ روم فانوس کی روشنی میں بہت خوبصورت لگ رہا تھا' حمنی کے قدم باہر ہی رک گئے تھے۔

''ارے حمود راضی ہے تو پھر کیا مسئلہ ہے حمنی اور حمود کی شادی میں''۔ وہ انہیں کسی طرح بھی منانا چاہتے تھے۔

''دیکھو ہشام! مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے اور نہ ہی حمود سے کیونکہ وہ مجھے سب کچھ بتا چکا ہے اور میں یہ نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی پر ظلم کروں''۔ ان کا انداز قطعیت زدہ تھا' انہیں ہشام سالار کی یہ بات بالکل پسند نہیں آئی تھی پھر وہ اپنی بیٹی کو بنا ہوا شوہر نہیں دینا چاہتے تھے۔

''میری بہو کو بھی اعتراض نہیں ہے وہ تو خود بات کرنے آ رہی تھی' میں نے روک دیا''۔ وہ بتانے لگے۔

''کیا منتہٰی......'' حمنی تو سن کے چکرا گئی۔

اتنا بڑا دل کیسے ہو سکتا ہے وہ اپنے ہسبینڈ کو کسی دوسری لڑکی کے حوالے کر دے جبکہ عورت تو شیئر برداشت ہی نہیں کرتی' وہ خود بھی حسد میں ہی تو مبتلا تھی۔

''ہشام! کیا فضول بات کر رہے ہو' تمہیں شرم نہیں آئی اپنی بہو سے ایسی بات کرتے ہوئے''۔ نیاز علی نے انہیں الٹا سخت درشت لہجے میں سنائی' انہیں دکھ و غم سے اور غصہ آنے لگا۔

''کیا کرتا نیاز! ہم پٹھان قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں جب زبان دے دی تو دیدی' اپنی عزت اور بات کے آگے ہم مر تو سکتے ہیں مگر اپنی بات سے نہیں پھر سکتے''۔ انہوں نے بھی اپنی بات پر زور دے کر جتایا۔

''کیا بے وقوفوں کی طرح بات کرتے ہو' یہاں کوئی دفعہ نہیں لگ رہی ہے کہ تم اپنی بات سے پھر گئے تو بہت بڑا نقصان ہوگا''۔ وہ پھر برہم ہونے لگے۔

''یار! تم میرے دوست ہو' کیسے میں تمہیں اپنی وجہ سے دکھ دوں''۔

''اس طرح کی باتیں کر کے تم مجھے دکھ ہی دے رہے ہو' مجھے کوئی خوشی نہیں ہو رہی ہے' میں اتنا خود غرض باپ نہیں ہوں کہ اپنی بیٹی کی خوشی کے لئے کسی لڑکی کی خوشیاں چھین لوں''۔ وہ نرم سے لہجے میں بولے مگر انداز ان کا تھکا تھکا ہو گیا تھا' مسز نیاز گم صم سی بیٹھی ہوئی تھیں' انہیں حمنی کی جو فکر تھی' وہ ان کی کل کائنات تھی اپنی اکلوتی بیٹی کا دل ٹوٹتا پھر اس نے جو خودکشی کی کوشش کی تھی اس کے بعد سے وہ اور بھی مغموم سی ہو گئی تھیں۔

''مجھے معاف کر دینا نیاز! میں وعدہ پورا نہیں کر سکا' مجھے حمود نے تمہارے سامنے سر اٹھانے کا نہیں رکھا''۔ وہ سر جھکا کے مجرموں کی طرح بول رہے تھے۔ نیاز علی سے ان کی پچیس سال پرانی دوستی تھی' دونوں کالج اور یونیورسٹی میں ساتھ ساتھ ہی تھے اور پھر بعد میں شادی کے بعد بھی ان کی دوستی نہیں کم ہوئی بلکہ دونوں کی لائن ایک ہونے کی وجہ سے پارٹنر شپ بھی بزنس میں رکھ لی' آج تک دونوں میں کبھی اختلاف نہیں ہوا تھا۔

ہشام! ایسے بول کے مجھے شرمندہ نہیں کرو' مجھے پتہ ہے تم کیا سوچتے ہو' کیا ہوا اگر حمنی اور حمود کی شادی نہیں ہو سکی' ارے ان کی جوڑی اللہ نے نہیں بنائی تھی مجھے کوئی دکھ نہیں ہے''۔

حمنی کو اپنے پاپا کی آواز میں حسرت' غم' دکھ اور کمزوری واضح نظر آ رہی تھی۔

''ٹھیک کہا آپ نے پاپا! میری جوڑی نہیں بنائی گئی''۔ وہ الٹے قدموں واپس مڑ گئی تھی۔

''مجھے ساری زندگی تم سے شرمندگی رہے گی''۔

''مگر مجھے ایسا کچھ نہیں فیل ہوگا' ہماری دوستی انشاء اللہ قائم رہے گی' ہماری دوستی ایسی نہیں ہے کہ اتنی سی بات کو انا کا مسئلہ بنا کے ہم دوستی توڑ لیں' ایسا کچھ نہیں ہے''۔ انہوں نے ہشام سالار کو شانوں سے تھام کے اپنے گلے سے لگا لیا۔

''چل اب ختم کر یہ رونا دھونا' یہ بتا کب ولیمہ کر رہا ہے حمود کا''۔ انہوں نے فوراً ہی ماحول کو اپنی خوشگوار بات سے بدلا۔ وہ حیرت سے ان کا چہرہ دیکھنے لگے' انہیں نیاز علی کے چہرے پر ملال اور حسرت نظر آ رہی تھی مگر انہیں اپنے دوست کی بڑائی پر رشک آیا۔

''میں تو سمجھا تھا تم بہت ہی غصہ ہو کے بات نہیں کرو گے''۔

''سمجھ کیا' عموماً لوگ رشتہ طے نہ ہونے پر دوستیاں پارٹنر شپ توڑ دیتے ہیں' تم ایسا سمجھ رہے تھے''۔ وہ ماحول کی تلخی اور کبیدگی دور کرنے کے لیے مسکرا کے گویا ہوئے۔

''سچ بولوں میں اسی وجہ سے پریشان تھا کہ تم سب رشتے ختم کر دو گے''۔

''یار! ایسا تو ہم نے فلموں میں دیکھا ہے بیٹی کا رشتہ ٹوٹا' پارٹنر شپ اور دوستی ٹوٹی اور دشمنی بڑھ گئی''۔ وہ خود ہی کہہ کر ہنسنے لگے۔

''مجھے آج تمہاری دوستی پر فخر ہے یار! ہم پٹھان ہی اپنی بات کے پکے نہیں ہوتے''۔ وہ ایک دم ہی ہلکے پھلکے سے ہو گئے۔

''ارے بھئی آپ کیا گم صم بیٹھی ہیں' کھانا لگوائیے''۔ نیاز علی نے مسز نیاز کو روتے ہوئے دیکھا' ان کا بھی وہ دھیان ہٹانا چاہ رہے تھے' وہ آنچل سے آنسو صاف کرنے لگیں۔

''بھابی! آپ تو ماں ہیں مجھے پتہ ہے آپ کے دل پر کیا گزر رہی ہے''۔ ہشام سالار کو ان کا بھی خیال تھا' کتنا خوش تھیں وہ حمود سے رشتہ ہونے پر۔

''اب کسی کے دل پر کچھ نہیں گزر رہی ہے خوانخواہ ماحول پر افسردگی طاری نہیں کرو' ارے ہشام سب بھول جاؤ بلکہ اب جو ہوگا اور ہو رہا ہے بہت اچھا ہی ہے ہم سب خوش ہیں''۔ نیاز علی نے ان کی بات کاٹی اور مسز نیاز علی سے تائید لی' وہ نحیف سے مسکراہٹ لئے سر ہلا گئیں۔

نیاز علی نے انہیں ڈنر کے بعد ہی اٹھنے دیا تھا۔ پورا وقت حمنی اپنے روم میں ہی رہی' کھانے کو یہ کہہ کر منع کروا دیا کہ وہ فون پر اپنی فرینڈ سے بات کر رہی ہے۔

نیاز علی اور مسز نیاز اس کے روم میں چلے آئے تھے جو رو رو کے اپنے آنسو صاف کر چکی تھی' ان دونوں کو اس پہر دیکھ کر وہ گڑبڑا گئی۔

''دیکھا آپ نے میری بچی رو رہی ہے''۔

''رافعہ! کیا ہو گیا ہے کیوں تم اتنی افسردگی کی بات کرتی ہو' میری بیٹی بہت بہادر ہے وہ کیوں روئے گی''۔ نیاز علی نے انہیں سرزنش کی اور حمنی کے قریب ہی بیٹھ گئے' اسے اپنے حصار میں لے لیا۔

''نہیں پاپا! میں اس وجہ سے بالکل نہیں رو رہی بلکہ مجھے رونا اس لئے آیا کہ حمود کی وائف کتنے بڑے دل کی تھی جو اپنے ہسبینڈ کی پھر بھی شادی کروا رہی ہے جبکہ وہ اس کی وائف ہے''۔ اسے اسی بات کا تو صدمہ تھا حمود کو اس نے اپنی

محبت اور چاہت کا احساس تو دلایا مگر کبھی اس کی خوشی کیلئے کچھ نہیں کیا۔

''ہوں مجھے بھی اسی بات کی حیرانگی ہے تم اپنا دل بالکل چھوٹا نہیں کرو اور ہنسی خوشی ممود سے ملو اس کی وائف سے ملو کیونکہ اوپر والے نے تمہارا جوڑ اس کے ساتھ نہیں لکھا تھا''۔ انہوں نے اس کا سر اپنے شانے سے لگا لیا' اس کے ایک بار پھر آنسو نکلے مگر اسے اپنا دل بڑا کرنا تھا۔

⟡⋯⋯☆⋯⋯⟡

عنائبہ اتنا خوش تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے نہیں تھک رہی تھی' ٹھیک ہی کہا تھا اگر یقین مضبوط ہو اور اللہ پر بھروسہ ہو تو سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے اور اس کی دعائیں مستجاب ہو گئی تھیں' آنی کتنا اسے سمجھاتی تھیں اطمینان دلاتی تھیں' کئی بار وہ آنی سے لپٹ گئی تھی' ایک آنی ہی تو اسے اچھی طرح سمجھتی تھیں' ان کا دیا ہوا سبق کتنا سچ ثابت ہوا تھا۔

''عنائبہ باجی! آپ کی رخصتی پر زیادہ مزہ آئے گا''۔ نشاء خوشی سے بھرپور آواز میں بولی۔

''کیوں نہیں دیکھنا کیسے دھوم سے ہماری عنائبہ اس گھر سے رخصت ہو گی''۔ ثمینہ نے بھی تائید کی۔

''کسی دن تم ایک دو دن کیلئے آ جانا کچھ شاپنگ ہی کر لیں گے''۔ سمیرا ان سب کے لئے چائے وغیرہ بنا کے لائی تھیں' ان کا انداز مکمل گھریلو ہو گیا تھا' میک اپ وغیرہ سب کو لگتا تھا انہوں نے خیر باد ہی کہہ دیا تھا مگر جب سے انہوں نے بچوں اور شوہر پر توجہ دی' عبادت کرنے لگی تھیں' ان کا سادہ سا سراپا بغیر میک اپ کے زیادہ پیارا لگنے لگا تھا۔

''خالہ! آپ نے تاریخ رکھ لی''۔ نشاء نے پھر پوچھا۔

''تم کیا بڑے بوڑھوں کی طرح پوچھ رہی ہو اپنے کام سے کام رکھو''۔ ثمینہ نے اسے ڈانٹ دیا۔ وہ منہ بنا کے رہ گئی' عنائبہ کو ہنسی آ گئی' ہلکی سی چپت لگائی' وہ سنگل صوفے پر دبک کے بیٹھ گئی۔

''تم فکر نہیں کرو تاریخ بھی جلدی کی رکھ لیں گے''۔ سمیرا کو اس پر پیار آیا' کتنے شوق سے وہ پوچھ رہی تھی۔

''اتنی بھی جلدی نہیں رکھئے گا کہ میری تیاری رہ جائے''۔ وہ پھر بولی۔

''ہاں اسے بس اپنی تیاری کی رہتی ہے۔ پچھلے ہفتے میری نند کی بیٹی کی منگنی ہوئی' اپنے پاپا کے پیچھے لگ گئی دو سوٹ بناؤں گی''۔ ثمینہ کو اس کی ضدی طبیعت پر کبھی کبھی بہت غصہ آتا تھا مگر انہوں نے اپنے دونوں بچوں کی تربیت بڑے اچھے انداز میں کی تھی مگر نشاء کی کچھ طبیعت میں تھوڑی ضد بھی تھی۔

''پاپا تو فوراً ہی مجھے شاپنگ پر لے گئے''۔

''آنی! یہ ٹھیک ہے انکل کے پاس آپ کے لئے ٹائم نہیں ہوتا اور وہ اپنی ڈاکٹری چھوڑ کے اسے شاپنگ کرانے بھی لے جاتے ہیں''۔ عنائبہ نے چائے سرو کرنی شروع کی' ثمینہ اور سمیرا دونوں ہی ہنسنے لگی تھیں۔

''اچھا جلدی سے چائے ختم کرو گھر بھی چلنا ہے' فرزان کے آنے سے پہلے گھر پہنچنا ہے''۔ ثمینہ نے اسے ٹوکا۔ فرزان کو چنگ جاتا تھا دس بجے تک ہی وہ گھر پہنچتا تھا۔

''آج رک جائیں میں بھی اماں جی کی طرف جاؤں گی''۔ سمیرا نے انہیں روکا۔

''میں رک تو جاتی مگر چھوٹی نند کی طرف جانا ہے رات میں' ان کی طبیعت کچھ خراب چل رہی ہے جب سے بیٹی کی منگنی کی ہے''۔ انہوں نے عذر پیش کیا۔

''مجھے یہ سن کے بہت خوشی ہوئی کہ تم اپنی سسرال جا رہی ہو''۔ انہوں نے سمیرا کو اس اقدام پر سراہا تھا۔

''ہوں''۔ وہ چائے کے سپ لینے لگیں۔

''ثمینہ! تم نے بھی میرے بچوں کا بہت خیال رکھا ہے میں تمہیں غصہ میں کیا کیا الٹا سیدھا بول دیتی تھی' چھوٹی

تھی مگر تمہیں کبھی بڑی بہن کی طرح سمجھا ہی نہیں' میری بیٹیاں تم سے اسی لئے مانوس ہیں کہ تم نے انہیں اپنے قریب رکھا''۔ وہ ان سے بھی شرمندہ تھیں' کتنا ہی سناتی تھیں مگر ثمینہ کبھی ان کی کسی بات کا برا ہی نہیں مانتی تھیں۔

''اچھا اچھا بس ـــــ یہ بچیاں میری اپنی ہیں میں نے کوئی خیال نہیں کیا ہے' میں خالہ ہوں ان کی' اگر چند گھڑی آ کر ان کی سن لیتی تھی تو صرف تمہاری وجہ سے کیونکہ یہ میری بہن کی بیٹیاں تھیں اور میں چاہتی تھی کہ انہیں تمہاری کمی محسوس نہیں ہو' تم جو ان سے دور تھیں''۔ انہیں ان کا شرمندہ چہرہ اچھا نہیں لگا' شروع سے سمیرا نے کبھی اپنی غلطی مانی ہی نہیں تھی مگر آج بھی اپنی غلطیوں پر نادم تھیں' عنائبہ نے انہیں لمحے کی خبر دی تھی۔

''ثمینہ! میری غلطیوں کو معاف کر دینا''۔

''ارے ..... کیا ہے یہاں اتنی اچھی باتیں ہو رہی تھیں سمیرا! تمہیں کبھی عقل نہیں آئے گی بے موقع افسردگی بکھیرنے کی تمہاری عادت ہے''۔ ثمینہ نے انہیں اٹھا کر کھڑا کیا اور اپنی خوشگوار آواز سے افسردگی کو دور کرنا چاہا۔

''خالہ! آپ تڑ تڑ بولتی ہوئی زیادہ اچھی لگتی ہیں''۔ نشاء نے بھی شوخی سے لقمہ دیا۔

''بتاؤں ابھی شریر لڑکی''۔ سمیرا نے مصنوعی خفگی سے مسکراتے ہوئے گھورا۔

''وہ کیا ہے خالہ! آپ کا رعب ہی ایسا ہے کہ آپ نے بڑے بڑوں کو سیدھا کر دیا ہے''۔

''امی! اب نشاء کی باری ہے اسے آپ نے سیدھا کرنا ہے''۔ عنائبہ نے بھی اسے چھیڑنا شروع کر دیا۔ سمیرا نے ہنس کے نشاء کو اپنے ساتھ لگا لیا' اس نے بھی سمیرا کے گرد حصار باندھ لیا' سب جگہ ہی خوشیاں تھیں عنائبہ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔

⟡⋯⋯☆⋯⋯⟡

سمیرا بیگم نے دادی جان کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے تھے' سر ان کے آگے جھکا لیا تھا۔ دادی جان تو پہلے ہی دل کی کمزور تھیں انہوں نے سمیرا کو اپنے گلے سے لگا لیا تھا' سمیرا خود ہی تو ان سب سے الگ ہوئی تھیں' کسی نے بھی انہیں یہ نہیں کہا تھا کہ وہ چلی جائیں۔

''میرے خیال میں کافی دنوں سے ٹریجڈی رونے دھونے کے سین چل رہے ہیں اب کچھ ہیپی سین بھی سوچا ہے کسی نے یا نہیں''۔ مائز معنی خیزی سے محریب اور عنائبہ کو دیکھ کر مسکرایا۔ سب ہی اس کی بات پر ہنسنے لگے' محریب نے اس کی پشت پر چٹکی لی تھی۔ عنائبہ دادی جان کے ساتھ ہی بیٹھی تھی' سارے ہی ہال کمرے میں محفل جمائے ہوئے تھے' سب کے چہرے آسودگی سے تمتما رہے تھے' نزہت بیگم اور ناظمہ سے بھی سمیرا بیگم نے اپنے بدصورت رویہ کی معافی مانگی تھی۔

''میرے خیال میں محریب اور عنائبہ کے بارے میں بھی بات کر لی جائے تو بہتر ہے''۔ رافع نے بزرگانہ لہجے میں آواز کو بنا کے پھلجھڑی چھوڑی تھی۔ سب نے ہی قہقہہ لگایا تھا۔ عنائبہ کو اپنے ذکر پر ڈھیروں شرم نے آ گھیرا' محریب کی میٹھی میٹھی آنچ دیتی نگاہیں اسے نروس کر رہی تھیں' وہ دادی جان کی پشت پر تھی' محریب بالکل سامنے بڑے صوفے پر چھوٹے تایا ابو کے ساتھ بیٹھا تھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے سمیرا! تم کب تک کرنا چاہو گی عنائبہ کی رخصتی؟'' نزہت بیگم نے ان سے پوچھا جو بالکل خاموش بیٹھی تھیں۔ ایک مدت بعد وہ ان سب کے درمیان بیٹھی تھیں ورنہ شادی کے اولین دنوں میں ہی وہ بیٹھی ہوں گی' سال کے اندر ہی ان کی جواد احمد سے لڑائیاں شروع ہو گئی تھیں۔

''ہم ـــــ میں کیا بولوں' عنائبہ آپ کی ہے جب دل چاہے لے جائیں''۔ ان کی خود کچھ نہیں آیا کہ کیا جواب

دیں جبکہ ان کی بھی یہی خواہش تھی کہ عنائبہ کو اس کی خوشیاں جلدی دے دیں۔

''ارے ـــــ یہ کیا بات کی' تم جب بولو ہم تب لینے آجائیں گے''۔

محریب لب بھینچ کے رہ گیا' عنائبہ کو رکنا محال ہوا ان سب کے سامنے حیا آنے لگی تیزی سے اس نے دوڑ لگا دی' محریب کے لب مسکرانے لگے۔

''دیکھا آپ نے سمیرا چچی! بھابو بھی چاہتی ہیں جلدی ہو''۔ مائز نے لقمہ دیا۔

''بدتمیز میں کب چاہتی ہوں''۔ عنائبہ نے سنا تو جاتے جاتے بولی۔

''پھر بھائی جان چاہتے ہیں''۔ محریب کچھ نہیں بولا مسکرا کے دیکھنے لگا کیونکہ مائز نے بات تو ٹھیک ہی کی تھی۔ عنائبہ کا سوچ کے دل تو اور ہی شرارتی ہو رہا تھا ابھی تک دونوں میں اس بارے میں بات بھی کب ہوئی تھی وہ تو کچھ دنوں سے ہی دونوں میں دوستی ہوئی تھی تو وہ پھر اچھا اچھا سوچنے لگا تھا۔

''یمنی کی فائق اور بھائی جان کی شادی پر تین شادیاں ہوں گی' میرے خیال میں یمنی اور فائق کو تو ابھی نمٹائیے' بھائی جان تو ویسے بھی صابر و شاکر ہیں اگلے دو سال رک سکتے ہیں' کیوں بھائی جان؟'' مائز شرارتی اور معنی خیز لہجے میں اسے دیکھنے لگا۔ محریب نے مکا ہتھیلی پر تانا' واضح اشارہ تھا درگت بھی بن سکتی ہے اگر زیادہ فضول بانکی تو۔

''میرا مطلب ہے سمیرا چچی! ان دونوں کو پہلے فارغ کریں کیونکہ لوگ ان کے بچوں سے میرے بچوں کا موازنہ کریں گے کہ یہ چھوٹے ہیں اور میں بڑا''۔ مائز کے تو دماغ میں کیا کیا الٹی سیدھی بکواس آتی تھی۔ محفل زعفران زار ہوگئی۔ محریب' مائز کی بے تکی راگنی سے گھبرا کے اٹھ گیا' وہ کوریڈور سے گزر کے پورچ میں آیا تو عنائبہ پورچ کی سیڑھیوں پر بیٹھی ملی وہ اسے دیکھ کر بوکھلا گئی' پنک کپڑوں میں اس کا چہرہ گرمئی شوق سے قندھاری انار ہو گیا تھا' اتنے دن سے دونوں کتنے فرینک انداز میں باتیں کرنے لگے تھے مگر رخصتی کے نام سے ہی عنائبہ کی دل کی دھڑکنوں میں شور پیدا ہو گیا' محریب سے ڈھیروں شرم آنے لگی۔

''ایک منٹ رُکو''۔ محریب نے اپنا انداز اور لب ولہجہ روکھا بنالیا۔ عنائبہ ٹھٹک کے اپنی بے قابو دھڑکنوں کو سنبھالتی ہوئی رک گئی۔

''میں نے تم سے کہا تھا یاد کرو اگر تمہارے گھر والے رخصتی کا کہیں گے میں نہیں کروں گا''۔ عنائبہ کی سماعتوں نے یہ کیا سنا تھا' وہ وحشت زدہ سی رہ گئی۔ کچھ دیر پہلے کتنے خوبصورت خیالوں میں مگن تھی' محریب نے کیا کہہ دیا تھا۔

''اب مجھے ایسی کوئی خوشی ہی نہیں ہے تم نے بھی مجھے یقین ہی نہیں دیا نہ میرا خیال کیا' مجھ سے محبت ہوتی تو تم میرے ساتھ ایسا سلوک بھی نہیں کرتیں''۔ اس نے چہرے پر سختی اور سرد مہری اجنبیت سمو لی تھی۔

''آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟'' وہ تو روہانسی ہوگئی' سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ محریب کو اچانک سے کیا ہو گیا تھا۔

''سب کچھ ٹھیک تو ہو گیا ہے مگر میرے دل میں اب کوئی خواہش اور کوئی امنگ نہیں ہے''۔ وہ پشت پھیرے بول رہا تھا۔ عنائبہ کو ایسا لگ رہا تھا کہ سانس رکنے لگی ہو' اتنے دن وہ کیا اس سے صرف دکھاوے کا تبسم لئے ملتا تھا' وہ کچھ دنوں سے کتنی ہلکی پھلکی اور خوش رہنے لگی تھی مگر محریب کے اچانک سے ترش ہونے پر وہ متوحش زدہ سی رہ گئی۔

''تمہیں سب سے محبت ہے' سب کی فکر ہے' مجھے ہمیشہ اگنور کیا''۔

''پلیز! ایسی باتیں تو نہیں کریں کیوں آپ میرے متعلق غلط سوچتے ہیں''۔ وہ روہانسی بے بس سی اڑی اڑی رنگت لئے اس کے سامنے آ گئی۔ محریب کے چتون تیکھے ہوئے' اسے عنائبہ پر ترس بھی آنے لگا مگر وہ جب تک اپنے لئے عنائبہ سے وہ جذبات اور کلمات نہیں سن لیتا اس وقت تک وہ اسے ایسے ہی ٹارچر کرے گا۔

''اندر رخصتی کی تاریخ رکھی جا رہی ہے رکواؤ جا کر''۔

''کیا ہو گیا ہے آپ کو' وہ سب کیا تھا؟ اتنے دن میرے ساتھ کیا ڈرامہ کیا ہے''۔ وہ تو تلملا ہی گئی۔

''تم بھی ڈرامے کرتی رہی ہو میں نے بھی کر دیا تو کیا ہوا''۔ اس نے تمسخر سا اڑایا۔

''آپ میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں کر سکتے''۔ اسے جیسے محریب کے بدل جانے پر یقین نہیں آ رہا تھا' گزشتہ دنوں کا رویہ کتنا محبت لٹاتا ہوا تھا' اسے حسنہ پھپھو کے گھر میں ہونے والی باتیں یاد آ گئیں جب حمود کے سلسلے میں اس نے بلایا تھا۔

''ابھی تو میں نے کچھ کیا ہی نہیں ہے' یہ الزام کیوں''۔ وہ ذو معنی ہو گیا۔ عنائبہ جھینپ کر سکتے میں ہو گئی' سمجھ نہیں آ رہا تھا اچانک سے محریب کو ہو کیا گیا ہے خواہ مخواہ وہ خوش فہمیوں میں دل لگی کر کے اسے مبتلا کرتا رہا تھا۔

''مجھے پتہ ہے ابھی بھی تم دل سے تھوڑی راضی ہوئی ہو گی کیونکہ تمہاری امی کو تمہاری رخصتی کا شوق چڑھا ہے تو سوچا اُن کا یہ شوق بھی پورا کر دوں''۔ جتنی بھی طنزیہ باتیں کر سکتا تھا وہ کر رہا تھا' عنائبہ کا شدت غم سے چیخ چیخ کر رونے کو دل چاہ رہا تھا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے آپ ہر بار غلط ہی کیوں سوچتے ہیں''۔ اسے بے بسی پر کھسیاہٹ بھی ہوئی۔

بلیک پینٹ پر بلیک ہی لائننگ کی شرٹ میں ملبوس لمبا چوڑا محریب اس وقت اسے بہت دور دکھائی دیا' وہ ایسا تو تھا ہی نہیں' آنکھوں میں اس نے اپنے لئے جو محبت کا سمندر موجزن دیکھا تھا وہ اس کا وہم تو نہیں ہو سکتا تھا' وہ اس کے ساتھ ایسا کھیل کیوں کھیلے گا' سارے مسئلے اس سے ڈسکس کرنے لگا تھا' اب تو اکثر فون بھی کر لیتا تھا' معنی خیز جملوں سے اسے پزل بھی کر دیتا تھا۔ وہ اتنی سخت اور دکھی گفتگو دل کیوں نہیں مان رہا ہے' نرم گفتار کا شخص ایسی کٹیلی زہریلی باتیں اچانک سے کیوں کرنے لگا تھا' کہاں اس سے پھر غلطی ہو گئی' کس جگہ پر وہ اسے پھر اگنور کر گئی' اتنا تو جان گئی تھی محریب کو اگنور کیا جانا بالکل برداشت نہیں ہوتا ہے۔

''مجھے جو کہنا تھا کہہ دیا باقی کام تمہارا' میرا دل نہیں مان رہا کہ میں تمہارے ساتھ زبردستی کروں یا گھر کا کوئی شخص زبردستی کر کے رخصتی کروا دے اور تم ٹھیک طرح سے نبھاہ بھی نہیں کر سکو''۔ اتنی رکھائی سے بول رہا تھا' نگاہ اس نے مین گیٹ پر جمائی ہوئی تھی' شام کی سیاہی اور ٹھنڈی ہوا سے لان کے پیڑ اور پودے لہلہا رہے تھے۔ عنائبہ کا پنک دوپٹہ ہوا سے لہرا کے محریب کی ناک کو چھو گیا' وہ تو لگتا تھا پتھر کی ہو گئی تھی' جیسے وجود میں جان ہی نہ ہو۔

''کیوں یہ شخص اپنے انداز سے لگتا ہے کیوں ہر بات اپنی طرف سے سوچ لیتا ہے' آخر کیوں یہ میرے معاملے میں ایسا کرتا ہے؟'' دل چیخ رہا تھا آواز ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

''مجھے منتشر ذہن کی عنائبہ نہیں چاہئے' جسے بعد میں بھی فکریں گھیرے رکھیں اور میں تم پر زبردستی مسلط رہوں' جب تم خود اچھی طرح اس قابل ہو جاؤ تمہارا ذہن ریلیکس ہو جائے پھر ہی رخصتی کا سوچنا' دل میں تمہارے میرے لئے کچھ نہ ہو اور تم خالی وجود لے کے میرے پاس آ جاؤ''۔ اب اس نے واضح اور کھلے لفظوں میں اسے باور کرا دیا کہ وہ کیا چاہ رہا ہے۔ عنائبہ سے مزید رکنا محال ہو گیا' آنکھوں میں نمی لئے تیزی سے پورچ کی سیڑھیاں کراس کرتی اندر غائب ہو گئی۔

''جب تک تم خود سے مجھے نہیں پکارو گی میں بھی ایسے ہی جملے بولوں گا''۔ اسے عنائبہ کو تنگ کرنے کی سوجھی تھی' اس کی حالت سے وہ مزہ لینا چاہتا تھا' کیسے وہ اپنے جذبے اور چاہت اس کے آگے لے کے آتی ہے۔

''فکر نہیں کرو محبت اور چاہت تمہیں میں سود سمیت دوں گا''۔ مسکراتا ہوا وہ بھی اندر کی طرف بڑھ گیا۔

☆

"یہ تمہارا چہرہ دن بدن کیوں سوکھتا جا رہا ہے' شادی کے دن قریب آنے والے ہیں"۔ مائز نے اپنی عادت کے مطابق اسے نشانے پر رکھا۔

"مجھے تو اتنی خوشی ہو رہی ہے تہذیب باجی کے یہاں آنے پر پراٹھے واو..... کیا خستہ بناتی ہیں جب دل چاہے ہولیا کروں گا"۔ رافع کی تو ہر وقت پراٹھوں کا سوچ کے بھوک چمکتی رہتی تھی' اتنا بڑا ہو گیا تھا جہاں مرضی کا سالن نہیں لگا پراٹھے کی فرمائش کر دی اور چائے کے ساتھ خاموشی سے کھالیا۔

"ہاں وہ تمہارے لئے ہی تو آ رہی ہے"۔ مائز نے اس کی گدی پر زوردار چپت لگائی۔

"کیا ہے مائز بھائی! آپ اتنی زور سے مارتے ہیں"۔ وہ گدی پکڑ کے رہ گیا۔ ایک تو وہ بیٹھا بھی کارپٹ پر تھا سی ڈی پلیئر لگائے ہوئے میوزک سن رہا تھا۔

"تمہاری باتیں ہی ایسی ہوتی ہیں"۔ مائز کی نگاہ فائق پر جمی ہوئی تھی جو گہری سوچ میں غرق کاؤچ پر نیم دراز تھا' آفس سے آ کر وہ یہیں کچھ دیر ستانے لیٹ گیا تھا' مائز FM سے آیا تو اسے دیکھ کر یہیں بیٹھ گیا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

'تہذیب باجی کو سوچ رہے ہوں گے' بے چاری وہ بھی لائن میں کھڑی نظر آئیں گی ان کے سامنے ڈانٹ سننے کے لئے"۔ رافع نے پھر لقمہ دیا۔

"رافع! تمہیں اگر فضول کی ہانکنی ہے تو کہیں اور جا کر بیٹھو"۔ فائق نے درشت لہجے میں کڑے تیوروں کے ساتھ اسے سرزنش کی۔ وہ خجل سا ہو گیا فائق کی کھوپڑی اتنی تیز ہوتی تھی کہ وہ ڈر جاتا تھا آگے پھر اس کی بولنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

"پتہ نہیں مسکراتے کیوں نہیں ہیں' کوئی تو شادی کے بعد مسکرانا بھول جاتا ہے یہ پہلے ہی سے بھول گئے ہیں"۔ رافع بدمزہ سا ہو گیا' مائز کے کان میں سرگوشی میں بڑبڑاتا ہوا چلا گیا' مائز کو ہنسی آ گئی جو فائق سے مخفی نہیں رہی تھی۔

"کب ختم ہو گی تمہاری انٹرن شپ؟"

"میں تمہاری مسکراہٹ کو خوب سمجھتا ہوں"۔ وہ تو تنک ہی گیا مائز کی بات کا جواب نہیں دیا۔

"اب میرے مسکرانے پر بھی تمہیں اعتراض ہے"۔ مائز نے طنز کیا۔

"اچھا پلیز! مجھے تنہا چھوڑ دو"۔ وہ جھنجلایا اور بے زار تو پہلے ہی رہتا تھا اب سے ہی' گھر میں اس نے پہلے ہی بات کرنا بھی کم کر دیا تھا۔

"فائق! یار میں نے ایک دن تجھ سے کہا تھا اگر مجھے کسی بھی دن پتہ چل گیا تو محبت کرنے لگا ہے اس دن میں تجھ سے پوچھوں گا"۔ مائز نے اسے اپنی کہی ہوئی بات دہرائی' فائق نے چونک کر اسے ناسمجھی کی کیفیت میں دیکھا مگر خود کو نارمل ہی رکھا' حیرت کا اظہار ذرا نہیں کیا۔

"تمہاری عادت بھی شادی کے بعد فضول بولنے کی گئی نہیں"۔ استہزائیہ ہنسی کے ساتھ اس نے گویا طنز کیا۔

"تمہاری ہو تو رہی ہے ہو سکتا ہے تم بھی ایسی ہی باتیں کرنے لگو"۔ اس نے تپ کے دانت کچکچائے۔

"مجھے باتوں میں الجھانے کی کوشش مت کیا کر' میں جو تجھ سے پوچھ رہا ہوں وہ بتا"۔

"ابھی تک تم نے پوچھا ہی نہیں ہے"۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا' اسے فریش بھی ہونا تھا پھر کچھ کمپیوٹر پر کام تھا وہ بھی کرنا تھا' کل اس کی اور حمود کی میٹنگ بھی تھی۔

"ٹک کر یہاں بیٹھو اور میری بات سنو' کیا پرابلم ہے جو الجھے ہوئے ہو' شادی کے دن قریب آ رہے ہیں من پسند لڑکی بیوی بننے والی ہے"۔

"ایسا تم سے کس نے کہا من پسند ہے وہ"۔ فائق متحیر رہ گیا' کتنی آسانی سے ہر بات کر دیتا تھا۔

"تیری آنکھوں کے رنگوں نے اور میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے بہت پہلے نوٹ کر لیا تھا اور مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ تمہارے اور تہذیب کے بیچ میں کچھ غلط فہمی چل رہی ہے"۔ وہ آنکھوں کو گھما کے بولا۔

"تم میری جاسوسی ہی کرتے رہتے ہو"۔ وہ سن کے گڑبڑایا نہیں بلکہ اسے آنکھیں نکال کے دیکھنے لگا۔

"جو شخص ناپ تاپ کے گفتگو کرتا ہو' اپنی حدود میں کسی کی دخل اندازی برداشت نہیں کرتا ہو جب وہ پکڑا جاتا ہے تو اس کی جاسوسی اسی لئے کی جاتی ہے"۔ اس نے فائق کو ہاتھ پکڑ کے واپس کاؤچ پر بٹھا دیا۔

"بلاوجہ کی مجھ پر مت منسوب کیا کرو ایسا کچھ نہیں ہے صرف گھر والوں کی وجہ سے میں شادی کر رہا ہوں"۔ اس نے جھٹ نفی کی۔

"ہاں اب آئے ہو نا تم اسی بات پر تہذیب کو یہی غلط فہمی ہے شاید جب ہی تم دونوں کی ابھی تک بنی نہیں ہے' دیکھو فائق! اگر تہذیب بدگمان ہے تم سے بدظن ہے یار! اس کی یہ بدگمانی دور کرو' نئی زندگی کی شروعات کرنے جا رہے ہو محبت اور چاہت سے ہو تو زندگی بہت حسین لگنے لگتی ہے"۔ مائز اسے مدبرانہ انداز میں سنجیدہ سا بولتا ہوا بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر گیا تھا' وہ کتنی جلدی ہر بات جان لیتا تھا۔

"جب ایسی کوئی بات ہے ہی نہیں تو مجھے ضرورت کیا ہے اس کی بدگمانی دور کرنے کی"۔ وہ نگاہ چراتے ہوئے بولا۔

"فائق! میں تیرے چہرے کو پڑھ کے بتا سکتا ہوں تو ٹینشن میں ہے اور اس کی وجہ تہذیب ہے اگر تو یہ سوچ رہا ہے کہ وہ اغوا ہو چکی ہے اور اس کی پاکیزگی پر شک ہو رہا ہے مجبوری کی وجہ سے تو شادی کر رہا ہے صرف گھر والوں کی وجہ سے......"

"مائز! کیا تم ہر وقت شروع ہو جاتے ہو"۔ فائق نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اسے ٹوک دیا اور خاصا برہم بھی ہونے لگا' تہذیب کیلئے ایسی بات کیسے سن سکتا تھا جبکہ اس کے ساتھ وہی تھا اور یہ احساس ہی مارے ڈال رہا تھا کہ بہت کچھ جان بوجھ کے اس کے ساتھ غلط ہی کیا ہے۔

"پھر اتنے غمزدہ اور اداس کیوں ہو' کیا مسئلہ ہے؟ اس حادثے کو کیوں دماغ پر سوار کر لیا ہے یار! بول تو کچھ تو کہہ مجھ سے"۔ مائز تھک ہار کے کچھ بے زار سا ہو گیا تھا' دونوں میں اکثر بات چیت کم ہونے لگی تھی' فائق پورا دن آفس میں ہوتا وہ FM پر یا پھر مجیب کے ساتھ آفس کے کاموں میں لگ جاتا تھا۔

"مجھے پتہ ہے تو کچھ نہیں بتائے گا' دیکھ! اگر کچھ بھی تیرے دماغ میں ہے تو یار! تو کسی سے تو کہہ"۔ مائز کو اس کی فکر میں یوں پریشان دیکھ کر فائق کو خود افسوس ہونے لگا۔

"تہذیب مجھ سے بدگمان ہے وہ شادی کرنا نہیں چاہتی ہے"۔ اس نے بس اتنا ہی بتایا' سر اس کا جھک گیا تھا' مائز اس کے قریب چلا آیا۔

"وہ سمجھتی ہے کہ میں اس سے شادی کر کے احسان کروں گا کیونکہ وہ ----؟" آگے بولا اس سے نہیں جا رہا تھا' تہذیب سے وہ شدت سے محبت کرتا تھا اس کیلئے ایسے ویسے کسی جملے کو استعمال تک نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"میں سمجھ گیا"۔ مائز نے بھی اس سے پوچھنے کی ضد نہیں کی۔

"تم اس سے ایک بار ٹھیک سے بات کرو یار! لڑکیاں محبت کرو تو جلدی مان جاتی ہیں بس اعتبار مانگتی ہیں' اظہار مانگتی ہیں ہر وقت"۔ وہ ایک جذب سے بول رہا تھا۔ وشہ سے وہ خود بہت محبت کرتا تھا' دونوں میں کتنی لڑائی ہو وہ چند پیار بھرے جملے بولتا وہ فوراً مان جاتی تھی۔

فائق اس کے گمبھیر لہجے پر گہری سوچ میں ڈوب گیا' جو کچھ مائز نے کہا بالکل ٹھیک ہی کہہ رہا تھا' تہذیب کو اظہار

کی اعتبار کی ضرورت ہے اسے اعتبار دینا ہی ہوگا' وہ محبتوں سے اُسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔

☆

بھائی! اس بار آپ مجھے نہیں ٹال سکتے ہیں محریب بھائی کی شادی میں لے جانے سے"۔ راحمہ چہک کے بولی تھی مگر حمود اس کی سن ہی نہیں رہا تھا۔ وہ ٹی وی کھولے بیٹھا تھا عادت کے مطابق اونچی آواز تھی' کوئی اسپورٹس کا چینل لگا تھا' منتہیٰ کئی بار آ کے اسے ٹوک چکی تھی مگر وہ اس کی طرف بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔

"پلیز! آواز تو دھیمی کرلیں"۔ اس کے کان میں چیخی۔ حمود اچھل گیا' راحمہ کی کھی کھی شروع ہوگئی' منتہیٰ جز بز سی ہو کر پیچھے ہوگئی' حمود نے اس کا بازو پکڑا۔

"ادھر دور بھوت"۔ وہ منتہیٰ سے جھپٹ چکا تھا۔

"اگر ٹی وی دیکھنا ہے تو اپنے روم میں جاکے دیکھئے' بابا سیل پر کسی سے بات کررہے ہیں آپ کو ڈانٹ پڑ جائے گی"۔

"مجھے روم میں ٹی وی نہیں بیوی بھی چاہیے' اگر منظور ہے تو میں روم میں جارہا ہوں"۔ کان میں شرارتی سرگوشی کی۔ راحمہ وہاں موجود تھی' منتہیٰ نے حمود کو گھورا جو مسکرا کے ایسا تاثر دینے لگا جیسے کچھ کہا ہی نہیں ہو۔ رسٹ کلر کے کپڑوں میں اس کی سرخ رنگت چمک رہی تھی اب تو وہ پندرہ بیس دنوں میں خاصی نکھر گئی تھی' خوبصورتی میں بھی اس کے اضافہ ہوگیا تھا۔

"جی نہیں" مغرب کی اذان ہونے والی ہے نماز پڑھنے جا کر پہلے"۔ اس نے آنکھیں نکال کے صاف انکار کیا' آواز پھر دھیمی کردی۔

"پھر اس کے بعد تو آؤ گی ناں؟" وہ اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔

"کیا ہوگیا ہے آپ کو رات میں ڈنر پر بلایا ہے نیاز انکل کی فیملی کو کتنے کام پڑے ہیں"۔ اس نے ہری جھنڈی دکھادی۔

"تم جب سے ادھر آئی ہو مجھ سے ذرا بھی نہیں ہو' بالکل بابا والا انداز ہوگیا ہے تمہارا' ہر بات میں روک ٹوک کرتی ہو"۔ وہ خفگی سے گویا ہوا۔

"کیسا الو کا پٹھا ہے آواز کو اونچا کئے بیٹھا ہے"۔ ہشام سالار کی دھاڑتی آواز نے دونوں کو بوکھلا دیا۔ منتہیٰ نے سر پر آنچل ٹھیک کیا' حمود نے ریموٹ لے کے راحمہ پر اچھال دیا۔

"بابا! گالی تو مت دیں بیوی سامنے کھڑی ہے"۔ اس نے مسمسی سی صورت بنا کے پٹخ شرمندگی سے کہا۔ منتہیٰ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی' اسے بھی اندازہ تھا دونوں میں بحث شروع ہوجاتی ہے۔

"تیری اولادیں بھی آجائیں گی میں ایسے ہی بولوں گا"۔ منتہیٰ کے کان کی لوئیں سرخ ہوگئیں' حمود تو اچھل گیا۔

"رحم کریں بابا! اولادیں...... مجھے کیا ٹیم بنانی ہے"۔

منتہیٰ حیا سے نگاہ نہیں ملا پائی وہاں سے ہٹ ہی گئی کیونکہ اتنی کھلی گفتگو جو ہونے لگی تھی۔

"گدھے! مجھے بھی یاد نہیں رہا بہو سامنے تھی"۔ وہ بھی شرمندہ سے ہوگئے۔

"بہو بھی آپ کی طرح ہی ہے بہت کہا آواز نیچی کرلیں میں بھی ڈانٹا رہا"۔

"ہاں باپ تو تیرے برابر کا ہے"۔ انہوں نے اسے گھورا۔

"ویسے آپ کے برابر کا تو نہیں مگر آپ جیسا باپ میں بالکل نہیں بنوں گا' سچ بابا! آپ نے مجھے بہت دبا کے رکھا ہے میری ہی بیوی سے ملنے پر آپ نے پابندیاں رکھی ہیں"۔ اس نے منہ بسور کے دہائی دی۔

"امی! یہ لوگ ایسے ہی لڑتے ہیں"۔ منتہیٰ کچن میں لگی ہوئی تھی ساتھ میں ملازمہ بھی تھی۔

"ایسے ہی کرتے ہیں یہ دونوں ابھی لڑائی ابھی دوستی"۔

"ویسے میں نے بہت کم دیکھا ہے کہ کوئی باپ بیٹے میں دوستوں کی طرح بات چیت"۔ منتہیٰ کو ان کے گھر کا ماحول بہت پسند آیا تھا' بابا اس سے بھی فرینک ہو کے بولتے تھے' اس کی اجنبیت اُن کی ناراضی ختم ہوتے ہی دور ہو گئی تھی' سب کچھ پھر اور زیادہ اچھا لگنے لگا تھا۔

"مغرب کی نماز پڑھنے جارہا ہوں اگر مجھے روم میں نظر نہیں آئیں تو سوچ لینا' کل کا پورا دن میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گا چاہے بابا مجھے کچھ بھی کہیں' میں الزام تم پر ڈالوں گا کہ آپ کی بہو کا بہت موڈ رومینٹک تھا"۔ اس نے کچن میں آ کر دبی دبی آواز میں اس کے کان میں کہا تھا تاکہ کلثوم بانو اور ملازمہ کے کانوں تک کچھ نہ پہنچ جائے۔

منتہیٰ کی تو آنکھیں پھیل گئیں وہ حکم کے ساتھ دھمکی بھی دے رہا تھا جبکہ اتنے کام باقی تھے' اس نے فون کر کے خاص طور پر حسنیٰ کو بھی بلایا تھا اس سے بھی اس کی دوستی ہوگئی تھی کتنا شرمندہ بھی تھی معافی بھی مانگی تھی۔

"کیا کہہ رہے ہیں اتنے کام ہیں"۔

"روم میں آ کے میرا کام کرنا اور چلی جانا' میں پھر کچھ نہیں کہوں گا"۔ آنکھوں میں شوخیاں مستیاں معنی خیزیاں لئے ترنگ میں مخمور لہجے میں بولا تھا۔ اتنے میں مغرب کی اذان ہوگئی تو وہ بھی کام چھوڑ کے ہٹ گئی۔

"کیا کررہے ہو ادھر' نماز پڑھنے نہیں گئے"۔ کلثوم بانو نے اسے وہاں استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا' وہ پانی پی کر نکل گیا۔

"تم نماز پڑھ کے آرام سے آجانا سب کچھ تو تقریباً تیار ہے' راحمہ سے کہتی ہوں ٹیبل پر برتن سیٹ کرلے گی"۔ کلثوم بانو جیسے ان دونوں کی سرگوشیاں سمجھ گئی تھیں۔

"امی! میں نماز پڑھ کے سب سیٹ کرلوں گی' آپ اسے پڑھنے دیں پتہ ہے نا کتنا بھاگتی ہے وہ"۔ اس نے مسکرا کے انہیں روکا۔

"وہ غالباً تمہارے کان میں کچھ کہہ کر گیا تھا' کب سے آیا بیٹھا ہے دو گھڑی اس کی بھی سن لینا"۔ وہ مسکرا کے اس کے رخسار پر ہلکی سی چپت لگا کے نکل گئی تھیں' منتہیٰ نے جھینپ کے لب بھینچ لئے تھے۔

مغرب کی نماز پڑھ کے اپنے روم کو بھی سمیٹا' پورا دن وہ آئی ہی نہیں تھی۔ تیار ہونے کے لئے گرین جارجٹ کا ڈبر ایمبرائیڈری کا سوٹ نکال کے چن لیا' حمود ابھی تک نہیں آیا تھا جبکہ مغرب کی نماز میں اتنا ٹائم تو نہیں لگتا ہے' وہ تشویش میں پڑگئی' وارڈ روب کھول کے حمود کے بھی کپڑے نکالنے لگی' اسی وقت پیچھے سے حمود نے حصار میں لے لیا وہ حواس باختہ سی ہوگئی۔

"یعنی عقلمند ہو"۔ اس نے اپنے سامنے کیا اسے یوں سنورا ہوا دیکھ کر دل اور بھی خوش ہوگیا' منتہیٰ نے گھبرا کے اس کا ہینگر کیا سوٹ آگے کیا۔

"دو گھنٹے سے پہلے تو بالکل نہیں جانے دوں گا"۔ اس کی شوخیاں بڑھنے لگیں۔

"نیچے مہمان آنے والے ہیں یہ کوئی ایسا وقت نہیں ہے کہ میں آپ کی بے وقت کی راگنی سنوں"۔ وہ بھی اکڑ کے ڈپٹ کے بولی۔

"یعنی ہماری ہی بلی ہمیں ہی میاؤں"۔ وہ پھر بڑھا۔

"مجھے نیچے جانے دیں آپ بھی تیار ہوجائیں' حسنیٰ بھی آئے گی"۔

"تو میں کیا کروں؟" وہ بچوں کی طرح روٹھ کے صوفے پر جا کر لیٹ گیا۔ منتہیٰ کو اس کا روٹھنا اس وقت بہت

کھل رہا تھا' کچھ تو کرنا تھا منانے کے لئے۔

''یعنی سرکار ناراض ہیں میں نے سوچا تھا کہ......'' بولتے بولتے رکی۔

''کیا سوچا تھا؟'' وہ غصہ سے بولا۔

''یہی کہ آپ بہت پیارے ہیں' بہت پیار کرتے ہیں''۔

''پیار کرنے کب دے رہی ہو''۔ نگاہ اوپر لٹکے فانوس پر جمائی۔ منتہیٰ اس کے سامنے چلی آئی' مسکرا کے اس کی آنکھوں میں دیکھا جو اس وقت سنجیدہ صورت بنائے ہوئے تھا۔

''کہتے ہیں کہ کوئی جب سنجیدہ ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے وہ انتشار کا شکار ہے اس کا ذہن بہت منتشر ہے اس کی سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ وہ کیا کرے اور پھر جب ایسی کیفیت ہو جاتی ہے تو......''

حمود نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ہاتھ گھسیٹ کے خود پر گرا لیا اور اسے بولنے سے باز رکھا۔

''اور بولو اپنا فلسفہ' کہا تھا ناں میں نے ایسے ہی کروں گا''۔ اس کا آنچل لیا اور چہرہ صاف کرنے لگا' وہ حواس باختہ ساکت سی رہ گئی' چہرہ اوپر اٹھ ہی نہیں رہا تھا۔

''تمہارے فلسفے تو میں نکالوں گا' جب شوہر غصہ میں ہو تو سمجھ لینا وہ کیا چاہ رہا ہے اور کیوں چاہ رہا ہے اس لئے اس کے زیادہ ناراض ہونے سے پہلے ہی خود کو اس کے حوالے کر دو تو بیوی کے حق میں زیادہ بہتر ہے' وہ میں نے کتابیں دی تھیں' بہشتی زیور اور تحفہ خواتین' اسے دوبارہ کھول کے پڑھ لینا بیوی کے حقوق کیا ہوتے ہیں''۔ اس نے منتہیٰ کے کان میں پھر سرگوشی کی' وہ لاجواب سی ہو گئی' سنبھل کے اٹھی۔

''آئینے میں چہرہ دیکھ لینا کیونکہ چہرے پر تمہارے کچھ بچا نہیں ہے سب لگتا ہے غائب ہو گیا''۔ اس نے لیٹے لیٹے ہانک لگائی۔ وہ جیسے اس کی سن ہی نہیں رہی تھی جلدی سے لائٹ میک اپ کیا نیچے چلی آئی' اتنے میں نیاز علی اپنی فیملی کے ساتھ آ گئے' حمنیٰ اس سے بڑے پرجوش انداز میں گلے ملی تھی۔

''پیاری لگ رہی ہو لگتا ہے حمود رات دن پیار کرنے لگا ہے''۔ وہ بے ساختہ بولی۔ منتہیٰ نے جھینپ کے سر جھکا لیا' نیاز علی' مسز نیاز نے بھی منتہیٰ سے اچھے طریقے سے بات چیت کی تھی۔ حمود بھی نارمل سا ان سب کے درمیان بیٹھا تھا' بڑے خوشگوار ماحول میں ڈنر ہوا تھا۔

''حمود! منتہیٰ بہت پیاری ہے تمہاری صحبت میں اور نکھر گئی ہے''۔ حمنیٰ نے کھلے دل سے تعریف کی تھی۔

حمود نے اسے بغور دیکھا تھا اس کے چہرے پر ملال کا شائبہ تک نہیں تھا' شاید اس لئے کہ اس نے قسمت کا لکھا قبول کر لیا تھا یا اس کا دل بہت بڑا ہو گیا تھا یا پھر حمود کی اتنی کھری اور صاف باتوں نے اس کے دل و دماغ کے دروازے کھول دیئے تھے۔

''کیونکہ جس کے نصیب میں جس کی محبت ہوتی ہے اسے ہی ملتی ہے اسی لئے وہ نکھر گئی ہے''۔ حمود نے بھی اس کی بات کی تائید کی تھی' منتہیٰ سب کو چائے سرو کر رہی تھی۔

''ہوں...... ٹھیک کہا محبت تو نصیب سے ملتی ہے''۔ اس کے لہجے میں حسرت تھی۔

''حمنیٰ! مجھے معاف کر دینا میں نے جانے انجانے میں تمہیں ہرٹ کیا ہے''۔

''نہیں حمود! تم نے مجھے ہرٹ نہیں کیا''۔ وہ فوراً بولی۔

''مگر تمہاری اس دن کی باتیں اور منتہیٰ کی بڑائی مجھے جیت لے گئی''۔ اس نے دل کی گہرائیوں سے اعتراف کیا۔

''اعلیٰ ظرف اور بڑائی تو تم میں ہے' انکل آنٹی جنہوں نے مجھ سے کسی قسم کا شکوہ شکایت نہیں کیا''۔ حمود کو یہی

سوچ کے اور فیل ہوتا تھا۔

''چائے چلے گی''۔ منتہیٰ نے دونوں کے درمیان آ کے پوچھا۔

''چلے گی بلکہ دوڑے گی''۔ حمنیٰ نے مسکرا کے ٹرے سے چائے کا مگ اٹھایا' وہ دونوں زینے کی سائیڈ پر بنے چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں تھے جبکہ بڑے لوگ ڈرائنگ روم میں تھے۔

منتہیٰ نے حمنیٰ کو حسب معمول بلیک ٹراؤزر پر شرٹ اور اسکارف میں دیکھا' شولڈر کٹ اسٹائل سے کٹے ہوئے بال منتہیٰ کو ہمیشہ اچھے لگے تھے۔

''حمنیٰ! تمہارے بال بہت خوبصورت لگتے ہیں دل کرتا ہے میں بھی ایسے ہی کٹوا لوں''۔ اس نے حسرت سے سوچ کے کہا۔

''خبردار اگر بالوں کو کٹوانے کا سوچا بھی' ضروری ہے جو حمنیٰ پر اچھا لگ رہا ہے وہ تم پر بھی لگے''۔ حمود گرم گرم چائے کا گھونٹ اندر تیزی سے اتار کے گویا ہوا۔

''ارے حمود! اس کے بھی پیارے لگیں گے''۔

''یار حمنیٰ! تمہیں نہیں پتہ اسے قابو کرنے کا یہ ہتھیار میرے بہت کام آتا ہے' اس کے لمبے بال''۔ وہ روانی میں ہی بے ساختہ بول گیا۔

''واؤ...... تم اتنے رومینٹک ہو''۔ حمنیٰ تو سن کے ہی ایکسائیٹڈ ہو گئی' وہ بھی تو یہی چاہتی تھی حمود اس سے رومینٹک لہجے میں بات کرے' وہ کچھ چپ سی ہو گئی پھر اتنی جلدی تو وہ نہیں بھلا سکتی تھی وہ سب۔

''کیا ہوا حمنیٰ......؟'' حمود نے چٹکی بجا کے اسے سوچ سے نکالا۔

''آں ہاں...... کچھ نہیں''۔ پھیکی سی ہنسی ہنس کے رہ گئی۔

حمود اور منتہیٰ اس کی کیفیت سمجھ رہے تھے' وہ ابھی تک اسی سحر میں تھی لاکھ اس کے سامنے خوشدلی کا مظاہرہ کر رہی تھی مگر اندر اس کے ملال' دکھ اور کھونے کا غم موجود تھا' دونوں نے پھر ہلکی پھلکی سی ہی گفتگو کی تھی' منتہیٰ کا فون آ گیا تھا تہذیب اس سے بات کرنا چاہ رہی تھی وہ اٹھ کر چلی گئی تھی' گیارہ بجے تک پھر وہ لوگ چلے گئے تھے۔

☆

''شاہین بھابی! کیا مجھے ان سے بات کرنا ضروری ہوگا''۔ فکر مند لہجے میں اس نے معصومیت سے اس سے پوچھا' شادی کی شاپنگ وہ شاہین اور علینہ کے ساتھ کر رہی تھی' امی اور آنی ساتھ جاتی تھیں شاپنگ کے لئے کبھی کبھی ان کے بھی چلی جاتی تھی۔

''اچھا ہے کر لو تو بہتر ہے تمہیں پتہ ہے ان مردوں کو ہم بیویوں سے ورنہ ہر بات پر شکایت ہی رہتی ہے' کبھی بھی اگنور کر دو تو''۔ شاہین نے اپنا تجربہ بتایا' احد بھی ایسا ہی تھا اگر غصہ آ گیا یا ناراض ہو گیا شاہین کو رُلا دیتا تھا جبکہ وہ کافی ہنس مکھ جولی تھا مگر بیوی کے معاملے میں وہ کچھ الگ مزاج کا تھا۔

''ان سے تو بات کرنا مشکل ہی ہوگی جبکہ ان بیس دنوں میں تو تیاریاں بھی کرنی ہیں''۔ اسے خاصی فکر تھی اس نے شاہین کو یہ سب نہیں بتایا تھا کہ تحریب نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ رخصتی چاہتا نہیں ہے اسے روکنے کو بھی کہا ہے' ایک تو پورا خاندان اتنے عرصے بعد جمع ہوا تھا وہ ایسی تلخ بات سے سب کچھ بکھیر نہیں سکتی تھی' اسے بالا ہی بالا خود ہی سب کچھ سنبھالنا ہوگا۔

''تائی جان سے ملنے تو جاؤ گی کسی دن' جب بات کر لینا''۔ شاہین نے اسے سمجھایا۔ وہ سر ہلا کے رہ گئی' گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی تحریب کے مزاج کو وہ اب تک سمجھ ہی نہیں پائی تھی' وہ پل میں تولہ اور پل میں ماشہ کیوں ہو

جاتا ہے' گزشتہ دنوں کتنا اچھا سب کچھ لگ رہا تھا اچانک سے تلخ اور کڑوی باتیں شروع کر دی تھیں۔

"احد بتا رہا ہے تھے محریب بھائی بہت خوش ہیں"۔

"اونہہ میرا خون جلا کے خوش کیسے ہو سکتے ہیں"۔ وہ لب کچل کے پھر خیالوں میں ہی رہی۔

"ارے عنائیہ! میں تم سے بات کر رہی ہوں' لگتا ہے محریب بھائی کے خیالوں میں ہو"۔ شاہین نے اس کے بازو پر ہاتھ مارا۔

"آں ہاں...... وہ نہیں تو"۔ خجل ہو کر جھینپ گئی۔

بیڈ پر وہ لیٹی تھی پورا دن شاپنگ میں گزرا تھا صرف ضرورت کی ہی چیزیں لی تھیں جب اتنی دیر لگی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"یہ سوچ رہی تھی کہ مجھے اب گھر جانا ہے آٹھ بج گئے ہیں"۔ اسے وقت گزرنے کا خیال آیا' جلدی جلدی سارے شاپرز جمع کیے' کاسنی آنچل کو شانوں پر سمیٹا' سارے شاپرز وہ شاہین کے بیڈ روم میں ہی لے آئی تھی۔

"ارے...... آج رک جاؤ گی تو کیا ہو جائے گا"۔ شاہین کو اس کی اتنی جلدی پسند نہیں آئی جس نے فوراً ہی جانے کا قصد بھی کر لیا تھا۔

"بھابی! گھر میں بھی کافی کام ہیں"۔ اس نے عذر پیش کیا۔

"عنائیہ! بیٹا رک جاؤ آج"۔ حسنہ پھپھو بھی چلی آئی تھیں' وہ سارے شاپر باہر ہال کمرے میں لے آئی تھی۔

"پھپھو! امی کو شاید رات کو آنی کی طرف جانا ہے اس لئے مجھے جانا ہوگا"۔ وہ ان کی محبت پر مسکرا کے انہیں منع کرنے لگی۔

"احد بھائی تو ہیں ناں ان سے بولئے مجھے پلیز جلدی سے ڈراپ کر دیں"۔

"احد زیان کو باہر لے کے نکلا تھا' زیان کی بھی فضول کی ضدیں ہونے لگی ہیں"۔ حسنہ پھپھو نے بتایا۔

"طبیعت خراب ہوتی ہے تو زیادہ تنگ کرتا ہے"۔ شاہین بولی۔

"علینہ! تم ساتھ چلو گھر' دوست ہوتی تو مجھے اس کی کمی فیل نہیں ہوگی"۔

"میں اپنی تیاریاں پوری کر لوں اس بار ہمارے خاندان میں تین شادیاں ہیں' اتنے کپڑے بنانے ہیں شاپنگ پوری کر لوں آپ کے گھر میں رہنے آؤں گی' سارے فنکشن آپ کی طرف سے اٹینڈ کروں گی"۔ علینہ بھی بہت زیادہ ایکسائیٹڈ تھی۔

"تمہاری باری بھی آنے ہی والی ہے جلد"۔ عنائیہ نے شرارت سے اس کے رخسار پر چٹکی دی' علینہ جھینپ گئی۔ اس کے بھی رشتے کی بات حسنہ پھپھو کی سسرال میں ہی چل رہی تھی ابھی باقاعدہ جواب نہیں دیا تھا۔ اتنے میں احد آ گیا تو وہ ان سب سے اجازت لے کر چلی گئی تھی' ذہن اس کا محریب کو ہی سوچ رہا تھا۔ گھر آ کر بھی بے چین رہی' سارے کاموں سے فارغ ہو کر معارج سے اس کا سیل مانگا' اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر اس وقت مجبوری تھی۔

کمرے میں آ کر وہ نیچے کارپٹ پر بیٹھ گئی' دھڑکتے دل سے محریب کا نمبر ملایا' سوا گیارہ بج رہے تھے اسے اندازہ تو تھا وہ اپنے روم میں ہی ہوگا۔

"مم...... میں عنائیہ"۔ ڈرتے کانپتے لہجے میں وہ گویا ہوئی۔

"تم...... خیریت؟" محریب کی گمبھیر آواز میں کچھ ناگواری چھلکی۔

"مم...... مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے"۔ آج تو آواز بھی ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"ہوں...... بولو"۔ وہ ہمہ تن گوش ہو گیا۔

"سیل پر نہیں آپ سے مل کے بات کرنی ہے"۔ ڈھیروں خون چہرے پر شرم و حیا سے جمع ہو گیا تھا۔

"ایسی کیا بات ہے جو مل کے کرنی ہے' تم کال کٹ کرو میں کرتا ہوں"۔ اس نے عادت کے مطابق کہا' وہ معارج کے سیل سے کر رہی تھی جانتا تھا خود کال کرنا مناسب سمجھتا تھا اسی لئے کال کاٹ کے دوبارہ خود کرتا تھا۔

"میں نے جو بات بولی تھی اس پر عمل کب ہوگا"۔ کال ریسیو ہوتے ہی چھوٹتے ہی بولا۔

"مجھے اسی سلسلے میں بات کرنی ہے"۔ وہ اس کے تیز لہجے سے ڈر رہی تھی۔

"اب کچھ بچا ہی نہیں ہے کہ تم بات کرو' پھر تم جانتی ہو زبردستی کے رشتے کبھی پائیدار نہیں رہتے ہیں"۔

"پلیز" آپ مجھے اپنی صفائی میں بولنے کا موقع تو دیں' پھر جو آپ کو کہنا ہو کہہ دیجیے گا' مجھ پر رحم کریں"۔ وہ روہانسی ہونے لگی' اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا محریب کو کیسے کہے' شرم و حجاب' جھجک اسے بولنے سے روک دیتا تھا مگر اس نے ابھی بھی کچھ نہیں کہا تو وہ ساری زندگی پچھتاووں میں رہے گی جو اس کے اپنے اتنے خوش نظر آ رہے تھے ان کی خوشیاں کہیں ایک بار پھر معدوم نہ پڑ جائیں۔

"ٹھیک ہے بولنے کا موقع دیتا ہوں جو بھی صفائی میں کہنا چاہتی ہو سن لیتا ہوں مگر میرا فیصلہ اٹل ہے"۔ وہ قطعیت بھرے لہجے میں بولا۔ وہ جتنی بے گانگی سرد مہری اور بے نیازی برت سکتا تھا برت رہا تھا۔ باری اب عنائیہ کی تھی وہ کیسے اپنی محبت کا چاہت کا احساس دلاتی ہے وہ تو اپنے ہر عمل سے ثابت کرتا رہا تھا۔

"کل میں تمہیں لینے آؤں گا"۔

"کتنے بجے؟" دور سے اس کی آواز ابھری۔

"پانچ بجے آفس سے میں نکلتا ہوں واپسی میں تمہیں پک کر لوں گا مگر جلدی کرنا' مجھے حمود سے ملنے بھی جانا ہے' وہ منتہیٰ بھابی کو لے کے کوئٹہ جا رہا ہے"۔ اس نے ساتھ ہی اپنا پروگرام بھی بتایا۔

"جج...... جی اچھا میں تیار ملوں گی"۔ وہ جلدی سے بولی۔ یہ کہتے ہی لائن وہ کٹ کر چکا تھا' عنائیہ نے افسردہ اور رنجور ہو کر آنکھیں بند کی تھیں' وہ بہت تھک گئی تھی اس طرح کے حالات سے' وہ اب کچھ دیر سستانا چاہتی تھی اسے ماں کی محبت ملی تو مجازی خدا اس سے روٹھ گیا تھا۔

☆

کچھ تو ہمت کرنی تھی ایک کوشش کر لینے میں حرج تو نہیں ہے پھر اگر جذبے صادق ہوں تو منزل آسانی سے مل جایا کرتی ہے مگر اس لمحے اتنی گھبراہٹ بھی ہونے لگی تھی کبھی سوچا ہی نہیں کہ کسی لڑکی سے یوں بھی اظہار کرنا پڑے گا اور لڑکی بھی وہ تھی جسے اعتبار دلانا یقین دلانا بہت مشکل تھا۔

آج وہ بھی آفس سے جلدی آ گیا تھا' حمود کوئٹہ جانے کی تیاریوں میں لگا تھا' منتہیٰ کو شاپنگ پر لے جانا تھا۔ ہاتھ لے کے ڈارک گرے پینٹ پر پنک چیک کی شرٹ میں ملبوس آئی گلاسز میں ڈیسنٹ لگ رہا تھا' تیزی سے زینہ اترا اطراف میں نگاہ دوڑائی سب ہی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے' بینا آنٹی کو تائی امی نے بلایا ہوا تھا حکمت بھی ان کے ساتھ تھی۔

"چل فائق! یہ معرکہ بھی آج انجام دے ہی لے' کسی لڑکی کو اپنی چاہت کا یقین دے ہی دے"۔ بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا وہ کوریڈور عبور کر گیا' پورچ میں کچھ لمحوں کے لئے رک گیا۔

"اس سرپھری کی وجہ سے جھوٹ بھی بولنا ہوگا' ایک بار تم مان جاؤ بعد میں تمہیں ٹھیک کروں گا"۔ دروازے پر پہنچ

کرنا کہ کیا'پسینہ بھی آنے لگا'شام کا وقت تھا لان میں ہوا بہت اچھی چل رہی تھی۔
"کون ہے؟" تہذیب کی تیز آواز آئی۔
"کھولئے"۔ آواز کو نرم بنا کے بولا تھا۔
کھٹک سے دروازہ کھلا وہ دشمن جاں پنچ کلر کے کاٹن کے پلین کپڑوں پر پرنٹڈ دوپٹہ شانوں پر ڈالے اس کے سامنے تھی'وہ حیران رہ گئی۔
"وہ تمہیں مبینہ آنٹی بلا رہی ہیں"۔ فائق کو اس وقت جھوٹ بولنا سخت گراں گزر رہا تھا جبکہ جھوٹ بولنے والا شخص تو اسے ویسے ہی برا لگتا تھا۔
"امی مجھے مگر وہ تو نزہت آنٹی کے پاس کام سے گئی ہیں"۔ وہ خود ہی ہمکلام ہوئی۔
"پتہ نہیں مجھ سے کہا تھا تائی امی نے تمہیں بلا دوں"۔ وہ مڑ گیا' تاثر ایسا دیا وہ واقعی اسے بلانے آیا تھا مگر آگے جا کر وہ سائیڈ پر ہو گیا'اسے پتہ تھا وہ ضرور گھر سے نکلے گی۔
تہذیب عجلت میں تیزی سے نکلی'حمزہ اندر تھا اس نے لاک لگا لیا'دوپٹہ قرینے سے سر پر جمایا'ابھی اس کے قدم پورچ تک گئے تھے فائق کے مضبوط ہاتھ نے اس کا بازو پکڑ لیا'وہ اچھل گئی'اسے دیکھ کر اس کے تو آگ ہی لگ گئی۔
"کیا حرکت ہے؟ بازو چھوڑیئے"۔ وہ چیخی مگر فائق پر اس کے برہم ہونے کا ذرا اثر نہیں ہو رہا تھا'وہ تیز تیز چلتا پیچھے کی طرف آ گیا جہاں چوکیدار کی چارپائی پڑی ہوئی تھی'ایک دن اسی طرح ایسے ہی تو ٹیکسی کے پیچھے لے گیا تھا۔
"میں کہتی ہوں چھوڑیئے"۔ وہ جھٹکے سے ہاتھ چھڑانے لگی۔ فائق نے دیوار کے ساتھ لگا کے اس کا بازو چھوڑا اور اپنے دونوں ہاتھ لگا کے اس کے جانے کے راستے مسدود کر دیئے'نگاہوں میں پیار وارفتگی والہانہ پن لئے تہذیب کے سراپے کو دیکھنے لگا'غصہ میں بھی وہ ہمیشہ اسے پیاری ہی لگتی تھی'وہ مسکرایا۔
"کیا بدتمیزی ہے"۔ اسے فائق کی نگاہوں سے الجھن ہونے لگی اس دن کے وہ لمحات ایک ایک کر کے ذہن کی اسکرین پر آنے لگے۔
"پھر میری بے بسی سے فائدہ اٹھانے کا موقع تلاش کر رہے ہیں"۔ زہر میں بجھا طنزیہ تیر اچھالا۔
"شٹ اپ"۔ اس نے غراتی آواز میں ڈانٹ کے کہا۔ تہذیب اس کے حصار سے نکلنے کے لئے دانت پیس رہی تھی مگر فائق کے ارادے ایسے نہیں تھے کہ وہ آج اسے یوں ہی جانے دے۔
"تہذیب! کیا ہم اچھے موڈ میں بات نہیں کر سکتے"۔ ایکدم ہی وہ دھیما پڑ گیا'تہذیب نے چونک کر اس کے لہجے پر غور کیا'اس کی آنکھوں میں جھانکا'وہ بہت تھکا ہوا پریشان سا لگ رہا تھا'کل تک وہ اسے چڑا کے محظوظ ہوتا تھا مگر آج انداز میں وہ خوشی طمانیت نظر نہیں آ رہی تھی۔
"اچھے موڈ میں بات کرنے کے لئے اب بچا ہی کیا ہے"۔ اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا افسردہ'غمگین تھا'اس کے ساتھ کی اس نے کتنی دعائیں کی تھیں مگر یوں اچانک سے اسے وہ ملنے والا تھا وہ خوشی وہ احساس کیوں نہیں تھا جانے کیوں دل کو ملال یہ ضرور تھا'کاش وہ فائق کی بات مان لیتی اور وہ اپنی جاب چھوڑ دیتی مگر وہ ضد میں کرتی جا رہی تھی۔
"پلیز تہذیب! مجھے اپنی ہی نظروں میں نہیں گراؤ'روز رات کو ضمیر کی عدالت میں کھڑا ہوتا ہوں"۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ دیوار سے ہٹا لئے'چہرہ اس کا اور افسردہ ہو گیا۔
"تہذیب! خدا گواہ ہے میں تمہارے پاس غلط نیت سے نہیں بڑھا تھا'یہ میری محبت تھی کسی دوسرے شخص کو میں کیسے برداشت کرتا تمہارے ساتھ وہ سب کرتا"۔ وہ دور آسمان پر دیکھتے ہوئے بولا۔

تہذیب اس کے بولنے پر متحیر زدہ سی رہ گئی'آج وہ کس انداز میں بول رہا تھا اتنی ندامت بھی چھلک رہی تھی لہجے میں سچائیاں گندھی تھیں۔
"میں اگر تمہیں کچھ کہتا تھا'چڑاتا تھا صرف تمہارا غصہ دیکھنے کی وجہ سے کیونکہ تم نے میرا دل آہستہ آہستہ اپنے قبضے میں لے لیا تھا'میں جتنا تمہارے حصار سے نکلنے کی کوشش کرتا تھا تم میرے سامنے نئے نئے روپ میں آ جاتی تھیں"۔
وہ اپنے دل کی ساری باتیں کتنے سادہ لہجے اور الفاظ میں بیان کر رہا تھا'وہ حیرت زدہ سی بے یقینی سے دیکھتی رہ گئی۔
"میں بہت عام سا بندہ ہوں تہذیب! مجھے وہ الفاظ ہی بولنے نہیں آتے کہ تمہیں اپنی محبت کے جذبات واضح کروں مگر اتنا کہوں گا تمہیں دل کی گہرائیوں سے شروع سے چاہتا ہوں'اس بھیانک حادثے کے بعد سے جس نے تمہیں مجھ سے اور بدظن کر دیا"۔
"آپ کی ان باتوں کا کیا مطلب ہے؟" وہ پھر انجان بن کے پوچھنے لگی۔
"تہذیب! یہ کہنا چاہتا ہوں تم اگر مجھے نہیں ملیں تو میں ساری زندگی بے چین رہوں گا"۔ رنجور اور غمزدہ آواز میں بولا۔
چڑیوں کا غول اچانک سے آسمان پر شور کرتا ہوا گیا جیسے انہیں کوئی خوشی مل گئی ہو یا ان کا کوئی بچھڑا ہوا ساتھی مل گیا ہو۔ تہذیب نے آسمان پر نگاہ کی۔
"مجھے ایسا لگتا ہے آپ کا دل راضی نہیں ہے آپ پھر بھی ایک ایسی لڑکی سے شادی کریں گے جسے معاشرہ قبول نہیں کرتا"۔
"تہذیب پلیز! ایسی بات نہیں کرو مجھے اور احساس ہوتا ہے اپنی غلطی کا"۔ وہ تڑپ کے اس کے قریب آ گیا۔
"کاش آپ نے مجھے مرجانے دیا ہوتا"۔
"اگر تمہیں مرجانے دیتا تو میں جی کر کیا کرتا"۔ تہذیب کے نرم پڑنے پر وہ خوش سا ہو گیا۔
"مجھے معاف کب کرو گی'بہت تڑپ رہا ہوں صرف تمہاری وجہ سے"۔ اس کے انداز میں حسرت اور شدت بھی پنہاں تھی۔
"میں آپ کے قابل نہیں ہوں'آپ کے سب گھر والے مجھے تو اسی نگاہ سے دیکھیں گے میں داغ دار لڑکی ہوں"۔ اس کی آواز بھیگ گئی۔
"خبردار تہذیب! اگر تم نے خود کو الٹے سیدھے الفاظ سے منسوب کیا'سب گھر والے میرے ایسے نہیں ہیں'سب کی تم پسندیدہ ہو"۔ اس نے نرم نرم ہاتھوں کو محبت کی گرمی سے تھاما۔
"تمہارا دل صاف ہوا یا نہیں"۔ قدرے توقف کے بعد پھر پوچھا۔ تہذیب نے سر ہلایا'وہ تو خود اس کے دل کا مکین تھا'انجانے میں اسے دعاؤں میں مانگا کرتی تھی مگر فائق کی سپاٹ طبیعت کی وجہ سے اس کا دل اداس ہو جاتا تھا۔
"شکر ہے مالک کا تم قابو تو آئیں ورنہ تم نے ناک سے لکیریں نکلوانے کا سوچ لیا تھا"۔ وہ شوخی سے مسکرا کے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بولا۔
"آپ اتنے روکھے پھیکے کیوں تھے'میری اتنی بے عزتی کیوں کرتے تھے'یاد ہے آپ نے میرے ساتھ مائز بھائی کی شادی والے دن کیا کیا تھا"۔ اس نے یاد دلایا۔ فائق کے ہونٹوں پر مسکراہٹ'وہ شکوے شکایت کرتی کتنی مختلف اور اپنی اپنی لگی تھی۔
"روکھا پھیکا اس لئے تھا کہ میں کسی لڑکی کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا تھا مگر تم نے ایسے ڈورے ڈالے مجھے محبت کی اور میں بندھتا ہی پڑا"۔

''کیا...... میں نے......؟'' وہ پھر اپنے سابقہ رویے میں آ گئی جب فائق اسے چڑاتا تھا تنگ کرتا تھا وہ ایسے ہی برہم ہوتی تھی۔

''تم فکر نہیں کرو اپنی شادی والے دن تمہارے ساتھ بہت خوبصورت اور پیارا سلوک کروں گا''۔ معنی خیزی اور شوخی سے بولتے ہوئے تہذیب کے سرخ پڑتے رخساروں کو بغور دیکھنے لگا۔

''کس کی شادی؟'' وہ انجان بننے کی ایکٹنگ کرنے لگی۔

''میری' تمہیں بلا رہا ہوں آ جانا یاد سے''۔ وہ پھر شوخ ہوا۔

''سوچوں گی''۔ اس نے بھی چڑانے کے لئے کہا۔

''تمہاری ایسی کی تیسی کرنے میں دیر نہیں کروں گا' ایک جھٹکا پہلے ہی دے چکا ہوں''۔ وہ آنکھوں میں شرارت لئے اس کے قریب آیا۔

''ایسے ہی اب کے آپ کی چلنے تھوڑی دوں گی''۔ وہ انگوٹھا دکھاتی ہوئی بھاگنے لگی تھی' فائق اس کے پیچھے دوڑا تھا مگر وہ اتنی خوشی خوشی یہاں سے گئی تھی فائق سرشار ہو گیا تھا' اس کے دماغ سے بھی یہ بوجھ سرک گیا تھا۔

''ٹھیک کہا تھا ناں میں نے' لڑکیوں کو بس پیار کی زبان سے رام کرو تو فوراً جھولی میں گر جاتی ہیں''۔ مائز ایکسی کے پیچھے کہیں چھپا ہوا تھا۔ فائق تو گڑبڑا گیا' حیرت زدہ سا اس کے ہنستے مسکراتے چہرے کو دیکھنے لگا' پتہ نہیں کب وہ وہاں آ کے چھپ گیا تھا۔

''سرکار! میں بھی پکا جاسوس ہوں موقع واردات پر پکڑ لیا۔ ویسے یار! ڈائیلاگ زیادہ ہی رومینٹک تھے''۔ وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔ فائق خجل سا جزبز سا اسے گھورنے لگا' مکا فضا میں تان لیا تھا۔

''خاصے خبیث آدمی ہو''۔ وہ کھسیا سا گیا تھا۔ مائز کے فلک شگاف قہقہے نے اسے اور چڑ دیا وہ وہاں سے نکل گیا۔

☆

اس نے گھر میں صرف یہی کہا دادی جان نے بلایا ہے تاکہ عنایہ عذر پیش کرنے سے بچ جائے۔ سمیرا بیگم نے محریب کی خاطر تواضع میں کوئی کمی نہیں کی تھی' اسے دیکھ کر وہ بھرپور خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔

''اماں جی کی طبیعت ٹھیک تو ہے''۔ لہجہ میں بھی فکرمندی چھلکی' جب سے اماں جی سے انہوں نے معافی تلافی کی تھی وہ اور بھی سرتاپا بدل گئی تھیں۔

''مجھے کہا کہ عنایہ کو لے آ' میرا دیکھنے کا دل کر رہا ہے''۔ عنایہ اورنج اور شاکنگ پنک کنٹراسٹ سوٹ میں شرمائی گھبرائی سی آ گئی۔ محریب اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا' نگاہوں کا تصادم بھی ہوا مگر سرسری سا۔

''سمیرا چچی! اجازت ہے رات تک آ جائے گی عنایہ''۔ وہ جاتے جاتے پلٹ کے بولا۔

''ارے محریب بیٹا! شرمندہ تو نہیں کرو تمہاری بیوی ہے اور تمہارے ساتھ جا رہی ہے کوئی اجازت وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے''۔ وہ اسے ٹوکنے لگیں۔

وہ دونوں نکل گئے تھے عنایہ کے قدم ایسا لگ رہا تھا من من بھر کے ہو رہے ہیں۔ فرنٹ ڈور کھول کے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا' بلیک ڈریس پینٹ پر آف وائٹ شرٹ میں وجیہہ و شکیل لگ رہا تھا۔ لمبا چوڑا گریس فل سوبر سا محریب ہمیشہ اس کی دل کی دھڑکنوں کو چھیڑ دیتا تھا۔ گاڑی میں مکمل خاموشی تھی وہ بڑی مستعدی سے ونڈ اسکرین سے دیکھتے ہوئے ڈرائیو کر رہا تھا۔ لب دونوں کے سلے ہوئے تھے خاموشی کو ابھی تک بھی عنایہ نے نہیں توڑا تھا۔ الفاظ سمجھ نہیں آ رہے تھے ترتیب کیا دے بات کہاں سے شروع کرے کہ محریب کو اس پر اعتبار آ جائے۔

''کیا سوچ رہی ہو تم......؟'' محریب نے اسے اس قدر خاموش دیکھ کر دریافت کیا تھا۔

''کچھ نہیں''۔ چونک کے نفی میں ہلا دیا۔

''یقین کر لوں تم کچھ نہیں سوچ رہی ہو''۔ محریب کا سرسری انداز مسکراتا ہوا تھا۔

''ہوں''۔ اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

''میرے خیال میں آپ سوچ رہے ہیں''۔ عنایہ نے پھر پورا اعتماد سے دیکھا تھا اور الٹا سوال کر ڈالا۔

''تمہیں کیسے لگا میں سوچ رہا ہوں''۔ انداز میں کس قدر شگفتگی بھی تھی' وہ اس کے بدلتے موڈ پر حیران رہ گئی۔

''اچھا کتنا جانتی ہو مجھے یا جان گئی ہو''۔ اس نے پوچھا۔

عنایہ کے دل کو جیسے اس کی اس بات نے چھوا' نگاہ اٹھا کر اس شخص کی طرف دیکھا' اس کے چہرے اور آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

''کیا ہوا اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو مجھے' کوئی خاص بات کرنی تھی شاید تمہیں''۔ محریب نے اس کے دیکھنے پر پھر دریافت کیا تھا وہ بھی اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھتی ہوئی بولی۔

''آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں' کیوں میرے ساتھ ایسا سلوک کر رہے ہیں؟'' آنکھوں کا زاویہ اس نے ونڈ اسکرین پر جما دیا۔

''کیسا سلوک جبکہ میں بالکل خوشگوار موڈ کے ساتھ تمہیں تمہارے کہنے پر لایا ہوں' تمہیں تو مجھ سے بات کرنی تھی الٹا تو مجھ پر الزام ہوا محترمہ''۔ گاڑی جھٹکے سے سی ویو کے سامنے رکی' جھاگ اڑاتا سمندر دور سے نظر آ رہا تھا' شام کی ہلکی ہلکی سیاہی پھیل گئی تھی' لوگوں کا ایک جم غفیر وہاں موجود تھا' سنڈے ہونے کی وجہ سے لوگ لگتا تھا زیادہ تر یہیں آتے ہیں۔

''آپ مجھ سے ایسے بدلے لیں گے' جو کچھ گزشتہ عرصے میں ہو چکا ہے صرف مجبوری اور حالات کی وجہ سے ہوا ہے' آپ کیا سمجھتے تھے میں کیا جذبات نہیں رکھتی تھی یا میرا دل نہیں تھا' ایک لڑکی کو اس طرح اگر مجبوری میں زندگی کے پل گزارنے پڑیں جبکہ نہ ماں خوش نہ مجازی خدا خوش' سوچئے وہ چین سے رہ سکتی ہے' میں روز روتی تھی مرتی تھی جیتی تھی مگر کسی سے کچھ نہیں کہتی تھی''۔ آہستہ لہجے میں وہ بول رہی تھی۔ محریب کو اس کی صورت پر ترس آنے لگا' پیار آنے لگا' وہ بولتی ہوئی اتنی معتبر لگ رہی تھی کہ وہ خواب کی سی کیفیت میں آ گیا۔

''میرا قصور صرف اتنا ہی تھا میں اپنی امی کو چاہتی تھی کہ وہ اپنا رویہ سب سے درست کر لیں' وہ یہاں کسی سے خوش نہیں اور میں رخصت ہو کر چل دیتی' سوچئے اگر میں یہ سب کرتی تو خاندان میں دوریاں اور بڑھ جاتیں' کوئی کسی کی صورت تک نہیں دیکھتا''۔ دل اس کا بہت بھر آیا تھا۔

''روز امی اور ابو کی لڑائی ہوتی' میرا مسئلہ بنایا جاتا' میرے دل پر اس وقت جو گزرتی تھی میں ہی جانتی تھی' میں نے تو کسی کو غصہ نہیں دکھایا' کسی سے شکوہ نہیں کیا میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے''۔ آواز بھیگنے لگی' محریب سے آگے سننے کی تاب نہیں تھی اس کے ہاتھ پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھا تھا۔

''خوشی کے دن آئے سب مل گئے تو آپ کہہ رہے ہیں کہ رخصتی رکوا دوں' آخر آپ کیوں ایسا کر رہے ہیں' میں انسان ہوں میری سوچیں نہیں ہیں''۔ ہاتھ کھینچ لئے اور آنسو صاف کئے۔

''سوچا تھا جب بھی آپ سے ملوں گی آپ کی تشنگی بھی مٹا دوں گی''۔

''عنایہ! سوری میں شاید زیادہ ہی تمہارے ساتھ برا کرنے لگا تھا''۔ وہ شرمندگی سے بولا۔ عنایہ لب کچل رہی

تھی۔ اے سی کی کولنگ میں اس کے احساس بھی لگ رہا تھا جم رہے تھے۔

"میں صرف تم سے اظہار چاہ رہا تھا' تنگ کر رہا تھا"۔

"میں آپ کا غصہ سب سمجھ رہی تھی آپ اس غلط فہمی کا شکار تھے' میں آپ کو اگنور کرتی ہوں سارے زمانے کی پرواہ کرتی ہوں صرف آپ کی نہیں کرتی"۔ اس کی ایک ایک سوچ کا پہلو اس پر واضح کیا۔ وہ جز بز سا ہو گیا' خفت اور خجالت سے لب دانتوں تلے دبا لیا۔

"اور کتنا شرمندہ کرو گی یار! بندہ یہاں مرنے کے قریب ہو گیا ہے"۔ اس نے لب کھولے۔

"مجھے آپ مردوں کی بھی سمجھ نہیں آتی ہے' عورت سے چاہتے ہیں وہ اظہار کرتی رہے اپنی محبت کے پھول نچھاور کرتی رہے' ہر وقت ہاتھوں میں چاہت سمو کے آپ کو دیکھتی رہے' جہاں کسی وجہ سے اگنور کر دیا طعنے مار مار کے زندگی دوبھر کر دیتے ہیں"۔ اسے محریب پر بھی اب غصہ آنے لگا' اس نے بھی تو بہت سی جگہوں پر اگنور کیا تھا' کتنے سخت مرحلوں میں اسے ڈال دیا تھا' نکاح کے بعد اس کا موڈ ہی کب ٹھیک تھا۔

"کیا کریں ہم مرد ایسے ہی ہوتے ہیں"۔ وہ شرارت میں اس کی بات اڑانے لگا۔ عنائبہ کی خفگی بھری نگاہیں اس پر اٹھی تھیں' کیوں جب اس کے گلے شکوے کرنے کی باری آئی تو وہ بات کو کہیں سے کہیں اڑانے لگا۔

"بولو..... گزارہ کر لو گی اس چھ فٹ سے اونچے لمبے مرد کے ساتھ"۔ وہ شرارتی لہجے میں بولتا ہوا بہت اچھا لگ رہا تھا۔

"آپ نے بھی میرے ساتھ بہت غلط کیا ہے' آپ کا منہ کب سیدھا رہتا تھا نکاح کے بعد تو آپ لال بھبھوکا رہنے لگے تھے"۔

"اچھا اچھا بس ساری شکایتیں ایک طرف' اب کچھ دوسری قسم کی باتیں ہو جائیں"۔ وہ سیٹ سے ٹیک لگا کے مخمور لہجے میں گویا ہوا' عنائبہ نے حیا سے نگاہ پھر جھکالی۔

محریب نے بڑے پریم سے محبت و پیار سے اس کا بایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا نرم نرم ہاتھ کی انگلیوں کو وہ دبانے لگا۔

"گھر چلئے کافی دیر ہو گئی ہے"۔ وہ گرمئ شوق سے گھبرا کے بولی۔

محریب کی نگاہوں میں جو جذبے تھے روشنی تھی وہ اس کے حواس خراب کرنے کے لئے کافی تھے' اکتا رہ زدہ رہنے والا شخص اتنے شوخ لب و لہجہ میں' اسے خوشی بھی ہو رہی تھی اور یقین بھی نہیں آ رہا تھا۔

آج اس کی دل کی چاہت جو تھی سب مل گئی تھی۔ بچپن سے صرف یہی چاہت تھی کہ چاہت رہے رشتوں میں دلوں میں جذبوں میں۔

"اتنی دیر بھی نہیں ہوئی ہے"۔ وہ جانے کے موڈ میں ہی نہیں لگ رہا تھا۔

"پلیز....." لہجہ میں التجا تھی۔

"چپ کر کے بیٹھی رہو"۔ پیار بھری ڈانٹ پلائی۔

"ہم سے اچھا ہمارا مائز نکلا' اس نے ہمارا نکاح کروا دیا ورنہ مجھے تو ڈر تھا تم اپنی امی کی محبت اور کہنے میں کہیں اور شادی کر کے چلتی بنتی"۔ اس نے اسکی ناک پر شہادت کی انگلی ماری۔

"شاید"۔ سر جھکا کے اسی قدر کہا۔

"اگر ایسا کرتی تو میں شادی کے وقت اٹھا لیتا"۔

"اچھا اتنی ہمت تھی"۔ عنائبہ نے مسکرا کے تمسخر اڑایا۔

"ہاں"۔ وہ ہنسا۔

دونوں ایک ساتھ ہنسنے لگے' زندگی کتنی حسین ہو گئی تھی' ہر طرف ایسا لگ رہا تھا خوشیاں پھوٹی پڑ رہی ہوں' قمقمے روشن ہوں۔

"اس دن مائز کہہ رہا تھا اس کے بچوں سے' لوگ ہمارے بچوں کا موازنہ کریں گے' بڑے کے چھوٹے بچے اور چھوٹے کا بڑا بچہ"۔

عنائبہ کی ہنسی کو بریک لگ گیا' محریب کی بے باک باتیں اسے نروس کر رہی تھیں۔ دونوں میں کب اتنی بے تکلفی رہی تھی جو وہ آج اتنا شوخ ہو رہا تھا۔

"آپ کو ذرا شرم نہیں آتی؟"

"نہیں بالکل بھی نہیں' گوروں کے دیس میں پانچ سال گزارے ہیں کچھ تو بے شرم ہوں گا ہی"۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"مجھے نہیں پتہ تھا آپ ایسے ہوں گے"۔ لہجہ سنجیدہ بنا لیا۔

"آج سے پندرہ دن بعد مکمل دیکھنا کیسا ہوں"۔ پھر شوخ معنی خیز فقرہ اچھالا' اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔

"اب تو آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے ناں؟" اس نے پھر معصومیت سے دل کی تسلی کیلئے پوچھا۔

"نہیں بالکل نہیں' مجھے آج تم پر اتنا پیار آ رہا ہے کہ بس خود کو کنٹرول کیا ہوا ہے"۔ وہ اس کے رخسار پر انگلی رکھ کے گویا ہوا۔ عنائبہ کے دل کو طمانیت مل گئی' اس کا مجازی خدا اس سے راضی ہو گیا تھا۔

"ایک بات کہوں؟" گاڑی پھر رکی۔ وہ چونک گئی وہ سنجیدہ جو ہو گیا تھا' کچھ لمحوں پہلے کی شوخی معدوم تھی' وہ پھر گھبرا گئی۔

"مجھے کبھی بھی اگنور نہیں کرنا' جو بھی تمہیں پرابلم ہے جو کچھ بھی شکایت ہے مجھ سے ڈائریکٹ کہنا' مجھے وہ بیویاں بہت بری لگتی ہیں جو اپنے شوہروں کی برائیاں محفل میں کرتی نظر آتی ہیں اور کبھی بھی اپنی پرسنل لائف کی' میاں بیوی کی کسی قسم کی کوئی بات بھی تم کسی سے بھی شیئر نہیں کرو گی"۔ وہ اس پر اپنی سوچ واضح کرنے لگا۔

"اگر تم دوست بن کے میرے ساتھ رہو گی میں بھی تمہارے ساتھ بہت محبت سے پیش آؤں گا"۔

"بے فکر رہئے آئندہ لائف میں آپ کو مجھ سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہو گی' میں بھی آپ کی تمام باتوں پر عمل کروں گی"۔ اس نے ایک جذب سے کہہ کر یقین دلایا۔

"دیکھنا ہم دونوں مثالی کپل ہوں گے لوگ ہمیں دیکھ کر رشک کریں گے"۔

"انشاءاللہ تعالیٰ"۔ دل سے کہا۔

"کبھی بدگمانی اور غلط فہمی کو قریب نہیں آنے دیں گے ہم دونوں"۔ عنائبہ نے مسکرا کے اس کی بات پر سر ہلایا۔

"جن رشتوں میں محبت اور چاہت ہو تو وہ تب پروان چڑھتے ہیں"۔ وہ بولی۔

چاہت ہمیشہ دل کی چاہت تھی جو اسے مل گئی تھی۔ محریب نے گاڑی سرشار ہو کر اسٹارٹ کر دی تھی' عنائبہ کو اس شخص کی باتوں نے جیت لیا تھا جو سوچ بھی کتنی معتبر رکھتا تھا۔

اب تو دعا یہی تھی کہ ہمیشہ پاس خوشیاں ہی رہیں' غموں کی دھوپ اس خاندان کے کسی بھی شخص پر نہ پڑے' زندگی کے سفر پر وہ دونوں جا رہے تھے۔ خوشیاں' محبت' چاہت' اپنائیت سب ہی کچھ کشیدنا تھا' غموں کے بادل چھٹ گئے تھے' ایک نئی چمکیلی صبح کا آغاز ہو چکا تھا ہمیشہ کے لئے' اس نے وفور مسرت سے محریب کے شانے پر سر ٹیک دیا۔

☆